بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتباہی نوٹس

عوام النّاس کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ جماعت المسلمین ایک خالص دینی جماعت ہے اس کا کسی فرقے، مسلک، مذہبی مکاتب فکر یا سیاسی گروہ سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ انہی نظریات کے پرچار کے لئے امیر جماعت المسلمین سید مسعود احمدؒ (متوفی) نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر مبنی تفسیر قرآن عزیز، منہاج المسلمین، تاریخ الاسلام والمسلمین و دیگر کتب تحریر کیں اور جماعت المسلمین کے مرکز سے شعبۂ نشر و اشاعت جماعت المسلمین کی زیر ادارت نفع و نقصان سے مبرّا، خالص دینی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے شائع کرتے رہے اُن کے انتقال کے بعد موجودہ امیر جماعت المسلمین محمد اشتیاق صاحب کی زیر نگرانی مطبوعات جماعت المسلمین شائع ہو رہی ہیں۔

اس سلسلہ میں ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ چند کاروباری ذہنیت کے افراد و مفاد پرست ادارے مطبوعات جماعت المسلمین کو یا ان کے اقتباسات کو بغیر ہماری اجازت طبع یا فروخت کر رہے ہیں۔

اشتہار ہذا کے ذریعہ ان تمام افراد و اداروں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ مطبوعات جماعت المسلمین (مصنف سید مسعود احمدؒ) کی طباعت و اشاعت کرنا یا بغیر اجازت جماعت المسلمین کے نام یا اس کے ذیلی ادارے، ادارۂ مطبوعات اسلامیہ کے نام کو استعمال کر کے کوئی بھی کتاب چھاپ کر فروخت کرنا یا جماعت المسلمین کے لوگو (logo) کو بغیر اجازت استعمال کرنا سوسائٹی آرڈیننس XXI 1860، کاپی رائٹ آرڈیننس XXXI 1962، اور ٹریڈ مارک آرڈیننس 2001 کے تحت سنگین جرم ہے۔

لہٰذا ایسے تمام افراد و ادارے جو ایسے غیر قانونی و غیر اخلاقی کاموں میں ملوث ہیں انتظامیہ جماعت المسلمین ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی اور بھاری ہرجانہ وصول کرنے کا حق محفوظ رکھتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیرِ قرآنِ عزیز

(جزءِ اوّل۔ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ)

مرتّبہ

مسعُود احمد

بی، ایس سی۔

امیرِ جَماعتُ المُسلِمینؒ

جَماعتُ المُسلِمینؒ

(رجسٹرڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب کا نام ---------- تفسیر قرآن عزیز

سالِ طباعت ---------- ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء

اشاعت ---------- دوم

تعداد ---------- ایک ہزار

مطبع ---------- امیج پرنٹرز

کتابت ---------- محمد نذیر گیلانی چک ۵۴۳ فیصل آباد

قیمت ---------- ۱۱۷/- روپے

شائع کردہ

جماعت المسلمین

مسجد المسلمین، کوثر نیازی کالونی

نارتھ ناظم آباد (بلاک جی) کراچی ۳۳

جملہ حقوق طبع بحق جماعت المسلمین رجسٹرڈ (رجسٹریشن نمبر ۳۶۶/۱۹۸۵ پرانا نمبر ۲۱۶۳/۶۵-۶۶) محفوظ ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	صفحہ
۱	مقدمہ	۵
۲	اُن کتابوں کی وضاحت جن سے استفادہ کیا گیا	۱۳
۳	رُموز	۱۴
۴	سورۂ فاتحہ	۱۵
۵	ابتداء تفسیر سورۂ فاتحہ	۱۶
۶	سورۂ فاتحہ کا شانِ نزول	۱۶
۷	سورۂ فاتحہ کی فضیلت	۱۶
۸	سورۂ فاتحہ کے نام	۲۰
۹	تفسیر "بسم اللہ الرَّحمٰن الرَّحِیم"	۲۱
۱۰	"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" پڑھنے کا طریقہ	۲۴
۱۱	پوری "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" کہاں پڑھی جائے	۲۶
۱۲	پوری "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" کہاں لکھی جائے	۲۶
۱۳	صرف "بِسۡمِ اللّٰہِ" کہاں پڑھی جائے	۲۶
۱۴	مختلف دعائیں جو مختلف کاموں کی ابتداء میں پڑھی جائیں	۲۶
۱۵	تفسیر "الحمد للہ رب العالمین"	۳۸
۱۶	حمد کی فضیلت	۴۱
۱۷	"حمد" سے شروع ہونے والی دعائیں	۴۳
۱۸	تفسیر "الرحمٰن الرَّحیم"	۴۸
۱۹	رحمت کی حقیقت	۴۸
۲۰	تفسیر "مالک یوم الدین"	۵۳
۲۱	روزِ جزا پر ایمان ضروری ہے	۵۷

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۲	روز جزاء کے نام	۵۵
۲۳	روز جزاء کا مالک صرف اللہ تعالےٰ ہے	۵۷
۲۴	تفسیر "ایاک نعبد و ایاک نستعین"	۶۰
۲۵	عبادت کے معنیٰ	۶۱
۲۶	مدد صرف اللہ تعالےٰ سے مانگی جائے	۶۵
۲۷	تفسیر "اھدنا الصراط المستقیم"	۷۰
۲۸	ہدایت کے معانی	۷۰
۲۹	"صراط مستقیم" کسے کہتے ہیں ؟	۷۳
۳۰	تفسیر "صراط الذین انعمت علیہم"	۷۹
۳۱	تفسیر "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین"	۸۱
۳۲	سورۃ فاتحہ کے متعلق جملہ مسائل	۸۴
۳۳	سورۂ بقرۃ کی فضیلت	۸۹
۳۴	تفسیر الٓمٓ	۹۱
۳۵	قرآن مجید صرف متقیوں کو کیوں ہدایت کرتا ہے	۹۴
۳۶	ایمان بالغیب	۹۹
۳۷	نماز کی اہمیت	۱۰۱
۳۸	اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرنا	۱۰۵
۳۹	سب کچھ اللہ تعالےٰ کا دیا ہوا ہے	۱۰۵
۴۰	متقین کی صفات	۱۱۶
۴۱	اللہ تعالےٰ کا دل پر مہر لگانا کیا انسان کو بے قصور ٹھہراتا ہے	۱۲۵
۴۲	منافقین کی صفات	۱۴۸
۴۳	عبادت سے تقوےٰ کیسے پیدا ہوتا ہے	۱۵۶
۴۴	قرآن مجید ایک معجزہ ہے	۱۶۵
۴۵	جنت کے باغات، پھل، جنت کی نہروں اور پاکیزہ بیویوں کا بیان	۱۷۱

نمبر	عنوان	صفحے
۴۶	اللہ تعالےٰ کے وجود پر دلائل	۱۹۲
۴۷	خلافت ارضی	۱۹۵
۴۸	اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو کن انعامات سے سرفراز فرمایا اور کون کون سے عہد لئے	۲۲۳
۴۹	جماعت سے نماز پڑھنے کی فرضیت	۲۳۱
۵۰	قول و فعل میں تضاد	۲۳۳
۵۱	قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہیں آسکتا	۲۴۲
۵۲	اللہ تعالےٰ ظاہر اور پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے	۳۰۳
۵۳	جادو کفر ہے	۳۵۲
۵۴	کارساز صرف اللہ تعالےٰ ہے	۳۶۴
۵۵	سفر میں سواری پر نماز پڑھنے کا طریقہ	۳۹۲
۵۶	شرک فی الذّات کی تردید	۳۹۴
۵۷	واجب الاتباع امام بنانا صرف اللہ تعالےٰ کا حق ہے	۴۱۹
۵۸	تحویل قبلہ	۴۵۵
۵۹	اسلام معتدل دین ہے	۴۶۱
۶۰	قبلہ کے متعلق مسائل	۴۷۵
۶۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی	۴۸۸
۶۲	اللہ تعالےٰ کے ذکر کی فضیلت	۴۹۱
۶۳	صفا و مروہ کے طواف کا طریقہ	۵۱۵
۶۴	اِلٰہ صرف اللہ تعالےٰ ہے	۵۲۷
۶۵	محبوب حقیقی صرف اللہ تعالےٰ ہے	۵۳۹
۶۶	الحب فی اللہ	۵۳۹
۶۷	ذبح کرنے کے شرائط	۵۵۹
۶۸	والدین ، اقرباء، یتیم وغیرہ کے حقوق	۵۷۷
۶۹	مسکین کون ہے	۵۸۰
۷۰	قصاص اور دیت کے مسائل	۵۹۱

نمبر	عنوان	صفحہ
٧١	رمضان کے روزوں کے مسائل	٦٣١
٧٢	عیدالفطر کے مسائل	٦٤٢
٧٣	اعتکاف کے مسائل	٦٤٩
٧٤	رشوت کی حرمت	٦٥٢
٧٥	قمری ماہ وسال اور رویت ہلال کے مسائل	٦٥٦
٧٦	جنگ کے متعلق ہدایات	٦٦٩
٧٧	عمرہ کے مسائل اور عمرہ کرنے کا طریقہ	٦٩٣
٧٨	حج کے بعض مسائل	٧٢٨
٧٩	اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ	٧٣٥
٨٠	اختلاف کی حرمت	٧٤٨
٨١	صدقات کے حقدار کون ہیں	٧٦٠
٨٢	اذیت ماہانہ کے مسائل	٧٨٨
٨٣	جماع کے مسائل	٨٠٢
٨٤	بے ساختہ منہ سے نکل جانے والی قسم	٨٠٦
٨٥	ایلاء (یعنی بیویوں کے پاس جانے کی قسم)	٨٠٩
٨٦	بیویوں کے حقوق	٨١٦
٨٧	مرد کو عورت پر فضیلت	٨١٩
٨٨	طلاق کے مسائل	٨٥٤
٨٩	عدّت کے مسائل	٨٥٥
٩٠	خلع کے مسائل	٨٥٩
٩١	نماز کے آداب	٨٦٠
٩٢	نماز پڑھنے کا طریقہ	٨٧٢
٩٣	مطلقہ بیوی کے حقوق	٩٠٢
٩٤	اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینے کا ثواب	٩٠٩
٩٥	ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت دینا منع ہے	٩٢٨

نمبر	عنوان	صفحہ
۹۶	بعض نبیوں کے فضائل	۹۲۹
۹۷	آیۃ الکرسی کی فضیلت	۹۴۱
۹۸	صدقات کے متعلق جملہ مسائل	۱۰۱۵
۹۹	شیطان کا تسلّط	۱۰۲۴
۱۰۰	سود کی حرمت	۱۰۲۷
۱۰۱	قرض دینے اور لینے، رہن اور سُود کے جملہ مسائل	۱۰۵۳
۱۰۲	دل کے وسوسوں کا بیان	۱۰۵۹
۱۰۳	سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت اور تفسیر	۱۰۶۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقدّمہ

قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام ہے، اس کلام کو اللہ تعالےٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کتابی صورت میں ہم تک پہنچایا، اس کتاب کا ایک ایک لفظ درخشاں اور اس کی ایک ایک آیت معجز نشان ہے، یہ کلام اپنی مثال آپ ہے، اگر کسی انسان کی مسلسل عربی عبارت کے درمیان قرآن مجید کی ایک آیت کو رکھ دیا جائے تو وہ آیت علیحدہ چمکتی ہوئی نظر آئے گی، قاری جب اس آیت پر پہنچے گا تو بے اختیار پکار اُٹھے گا کہ یہ کسی مخلوق کا کلام نہیں ہو سکتا۔

۲۔ جس طرح بذریعہ وحی اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اسی طرح بذریعہ وحی ہی اس کی تفسیر بھی نازل فرمائی، اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (القیٰمۃ۔ ۱۹) اس کی تفسیر بھی یقیناً ہمارے ذمہ ہے۔

"بَيَانٌ"، بَانَ، يَبِيْنُ کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں ظاہر اور واضح ہونا "بَيَانٌ" اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی چیز کی تشریح و توضیح کی جائے۔

مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تفسیر، تشریح و توضیح اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ لی، اب یہ تشریح و توضیح یا تو خود قرآن مجید میں ملے گی یا حدیث میں، مثلاً اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (البقرۃ۔ ۱۸۳ و ۱۸۴)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے جاتے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم (روزہ کے ذریعہ) متقی بن جاؤ، (یہ روزے) گنتی کے چند دن (فرض ہیں)۔

دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے:۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ

رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، (وہ قرآن) جس میں تمام لوگوں کے لئے رہنمائی ہے اور ہدایت اور حق و باطل میں تمیز پیدا کرنے

مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ (البقرۃ ۔ ۱۸۵)

کے واضح دلائل ہیں، لہذا جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو اُسے اس مہینہ کے روزے رکھنے چاہئیں۔

مندرجہ بالا آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ ذوالجلال والاکرام نے روزوں کے ایّام کی وضاحت نہیں فرمائی کہ کتنے ہیں اور کس مہینہ میں ہیں۔ دوسری آیت میں اللہ تبارک و تعالےٰ نے اس کی وضاحت فرمادی کہ روزوں کے ایّام ایک مہینہ کے ایّام ہیں اور وہ مہینہ رمضان کا ہے۔

یہ دونوں آیات اس بات کی واضح مثال ہیں کہ قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید میں ہوتی ہے۔ اگر قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید میں نہیں ہوتی تو حدیث میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ (النحل ۔ ۴۴)

(اے رسول) ہم نے آپ کی طرف اس ذکر کو نازل فرمادیا ہے تاکہ جو چیز لوگوں کی طرف نازل کی گئی ہے آپ اس کی تشریح و توضیح فرمادیں۔

اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قرآن مجید کی تشریح و توضیح فرماتے ہیں اور یہ آپ کے فرائض میں شامل ہے، مثلاً اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (البقرۃ ۔ ۱۱۰)

صلوٰۃ قائم کرو۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں کہیں نہیں بتایا کہ صلوٰۃ کیا چیز ہے، یہ کس طرح ادا کی جائے، کس وقت ادا کی جائے، البتہ صلوٰۃ کے متعلق تمام تشریحات احادیث میں ملتی ہیں اور یہ احادیث ہی "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" کی تشریح و تفسیر ہیں۔

اسی قسم کی ایک اور واضح مثال مندرجہ ذیل آیت میں ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (البقرۃ ۔ ۱۵۰)

جہاں کہیں تم ہو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر لیا کرو۔

اللہ تبارک و تعالےٰ نے قرآن مجید میں کہیں بھی یہ نہیں بتایا کہ مسجد حرام کی طرف کس وقت منہ کیا جائے، قرآن مجید کی رُو سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت و ہر جگہ مسجد حرام کی طرف منہ رہنا چاہیئے لیکن یہ ناممکن ہے، یہ حدیث ہی ہے جس نے بتایا کہ اللہ تعالےٰ کے اس حکم پر نماز میں عمل ہوگا، حدیث نے قرآن مجید کی اس آیت کو قابل عمل بنادیا۔

کیونکہ قرآن مجید کی تفسیر کا ذمہ اللہ تعالےٰ نے لیا ہے لہذا احادیث میں جو تشریحات ملتی ہیں وہ بھی یقیناً اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے ہیں یعنی وہ بھی منزل من اللہ ہیں۔

قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے لغت کی ضرورت پیش آتی ہے اور جو معانی اس میں دئے ہوتے ہیں وہ حجت سمجھے جاتے ہیں اور بغیر اس کے چارہ نہیں۔ جب قرآن مجید کے معانی کے لئے لغت حجت ہو سکتی ہے تو قرآن مجید کے معانی کے لئے وہ لغت جو قرآنی الفاظ کے اصطلاحی معانی بتائے بدرجہ اولیٰ

حجت ہوگی اور یہ امر مسلم ہے کہ اصطلاحی معانی کی موجودگی میں لغوی معنی تسلیم نہیں کئے جاتے لہذا قرآن مجید کے اصطلاحی معانی کے لئے حدیث کی بڑی سخت ضرورت ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں۔

قرآن مجید کی حفاظت اور اس کی تفسیر کا ذمہ اللہ تعالےٰ نے لیا ہے لہذا جس طرح قرآن مجید محفوظ ہے اُسی طرح اس کی منزل من اللہ تفسیر بھی محفوظ ہے۔ اگر قرآن مجید محفوظ ہو اور اس کی تفسیر محفوظ نہ ہو تو قرآن مجید کے احکام کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہوگا اور اس طرح قرآن مجید کا نزول بے معنیٰ اور بے مقصد ہو کر رہ جائے گا، مثلاً "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ" کے الفاظ محفوظ ہوں اور وہ احادیث محفوظ نہ ہوں جن میں صلوٰۃ کی تشریح اور اس کو ادا کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے تو پھر محض "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ" کے محفوظ ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اللہ تعالےٰ کا حکم کہ "صلوٰۃ قائم کرو" بے معنی ہو کر رہ جائیگا۔

اس تفسیر کا مقصد

قرآن مجید کی صدہا تفاسیر لکھی جا چکی ہیں، مفسرین نے قرآنی علوم کے ہر عنوان پر بہترین تفاسیر لکھیں، علمی نکات بیان کئے لیکن ان تفاسیر میں سے کسی تفسیر میں عمل پر خاطر خواہ زور نہیں دیا گیا، علوم کے دریا بہائے جاتے رہے لیکن عمل کم ہوتا چلا گیا، صحابہ کرامؓ کے دور میں علوم کے یہ ذخائر اور یہ ضخیم تفاسیر کہاں تھیں لیکن بایں ہمہ وہ قرآن مجید کا عملی پیکر تھے۔

اس تفسیر کے امتیازی اوصاف

(۱) قرآن مجید کے نزول کا مقصد دراصل اس پر عمل کرنا ہے، اگر عمل نہیں تو پھر سب علوم و فنون بیکار ہیں۔ اس تفسیر میں خاص طور پر عمل پر زور دیا گیا ہے اور یہ اس تفسیر کا پہلا امتیازی وصف ہے۔

(۲) قرآن مجید کی تفاسیر میں اکثر "قال فلاں" "قال فلاں"۔ (فلاں نے یہ کہا، فلاں نے یہ کہا) کی بھرمار ہوتی ہے، ان اقوال الرجال میں جو ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اللہ تبارک و تعالےٰ کا حکم گم ہو کر رہ جاتا ہے، تلاوت کرنے والا حیران ہوتا ہے کہ وہ کس قول کو اللہ تعالےٰ کا حکم سمجھے اور کس پر عمل کرے۔ ان اقوال کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا بدیہی طور پر اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ سب اقوال یا ایک کے علاوہ سب اقوال حکم الٰہی کی ترجمانی نہیں کرتے۔ اس تفسیر میں ہم نے کسی کا قول بیان نہیں کیا، اللہ تعالےٰ کے حکم کی تشریح اللہ تعالےٰ ہی کی نازل کردہ تشریح سے کی ہے یعنی قرآن مجید سے یا احادیث صحیحہ سے، لہذا اللہ تعالےٰ کے احکام اپنے اصلی رنگ میں موجود ہیں اور ان پر اللہ تعالےٰ کی منشاء کے مطابق عمل ہو سکتا ہے۔ یہ اس تفسیر کا دوسرا امتیازی وصف ہے۔

(۳) عموماً تفاسیر میں اس بات کا لحاظ نہیں رکھا گیا کہ تفسیر میں جو حدیث بیان کی جائے وہ سنداً صحیح ہو، ہم نے اس تفسیر میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ صرف صحیح حدیث بیان کی جائے۔ یہ تفسیر ضعیف حدیث تو کجا حسن حدیث سے بھی معرّا ہے، اس تفسیر کو پڑھ کر ہر شخص ایک سکون محسوس کریگا

کہ وہ جو کچھ پڑھ رہا ہے یقیناً صحیح ہے، اس میں کسی قسم کے شبہ کی ادنیٰ سی بھی گنجائش نہیں، اس لحاظ سے یہ قرآن مجید کی صحیح ترین تفسیر ہے اور یہ اس کا تیسرا امتیازی وصف ہے۔

(۴) مسائل و احکام کی پوری عملی تشریح و توضیح سے تمام تفاسیر خالی ہیں، اس تفسیر میں ہم نے جس جگہ قرآن مجید کے جس حکم کی تشریح کی ہے وہاں ہی اس کی پوری عملی تفسیر بیان کر دی ہے اور اگر کسی خاص وجہ سے اس جگہ بیان نہیں کی تو کسی دوسری جگہ اس کو مفصل بیان کر دیا ہے اور اُس جگہ اُس دوسری جگہ کا حوالہ بھی نقل کر دیا ہے تاکہ تفصیل کے لئے اس مقام کو دیکھ لیا جائے۔ اگر ہم ہر جگہ ہر مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے تو یہ تکرار بے فائدہ ہوتی اور اگر اس کا کچھ فائدہ ہوتا بھی تو تفسیر بہت طویل ہو جاتی۔

الغرض ہم نے اگر ہر جگہ نہیں تو کسی ایک خاص مناسب مقام پر کسی خاص مسئلہ کی پوری عملی تفصیلات بیان کر دی ہیں مثلاً اگر طلاق کا ذکر آگیا تو طلاق کے تمام مسائل بیان کر دئے ہیں، قرض کا مسئلہ آگیا تو قرض کے تمام احکام بیان کر دئے ہیں، نماز کے طریقہ کا ذکر آگیا تو نماز کا پورا طریقہ بیان کر دیا ہے، صفا و مروہ کی سعی کا ذکر آگیا تو سعی کے تمام مسائل بیان کر دئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح اگر کسی جگہ کسی چیز کی فضیلت یا اہمیت کا ذکر آگیا تو اُسی جگہ اس کی فضیلت اور اہمیت میں جتنی احادیث ملیں ان کو بیان کر دیا ہے۔ یہ اس تفسیر کا چوتھا امتیازی وصف ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ (بنی اسرائیل۔ ۳۶)

جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو۔

اس حکم الٰہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم نے قرآن مجید کی تلمیحات پر جن کے متعلق ہمیں کوئی صحیح علم نہ ہو سکا کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ مثلاً ہاروت و ماروت پر ہم نے کوئی بحث نہیں کی، ہم نے اس بات کی کوشش نہیں کی کہ اس فرعون کا نام معلوم کریں جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھا، نہ ہم نے اس بات کی وضاحت کی کہ وہ کون لوگ تھے جو اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکلے، ان کو اللہ تعالیٰ نے مار دیا اور پھر زندہ کر دیا۔

اول تو ان بحثوں سے عمل کا کوئی تعلق نہیں، دوسرے یہ کہ ان بحثوں کو شامل کرنے سے تفسیر میں غیر یقینی چیزیں شامل ہو جاتیں اور اس طرح تفسیر کا معیار گر جاتا، البتہ ان تلمیحات کا جو پہلو عبرت انگیز تھا اس کو ہم نے بیان کر دیا ہے اور بے فائدہ باتوں کو کلیۃً نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ اس تفسیر کا پانچواں امتیازی وصف ہے۔

کیونکہ یہ امتیازی اوصاف ہمارے علم کی حد تک کسی تفسیر میں نہیں تھے لہٰذا جماعت المسلمین عرصۂ دراز سے اس بات کا ارادہ کر رہی تھی کہ ایسی تفسیر عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کرے جو تمام الجھنوں سے پاک ہو، جس کے مطالعہ سے اوامر و نواہی صاف طور پر سمجھے جا سکیں، جس سے حرام و حلال کا قطعی اور بیّن علم حاصل ہو سکے، جس سے تمام احکام کی عملی شکل آسانی سے سمجھ میں آ سکے، جس سے قاری

ہر ضرورت کے موقع پر حکم الٰہی کو صحیح طور پر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے معلوم کر سکے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ جماعت المسلمین کو اللہ تعالٰے نے صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین کی اشاعت کی توفیق کے بعد اپنے فضل و کرم سے مزید توفیق دی کہ وہ مذکورہ بالا امتیازی خصوصیات کی حامل تفسیر عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر سکے۔

اس تفسیر کی پہلی جلد قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ جلد سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی تفسیر پر مشتمل ہے، قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اپنے مفید مشوروں سے ہمیں مستفیض فرمائیں اور جو کوتاہیاں اس تفسیر میں ہو گئی ہوں ان کی نشاندہی فرمائیں تاکہ تفسیر کی باقی جلدوں میں اور جلد اول کی طبع ثانی میں اصلاح کر دی جائے۔

اللہ تعالٰے سے دعاء ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے کلام پاک کو سمجھنے اور اس پر صحیح معنوں میں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

شعبہ نشر و اشاعت
جماعت المسلمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ان کتابوں کے نام جن سے استفادہ کیا گیا

① صحیح بخاری مؤلفہ امام محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم البخاریؒ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر غرہ رمضان ۱۳۷۰ھ

② صحیح مسلم مؤلفہ امام مسلم بن الحجاجؒ مطبوعہ مطبع عیسی البابی الحلبی وشرکاہ بمصر۔

③ مؤطا مؤلفہ امام مالک بن انس بن مالکؒ مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۴۵ھ

④ سنن ابی داؤد مؤلفہ امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعثؒ مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی

⑤ سنن نسائی مؤلفہ امام احمد بن شعیب بن علی نسائی مطبوعہ مطبع مکتبہ رحیمیہ، دہلی، ۱۳۵۰ھ

⑥ جامع ترمذی مؤلفہ امام محمد بن عیسٰی بن سورہ ترمذی، مطبوعہ مع اردو ترجمہ مطبع فیض منبع نولکشور لکھنؤ۔

⑦ سنن ابن ماجہ مؤلفہ امام محمد بن یزیدؒ مطبوعہ مطبع تازیہ بمصر (طبع اولیٰ)

⑧ مسند احمد مؤلفہ امام احمد بن محمد بن حنبلؒ مطبوعہ علی ترتیب الابواب المسمی بہ الفتح الربانی مع شرح بلوغ الامانی مؤلفہ احمد عبدالرحمٰن البنا الساعاتی مطبع الاخوان المسلمون (طبع اولیٰ)

⑨ صحیح ابن خزیمہ مؤلفہ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ مطبوعہ المکتب الاسلامی، مکہ معظمہ، (شعبان ۱۳۹۰ھ)

⑩ بلوغ الامانی۔ اس کتابہ کا ذکر اوپر نمبر (۸) کے سامنے گذر چکا ہے۔

⑪ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار مؤلفہ امام محمد بن علی بن محمد الشوکانی مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر (رجب ۱۳۴۷ھ)

⑫ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مؤلفہ عبیداللہ بن محمد عبدالسلام مبارکپوری۔

⑬ صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤلفہ محمد ناصر الدین الالبانی مطبوعہ المکتب الاسلامی (الطبعۃ الخامسۃ)

⑭ المستدرک للحاکم مع التلخیص للذہبی مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۳۹۸ھ

⑮ التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ طبع ثانی مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رموز

١- (ف) ـــــــــــ باب فَتَحَ يَفْتَحُ

٢- (ك) ـــــــــــ باب كَرُمَ يَكْرُمُ

٣- (ح) ـــــــــــ باب حَسِبَ يَحْسِبُ

٤- (ض) ـــــــــــ باب ضَرَبَ يَضْرِبُ

٥- (ن) ـــــــــــ باب نَصَرَ يَنْصُرُ

٦- (س) ـــــــــــ باب سَمِعَ يَسْمَعُ

سورۃ فاتحۃ الکتاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ①
اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ② مٰلِکِ یَوۡمِ
الدِّیۡنِ ③ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ
نَسۡتَعِیۡنُ ④ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ⑤
صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ⑥
غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ
وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ⑦

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

بَيْنَمَا جِبْرِيْلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيْضًا مِّنْ فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ اُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهٗ۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن، باب فضل الفاتحۃ ... جزء اول، ص۳۲۲)

(ایک روز) حضرت جبریل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی اثنا میں انہوں نے اپنے اوپر سے ایک زوردار آواز سنی، انہوں نے اپنا سر اٹھایا، پھر فرمایا۔ "یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔" پھر اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا، حضرت جبریل نے فرمایا۔ "یہ ایک فرشتہ ہے جو آج زمین کی طرف نازل ہوا ہے اور آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا۔" پھر اس فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو سلام کیا اور کہا۔ دو نوروں کی خوشخبری سنیئے۔ یہ دونوں نور آپ کو عطاء کئے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں کئے گئے: ایک نور فاتحۃ الکتاب (یعنی سورۃ فاتحہ) ہے اور دوسرا نور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات ہیں۔ آپ (جب کبھی) ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے تو آپ کو مانگی ہوئی چیز ضرور دی جائے گی۔

سورۂ فاتحہ کی فضیلت

(۱) سورۂ فاتحہ، قرآن مجید کی سب سے زیادہ عظمت و بزرگی والی سورت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک روز حضرت ابوسعید بن المعلّیؓ سے فرمایا:۔

لَاُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ اَعْظَمُ السُّوَرِ فِي الْقُرْاٰنِ۔

میں ضرور تمہیں قرآن کی سب سے زیادہ عظمت والی سورت سکھاؤں گا۔

پھر آپ نے فرمایا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ۔

(وہ سورت) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ہے۔ یہ سبع مثانی (یعنی سات دہرائی جانے والی آیتوں پر

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ماجاء فی فاتحۃ الکتاب و باب تفسیر سورۃ الحجر و باب فاتحۃ الکتاب - جزء ۶ ص۲ و ص۱۰ و ص۲۳)

مشتمل) ہے اور یہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔

(۲) سورۂ فاتحہ امّ القرآن، سبع مثانی اور قرآنِ عظیم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں :-

اُمُّ الْقُرْاٰنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ - (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ الحجر - جزء ۶ ص۱۰)

امّ القرآن (یعنی سورۂ فاتحہ) سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔

اُمّ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی دوسری چیز کے وجود کا سبب ہو یا اس کی اصلاح اور تربیت کا سبب ہو یا اس سے کسی دوسری چیز کا آغاز ہو۔ سورۂ فاتحہ کو اُمّ القرآن اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی اصل ہے۔ اس سے قرآن مجید کی ابتداء ہوتی ہے، قرآن مجید میں سورۂ فاتحہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

(۳) حضرت ابو سعید خدری رضؓ فرماتے ہیں :-

اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَوْا عَلٰى حَيٍّ مِّنْ اَحْيَآءِ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوْهُمْ فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ لُدِغَ سَيِّدُ اُولٰئِكَ فَقَالُوْا هَلْ مَعَكُمْ مِّنْ دَوَآءٍ اَوْ رَاقٍ؟ فَقَالُوْا اِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُوْنَا وَلَا نَفْعَلُ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَجَعَلُوْا لَهُمْ قَطِيْعًا مِّنَ الشَّآءِ فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) وَيَجْمَعُ بُزَاقَهٗ وَيَتْفِلُ فَبَرَأَ فَاَتَوْا بِالشَّآءِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَمَرَ لَهٗ بِثَلَاثِيْنَ شَاةً وَسَقَانَا لَبَنًا) فَقَالُوْا لَا نَاْخُذُهٗ حَتّٰى نَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلُوْهُ فَضَحِكَ (وَفِيْ رِوَايَةٍ مُسْلِمٍ تَبَسَّمَ) وَقَالَ وَمَا اَدْرٰىكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ (وَفِيْ رِوَايَةٍ اَصَبْتُمْ) خُذُوْهَا وَاضْرِبُوْا لِيْ بِسَهْمٍ (صحیح بخاری کِتَابُ الطِّبِّ باب الرقی بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ و باب النفث فی الرقیۃ عَنْ ابی سعیدؓ وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ جزء ۷ ص۱ و

عرب کے ایک قبیلہ کے پاس سے کچھ صحابہؓ کا گذر ہوا، قبیلہ والوں نے صحابہ کرامؓ کی مہمان نوازی نہیں کی، اسی اثناء میں ان کے سردار کو بچھو نے کاٹ کھایا۔ قبیلہ والوں نے صحابہؓ سے کہا: "تمہارے پاس کوئی دوا ہے یا تم لوگوں میں کوئی جھاڑنے والا ہے؟" صحابہؓ نے کہا: "تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، لہٰذا جب تک تم ہمیں کچھ مال نہ دوگے ہم علاج نہیں کریں گے۔" ان لوگوں نے کچھ بکریاں دینے کا وعدہ کیا، ایک شخص نے سورۂ فاتحہ پڑھنی شروع کی، وہ تھوک جمع کرتا اور اس پر تھتکارتا، الغرض وہ سردار اچھا ہوگیا۔ اس نے اس شخص کو تیس ۳۰ بکریاں دیں اور ہمیں دودھ پلایا۔ (بعض) صحابہؓ نے کہا: "ہم بکریاں نہیں لیں گے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت نہ کرلیں۔" الغرض انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مسکرائے اور اس شخص سے فرمایا: "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورت رقیہ ہے۔" پھر آپؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا: "تم نے ٹھیک کیا،

ص۱۷۳ وکتاب التفسیر باب فاتحۃ الکتاب ان بکریوں کو لے لو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصّہ لگاؤ"۔
جز ۶ ص۲۳۱ وصحیح مسلم، کتاب السلام باب
جواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ بالقرآن
والاذکار عن ابی سعید رضؓ جز ۲ ص۲۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ رُقیہ ہے، اس سے علاج کیا جاسکتا ہے اور شفائے امراض کے لئے اس کو پڑھا جاسکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصّہ لینے کے لئے اس لئے کہا کہ آپؐ کے لینے کے بعد صحابہ کرامؓ کو کسی قسم کی کراہت نہ ہو۔

۴:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَسَمْتُ الصَّلٰوۃَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ وَلِعَبْدِیْ مَاسَأَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ قَالَ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ وَقَالَ مَرَّۃً فَوَّضَ اِلَیَّ عَبْدِیْ فَاِذَا قَالَ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ قَالَ ھٰذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَاسَأَلَ فَاِذَا قَالَ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ ھٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَاسَأَلَ۔ (صحیح مسلم کتاب الصّلوٰۃ باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کُلّ رکعۃ جزء اوّل ص۱۶۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "نماز کو میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لیا ہے اور میرے بندے کو وہ چیز مل جائے گی جس کا وہ سوال کرے گا"۔ جب بندہ کہتا ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میرے بندے نے میری تعریف کی"۔ جب بندہ کہتا ہے "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میرے بندے نے میری ثنا بیان کی"۔ جب بندہ کہتا ہے "مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی"۔ اور ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میرے بندے نے (اپنے کام کو) میرے سپرد کر دیا"۔ جب بندہ کہتا ہے "اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان (نصف نصف) ہے اور میرے بندے کو مل جائے گا جو وہ مانگے گا"۔ پھر جب بندہ کہتا ہے:۔ "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کو وہ چیز مل جائے گی جس کا وہ سوال کر رہا ہے"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ نماز کا بہت اہم جزء ہے اسی وجہ سے اس کو "صلوٰۃ" کہا گیا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ "نَعْبُدُ" پر نصف ہو جاتی ہے اور "نَسْتَعِیْنُ" کے بعد سورۃ فاتحہ کی تین آیتیں باقی رہ جاتی ہیں:۔ پانچویں آیت "اَلْمُسْتَقِیْمَ" پر ختم ہوتی ہے، چھٹی آیت اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ پر ختم ہوتی ہے۔ اور ساتویں آیت وَلَا الضَّآلِّیْنَ پر ختم ہوتی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" سے ملا کر نہیں پڑھنا چاہیئے بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھ کر رک جانا چاہیئے اور پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا چاہیئے۔ اسی طرح تمام آیات پر ٹھہرنا چاہیئے۔ حضرت ام سلمہؓ کی حدیث جو صفحہ ۸۸ پر دی ہوئی ہے اس کی تائید کرتی ہے۔

(۵) سورۃ فاتحہ کی فضیلت اس چیز سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس کے نازل کرنے کے لئے آسمان کا وہ دروازہ کھولا گیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا اور وہ فرشتہ اسے لے کر نازل ہوا جو اس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا، پھر اس فرشتے نے کہا:۔

اَبْشِرْ بِنُوْرَیْنِ اُوْتِیْتَهُمَا لَمْ یُؤْتَهُمَا نَبِیٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِیْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِیْتَهُ۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن۔ باب فضل الفاتحۃ.... جزء اوّل صـ۳۲۲)

دو نوروں کی خوشخبری سنیئے، یہ دو نور آپؐ کو عطاء کئے گئے ہیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں کئے گئے، ایک نور فاتحۃ الکتاب ہے اور دوسرا نور سورۃ البقرہ کی آخری آیات ہیں، آپ (جب کبھی) ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے تو آپ کو مانگی ہوئی چیز ضرور دی جائے گی۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا:

اَتُحِبُّ اَنْ اُعَلِّمَكَ سُوْرَةً لَمْ تُنْزَلْ فِی التَّوْرَاةِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا۔

کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں ایک ایسی سورت سکھاؤں کہ اُس جیسی سورت نہ توریت میں نازل ہوئی، نہ زبور میں نازل ہوئی، نہ انجیل میں نازل ہوئی اور نہ فرقان میں۔

حضرت ابیؓ بن کعبؓ نے عرض کیا:

نَعَمْ اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

ہاں اے اللہ کے رسول (میں پسند کرتا ہوں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ لَّا تَخْرُجَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ حَتّٰی تُعَلَّمَهَا۔

میں امید کرتا ہوں کہ تم اس دروازے سے نہ نکلنے پاؤ گے کہ وہ تمہیں سکھا دی جائے گی۔

حضرت ابیؓ کہتے ہیں:۔

فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحَدِّثُنِیْ وَاَنَا اَتَبَطَّأُ مَخَافَةَ اَنْ یَّبْلُغَ قَبْلَ اَنْ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بات کرنے لگے، میں چلنے میں دیر لگا رہا تھا اس ڈر سے کہ کہیں رسول اللہ

يَقْضِيَ الْحَدِيْثَ فَلَمَّا اَنْ دَنَوْنَا مِنَ الْبَابِ قُلْتُ اَيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا السُّوْرَةُ الَّتِيْ وَعَدْتَّنِيْ؟

صلی اللہ علیہ وسلم بات ختم کرنے سے پہلے (دروازہ پر) نہ پہنچ جائیں، پھر جب ہم دروازہ کے قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول، وہ کون سی سورت ہے جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

فَكَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلٰوةِ-

تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟

حضرت ابیؓ کہتے ہیں:-

فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ اُمَّ الْقُرْاٰنِ

میں نے آپ کو سورۂ فاتحہ پڑھ کر سنائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْاِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلَهَا وَاِنَّهَا لَلسَّبْعُ مِنَ الْمَثَانِيْ-

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ نے اس سورت کے مثل نہ توریت میں کوئی سورت نازل کی، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ فرقان (یعنی قرآن مجید) میں اور بیشک وہ سبع مثانی ہے۔

(رواہ احمد والترمذی، ابواب فضائل القرآن باب ماجآءَ فی فضل فاتحۃ الکتاب ج ۲ ص ۲۹۸ وسندہ صحیح بلوغ الامانی جزء ۱۸ ص ۶۶)

سورہ فاتحہ کے نام

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ کے مندرجہ ذیل نام ہیں:-

① اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ② فَاتِحَةُ الْكِتَابِ ③ اَلسَّبْعُ الْمَثَانِيْ ④ اَلْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ اور ⑤ اُمُّ الْقُرْاٰنِ-

صفت اور اہمیت کے لحاظ سے اسے "نور"، "صلوٰۃ" اور "رُقیہ" بھی کہا جا سکتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

ترجمہ | بے حد مہربان اور بہت رحم کرنے والے اللہ کے نام کے ساتھ۔

معانی و مصادر | رَحِمَ، یَرْحَمُ، رُحْمٌ وَرَحْمَۃٌ وَمَرْحَمَۃٌ (س) رحم کرنا۔
ان مصادر سے رحمٰن اور رحیم اسمائے مبالغہ ہیں۔

شانِ نزول | حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْرِفُ فَصْلَ السُّوْرَةِ حَتّٰى يَنْزِلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔
(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء من جہربہا:۔ (۱/۱۲۲ وسندہ صحیح۔ نیل ۲/۱۷۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورت کے علیحدہ ہونے (یا ختم ہونے) کو نہیں پہچانتے تھے جب تک بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہ نازل ہوتی۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اُنْزِلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُوْرَةٌ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○
(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب حجۃ من قال البسملۃ اٰیۃ من اول کل سورۃ ۱/۱۹۱)

مجھ پر ابھی ایک سورۃ نازل ہوئی ہے، پھر آپؐ نے یہ سورۃ تلاوت فرمائی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (سورۃ توبہ کے علاوہ) ہر سورۃ کی ابتدائی آیت ہے لیکن سورۃ کی آیتوں میں اس کا شمار نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت کردہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

سُوْرَةٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ مَا هِيَ اِلَّا ثَلَاثُوْنَ اٰيَةً خَاصَمَتْ عَنْ صَاحِبِهَا حَتّٰى اَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ وَهِيَ سُوْرَةُ تَبَارَكَ۔ (رواہ الطبرانی وسندہ صحیح۔ نیل الاوطار جزء ۲ ص ۱۵۸ و مجمع الزوائد جزء ۷ ص ۱۲۷ وروی الحاکم نحوہ عن ابی ہریرۃؓ وسندہ صحیح۔ المستدرک ۲/۲۹۷)

قرآن میں ایک سورۃ ہے جو ۳۰ آیتوں پر مشتمل ہے۔ وہ اپنے پڑھنے والے کے لئے جھگڑی یہاں تک کہ اُسے جنّت میں داخل کر دیا، اور وہ سورۃ تبارک ہے۔ (نوٹ:۔ تبارک سے مراد سورۃ ملک ہے)۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو شمار نہیں کیا۔

اَللّٰہ

اللہ اسمِ ذات ہے، یہ خالقِ کائنات کا اصلی نام ہے، اس کا کوئی ترجمہ نہیں ہوسکتا، اللہ کے جو ترجمے اب تک کئے جاتے رہے ہیں خواہ وہ کسی زبان میں ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے شایانِ شان نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے جو الفاظ مختلف مذاہب میں استعمال ہوتے ہیں وہ ان اہلِ مذاہب کی اصطلاح کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے لئے مناسب نہیں۔ مثلاً خدا، گوڈ (GOD) ان الفاظ سے نقص کا پہلو نکلتا ہے۔ مثلاً "خدا" یہ فارسی لفظ ہے۔ پارسیوں کے عقیدہ کے مطابق خدا دو ہیں: ایک نیکی کا خدا جسے یزدان کہتے ہیں، دوسرا بدی کا خدا جسے اہرمن کہتے ہیں، گویا ہر خدا ناقص ہے، ہر ایک کی بادشاہت ناقص ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات نقص سے منزہ ہے، اس کی بادشاہت کامل ہے، ناقص نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ (النمل، ۸) اللہ، ربّ العالمین نقائص سے منزّہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بات کو بار بار دہرایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کمزوریوں، مجبوریوں، برائیوں اور نقائص سے بالکل پاک ہے، اس کی حکومت نیکی پر بھی ہے اور بدی پر بھی۔ کیونکہ پارسیوں کے عقیدہ کے مطابق "خدا" ناقص ہے، لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے "خدا" استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الاعراف - ۱۸۰)

اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، ان ہی ناموں سے اللہ کو پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی کرتے ہیں (یعنی اس کے ناقص نام تجویز کرتے ہیں یا اس کے نام کو بگاڑتے ہیں) ان سے بیزار رہو، عنقریب وہ اپنے عملوں کی سزا پائیں گے۔

۱ رَحْمٰن

رحمٰن مبالغہ کا صیغہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لئے زیبا نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسم رحمٰن کو تقریباً اسم ذات کی طرح استعمال کیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمٰنِ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ (الرَّعْد۔ ۳۰)

یہ کافر رحمٰن کا انکار کر رہے (اے رسول) آپ کہہ دیجئے وہی تو میرا ربّ ہے، اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ○ (مریم۔ ۵۸)

جب ہدایت یاب لوگوں کے سامنے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے تھے اور روتے رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ○ (مریم۔ ۶۹)

پھر (قیامت کے روز) ہم ہر گروہ میں سے ایسے لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو رحمٰن سے سرکشی کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ (طٰہٰ۔ ۵)

وہ رحمٰن ہے جو عرش پر جلوہ افروز ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ (الفرقان۔ ۶۳)

رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ (الرّحمن ۱،۲)

(وہ) رحمٰن ہے جس نے قرآن کی تعلیم دی۔

کفّارِ مکّہ "رحمٰن" سے ناواقف تھے اور اس کے لکھنے کو ناپسند کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ لکھوا رہے تھے تو آپؐ نے کاتب کو "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" لکھنے کا حکم دیا۔ کافروں کے نمائندے سہیل نے کہا:۔

اَمَّا الرَّحْمٰنُ فَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا هُوَ۔

اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے۔

سہیل نے اصرار کیا کہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھوائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھوا دیا۔

(صحیح بخاری کِتابُ الشروط باب الشروط فی الجہاد جزء ۱۲۔ ص۲۵۵ و صحیح مسلم کتاب الجہاد باب صلح حدیبیۃ جزء اوّل ص۹۹ و اللفظ للبخاری)

رَحِیْم

رحیم اسمِ مبالغہ ہے، یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، مثلاً ارشاد باری ہے:

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (التوبۃ - ۱۲۸) — رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مؤمنین کے ساتھ رءوف اور رحیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (الفتح - ۲۹) — صحابہؓ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحیم ہیں۔

عمل

یہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" (سورۂ توبہ کے علاوہ) ہر سورۃ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ یہ بھی لکھا جاچکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ کوثر تلاوت کی تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو بھی بڑھا اور جہر سے پڑھا۔ لہٰذا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو (سورۂ توبہ کے علاوہ) ہر سورت سے پہلے پڑھیئے۔ اگر سورت جہر سے پڑھی جائے تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بھی جہر سے پڑھیئے لیکن نماز میں نہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

۲: "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کو پڑھتے وقت "اللّٰه" کو "رحمٰن" کو اور "رحیم" کو کھینچ کر پڑھیئے۔ لوگوں نے حضرت انسؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے متعلق سوال کیا تو حضرت انسؓ نے فرمایا:-

كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب مدّ القراءۃ جزء ۶، ص ۲۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھینچ کھینچ کر قرأت کرتے تھے۔ پھر انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی، بِسْمِ اللّٰهِ کو کھینچا رحمٰن کو کھینچا اور رحیم کو کھینچا۔

۳: نمازی جب آپ سورۂ فاتحہ پڑھیں یا دوسری سورت ابتدا سے پڑھیں تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بھی پڑھیئے لیکن خفیہ آواز سے پڑھیئے۔ حضرت نعیمؒ کہتے ہیں:-

صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ .... إِذَا سَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنِّيْ لَأَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (نسائی کتاب الصّلوٰۃ باب قراءۃ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

میں نے ابوہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی پھر سورۂ فاتحہ پڑھی... جب سلام پھیرا تو فرمایا "قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نماز کے لحاظ سے تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں"۔

جزء اوّل، ص۱۰۵ وسندہٗ صحیح۔ نیل الاوطار
جزء ۲ ص۱۶۹ و دار قطنی۔ جزء اوّل ص۱۱۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا سنت ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْھُمْ یَقْرَءُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب حجۃ من قال لا یجھر بالبسملۃ جزء اوّل ص۱۷۴)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمان کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ میں نے ان میں سے کسی کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے نہیں سُنا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو خفیہ آواز سے پڑھنا مسلسل عمل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث میں مسلسل عمل کا ثبوت نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تعلیماً بلند آواز سے پڑھا تھا۔

۴:۔ ہر تحریر سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھیئے۔

حضرت ابوسفیانؓ کہتے ہیں:۔

دَعَا بِکِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا فِیْہِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.....

(صحیح بخاری کتاب بدء الوحی جزء اوّل ص۴ وکتاب الجہاد باب دعاء النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم الی الاسلام جزء ۴ ص۵۷ وصحیح مسلم کتاب الجہاد باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلّم جزء ۲ ص۹۱)

پھر بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگوایا تو اس میں یہ لکھا تھا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.. .....

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو خط ملکۂ سبا کو لکھا تھا اس کے شروع میں انہوں نے "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" لکھی تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(النمل۔۳۰)

یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" سے شروع کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ لکھوانے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے کاتب کو بلوایا اور اس سے فرمایا:۔

اُکْتُبْ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھو۔

(صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط
فی الجہاد جزء ۳ صـ۲۵۵ وصحیح مسلم کتاب
الجہاد باب صلح حدیبیۃ جزء ۲ صـ۱۹

اگر مسلمین اور کُفّار کے درمیان کوئی تحریر لکھی جارہی ہو اور اگر کفار بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہ لکھنے دیں اور بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ لکھنے پر اصرار کریں بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ لکھ دینا چاہیئے۔ صلح نامہ لکھتے وقت جب کفار کے نمائندے سہیل نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنے پر اعتراض کیا اور بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ لکھنے پر اصرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب سے فرمایا:۔

اُکْتُبْ بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ (صحیح بخاری کتاب "بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ" لکھ دو۔
الشروط باب الشروط فی الجہاد جزء ۳ صـ۲۵۵)

۵۔ "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کا ابتداء میں آنا اس بات کا متقاضی ہے کہ ہر کام کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے، ابتدائے سورت میں پوری بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی جائے اور ابتدائے تحریر میں پوری "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" تحریر کی جائے، ان دو مقاموں کے علاوہ دوسرے تمام کاموں کی ابتداء میں صرف "بِسْمِ اللّٰہِ" پڑھنی چاہیئے۔ پوری بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہیں پڑھنی چاہیئے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ثابت ہوتا ہے:

(۱) وضوء سے پہلے "بِسْمِ اللّٰہِ" پڑھا کیجئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تَوَضَّأُوْا بِسْمِ اللّٰہِ (رواہ النسائی، کتاب اللہ کے نام کے ساتھ وضوء کرو۔
الوضوء باب التسمیۃ عند الوضوء جلد
اوّل صـ۱۱ ورواہ ابن خزیمۃ عن انس رضؓ،
جماع ابواب الوضوء وسننہ باب ذکر
تسمیۃ اللہ عزّ وجل عند الوضوء وسندہٗ
صحیح۔ صحیح ابن خزیمۃ جزء اوّل صـ۷۴)

② جب آپ کسی دوسرے آدمی کو وضوء کرائیں تو پانی ڈالنے سے پہلے بسم اللہ کہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے فرمایا:۔

خُذْ یَا جَابِرُ فَصُبَّ عَلَیَّ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰہِ۔ اے جابرؓ یہ پانی لو اور مجھ پر ڈالو اور بِسْمِ اللّٰہ کہو۔

حضرت جابر کہتے ہیں:۔

فَصَبَبْتُ عَلَیْہِ وَقُلْتُ بِسْمِ اللّٰہِ، (صحیح مسلم کتاب الزھد باب حدیث جابر الطویل جزء ۲ ص۶۰۳) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پانی ڈالا اور بِسْمِ اللّٰہ کہا۔

③ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعاء پڑھیئے

بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

ترجمہ | اللہ کے نام کے ساتھ، میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں (جنّ و انس کے) خبیث مَردوں اور عورتوں سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا دَخَلْتُمُ الْخَلَاءَ فَقُوْلُوْا بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (رواہ العمری وسندہ صحیح۔ فتح الباری جز اوّل ص۲۵۴) جب تم بیت الخلاء میں داخل ہو تو یہ پڑھو۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ کے علاوہ باقی الفاظ صحیح مسلم میں بھی ہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب مایقول اذا اراد دخول الخلاء جزء اول ص۱۶۱)

بِسْمِ اللّٰہِ کے علاوہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ (صحیح بخاری کتاب الوضوء باب مایقول عند الخلاء جزء اول ص۲۸ وکتاب الدعوات جزء ۸ ص۸۸ و صحیح مسلم جزء اوّل ص۱۶۱)

④ جماع سے پہلے یہ دعاء پڑھیئے:۔

بِاسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔

ترجمہ | اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) تو ہمیں دے اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا اَتٰی اَھْلَہٗ قَالَ بِاسْمِ اللّٰہِ ... فَقُضِیَ بَیْنَھُمَا وَلَدٌ لَمْ یَضُرَّہٗ (صحیح بخاری کتاب الوضوء باب التسمیۃ عَلٰی کُلِّ حال جزء اوّل صـ۴۸ وکتاب الدعوات باب مایقول اذا اتٰی اھلہ جزء ۸ صـ۱۰۳ وصحیح مسلم کتاب النکاح باب مایستحب ان یقولہ عند الجماع جزء اوّل صـ۴۶۶)

جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے اور یہ دعاء پڑھ لے تو اگر اس کے مقدر میں اولاد ہے تو شیطان اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

⑤ کسی بیمار کی شفاء یابی کے لئے اس طرح دعاء کیجئے

بِاسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِاسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ۔

ترجمہ | اللہ کے نام کے ساتھ، میں تمہارے لئے ہر اس چیز سے جو تمہیں تکلیف پہنچاتی ہے، (اور) ہر نفس کی برائی سے یا حاسد کی نظر بد کی برائی سے شفاء طلب کرتا ہوں، اللہ تمہیں شفاء عطا فرمائے، میں اللہ کے نام کے ساتھ تمہارے لئے شفاء طلب کرتا ہوں۔

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں :-

اَنَّ جِبْرِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِشْتَکَیْتَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ .... (صحیح مسلم کتاب السلام باب الطب جزء ۲ صـ۲۷۴)

حضرت جبریلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا "اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" حضرت جبریلؑ نے یہ دعا پڑھی۔ بِسْمِ اللّٰہِ .....

⑥ اگر آپ کے بدن میں کسی جگہ درد ہو تو درد کے مقام پر اپنا ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھیئے، پھر سات مرتبہ یہ دُعاء پڑھیئے :-

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔

ترجمہ | میں اللہ کی اور اس کی قدرت کی پناہ طلب کرتا ہوں اس بیماری کی برائی سے جو اس وقت مجھے لاحق ہے اور جس کا آئندہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے جسم میں کسی جگہ درد ہونے کی شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِيْ تَأَلَّمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ .... (صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب وضع یدہٗ علی موضع الالم جزء ۲ - صـ۲۸۰)

اپنا ہاتھ درد کے مقام پر رکھو، پھر تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ کہو اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھو: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ ....

⑦ بیمار کی شفایابی کے لئے کلمہ کی انگلی زمین پر رکھیئے پھر اسے اٹھا کر یہ دُعاء پڑھیئے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا ، يُشْفٰى بِهٖ سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔

ترجمہ اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی (اور) ہم میں سے بعض کے لعاب دہن سے ہمارے ربّ کے حکم سے ہمارا مریض شفایاب ہو جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِلْمَرِيْضِ بِسْمِ اللّٰهِ ..... (صحیح بخاری کتاب الطب باب رقیۃ النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۷، صـ۱۷۲)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِصْبَعِهٖ هٰكَذَا وَوَضَعَ سُفْيَانُ سَبَّابَتَهٗ بِالْاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا بِاسْمِ اللّٰهِ .... الخ (صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین جزء ۲ صـ۲۷۷ و لفظ الدعاء لمسلم)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مریض (کی شفاء) کے لئے یہ دعا پڑھتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ .... (صحیح بخاری) آپ اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھ کر اٹھا لیتے پھر یہ دعاء پڑھتے تھے (صحیح مسلم)

(نوٹ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی اور مؤمن کے لعاب دہن میں شفاء کی کوئی تاثیر رکھی ہے۔

⑧ مَیّت کو دفن کرتے وقت یہ دعاء پڑھیئے

بِاسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

ترجمہ اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ کی ملّت پر (میں اس کو دفن کرتا ہوں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِذَا وَضَعْتُمْ مَوْتَاكُمْ فِي الْقَبْرِ فَقُولُوا بِسْمِ اللّٰهِ ... (المسند للامام احمد والمستدرك للحاكم وسنده صحيح۔ بلوغ الامانی جزء ۸۔ ص۵۸۔ والمستدرك جزء اوّل ص۳۶۶)

جب تم اپنے مردوں کو قبر میں اتارو تو یہ دعاء پڑھو: بِسْمِ اللّٰهِ ....

⑨ کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ کہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ (صحیح بخاری کتاب الاطعمة باب التسمية عند الطعام جزء ۷ ص۸۸ وصحیح مسلم کتاب الاشربة باب آداب الطعام جزء ۲ ص۲۰۷)

اللہ کا نام لو، اپنے سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔

⑩ اگر کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ کہنا بھول جائیں تو جب یاد آئے یہ دُعاء پڑھیئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ فِي أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ۔

ترجمہ | بِسْمِ اللّٰهِ اس کے شروع میں بھی اور اس کے آخر میں بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فَإِنْ نَسِيَ فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ..... (رواہ الترمذی فی کتاب الاطعمة وصححہ ج ۲ ص۱۹)

جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بِسْمِ اللّٰهِ کہے۔ اگر شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ کہنا بھول جائے تو یہ دُعاء پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ فِي أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ۔

⑪ جانور کو ذبح کرتے وقت یہ دعاء پڑھیئے

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔

ترجمہ | اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں :۔

ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ وَسَمَّى وَكَبَّرَ وَفِي

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے، سینگوں والے مینڈھوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور آپ نے

وَرِوَایَۃِ مُسْلِمٍ یَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ (صحیح بخاری کتاب الاضاحی باب التکبیر عند الذبح جزء ۷ صـ۱۳۳ وصحیح مسلم کتاب الاضاحی جزء ۲ صـ۱۸۱ و صـ۱۸۲)

یہ دعا پڑھی:۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

(۱۲) جب آپ شکار کے لئے شکاری جانور یا تیر چھوڑیں تو بِسْمِ اللّٰہِ کہئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اَرْسَلْتَ کَلْبَکَ فَاذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ.... وَاِنْ رَمَیْتَ سَہْمَکَ فَاذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ۔ (صحیح مُسلم کتاب الصید باب الصید بالکلاب المعلمۃ جزء ۲۔ صـ۱۶۶ وصحیح بخاری کتاب الذبائح، باب ما جآءَ فی تصیّد جزء ۷ صـ۱۱۴ و اللفظ لمسلم)

جب تم اپنا کُتّا چھوڑو تو بسم اللہ کہو..... اور اگر تم اپنا تیر پھینکو تو بِسْمِ اللّٰہ کہو۔

(۱۳) ایسا کوئی ذبیحہ نہ کھائیے جس پر بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھی گئی ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (الانعام۔ ۱۲۱)

جس (جانور) پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اُسے نہ کھاؤ۔

(۱۴) اگر نومسلم لوگ گوشت لائیں جن کے متعلق یقین نہ ہو کہ انہوں نے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھی ہوگی تو خود بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لیجئے اور پھر اُسے کھا لیجئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ نے ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:۔

اِنَّ قَوْمًا یَاْتُوْنَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِیْ اَذَکَرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ اَمْ لَا۔

بعض لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ انہوں نے اس پر بِسْمِ اللّٰہ پڑھی یا نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

سَمُّوْا عَلَیْہِ اَنْتُمْ وَکُلُوْہُ۔

تم اُس پر بسم اللہ پڑھ لو اور کھا لو۔

حضرت عائشہ صدیقہ مطہرہؓ فرماتی ہیں:۔

وَكَانُوْا حَدِيْثِيْ عَهْدٍ بِالْكُفْرِ ۔ (صحیح بخاری کتاب الذبائح باب ذبیحۃ الاعراب جزء ۷، ص۱۲ وکتاب التوحید جزء ۹ ص۱۴۶)

گوشت لانے والوں نے نیا نیا کفر چھوڑا تھا۔

⑮ گھر میں داخل ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ پڑھیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهٗ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ وَعِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَآءَ وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنْ لَّمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ ۔ (صحیح مسلم کتاب الاشربۃ ۲/۲۰۶)

جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر کرے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے (اب) تمہارے لئے نہ ٹھکانہ ہے اور نہ کھانا، اور اگر وہ شخص داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہ لے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے (اب) تمہیں رہنے کے لئے ٹھکانہ مل گیا۔

گھر میں داخل ہوتے وقت یہ دعاء پڑھیئے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا (ابوداؤد کتاب الادب باب فی من دخلہ مایقول ۲/۳۴۸ وسندہ صحیح)

ترجمہ | اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں داخل ہونے کی جگہ کی بھلائی کا اور نکلنے کی جگہ کی بھلائی کا۔ اللہ کے نام کے ساتھ ہم داخل ہوئے اور اللہ ہی کے نام کے ساتھ ہم نکلے اور ہم نے اپنے رب اللہ پر بھروسہ کیا۔

⑯ گھر سے نکلتے وقت یہ دُعاء پڑھیئے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

ترجمہ | اللہ کے نام کے ساتھ۔ میں نے اللہ پر توکل کیا۔ نیکی کرنے یا برائی سے بچنے کی (کسی میں) کوئی قوت نہیں مگر اللہ کی توفیق سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ قَالَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ .... الخ يُقَالُ لَهٗ كُفِيْتَ وَوُقِيْتَ وَتَنَحّٰى عَنْهُ الشَّيْطَانُ (رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات وصححہ ۲/۴۹۳)

جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دعاء پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ ..... الخ اس سے کہا جاتا ہے تجھے کفایت ہوگئی تو بچا لیا گیا، پھر شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔

(۱۷) جب آپ سونے لگیں تو بسم اللہ کہہ کر دروازے بند کر دیجیئے، بسم اللہ کہہ کر اپنے مشکیزوں کے مُنہ باندھ دیجئے، بسم اللہ کہہ کر اپنے برتن ڈھانک دیجیئے اور بسم اللہ کہہ کر اپنے دِیئے بجھا دیجیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

أَطْفِؤُا الْمَصَابِيحَ إِذَا رَقَدْتُمْ وَغَلِّقُوا الْأَبْوَابَ وَأَوْكُوا الْأَسْقِيَةَ وَخَمِّرُوا الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا وَأَوْكُوا قِرَبَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ وَخَمِّرُوا آنِيَتَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ وَفِي رِوَايَةٍ وَأَطْفِئُ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ۔ (صحیح بخاری کتاب الاشربۃ باب تغطیۃ الاناء جزء ۷، ص۱۴۵ وکتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس جزء ۴۔ ص۱۵ وروی مسلم نحوہ وفی روایۃ: فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحُلُّ سِقَاءً وَلَا يَفْتَحُ بَابًا وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءً (صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب الامر بتغطیۃ الاناء جزء ۲ ص۲۰۴ وص۲۰۵)

جب تم سونے لگو تو دروازوں کو اللہ کا نام لے کر بند کر دو کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا، اللہ کا نام لے کر مشکیزوں کے مُنہ باندھ دو کیونکہ شیطان (بند) مشکیزوں کو نہیں کھولتا، اللہ کا نام لے کر اپنے برتنوں کو ڈھانک دو کیونکہ شیطان (ڈھکے ہوئے) برتنوں کو نہیں کھولتا اور اللہ کا نام لے کر اپنے دیئے بجھا دو۔
(نوٹ:۔ خط کشیدہ الفاظ صرف صحیح مسلم میں ہیں)۔

(۱۸) جب آپ جنگ کے لئے آمادہ ہوں تو بِسْمِ اللّٰہِ کہیئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اُغْزُوا بِسْمِ اللهِ فِي سَبِيلِ اللهِ (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب تامیر الامام الامراء علی البعوث جزء ۲ ص۶۹)

اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں جنگ کرو۔

⑲ جب آپ سونے لگیں تو بِسْمِ اللّٰہِ کہہ کر بستر کو تین دفعہ جھاڑیئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا جَآءَ اَحَدُکُمْ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَلْیَنْفُضْہُ بِصَنْفَۃِ ثَوْبِہٖ (وَفِیْ رِوَایَۃِ الْبُخَارِیِّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ) وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ وَیُسَمِّ اللّٰہَ (صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ انا الرزاق جزء ۹ ص۱۴۵ وصحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب ما یقول عند النوم جزء ۲ ص۳۴۹)

جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر آئے تو اپنے کپڑے کے ایک کونے سے بستر کو بسم اللہ کہہ کر تین دفعہ جھاڑے۔

⑳ جب سواری کا جانور ٹھوکر کھائے تو بِسْمِ اللّٰہِ کہیئے

ایک صحابی کہتے ہیں میں ایک گدھے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، گدھے نے ٹھوکر کھائی تو میں نے کہا شیطان ہلاک ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا تَقُلْ تَعِسَ الشَّیْطَانُ فَاِنَّکَ اِذَا قُلْتَ تَعِسَ الشَّیْطَانُ تَعَاظَمَ الشَّیْطَانُ فِیْ نَفْسِہٖ وَقَالَ صَرَعْتُہٗ بِقُوَّتِیْ فَاِذَا قُلْتَ بِسْمِ اللّٰہِ تَصَاغَرَتْ اِلَیْہِ نَفْسُہٗ حَتّٰی یَکُوْنَ اَصْغَرَ مِنْ ذُبَابٍ۔ (رواہ احمد و ابوداؤد کتاب الادب باب لا یقال خبثت نفسی جزء ۲ ص۳۳۲ و سندہ صحیح بلوغ الامانی جزء ۵ ص۶۸)

یہ نہ کہو کہ شیطان ہلاک ہو جائے۔ یہ کہو گے تو شیطان اپنے کو بڑا سمجھے گا اور کہے گا میں نے اپنی قوت سے اس کو پچھاڑ دیا اور جب تم بسم اللہ کہو گے تو وہ اپنے کو چھوٹا سمجھے گا یہاں تک کہ وہ مکھی سے بھی زیادہ چھوٹا ہو جائے گا۔

㉑ جب آپ سواری پر بیٹھیں تو بِسْمِ اللّٰہِ پڑھیئے۔ پھر سیدھا بیٹھ جانے کے بعد یہ دُعا پڑھیئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، سُبْحَانَکَ اِنِّیْ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔

ترجمہ اللہ ہی کے لئے ہر قسم کی تعریف ہے، اللہ تمام برائیوں سے پاک ہے جس نے اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو میں نہ لا سکتے تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں سب تعریف اللہ کے لئے ہے، سب تعریف اللہ کے لئے ہے، سب تعریف اللہ کے لئے ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ تو پاک ہے، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، تو مجھے معاف کر دے کیونکہ گناہوں کا معاف کرنے والا سوا تیرے کوئی نہیں۔

علی بن ربیعہؒ کہتے ہیں:۔

شَهِدْتُ عَلِيًّا اُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِيْ ..... الخ ثُمَّ قَالَ عَلِيٌّ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد باب مایقول اذا رکب جزء اوّل ص۳۵۷ ورواہ الترمذی فی ابواب الدعوات فی باب ماجاء مایقول اذا رکب دابۃ وصححہٗ جلد ۲ ص۴۹۹)

میرے سامنے حضرت علیؓ کے لئے سواری لائی گئی۔ جب انہوں نے رکاب میں پیر رکھا تو بِسْمِ اللّٰہِ کہا، پھر جب اس کی پیٹھ پر سیدھے بیٹھ گئے تو کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پھر کہا۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ ..... الخ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے جیسا میں نے کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے ابتداء

بعض کاموں کی ابتداء اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے ہوتی ہے ان کاموں کی تفصیل اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کی تفسیر میں بیان کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دوسرے ناموں سے ابتداء

بعض کاموں کی ابتداء بِسْمِ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے علاوہ خالق کائنات و مالک دوجہاں کے دوسرے ناموں سے ہوتی ہے۔ ان کاموں کو انہی مسنون الفاظ سے شروع کیجئے۔ مثلاً:۔

① سوتے وقت سیدھی کروٹ لیٹ کر یہ دُعاء پڑھیئے

بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِيْنَ۔

ترجمہ اے میرے ربّ میں نے تیرے نام کے ساتھ اپنے پہلو کو رکھا اور تیری ہی توفیق سے اس کو اٹھاؤں گا۔ اگر تو میرے نفس کو روک لے (یعنی مجھے موت دیدے) تو میرے نفس پر رحمت فرما اور اگر تو اس کو چھوڑ دے (یعنی موت

نہ دے) تو پھر اس کی اس چیز سے حفاظت فرما جس چیز سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِذَا جَآءَ اَحَدُکُمْ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَلْیَنْفُضْہُ بِصَنَفَۃِ ثَوْبِہٖ (وَفِیْ رِوَایَۃِ الْبُخَارِیِّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ) فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ مَا خَلَفَہٗ عَلَیْہِ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ فَلْیَضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْمَنِ) ثُمَّ یَقُوْلُ بِاسْمِکَ رَبِّیْ .... الخ (صحیح بخاری کتاب التوحید جزء ۹ ص۱۲۵ وکتاب الدعوات باب التعوذ والقراءۃ عند المنام جزء ۸ ص۸۷ وصحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب مایقول عند النوم جزء ۲ ص۳۴۹)

جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آئے تو اسے چاہیئے کہ اپنے کپڑے کے ایک کونے سے تین دفعہ بستر کو جھاڑے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے بعد اس پر کون آیا ہے پھر سیدھی کروٹ لیٹ کر یہ دعا پڑھے : بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ ...الخ

نوٹ :۔ "سیدھی کروٹ لیٹ کر پڑھنے" کے الفاظ صرف صحیح مسلم میں ہیں۔

سوتے وقت سیدھی کروٹ لیٹ کر مندرجہ ذیل دُعا پڑھنا سُنّت ہے۔

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی۔

ترجمہ | اے اللہ تیرے نام کے ساتھ میں سوتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ جاگوں گا۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں :۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَہٗ مِنَ اللَّیْلِ وَضَعَ یَدَہٗ تَحْتَ خَدِّہٖ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ..... (صحیح بخاری کتاب الدّعوات باب وضع الید الیمنیٰ تحت الخدّ الایمن جزء ۸ ص۸۵ ورواہ مُسلم عن البراءؓ فی کتاب الذّکر والدعاء باب مایقول عند النوم جزء ۲ ص۳۴۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جب رات کو بستر پہ آتے تو (سیدھا) ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے پھر یہ دُعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ.... الخ

② اذان کی ابتداء اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے کیجئے

حضرت ابو محذورہؓ کہتے ہیں :۔

اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَہٗ ھٰذَا الْاَذَانَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ... الخ (صحیح مُسلم کتاب الصّلوٰۃ باب صفۃ الاذان جزء اول ص۱۶۲)

نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان کے کلمات اس طرح سکھائے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ.... الخ

③ اقامت کی ابتداء بھی اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے کیجئے۔

حضرت ابو محذورہ رضؓ کہتے ہیں :-

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَہٗ ۔ ... اَلْاِقَامَۃَ سَبْعَ عَشْرَۃَ کَلِمَۃً ..... اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ.... الخ (احمد و ابوداؤد کتاب الصّلوٰۃ باب کیف الاذان جلد اوّل صـ۸ وسندہٗ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۳ صـ۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔ یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ.. ... الخ

④ نماز کی ابتداء اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں :-

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِفْتَتَحَ التَّکْبِیْرَ فِی الصَّلٰوۃِ۔ (صحیح بخاری کتاب الصّلوٰۃِ باب الیٰ این یرفع یدید جزء اوّل صـ۱۸۸) وفی روایۃ اِذَا قَامَ لِلصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی تَکُوْنَا حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ ثُمَّ کَبَّرَ (صحیح مسلم کتاب الصّلوٰۃ باب استحباب رفع الیدین جزء اوّل صـ۱۶۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے افتتاح کرتے تھے۔

⑤ دُعاء کی ابتداء مندرجہ ذیل ثناء سے کیجئے۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلَی الْعَلِیِّ الْوَھَّابِ۔

ترجمہ | پاک ہے میرا رب جو اَعلیٰ، بلند و بالا اور خوب دینے والا ہے۔

حضرت سلمہ بن اَکوعؓ کہتے ہیں :-

مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ دُعَاءً اِلَّا اسْتَفْتَحَہٗ بِسُبْحَانَ رَبِّیَ .... الخ (مسند امام احمد وسندہ صحیح۔ بلوغ جزء ۱۴۔ صـ۲۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء کو ہمیشہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلَی الْعَلِیِّ الْوَھَّابِ سے شروع کرتے تھے۔

غرض یہ کہ ہر کام کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نام سے کیجئے اور اُن ہی الفاظ سے کیجئے جو الفاظ مسنون ہیں، خودساختہ الفاظ سے ابتداء کرنا نہیں چاہیئے۔ کسی دوسرے کے نام سے کبھی ابتداء نہ کیجئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ①

ترجمہ ہر قسم کی تعریف، اللہ، رَبُّ العالمین کے لئے زیبا و سزاوار ہے۔

معانی و مصادر

حَمِدَ، یَحْمَدُ، حَمْدٌ۔ (س) تعریف کرنا۔

رَبَّ، یَرُبُّ، رَبٌّ (ن) تربیت کرنا، پالنا۔ تدریجاً نشو و نما کرکے حدِ کمال کو پہنچانا، زیادہ کرنا، اصلاح کرنا، مالک ہونا۔

رَبٌّ اگرچہ مصدر ہے لیکن عموماً اسمِ فاعل کی حیثیت سے استعمال ہوتا ہے۔

عَلِمَ، یَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، علم حاصل کرنا، پہچان لینا۔

عَالَمٌ = کل مخلوق، جہان۔ "عَالَمٌ" فَاعَلٌ کے وزن پر ہے، یہ وزن اسم آلہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی عَالَمٌ کے معنیٰ ہیں "مَا یُعْلَمُ بِہٖ" یعنی وہ چیز جس کے ذریعہ کسی چیز کا علم حاصل کیا جائے، کیونکہ دنیا کے ذریعہ خالق کائنات کا علم ہوتا ہے لہٰذا دنیا کو عَالَمٌ کہا جاتا ہے۔

تفسیر

ہر قسم کی تعریف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام مخلوقات کا مالک، پالنے والا اور تربیت و نشوونما دینے والا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے علاوہ نہ کوئی مخلوق کا مالک ہے اور نہ کوئی پالنے اور تربیت کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ میں ہر اچھی صفت ہے اور ہر صفت لامحدود و غیر مشروط ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ عالم الغیب، قادرِ مطلق اور اپنے ارادے پر قادر ہے، اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں کا واحد مالک و مختار ہے۔ آسمانوں اور زمین میں صرف اس کی بادشاہت ہے، اللہ تعالیٰ سب کا پیدا کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ انسان و حیوان، جنات و فرشتے، جمادات و نباتات سب مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ عجز و بے بسی اور دوسرے تمام نقائص سے پاک و منزّہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اُسے کبھی فنا نہیں۔

یہ ایسی باتیں ہیں جو کسی بڑے سے بڑے انسان، جن یا فرشتے میں نہیں پائی جاتیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی ہر قسم کی تعریف کا مستحق نہیں، تمام خوبیوں کا مالک صرف اللہ ذوالجلال والاکرام ہے۔ لہٰذا ہر قسم کی تعریف صرف اُسی کے لئے زیبا و سزاوار ہے، کسی دوسرے کو ہر قسم کی تعریف کا مستحق سمجھنا ایک قسم کا شرک ہے۔

حمد خوب کیجئے

اللہ تعالیٰ کو اپنی تعریف بہت پسند ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

لَا اَحَدَ اَحَبُّ اِلَیْہِ الْمِدْحَۃُ مِنَ اللّٰہِ فَلِذٰلِکَ مَدَحَ نَفْسَہٗ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ الاعراف جزء ۶ صـ۴۷ وصحیح مسلم کتاب التوبۃ باب غیرۃ اللّٰہِ جزء ۲ صـ۴۹۶)

ایسا کوئی نہیں جس کو اللہ سے زیادہ (اپنی) تعریف پسند ہو، اسی لئے اللہ نے خود بھی اپنی تعریف کی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی تعریف بہت پسند ہے لہٰذا ہر مسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وتعریف خوب کرنی چاہیئے، مسلم کی پسند وہی ہونی چاہیئے جو اللہ، ربُّ العالمین کی پسند ہے۔

حمدِ بے حد اُس اِلٰہِ پاک کو

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد کے چند جملے بھی اپنے بندوں کو تعلیم دئے ہیں اور ان جملوں کی صورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی حمد کو نماز میں فرض کردیا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے یہ پہلے گذر چکا ہے کہ جب بندہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" کہتا ہے تو اللہ ذوالجمد والاکرام فرماتا ہے: "حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ" میرے بندے نے میری تعریف کی۔ یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بندے کے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" کہنے سے بہت خوش ہوتا ہے۔ یہی وہ جملہ ہے جو قیامت کے دن سزا وجزاء کا فیصلہ ہوجانے کے بعد کہا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَتَرَی الْمَلٰٓئِکَۃَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَقُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ (الزمر ۔ ۷۵)

آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے چاروں طرف گھیرا باندھ کر اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح پڑھ رہے ہوں گے۔ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ ہوجائے گا اور کہا جائے گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

جنتیوں کی آخری دُعاء بھی یہی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

دَعْوٰھُمْ فِیْھَا سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَتَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ (یونس ۔ ۱۰)

ان کی دعا جنت میں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ ہوگی۔ ان کی آپس کی دُعاء سلام ہوگی اور ان کی آخری دعاء اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن مجید میں اپنی حمد کی ہے اور بار بار حمد کرنے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً اللہ، حمید ومجید فرماتا ہے :۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِيْنَ ○

(الحجر - ۹۸)

اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ○

(بنی اسرآئیل - ۱۱۱)

کہو سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس کی کوئی اولاد نہیں، نہ اس کی بادشاہت میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ وہ کمزور ہے کہ اُس کا کوئی مددگار ہو (لہٰذا) اس کی بڑائی خوب بیان کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ (النمل - ۵۹ و ۹۳)

(العنکبوت - ۶۳) (لقمٰن - ۲۵)

کہو سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ○ (قٓ - ۳۹)

اپنے رب کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرتے رہا کرو، طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ○

(الطور - ۴۸)

جب اٹھا کرو تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔

حمد اور مخلوقات | اللہ تعالیٰ کو اپنی تعریف اس قدر پسند ہے کہ کائنات کی ہر چیز کو اپنی تعریف پر مامور کر دیا ہے لہٰذا ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں مشغول ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔

(بنی اسرآئیل - ۴۴)

کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ پڑھ رہی ہو۔

اے انسانو، غور کرو کہ بے جان اور بے عقل چیزیں تو اپنے خالق کی حمد و ثنا کریں اور تم اپنے خالق کی تعریف سے غافل رہو۔ اے انسانو، اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا تمہارے لئے ہی مفید ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری تعریفوں کا محتاج نہیں، وہ تو ہر حال میں تعریف والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنَّ اللّٰهَ

آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے۔

لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ○ (الحج ۔ ۶۴)

اور بے شک اللہ غنی اور تعریف والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ○ (لقمٰن ۔ ۱۲)

جو شخص شکر کرتا ہے وہ گویا اپنے ہی (فائدے کے) لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ غنی اور تعریف والا ہے (وہ کسی کی تعریف کا محتاج نہیں)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ○ (فاطر ۔ ۱۵)

اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو (اللہ کسی کا محتاج نہیں) وہ غنی اور تعریف والا ہے۔

آیات بالا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کسی کی تعریف کا محتاج نہیں، نہ اسے کسی کی تعریف سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے، فائدہ تعریف کرنے والے کو پہنچتا ہے، حمد کرنے والے کو جنت کی لازوال نعمتوں سے نوازا جائے گا اور یہی حمد کا فائدہ ہے لہذا اے لوگو، جنّت چاہیئے تو اللہ تعالیٰ کی خوب تعریف کیا کرو۔ تعریف کرنے والے کی صدا کو اللہ تعالیٰ سُن لیتا ہے اور شرف قبولیت بخشتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ (صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب الصّلوٰۃ)

جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اللہ اس کی سن لیتا ہے۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَاْ بِتَحْمِيدِ اللّٰهِ وَالثَّنَآءِ عَلَيْهِ ثُمَّ لْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لْيَدْعُ بَعْدُ مَا شَآءَ (رواہُ الترمذی فی ابواب الدعوات فی باب جامع الدعوات وصححہ جلد ۲ صـ۵۰)

تم میں سے جب کوئی دعاء کرے تو اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ پھر اس کے بعد جو دعا چاہے کرے۔

حمد کی فضیلت

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِيْزَانَ (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب فضل الوضوء جزا اوّل صـ۱۱۴)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے۔

(۲) حضرت انسؓ کہتے ہیں ایک شخص آیا اور اس حالت میں کہ اس کا سانس چڑھا ہوا تھا وہ صف میں داخل ہوا اور اس نے کہا :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، ایسی تعریف جو بہت زیادہ ہو، پاک ہو اور اس میں برکت دی گئی ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
اَیُّکُمُ الْمُتَکَلِّمُ بِالْکَلِمَاتِ۔
اس شخص نے کہا:۔
جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِیِ النَّفَسُ فَقُلْتُہَا۔

یہ کلمات کس نے کہے تھے؟
میں آیا، میرا سانس چڑھا ہوا تھا تو میں نے یہ کلمات پڑھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
لَقَدْ رَأَیْتُ اثْنَیْ عَشَرَ مَلَکًا یَبْتَدِرُوْنَہَا اَیُّہُمْ یَرْفَعُہَا۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب مایقول بین تکبیرۃ الاحرام والقراءۃ جزء اوّل ص۲۴۲)

میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ جلدی کر رہے تھے کون انہیں اوپر لے جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعاء کا پڑھنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک شخص نے یہ کلمات کہے:۔
اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔

ترجمہ:۔ اللہ سب سے بڑا ہے، بہت تعریف اللہ کے لئے ہے، صبح و شام اللہ کے لئے تسبیح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
مَنِ الْقَائِلُ کَلِمَۃَ کَذَا وَکَذَا۔

یہ کلمات کہنے والا کون تھا؟
ایک شخص نے کہا "اے اللہ کے رسول، (یہ کلمات کہنے والا) میں تھا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
عَجِبْتُ لَہَا فُتِحَتْ لَہَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ۔
(صحیح مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ باب مایقول بین تکبیرۃ الاحرام والقراءۃ جزء اوّل ص۲۴۲)

مجھے ان سے بڑا تعجب ہوا، ان کیلئے آسمان کے دروازے کھول دئے گئے۔

عمل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت ہے، یہ سورۂ فاتحہ کا ایک نام ہے، جیسا کہ فضیلت کے عنوان کے ماتحت حضرت ابوسعید بن المعلیؓ کی روایت سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ (ملاحظہ ہو صـ۱۶)

① رات کو بہت دیر تک "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" پڑھا کیجئے۔

حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی فرماتے ہیں :۔

كُنْتُ اَبِيْتُ عِنْدَ بَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُعْطِيْهِ وَضُوْءَهٗ فَاَسْمَعُهٗ اَهْوِيَ مِنَ اللَّيْلِ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَاَسْمَعُهٗ اَهْوِيَ مِنَ اللَّيْلِ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ (رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات فی باب ماجآء فی الدعاءِ اذا انتبہ من اللّیل وصححہ جلد ۲ صـ۱۸۸)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے قریب سویا کرتا تھا، میں آپؐ کو وضوء کے لئے پانی دے دیا کرتا تھا۔ میں سنتا تھا رات کو بہت دیر تک آپؐ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہتے تھے۔

② خطبہ یا تقریر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے شروع کیا کیجئے

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَحْمَدُ اللّٰهَ وَيُثْنِيْ عَلَيْهِ (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبۃ جزء اوّل صـ۳۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جب) لوگوں کو خطاب فرماتے تو اللہ کی حمد وثناء بیان کرتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں :۔

خَطَبَ النَّاسَ وَحَمِدَ اللّٰهَ (صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء امّا بعد جزء ۲۔ صـ۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطاب کیا تو اللہ کی حمد بیان کی۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد خطبوں کا ذکر ہے اور ہر خطبہ میں اس

بات کی وضاحت ہے کہ آپ خطبہ کو اللہ تعالیٰ کی حمد سے شروع کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ حضرت ضمادؓ کے سامنے دیا تھا اس کی ابتدا ان الفاظ سے کی تھی :-

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ - (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ جزء اول ص۲۴۴)

ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں۔

③ احرام باندھ کر سب سے پہلے یہ کلمات پڑھیئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

ترجمہ ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے، پاکی اللہ کے لئے ہے، اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں :-

رَکِبَ (رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) حَتّٰی اسْتَوَتْ بِہٖ عَلَی الْبَیْدَاءِ حَمِدَ اللّٰہَ وَسَبَّحَ وَکَبَّرَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَجَعَلَ یُھَلِّلُ وَیُسَبِّحُ۔ (صحیح بخاری کتاب المناسک باب التحمید و التسبیح قبل الاھلال عند الرکوب علی الدابۃ جزء ۲ ص۱۷۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور سواری آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپؐ نے الحمد للہ، سبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔

③ جب آپ جاگیں تو سب سے پہلے یہ دعا پڑھیئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔

ترجمہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں سلانے کے بعد جگا دیا اور اسی کی طرف (بروز قیامت) زندہ ہو کر جانا ہے۔

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَیْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ..... الخ (صحیح بخاری کتاب الدعوات باب وضع الید الیمنی تحت خدّہ الایمن عن حذیفہؓ جزء ۸ ص۸۵ وصحیح مسلم کتاب الدعوات باب مایقول عند النوم عن البراءؓ جزء ۲ ص۴۷۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جاگتے تو یہ دُعا پڑھتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ..... الخ۔

⑤ جب آپ سونے کے لئے بستر پہ آجائیں تو یہ دُعاء پڑھیئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَّا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ۔

ترجمہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے کھلایا، پلایا، ہمارے لئے کفایت کی اور ہمیں ٹھکانہ دیا۔ کتنے آدمی ایسے ہیں جن کا نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے اور نہ ٹھکانہ دینے والا۔

حضرت انس فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اٰوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ... الخ۔ (صحیح مسلم کتاب الدعوات باب مایقول عند النوم جزء اول صفحہ ۳۴۸)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پہ آتے تو یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ..... الخ۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ بعض کاموں کی ابتدا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے ہونی چاہیئے۔
بعض کام ایسے ہیں جن کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا چاہیئے اور وہ یہ ہیں:۔

⑥ کھانا کھانے کے بعد جب دسترخوان اٹھایا جائے تو یہ دُعاء پڑھیئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا۔

ترجمہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے، ایسی تعریف جو کثرت سے ہو، پاک ہو، بابرکت ہو، نہ کافی سمجھی گئی، نہ چھوڑی گئی اور اے ہمارے رَبّ کوئی بھی اس سے بے پرواہ نہیں۔

حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رُفِعَ مَائِدَتُہٗ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا ..... الخ (صحیح بخاری کتاب الاطعمۃ باب مایقول اذا فرغ من طعامہ جزء ۷ صفحہ ۱۰۶)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دسترخوان اٹھاتے تو یہ دُعاء پڑھتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا .... الخ

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَۃُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا ..... الخ (رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات فی باب مایقول اذا فرغ من الطعام وصحیحہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۲)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپؐ یہ دُعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا .... الخ

(نوٹ:۔ ترمذی کی روایت میں لفظ "حَمْدًا" زائد ہے)

⑦ جب آپ کچھ کھائیں یا پئیں تو ہر دفعہ کھانے اور پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ اَنْ یَّاْکُلَ الْاَکْلَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا وَیَشْرَبَ الشَّرْبَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب استحباب حمد اللہ بعد الاکل .... جزء ۲، ص۳۴۸۶)

بے شک اللہ اس بندے سے راضی ہو جاتا ہے جو ہر کھانے اور پینے کے بعد اس کی حمد کرے۔

⑧ جب چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب اذا عطس کیف یشمّت جزء ۸ ص۶۱)

جب تم میں کسی کو چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (ترمذی، ابواب الاستیذان جزء ۲ ص۲۶۴ سندہ صحیح۔ التعلیقات جزء ۳۔ ص۱۳۴)

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ یہ کہے:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

⑨ جب آپ اچھا خواب دیکھیں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ رُؤْیَا یُحِبُّھَا فَاِنَّمَا ھِیَ مِنَ اللّٰہِ فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ (صحیح بخاری کتاب التعبیر باب الرؤیا من اللہ جزء ۹ ص۳۹)

جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے اچھا معلوم ہو تو وہ یقیناً اللہ کی طرف سے ہے لہٰذا اسے اللہ کی حمد کرنی چاہیئے۔

⑩ جب کوئی بہتری و بھلائی دیکھیں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ ۔ (صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم الظلم جزء ۲ ص ۴۲۹)

جو شخص بھلائی پائے اُسے اللہ کی حمد کرنی چاہیئے۔ اور جو اس کے علاوہ کوئی چیز پائے تو وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے۔

⑪ جب ابر کھل جائے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھیئے

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں :۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَاٰى نَاشِئًا مِنْ اُفُقٍ مِنْ آفَاقِ السَّمَآءِ تَرَكَ عَمَلَهٗ .... فَاِنْ كَشَفَ اللّٰهُ حَمِدَ اللّٰهَ

(رواہ احمد بلوغ جزء ۱۴ ص ۲۵ وسندہ صحیح ۔ التعلیقات للالبانی علی المشکوۃ)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کے آفاق میں سے کسی اُفق میں ابر دیکھتے تو اپنا کام چھوڑ دیتے .... پھر اگر اللہ ابر کھول دیتا تو اللہ کی حمد کرتے ۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ②

تفسیر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تفسیر کے سلسلہ میں ان کلمات کے متعلق لکھا جا چکا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے یہ بھی گذر چکا ہے کہ جب بندہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ" میرے بندے نے میری ثناء بیان کی۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندہ کا "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کہنا بہت پسند ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بار بار ان الفاظ کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے اور اپنے رحم کی صفت کا بار بار ذکر کیا ہے۔ مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ (البقرۃ ۔ ۱۶۳)

تمہارا اِلٰہ ایک اِلٰہ ہے، اس رحمٰن و رحیم اِلٰہ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ (الحشر ۔ ۲۲)

اللہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے، وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" میں یہ دونوں اسماء اکٹھے آئے ہیں، پورے قرآن مجید میں "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" ۱۱۴ بار ہے لہٰذا صرف "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" میں یہ اسماء ۱۱۴ بار دہرائے گئے ہیں۔

مزید برآں رحمٰن اور رحیم علیحدہ علیحدہ بھی متعدد بار دہرائے گئے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنی رحمت کی صفت بہت پسند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی رحمت ہر چیز کو محیط ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (الاعراف ۔ ۱۵۶)

میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

رَبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ (الانعام ۔ ۱۴۷)

تمہارا ربّ بڑی وسیع رحمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ اگر کافر کو اس کی وسعت کا علم ہو جائے تو کوئی کافر جنت سے ناامید نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

لَوْ یَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا

اگر کافر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے پاس کتنی

فَنَظَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ (صحیح مسلم. کتاب التوبۃ باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ، جزء ۲ صـ۳۹۴)

رحمت ہے تو کوئی بھی اللہ کی جنت سے نا اُمید نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لَمَّا قَضَی اللّٰہُ الْخَلْقَ کَتَبَ عِنْدَہٗ فَوْقَ عَرْشِہٖ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ (صحیح بخاری کتاب التوحید جزء ۹ صـ۱۶۵ و صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالےٰ - جزء ۲ صـ۳۹۳ و اللفظ للبخاری)

جب اللہ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو اپنے پاس عرش پر یہ لکھ دیا۔ "بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے"۔

کتنا مہربان ہے اللہ کہ اس کی رحمت سبقت کرتی ہے! وہ فوراً اپنا غضب نازل نہیں کرتا، رحم و کرم کی صفت کا مظاہرہ کرتے ہوئے درگذر سے کام لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ - (الانعام - ۱۲)

اللہ نے اپنے نفس پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاِذَا جَآءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ (الانعام - ۵۴)

اور (اے رسول) جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ ان سے کہیئے۔ "سَلَامٌ عَلَیْکُمْ" تمہارے ربّ نے اپنے نفس پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔

پہلی آیت میں کافروں سے خطاب ہے، دوسری آیت میں مؤمنین سے خطاب ہے - اللہ تعالیٰ کافروں پر بھی مہربان ہے کہ انہیں فوراً سزا نہیں دیتا اور مؤمنین پر بھی مہربان کہ انہیں سلامتی و عافیت کی خوشخبریاں سناتا ہے۔ گویا رحمٰن و رحیم کی رحمت عام ہے اور بڑی وسیع ہے، خصوصاً نیکی کرنے والوں سے تو بہت قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (الاعراف - ۵۶)

بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے (بہت) قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کے لئے ہمیں نیکیاں خوب کرنی چاہئیں، کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے آغوش میں لینے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَ

اگر بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو

اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً ۔ (صحیح بخاری کتاب التوحید جزء ۹ صفحہ ۱۸ و صحیح مسلم کتاب الذکر و الدعاء باب فضل الذکر و الدعاء جزء ۲۔ صفحہ ۴۶۶)

میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں، اگر بندہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں ایک باع اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

(نوٹ :۔ اللہ تعالیٰ کا "قریب ہونا" اور "دوڑ کر آنا" ان کی کیفیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے)

اللہ تعالیٰ کو رحم و کرم کرنا اتنا پسند ہے کہ اُس نے اپنی رحمت سے نا امید ہونے کو بھی حرام کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ (الزمر - ۵۳) (اے بندو) اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔

یہ اس کی رحمت ہی کا تقاضا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور انسانوں کو راہِ ہدایت بتانے کے لئے قرآن مجید کو نازل فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ (الانبیآء ۱۰۷) (اے رسول) ہم نے آپ کو تمام جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ (بنی اسرآئیل - ۸۲) اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل کر رہے ہیں جو مؤمنین کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔

قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت ہیں لیکن اس رحمت سے وہی فیضیاب ہو سکتے ہیں جو ایمان لے آئیں۔ کافروں کو راہ راست بتانا اور ایمان والوں کو راہ راست پر چلانا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے۔

یہ تو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی فراوانی ہے، آخرت میں اس کی رحمت اور بھی زیادہ وسیع ہو گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِنَّ لِلّٰہِ مِائَۃَ رَحْمَۃٍ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِائَۃَ رَحْمَۃٍ کُلُّ رَحْمَۃٍ طِبَاقَ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَنْزَلَ مِنْھَا رَحْمَۃً وَّاحِدَۃً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَھَآئِمِ وَالْھَوَامِّ فَبِھَا یَتَعَاطَفُوْنَ وَبِھَا یَتَرَاحَمُوْنَ وَبِھَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰی وَلَدِھَا

بے شک اللہ کی سو رحمتیں ہیں یہ سو رحمتیں اللہ نے اس دن پیدا کی تھیں جس دن آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا تھا، ہر رحمت کی وسعت اتنی ہے جتنی وسعت کہ آسمان اور زمین کے درمیان خلاء میں ہے، ان سو رحمتوں میں سے اللہ نے جن و انس، مویشی اور کیڑے مکوڑوں میں ایک رحمت نازل فرمائی ہے۔ اُسی ایک

وَاَخَّرَ اللّٰہُ تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ رَحْمَۃً یَرْحَمُ بِہَا عِبَادَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ اَکْمَلَہَا بِہٰذِہِ الرَّحْمَۃِ) صحیح مُسْلِم کِتَاب التوبۃ باب فی سعۃ رحمۃ اللّٰہِ تعالیٰ جز ۲ ص ۳۹۳ ۔ وروی البخاری نحوہ فی صحیحہ فی کتاب الادب باب جعل اللّٰہ الرحمۃ مائۃ ۔ جزء ۸ ص ۹)

رحمت کی بدولت جنّات، انسان اور حیوان ایک دوسرے پر مہربانی و رحم کرتے ہیں اور اسی کی وجہ سے وحشی جانور تک اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں۔ ننانوے رحمتیں اللہ نے اپنے پاس روک لی ہیں، ان رحمتوں میں وہ ایک رحمت ملا کر پوری سو رحمتوں سے اللہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

ایسے رحمٰن و رحیم اللہ سے بھلا ہم کس طرح ناامید ہو سکتے ہیں، ہمیں امید ہے کہ وہ قیامت کے روز ہم گنہگار بندوں پر رحم و کرم فرمائے گا۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ۝

اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا اندازہ لگانے کے لئے مندرجہ ذیل حدیث کا مطالعہ فرمائیے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں :۔

قُدِمَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْیٍ فَاِذَا امْرَاَۃٌ مِنَ السَّبْیِ تَبْتَغِیْ اِذَا وَجَدَتْ صَبِیًّا فِی السَّبْیِ اَخَذَتْہُ فَاَلْصَقَتْہُ بِبَطْنِہَا وَاَرْضَعَتْہُ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَرَوْنَ ہٰذِہِ الْمَرْاَۃَ طَارِحَۃً وَلَدَہَا فِی النَّارِ قُلْنَا لَا وَاللّٰہِ وَہِیَ تَقْدِرُ عَلٰی اَنْ تَطْرَحَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ ہٰذِہٖ بِوَلَدِہَا۔ (صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی سعۃ رحمۃ اللّٰہِ تعالیٰ جز ۲، ص ۳۹۴ وصحیح بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد، جز ۸ ص ۹، واللفظ لمسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی لائے گئے۔ ان قیدیوں میں ایک عورت اپنے بچوں کو تلاش کرتی تھی، جب کوئی بچہ اُسے مل جاتا تو اُسے وہ گود میں لے لیتی، اپنے پیٹ سے چمٹا لیتی اور اُسے دودھ پلاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟" ہم نے کہا: "اللہ کی قسم وہ ایسا نہیں کرے گی۔ اگرچہ وہ اُسے آگ میں ڈالنے کی قدرت رکھتی ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جتنی مہربان یہ عورت اپنے بچہ پر ہے اس سے زیادہ مہربان اللہ اپنے بندوں پر ہے۔

جب کوئی ماں اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈال سکتی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم اللہ جو ماں سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے، اپنے بندوں کو دوزخ میں ڈالے۔ ہمیں اس رحمٰن و رحیم اللہ سے حسنِ ظن اور اچھی امید رکھنی چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (صحیح بخاری کتاب التوحید جز ۹ ص ۱۴۸ وصحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الذکر والدعاء جزء ۲ ص ۳۶۹)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "میں اپنے بندے کے اس گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اور وہ اپنے بندوں سے بھی یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کے بندوں سے مہربانی کا برتاؤ کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الرُّحَمَاءَ (صحیح بخاری کتاب التوحید جزء ۹ صـ۱۴۱ و صـ۱۶۴، و صحیح مسلم کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت جزء اوّل صـ۳۶۷)

اللہ اپنے رحم کرنے والے بندوں پر رحم کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ (صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد جزء ۸، صـ۹)

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ (رواہ الترمذی فی ابواب البر والصلۃ وصححہ جامع ترمذی جزء ۲ صـ۳۴)

رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے (لہذا اے لوگو) تم ان پر رحم کرو جو زمین میں ہیں، تو جو آسمان میں ہے وہ تم پر رحم فرمائیگا۔

عمل

اپنے رحمٰن و رحیم مالک سے ناامید نہ ہوں۔ نیکیاں کرکے اور اس کے بندوں پر رحم کرکے اس کی رحمت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ③

ترجمہ | اللہ روز جزا کا مالک ہے۔

معانی ومصادر | مَلَكَ ، يَمْلِكُ ، مُلْكٌ و مَلَكَةٌ و مَمْلَكَةٌ (ض) مالک ہونا۔
دَانَ ، يَدِيْنُ ، دِيْنٌ و دِيَانَةٌ (ض) کسی ملّت میں آنا، بدلہ دینا، گردن جھکانا۔
دِيْنٌ = حساب ، بدلہ ، سزا و جزاء ، ملّت ، قہر۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ حساب وکتاب ، سزا و جزاء ، قہر اور بدلہ کے دن کا مالک ہے ، یہ بدلہ کا دن آنے والا ہے اور آکر رہے گا ، اس کی کیفیت وحقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ○ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ○

تمہیں کیا معلوم کہ بدلہ کا دن کیسا ہے ، پھر (سن لو) تمہیں کیا معلوم کہ بدلہ کا دن کیسا ہے۔

(اذا السّماء انفطرت ۔ ۱۷ و ۱۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ○ (الذاریٰت ۔ ۶)

بے شک حساب ضرور واقع ہو کر رہے گا۔

اور جب ضرور واقع ہو کر رہے گا تو اسے کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ○

تو پھر (اے رسول) یہ (انسان) جزاء کے معاملہ میں آپ کو کیسے جھٹلاتا ہے۔

(والتین والزیتون ۔ ۷)

منکرین آخرت پھر بھی حساب وکتاب کو جھٹلاتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ○

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو سزا و جزاء کو جھٹلاتا ہے۔

(اَرَءَيْتَ الذی ۔ ۱)

منکرین آخرت، آخرت کو جھٹلاتے ہی نہیں تھے بلکہ عقیدۂ آخرت کا مذاق بھی اڑایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ○ (الذاریٰت-۱۲) کافر (مذاقاً) پوچھتے ہیں جزاء کا دن کب آئے گا؟

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:۔

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ○ (الذّاریٰت-۱۳) اس دن آئے گا جس دن انہیں آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

اس دن یہ لوگ حسرت وافسوس کے ساتھ کہیں گے:۔

يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ○ (الصّٰفّٰت-۲۰) ہائے افسوس، یہ حساب وکتاب کا دن ہے۔

پھر جب ان لوگوں کو آگ کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا تو ان کی خاطر مدارات کیا ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ○ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ○ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ○ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ○ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ○ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ○

(الواقعة - ۵۱ تا ۵۶)

پھر تم، اے جھٹلانے والے گمراہ لوگو، تھوہر کا درخت کھاؤ گے اور اس سے اپنا پیٹ بھرو گے، پھر اس پر گرم پانی پیو گے اور اس طرح پیو گے جس طرح پیاسا اونٹ پانی پیتا ہے، جزاء کے دن ان لوگوں کی مہمانی یہ ہوگی۔

ایک طرف اللہ تعالیٰ نے منکرین آخرت کا ذکر فرمایا تو دوسری طرف ان لوگوں کا بھی ذکر فرمایا جو جزاء و سزا کے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ○ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ○ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ○ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ○ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ○ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ○

(سَاَلَ سَآئِلٌ - ۱۹ تا ۲۸)

بے شک انسان بہت بے صبرا اور کم ہمت پیدا کیا گیا ہے، جب کبھی (ذرا سی بھی) تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب بھلائی پہنچتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے، مگر ہاں نمازی ایسے نہیں ہوتے، وہ نمازی جو ہمیشہ بلا ناغہ نماز ادا کرتے رہتے ہیں جن کے مال میں سائل اور محروم کے لئے ایک حصّہ مقرر ہوتا ہے، جو یوم الدین کی تصدیق کرتے ہیں اور اپنے ربّ کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، بے شک ان کے ربّ کا عذاب ایسی چیز ہے کہ جس سے بے خوف

ہونا بھی نہیں چاہیئے۔

مندرجہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ باحوصلہ، باوقار اور فیّاض وہ لوگ ہیں جو نمازی ہوں اور نمازی وہ ہیں جن میں منجملہ اور صفات کے یہ صفت بھی پائی جاتی ہو کہ وہ روز جزاء کی تصدیق کرتے ہوں اور اُس دن کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہوں۔ گویا یوم الدین کے عذاب سے ڈرنا باوقار لوگوں کی علامت ہے۔

روز جزاء کے نام یوم الدین یا روز جزاء کے بہت سے نام ہیں۔

(۱) اس دن کو اس کی عظمت کے لحاظ سے یومِ عظیم بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ○ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ - ۴ تا ۶)

کیا ان لوگوں کو یقین نہیں کہ یہ لوگ ایک ایسے دن اٹھائے جائیں گے جو بہت بڑا دن ہوگا، یہی وہ دن ہوگا جس دن لوگ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

(۲) اس دن کو یوم الفصل یعنی فیصلہ کا دن بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِیْقَاتًا ○ یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ○ (عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ - ۱۷ و ۱۸)

بے شک فیصلہ کا دن مقرر ہے، اس دن صور پھونکا جائے گا (اس کی آواز سنتے ہی) لوگ فوج در فوج (میدان محشر میں) آکر جمع ہو جائیں گے۔

(۳) اس دن کو یوم القیامۃ (یعنی کھڑے ہونے کا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ۔ (النسآء - ۸۷، الانعام - ۱۳)

اللہ تم سب کو ضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس دن کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

(۴) اس دن کو یوم الجمع بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اُس دن تمام لوگ جمع کئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ (التغابن - ۹)

جس دن اللہ تم کو یوم الجمع کے لئے جمع کرے گا، وہ دن ہار جیت کا دن ہوگا۔

(۵) اس دن کو یومِ معلوم (مقررہ دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ○ لَمَجْمُوْعُوْنَ

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ بے شک اگلے اور پچھلے

إِلٰى مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ○ (الواقعة۔ ۵۰ و ۵۱)

سب ایک مقررہ دن جمع کئے جائیں گے۔

(۶) اس دن کو یوم الآزفۃ (قریب آنے والا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ۔ (حٰمٓ المؤمن۔ ۱۸)

(اے رسول) ان لوگوں کو قریب آنے والے دن سے ڈرائیے۔

(۷) اس دن کو یوم التّلاق (اللہ سے ملاقات کا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ○ (حٰمٓ المؤمن، ۱۵)

اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ بندہ (لوگوں کو) ملاقات کے دن سے ڈرائے۔

(۸) اس دن کو یوم الحساب (حساب کا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ○ (صٓ۔ ۵۳)

(متقیوں سے کہا جائے گا کہ) یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے حساب کے دن (دئے جانے کا) وعدہ کیا گیا تھا۔

(۹) اس دن کو یوم الموعود (وعدے کا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ○ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ○ (وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ۔ ۱-۲)

قسم برجوں والے آسمان کی اور قسم یوم موعود (یعنی وعدے کے دن) کی۔

(۱۰) اس دن کو یوم وعید (برے وعدہ کا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ○ (قٓ۔ ۲۰)

جس دن صور پھونکا جائے گا، وہی دن تو وعید (یعنی عذاب) کا دن ہے۔

(۱۱) اس دن کو یوم الخلود (ہمیشہ رہنے کا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ○ (قٓ۔ ۳۴)

(اللہ والوں سے کہا جائے گا) جنّت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔

(۱۱) اس دن کو یَوْمُ الخروج (قبروں سے نکلنے کا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ○ (قٓ - ۴۲)

اس دن یقیناً لوگ ایک زوردار آواز سنیں گے، وہی نکلنے کا دن ہے۔

(۱۳) اس دن کو یومُ البعث (زندہ ہو کر کھڑے ہونے کا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلٰى یَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ (الروم - ۵۶)

(قیامت کے دن ایمان والے مجرموں سے کہیں گے) تم (دنیا میں) اللہ کی کتاب کے مطابق یوم البعث تک رہے ہو اور یہ یوم البعث (یعنی کھڑے ہونے کا دن) ہی تو ہے۔

(۱۴) اس دن کو یومُ الآخر بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ○ (البقرۃ - ۸)

بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔

(۱۵) اس دن کو یوم التناد (چیخ و پکار کا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَیٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ (حٰمٓ المؤمن - ۳۲)

(قوم فرعون کے ایک شخص نے کہا) اے میری قوم، مجھے تمہارے متعلق چیخ و پکار کے دن کا خوف ہے۔

الغرض ایک دن مقرر ہے جس دن تمام لوگ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو جائیں گے، اس دن حساب کتاب ہوگا، جنت اور دوزخ میں بھیجے جانے کا فیصلہ ہوگا، اچھے اور بُرے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، اچھے اعمال والے کامیاب و کامران ہوں گے، بُرے اعمال والے نامراد و برباد ہوں گے۔ اس دن کا مالک صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہے، وہی حساب لے گا، وہی بدلہ دے گا، وہی جنّت اور دوزخ میں بھیجنے کا فیصلہ فرمائے گا، اس دن کا کوئی مالک اور بادشاہ نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلْمُلْكُ یَوْمَئِذِ لِّلّٰهِ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ (الحج - ۵۶)

اس روز اللہ کی بادشاہت ہوگی، وہی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلْمُلْكُ یَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ (الفرقان - ۲۶)

اس دن حقیقی بادشاہت رحمٰن کی ہوگی۔

وہ دن اللہ تعالیٰ کے قہر اور عذاب کا دن ہے۔ اس دن اللہ واحد و قہّار کی حکومت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ، لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ (حٰمٓ المؤمن ۔۱۶)

(قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا بتاؤ) آج کس کی بادشاہت ہے؟ آج اللہ اکیلے واحد و غالب کی بادشاہت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ○ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ○ (اذا السمآء انفطرت ۔۱۹)

اس دن کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کے لئے کسی قسم کا اختیار نہیں ہوگا۔ اس روز صرف اللہ ہی کا حکم چلے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ (الانعام ۔۷۳)

اللہ کی بات حق ہے، جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن اُسی کی بادشاہت ہوگی۔

اس دن کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس دن صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور حکومت ہوگی، کسی دوسرے کو کوئی اختیار نہیں ہوگا کہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکے، نفع یا نقصان وہی پہنچا سکے گا جس کی اس دن بادشاہت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا (سبا ۔۴۲)

اُس دن تم میں سے کسی کو کسی دوسرے کے نفع یا نقصان کا اختیار نہیں ہوگا۔

عمل

صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی یوم الدین کا مالک ہے، اس دن صرف اسی کی بادشاہت ہوگی، اُسی کو اختیار ہوگا کہ نفع پہنچائے یا نقصان، دوسرے تمام بے بس ہوں گے، لاچار ہوں گے، کسی کو کوئی اختیار نہیں ہوگا کہ کسی کو نفع پہنچا سکے یا نقصان۔ ایسے دن اگر کوئی کام آسکتا ہے تو وہی جو اس دن کا واحد بادشاہ ہے، لہٰذا اے لوگو! اسی کو خوش کیجئے، اسی کے احکام کے مطابق زندگی گذاریئے۔ دنیا والے ناراض ہوتے ہیں تو ہو جائیں، ان کی خوشی کی خاطر دنیا کے مالک کو ناراض نہ کیجئے۔

اے لوگو، ہوشیار ہو جائیے، حساب و کتاب، جزا و سزا کا دن بہت جلد آنے والا ہے، اس دن اگر آپ کو اس دن کے مالک سے کوئی اچھی امید رکھنی ہے تو اس کے بھیجے ہوئے نمونہ کے مطابق زندگی گذاریئے۔

مالک یوم الدین فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○ (الاحزاب ۔ ۲۱)

تم میں سے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے ۔

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ﴿۴﴾

ترجمہ | ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

معانی ومصادر | "اِیَّاکَ" ضمیر منصوبہ منفصلہ ہے۔ ضمائر منصوبہ منفصلہ زیادہ تر کلام میں زور اور حصر پیدا کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں، اگر یہ ضمائر فعل سے پہلے واقع ہوں تو زور اور حصر میں مزید قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً "نَعۡبُدُکَ" کے معنیٰ ہیں "ہم تیری عبادت کرتے ہیں" لیکن اس جملہ میں کوئی زور وقوت نہیں پائی جاتی اور نہ اس میں حصر پایا جاتا ہے۔ "نَعۡبُدُ اِیَّاکَ" کے معنیٰ ہیں: "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں"۔ اس میں ایک قسم کا زور بھی پایا جاتا ہے اور حصر بھی۔ حصر سے مراد یہ ہے کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے، اگر "اِیَّاکَ" کو فعل سے پہلے لائیں یعنی اس طرح کہیں "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ" تو اس میں مزید زور اور حصر پیدا ہوجاتا ہے۔ اور اب اس کے معنیٰ یہ ہوجاتے ہیں: "ہم تیری اور صرف تیری عبادت کرتے ہیں"۔

عَبَدَ، یَعۡبُدُ، عِبَادَۃٌ، عُبُوۡدِیَّۃٌ (ن): توحید (ایک ماننا)، بندگی کرنا، پرستش کرنا، خدمت کرنا، ذلّت وانکساری کا اظہار کرنا، اطاعت کرنا۔

اِسۡتَعَانَ، یَسۡتَعِیۡنُ، اِسۡتِعَانَۃٌ (باب استفعال) = مدد مانگنا۔ اس کا مادّہ "ع و ن" ہے۔

تفسیر

پوری آیت کا ترجمہ یہ ہوا۔ "اے اللہ، ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں (کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے) اور اے اللہ، ہم صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں (کسی دوسرے سے مدد نہیں مانگتے)"

عبادت

عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا۔ (النسآء - ۳۶)

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (الکہف ۔ ۱۱۰)

تمہارا اِلٰہ صرف ایک اِلٰہ ہے ، لہٰذا جس کو اپنے ربّ سے ملنے کی اُمید ہو اُسے چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے ۔

"عبادت" ایک بہت جامع لفظ ہے جیسا کہ اس کے معنوں سے ظاہر ہے ۔

① "عبادت" کے معنیٰ توحید کے بھی ہیں ، لہٰذا اس معنیٰ کے لحاظ سے "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" کے معنیٰ یہ ہوئے کہ :
"اے اللہ ، ہم تجھ کو ایک مانتے ہیں ، تو اکیلا ہے ، تیرا کوئی شریک نہیں ، تو اپنی ذات ، صفات اور حقوق میں یکتا ہے ۔ تیری ذات ، تیری صفات اور تیرے حقوق میں تیرا کوئی شریک نہیں ۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ (قل ھو اللہ احد ۔ ۱)

کہدیجئے کہ اللہ ایک ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لَا شَرِيْكَ لَهٗ (الانعام ۔ ۱۶۳)

اس کا کوئی شریک نہیں ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ ۔ (بنی اسرآئیل ، ۱۱۱)

اس کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں ۔

اللہ تعالیٰ بالکل اکیلا ہے ، اس کے نہ ماں باپ ہیں اور نہ اولاد اور نہ اس کی کوئی بیوی ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ (قل ھو اللہ احد ۔ ۳)

اس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۝ (النسآء ۔ ۱۷۱)

یقیناً اللہ ہی واحد اِلٰہ ہے ، وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کے کوئی اولاد ہو ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ (الانعام ۔ ۱۰۱)

اس کے اولاد کیسے ہو سکتی ہے ، جبکہ اس کی کوئی بیوی نہیں ۔

② عبادت کے معنیٰ ذِلّت و انکساری ، بندگی و پرستش کرنے کے بھی ہیں ۔ اس لحاظ سے "باادب کھڑے ہونا" ، "رکوع کرنا" ، "سجدہ کرنا" ، "طواف کرنا" ، اور ان جیسے تمام کام صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ (البقرۃ ۔ ۲۳۸)

اللہ کے سامنے باادب طریقہ سے کھڑے رہو ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ (الحج ۔۷۷)

اے ایمان والو! رکوع کرو، سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو۔

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رکوع اور سجدہ افعال عبادت میں سے ہیں لہٰذا کسی دوسرے کے لئے رکوع اور سجدہ جائز نہیں۔

(۳) عبادت کے معنیٰ "خدمت کرنا" بھی ہیں، اس لحاظ سے ہم صرف اللہ تعالیٰ کے خادم و غلام ہیں۔ ہمیں اس کے دین کی خدمت میں لگے رہنا چاہیئے۔ اسی کی خوشی کے لئے کام کرنا چاہیئے، ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے جس میں اس کی رضاء نہ ہو۔ دینی احکام کی قولاً و فعلاً تبلیغ و ترویج ہمارا دینی فریضہ ہے، یہ وہ خدمت ہے جس پر ہم مامور ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج-۷۸)

اللہ کے راستہ میں کوشش کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ ۔ (الصّف - ۱۴)

اے ایمان والو، اللہ (کے دین) کے مددگار بن جاؤ۔

انسانوں اور جانوروں کی خدمت بھی ایک دینی فریضہ ہے، انسانوں اور جانوروں کی خدمت کر کے بھی ہم ایک دینی فریضہ کی عملاً اشاعت کرتے ہیں، اس طرح یہ بھی اللہ تعالیٰ کے دین ہی کی خدمت کہی جاسکتی ہے ۔ البتہ انسانوں کی ایسی خدمت جو اللہ تعالیٰ کے دین کے منافی ہو، دین کی خدمت نہیں کہلا سکتی، مثلاً انسانوں کو شراب پلانے کا اہتمام کرنا دینی خدمت نہیں ہوگی اس لئے کہ شراب پینا اور پلانا اللہ کے دین میں حرام ہے، ہم صرف دین کی خدمت پر مامور ہیں لہٰذا ہمیں ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے جس سے اللہ تعالیٰ کے دین کی مخالفت لازم آئے، یہ دین کی خدمت نہیں ہوگی بلکہ دین کے ساتھ عداوت ہوگی، اللہ تعالیٰ ایسی خدمت سے ہمیں محفوظ رکھے اور دین کی صحیح خدمت کی ہمیں توفیق بخشے ۔ آمین ۔

(۴) عبادت میں اطاعت بھی شامل ہے اور یہ عبادت کا جزو اعظم بلکہ عبادت کی اصل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ (یٰسٓ - ۶۰)

شیطان کی عبادت نہ کرو۔

اس آیت میں عبادت سے مراد نماز، روزہ نہیں ہے، اس لئے کہ کوئی بھی شخص نہ شیطان کو سجدہ کرتا ہے، نہ رکوع، نہ شیطان کے نام کی قربانی کرتا ہے اور نہ شیطان کے نام کا وظیفہ پڑھتا ہے، البتہ شیطان کی اطاعت کرتا ہے، گویا شیطان کی اطاعت، شیطان کی عبادت ہوئی۔ شیطان کی اطاعت کر کے

ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام سرزد ہوتے ہیں، اس کی اطاعت ہی سے لوگ صراط مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا آیت کے آگے فرماتا ہے:۔

وَاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ○ میری عبادت کرو، یہی صراط مستقیم ہے۔

(یٰس، ۶۱)

شیطان کی عبادت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم۔ یعنی شیطان کی اطاعت سے روک کر اپنی اطاعت کا حکم دیا، گویا اطاعت ہی دراصل عبادت ہے اور کیونکہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے لہٰذا اطاعت بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، کسی دوسرے کی اطاعت کرنا گویا اس کی عبادت کرنا ہے اور کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا شرک ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کرنا شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ میں نے جنّ و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

(الذّٰاریٰت۔۵۶)

اس آیت میں بھی عبادت سے حقیقتاً اطاعت ہی مراد ہے۔ عبادت سے صرف نماز، روزہ یا اسی قسم کے دوسرے افعال مراد لینا صحیح نہیں، اس لئے کہ پھر پوری زندگی میں یہی اعمال کرنا ضروری ہوں گے، دوسرے اعمال کا کرنا مقصدِ تخلیق کے خلاف ہوگا، نہ کاروبار رہے گا، نہ کھانا پینا اور نہ شادی بیاہ، نتیجہ یہ نکلے گا کہ نسلِ انسانی ختم ہو جائے گی۔ نہ زندگی ہوگی، نہ عبادت، مقصدِ تخلیق فوت ہو جائے گا۔

مزید برآں نماز، روزہ اگرچہ عبادت ہیں لیکن ہر حالت میں عبادت نہیں۔ مثلاً:۔

(۱) اگر کوئی شخص نماز فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان نفل نماز ادا کرے تو لغوی اعتبار سے تو اس کی نماز عبادت کہلائے گی لیکن شرعی اعتبار سے عبادت نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی بغاوت ہوگی اس لئے کہ اس نے نماز کے ادا کرنے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ذریعہ نماز فجر کے بعد سے سورج کے طلوع ہو کر صاف اور چمکدار ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرما دیا ہے۔

(۲) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرما دیا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھتا ہے تو اس کا وہ روزہ اگرچہ لغوی اعتبار سے عبادت ہے لیکن شرعی اعتبار سے عبادت نہیں، بغاوت ہے، اس نے عید کے دن روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔

غور کیجئے آخر یہ عبادتیں بغاوت کیوں شمار ہو رہی ہیں، اگر آپ ذرا سا بھی غور فرمائیں گے تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ عبادتیں اللہ تعالیٰ کے احکام کے ماتحت نہیں ہیں لہٰذا عبادت نہیں ہیں۔

مندرجہ بالا مباحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنّات کو اور انسانوں کو اپنی عبادت یعنی اطاعت کے لئے پیدا کیا ہے لہٰذا اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جب تک اس کی اجازت نہ ہو کسی دوسرے

کی اطاعت نہیں کی جاسکتی، بغیر اس کی اجازت کے دوسرے کی اطاعت شرک فی الاطاعت شمار ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا (الحج - ۳۴) — تمہارا اِلٰہ ایک اِلٰہ ہے، لہٰذا اُسی کی اطاعت کرو۔

انبیاء ورسل علیہم السلام کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جاتی ہے لہٰذا حکم الٰہی کے ماتحت فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (مُحَمَّد - ۳۳) (النسآء - ۵۹) — اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو اور (اللہ کے) رسول کی اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (آل عمران - ۳۲، ۱۳۲) — اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (النور - ۵۴ و التغابن - ۱۲) — اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (النور - ۵۶) — رسول کی اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النسآء - ۶۴) — کوئی رسول ہم نے نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النسآء - ۸۰) — جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسول کی اطاعت فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا واحد ذریعہ ہے اور کیونکہ رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جاتی ہے لہٰذا رسول کی اطاعت شرک نہیں۔

خلفاء، امراء اور ماں باپ کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جاتی ہے لیکن ان کی اطاعت محدود ومشروط ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ۔ — (جب (امیر کی طرف سے) گناہ کا حکم دیا جائے تو اس

(صحیح بخاری کتاب الاحکام جزء ۹ صـ۷ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء جزء ۲ صـ۱۳۱)

کے حکم کو نہ سنا جائے اور نہ اس کی اطاعت کی جائے۔

نوٹ:۔ صحیح مسلم میں اِذَا کی بجائے اِنْ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَاطَاعَةَ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ۔ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء جزء ۲ صـ۱۳۱)

اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ (صحیح بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ جزء ۹ صـ۷۹ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء، جزء ۲ صـ۱۳۱)

اطاعت تو صرف نیک کاموں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے معروف کاموں میں اپنے علاوہ دوسروں کی اطاعت کی اجازت دیدی ہے اور کیونکہ معروف کاموں سے اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا معروف کاموں میں دوسروں کی اطاعت جائز ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

خلاصہ مندرجہ بالا آیات واحادیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، دوسروں کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں جائز اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ناجائز ہے۔

استعانت (مدد مانگنا)

"اِیَّاكَ نَعْبُدُ" سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت شرک ہے اور کیونکہ "اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" کی بھی وہی ترکیب ہے جو "اِیَّاكَ نَعْبُدُ" کی ہے۔ (یعنی اِیَّاكَ فعل سے پہلے واقع ہوا ہے) لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے سے مدد مانگنا بھی شرک ہے۔

مدد مانگنا ایک قسم کی عبادت ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ۔ (رواہ الترمذی و صححہ فی ابواب الدعوات، باب ماجآء فی فضل الدعاء جلد ۲، صـ۴۷۶)

پکارنا عبادت ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت شرک ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو مدد کے لئے پکارنا شرک ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب مدد مانگنا عبادت ہے تو "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ مدد مانگنا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، اس کا علیحدہ ذکر کیوں کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

(۱) لوگ عموماً مدد مانگنے کو عبادت نہیں سمجھتے۔

(۲) عام کے بعد خاص کا ذکر اس کی اہمیت کی خاطر کیا جاتا ہے۔ مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی (تمام) نمازوں کی اور بیچ والی نماز کی حفاظت کرو۔
(البقرۃ -۲۳۸)

"اَلصَّلَوٰات" میں بیچ والی نماز بھی شامل ہے لیکن اس کا علیحدہ ذکر اس کی اہمیت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَ جِبْرِیْلَ وَمِیْکٰلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ ○
(البقرۃ - ۹۸)

جو شخص اللہ، اس کے ملائکہ، اس کے رسول اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہو تو بے شک اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔

ملائکہ میں حضرت جبریل اور حضرت میکائیل بھی شامل ہیں لیکن ان کا علیحدہ ذکر ان کی اہمیت کی خاطر اور ایک خاص مصلحت سے کیا گیا ہے۔

مدد کون کر سکتا ہے

مدد کرنے کے لئے ہر بات پر قدرت رکھنا ضروری ہے اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں لہٰذا کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (الانعام - ۱۷)

اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا کوئی نہیں سوائے اللہ کے اور اگر اللہ تم کو کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی ہر چیز پر قادر نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی مددگار نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ○

اللہ کے علاوہ نہ تمہارا کوئی کارساز ہے نہ مددگار۔

(البقرۃ ۔۱۰۷، التوبۃ ۔ ۱۱۶، العنکبوت ۔۲۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ (النسآء ۔۱۷۳، الاحزاب ۔۱۷)

یہ لوگ اللہ کے علاوہ نہ کسی کو کارساز پائیں گے اور نہ مددگار۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ (الانفال ۔۱۰، آل عمران ۔۱۲۶)

مدد اللہ کے علاوہ کسی کے پاس سے نہیں آتی ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ (النسآء ۔۱۲۳)

وہ اللہ کے علاوہ نہ کسی کو کارساز پائے گا اور نہ مددگار۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ○ (الاعراف ۔۱۹۷)

جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کی قوت نہیں رکھتے بلکہ وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے ۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن لوگوں کو مدد کے لئے پکارا جاتا ہے وہ جب اپنی مدد نہیں کر سکتے تو دوسروں کی کیا مدد کریں گے ۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی مدد یا اپنی زندگی میں دوسروں کی مدد کرتا ہے تو بس اُسی حد تک جس حد تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، وہ مدد کرنے کا مالک و مختار نہیں ہوتا کہ جب چاہے اور جس قسم کی چاہے مدد کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ○ (الاعراف ۔ ۱۸۸)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی مالک و مختار نہیں مگر جتنا اللہ چاہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ○ (ھل اتیٰ ۔۳۰ ، اذا الشمس کورت ۔۲۹)

تم کچھ نہیں چاہ سکتے مگر اتنا ہی جتنا اللہ چاہے۔

مددگار کا قادر ہونے کے علاوہ حاضر و ناظر ہونا بھی ضروری ہے تاکہ مدد کرنے والا مصیبت زدہ کی پکار کو سن کر یا اس کی مصیبت کو دیکھ کر اس کی مدد کر سکے۔ اگر مددگار حاضر و ناظر نہ ہو تو اس کو یہ قدرت ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے مقام پر مصیبت زدہ کی پکار کو سن لے خواہ وہ مصیبت زدہ کہیں ہو، ایسی صورت میں اُسے عالم الغیب ہونا ضروری ہے تاکہ پکار سن کر اُسے یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص فلاں مقام پر اُسے پکار رہا ہے اور وہ ٹھیک اسی جگہ اس کی مدد کے لئے پہنچ جائے لیکن نہ کوئی حاضر و ناظر ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے، نہ کوئی ہر جگہ سے سُننے پر

قادر ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور نہ کوئی عالم الغیب ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے لہٰذا کوئی کسی کی مدد کرنے پر قادر نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے مدد مانگنا بے سود ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ (الاحقاف۔۵)

اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوسکتا ہے جو اللہ کے علاوہ ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی بات کو پورا نہیں کرسکتے بلکہ وہ تو اس کی پکار سے غافل ہیں (انہیں خبر ہی نہیں کہ انہیں کون پکار رہا ہے)

اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کو پکارا جاتا ہے وہ پکارنے والوں کی آواز سے غافل ہیں اور جب وہ سُن ہی نہیں سکتے تو مدد کیا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ○ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ○ (الاعراف، ۱۹۲، ۱۹۳)

کیا وہ ایسے لوگوں کو (اللہ کا) شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں، وہ ان شریک بنانے والوں کی مدد نہیں کرسکتے (اور ان کی مدد وہ کیا کریں گے) وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کرسکتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مدد وہی کرسکتا ہے جو خالق ہو، کوئی مخلوق کسی مخلوق کی مدد نہیں کرسکتا۔ مخلوق سے مدد مانگنا شرک ہے۔

خلاصہ مندرجہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مدد وہ کرسکتا ہے۔

(۱) جو خالق ہو،

(۲) جو ہر چیز اور ہر کام پر قادر ہو،

(۳) جو حاضر و ناظر ہو،

یا جو ہر جگہ سے پکارنے والے کی پکار کو سن لے، اور عالم الغیب ہو۔

کیونکہ یہ صفات نہ زندہ لوگوں میں پائی جاتی ہیں اور نہ ان لوگوں میں جو وفات پا چکے ہیں، لہٰذا وہ کسی کی مدد نہیں کرسکتے، یہ صفات صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں لہٰذا صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی مدد کرسکتا ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکار کر المدد المدد کے نعرے لگاتے ہیں یا کسی اور طرح پکارتے ہیں وہ شرک کے مرتکب ہیں۔

نوٹ :۔ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے لیکن وہ ہر جگہ بھی حاضر و ناظر ہے ۔ اس کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اُسکی ایک صفت ہے جس کی کیفیت سے ہم قطعاً نابلد ہیں ۔ اس کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی کیفیت کو صرف وہی جانتا ہے ۔

عمل

بندگی و پرستش، نذر و نیاز کے تمام کام صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کیجئے، کسی دوسرے کے لئے ہرگز نہ کیجئے ۔ اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی کیجئے، اگر کسی دوسرے کی اطاعت آپ کریں تو یہ سمجھ کر کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید یا حدیث میں اس کی اطاعت کا حکم دیا ہے یا اس کی اطاعت کی اجازت دی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا یا اللہ تعالےٰ کی اجازت نہ ہوتی تو ہم اللہ تعالےٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی اطاعت نہیں کرتے ۔

اطاعت کو صرف اللہ تعالیٰ کا حق سمجھئے، دوسرے کی اطاعت احکامِ الٰہی کے ماتحت کیجئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہ کیجئے ۔

اللہ تعالیٰ ہی مستعان و مددگار ہے، صرف اُسی سے مدد مانگیئے، کسی دوسرے سے ہرگز مدد نہ مانگیئے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

إِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ۔ (رواہُ الترمذی فی ابواب صفۃ القیٰمۃ وصححہ، جلد ۲ ص۱۹۷)

جب (کوئی چیز) مانگو تو اللہ سے مانگو اور جب مدد مانگو تو (وہ بھی) اللہ ہی سے مانگو ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵

ترجمہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔

معانی و مصادر (ھُـدًی) ھَدٰی، یَھْدِیْ، ھَدْیٌ، ھُدًی، ھِدْیَۃٌ و ھِدَایَۃٌ (ض) راستہ بتانا، راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچانا۔

صِرَاطٌ :۔ راستہ، اس کی جمع صُرُط ہے۔

اِسْتَقَامَ، یَسْتَقِیْمُ، اِسْتِقَامَۃٌ (باب استفعال) سیدھا ہونا، سیدھا کھڑا ہونا۔

مُسْتَقِیْم، اسمِ فاعل ہے جس کے معنیٰ ہیں "سیدھا"۔

تفسیر

ہدایت کے دو معنیٰ ہیں:۔

(۱) راستہ بتانا۔

(۲) راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچانا۔

ان ہر دو معنوں کا ثبوت قرآن مجید سے ملتا ہے۔

پہلے معنیٰ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ (البقرۃ-۱۸۵)

رمضان کا مہینہ ہی ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو تمام لوگوں کو راستہ بتاتا ہے۔

راستہ بتانے کے بعد اللہ تعالیٰ لوگوں کو چھوڑ دیتا ہے، خواہ وہ مؤمن بنیں یا کافر، قرآن مجید پر ایمان لائیں یا اس کا انکار کریں، اس کے احکام پر چلیں یا ان سے انحراف کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف-۲۹)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے حق تمہارے ربّ کی طرف سے آچکا ہے، اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ○ (ھل اتیٰ ۔ ۳)

ہم نے انسان کو راستہ بتادیا، (اب) چاہے وہ شاکر بنے، چاہے کافر بنے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کو واضح طور پر "راستہ بتانے" کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ○ (البلد ۔ ۱۰)

ہم نے انسان کو (حق و باطل) دونوں راستے بتادئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے "ہدایت" کا لفظ صراطِ مستقیم کے لئے بھی استعمال کیا اور راہِ ضلالت کے لئے بھی استعمال کیا، آیت سے ظاہر ہے کہ راہ ضلالت کی ہدایت سے مراد باطل راستہ کا بتانا ہے تاکہ انسان اس سے بچ سکے۔ یہاں ہدایت سے باطل راستہ پر چلانا مراد نہیں ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى (حٰمٓ السجدۃ ۔ ۱۷)

اور قوم ثمود کو ہم نے سیدھا راستہ بتادیا تھا لیکن انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں گمراہ رہنا پسند کیا۔

اس آیت میں بھی "هَدَيْنٰهُمْ" میں ہدایت کے معنی "بتانے" کے ہیں، ہدایت دینے یا ہدایت پر چلانے کے معنی نہیں ہیں۔

دوسرے معنیٰ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرۃ ۔ ۲)

یہ کتاب متقی لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلاکر منزلِ مقصود تک پہنچاتی ہے۔

"هُدًى لِّلنَّاسِ اور "هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" سے واضح ہوگیا کہ دونوں جملوں میں "ہدایت" مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے، پہلے جملہ میں صرف "راستہ بتانا" مراد ہے اور دوسرے جملے میں "راستہ پر چلاکر منزلِ مقصود تک پہنچانا" مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (البقرۃ ۔ ۵)

متقی لوگ ان کے رب کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پہ قائم ہوتے ہیں اور متقی لوگ ہی نجات پاتے ہیں یعنی منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوگیا کہ "هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" میں ہدایت سے مراد راستہ بتانا نہیں ہے بلکہ راستہ پہ

چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچانا مراد ہے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ ○ (البقرۃ - ۲۶۴)

اللہ کافروں کو سیدھے راستے پر چلا کر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

اس آیت میں "ہدایت" کے معنیٰ "راستہ بتانا" ہرگز نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ راستہ تو اللہ تعالیٰ ہر انسان کو بتاتا ہے جیسا کہ "هُدًى لِّلنَّاسِ" سے ثابت ہے، البتہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو سیدھے راستے پر چلا کر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا، سیدھے راستہ پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (الانعام - ۱۲۵)

اللہ (تعالیٰ) جس شخص کو راہِ راست پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچانا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

اس آیت میں "يَهْدِيَهٗ" سے مراد "راستہ بتانا" نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ "راستہ بتانا" تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو چاہتا ہے بلکہ صرف چاہتا ہی نہیں بتا دیتا ہے اور یقیناً اس نے انبیاء و رُسل علیہم السلام کو بھیج کر راستہ بتا دیا ہے۔ الغرض اس آیت میں "ہدایت" کا لفظ پہلے معنوں میں استعمال نہیں ہوا بلکہ دوسرے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ○ (النساء ۱۳ - ۱۳۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے، پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے، اللہ ایسے لوگوں کی نہ تو مغفرت فرمائے گا اور نہ ان کو سیدھے راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچائے گا۔

یہ لوگ ایمان لے آئے تھے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ انہیں راستہ بتا دیا گیا ہو لیکن بعد میں وہ پھر گئے، راستہ انہیں معلوم تھا لیکن راستہ پر چلے نہیں؛ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کیسے منزلِ مقصود تک پہنچائے گا۔ اس آیت میں "ہدایت" کے دوسرے معنیٰ بالکل واضح ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ○ (یوسف - ۵۲)

بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا (یعنی ان کی تدبیر منزلِ مراد تک نہیں پہنچ سکتی)۔

اس آیت میں بھی "ہدایت" کے دوسرے معنیٰ بالکل واضح ہیں۔

صراطِ مستقیم

"صراطِ مستقیم" سیدھے راستے کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ۔ (بنی اسرآئیل ۔ ۹)

یہ قرآن وہ راستہ بتاتا ہے جو بالکل سیدھا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ دِيْنًا قِيَمًا ، (الانعام ۔ ۱۶۱)

(اے رسول) کہدیجئے بے شک میرے رب نے مجھے سیدھے راستے کی ہدایت کردی ہے اور وہ راستہ دینِ قیم (یعنی سیدھا دین) ہے۔

یہ دین کونسا ہے، اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتا ہے:۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ، (آل عمران ۔ ۱۹)

بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔

گویا صراطِ مستقیم سے مراد اسلام ہے، جو اسلام پر چل رہا ہے وہ صراطِ مستقیم پر ہے اور جو اسلام پر نہیں چل رہا وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک گیا اور گمراہ ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَعَلٰى كَنَفَيِ الصِّرَاطِ سُوْرَانِ فِيْهِمَا اَبْوَابٌ مُّفَتَّحَةٌ وَ عَلَى الْاَبْوَابِ سُتُوْرٌ مُّرْخَاةٌ وَعَلٰى بَابِ الصِّرَاطِ (وَفِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ عَلٰى بَابٍ الصِّرَاطِ) دَاعٍ يَّدْعُوْ يَقُوْلُ اَيُّهَا النَّاسُ اُسْلُكُوا الصِّرَاطَ جَمِيْعًا وَّلَا تَعْوَجُّوْا وَ دَاعٍ يَّدْعُوْ عَلَى الصِّرَاطِ فَاِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ فَتْحَ شَيْءٍ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ قَالَ وَيْلَكَ لَا تَفْتَحْهُ فَاِنَّكَ اِنْ تَفْتَحْهُ تَلِجْهُ فَالصِّرَاطُ الْاِسْلَامُ وَ السُّتُوْرُ (وَفِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ السُّوْرَانِ) حُدُوْدُ اللّٰهِ وَالْاَبْوَابُ الْمُفَتَّحَةُ مَحَارِمُ اللّٰهِ وَالدَّاعِيْ

اللہ نے صراطِ مستقیم کی مثال (اس طرح) بیان کی ہے (کہ وہ ایک سیدھا راستہ ہے) راستہ کے دونوں جانب دو دیواریں ہیں جن میں کھلے ہوئے کئی دروازے ہیں۔ ان دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں، راستے (کے دروازے) پر ایک پکارنے والا پکار رہا ہے، وہ کہہ رہا ہے، اے لوگو، اس راستہ میں سب اکٹھے داخل ہوجاؤ اور (اِدھر اُدھر) نہ مڑو۔ راستہ کے اوپر (کی طرف) ایک اور پکارنے والا پکار رہا ہے۔ جب تم میں سے کوئی ان دروازوں کے کسی پردہ کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے تمہاری خرابی ہو، اسے نہ کھولنا، اگر تم نے اسے کھولا تو تم اس میں (ضرور) داخل ہوجاؤ گے۔ (سُنو)

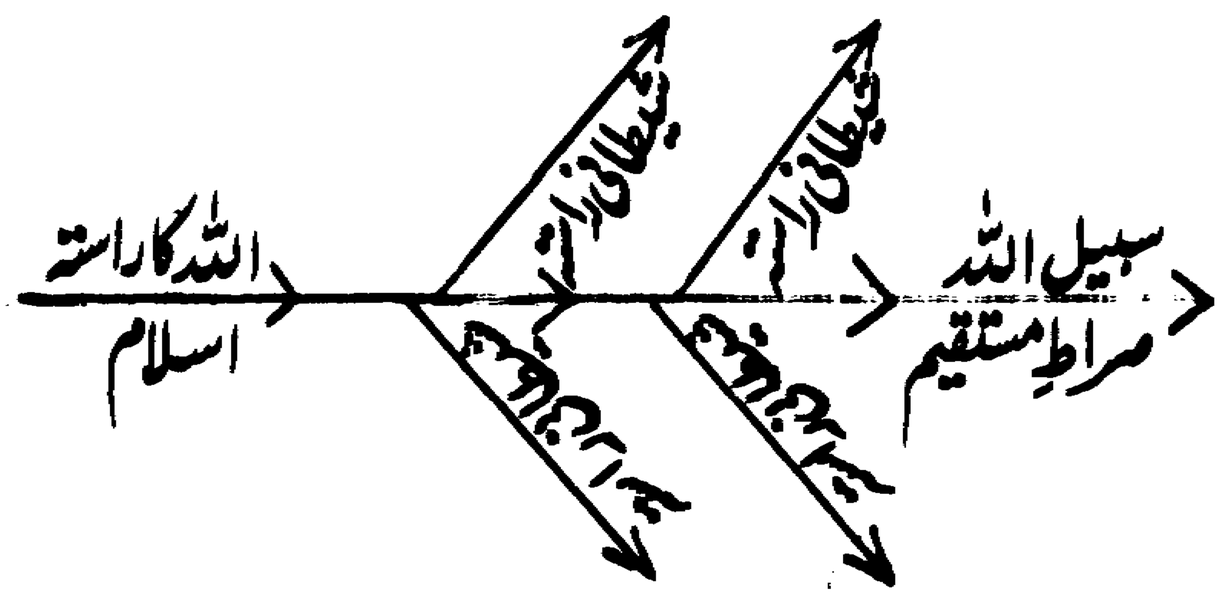
عَلٰی رَأْسِ الصِّرَاطِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ الدَّاعِیْ مِنْ فَوْقِ وَاعِظُ اللّٰہِ فِیْ قَلْبِ کُلِّ مُسْلِمٍ۔ (رواہ الحاکم فی مستدرکہ و احمد فی مسندہ وسندہ صحیح۔ المستدرک مع تلخیص الذہبی جزء اوّل ص۳۷ و بلوغ الامانی جزء اوّل ص۸۳)

وہ راستہ تو اسلام ہے، وہ پردے (یا دیواریں) اللہ کی حدیں ہیں، وہ کھلے ہوئے دروازے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں، راستہ کے سرے پر جو پکارنے والا ہے وہ اللہ (عزّ وجلّ) کی کتاب ہے اور راستہ کے اوپر کی طرف جو پکارنے والا ہے وہ اللہ کا واعظ ہے جو ہر مسلم کے قلب میں نصیحت کرتا رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ ھٰذَا سَبِیْلُ اللّٰہِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَ قَالَ ھٰذِہٖ سُبُلٌ عَلٰی کُلِّ سَبِیْلٍ مِّنْھَا شَیْطَانٌ یَّدْعُوْا اِلَیْہِ وَ قَرَأَ وَ اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ ... الآیۃ (رواہُ احمد و الحاکم وسندہٗ صحیح، مرعاۃ المفاتیح جلد اوّل، ص۲۶۵، و المستدرک جزء ۲۔ ص۳۱۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے (سمجھانے کے) لئے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا، یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر اس کے دائیں اور بائیں چند خطوط کھینچے اور فرمایا یہ (شیطان کے) راستے ہیں، ان میں سے ہر راستہ پر ایک شیطان ہے جو اپنی طرف بُلا رہا ہے پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "وَ اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (الانعام ۔ ۱۵۳) بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے، بس اس کی پیروی کرو اور ان راستوں پر نہ چلنا ورنہ تم اللہ کے راستے سے علیحدہ ہو جاؤ گے۔ اللہ ان باتوں کا تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔



کیونکہ خطِ مستقیم میں کہیں کجی نہیں ہوتی لہٰذا صراطِ مستقیم میں بھی کہیں کجی نہیں ہے اور کیونکہ دو نقطوں کے درمیان صرف ایک ہی خطِ مستقیم کھینچا جا سکتا ہے، لہٰذا دنیا کی منزل اور آخرت کی منزل کے درمیان صرف ایک ہی صراطِ مستقیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صراطِ مستقیم کو صرف ایک ہی خط مستقیم سے ظاہر کیا، اس کے متوازی یا غیر متوازی اور خطوط نہیں کھینچے جس سے یہ ثابت ہوتا کہ منزلِ آخرت تک پہنچنے کے لئے متعدد راستے ہو سکتے ہیں، مزید برآں جو غیر متوازی خطوط کھینچے انہیں شیطانی راستے بتایا اور ظاہر ہے کہ شیطانی راستوں پر چل کر کوئی منزلِ مقصود تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ شیطانی راستوں پر شیطان ہوتا ہے جو ان راستوں کی طرف دعوت دیتا ہے، برخلاف اس کے صراطِ مستقیم پہ اللہ تعالیٰ ہوتا

ہے جو صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ (ھود-۵۶)

ہود (علیہ السلام) نے کہا "میرا ربّ صراطِ مستقیم پہ ہے"

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ (الانعام - ۱۵۴)

بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے، اس پر چلو۔

صراطِ مستقیم سے مراد اسلام ہے جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا اور کیونکہ صراطِ مستقیم صرف ایک ہے لہٰذا اسلام بھی صرف ایک ہے، اس اسلام یا صراطِ مستقیم سے جو لوگ اِدھر اُدھر نکل گئے ان کے راستے اسلام نہیں ہو سکتے۔ ایک تو اس لئے کہ اسلام کئی نہیں ہو سکتے دوسرے اس لئے کہ حدیث بالا کے مطابق یہ شیطانی راستے ہیں اور شیطانی راستے کبھی بھی اسلام نہیں ہو سکتے۔

مندرجہ بالا مباحث سے ثابت ہوا کہ فرقہ فرقہ ہو جانا شیطانی کام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی شکل سے ظاہر ہے کہ جو شخص بھی ان شیطانی راستوں میں سے کسی راستہ پر چلیگا وہ جتنا آگے جائے گا صراطِ مستقیم سے دور ہوتا چلا جائے گا، صراطِ مستقیم کی طرف واپس لوٹنے کے لئے اُسے ایسے راستے تلاش کرنے پڑیں گے جو صراطِ مستقیم تک پہنچا دیں اور ایسے راستے جدّوجہد، پُرخلوص جستجو اور صحیح ایمان سے ملتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (العنکبوت - ۶۹)

جو لوگ ہمارے (راستہ) میں جدّوجہد کریں گے ہم ضرور ان کو اپنے راستے بتا دیں گے اور بے شک اللہ نیک لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ یعنی صراطِ مستقیم کے لئے جدّوجہد ضروری ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ○ یَھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ (المآئدۃ-۱۵ و ۱۶)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی روشن کتاب آچکی ہے، اس کتاب کے ذریعہ اللہ ان لوگوں کو جو اللہ کی رضا کے طلبگار ہوتے ہیں سلامتی کے راستوں پر چلاتا ہے، اور (اس طرح) ان کو اپنے اذن سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے اور ان کو صراطِ مستقیم تک پہنچا دیتا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (الحج - ۵۴)

بے شک اللہ ایمان والوں کو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ایمان لے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضاء کے طلب گار رہوتے ہیں اور پھر صراطِ مستقیم کے لئے جدّوجہد، سعی و کوشش بھی کرتے ہیں ' انہیں اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم کی طرف لے جانے والے راستوں کی ہدایت کر دیتا ہے اور انہیں صراطِ مستقیم پر لے آتا ہے۔

صراطِ مستقیم ایک ہے ، جو لوگ صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں لیکن انہیں صراطِ مستقیم کی طلب صادق ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے لئے سلامتی کے راستے یعنی ایسے ذرائع پیدا کر دیتا ہے جن سے وہ صراطِ مستقیم تک پہنچ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ صراطِ مستقیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ (النحل - ۹)

اللہ تک صرف سیدھا راستہ پہنچتا ہے اور اس (سیدھے راستے) سے (لوگوں نے کچھ) ٹیڑھے راستے (نکال لئے) ہیں (وہ اللہ تک نہیں پہنچتے)

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ بالکل سیدھا ہے۔ اس راستہ میں کجی پیدا کرنا مؤمنین کا شیوہ نہیں ہو سکتا، یہ تو کافروں کا شیوہ ہے کہ وہ صراطِ مستقیم میں کجی پیدا کرنے کی جستجو میں لگے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ○ اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ م بَعِيْدٍ ○ (ابراھیم - ۲ و ۳)

کافروں کے لئے سخت عذاب کے باعث بڑی خرابی ہے (یہ وہ لوگ ہیں) جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی سے محبت کرتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی کے متلاشی رہتے ہیں (تاکہ لوگوں کو اصل راستہ سے ہٹا کر ٹیڑھے راستہ پہ لگا دیں)۔ ایسے لوگ شدید قسم کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

صراطِ مستقیم کے بنیادی اصول

صراطِ مستقیم کی تعریف اللہ تعالیٰ نے مختلف الفاظ میں فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

(آل عمران - ۱۰۱)

جس نے اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا (یعنی اللہ کی توحید اور اس کے دین پر قائم رہا) اس کو صراطِ مستقیم کی ہدایت مل گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○

(آل عمران - ۵۱)

اللہ کی عبادت کرتے رہو، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○

(یٰسٓ - ۶۱)

میری عبادت کرتے رہو، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○

(الزخرف - ۶۱)

(اے رسول، کہدیجئے) میری پیروی کرو، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ دِيْنًا قِيَمًا

(الانعام - ۱۶۱)

(اے رسول کہدیجئے) بے شک میرے رب نے مجھے صراطِ مستقیم کی ہدایت کردی ہے یعنی سیدھے دین کی۔

الغرض اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑنا، اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کی پیروی کرنا صراطِ مستقیم ہے۔

صراطِ مستقیم، اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (الشوریٰ - ۵۲ و ۵۳)

(اے رسول) بے شک آپ صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں، (یہ اس) اللہ کا راستہ ہے جو آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کا مالک ہے۔

خلاصہ صراطِ مستقیم سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ سیدھا اور صاف راستہ ہے جسے دینِ اسلام کہتے ہیں اور "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" اس استقامت والے راستہ پر استقامت کی دعاء ہے، یعنی اے اللہ ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن رکھ، کہیں ہم تھک کر نہ بیٹھ جائیں، راستہ میں ہم کہیں ڈگمگا نہ جائیں، کہیں اِدھر اُدھر

نہ بھٹک جائیں، ہمیں شیطان کے رستوں سے بچا اور خیریت اور ایمان کی عافیت کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچا۔

یہ کامیابی بغیر اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ صراطِ مستقیم پہ ہوتے ہیں وہ بھی استقامت کی دعاء کرتے رہتے ہیں حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ کے آخری مقدّس رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی دعا کرتے تھے حالانکہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ:۔

اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (الزخرف ۔ ۴۳) (اے رسول) بے شک آپ صراطِ مستقیم پر ہیں۔

عمل

اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنے اور منزلِ مقصود تک پہنچانے کی دُعاء کرتے رہیئے۔ صراطِ مستقیم کو ہرگز نہ چھوڑیئے۔ استقامت سے اس پر جمے رہیئے۔ صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر دوسرے راستے اختیار نہ کیجئے۔ فرقہ بندی سے بچیئے، فرقہ وارانہ مذاہب سے پرہیز کیجئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دینے والے راستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ ایک ہے، کئی نہیں۔ لہٰذا ان متفرق راستوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے نہ سمجھیئے، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا صرف ایک راستہ ہے۔ اس سے الگ ہونے کا خیال تک دل میں نہ لائیے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے پکڑے رہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً صراطِ مستقیم پر تھے لہٰذا ان کے نقشِ قدم پر چلتے رہیئے، ان کی پیروی کیجئے، انشاءاللہ آپ منزلِ مقصود پر پہنچ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (الاعراف، ۱۵۸) رسول کی پیروی کرو، تاکہ تم صحیح راستہ پر چل کر منزلِ مقصود پر پہنچ جاؤ۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ⑥

ترجمہ ان لوگوں کے راستہ پر ہمیں چلا جن پر تو نے انعام کیا۔

معانی ومصادر اَنْعَمَ ، يُنْعِمُ ، اِنْعَامٌ (باب افعال) انعام کرنا، نعمت دینا، فضل وکرم کرنا، احسان کرنا۔

تفسیر

گذشتہ آیت اور اس آیت کو ملا کر معنیٰ یہ ہوئے کہ (اے اللہ) ہم کو صراطِ مستقیم پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچا دے یعنی اُس صراطِ مستقیم پر جس پر وہ لوگ چلتے رہے جن پر تو نے اپنا فضل وکرم کیا تھا۔

جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم کیا تھا وہ چار قسم کے لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ (النسآء - ٦٩)

جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کی رفاقت اور معیّت میں ہوں گے جن پر اللہ نے (اپنا) فضل وکرم کیا تھا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور ان لوگوں کی رفاقت ومعیّت بہت ہی اچھی چیز ہے۔

جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے، دین اسلام ہے تو پھر یہ بات غور طلب ہے کہ اس راستہ کی نسبت انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی طرف کرنے میں کیا مصلحت ہے۔

مزید برآں جب ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کر رہے ہیں کہ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا تو آخر اللہ تعالیٰ کے لئے وضاحت کی کیا ضرورت ہے، کیا اللہ تعالیٰ بھی ہماری طرح وضاحت کا محتاج ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نسبت ہمارے لئے ایک قسم کا سبق ہے، ہمیں اس بات کا علم ویقین ہو جائے کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہمیشہ صراطِ مستقیم یعنی اسلام پر چلتے رہے اور صراطِ مستقیم پر چلنا ہی ان کے لئے باعثِ انعام واکرام ہوا - اگر ہم بھی اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام چاہتے ہیں تو ہمیں بھی صراطِ مستقیم پر چلنا ہوگا یعنی اسلام پر عمل کرنا ہوگا، دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص صراطِ مستقیم پر نہیں چلتا وہ انعام

الٰہی سے محروم رہتا ہے، وہ نہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن سکتا ہے اور نہ ولی۔

عمل

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا راستہ صراط مستقیم تھا، آپ بھی صراطِ مستقیم پر چلتے رہیئے۔ مختلف فرقوں نے صراطِ مستقیم سے الگ ہو کر جو راستے اور مذاہب بنا لئے ہیں ان سے دُور رہیئے، نہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے ان راستوں پر چلے اور نہ آپ ان راستوں پر چلیئے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ⑦

ترجمہ ان لوگوں کے راستہ پر نہ (چلا) جن پر غضب کیا گیا اور جو گمراہ ہیں۔

معانی ومصادر غَضِبَ ، يَغْضَبُ ، غَضَبٌ ومَغْضَبَةٌ ، (س) غصّہ کرنا، کسی سے بغض رکھ کر اُس سے انتقام کی خواہش کرنا۔

ضَلَّ ، يَضِلُّ ، ضَلَالٌ ، ضَلَالَةٌ (ض) گمراہ ہونا، راہِ حق سے ہٹ جانا، بھول جانا، ضائع ہونا، تلف ہوجانا، مرکر مٹّی میں مِل جانا۔

تفسیر

دنیا میں بہت سی قومیں ایسی گذری ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا اور وہ قہرِ الٰہی میں گرفتار ہوئیں مثلاً قومِ عاد کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ (الاعراف - ۷۰)

ہود (علیہ السّلام) نے کہا "(اے قوم) تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب مقرر ہوچکا ہے"۔

بہت سی قومیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے سے بھٹک گئیں اور گمراہ ہوگئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت - ۷۱)

ان سے پیشتر بھی بہت سے لوگ گمراہ ہوچکے ہیں۔

"غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم عمومی حیثیت سے تمام مغضوب اور گمراہ قوموں کے راستہ سے بچنے کی دعا کریں لیکن خصوصیت کے ساتھ جن قوموں کی طرف اشارہ ہے وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔

مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ سے مراد خاص طور پر یہودی ہیں اس لئے کہ قرآن مجید میں بار بار اُن پر

غضب نازل ہونے کا ذکر ملتا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (البقرۃ - ۶۱)

بنی اسرائیل پر ذلّت اور غربت مسلّط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ (البقرۃ - ۹۰)

بنی اسرائیل غضب بالائے غضب میں گرفتار ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (آل عمران - ۱۱۲)

بنی اسرائیل جہاں کہیں بھی ہوں ذلّت اور رسوائی میں گرفتار رہیں گے سوائے اس صورت کے کہ وہ اللہ کی یا لوگوں کی پناہ میں آجائیں، یہ لوگ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔

"ضَآلِّيْنَ" سے خاص طور پہ عیسائی مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝ (المآئدۃ، ۷۷)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب (یعنی اے نصاریٰ) اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور اس قوم کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو (تم سے) پہلے خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت سوں کو گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔

اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ عیسائیوں کی گمراہی کا واضح بیان ہے۔ حدیث میں بھی اس آیت کی وضاحت ملتی ہے کہ مغضوب یہودی ہیں اور گمراہ عیسائی ہیں۔

ایک شخص نے کہا:-

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَآءِ؟ قَالَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَاَشَارَ اِلَى الْيَهُوْدِ، فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَآءِ قَالَ هٰؤُلَآءِ الضَّآلُّوْنَ يعنى النَّصَارٰى۔ (رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح بلوغ الامانی جزء ۱۸ ص ۶۸ - سندہ صحیح)

"اے اللہ کے رسولؐ، یہ کون لوگ ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مغضوب علیہم" پھر یہود کی طرف آپؐ نے اشارہ فرمایا۔ اس شخص نے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "یہ گمراہ لوگ"، نصاریٰ ہیں۔

نزولِ قرآن مجید کے زمانہ میں یہود و نصاریٰ یہی دو قومیں تھیں جو ترقی یافتہ شمار کی جاتی تھیں، اور یہ

انسان کی فطرت ہے کہ وہ ان لوگوں کی نقالی کرتا ہے جو دنیوی لحاظ سے اس سے بہتر ہوتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اشارۃً ان دونوں قوموں کی نقالی سے منع فرمادیا اور حکم دیدیا کہ ان دونوں قوموں کی نقالی سے بچنے کی توفیق طلب کیا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک پیشین گوئی کرتے ہوئے اشارۃً ان دونوں کی نقالی سے منع فرمادیا تھا (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَتَتْبَعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ۔

تم ضرور ان لوگوں کی پیروی کروگے، بالشت بہ بالشت اور دست بہ دست (یعنی ان کے قدم بہ قدم چلوگے) حتّٰی کہ اگر وہ سانڈھے کے بل میں گھس جائیں گے تو تم بھی اس میں گھس جاؤ گے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا:۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى؟

اے اللہ کے رسول، کیا ان لوگوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فَمَنْ؟ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ماذکر عن بنی اسرائیل جزء ۴ ص۲۰۶)

اور کون؟

عمل

مغضوب اور گمراہ قوموں کے راستہ سے بچیے، دل سے دُعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے راستہ سے بچائے، ان کی مخالفت کو اپنا شعار بنائیے تاکہ آپ احساس کمتری میں گرفتار نہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمادیا:۔

اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى لَا يَصْبُغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ماذکر عن بنی اسرائیل جزء ۴ ص۲۰۷ وصحیح مسلم کتاب اللباس جزء ۲ ص۲۴۴)

بے شک یہود و نصاریٰ (بالوں کو) نہیں رنگتے، تم ان کی مخالفت کیا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ترقی یافتہ قوموں کی مخالفت میں اتنی شدّت اختیار کی کہ آخر یہودیوں کو کہنا پڑا:۔

مَا يُرِيْدُ هٰذَا الرَّجُلُ اَنْ يَدَعَ مِنْ اَمْرِنَا شَيْئًا اِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ (صحیح مسلم، کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجہا جزء اوّل ص۱۳۹)

اس شخص نے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) تو یہ تہیہ کرلیا ہے کہ ہر کام میں ہماری مخالفت کرے۔

اے ایمان والو! اگر آپ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں تو دوسری قوموں

کی اتنی شدّت سے مخالفت کیجئے جتنی شدّت سے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مخالفت کرتے تھے۔

سورۃ فاتحہ اور عمل

① نماز میں سورۃ فاتحہ تلاوت کیجئے۔

صحیح مسلم کے حوالہ سے صـ۱۸ پر یہ گذر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ کو صلوٰۃ (یعنی نماز) کا نام دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ نماز کا جزو اعظم ہے اور اس کا نماز میں پڑھنا بہت ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔ (صحیح بخاری کتاب الصّلوٰۃ باب وجوب القراءۃ لِلْاِمام و المامومِ جزء اوّل، صـ۱۹۲ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ جزء اوّل صـ۱۶۷)

جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

② ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ تلاوت کیجئے۔

حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں :-

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَأُ فِی الظُّھْرِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَ سُوْرَتَیْنِ وَفِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ۔ (صحیح بخاری کتاب الصّلوٰۃ باب یقرأ فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب جزء اوّل صـ۱۹۷)

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو میں سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

③ امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ تلاوت کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں سے فرمایا:-

لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهٗ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا (رواہ ابوداؤد جلد اوّل صـ۱۲۶، والبیہقی وغیرھما وسندہ صحیح ۔ کتاب القراءۃ للبیہقی صـ۴۳ وتعلیقات احمد محمد شاکر علی الترمذی)

(امام کے پیچھے) کچھ نہ پڑھا کرو سوائے سورۂ فاتحہ کے اس لئے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

امام جب بلند آواز سے قرأت کرے تو آپ غور سے سنتے رہیئے اور خاموش رہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا۔ (الاعراف ۔ ۲۰۴)

جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے غور سے سُنو اور خاموش رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا۔ (صحیح مُسلم کتاب الصلوٰۃ باب التشہد فی الصلوٰۃ عن ابی موسیٰؓ جزء اول صـ۱۷۳)

جب امام پڑھے تو خاموش رہو۔

جب آپ امام کے پیچھے نماز پڑھیں تو امام کے سکتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھا کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں:۔

كَانُوْا يَقْرَءُوْنَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْصَتَ فَاِذَا قَرَأَ لَمْ يَقْرَءُوْا وَاِذَا اَنْصَتَ قَرَءُوْا (کتاب القراءۃ للبیہقی صـ۶۹ وسندہ صحیح۔ کتاب القرءۃ للبیہقی صـ۵۵)

صحابہؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس وقت پڑھتے تھے جب آپؐ سکتہ کرتے، پھر جب آپؐ پڑھتے تو صحابہؓ کچھ نہیں پڑھتے تھے، پھر جب آپؐ سکتہ کرتے تو صحابہؓ پڑھتے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کو دو سکتے کرنے چاہئیں تاکہ مقتدی ان سکتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھ سکیں۔

(۶) جب آپ امامت کریں تو دو سکتے کیجئے، ایک سکتہ شروع نماز میں اور ایک سکتہ رکوع سے پہلے۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں:۔

اِنَّهٗ كَانَ يَسْكُتُ سَكْتَتَيْنِ اِذَا اسْتَفْتَحَ وَاِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ كُلِّهَا۔ (رواہ ابوداؤد جلد اوّل ص۱۲۱ والترمذی وسندہٗ صحیح۔ تعلیقات احمد محمد شاکر علی الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتے کیا کرتے تھے، ایک اس وقت جب آپ نماز شروع کرتے اور ایک اس وقت جب آپ پوری قرأت سے فارغ ہوتے۔

(۷) جنازہ کی نماز میں بھی سورۃ فاتحہ پڑھا کیجئے۔

حضرت طلحہؒ کہتے ہیں:۔

صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ لِيَعْلَمُوْا اَنَّهَا سُنَّةٌ (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قراءۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ جز ۲ ص۱۱۲)

میں نے ابن عباسؓ کے پیچھے جنازہ کی نماز پڑھی، انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھی پھر فرمایا (میں نے بلند آواز سے اس لئے پڑھی) تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس کا پڑھنا سنّت ہے۔

(۸) جب آپ سورۃ فاتحہ پڑھیں تو اس کے آخر میں "آمین" کہا کیجئے، اگر بلند آواز سے قرأت کریں تو بلند آواز سے آمین کہئے۔

حضرت وائل کہتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَأَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التامین وراء الامام جلد اوّل ص۱۴۲، و سندہٗ صحیح۔ مرعاۃ جلد ثانی ص۳۹۰ و دارقطنی جلد اوّل ص۱۲۵ و بلوغ الامانی جز ۳ ص۲۰۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھتے تو آمین کہتے اور اس کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کرتے۔

⑨ اگر آپ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو جب امام آمین کہے تو آپ بھی آمین کہیئے۔

حضرت نعیمؒ کہتے ہیں:۔

صَلَّیْتُ وَرَاءَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ حَتّٰی إِذَا بَلَغَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقَالَ اٰمِیْنَ فَقَالَ النَّاسُ اٰمِیْنَ.... وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ إِنِّیْ لَاَشْبَهُکُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (نسائی کتاب الصلوۃ باب قراءۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جلد اوّل ص۱۰۵ وسندہ صحیح۔ نیل الاوطار جزء ۲ ص۱۶۹، دار قطنی جلد اول ص۱۱۵)

میں نے ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی، پھر سورۃ فاتحہ پڑھی، پھر جب وہ "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" پر پہنچے تو آمین کہی پھر لوگوں نے بھی آمین کہی،.... پھر جب انہوں نے سلام پھیرا تو فرمایا "قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نماز کے معاملہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ فَإِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِکَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ فِی السَّمَآءِ اٰمِیْنَ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل التامین و باب جہر الماموم بالتامین جزء اوّل ص۱۹۸ و کتاب الدعوات باب التامین جزء ۸ ص۱۰۶ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التسمیع و التحمید و التامین جزء اوّل ص۱۷۵)

جب امام "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کہے تو تم آمین کہو اس لئے کہ فرشتے بھی آسمان پہ آمین کہتے ہیں، پس جس کے قول کی موافقت فرشتوں کے قول سے ہو جائے گی اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

⑩ امام کی آمین سے پہلے آمین نہ کہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب جھر الامام بالتامین جزء اول ص۱۹۸ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التسمیع و التحمید و التامین جزء اول ص۱۷۴)

جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔

مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب امام وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہہ کر آمین کہے تو مقتدیوں کو بھی اس کے ساتھ آمین کہنی چاہیئے۔

⑪ سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت ہر آیت پر رُکیئے۔

حضرت ام سلمہ رضؓ فرماتی ہیں:۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ یُقَطِّعُ قِرَاءَتَہٗ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَبِیْ دَاؤُدَ، یُقَطِّعُ قِرَاءَتَہٗ اٰیَۃً اٰیَۃً) یَقْرَأُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ثُمَّ یَقِفُ ثُمَّ یَقْرَأُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ثُمَّ یَقِفُ (ترمذی ابواب القراءات جزء ۲، ص۱۳۱ و ابوداؤد کتاب الحروف والقراءات جزء ۲ ص۲، واللفظ للترمذی وسندہ صحیح مرعاۃ جزء ۴ ص۳۷۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرأت کو ہر آیت پر قطع کرتے تھے۔ آپ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھتے پھر رُک جاتے، پھر آپ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے، پھر رُک جاتے۔

سورۃ البقرۃ

فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ تُقْرَأُ فِیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ (صحیح مسلم کتاب الصّلوٰۃ باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہٖ۔ جزء اوّل ص۲۱۳)

بے شک شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اِقْرَأُوا الزَّهْرَاوَیْنِ الْبَقَرَةَ وَسُوْرَةَ آلِ عِمْرَانَ فَاِنَّهُمَا تَاْتِیَانِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَیْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا اِقْرَأُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا تَسْتَطِیْعُهَا الْبَطَلَةُ (صحیح مسلم کتاب الصّلوٰۃ باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ جزء اوّل ص۳۲۱)

دو جگمگانے والی سورتیں یعنی بقرہ اور آل عمران پڑھا کرو کیونکہ وہ دونوں قیامت کے دن ایسی حالت میں آئیں گی گویا وہ دو بادل ہیں یا دو سائبان ہیں یا صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہیں، وہ اپنے اصحاب کی طرف سے حجت پیش کریں گی۔ سورۂ بقرہ پڑھا کرو اس لئے کہ اس کا حاصل کرنا برکت ہے، اس کا چھوڑ دینا حسرت ہے اور (یہ ایسی سورت ہے کہ) جادوگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

حضرت نواس بن سمعانؓ کہتے ہیں :-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُؤْتٰی بِالْقُرْاٰنِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَهْلُهُ الَّذِیْنَ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بِهٖ تَقْدُمُهُ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلِ عِمْرَانَ وَضَرَبَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَمْثَالٍ مَا نَسِیْتُهُنَّ بَعْدُ قَالَ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَیْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ كَاَنَّهُمَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن قرآن کو اور قرآن والوں کو جو اُس پر عمل کرتے تھے لایا جائے گا، سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران قرآن کے آگے آگے ہوں گی، (پھر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کی تین مثالیں دیں، میں ان مثالوں کو اس وقت سے کبھی نہیں بھولا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا کہ وہ

حِزْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا (صحیح مسلم کتاب الصّلوٰۃ باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ جزء اوّل ص۳۲۲)

دو بادل ہیں یا دو سیاہ سائبان ہیں بن کے درمیان خوب روشنی ہو رہی ہے یا قطار باندھے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہیں، یہ دونوں سورتیں اپنے اصحاب کے لئے حجت پیش کریں گی (یعنی جو لوگ ان پر عمل کرتے تھے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کریں گی)۔

نام

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ اس سورت کا نام البقرۃ ہے۔

زمانۂ نزول

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ فرماتی ہیں:۔

مَا نَزَلَتْ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَالنِّسَآءِ اِلَّا وَاَنَا عِنْدَهٗ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تألیف القرآن جزء ۶ ص۲۲۸)

سورۂ بقرہ اور سورۂ النساء اس زمانہ میں نازل ہوئیں جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی (یعنی وداع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آچکی تھی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سورت مدینہ منوّرہ میں نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

ترجمہ بے حد مہربان اور بہت رحم کرنے والے اللہ کے نام کے ساتھ

الٓمّٓ ①

تفسیر

الٓمّٓ میں تین حروف ہیں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَّالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ وَّلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَّلَامٌ حَرْفٌ وَّمِيْمٌ حَرْفٌ - (رواہ الترمذی فی ابواب فضائل القرآن باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن مالہ من الاجر وصححہ جلد۲ ص۱۰۹)

جو شخص اللہ کی کتاب میں سے ایک حرف پڑھے تو اس کے لئے ایک نیکی (لکھی جاتی) ہے اور ہر نیکی کا اجر اس کا دس گنا ہوتا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

بعض سورتوں کے شروع میں اس قسم کے حروف آتے ہیں، ان حروف کو حروفِ مقطّعات کہتے ہیں۔ مقطّعات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حروف عام عبارت سے قطع کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان حروف کی کُل تعداد جو مقطعات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ۱۴ ہے۔ وہ حروف یہ ہیں :-

ا، ح، ر، س، ص، ط، ع، ق، ك، ل، م، ن، ہ، ی -

ان میں سے بعض حروف ایک ہی مرتبہ آئے ہیں، بعض حروف ایک مرتبہ سے زیادہ استعمال ہوئے ہیں۔

حروفِ مقطّعات کے معانی و مقاصد کا علم صرف اللہ علّام الغیوب کو ہے۔

ان حروف سے ایمان بالرّسول کی جانچ ہوتی ہے - جو شخص ایمان لاتا ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں وہی درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور جو شخص ان کے معانی و مقاصد کا علم نہ ہونے کی وجہ سے اُن کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتا ہے۔ ایمان بالرسول کا تقاضا یہ ہے کہ رسولؐ کی بات ہر حال میں مانی جائے خواہ اس کے معانی و مقاصد سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں، اگر کوئی شخص معانی و مقاصد سمجھنے کے بعد رسول کی بات

مانے تو پھر اس شخص کے ایمان کو ایمان بالعقل تو کہہ سکتے ہیں، ایمان بالرسول نہیں کہہ سکتے،
جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اس وقت مانے کہ اس کی عقل میں آجائے تو ایسا
شخص یقیناً کافر ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٢

ترجمہ (یہ) وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں، یہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے ۝٢

معانی ومصادر (کتاب) کَتَبَ ، یَکْتُبُ ، کِتَابٌ وکِتْبَةٌ وکِتَابَةٌ (ن) لکھنا، حکم دینا، فرض کر دینا۔

کتاب مصدر بھی ہے اور ہر لکھی ہوئی چیز کو بھی کتاب کہتے ہیں۔ اس کے معانی ہیں: مکتوب، صحیفہ، حکم اور فرض۔

(رَیْب) رَابَ ، یَرِیْبُ ، رَیْبٌ (ض) شک میں ڈالنا۔ [رَیْبٌ :۔ شک، شبہ، گمان، حاجت]

(هُدًى) هَدٰی ، یَهْدِیْ ، هَدْیٌ وهُدًى وهِدْیَةٌ وهِدَایَةٌ (ض) راستہ بتانا، راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچانا۔

(مُتَّقِیْن) اِتَّقٰی ، یَتَّقِیْ ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا، بچنا، متقی ہو جانا۔

تقویٰ، اتّقاء سے اسم ہے اور اتّقاء سے اسم فاعل مُتَّقِی ہے جس کے معنیٰ ہیں: تقویٰ والا، ڈرنے والا یا ہر اس چیز سے بچنے والا جس سے کسی قسم کا اندیشہ ہو۔ اس کا مادّہ وق ی ہے۔

تفسیر

آیت مذکورہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ "یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، یہ کتاب متقیوں (ڈرنے والوں) کے لئے ہدایت ہے"

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اللہ ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے، اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (الٓمّٓ السجدۃ-٢)

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نزول ربّ العالمین کی طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (یونس - ۳۷)

یہ قرآن ایسی چیز نہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اس کو بنا سکے بلکہ یہ تو پہلے آنے والی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، شریعت الٰہیہ (کے مسائل) کو علیٰحدہ علیٰحدہ بیان کرتا ہے، اس کے ربّ العالمین کی طرف سے نازل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

ہدایت اور متقین

ہدایت کے دو معنیٰ ہیں۔ (۱) راستہ بتانا۔ (۲) راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچا دینا، (ہدایت کے ان دو معنوں کی تفصیل کے لئے سورۂ فاتحہ کی آیت ۵ کی تفسیر صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

"هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" میں ہدایت کے دوسرے معنیٰ مراد ہیں، یعنی یہ کتاب ڈرنے والوں کو سیدھے راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچا دیتی ہے۔

سیدھا راستہ بتانے کے لحاظ سے قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے خواہ وہ ڈرنے والے ہوں یا نہ ڈرنے والے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ (البقرۃ - ۱۸۵)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا، جو تمام لوگوں کو سیدھا راستہ بتاتا ہے۔

لیکن سیدھے راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لحاظ سے قرآن مجید صرف ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ (آل عمران ۱۳۸)

یہ (قرآن) لوگوں کے لئے بیان ہے (یعنی ہدایت کے راستہ کو واضح کرتا ہے) اور متقیوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے (یعنی متقی لوگ ہی اس سے ہدایت اور نصیحت حاصل کرتے ہیں)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ (الحاقّۃ - ۴۸)

بے شک یہ (قرآن) متقیوں یعنی ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید تمام لوگوں کو صحیح راستہ پر چلا کر منزل مقصود تک کیوں نہیں پہنچاتا، ڈرنے والے تو خود ہی سیدھے راستے پر آجاتے ہیں، ان کو سیدھے راستے پر چلانا قابلِ فہم ہے۔ سیدھے راستہ پر تو ان لوگوں کو چلانا چاہیئے جو سیدھے راستہ پر نہیں ہیں۔

اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ ہے کہ ڈر کے بغیر کسی خطرہ سے بچنا تقریباً ناممکن ہے، اس کو مندرجہ ذیل مثالوں سے سمجھیئے۔

پہلی مثال فرض کیجئے ایک مسافر سفر کر رہا ہے، اس کے لئے منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ بے خطر اور دوسرا پُرخطر ہے۔ بے خطر راستہ سلامتی کا راستہ ہے۔ اس راستہ پر کسی شیر وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں، برخلاف اس کے پُرخطر راستہ پر شیر بیٹھا ہوا ہے یا اس کے بیٹھا ہوا ہونے کا احتمال ہے تو اگر وہ مسافر ذی عقل ہے اور وہ شیر سے ڈرتا ہے تو کبھی اس راستہ سے نہیں جائے گا جس پر شیر بیٹھا ہوا ہے یا شیر کے بیٹھا ہوا ہونے کا احتمال ہے یعنی شیر کا اُس راستہ پر ہونا یقینی ہو یا مشکوک ہر حالت میں شیر سے ڈرنے والا اس راستہ کو اختیار نہیں کرے گا، اس راستہ سے بچکر وہ سلامتی کا راستہ اختیار کرے گا خواہ وہ راستہ دشوار گذار ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر وہ شخص شیر سے نہیں ڈرتا تو وہ پُرخطر راستے پر چلا جائے گا اور شیر کا نوالہ بن جائے گا۔ بالکل اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ کبھی اس راستہ کو اختیار نہیں کرے گا جس پر چل کر وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو جائے اور پھر سخت ترین عذاب میں مبتلا ہو جائے، بلکہ وہ تو ایسا راستہ بھی اختیار نہیں کرے گا جس پر چل کر اللہ تعالیٰ کی خفگی کا احتمال ہو، یعنی وہ ایسا کوئی کام نہیں کرے گا جس کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ناراض ہونا یقینی ہو یا اللہ تبارک و تعالیٰ کے ناراض ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ ڈرنے والا وہی کہلائے گا جو صرف ان چیزوں ہی کو نہ چھوڑے جن کا حرام ہونا یقینی ہے بلکہ ان چیزوں کو بھی چھوڑ دے جن کا حرام ہونا یقینی نہیں مشکوک ہو اور اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہی نہیں تو وہ ایسے کام کر بیٹھے گا جن کا نتیجہ سوائے عذابِ الٰہی کے اور کچھ نہیں۔

دوسری مثال اگر کوئی شخص زہر کی تاثیر سے نہ ڈرے تو یقیناً وہ زہر کھا کر اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا لیکن جو شخص زہر کی تاثیر سے ڈرتا ہے وہ زہر کبھی نہیں کھائے گا بلکہ اگر اس کے ہاتھ میں دو پڑیاں ہوں، ایک شکر کی اور ایک زہر کی اور اُسے یہ نہ معلوم ہو کہ شکر کی پڑیا کون سی ہے تو وہ دونوں پڑیاں پھینک دے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے شکر کی پڑیا کیوں پھینکی؟ کیا محض اس لئے نہیں کہ

کسی خاص پڑیا کا شکر کی پڑیا ہونے کا یقین نہیں، اس کے زہر ہونے کا شبہ ہے، وہ ایک بے خطر پڑیا کو بھی پُرخطر ہونے کے شک میں پھینک دیتا ہے، یہ درحقیقت اس کے زہر سے ڈرنے کا تقاضا ہے اور یہ ڈر اس کو ہلاکت سے بچا لیتا ہے۔

بالکل اسی طرح جو شخص صحیح معنوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ ایسا کام ہرگز نہیں کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کا یقین ہے بلکہ وہ تو ایسا کام بھی نہیں کرے گا جس کے کرنے کی وجہ سے اُسے شک ہو کہ کہیں اللہ عزّ وجلّ ناراض نہ ہو جائے جس طرح شکر کی پڑیا کا زہر ہونا یقینی نہیں، محض شک ہے پھر بھی وہ شخص شکر کی پڑیا کو پھینک دیتا ہے اور زہر کے شبہ میں زہر سے ڈر کر اپنے آپ کو ہلاکت سے بچا لیتا ہے، بالکل اسی طرح صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا کبھی ایسا کام نہیں کریگا جس کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو صرف شک ہو۔

مندرجہ بالا مثالوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرنے والا یعنی متّقی وہ شخص ہے جو نہ صرف حرام چیزوں کو چھوڑ دے بلکہ ان چیزوں کو بھی چھوڑ دے جن کا حرام ہونا یقینی نہیں، مشکوک ہو اور جب تک کوئی شخص شک و شبہ والی چیزوں کو نہیں چھوڑتا متّقی نہیں کہلا سکتا اور نہ وہ اپنے دین کو محفوظ رکھ کر نجات حاصل کر سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَّبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَّا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَّقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَّرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَهٗ اَلَا وَ اِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا اِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ مَحَارِمُهٗ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب فضل مَنِ استبرأ لدینہٖ جزء اوّل ص۲۰، وصحیح مسلم کتاب البیوع باب اخذ الحلال و ترک الشبہات جزء اول ص۶۹۷)

حلال ظاہر ہے، حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے، تو جس نے اپنے آپ کو شبہ والی چیزوں سے بچا لیا اُس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیا اور جو مشکوک چیزوں میں جا پڑا وہ اس چرواہے کی مثل ہے جو (شاہی) چراگاہ کے گرد (اپنے مویشی کو) چرائے تو وہ عنقریب (شاہی چراگاہ میں) اپنے مویشی کو داخل کر دے گا۔ خبردار ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کی زمین میں اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص مشکوک چیزوں سے نہیں بچتا وہ اپنے دین کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔

قرآن مجید ڈرنے والوں کو راہ راست پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچا دیتا ہے اور جو لوگ ڈرتے نہیں پہلے انہیں ڈراتا ہے، اُن میں ڈر پیدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ○

(الاحقاف - ۱۲)

یہ کتاب (اگلی کتابوں کی) تصدیق کرتی ہے (اور) عربی زبان (میں نازل ہوئی ہے) تاکہ ظلم (اور زیادتی) کرنیوالوں کو ڈرائے اور نیکی کرنیوالوں کو خوشخبری سنائے۔

الغرض جو لوگ اللہ عزّوجلّ سے نہیں ڈرتے ان کے لئے یہ کتاب دو کام انجام دیتی ہے۔

(۱) ان کو ڈراتی ہے اور

(۲) سیدھا راستہ بتاتی ہے۔

پھر جب لوگ ڈرنے لگتے ہیں تو انہیں سیدھے راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچا دیتی ہے، گویا اس کتاب کا نزول، بدکار ہو یا نیکوکار، ہر ایک کے لئے مفید ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳
وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ
مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ
هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴

ترجمہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں ۝۳ اور جو اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل ہوئی اور (اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں) جو آپ سے پہلے نازل ہوئی اور جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں ۝۴

معانی ومصادر (يُؤْمِنُوْنَ) اٰمَنَ يُؤْمِنُ اِيْمَانٌ (باب افعال) یقین کرنا، تصدیق کرنا، ایمان لانا، امن دینا۔

(غَيْب) غَابَ، يَغِيْبُ، غَيْبٌ و غِيَابٌ و غُيُوْبٌ و مَغِيْبٌ و غَيْبَةٌ (ض) غائب ہونا، پوشیدہ ہونا، حاضر نہ ہونا۔

غَيْب = پوشیدہ چیز، جمع غِيَابٌ و غُيُوْبٌ۔

(يُقِيْمُوْنَ) اَقَامَ، يُقِيْمُ، اِقَامَةٌ (باب افعال) کھڑا کرنا، سیدھا کردینا، ہمیشہ کرنا، قائم کرنا، پورا کرنا۔ اس کا مادّہ ق، و، م ہے۔

(رَزَقْنَا) رَزَقَ، يَرْزُقُ، رُزْقٌ (ن) دینا، رزق پہنچانا

(یُنْفِقُوْنَ) اَنْفَقَ ، یُنْفِقُ ، اِنْفَاقٌ (باب افعال) خرچ کرنا۔
(اُنْزِلَ) اَنْزَلَ ، یُنْزِلُ ، اِنْزَالٌ (باب افعال) اتارنا ، مہمانی کرنا ۔
اٰخِرَۃ ۔ آخر کا مؤنث ، سب سے آخر میں آنے والی ، ہمیشہ رہنے والا گھر۔
(یُوْقِنُوْنَ) اَیْقَنَ ، یُوْقِنُ ، اِیْقَانٌ (باب افعال) یقین کرنا ، جان لینا اور تحقیق کرنا ۔ اس کا مادّہ ی ، ق ، ن ہے۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی کچھ نشانیاں اور کچھ صفات ہوتی ہیں ، ان نشانیوں اور صفات سے وہ پہچانے جاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ڈرنے والوں کی بنیادی علامات اور ڈر سے پیدا ہونے والی بنیادی صفات کا تذکرہ فرمایا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ڈرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو :

(۱) غیب پر ایمان لاتے ہیں ۔
(۲) نماز قائم کرتے ہیں ۔
(۳) اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں ۔
(۴) اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ۔
(۵) اُس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نازل ہوئی اور
(۶) آخرت پر یقین رکھتے ہیں ۔

ایمان بالغیب

ایمان بالغیب سے مراد یہ ہے کہ ایسی چیزوں پر ایمان لائے جو پوشیدہ ہوں ، جن کو نہ کبھی دیکھا ہو اور نہ کبھی دنیا میں دیکھنے کا امکان ہو۔

ایمان بالغیب گویا ایمان بالرسول کی اہم علامت ہے ، جو شخص رسول کی بتائی ہوئی باتوں پر ایمان نہ لائے وہ دراصل رسولؐ کی رسالت کا منکر ہے ، اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ۔ دیکھنے کے بعد ایمان لانا تو ایمان بالمشاہدہ ہے ، نہ یہ ایمان بالغیب ہے اور نہ ایمان بالرّسول ۔ ہم نے نہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ، نہ جنّت اور اس کی نعمتوں کو دیکھا ، نہ دوزخ اور اس کے عذابات کا مشاہدہ کیا اور نہ ہم نے فرشتوں کو دیکھا تاہم ان تمام چیزوں پر ہم بغیر دیکھے ایمان لائے اور بغیر دیکھے ایمان لانا ہی ضروری ہے ، اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ — اے ایمان والو ، اللہ ایک شکار کے ذریعہ جس

مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○
(المآئدۃ - ۹۴)

کو تم اپنے ہاتھوں اور نیزوں سے حاصل کرو گے ضرور تمہاری آزمائش کرے گا تاکہ اللہ تعالیٰ (تمہارے عمل سے) یہ معلوم کرلے کہ کون اللہ سے بغیر دیکھے ڈرتا ہے، پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے (یعنی جس نے حالتِ احرام میں خشکی کا شکار کیا وہ دردناک عذاب کا مستحق ہوگا)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خوف بالغیب پر زور دیا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ○ (الانبیآء - ۴۸ و ۴۹)

ہم نے یقیناً موسیٰ اور ہارون کو حق و باطل میں تمیز کرنے والی اور متقین کے لئے روشنی اور نصیحت (والی کتاب) عطا کی تھی یعنی ان لوگوں کے لئے جو اپنے ربّ سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں اور جنہیں (آفت کی) گھڑی کا خوف دامنگیر رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ (فاطر - ۱۸)

(اے رسول) آپ تو انہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بغیر دیکھے اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ○
(یٰسٓ - ۱۱)

(اے رسول) آپ تو اُسی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمٰن سے غائبانہ ڈرے، ایسے شخص کو آپ مغفرت اور عزّت والے اجر کی خوشخبری سنا دیجئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○
(الحدید - ۲۵)

اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں زبردست قوّت ہے اور لوگوں کے لئے (بہت سے) فائدے ہیں اور یہ (اس لئے) کہ اللہ معلوم کرے کون بغیر دیکھے اس (کے دین) کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔

(یعنی اللہ کے راستہ میں کون لوہے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جنگ کرتا ہے اور کون نہیں کرتا) بے شک اللہ قوی اور غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ○ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ○

(مریم - ۶۰ و ۶۱)

مگر جو توبہ کرے، ایمان لے آئے اور عمل صالح کرے تو (ایسے) لوگ جنّت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا (یعنی) وہ ایسے باغوں میں داخل ہوں گے جو دائمی ہیں جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے ایسی حالت میں کہ انہوں نے ان باغوں کو دیکھا نہیں ہے وعدہ کیا ہے، بے شک اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

مندرجہ بالا آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بغیر دیکھے ایمان لانے اور بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے پر زور دیا ہے۔

دنیا میں بھی بہت سی چیزوں پر بغیر دیکھے یقین کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً

(۱) ایسے شہروں کے وجود پر ہم یقین رکھتے ہیں جن کو ہم نے دیکھا نہیں، دیکھنے والوں نے ہمیں بتایا اور ہم نے مان لیا، عدالتوں میں شہادت کو مان لینا بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔

(۲) بعض ایسی چیزوں پر بھی ہم یقین کرتے ہیں جن کے بتانے والوں نے خود بھی ان چیزوں کو نہیں دیکھا، مثلاً ایٹم جس کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا، پھر بھی ہم اس کے وجود پر یقین رکھتے ہیں۔

جب لوگوں کے بتانے سے ہم ایسی چیزوں کے وجود پر یقین کر لیتے ہیں جو خود بتانے والے نے نہیں دیکھیں تو پھر ایسے رسولؐ کی باتوں پر ہم ایمان بالغیب کیسے نہ لائیں جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقیقی و یقینی علم عطاء ہوا ہو، جو بہت سی چیزوں کو بچشم خود دیکھ بھی چکا ہو۔ رسول پر ایمان لانا پورے دین کی بنیاد ہے، رسول پر ایمان لاتے ہی پھر اس کی تمام باتوں پر ایمان لانا پڑتا ہے، رسول پر ایمان لانا اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ اس کی ہر بات پر ایمان لایا جائے، اس کو صحیح سمجھا جائے اور اس کی کسی بات کو غلط نہ سمجھا جائے۔ اگر رسول پر ایمان لانے کے باوجود کسی ایک بات میں بھی اس کی تکذیب کریں تو یہ ایمان نہیں کفرِ صریح ہے، ایسے آدمی کا ایمان بالرّسول کا دعویٰ صحیح نہیں بلکہ باطل ہے، فریب ہے۔

نماز قائم کرنا

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی دوسری نشانی نماز قائم کرنا ہے۔ نماز قائم کر

سے مراد یہ ہے کہ نماز کو دائمی طور پہ ادا کرتا رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ○ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ○ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ○ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ○ (المعارج - ۱۹ تا ۲۳)

بے شک انسان بہت کم حوصلہ پیدا کیا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو فوراً گھبرا جاتا ہے۔ اور جب اُسے کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے، مگر ہاں نمازی ایسے نہیں ہوتے یعنی وہ لوگ جو ہمیشہ بلا ناغہ نماز ادا کرتے رہتے ہیں۔

آگے فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ (المعارج - ۳۴)

(نمازی وہ ہیں) جو ہر نماز کی یکے بعد دیگرے حفاظت کرتے ہیں۔

آیات مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ نمازی وہ ہے جو ہمیشہ بلا ناغہ نماز ادا کرے۔ جو شخص بلا ناغہ نماز ادا نہیں کرتا وہ نمازی شمار نہیں ہوتا۔

نماز اور نماز کے اوقات و ارکان سے غفلت برتنے والا بھی نمازی نہیں کہا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ (ادءیت الذی - ۴ و ۵)

ایسے نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں۔

نماز کو پابندی سے ادا کرنا ایمان کی نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○ ..... وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ (المؤمنون - ۱ و ۲ و ۹)

مؤمنین یقیناً فلاح پائیں گے (یعنی وہ لوگ) جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں .... اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں (یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کو پابندی سے ادا کرتے ہیں)

نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار تاکید کی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ (البقرۃ ۲۳۸)

نمازوں کی محافظت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرۃ: ۴۳ و ۱۱۰ - النور - ۵۶ : یٰاَیُّهَا المزمل ۴)

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے نماز کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اگر لوگ نماز قائم نہ کریں تو ایمان لانے کے باوجود ان سے جنگ جاری رہے گی، وہ دینی بھائی تصوّر نہیں کئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (التوبۃ - ۵)

اگر مشرکین توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو پھر ان کا راستہ چھوڑ دو (یعنی جنگ بند کردو) بے شک اللہ غفور اور رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ (التوبۃ - ۱۱)

پھر اگر مشرکین توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کا ایمان قابلِ قبول نہیں ہوگا، نہ اُس سے جنگ بند کی جائے گی اور نہ وہ دینی بھائی کہلائے گا۔ یہی مضمون ایک حدیث میں بھی آیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ .... جزء ۱ صـ ۱۳، وصحیح مسلم کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتّٰی یقولوا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ - جزء اوّل صـ ۳۰)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں اور یہ کہ بیشک محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پھر جب وہ ایسا کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے اموال کو بچا لیا سوائے اسلام کے حق کے (یعنی اسلام کا حق ان سے ضرور وصول کیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ کے ذمّہ ہوگا۔

خلیفہ یا امیر کے تمام گناہوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے لیکن جب وہ نماز چھوڑ دے تو پھر اس سے بھی جنگ کرکے اُسے ہٹا دینے کا حکم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

شِرَارُ اَئِمَّتِکُمُ الَّذِیْنَ تُبْغِضُوْنَھُمْ وَیُبْغِضُوْنَکُمْ وَتَلْعَنُوْنَھُمْ وَیَلْعَنُوْنَکُمْ۔

تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں، تم ان پہ لعنت کرو اور وہ

تم پر لعنت کریں۔

صحابہؓ نے عرض کیا:۔
يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ عِنْدَ ذٰلِكَ ؟

اے اللہ کے رسولؐ، کیا ایسی حالت میں ہم انہیں تلوار سے نہ ہٹا دیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ، لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب خیار الائمۃ وشرارھم جزء ۲، صـ۱۳۸)

نہیں، جب تک وہ تمہارے درمیان نماز کو قائم رکھیں، نہیں، جب تک وہ تمہارے درمیان نماز کو قائم رکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
اِنَّهٗ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ اُمَرَآءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَ تُنْكِرُوْنَ فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ وَ لٰكِنْ مَّنْ رَّضِيَ وَتَابَعَ۔

تم پر ایسے امیر مقرر کئے جائیں گے جن کی بعض باتیں تمہیں اچھی معلوم ہوں گی اور بعض باتیں بری معلوم ہوں گی تو جس شخص نے ان کی بُری باتوں سے کراہت کی وہ بَری ہو گیا اور جس شخص نے انکار کیا وہ سلامت رہا لیکن جو شخص ان سے راضی ہوا اور ان کی پیروی کی (وہ گمراہ ہو گیا)۔

صحابہ نے عرض کیا:۔
يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نُقَاتِلُهُمْ ؟

اے اللہ کے رسولؐ، کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
لَا مَا صَلَّوْا۔
(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب الانکار علی الامراء فیما یخالف الشرع۔ جزء ۲، صـ۱۳۷)

نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔

ترکِ نماز کفر ہے

نماز اسلام کی اصل اور جڑ ہے، اس کا ترک کفر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
اِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ (صحیح مسلم کتاب الایمان

بے شک (مؤمن) آدمی اور شرک و کفر کے درمیان ترکِ نماز کا فرق ہے۔

باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوٰۃ جزء اول ص۴۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-
اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَهَا فَقَدْ کَفَرَ۔ (ترمذی کتاب الایمان باب ماجاء فی ترک الصلوٰۃ وسندہٗ صحیح - جلد ۲ ص۲۳۱)

ہمارے اور ان کفار کے درمیان نماز کا عہد ہے لہٰذا جس شخص نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔

نماز دین کا ستون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-
رَأْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوۃُ (ترمذی کتاب الایمان باب ماجاء فی حرمۃ الصلوٰۃ وسندہ صحیح - جلد ۲ ص۲۳)

امر (دین) کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا

متقی لوگوں کی تیسری نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے مال میں سے اللہ تعالیٰ کے نام پر، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔

انسان مال و دولت کمانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کی کوشش کا بار آور اور نتیجہ خیز ہونا اللہ تبارک و تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہوتا ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انسان کو اس کی کوشش کے نتیجہ میں مال و دولت مل جائے اور اگر اللہ عزّوجلّ نہ چاہے تو ساری کوششیں اور محنت ضائع ہو جائے اور اُسے کچھ نہ ملے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَیْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَیْنَهُمَا زَرْعًا ○ (الکہف-۳۲)

(اے رسول) آپ ان سے دو شخصوں کی مثال بیان فرمائیے جن میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ عطاء کئے تھے اور ان کے چاروں طرف کھجور کے درخت لگا دئے تھے اور ان باغوں کے درمیان ہم نے کھیتی پیدا کر دی تھی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باغات کا دینا، کھجور کے درخت لگانا اور کھیتی کا پیدا کرنا ان تمام کاموں کو اپنی طرف منسوب کیا اگرچہ کوشش اور محنت اس شخص نے ہی کی ہوگی جو ان باغات کا مالک تھا، اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوشش کا ثمرہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے، لہٰذا وہی حقیقت میں دینے والا ہے۔ اسی طرح کوشش کو ضائع کر دینے والا بھی وہی ہے بلکہ کوشش کو بار آور کر کے کوشش کے ثمرات

کو ضائع کر دینا بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔

باغوں کے مالک نے کہا تھا:۔

مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝ (الکہف - ۳۵)

میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ وغیرہ کبھی تباہ ہوں گے۔

اس کے ساتھی نے کہا تمہیں اس طرح کہنا چاہیئے تھا:۔

مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (الکہف - ۳۹)

جو اللہ چاہے (وہی ہوتا ہے، وہی ملتا ہے) کسی میں قوت نہیں مگر اللہ کی توفیق سے۔

لیکن اس نے اس مال کے حصول کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا، مال پر بھروسہ کیا، مادّہ پرستی میں گرفتار ہو گیا اور اس ناشکری کی سزا میں اپنے مال و دولت سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ (الکہف - ۴۲)

اس کے پھل کو عذاب نے آگھیرا اور وہ (باغ) اپنی چھتریوں پر گر پڑا تو وہ شخص اس مال پر جو اس نے اس میں خرچ کیا تھا کفِ افسوس ملنے لگا اور کہنے لگا اے کاش میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔

قارون کے قصّے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ۔ (القصص - ۷۶)

ہم نے اس کو اتنے خزانے دئے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتی تھیں۔

اس آیت میں بھی خزانوں کے دینے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا لیکن قارون نے ناشکری کی اور ان خزانوں کو اپنی محنت اور علم اور فن کا نتیجہ سمجھا۔ اس نے کہا:۔

اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ (القصص - ۷۸)

یہ مال تو مجھے میرے علم کی وجہ سے ملا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنِ واحد میں اس کی تمام کوششوں اور علم و فن کی کاوشوں کے نتیجہ کو نیست و نابود کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ (القصص - ۸۱)

ہم نے قارون کو مع اس کے گھر کے زمین میں دھسا دیا۔

الغرض مال و دولت اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور پھر وہ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ میرے دئے ہوئے مال میں سے خرچ کرو۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات پر بہت زور دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً (الرعد-۲۲)

(عقلمند وہ لوگ ہیں) جو اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لئے صبر و استقامت کا دامن نہیں چھوڑتے، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور پر بھی اور علانیہ طور پر بھی خرچ کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ○ (الحدید-۷)

(اے لوگو) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس مال میں اس نے تمہیں خلیفہ بنایا ہے، جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں گے اور (اللہ کے راستہ میں) خرچ کریں گے ان کے لئے بڑا اجر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (الحدید-۱۰)

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ○ (ابراھیم-۳۱)

(اے رسول) میرے ان بندوں سے جو ایمان لے آئے ہیں کہہ دیجئے کہ نماز قائم کریں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور پر اور علانیہ طور پر خرچ کرتے رہیں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہو گی اور نہ دوستی کام آئے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

(البقرۃ - ۲۵۴)

اے ایمان والو، ہمارے دئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے رہو قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہو گی، نہ دوستی کام آئے گی۔ اور نہ کوئی شفاعت کر سکے گا، اور کافر ہی (در حقیقت) ظالم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(البقرۃ - ۲۷۴)

جو لوگ رات اور دن خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں ان کا اجر ان کے ربّ کے پاس (محفوظ) ہے، انہیں (قیامت کے دن) نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ کوئی غم۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○

(الانفال - ۲ تا ۴)

مؤمن تو وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور جو لوگ اپنے ربّ پر توکّل کرتے ہیں (اور وہ لوگ) جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہی لوگ سچّے مؤمن ہیں، ان کے لئے ان کے ربّ کے پاس درجات، مغفرت اور عزّت والا رزق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰي مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○

(الحج - ۳۴ و ۳۵)

(اے رسول) عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے (یعنی) ان لوگوں کو (جن کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں، جو مصیبت پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ○ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ○

(الٓمّٓ تنزیل السجدۃ - ۱۵ و ۱۶)

ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جن کو جب کبھی ہماری آیات کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں اور تکبّر نہیں کرتے، ان کے پہلو بچھونوں سے علیٰحدہ رہتے ہیں، وہ اپنے ربّ کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ○

(الشوریٰ - ۳۶ تا ۳۸)

جو مال تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا عارضی فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں، اپنے ربّ پر بھروسہ کرتے ہیں، بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، جب غصّہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں، اپنے ربّ کے احکام قبول کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اپنے کام مشورہ سے کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (البقرۃ - ۱۹۵)

اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ

(البقرۃ ۲۵۴)

جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ

(التغابن - ۱۶)

(اللہ کے راستہ میں) خرچ کرتے رہو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

احادیث میں بھی اس چیز پر بہت زور دیا گیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت اسماءؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَنْفِقِیْ وَلَا تُحْصِیْ فَیُحْصِیَ اللّٰہُ عَلَیْکِ وَلَا تُوْعِیْ فَیُوْعِیَ اللّٰہُ عَلَیْکِ (صحیح بخاری کتاب الھبۃ باب ھبۃ المرأۃ لغیر زوجھا جزء ۳ صـ۲۰۲ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الانفاق جزء ۱ صـ۳۱۱)

خرچ کرتی رہو، گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی گن گن کر دے گا۔ ہاتھ نہ روکو ورنہ اللہ بھی تم سے ہاتھ روک لے گا۔

اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ایسی چیز ہے کہ اس پر رشک کرنا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا (صحیح بخاری کتاب العلم باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ عن عبد اللہ بن مسعودؓ جزء ۱ صـ۲۸، و صحیح مسلم عن ابن مسعودؓ کتاب الصلوٰۃ باب فضل من یقوم بالقرآن، جزء اوّل صـ۳۲۵)

دو آدمیوں کے علاوہ کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیئے، ایک تو وہ جس کو اللہ نے مال دیا اور پھر اسے حق (کے کام) میں خرچ کرنے کی توفیق بخشی اور ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے حکمت دی، پھر وہ اس حکمت کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

مال کے سلسلہ میں یہی مضمون حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت کردہ احادیث میں بھی ہے (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب اغتباط صاحب القرآن جزء ۶ صـ۲۳۶) صحیح مسلم میں صرف حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل من یقوم بالقرآن جزء اوّل صـ۳۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْکَ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی النفقۃ جزء اول صـ۳۹۹)

اے ابن آدم خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

نِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ لِمَنْ اَخَذَہٗ بِحَقِّہٖ فَجَعَلَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنِ

اس مسلم کا مال کتنا اچھا ہے جس نے اس مال کو اس کے حق کے ساتھ حاصل کیا، پھر اس کو اللہ کے راستے میں اور یتیموں اور مسکینوں پر

فی سبیل اللہ، جز ۴ صـ۳۲) خرچ کیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے، اس کو متقین کی ایک صفت بتایا گیا ہے آیت زیر تفسیر کے علاوہ ایک اور آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں خرچ کرنے کو متقین کی صفت بتایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○

(آل عمران - ۱۳۳ و ۱۳۴)

اپنے ربّ کی مغفرت اور جنّت کی طرف جلدی کرو، وہ جنت جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو متّقین کے لئے تیار کی گئی ہے یعنی ان لوگوں کے لئے جو خوشحالی اور تنگ حالی میں خرچ کرتے ہیں، جو غصّہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں، اور (اچھی طرح سمجھ لو کہ) اللہ نیکی کرنے والوں سے محبّت کرتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ متّقی صرف خوشحالی اور فارغ البالی میں ہی خرچ نہیں کرتے بلکہ تنگدستی اور بدحالی میں بھی خرچ کرتے ہیں، متّقی کی یہ شان نہیں کہ صرف خوشحالی میں خرچ کرے بلکہ متّقی کو تنگ حالی میں بھی خرچ کرنا چاہیئے اور جب تک کوئی شخص تنگ حالی میں خرچ نہیں کرتا وہ صحیح معنوں میں متقی نہیں بن سکتا اور جب تک کوئی شخص متقی نہ بنے گا اُس کا صحیح راستہ پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچنا مشکل ہوگا۔

کتب الٰہیہ پر ایمان

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے متقین کی چوتھی صفت یہ بتائی کہ وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے اور پانچویں صفت یہ بتائی کہ وہ ان تمام کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نازل کی گئیں، گویا قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے جو شخص پہلی کتابوں پر ایمان لاتا ہے لیکن قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتا وہ متقی نہیں بن سکتا یعنی وہ راہ ہدایت پر چل کر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کا دعویٰ ایمان صحیح نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ○

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی گئی ہے اور وہ ان کے رب

کی طرف سے حق ہے، اللہ ان سے ان کے گناہوں کو دور کردے گا اور ان کی حالت کی اصلاح فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (البقرۃ - ۱۳۶)

اے ایمان والو، کہدو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہماری طرف نازل ہوئی اور ان کتابوں پر جو ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئیں اور ان کتابوں پر بھی ایمان لائے جو موسیٰ، عیسیٰ اور تمام نبیوں کو کو ان کے رب کی طرف سے عطا کی گئیں، ہم ان نبیوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے (سب پر ایمان لاتے ہیں) اور ہم (سب) اللہ کے مسلم ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمین قرآن مجید اور دوسری تمام کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ جو شخص قرآن مجید پر ایمان نہ لائے وہ مسلم نہیں ہوسکتا اور نہ ہدایت پاسکتا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (البقرۃ - ۱۳۷)

اے ایمان والو، اگر یہ لوگ اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو یہ ہدایت یاب ہوجائیں گے۔

یعنی قرآن مجید پر ایمان لائے بغیر ہدایت نہیں مل سکتی۔

ایمان بالآخرۃ | متقی یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔ آخرت پر ایمان گویا سزا و جزا، حساب و کتاب پر یقین کرنا ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ یقین ہی نہ ہو کہ اس کے اعمال کا حساب ہوگا اور بُرے اعمال کی سزا میں اُسے دوزخ کا عذاب بھگتنا ہوگا تو پھر وہ بے خوف ہوجائے گا۔ بُرے کاموں سے روکنے والی چیز یعنی "ڈر" ہی جب نہیں رہے گا تو پھر وہ جو چاہے گا کرے گا۔ سزا و جزا اور حساب و کتاب پر ایمان ہی وہ چیز ہے جو انسان کو بے راہ روی سے باز رکھتی ہے۔ لہٰذا آخرت یعنی سزا و جزا پر یقین ایمان کا بہت ہی اہم جزء ہے۔

ہماری موجودہ زندگی دنیا ہے، موت کے بعد ہمیں قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اس زندگی کا نام آخرت ہے، اور درحقیقت اصلی زندگی وہی ہے اس لئے کہ وہ زندگی باقی رہنے والی ہے۔

اور دنیا کی زندگی فانی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ (العنکبوت-۶۴)

بے شک دارِ آخرت (کی زندگی) ہی حقیقت میں زندگی ہے۔

آخرت پر ایمان لانے کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر بار بار زور دیا ہے اور انسانوں کو توجّہ دلائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

طٰسٓ تِلْكَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِیْنٍ ○ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ○ اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ○ (النمل - ۱تا۵)

طٰسٓ، یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں، مؤمنین کے لئے یہ کتاب ہدایت اور خوشخبری دینے والی ہے، یعنی ان لوگوں کے لئے جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، (اور) بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے اعمال کو ہم نے ان کے لئے زینت دیدی ہے لہٰذا وہ بھٹک رہے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے بُرا عذاب ہے اور یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

الٓمّٓ ○ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ○ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِیْنَ ○ اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (لقمٰن - ۱تا۵)

الٓمّٓ، یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں، یہ کتاب نیکی کرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ یعنی ان لوگوں کے لئے جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پر قائم ہیں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ○ (سبا - ۸)

بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب میں (گرفتار ہوں گے) اور (دنیا میں) وہ پرلے درجہ کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ○ (بنی اسرآئیل-۱۰)

بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کو اپنے بُرے اعمال بھی اچھے معلوم ہوتے ہیں، آخرت پر ایمان نہ لانے والے بڑی زبردست گمراہی میں جا پڑتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

خلاصہ آیات زیرِ تفسیر میں اللہ تعالیٰ نے متقین کی چھ بنیادی صفات کا ذکر فرمایا ہے، متقیوں میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سی صفات ہوتی ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر فرمایا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔

(المآئدۃ - ۸)

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم (اس قوم کے ساتھ) انصاف نہ کرو، انصاف ہی کرو، یہی تقویٰ کے قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○

(الاعراف - ۲۰۱)

بے شک جو لوگ تقویٰ شعار ہوتے ہیں (ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ) جب ان کے دل میں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو فوراً ہوشیار ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھُل جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (آل عمران-۱۸۶)

اگر تم صبر و استقامت اختیار کرو اور تقویٰ سے کام لو تو یہ بڑی ہمت و عزیمت کے کام ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○ (التوبۃ - ۱۱۹)

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو (یعنی تقویٰ اختیار کرو) اور سچوں کے ساتھ رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور سچی اور مستحکم

قَوْلًا سَدِيْدًا ○ (الاحزاب - ۷۰)

بات کہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (الزمر - ۳۳)

جو شخص سچی بات لائے اور سچی بات کی تصدیق کرے تو ایسے ہی لوگ متقی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرۃ - ۲۴۱)

مطلقہ عورتوں کو دستور کے مطابق کچھ مال دینا چاہیئے، متقیوں پر یہ حق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○

(آل عمران - ۷۶)

جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور تقویٰ اختیار کرے تو بے شک اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ○ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○

(الذّاریٰت - ۱۵ تا ۱۹)

بے شک متقی باغوں اور چشموں میں زندگی گذاریں گے، جو کچھ ان کا ربّ انہیں دے گا وہ اُسے لیتے رہیں گے، بے شک وہ اس سے پہلے (دنیا میں) نیکیاں کیا کرتے تھے، رات کو کم سوتے تھے اور اوقات سحر میں مغفرت مانگا کرتے تھے، ان کے اموال میں سائل اور نادار کا حق ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر لو بلکہ (اصل) نیکی تو یہ ہے کہ اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے، مال کی محبت ہوتے ہوئے اُسے اقربا، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں میں، اور غلاموں کے آزاد کرانے میں خرچ کرے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، جب عہد کرے تو اُسے پورا کرے، سختی اور تکلیف اور جنگ کے وقت

الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (البقرة-۱۷۷)

صبر و استقامت سے کام لے، یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی لوگ متقی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○

(آل عمران-۱۳۳تا۱۳۵)

اپنے ربّ کی مغفرت اور جنّت کی طرف جلدی آؤ، وہ جنّت جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے یعنی ان لوگوں کے لئے جو تنگی میں بھی خرچ کرتے ہیں اور خوشحالی میں بھی، جو غصّہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیا کرتے ہیں، (یہ نیکیاں ہیں) اور اللہ نیکیاں کرنے والوں سے محبّت کرتا ہے۔ اور وہ لوگ کہ جب کبھی کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں (یعنی کسی بڑے گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں) تو (فوراً) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے علاوہ گناہوں کو معاف کر بھی کون سکتا ہے اور (پھر) وہ لوگ جان بوجھ کر اُس گناہ پر جسے انہوں نے کیا تھا اصرار نہیں کرتے۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ متقین یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں میں مندرجہ ذیل صفات ہوتی ہیں:-

(۱) غیب پر ایمان لانا یعنی بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر ایمان لانا۔

(۲) نماز قائم کرنا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرنا یعنی زکوٰۃ اور دوسرے واجبات ادا کرنا، رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اپنا مال خرچ کرنا۔

(۴) اس کتاب پر ایمان لانا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

(۵) ان کتابوں پر ایمان لانا جو پہلے انبیاء پر نازل ہوئیں۔

(۶) قیامت پر ایمان لانا۔

(۷) انصاف کرنا۔
(۸) اگر شیطان کی طرف سے دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہو تو فوراً ہوشیار ہو جانا۔
(۹) سچوّں کے ساتھ رہنا، سچوّں کا ساتھ دینا۔
(۱۰) سچائی کی بات کہنا۔
(۱۱) حق کی تصدیق کرنا۔
(۱۲) مطلقات کو ان کا حق ادا کرنا۔
(۱۳) عہد کو پورا کرنا۔
(۱۴) نیکیاں کرنا۔
(۱۵) رات کو کم سونا (اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا)
(۱۶) صبح کے وقت استغفار کرنا۔
(۱۷) اللہ تعالیٰ پر، فرشتوں پر اور تمام نبیوں پر ایمان لانا۔
(۱۸) سختی، تنگی اور جنگ کے موقع پر صبر و استقامت اختیار کرنا۔
(۱۹) تنگدستی اور خوشحالی غرض یہ کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا۔
(۲۰) غصّہ کو پی جانا۔
(۲۱) لوگوں کے قصور کو معاف کر دینا۔
(۲۲) گناہ ہو جانے کے بعد فوراً اللہ تعالیٰ کا خوف دامنگیر ہونا اور توبہ کرنا۔
(۲۳) جان بوجھ کر گناہ پر اصرار نہ کرنا یعنی دوبارہ گناہ نہ کرنا۔

متقیوں کے یہ صفات ہیں جو قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں۔ اگر کسی میں یہ صفات پیدا نہیں ہوئیں، تو اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ وہ ابھی متقی نہیں ہوا اور جس شخص میں ان صفات میں سے بعض صفات پیدا نہیں ہوئیں تو گویا اس کے دل میں ابھی کامل تقویٰ پیدا نہیں ہوا۔ متقی بننے کے لئے ہر مسلم کو ان صفات سے متّصف ہونے کی ضرورت ہے، ہر مسلم کو سعی بلیغ کرنی چاہیئے کہ یہ صفات اس میں پیدا ہو جائیں تاکہ وہ منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔

قرآن مجید متقی لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچا دیتا ہے۔ ایسے لوگ بتوفیق الٰہی سیدھے راستہ پر گامزن ہوتے ہیں اور منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝٥

ترجمہ یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پر قائم ہوتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

معانی ومصادر (هُدًى) هَدٰى، يَهْدِيْ، هَدْيٌ و هُدًى و هِدْيَةٌ و هِدَايَةٌ (ض) راستہ بتانا۔ راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچانا۔
(مُفْلِحُوْنَ) اَفْلَحَ، يُفْلِحُ، اِفْلَاحٌ - (باب افعال) کامیاب ہونا، مقصود کو پالینا، نجات حاصل کرنا۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہدایت پر قائم ہوتے ہیں، ہدایت کے راستہ پر گامزن ہوتے ہیں، اور اُسی پر استقامت کے ساتھ چلتے ہوئے بتوفیق الٰہی منزلِ مقصود کو پالیتے ہیں اور نجات حاصل کرلیتے ہیں۔

عمل

(۱) یہ عقیدہ رکھیئے کہ حروف مقطعات کے معانی ومقاصد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، آپ ان کے معانی ومقاصد کی تلاش میں نہ پڑیئے۔
(۲) یہ عقیدہ رکھیئے کہ قرآن مجید کی ہر بات یقینی ہے، کسی بات میں کوئی شبہ نہیں۔
(۳) ہدایت پر چل کر منزلِ مقصود پر پہنچنے والے صرف متقی ہوتے ہیں لہٰذا آپ متقی بنیئے یعنی اپنے اندر وہ صفات پیدا کیجئے جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ کامیابی اور نجات حاصل کرنے کے لئے تقویٰ شرط ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار تقویٰ کے حصول پر زور دیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

(البقرۃ-۱۸۹ و آل عمران-۱۳۰، ۲۰۰)

اللہ سے ڈرو (یعنی تقویٰ اختیار کرو) تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

المآئدۃ-۱۰۰)

اے عقل والو، اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح حاصل کرسکو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○

(آل عمران-۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو۔

تقوے کا تقاضا یہ ہے کہ پوری طرح مسلم بن جائے یعنی اپنے آپ کو کلیتًا اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے، اللہ تعالیٰ کی رضاء میں گم ہو جائے، پوری زندگی اسی حالت میں گذارے تاکہ جس وقت بھی موت آئے وہ مسلم ہو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ
ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ
لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ
قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ، وَ
عَلَىٰٓ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّ
لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٧﴾

ترجمہ (اے رسول،) بے شک جو لوگ (حق کو) چھپاتے ہیں انہیں آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، دونوں برابر ہیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے (۶) اُن کے دلوں پر اور کانوں میں اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے، ان کی آنکھوں پر (تعصب کا) پردہ پڑا ہوا ہے، ان کے لئے (بہت) بڑا عذاب ہے (۷)

معانی ومصادر (کَفَرُوْا) کَفَرَ، یَکْفُرُ، کُفْرٌ و کُفُوْرٌ (ن) چھپانا، ڈھانک دینا، انکار کرنا۔
کَفَرَ، یَکْفُرُ، کُفْرٌ و کُفُوْرٌ و کُفْرَانٌ (ن) انکار کرنا، ناشکری کرنا۔
سَوَآءٌ = برابر، عدل، اس کا مادّہ س وی ہے۔
(اَنْذَرْتَ) اَنْذَرَ، یُنْذِرُ، اِنْذَارٌ (باب افعال) ڈرانا۔
(لَا یُؤْمِنُوْنَ) اٰمَنَ، یُؤْمِنُ، اِیْمَانٌ (باب افعال) یقین کرنا، تصدیق کرنا، ایمان لانا، امن دینا۔

(خَتَمَ) خَتَمَ ، يَخْتِمُ ، خَتْمٌ وخِتَامٌ (ض) مہر لگانا، ختم کرنا، بند کردینا، پورا کردینا، فہم سے محروم کردینا۔

(سَمْعَ) سَمِعَ ، يَسْمَعُ ، سَمْعٌ و سَمَاعَةٌ و مَسْمَعٌ و سَمَاعٌ و سَمَاعِيَةٌ (س) سُننا۔

(اَبْصَار) بَصُرَ ، يَبْصُرُ ، بَصَرٌ و بَصَارَةٌ (ك) دیکھنا۔

اَبْصَار = بَصَرٌ کی جمع ، آنکھیں۔

(غِشَاوَةٌ) غَشِيَ ، يَغْشٰى ، غَشًى و غِشَاوَةٌ (س) ڈھانکنا۔ [غِشَاوَةٌ = پردہ]

(عَظِيْم) عَظُمَ ، يَعْظُمُ ، عِظَمٌ و عَظَامَةٌ (ك) بڑا ہونا، شاق ہونا۔

تفسیر

ان آیات کا واضح مطلب یہ ہے کہ جو لوگ حق کو جانتے ہیں، پہچانتے ہیں، دل سے اُسے حق سمجھتے ہیں لیکن ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے اُسے ظاہر میں قبول نہیں کرتے ایسے لوگوں کو (اے رسول) آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں، آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کی حق پوشی، ضد اور ہٹ دھرمی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ ان کی آنکھوں پر (تعصب اور نفسانیت کا) پردہ پڑا ہوا ہے، ایسے ہٹ دھرم، متعصّب اور حق پوش لوگوں کے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔

جس شخص کو حق معلوم نہیں لیکن حق کی تلاش میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے اور یہ ارادہ رکھتا ہے کہ حق مل جائے تو اُسے تسلیم کرلے گا، ایسے آدمی کو حق بات بتانا مفید ہوتا ہے، ایسا آدمی فوراً حق کو قبول کرلیتا ہے، اُسے ڈرایا جائے تو فوراً ڈر جاتا ہے، نہ کسی قسم کی ہٹ دھرمی کرتا ہے اور نہ ضد، حق پر ایمان لے آتا ہے اور اُس پر عمل شروع کردیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ○ (یٰسٓ - ۱۱)

(اے رسول) آپ تو اس شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور اللہ سے غائبانہ ڈرتا رہے۔ ایسے آدمی کو مغفرت اور عزّت والے اجر کی خوشخبری سُنا دیجئے۔

برخلاف اس کے جسے حق معلوم ہے اور پھر وہ ہٹ دھرمی سے حق کا انکار کرتا ہے تو آخر ایسے آدمی کی اصلاح کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ ایسا آدمی ایمان نہیں لاسکتا، اُسے نصیحت کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (یٰسٓ - ١٠)

(اے رسول) آپ ایسے لوگوں کو نصیحت کریں یا نہ کریں، دونوں باتیں ان کے لئے برابر ہیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

جو لوگ جان بوجھ کر حق کو جھٹلائیں اور اپنی خواہشات کی پیروی کریں ایسے لوگوں پر نصیحت اثر نہیں کرتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ○ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ○ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ○ (اقتربت الساعة ٣ تا ٥)

انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی (اس تکذیب اور ہٹ دھرمی پر انہیں فوراً سزا دی جا سکتی تھی) لیکن ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے، ان کو ایسے حالات سے جن میں عبرت ہے خبردار کیا جا چکا ہے، (دل تک) پہنچ جانے والی حکمت کی باتیں (بھی انہیں سنائی جا چکی ہیں) لیکن ان کو ڈرانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

ایسے لوگوں کے دلوں پر اور کانوں پر ان کی ہٹ دھرمی، ضد اور بداعمالی کی وجہ سے مہر لگ جاتی ہے، تعصب اور نفسانیت کی وجہ سے ان کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑ جاتا ہے اور جب دلوں اور کانوں پر مہر لگ جائے، آنکھوں پر پردہ پڑ جائے تو ایسے لوگ کیسے ایمان لا سکتے ہیں، اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○

(الجاثیة - ٢٣)

(اے رسول) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا الٰہ بنا لیا ہے (یعنی اس شخص کو دیکھا) جس کو اللہ نے باوجود اس کے کہ وہ (حق کو) جانتا ہے (پہچانتا ہے) گمراہ کر دیا ہے، اس کے کانوں پر اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے، اب اللہ کے بعد اُسے کون ہدایت پر لا سکتا ہے، تو (اے لوگو) کیا اب بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ○
(محمد-۱۶)

یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے اور (اب) وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
لَوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ○
(الاعراف-۱۰۰)

اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کی سزا میں ان کو مصیبت میں مبتلا کر دیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں تو پھر یہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔

دل پر مہر لگ جانے کے بعد فطری صلاحیت ختم ہو جاتی ہے پھر آدمی کچھ نہیں سنتا، اپنی خواہشات کی پیروی میں لگا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ○
(الاعراف-۱۰۱)

پھر ایسا نہیں ہوا کہ جس چیز کو انہوں نے پہلے جھٹلا دیا تھا بعد میں اس پر ایمان لے آتے (ایمان تو جب لاتے جب پہلے انہوں نے نادانی سے جھٹلایا ہوتا، انہوں نے تو جان بوجھ کر جھٹلایا تھا لہٰذا بعد میں ایمان لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) ایسے ہی حق پوش لوگوں کے دلوں پر اللہ مہر لگا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○
(التوبۃ-۸۷)

ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، لہٰذا یہ سمجھ نہیں سکتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○
(النحل-۱۰۸)

(دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے) وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر، کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی اور یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا

ان لوگوں کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان

قُلُوبَهُمْ قٰسِيَةً (المائدۃ - ۱۳) پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعہدی کا انجام دلوں کی سختی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص بدعہدی کرے گا اس کے دل پر مہر لگ جائے گی اور پھر دل سخت ہو جائے گا۔ ایسے شخص پر کوئی نصیحت اثر نہیں کرے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ (المنٰفقون - ۳)

منافقین کی بداعمالی کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ (اگرچہ بظاہر) ایمان لے آئے ہیں (اور زبان سے اس کا اقرار کرتے ہیں لیکن پھر (اس اقرار کے بعد جب اپنے دوستوں کے پاس جاتے ہیں تو اسلام کا) انکار کر دیتے ہیں۔ لہٰذا اُنکے دلوں پر مُہر لگا دی گئی اور اب یہ کچھ نہیں سمجھتے۔

ان تمام آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ جان بوجھ کر حق کا انکار کرتے ہیں، ان کے دلوں اور کانوں پہ مہر لگ جاتی ہے اور جب دلوں پہ مہر لگ جائے تو اب حق کو کیسے حق تسلیم کریں، کانوں پہ مہر لگ جائے اور حق کو سننے کی صلاحیّت چھین لی جائے تو حق کو سننے کے لئے وہ کان کہاں سے لائیں جن میں حق کو سننے کی صلاحیت ہو اور جب آنکھوں پر پردہ پڑ جائے یا مہر لگ جائے اور آنکھوں سے حق کو دیکھنے کی صلاحیّت جاتی رہے تو آخر انہیں اب حق کیسے نظر آئے، ایسے لوگ کبھی بھی حق کو تسلیم کر کے ایمان نہیں لا سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو ایک اور انداز میں بھی سمجھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا (الانعام - ۲۵، بنی اسرآئیل ۴۶، الکہف - ۵۷)

ہم نے ان لوگوں کے دلوں پر پردے ڈال دئے ہیں تاکہ وہ حق کو سمجھ (نہ) سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دئے ہیں (تاکہ حق بات کو سن نہ سکیں)

الغرض ہٹ دھرم لوگوں کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے، روحانیت پر مہر لگ جاتی ہے، روحانی طور پر بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں، ان کے لئے ہدایت کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں، قبولِ حق کی فطری صلاحیت سلب ہو جاتی ہے، گمراہی سے نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے سوائے عذاب عظیم کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

اشکال یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی نے مہر لگا دی اور پردہ ڈال دیا تو ا

انسان کا کیا قصور ہے اگر وہ حق کو تسلیم نہ کرے؟

جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام اعمال کے نتیجے مقرر ہیں، اچھے اعمال کے نتیجے اچھے نکلتے ہیں، بُرے اعمال کے بُرے۔

انسان کی بعض برائیاں ایسی ہیں جن کے نتیجے میں عقلِ سلیم زائل ہوجاتی ہے یعنی اس کی عقلِ سلیم پر مہر لگ جاتی ہے۔ ضد، ہٹ دھرمی، حق پوشی، عناد وغیرہ ایسی خصوصیات ہیں کہ انسان کو صحیح راستہ اختیار کرنے سے روکتی ہیں، ان حالات میں اس کا ضمیر تک اس کو ملامت نہیں کرتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گمراہ ہی رہتا ہے۔ کیونکہ ان برائیوں کے نتیجے میں ضمیر کا مردہ ہوجانا اور عقلِ سلیم کا زائل ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے لہٰذا مہر لگانے یا عقل سلیم کے زائل کرنے کے فعل کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف منسوب کرلیتا ہے۔ اصل قصور انسان ہی کا ہوتا ہے کہ وہ ایسے کام کیوں کرتا ہے جس کے نتیجے میں اسکی عقلِ سلیم زائل ہوجائے اور فطرتِ سلیمہ تباہ ہوجائے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے اگر کوئی شخص زہر کھالے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے مار دیا۔ کیونکہ زہر میں ہلاک کرنے کی خاصیت اس نے پیدا کی ہے، لیکن حقیقت میں ہلاکت کا اصل سبب اس شخص کا اپنا فعل ہے یعنی زہر کھانا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے زہر کھانے پر مجبور نہیں کیا تھا، اس نے خود زہر کھایا اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نتیجے سے دوچار ہوا۔ نہ زہر کھاتا، نہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ نتیجہ وارد ہوتا۔ جس طرح زہر کھانے والے کی ہلاکت سے اللہ تعالیٰ پر کوئی الزام نہیں آتا اسی طرح برائیوں کے نتیجے میں دل وغیرہ پر مہر لگنے سے بھی اللہ تعالیٰ پر کوئی الزام نہیں آتا۔

قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان نتائج کی تخلیق کی طرف بڑے لطیف پیرایہ میں اشارہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

(ویل للمطففین۔ ۱۲ تا ۱۴)

قیامت کو وہی جھٹلاتا ہے جو حدّ سے گذرنے والا، گنہگار ہوتا ہے، جب اُس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کے افسانے ہیں، اصلی بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے دلوں پر ان کی بداعمالی کی وجہ سے زنگ لگ گیا ہے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ بداعمالی کی وجہ سے دل پر زنگ لگ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

پھر نوح کے بعد ہم نے بہت سے رسول ان کی قوموں

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ○

(یونس - ۷۴)

کی طرف بھیجے، وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے لیکن ایسا نہیں ہوا کہ جس چیز کا پہلے انکار کر چکے تھے (بعد میں نشانیاں دیکھ کر) اس پر ایمان لے آتے، (ان کی ہٹ دھرمی اور زیادتی کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگادی تھی اور) ہم اسی طرح زیاتی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگادیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ○

(حٰمٓ المؤمن - ۳۵)

جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑتے ہیں (تو یہ جھگڑا) اللہ اور مؤمنین کو سخت ناپسند ہے (اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے لہٰذا یہ جھگڑتے ہی رہیں گے) اور اللہ اسی طرح ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگادیتا ہے۔

یہ مہر کیسے لگتی ہے اس کی وضاحت حدیث میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَخْطَأَ خَطِيْئَةً نُكِتَتْ فِيْ قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ سَوْدَآءُ فَاِذَا نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ عَادَ زِيْدَ فِيْهَا حَتّٰى يَعْلُوَ قَلْبَهٗ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (رواہ الترمذی فی ابواب تفسیر القرآن وصححہ، ترمذی جلد ۲، ص۱۶۴)

بے شک بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ لگادیا جاتا ہے، پھر جب وہ اس گناہ سے دُور ہو جاتا ہے، معافی مانگتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف کردیا جاتا ہے اور اگر وہ اس گناہ کو دوبارہ کرتا ہے تو اس نکتہ میں زیادتی کردی جاتی ہے یہاں تک کہ (بڑھتے بڑھتے) وہ سیاہی قلب پر چھا جاتی ہے اور یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ نے (اس آیت میں) کیا ہے۔ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہر یا زنگ کے بھی مختلف درجات ہیں۔ شروع میں یہ مہر یا زنگ

معمولی ہوتا ہے اور ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت باقی رہتی ہے، اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات میں بیان کیا ہے

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (النسآء - ۱۵۵)

بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے لہٰذا یہ ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑے۔

یہ چند آدمی جو ایمان لے آتے ہیں وہی ہو سکتے ہیں جن کے دلوں پر زنگ پوری طرح غالب نہیں ہوتا لیکن آہستہ آہستہ جب یہ زنگ پورے دل پر چھا جاتا ہے تو پھر ہدایت کی کوئی امید باقی نہیں رہتی، ایسے لوگوں کو ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے، ایسے ہی لوگوں کے لئے عذاب عظیم ہے۔

عمل

ہٹ دھرمی، حق پوشی اور ضد نہ کیجئے، جب کبھی آیت یا حدیث مل جائے جو آپ کے عقیدہ اور نظریہ کے خلاف ہو تو فوراً اس آیت یا حدیث کو قبول کیجئے، اپنے عقیدہ و نظریہ کو چھوڑ دیجئے، ذہن کو اس آیت یا حدیث کے مطابق کر لیجئے، اس پر عمل کیجئے اور عمل کرائیے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا
بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ
بِمُؤْمِنِيْنَ ۝٨ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ
اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ
اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝١٠

ترجمہ اور (اے رسول) بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو (زبان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم قیامت پر ایمان لائے لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) وہ (دل سے) مؤمن نہیں ہیں ۝٨ یہ لوگ (زبان سے اسلام کا دعویٰ کرکے اپنے خیال میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ) اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ (درحقیقت)

وہ کسی کو دھوکا نہیں دے رہے بلکہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں لیکن انہیں اس بات کا شعور نہیں (کہ یہ دھوکا دہی دنیا اور آخرت دونوں جگہ خود ان کے لئے مضر ہے) ⑨ ان کے دلوں میں (حسد کی) بیماری ہے، اللہ نے (ایمان والوں کو فتح ونصرت دے کر) ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا (وہ ایمان والوں کی ترقی دیکھ کر اور زیادہ حسد کی آگ میں جل بھن رہے ہیں) اور جو جھوٹ یہ بول رہے ہیں اس کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب (تیار) ہے ⑩

معانی ومصادر

اَلنَّاس = لوگ، یہ لفظ دوسرے مادّہ سے انسان کی جمع ہے۔

(یَقُوْلُ) قَالَ، یَقُوْلُ، قَوْلٌ و قَالٌ و قِیْلٌ و قَوْلَۃٌ و مَقَالٌ و مَقَالَۃٌ (ن) کہنا، بولنا۔

(اٰمَنَّا، مُؤْمِنِیْن، اٰمَنُوْا) اٰمَنَ، یُؤْمِنُ، اِیْمَانٌ (باب افعال) یقین کرنا، ایمان لانا، تصدیق کرنا، امن دینا۔

(یُخَادِعُوْنَ) خَادَعَ، یُخَادِعُ، مُخَادَعَۃٌ و خِدَاعٌ (باب مفاعلہ) دھوکا دینا۔

(یَخْدَعُوْن) خَدَعَ، یَخْدَعُ، خِدْعٌ (ف) دھوکا دینا۔

(یَشْعُرُوْن) شَعَرَ، یَشْعُرُ، شُعُوْرٌ و شِعْرٌ و شُعُوْرَۃٌ و مَشْعُوْرٌ وغیرہ (ن، ک) علم ہونا، شعور ہونا۔

(زَادَ) زَادَ، یَزِیْدُ، زِیْدٌ و زِیَادَۃٌ و مَزِیْدٌ و زَیْدَانٌ (ض) زیادہ ہونا، زیادہ کرنا۔

(مَرَض) مَرِضَ، یَمْرَضُ، مَرَضٌ (س) مریض ہونا۔

(اَلِیْم) اَلِمَ یَأْلَمُ، اَلَمٌ (س) تکلیف یا درد میں مبتلا ہونا۔

(کَانُوْا) کَانَ، یَکُوْنُ، کَوْنٌ و کِیَانٌ و کَیْنُوْنَۃٌ (ن) ہونا۔

(یَکْذِبُوْن) کَذَبَ، یَکْذِبُ، کَذِبٌ و کِذْبٌ و کِذْبَۃٌ و کِذَابٌ و کِذَّابٌ (ض) جھوٹ بولنا، وہم کرنا، خطاء کرنا، توریہ کرنا۔

تفسیر

ان آیات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو موقع پرست ہوتے ہیں، دنیوی فائدہ حاصل کرنے کے لئے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن دل سے ایمان قبول نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو منافق کہا جاتا ہے۔ ان کے جھوٹ اور فریب کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بار بار کیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ (اے رسول) جب منافقین آپ کے پاس آتے

لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ○ (اذا جآءك المنٰفقون ۔ ۱)

ہیں تو کہتے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ○ (المآئدۃ ۔ ۶۱)

اور (اے رسول) جب یہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، حالانکہ وہ کفر کے ساتھ ہی اندر آئے تھے اور کفر کے ساتھ ہی باہر گئے، اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ چھپاتے ہیں۔

یہ لوگ ایمان کا جھوٹا دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو دھوکا دینا چاہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (النسآء ۔ ۱۴۲)

بے شک منافقین اللہ کو دھوکا دیتے ہیں، اللہ ان کو دھوکے کی سزا دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو تو کوئی کیا دھوکا دے سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا ناممکن ہے، وہ دل کے بھیدوں سے واقف ہے۔ رہے ایمان والے تو اُن کو دھوکا دے کر ان کو نقصان میں مبتلا کرنا یہ بھی ان کے بس کی بات نہیں، نفع و نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، یہ منافقین خود فریب نفس میں مبتلا ہیں۔ وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں، اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں لیکن انہیں اتنا بھی شعور نہیں کہ اس منافقت میں ان کا اپنا نقصان ہے، اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کا کیا بگڑے گا، دُنیا و آخرت میں جو کچھ نقصان ہوگا وہ ان کا اپنا ہوگا، نہ کہ کسی دوسرے کا۔

ان کے دلوں میں نفاق اور حسد کی بیماری ہے، مؤمنین کی تعداد میں اضافہ ہونا، ان کی حکومت و سلطنت کا مضبوط و مستحکم ہونا، ان کو فتوحات اور کامرانیاں نصیب ہونا، یہ ایسے امور تھے کہ منافقین کو کب اچھے معلوم ہو سکتے تھے، ان چیزوں کو دیکھ کر وہ حسد و بغض میں اور زیادہ شدّت اختیار کر لیتے تھے۔ حاسد اپنے محسود کی کامیابی سے اور زیادہ حسد کی آگ میں جلتا ہے، گویا اس کی حسد کی بیماری بڑھ جاتی ہے اور کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس بیماری کی زیادتی کا سبب اللہ تعالیٰ کا وہ فضل و کرم تھا جو وہ اپنے مسلم بندوں پر کر رہا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بیماری کا سبب پیدا کرنے کی وجہ سے اس بیماری کی زیادتی کو اپنی طرف منسوب کر لیا، اللہ تعالیٰ نے خود بغیر کسی سبب کے ان کی بیماری کو زیادہ نہیں کیا اور نہ وہ ایسا کرتا ہے۔ البتہ جب انہوں نے اپنے اندر بیماری ہی وہ پیدا کر لی جو محسود کی ترقی سے خود بخود بڑھتی رہتی ہے تو وہ خود ہی بیماری بڑھانے کے ذمّہ دار ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو صرف اس بیماری کا نتیجہ برآمد ہوا۔ مثلاً زہر کھانے کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے یعنی موت کا واقع ہونا لیکن جو شخص زہر کھا کر مرجاتا ہے تو اپنی موت کا وہ خود ذمہ دار ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ۔ زہر کھانے کے نتیجے کے اعتبار سے تو اللہ تعالےٰ اس کا مارنے والا ہے لیکن حقیقتاً وہ خود اپنا قاتل ہے، نہ زہر کھاتا، نہ مرتا، بالکل اسی طرح منافقین اپنا مرض خود بڑھانے کے ذمہ دار ہیں، نہ حسد کرتے، نہ مؤمنین کی خوشحالی سے ان کے حسد کی بیماری میں اضافہ ہوتا۔

الغرض ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ مؤمنین کی ترقی سے حسد و بغض کی آگ میں جلتے رہتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹ بول کر دنیوی مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ دراصل اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں، ان کے لئے اس جھوٹ اور فریب کی سزا میں دردناک عذاب ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى
الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ
مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ
الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا
يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ اور جب ان منافقین سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں ﴿۱۱﴾ خبردار ہو جاؤ یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں لیکن انہیں شعور نہیں ﴿۱۲﴾

معانی و مصادر (قِيْلَ) قَالَ، يَقُوْلُ ، قَوْلٌ وَقَالٌ وَقَوْلَةٌ وَمَقَالٌ وَمَقَالَةٌ (ن) کہنا، بولنا۔ قِيْلَ ، قَالَ سے مجہول کا صیغہ ہے۔
(لَا تُفْسِدُوْا ، مُفْسِدُوْن) اَفْسَدَ ، يُفْسِدُ ، اِفْسَادٌ (باب افعال) فساد برپا کرنا۔
(مُصْلِحُوْنَ) اَصْلَحَ ، يُصْلِحُ ، اِصْلَاحٌ (باب افعال) اصلاح کرنا۔
(يَشْعُرُوْن) شَعَرَ ، يَشْعُرُ ، شِعْرٌ ، شُعُوْرٌ وغیرہ (ک ن) علم ہونا ، شعور ہونا۔

تفسیر

منافقین اپنے اسلام کے جھوٹے دعوے کی بنیاد پر مؤمنین سے میل جول رکھتے تھے لیکن ان کی اصل دوستی یہودیوں سے تھی، یہودیوں سے مل کر اسلام کے خلاف سازشیں کرتے تھے، یہودیوں کو جنگ پر اکساتے

تھے، ان کی پوری کوشش یہ تھی کہ اسلام مٹ جائے، مؤمنین نیست و نابود ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○

(الحشر - ۱۱)

(اے رسول) کیا آپ نے ان منافقین کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے جن کا تعلق اہلِ کتاب سے ہے یہ کہتے ہیں کہ اگر تم جلاوطن کئے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے (تمہارا ساتھ نہیں چھوڑیں گے) تمہارے معاملہ میں ہم کسی کا کہنا نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے، اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں (یہ نہ اہل کتاب کا ساتھ دیں گے اور نہ ان کی مدد کریں گے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ○ (النسآء - ۸۱)

اور (اے رسول، جب یہ آپ کے پاس آتے ہیں تو) کہتے ہیں ہم آپ کی اطاعت کریں گے، اور جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو ان میں سے ایک جماعت جو آپ سے عہد کر کے آئی تھی بالکل اس کے خلاف باتوں میں رات گذارتی ہے، اللہ ان کے مشوروں اور سازشوں کو جو وہ رات کے وقت کرتے ہیں لکھ رہا ہے۔

الغرض منافقین خود بھی اپنی محفلوں میں اسلام کے خلاف سازشیں کرتے تھے، یہودیوں کو بھی مسلمین کے خلاف ابھارتے تھے، انہیں اپنی دوستی کا یقین دلاتے تھے لیکن یہ سب کچھ محض دنیاوی مفاد کی خاطر تھا، وہ مسلمین اور یہودیوں کو لڑا کر ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے، ان کی ان مُفسدانہ کارروائیوں پر جب ان سے کہا جاتا تھا کہ ملک میں فساد نہ پھیلاؤ تو بڑی ہٹ دھرمی سے یہ جواب دیتے کہ ہم تو یہودیوں سے اس لئے ملے جلے رہتے ہیں تاکہ مسلمین اور یہودیوں کے تعلقات کو خوشگوار بنائیں، آپس میں جو بغض و عناد ہے اس کو دور کریں، ایک دوسرے کے خلاف جو غلط فہمیاں ہیں ان کو دفع کر کے دونوں کے دلوں کو صاف کریں۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے فرمایا کہ خبردار رہو، یہی مفسد ہیں، یہی ملک میں بدامنی پھیلانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، یہی دونوں کو لڑانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اِس مفسدانہ سیاست سے وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اچھا کر رہے ہیں، اس میں ان کا فائدہ ہے، ہرگز نہیں

اس میں ان کا کوئی فائدہ نہیں ، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں لیکن انہیں شعور نہیں کہ وہ اپنے نفع ،نقصان میں تمیز کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا اور نہ مفسدین کو پسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ○ (البقرۃ-۲۰۵) اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ○ (المآئدہ-۶۴) اللہ مفسدین کو پسند نہیں کرتا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ءَامِنُوا كَمَآ ءَامَنَ
النَّاسُ قَالُوٓا أَنُؤْمِنُ كَمَآ ءَامَنَ
السُّفَهَآءُ أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ
وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا لَقُوا
الَّذِينَ ءَامَنُوا قَالُوٓا ءَامَنَّا وَإِذَا
خَلَوْا إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمْ قَالُوٓا إِنَّا
مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ ﴿١٤﴾
ٱللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ
فِى طُغْيَٰنِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٥﴾

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ
بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ
وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾

ترجمہ اور جب ان منافقین سے کہا جاتا ہے کہ اس طرح ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کیا اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں، خبردار! یہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن انہیں (اس کا) علم نہیں۔ ﴿۱۳﴾ اور یہ لوگ جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں ہوتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں ہم تو دراصل تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو مؤمنین سے مذاق کرتے ہیں ﴿۱۴﴾ اللہ عنقریب ان کو اس مذاق کی سزا دے گا (لیکن ابھی نہیں، ابھی تو) وہ ان کو ڈھیل دے رہا ہے (اور) یہ اپنی سرکشی میں (اور) بہک رہے ہیں ﴿۱۵﴾ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی لیکن اس تجارت نے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا (دنیا بھی نہیں ملی) اور ہدایت سے (بھی) محروم رہے ﴿۱۶﴾

معانی ومصادر (یَعْلَمُوْنَ) عَلِمَ، یَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، علم حاصل کرنا، پہچان لینا۔

(سُفَهَآءُ) سَفِهَ، یَسْفَهُ، سَفَهٌ (س) جاہل ہونا، بے وقوف ہونا، سَفِیْهٌ اسم صفت ہے اور اس کی جمع سُفَهَآءُ ہے۔

(لَقُوْا) لَقِیَ، یَلْقٰی، لِقَاءٌ و لِقَاءَةٌ و لِقَایَةٌ و لُقْیَةٌ (س) سامنے آنا، ملاقات کرنا۔ مادہ "ل ق ی" ہے۔

(خَلَوْا) خَلَا، یَخْلُوْ، خَلَاءٌ وخَلْوَةٌ وخَلْوٌ (ن) تنہائی میں جمع ہونا۔ مادہ "خ ل و" ہے۔
خَلَا، یَخْلُوْ، خُلُوٌّ وخَلَاءٌ (ن) خالی ہونا، تنہا ہونا، چلے جانا، گذر جانا، بیزار ہونا۔ مادہ "خ ل و" ہے۔

(مُسْتَهْزِءُوْنَ) اِسْتَهْزَأَ، یَسْتَهْزِئُ، اِسْتِهْزَاءٌ (باب استفعال) مذاق کرنا، مذاق کی سزا

دینا، مادہ "ھ ز ء" ہے۔

(شَیٰطِیْن) شَطَنَ، یَشْطُنُ، شَطْنٌ (ن) دور ہونا۔

شیطان = شریر و سرکش جن یا انسان جو رحمت سے دور ہو۔ شَیٰطِیْن، شیطان کی جمع ہے۔

(یَمُدُّ) مَدَّ، یَمُدُّ، مَدٌّ (ن) کھینچنا، بچھانا، طول دینا، مہلت دینا، ڈھیل دینا، مدد کرنا۔

(یَعْمَھُوْنَ) عَمِہَ، یَعْمَہُ، عَمَہٌ و عُمُوْہٌ و عَمْہٌ و عَمَھَانٌ (س ف) بھٹکنا، بہکنا، حیران ہونا۔

(طغیان) طَغٰی و طَغِیَ، یَطْغٰی، طَغْیٌ و طُغْیَانٌ (س ف) زیادتی کرنا، ظلم و گناہ میں حد سے گذر جانا، سرکشی کرنا۔

(اِشْتَرَوُا) اِشْتَرٰی، یَشْتَرِیْ، اِشْتِرَاءٌ (باب افتعال) خریدنا، بیچنا۔ مادہ "ش ر ی" ہے۔

(ھُدٰی) ھَدٰی، یَھْدِیْ، ھَدْیٌ و ھُدًی و ھِدَایَۃٌ (ض) راستہ بتانا، راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچا دینا۔

(ضَلٰلَۃ) ضَلَّ، یَضِلُّ، ضَلَالٌ و ضَلَالَۃٌ (ض) گمراہ ہونا، راہ حق سے ہٹ جانا، بھول جانا، ضائع ہونا، تلف ہونا۔

(تِجَارَۃ) تَجَرَ، یَتْجُرُ، تَجْرٌ و تِجَارَۃٌ (ن) تجارت کرنا۔

(رَبِحَتْ) رَبِحَ، یَرْبَحُ، رِبْحٌ و رَبَحٌ و رَبَاحٌ (س) نفع بخش ہونا۔

(مُھْتَدِیْنَ) اِھْتَدٰی، یَھْتَدِیْ، اِھْتِدَاءٌ (باب افتعال) ہدایت پانا، ہدایت پر قائم رہنا، ہدایت طلب کرنا۔

(کَانُوْا) کَانَ، یَکُوْنُ، کَوْنٌ و کِیَانٌ و کَیْنُوْنَۃٌ (ن) ہونا، ہو جانا۔

تفسیر

منافقین کا ایمان محض فریب اور دھوکا تھا۔ وہ نہ اسلام کے خیر خواہ تھے اور نہ مسلمین کے۔ جب ان سے کہا جاتا کہ تم بھی اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ (یعنی صحابہ کرامؓ) ایمان لائے ہیں تو کہتے تھے کہ کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں۔ ان کی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسی آج کل کے دنیاداروں کی، جو دینداروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ تو سیدھے لوگ ہیں، انہیں نہ حکمت عملی آتی ہے نہ سیاست۔ چودہ سو سال پرانی باتوں کو رائج کرنا چاہتے ہیں، یہ دنیا اور دنیا داری کو کیا سمجھیں، تہذیب و تمدن سے انہیں کیا واسطہ، یہ کیا جانیں کہ دوسری قوموں سے کس طرح تعلقات قائم رکھے جاتے ہیں، کس طرح ان کو اپنا دوست و حامی بنایا جاتا ہے، کس طرح اپنی عقل و فراست سے ان کی سازشوں کو ناکام بنایا جاتا ہے، یہ سب کچھ ہم جانتے ہیں، ہمارے کاموں میں جو مصلحت ہوتی ہے وہ ان سادہ لوحوں کو کیا معلوم، لہٰذا ہم ایسے لوگوں کی طرح

ایمان کیسے لاسکتے ہیں جو نہ حکمت جانیں ، نہ مصلحت ، جنہیں یہی نہیں معلوم کہ نفع کس طرح حاصل کیا جاتا ہے اور نقصان سے کس طرح بچا جاتا ہے ، اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے جواب میں فرمایا: خبردار ہوجاؤ یہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن یہ جانتے نہیں ، اگر واقعی ان لوگوں میں عقل ہوتی تو اپنی آخرت کو خراب نہ کرتے ، جو شخص فانی دنیا کی خاطر باقی رہنے والی آخرت کو قربان کردے اس سے زیادہ بے وقوف کون ہوسکتا ہے لیکن انہیں اس بات کا شعور نہیں کہ تھوڑے سے موہوم فائدہ کی خاطر وہ کتنا بڑا نقصان مول لے رہے ہیں۔ ان کے دھوکے اور فریب کا یہ حال تھا کہ جب مؤمنین سے ملتے تو کہتے ہم تو ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے بہکانے والے یہودیوں کے پاس جاتے تو ان سے کہتے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں مؤمنین سے تو ہم مذاق کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ ان کو عنقریب اس مذاق کی سزا دے گا ، فوری عذاب میں اس لئے مبتلا نہیں کرتا کہ ابھی انہیں مہلت دے رہا ہے ، اس مہلت اور ڈھیل کو یہ اپنے حق میں انعام الٰہی سمجھ رہے ہیں اور اپنی سرکشی اور طغیان میں (اور زیادہ) بہک رہے ہیں"

اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ فوراً کسی کو نہیں پکڑتا بلکہ مہلت دیتا ہے ، پھر جب گناہوں کی کثرت ہوجاتی ہے تو اچانک پکڑ لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

(اٰل عمران - ۱۷۸)

کافر یہ نہ خیال کریں کہ ہم جو انہیں ڈھیل دے رہے ہیں یہ ان کے حق میں بہتر ہے ، ہم تو اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ گناہ اور زیادہ ہوجائیں ، (پھر انجام کار تو) ان کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ رحم و کرم ہے کہ پہلے ڈھیل دیتا ہے پھر گناہوں کی زیادتی کے بعد پکڑتا ہے ، ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس مہلت کے زمانہ میں یہ لوگ توبہ کرکے عذابِ الٰہی سے بچ جاتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا ، اب سوائے عذاب کے اور ان کے لئے کیا ہے۔

اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ مہلت کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے ، سرکش لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے ، وہ اس خیال اور ان نعمتوں میں مگن ہوجاتے ہیں کہ ناگہانی طور پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ

جب کافروں نے اس نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی بھلا دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول

أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ○

(الانعام-۴۴)

دئے، حتّٰی کہ جب وہ ان نعمتوں میں مگن ہو گئے تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ مایوس ہو کر رہ گئے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ
نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ
ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ
فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ
بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ منافقین کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی۔ جب آگ نے اس شخص کے چاروں طرف روشنی کردی تو اللہ نے منافقین کی روشنی سلب کرلی اور ان کو تاریکیوں میں چھوڑ دیا، اب انہیں کچھ نظر نہیں آتا ﴿۱۷﴾ (ان کی حالت ایسی ہے گویا) وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں اور اندھے ہیں (کیونکہ رہنمائی حاصل کرنے کے یہی تین ذرائع ہیں، سننا، بولنا اور دیکھنا اور یہ ان تینوں ذرائع سے محروم ہو چکے ہیں) لہٰذا یہ (کسی حالت میں بھی سیدھے راستے کی طرف) نہیں لوٹ سکتے ﴿۱۸﴾

معانی ومصادر اِسْتَوْقَدَ، یَسْتَوْقِدُ، اِسْتِیْقَادٌ (باب استفعال) جلانا، جلنا۔
(اَضَاءَتْ) اَضَاءَ، یُضِیْءُ، اِضَاءَةٌ (باب افعال) روشن کرنا، روشن ہونا۔
ذَهَبَ، یَذْهَبُ، ذَهَابٌ و ذُهُوْبٌ و مَذْهَبٌ (ف) جانا، گذر جانا، مرجانا۔ یہ فعل لازم ہے، اگر اس کے ساتھ حرفِ جار "بِ" لگا دیا جائے تو اس کے معنیٰ "لے جانا" ہوتے ہیں۔
تَرَكَ، یَتْرُكُ، تَرْكٌ و تِرْكَانٌ (ن) چھوڑنا۔
(ظُلُمٰت) ظَلِمَ، یَظْلَمُ، ظَلْمٌ (س) اندھیرا ہونا، تاریک ہوجانا۔

ظُلُمٰت :ظُلْمَةٌ کی جمع تاریکیاں۔
(یُبْصِرُوْن) اَبْصَرَ ،یُبْصِرُ ،اِبْصَارٌ (باب افعال) دیکھنا، بینا کرنا۔
(صُمٌّ) صَمَّ ،یَصَمُّ ،صَمٌّ وصَمَمٌ (ف) بہرا ہونا۔
صُمٌّ= اَصَمُّ کی جمع = بہرے۔
(بُکْمٌ) بَکِمَ ، یَبْکَمُ ، بَکَمٌ وبَکَامَةٌ (س) گونگا ہونا۔
بُکْمٌ= اَبْکَمُ کی جمع = گونگے۔
(عُمْیٌ) عَمِیَ ، یَعْمٰی ، عَمًی (س) اندھا ہونا۔
عُمْیٌ= اَعْمٰی کی جمع : اندھے۔
(یَرْجِعُوْنَ) رَجَعَ ،یَرْجِعُ ، رُجُوْعٌ ومَرْجِعٌ ومَرْجِعَةٌ ورُجْعٰی ورُجْعَانٌ (ض) لوٹنا۔

تفسیر

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے طرزِ عمل کو ایک تمثیل کے ذریعہ سمجھایا ہے۔ تمثیل یہ ہے کہ ایک شخص نے آگ جلائی، جب چاروں طرف روشنی ہوگئی اور راستہ نظر آنے لگا تو بعض لوگوں کی بینائی جاتی رہی اور وہ اس روشنی سے فائدہ اٹھانے کے قابل نہیں رہے۔ اس میں روشنی کا کوئی قصور نہیں، اس کا تو فیض عام ہے، قصور تو ان کا ہے جو نابینا ہیں، کیونکہ وہ اپنی روشنی سے محروم ہیں، لہٰذا وہ باہر کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

اس تمثیل میں اسلام کو آگ کی روشنی سے تشبیہ دی گئی ہے، آگ جلانے والے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، روشنی سے مراد نورِ ہدایت ہے، تاریکی سے مراد گمراہی ہے، بینائی سے مراد قلب کی بینائی اور فطری صلاحیت ہے، اللہ تعالیٰ کے بینائی لے جانے سے مراد یہ ہے کہ حسد اور ہٹ دھرمی کے نتیجے میں جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے ان کی بینائی یعنی قبولِ حق کی فطری صلاحیت جاتی رہی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو پیش کیا اور نورِ اسلام سے تمام عالم جگمگا اٹھا اور اس کی روشنی میں صراطِ مستقیم پر چلنا آسان ہوگیا تو منافقین نے حسد کیا، ہٹ دھرمی کی، جس کے نتیجہ میں وہ تھوڑی بہت فطری صلاحیت اور بینائی جو ان کے قلوب میں تھی ضائع ہوگئی۔ جس طرح خوب روشنی کی موجودگی میں اگر کسی شخص کی آنکھ کی بینائی جاتی رہے تو باوجود روشنی کے اُسے راستہ نظر نہیں آئے گا۔ بالکل اسی طرح جب اسلام کی روشنی سے پورا عالم جگمگا رہا ہو تو اس شخص کو اس روشنی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا جس کے دل کی بینائی جاتی رہی ہو، منافقین نے حسد کی وجہ سے اپنی فطری صلاحیت کو ضائع کردیا، ان کا دل اندھا ہوگیا، اب وہ اسلام کی روشنی سے کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں کرسکتے، صراط مستقیم انہیں نظر نہیں آتا، وہ گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔ اس میں اسلام کا کوئی قصور نہیں، بلکہ ان کا اپنا قصور ہے کہ انہوں نے

حسد کی وجہ سے اپنے دل کی بینائی کو جس کی صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے بڑی ضرورت تھی زائل و بیکار کر دیا ہے۔

جب دل اندھا ہو جاتا ہے تو نہ عبرت ہوتی ہے، نہ نصیحت۔ انسان گمراہی میں پڑا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ○ (الحج - ۴۶)

بات در اصل یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے دل کی بینائی بہت ضروری ہے۔ اگر دل نابینا ہو جائے تو انسان روحانی طور پر سمجھ بوجھ سے محروم ہو جاتا ہے، فہم و ادراک اور صحیح و غلط میں تمیز کرنے کی فطری صلاحیت جاتی رہتی ہے، اب اُسے عبرت و نصیحت ہو تو کیسے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا۔ (الاعراف - ۱۷۹)

ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ روحانی طور پر ان کے قلوب مردہ ہیں، ان کی آنکھیں اور ان کے کان بیکار ہیں، یعنی ان کے دل صلاحیت کی روشنی سے محروم ہیں، ان کی بداعمالی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے فہم و ادراک کو چھین لیا ہے، ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے[1]، لہٰذا انہیں ہدایت نصیب ہو تو کیسے؟

راستہ پر چلنے کے لئے دو روشنیوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک آنکھ کی روشنی، دوسرے باہر کی روشنی، اگر ان دونوں روشنیوں میں سے کوئی سی بھی ایک روشنی نہ ہو تو راستہ نظر نہ آئے گا، بالکل اسی طرح ہدایت کے لئے بھی دو روشنیوں کی ضرورت ہے، ایک دل کی روشنی (روحانی بینائی یا صلاحیت) دوسرے اسلام کی روشنی، اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک روشنی معدوم ہو جائے تو ہدایت نہیں مل سکتی، کیونکہ منافقین نے ضد، حسد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنے دل کی بینائی اور تمام روحانی قوتیں ضائع کر دیں، لہٰذا اسلام کی روشنی کے باوجود ان کا راہ راست پر آجانا بہت دشوار ہے۔ ان لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بہرا بھی ہو گونگا بھی ہو اور اندھا بھی ہو بھلا ایسے آدمی کو راستہ کیسے ملے گا، وہ بہرا ہے لہٰذا راستہ بتانے والے کی آواز سن نہیں سکتا، گونگا ہے لہٰذا راستہ دریافت نہیں کر سکتا اور اندھا ہے لہٰذا راستہ دیکھ بھی نہیں سکتا، نہ کسی کے اشارہ کو دیکھ کر راستے کو پا سکتا ہے۔ صحیح راستہ پر چلنے کے لئے تین ذریعے

---

[1] دل پر مہر لگنے کی تشریح کے لئے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۷ کی تفسیر صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ہو سکتے تھے وہ تینوں ذریعے معدوم ہیں، لہٰذا ایسے آدمی کا راہ راست پر آجانا بہت مشکل ہے، بالکل یہی حال منافقین کا ہے، ان کے پاس نہ وہ کان ہیں جن سے نصیحت سن سکیں، نہ وہ زبان ہے جس سے نصیحت کی بات پوچھ سکیں اور نہ وہ آنکھیں ہیں جن سے راہ راست دیکھ سکیں یا کسی کے اشارہ کو دیکھ کر سیدھے راستہ پر آسکیں۔ یہ روحانی طور پر بالکل بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، ان کی تمام روحانی قوتیں اور صلاحیتیں زائل ہو چکی ہیں۔ لہٰذا ان کا غلط راستہ کو چھوڑ کر اسلام کے درخشندہ راستہ کی طرف لوٹ آنا بڑا مشکل ہے۔

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيهِ
ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ
يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِيٓ اٰذَانِهِمْ
مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ
وَاللّٰهُ مُحِيطٌۢ بِالْكٰفِرِينَ ﴿١٩﴾ يَكَادُ
الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَآ
أَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَآ أَظْلَمَ
عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ یا منافقین کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے بارش ہو رہی ہے جس میں تاریکیاں ہیں، بادل گرج رہے ہیں، بجلیاں چمک رہی ہیں، جب کڑک کی آواز آتی ہے تو یہ لوگ موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں کانوں میں دے لیتے ہیں (تاکہ نہ آواز آئے نہ دہشت سے موت واقع ہو، لیکن یہ بچ کر کہاں جائیں گے) اللہ ان کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ﴿۱۹﴾ قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی بینائی کو اچک لے جائے، (جس بینائی سے یہ فی الحال راستہ معلوم کر لیتے ہیں یعنی) جب کبھی بجلی چمکتی ہے تو اس کی روشنی میں (راستہ دیکھ لیتے ہیں اور) کچھ چل لیتے ہیں اور جب (بجلی نہیں چمکتی) تاریکی چھا جاتی ہے تو پھر کھڑے رہ جاتے ہیں (راستہ ہی نظر نہیں آتا تو چلیں کیسے) اگر اللہ چاہے تو ان سے ان کی سماعت اور بصارت کو (جس سے یہ فی الحال کچھ فائدہ اٹھا رہے ہیں) چھین لے (تو پھر یہ کیا کریں گے۔ اور اللہ یہ کام کر سکتا ہے کیونکہ) اللہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے (ہر کام کر سکتا ہے) ﴿۲۰﴾

معانی ومصادر (صَيِّب) صَابَ، يَصُوْبُ، صَوْبٌ ومَصَابٌ (ن) نازل ہونا۔

صَيِّب = ابر، گھٹا، بارش۔ اس کا مادّہ "ص و ب" ہے۔

(ظُلُمٰت) ظَلِمَ، يَظْلَمُ، ظَلَمٌ (س) اندھیرا ہو جانا۔

ظُلُمٰت = ظُلْمَةٌ کی جمع = تاریکیاں۔

(رَعْدٌ) رَعَدَ، يَرْعُدُ، رَعْدٌ و رُعُوْدٌ (ف ن) گرجنا، کڑکنا۔

(بَرْق) بَرَقَ، يَبْرُقُ، بَرْقٌ و بُرُوْقٌ و بَرَقَانٌ و بَرِيْقٌ (ن) چمکنا۔

(يَجْعَلُوْنَ) جَعَلَ، يَجْعَلُ، جَعْلٌ (ف) بنانا، پیدا کرنا، رکھ لینا، کر دینا۔

(صَوَاعِق) صَعَقَ، يَصْعَقُ، صَاعِقَةٌ (ف) آسمان سے آگ برسنا۔

صَوَاعِق = صَاعِقَةٌ کی جمع = بجلی کی کڑک، فضا میں سخت دھماکا، موت، مہلک عذاب۔

(حَذَر) حَذِرَ، يَحْذَرُ، حَذَرٌ و حِذْرٌ و مَحْذُوْرَةٌ (س) ڈرنا۔

حَذَرٌ = خوف۔

(مَوْت) مَاتَ، يَمُوْتُ، مَوْتٌ (ن) مرجانا۔

(مُحِيْطٌ) اَحَاطَ، يُحِيْطُ، اِحَاطَةٌ (باب افعال) گھیر لینا، حفاظت کرنا، احتیاط کرنا۔ اس کا مادّہ "ح و ط" ہے۔

(کُفْرِیْن) کَفَرَ، یَکْفُرُ، کُفْرٌ و کَفْرٌ (ن) ڈھانک دینا، چھپانا، انکار کرنا۔
کَفَرَ، یَکْفُرُ، کُفْرٌ و کُفُوْرٌ و کُفْرَانٌ (ن) انکار کرنا، ناشکری کرنا۔
(یَکَادُ) کَادَ، یَکَادُ، کَوْدٌ و مَکَادٌ و مَکَادَۃٌ (ف) کسی کام کے کرنے کے قریب ہوجانا، ارادہ کرنا۔
(یَخْطَفُ) خَطِفَ، یَخْطَفُ، خَطْفٌ (س) اچک لے جانا۔
(اَبْصَار) بَصُرَ، یَبْصُرُ، بَصَرٌ و بَصَارَۃٌ (ک) دیکھنا۔
اَبْصَار: بَصَرٌ کی جمع = آنکھیں۔
اَضَآءَ، یُضِیْءُ، اِضَاءَۃٌ (باب افعال) روشن کرنا، روشن ہونا۔ اس کا مادہ "ض و ء" ہے۔
(مَشَوْا) مَشٰی، یَمْشِیْ، مَشْیٌ و تِمْشَاءٌ (ض) چلنا۔
اَظْلَمَ، یُظْلِمُ، اِظْلَامٌ (باب افعال) تاریک ہونا، تاریک کرنا۔
(قَامُوْا) قَامَ، یَقُوْمُ، قَوْمٌ و قَوْمَۃٌ و قِیَامٌ و قَامَۃٌ (ن) کھڑا ہونا، ٹھہر جانا۔
شَآءَ، یَشَآءُ، شَیْءٌ و مَشِیْئَۃٌ و مَشَاءَۃٌ و مَشَائِیَۃٌ (ف) چاہنا۔
(سَمْعٌ) سَمِعَ، یَسْمَعُ، سَمْعٌ و سَمَاعٌ و سَمَاعَۃٌ و سَمَاعِیَۃٌ و مَسْمَعٌ (س) سُننا۔
(قَدِیْر) قَدَرَ، یَقْدِرُ، قَدْرٌ و قُدْرَۃٌ و مَقْدُرَۃٌ و مِقْدَارٌ۔ (ض ن) قدرت ہونا، قادر ہونا۔ "قَدِیْر" اسم صفت ہے۔

تفسیر

منافقین کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے دو تمثیلیں بیان فرمائیں، ایک کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ دوسری تمثیل ان آیتوں میں ہے، ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بارش سے تشبیہ دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَثَلُ مَا بَعَثَنِی اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ الْغَیْثِ الْکَثِیْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَ مِنْھَا نَقِیَّۃٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ وَکَانَتْ مِنْھَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰہُ بِھَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَتْ مِنْھَا طَائِفَۃً اُخْرٰی اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ لَا تُمْسِکُ مَآءً وَلَا تُنْبِتُ کَلَاً فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقُہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ وَنَفَعَہٗ

ہدایت اور علم جس کو دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسی مثال اس بارش کی جو کثرت سے ہو، وہ بارش جب زمین پر پہنچتی ہے تو زمین کا وہ حصّہ جو صاف ہوتا ہے پانی جذب کر لیتا ہے پھر اس سے گھاس اور سبزہ اگتا ہے اور زمین کا جو حصّہ سخت ہوتا ہے وہ پانی کو روک لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، لوگ اس کو پیتے ہیں، پلاتے ہیں اور کھیتی میں آبپاشی کرتے ہیں اور زمین

مَا بَعَثَنِی اللّٰہُ بِہٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَأْسًا وَلَمْ یَقْبَلْ هُدَی اللّٰہِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ (صحیح بخاری کتاب العلم باب فضل من عَلِمَ وَعَلَّمَ جزء اوّل صـ۳۱)

کا بعض حصّہ بالکل چٹیل میدان ہوتا ہے، نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ اس پر گھاس اگتی ہے۔ بس یہی مثال اس شخص کی ہے جو دین میں سمجھ حاصل کرے اور جس چیز کو دے کر مجھے اللہ نے بھیجا ہے وہ اس کو نفع پہنچائے، (پھر) وہ شخص اس کو پڑھے اور پڑھائے اور (چٹیل میدان کی) مثال اس شخص کی سی ہے جو ہدایت اور علم دین کی طرف متوجہ نہ ہو اور جس ہدایت کو دے کر میں بھیجا گیا ہوں اُسے قبول نہ کرے۔

الغرض اسلام ایک موسلا دھار بارش کے مانند ہے۔ جس طرح بارش سے پہلے تاریکیاں ہوتی ہیں، گرج و چمک ہوتی ہے، پھر اس بارش سے فائدے حاصل ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح اسلام کے غالب ہونے سے پہلے مستقبل تاریک نظر آتا ہے، گرج کے مانند خوف و دہشت دلانے والی آوازیں سنائی دیتی ہیں اور کبھی بجلی کی چمک کی طرح کوئی امید کی کرن بھی نظر آجاتی ہے۔

اب جو شخص اسلام کے ابتدائی دور میں مایوس ہو کر بیٹھ جائے، خطرات سے ڈر کر وہ اسلام کی روشنی سے فائدہ اٹھانا نہ چاہے، لڑائی کا اعلان ہو اور وہ کان بند کر کے جان بچانے کی فکر میں لگ جائے اور اسلام کو اپنے حق میں وبال سمجھے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بارش کی تاریکیوں اور گڑگڑاہٹ سے ڈر کر بارش کو بُرا سمجھنے لگے۔ اگر کوئی شخص بارش سے بیزار ہو کر بیٹھ جائے تو بارش رک نہیں سکتی، بارش تو ہو کر رہے گی، جو فائدہ اٹھانا چاہے گا فائدہ اٹھالے گا اور جو فائدہ نہیں اٹھانا چاہے گا وہ نہیں اٹھائے گا، بالکل اسی طرح جان و مال کی قربانیوں سے ڈر کر اگر منافقین اسلام سے بیزار ہو جائیں تو وہ اسلام کی ترقی کو روک نہیں سکتے، اسلام ترقی کرے گا اور ضرور کرے گا البتہ منافقین اسلام کی برکتوں سے محروم رہ جائیں گے اور اپنا ہی نقصان کریں گے۔

یہ لوگ قربانیوں سے ڈر کر اپنی جان بچانے کی کتنی ہی فکر اور کوشش کریں لیکن آخر یہ بھاگ کر کہاں جائیں گے، وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے (وَاللّٰہُ مُحِیْطٌ بِالْکَافِرِیْنَ)۔ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے، موت و زیست اس کے ہاتھ میں ہے، وہ جب چاہے گا، جہاں چاہے گا اور جس طرح چاہے گا پکڑ لے گا۔ ان کی تمام کوششیں جو یہ اپنی جان بچانے کے لئے کر رہے ہیں بے سود ثابت ہوں گی۔

(یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ) عنقریب اسلام ترقی کرے گا، اس کی چمک اور نورانیت سے تمام عالم منوّر ہو جائے گا، اس وقت یہ اسلام کی آب و تاب دیکھ کر حیران رہ جائیں گے، ان کی آنکھیں

خیرہ ہوجائیں گی۔

اسلام کے ابتدائی دور میں منافقین کی حالت بالکل اس راہ گیر کی سی ہوتی ہے جو گھنگور گھٹا کی تاریکیوں میں سرگرداں ہوتا ہے، جب بجلی چمکتی ہے تو اس کی روشنی میں کچھ دور چل لیتا ہے اور جب بجلی نہیں چمکتی، اندھیرا ہوجاتا ہے تو کھڑا رہ جاتا ہے، بالکل اسی طرح یہ منافقین جب جنگ کے بادل چھاتے ہیں، قربانیوں کا وقت آتا ہے تو کھڑے مُنہ تکتے رہ جاتے ہیں، ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھتے لیکن جب اسلام کی فتح ہوتی ہے، مال غنیمت ہاتھ آتا ہے تو پھر اسلام کے دعویدار بن کر سامنے آتے ہیں، اسلام کی خیرخواہی میں ایک دو قدم آگے چل لیتے ہیں اور اسلام کی فتح اور مالِ غنیمت میں سے کچھ فائدہ حاصل کرلیتے ہیں، انہیں خبردار ہوجانا چاہیئے کہ (وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ) اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے کان جس میں گرج کی آواز سُن کر یہ انگلیاں رکھ لیتے ہیں اور آنکھیں جن سے خطرات کو دیکھ کر اسلام کے راستہ میں قربانی دینے سے رُک جاتے ہیں بیکار کردے، کان قوّت سماعت سے محروم ہوجائیں اور آنکھیں قوّت بصارت سے محروم ہوجائیں تو پھر یہ کیا کریں گے، انہیں اللہ کی پکڑ سے ڈرتے رہنا چاہیئے، وہ انسان کو تمام قوتوں سے محروم کرسکتا ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، قادر ہوتے ہوئے اس کا ایسا نہ کرنا مصلحت پر مبنی ہے، وہ ڈھیل دیتا ہے اور اس ڈھیل میں بھی اس کی کوئی حکمت ہوتی ہے۔

آیات ۸ تا ۲۰ کا خلاصہ

اور

عمل

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی صفات بیان کی ہیں۔ ان صفات کا خلاصہ یہ ہے۔

① دل میں کچھ، زبان پر کچھ

اے لوگو، منافقین کی اس صفت سے بچیئے، ظاہر و باطن کو یکساں اور ہم آہنگ کیجئے۔

② اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو دھوکا دینے کی کوشش کرنا

اے لوگو، اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو کبھی دھوکا دینے کی کوشش نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ حیلہ سے کسی حلال چیز کو حرام یا حرام چیز کو حلال کرلیا جائے، لیکن اس حیلہ

سے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے البتہ آپ خود فریب نفس میں مبتلا ہو جائیں گے اور اپنا نقصان کر بیٹھیں گے، شیطان اس حیلہ کو مزیّن کر کے آپ کے سامنے پیش کرے گا لیکن آپ اس کے دھوکے میں نہ آئیے۔ اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہا تو سمجھ لیجئے کہ آپ خود شیطان کے دھوکے میں آگئے۔ اس میں آپ کی ہلاکت اور بربادی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا (فاطر۔ ۵ و ۶)

شیطان تم کو اللہ کے معاملہ میں دھوکا نہ دے، بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، اس کو دشمن سمجھتے رہو۔

مؤمنین کو بھی کسی قسم کا دھوکا نہ دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غشنا فلیس مِنّا جزء اوّل ص۵۵)

جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم سے نہیں۔

③ مؤمنین سے حسد کرنا

مؤمنین سے حسد نہ کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَحَاسَدُوْا (صحیح بخاری کتاب الادب باب مَا ینھٰی عن التحاسد جزء ۸ ص۲۳ و صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم الظن، جزء ۲، ص۴۲۳ و ۴۲۴)

آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

④ جھوٹ بولنا

جھوٹ نہ بولیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (متفق علیہ) وَزَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان خصائل المنافق

منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے، صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور دعویٰ

جزء اول ص۴۴ و صحیح بخاری کتاب الایمان باب علامۃ المنافق جزء اوّل ص۱۵)

کرے کہ وہ مسلم ہے۔

⑤ ملک میں فساد و بدامنی پھیلانا۔

ملک میں فساد و بدامنی پھیلانا منافقین کا شیوہ ہے، اے لوگو آپ اس سے بچیئے، زمین میں فساد نہ پھیلائیے، امن کو درہم برہم نہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (الاعراف-۵۶و۸۵)

زمین میں اُس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ (صٓ-۲۸)

کیا ہم ایمان والوں کو جو عمل صالح کرتے ہیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد برپا کرتے ہیں (نہیں بلکہ ہم ان کو دنیا میں عروج اور آخرت میں اجر دیں گے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ (النور-۵۵)

اللہ (تعالیٰ) کا ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں خلافت کے منصب پر فائز کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ (القصص-۸۳)

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے مختص کر دیں گے جو زمین میں ظلم اور فساد پھیلانا نہیں چاہتے اور (اچھا) انجام تو متقیوں کے لئے ہی ہے۔

آیات بالا سے ثابت ہوا کہ متقی یا صالح مؤمن وہی ہے جو ملک میں فساد نہ پھیلائے اور کیونکہ متقی بننا ہر شخص کے لئے ضروری ہے لہٰذا ملک میں فساد نہ پھیلائیے، بیگاڑ پیدا نہ کیجئے تاکہ آپ ہدایت پر چل کر منزلِ مقصود پر پہنچ جائیں، جنّت میں لازوال نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوں اور دنیا میں خلافت کے منصب پر فائز ہوں۔

⑥ ایمان والوں کو بے وقوف سمجھنا

اے لوگو، ایمان والوں کو بے وقوف نہ سمجھیئے، عقل والے وہی ہوتے ہیں جو اللہ والے ہوتے ہیں اور احکام الٰہی پر عمل کر کے اپنی آخرت کو سنوارتے ہیں۔

⑦ دورُخی پالیسی اختیار کرنا

اے لوگو، دورخی پالیسی اختیار نہ کیجئے، اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر نہ لگائیے، دو مخالف جماعتوں میں سے ہر ایک کو اپنی دوستی جتا کر انہیں لڑانے کی کوشش نہ کیجئے، اپنی خوشامدانہ باتوں سے دونوں کو خوش کرنے کی کوشش نہ کیجئے، اُن کے پاس گئے تو اُن کی سی کہہ دی، اِن کے پاس گئے تو اِن کی سی کہہ دی، ایسا نہ کیجئے، حق بات کہیئے، دورُخی پالیسی بہت بُری خصلت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تَجِدُ مِنْ شَرِّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ اللّٰهِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَاْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب ما قیل فی ذی الوجھین جزء ۸ ص۲۱) و صحیح مسلم کتاب البر باب ذم ذی الوجھین جزء ۲ ص۳۲۷)

تم قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بدتر اس شخص کو پاؤ گے جو دورخا ہوگا، اِن کے پاس آیا اِن کا سا بن گیا اور اُن کے پاس گیا اُنکا سا بن گیا۔

⑧ ہدایت کے بدلہ گمراہی خریدنا

ہدایت کے بدلہ گمراہی نہ خریدیئے، حق کا ساتھ دیجئے، حق والوں کے ساتھ رہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (التوبۃ - ۱۱۹)

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

⑨ قربانی و جہاد سے گریز کرنا

اے لوگو، قربانی اور جہاد سے گریز نہ کیجئے، اسلام تو قربانی ہی کا دوسرا نام ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہر چیز قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیئے، اپنی خواہشات کو قربان کیجئے، اپنی راحت کو قربان کیجئے، اپنے مال کو قربان کیجئے، اپنے وقت کو قربان کیجئے، اپنی اولاد کو قربان کیجئے، اپنی جانوں کو

قربان کیجئے، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کوشش کرتے رہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج - ۷۸)

اللہ کے راستہ میں اس طرح جدّوجہد کیجئے جس طرح جدوجہد کرنے کا حق ہے۔

الغرض اللہ کے دین کی خدمت میں پوری قوّت اور جانفشانی سے کوشش کرتے رہیئے۔

⑩ مسلمین کی فتوحات اور ترقی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنا

اے لوگو، آپ خود کوشش کر کے فتوحات حاصل کیجئے، اسلام کو فروغ دیجئے، ایسا نہ کیجئے کہ خود چین سے گھر بیٹھ جائیں اور دوسروں کی کوشش اور قربانیوں سے جو فائدہ حاصل ہو اس میں سے حصّہ بٹانے کے لئے جھوٹا دعویٰ کریں، ایسا نہ کیجئے کہ اگر فائدہ ہو تو اسلام اور مسلمین کا ساتھ دیں اور نقصان نظر آئے تو ساتھ چھوڑ کر الگ ہو جائیں بلکہ ہر حال میں خلوص و قربانی کے ساتھ اسلام اور مسلمین کے وفادار رہیئے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ
خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ اَلَّذِيْ جَعَلَ
لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ
بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ
رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ
اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ اے لوگو، اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں پیدا کیا تاکہ تم متقی بن جاؤ ﴿۲۱﴾ (وہی ہے) جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا، آسمان کو چھت بنایا اور اوپر سے (یعنی بادل سے) پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ تمہارے کھانے کے لئے

پھل پیدا کئے (یہ کام ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا) لہٰذا کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ اور یہ بات تم بھی جانتے ہو (کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا) (۲۲)

معانی ومصادر (اُعْبُدُوا) عَبَدَ، یَعْبُدُ، عِبَادَۃٌ و عُبُوْدِیَّۃٌ (ن) توحید (یعنی اللہ کو ایک ماننا)، بندگی کرنا، پرستش کرنا، عاجزی وانکساری ظاہر کرنا، اطاعت کرنا، خدمت کرنا۔

(رَبَّ) رَبَّ، یَرُبُّ، رَبٌّ (ن) تربیت کرنا، پالنا، تدریجاً نشوونما کرکے حدِّ کمال کو پہنچانا، زیادہ کرنا، اصلاح کرنا، مالک ہونا۔

رَبٌّ بطور اسم فاعل بھی استعمال ہوتا ہے۔

خَلَقَ، یَخْلُقُ، خَلْقٌ وخَلْقَۃٌ (ن) پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا، اختراع کرنا۔

(تَتَّقُوْنَ) اِتَّقٰی، یَتَّقِیْ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا، ہر اس چیز سے بچنا جس سے کسی قسم کا اندیشہ ہو، متقی ہوجانا۔ مادّہ "وقی" ہے۔

جَعَلَ، یَجْعَلُ، جَعْلٌ (ف) بنانا، پیدا کرنا، رکھ لینا، کردینا۔

(فِرَاش) فَرَشَ، یَفْرُشُ، فَرْشٌ و فِرَاشٌ (ن) بچھانا۔

فِرَاش = فَرْش = بچھونا۔ جمع اَفْرِشَۃٌ و فُرُشٌ۔

(بِنَاء) بَنٰی، یَبْنِیْ، بَنْیٌ و بِنَاءٌ و بُنْیَانٌ و بِنْیَۃٌ و بِنَایَۃٌ (ض) بنانا، تعمیر کرنا۔

بِنَاءٌ = عمارت، جمع اَبْنِیَۃٌ

اَنْزَلَ، یُنْزِلُ، اِنْزَالٌ (باب افعال) اتارنا، مہمانی کرنا، بیوی کے پاس داخل ہونا۔

(سَمَاءَ) سَمَا، یَسْمُوْ، سُمُوٌّ (ن) بلند ہونا۔

سَمَاءٌ = آسمان کیونکہ وہ ہر چیز سے بلند وبالا ہے، ہر وہ چیز جو بلند وبالا ہو، چھت، بارش، بادل۔

اَخْرَجَ، یُخْرِجُ، اِخْرَاجٌ (باب افعال) نکالنا، خراج ادا کرنا۔

(رِزْقٌ) رَزَقَ، یَرْزُقُ، رَزْقٌ (ن) دینا، رزق پہنچانا۔

رِزْقٌ = ہر وہ چیز جس سے فائدہ اٹھایا جائے، کھانا۔

اَنْدَادٌ = نِدٌّ کی جمع = شریک، مثل۔

(تَعْلَمُوْنَ) عَلِمَ، یَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، علم حاصل کرنا، پہچان لینا۔

تفسیر

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل تین جماعتوں کا ذکر کیا۔

(۱) وہ لوگ جو راہِ حق پر چل کر منزلِ مقصود پر پہنچ جاتے ہیں یعنی متّقی لوگ،
(۲) وہ لوگ جو حق پوشی اور ہٹ دھرمی کرتے ہیں، ایسے لوگ راہ ہدایت پر نہیں آ سکتے،
(۳) وہ لوگ جو دل سے حق کا انکار کرتے ہیں اور زبان سے حق کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، یعنی منافقین۔

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ بتا چکا ہے کہ صرف متّقی لوگ ہی ہدایت پا کر منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متّقی بننے کا طریقہ بتا دیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کو یہ عذر پیش کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے کہ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ متّقی کیسے بنتے ہیں"۔ متّقی بننے کا طریقہ یہ ہے کہ اس ربّ کی عبادت[1] کرو جو تمہارا بھی خالق ہے اور جو لوگ تم سے پہلے گذر چکے ہیں ان کا بھی خالق ہے یعنی اپنے خالق کی اطاعت کرو، اس کے سامنے قولاً و فعلاً عاجزی، انکساری اور ذلّت کا اظہار کرو، سرِ تسلیم خم کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو پھر تمہارے دل میں اپنے خالق کے متعلق صحیح ایمان پیدا ہوگا، اس کا خوف پیدا ہوگا، پھر اس کے خوف کی وجہ سے تم اس کی تمام نافرمانیوں سے بچ جاؤ گے، عبادت خالق و مالک کا تصوّر پیدا کرتی ہے، متّقی بناتی ہے، عبادت سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور تقوے سے ہدایت پر چلنے کی توفیق پیدا ہوتی ہے پھر اس توفیق سے استقامت پیدا ہوتی ہے اور استقامت سے منزلِ مقصود تک رسائی حاصل ہوتی ہے یعنی انسان نجات حاصل کرتا ہے، جنّت میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

عبادت کے مفہوم میں توحید بھی شامل ہے، جب انسان توحید پر قائم ہو جاتا ہے تو پھر وہ اپنا تعلق ماسوا سے منقطع کر لیتا ہے، اُس کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے، اس کی نماز، اس کی قربانی اس کی زندگی اور اس کی موت صرف اللہ ربّ العالمین کے لئے ہوتی ہے، وہ تمام ہستیوں سے بے نیاز ہو کر صرف خالقِ کائنات کی طرف رجوع کرتا ہے، اس کی صحیح عظمت و قدرت کا احساس پیدا کرتا ہے، پھر وہ کسی دوسرے کے سامنے نہیں جھکتا، کسی دوسرے سے نفع کی امید نہیں رکھتا، نہ کسی دوسرے کے نقصان پہنچانے کا اُسے اندیشہ ہوتا ہے، اس کی مرادوں کا مرجع و ماویٰ صرف اللہ ذوالجلال کی ذات ہوتی ہے، وہ صرف ایک اللہ ذوالجلال کو نفع پہنچانے والا سمجھتا ہے، اللہ اکیلے کو نقصان کا مالک سمجھتا ہے، لہٰذا اس کے دل میں صرف ایک اللہ مختار و قہّار کا خوف پیدا ہوتا ہے، یہی خوف یا تقویٰ ہے جو اس کے دل کو منوّر کرتا ہے، اس کو برائیوں سے بچاتا ہے اور اس کو کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار کرتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت جبریلؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:۔

مَا الْاِحْسَانُ؟ — احسان کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

---

[1] عبادت کے مفہوم کے لئے سورۂ فاتحہ کی آیت نمبر ۴ کی تفسیر صـ۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب سُؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان جزء اول ص۲ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب الایمان ما ھو جزء اول ص۲۳ و اللفظ للبخاری)

تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو، پھر اگر تم اُسے دیکھنے کی کیفیت نہ پیدا کرسکو تو (یہ تصور پیدا کرو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

عبادت، اطاعت اور بندگی کی یہ کیفیت دل میں ایک خاص کیفیت پیدا کرے گی، تقویٰ بڑھتا چلا جائے گا اور انسان متقی بن کر ہدایت و نجات حاصل کرے گا۔

عمل کے لحاظ سے بہت سی عبادتیں ہیں جن میں سرفہرست نماز ہے، اگر نماز اس کیفیت کے ساتھ پڑھی جائے جو کیفیت کہ مذکورۂ بالا حدیث میں بیان کی گئی ہے تو نماز یقیناً تقویٰ پیدا کرے گی۔ مزید برآں نمازی اگر غور کرے کہ وہ کس کے حکم سے نماز پڑھ رہا ہے، وہ کیوں کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا، وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا تصوّر کیوں نہیں کرتا، کیا وہ جس معبود حقیقی کے حکم سے نماز کی حالت میں کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا کیا اسی معبود حقیقی کے حکم سے اُسے نماز کے بعد ان چیزوں کو دیکھنا چاہیئے جن کے دیکھنے کو اس معبود حقیقی نے منع فرمایا ہے، کیا جس معبود حقیقی کے حکم کی وجہ سے وہ نماز کے دوران کوئی اور کام نہیں کرسکتا، کیا نماز کے بعد اُسے ان تمام کاموں سے پرہیز نہیں کرنا چاہیئے جن سے پرہیز کرنے کا حکم اس معبود حقیقی نے دیا ہے، کیا جس معبود حقیقی کا وہ نماز میں بندہ ہے، نماز کے بعد وہ اُس معبود حقیقی کا بندہ نہیں رہتا؟ اگر رہتا ہے اور ضرور رہتا ہے تو پھر نماز کے بعد وہ کس طرح اس معبود حقیقی کی نافرمانی کرکے اس کی غلامی کا طوق اپنی گردن سے نکال دیتا ہے، نماز پڑھتے وقت اگر اس کے دل میں یہ احساس پیدا ہو تو نماز کے بعد اس احساس کی وجہ سے یقیناً اس کی کایا پلٹ جائے گی، دل میں تقویٰ پیدا ہوگا اور یہ تقویٰ اس کو استقامت دے کر منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا۔

یہی وہ نماز ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (العنکبوت - ۴۵)

بے شک نماز بے حیائی اور (تمام) بُری باتوں سے روکتی ہے۔

لغرض عبادت سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور تقویٰ عبادت پر مجبور کرتا ہے، عبادت اور تقویٰ لازم و ملزوم ہیں، ایک دوسرے کا سبب ہیں، اگر ایک چیز نہیں تو دوسری بھی نہیں ہوگی، عبادت کو اگر صحیح معنوں میں ایک خاص کیفیت کے ساتھ ادا کیا جائے تو عابد یقیناً متقی ہوگا اور جو متقی ہوگا وہ

یقیناً عابد بھی ہوگا، اس لئے کہ متقی عبادت و اطاعت سے گریز کر ہی نہیں سکتا، وہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے احکام سے سرتابی نہیں کرسکتا۔

آیت زیرِ تفسیر کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت صرف اس ہستی کے لئے ضروری اور مخصوص ہے جس نے پیدا کیا، جو ہمارا اور سب کا خالق ہے، گویا عبادت کا مستحق صرف خالق ہے، جو خالق نہیں وہ عبادت کا مستحق بھی نہیں، اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے، ہمیں صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیئے اس نے ہمیں پیدا بھی اپنی عبادت کے لئے ہی کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذّٰریٰت - ۵۶)

میں نے جن و انس کو کسی اور مقصد کے لئے پیدا نہیں کیا سوائے اس کے کہ وہ میری عبادت کریں۔

الغرض جب خالق ہی ہماری عبادت و اطاعت کا مستحق ہے تو پھر اس کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت قطعاً جائز نہیں، نہ کسی دوسرے کی اطاعت و خدمت، ادب و احترام جائز ہے البتہ جس حد تک خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا یا اجازت دی اس حد تک دوسرے کی اطاعت و خدمت ضروری یا جائز ہوسکتی ہے، اس کا ادب و احترام ضروری یا جائز ہوسکتا ہے، اس حد کے آگے بڑھ جانا شرک کے حدود میں داخل ہونا ہے، توحید کو ملیامیٹ کردینا ہے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے معبودِ حقیقی کے مزید صفات بتائے، ان میں سے ایک صفت یہ ہے کہ اُس نے انسانوں کے لئے زمین کو فرش بنایا، اللہ تعالیٰ نے اس صفت کا ذکر قرآن مجید میں بار بار کیا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ○ (الذّٰریٰت - ۴۸)

ہم نے زمین کو بچھا دیا اور ہم کتنے اچھے بچھانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ (الرعد - ۳)

وہی ہے جس نے زمین کو پھیلا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا (الحجر - ۱۹ و قٓ - ۷)

زمین کو ہم نے پھیلا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (الزخرف - ۱۰)

وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ○
(نوح - ۱۹)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنادیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ○
(عَمَّ یتسآءلون-۶)

کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ○
(والنّٰزعٰت - ۳۰)

آسمان کو بنانے اور بلند کرنے کے بعد ہم نے زمین کو پھیلا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا

(طٰہٰ - ۵۳)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنادیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے زمین کو فرش بنایا، ہم اس پر چلتے ہیں، پھرتے ہیں، بیٹھتے ہیں، لیٹتے ہیں، سوتے ہیں، یہ اس کا کتنا بڑا احسان ہے۔

دوسری صفت اللہ تعالیٰ نے معبودِ حقیقی کی یہ بتائی کہ اس نے آسمان کو چھت بنادیا، اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تخلیق کا ذکر بھی بار بار کیا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ، بَنٰىهَا ○ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ○ (والنّٰزعٰت-۲۷و۲۸)

(اے انسانو) کیا تمہارا بنانا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا، اللہ نے تو آسمان کو بنایا (جو تمہارے خیال میں زیادہ مشکل کام ہے) پھر اس کی چھت کو بلند کیا اور اس کو ہموار بنایا (کیا جو آسمان کو پیدا کرسکتا ہے وہ انسانوں کو دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا، نہ یہ اس کے لئے مشکل ہے اور نہ آسمان کا پیدا کرنا اس کے لئے مشکل ہے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا
(الانبیآء - ۳۲)

ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا
(لقمٰن-۱۰)

اُسی نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا کیا (جیسا کہ) تم دیکھتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ○
(قٓ:۶)

کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا، کیسی اس کو زینت دی، اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ○
(الذّٰریٰت-۴۷)

آسمان کو ہم نے بنایا اور ہم بڑی وسعت دینے والے ہیں۔

تیسری صفت معبود حقیقی کی یہ ہے کہ اس نے بالائی فضاؤں یا بادلوں سے پانی برسایا، اس صفت کا بھی اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ○
(الرعد-۱۲)

اللہ ہی بارش سے بھرے ہوئے بادل پیدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ
(الاعراف-۵۷)

وہ (اللہ ہی ہے) جو (بارانِ) رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل کو اٹھا کر لے آتی ہیں تو ہم اس بادل کو ایک مردہ شہر کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر ہم اس سے بارش نازل کرتے ہیں اور اس بارش کے ذریعہ ہر قسم کے پھل پیدا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ
(النور-۴۳)

(اے رسول) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ ہی بادل کو چلاتا ہے، پھر اس کو ملا دیتا ہے، پھر اس کو تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ بادل کے اندر سے پانی برسنے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ

(الروم - ۴۸)

اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، پھر وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پھر اللہ ہی اس کو آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے اور تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ اس کے درمیان سے پانی برستا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ○

(فاطر - ۹)

اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، پھر وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پھر ہم اس کو مردہ شہر کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر ہم اس بارش کے ذریعہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں، (تو اے لوگو) اسی طرح (قیامت کے روز مُردے) زندہ ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ○ (الواقعة - ۶۸ و ۶۹)

کیا تم نے اس پانی کو نہیں دیکھا جو تم پیتے ہو، کیا اُسے بادل سے تم نازل کرتے ہو یا ہم نازل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے معبودِ حقیقی کی چوتھی صفت یہ بتائی کہ وہ بارش کے ذریعہ پھل پیدا کرتا ہے، اس صفت کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے بار بار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (الاعراف - ۵۷)

پھر ہم نے بادل سے پانی برسایا، پھر ہم ہی نے اس کے ذریعہ ہر قسم کے پھل پیدا کئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ (ابراھیم - ۳۲)

اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ○ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ

وہ (اللہ) ہی ہے جس نے اوپر سے تمہارے لئے پانی نازل کیا، اُسی سے تم پینے کا پانی حاصل کرتے ہو اور اُسی سے درخت (اُگتے ہیں) جن

وَ الْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ، اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ○
(النحل - ۱۱)

میں تم (چارپایوں کو) چراتے ہو، اللہ ہی تمہارے لئے اس پانی سے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے، غور کرنے والوں کے لئے اس میں (بڑی) نشانی ہے (کہ جو معبود یہ کام کرسکتا ہے وہی عبادت کا مستحق ہے، وہی معبود حقیقی ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا
(الفاطر - ۲۷)

(اے رسول) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ ہی نے اوپر سے پانی نازل کیا، پھر اس نے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کئے۔

الغرض ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے معبود حقیقی کی چند خصوصیات بتائیں، وہ یہ کہ:۔

(۱) انسانوں کو پیدا کرنے والا،
(۲) زمین کو فرش بنانے والا،
(۳) آسمان کو چھت بنانے والا،
(۴) بادلوں یا بالائی فضاؤں سے پانی برسانے والا، اور
(۵) مختلف قسم کے پھل پیدا کرنے والا۔

یہ کام اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا لہٰذا کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بن سکتا، تعجب ہے ان لوگوں پر جو ان تمام باتوں کو جانتے ہوئے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں، کبھی اس کی ذات میں کسی کو شریک کرتے ہیں، کبھی اس کے حقوق وصفات میں کسی کو شریک کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو، ان حقائق کو جانتے ہوئے کہ معبودانِ باطل عاجز ہیں، بے بس ہیں، نہ پیدا کرسکتے ہیں، نہ مندرجہ بالا کام کرسکتے ہیں، ان کو اللہ کا شریک نہ بناؤ، وہ اکیلا ہے، اس کا نہ کوئی ساتھی ہے، نہ شریک۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا

اللہ کے شریک نہ بناؤ۔

ایک مرتبہ حضرت ابن مسعودؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ ؟

سب سے بڑا گناہ کونسا ہے ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَ هُوَ خَلَقَكَ۔

(سب سے بڑا گناہ یہ ہے) کہ تم اللہ کا شریک

(صحیح بخاری کتاب الادب باب قتل الولد خشیۃ ان یأکل معہ، جزء ۸ ص۹ و کتاب التفسیر جزء ۶ ص۲۲)

بناؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے (کوئی بھی شخص کسی حالت میں بھی پیدا کرنے والے کا شریک نہیں ہوسکتا)۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، شرک اللہ تعالیٰ کے غضب وخفگی کا موجب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا اَحَدٌ اَصْبَرُ عَلٰی اَذًی یَسْمَعُہٗ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّہُمْ یَجْعَلُوْنَ لَہٗ نِدًّا وَّ یَجْعَلُوْنَ لَہٗ وَلَدًا وَ ھُوَ مَعَ ذٰلِکَ یَرْزُقُھُمْ وَ یُعَافِیْھِمْ وَیُعْطِیْھِمْ

(صحیح مسلم کتاب صفۃ القیامۃ باب لا احد اصبر علی اذی من اللہ عز وجل۔ جزء ۲، ص۵۲۲)

کوئی ایک بھی شخص ایسا نہیں جو غصہ دلانے والی بات سُنکر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا ہو، بے شک لوگ (کسی کو) اس کا شریک بناتے ہیں اور (کسی کو) اس کا بیٹا بناتے ہیں، اس کے باوجود وہ (صبر کرتا ہے اور) ان کو رزق دیتا ہے، عافیت دیتا ہے (اور ہر قسم کی چیزیں) عطا فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ مَاتَ وَھُوَ یَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۲۸)

جو شخص اس حالت میں مرگیا کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی شریک کو پکارتا تھا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

عمل

اے لوگو، اللہ عزّوجلّ ہی خالق ہے، وہی معبودِ حقیقی ہے، دوسرے سب مخلوق ہیں، عاجز و بے بس ہیں، انہیں وہ قدرتیں حاصل نہیں جو قدرتیں اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں، لہٰذا ان حقائق کو جانتے ہوئے ایسے بے بس و عاجز لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ہرگز نہ بنائیے، ان کو نہ پکاریئے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا
عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ
مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾
فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ
لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ اور اگر تم کو اس کتاب (کے سلسلہ) میں جو ہم نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی ہے، (ہماری طرف سے ہونے میں) کچھ شک ہے تو اس کے مثل ایک سورت تم بھی (بنا) لاؤ اور اللہ کے علاوہ جو تمہارے (خیال میں) حاضر و ناظر ہیں ان کو بھی (اپنی مدد کے لئے) بلا لو، اگر تم

(اس دعوے میں) سچے ہو (کہ یہ انسانی کلام ہے تو اس چیلنج کو قبول کرو اور یہ کام کر گذرو) ㉓ پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور تم ہرگز ایسا نہ کر سکو گے تو پھر اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، (تمہیں رسول اور کتاب کے ساتھ کفر کرنے کی وجہ سے اس آگ میں ڈالا جائے گا اور) وہ کفر کرنے والوں کے لئے ہی تیار کی گئی ہے ㉔

معانی ومصادر

(کُنْتُمْ) کَانَ ، یَکُوْنُ ، کَوْنٌ و کِیَانٌ و کَیْنُوْنَۃٌ (ن) ہونا، ہو جانا،

(رَیْبٌ) رَابَ ، یَرِیْبُ ، رَیْبٌ (ض) شک میں ڈالنا۔

رَیْبٌ = شک۔

(نَزَّلْنَا) نَزَّلَ ، یُنَزِّلُ ، تَنْزِیْلٌ (باب تفعیل) اتارنا ، ترتیب دینا۔

(فَأْتُوْا) اَتٰی ، یَأْتِیْ ، اِتْیَانٌ (ض) آنا۔ (اس کا مادّہ "ا ت ی" ہے)۔

اس مصدر کے بعد بِ لگانے سے اس کے معنیٰ لانا ہو جاتے ہیں۔

(اُدْعُوْا) دَعَا ، یَدْعُوْ ، دُعَاءٌ و دَعْوَۃٌ و دَعْوٰی (ن) پکارنا، مدد چاہنا۔

دَعْوَۃٌ کے معنیٰ کھانے کے لئے بُلانا بھی ہوتے ہیں۔

(شُہَدَاء) شَہِدَ ، یَشْہَدُ ، شُہُوْدٌ (س) حاضر ہونا۔

شَہِدَ ، یَشْہَدُ ، شَہَادَۃٌ (س و ک) گواہی دینا۔ [شُہَدَآء شَہِیْدٌ کی جمع]

شَہِیْد = گواہ ، اللہ کے راستہ میں قتل ہونے والا ، وہ شخص جس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو (یعنی عالم الغیب ، حاضر و ناظر)۔

(صٰدِقِیْنَ) صَدَقَ ، یَصْدُقُ ، صِدْقٌ و مَصْدُوْقَۃٌ و تَصْدَاقٌ (ن) سچ بولنا ، سچّا کر دکھانا۔

(تَفْعَلُوْا) فَعَلَ ، یَفْعَلُ ، فَعْلٌ (ف) کرنا ، عمل کرنا [فِعْلٌ = عمل]۔

(اِتَّقُوْا) اِتَّقٰی ، یَتَّقِیْ ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا ، بچنا ، متّقی ہونا [مادّہ و ق ی ہے]۔

(وَقُوْد) وَقَدَ ، یَقِدُ ، وَقْدٌ و وَقَدٌ و وُقُوْدٌ (ض) بھڑکنا۔

وَقُوْد = ایندھن [اس کا مادّہ "و ق د" ہے]

اَلنَّاس = انسان کی جمع [اس کا مادّہ ن و س ہے]

حِجَارَۃٌ = اَحْجَارٌ و حِجَارٌ و اَحْجُرٌ = اَلْحَجَر کی جمع = پتھر۔

(اُعِدَّتْ) اَعَدَّ ، یُعِدُّ ، اِعْدَادٌ (باب افعال) تیار کرنا۔

(کٰفِرِیْنَ) کَفَرَ ، یَکْفُرُ ، کُفْرٌ (ن) ڈھانک دینا ، چھپا دینا ، انکار کرنا۔

کَفَرَ ، یَکْفُرُ ، کُفْرٌ ، و کُفُوْرٌ و کُفْرَانٌ (ن) انکار کرنا ، ناشکری کرنا۔

تفسیر

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید کا ثبوت دیا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا ثبوت دیا۔

قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

تَنْزِيلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الٓمّٓ تنزیل السجدۃ-۲)

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ کتاب ربّ العالمین کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

کافروں کو اس معاملہ میں تردّد تھا، وہ اس کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف سمجھتے تھے اور اس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے تھے، آپ کی تکذیب کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے شبہ کو دور کرنے کے لئے بطورِ چیلنج فرمایا کہ اے کافرو، اگر تمہارے خیال میں قرآن مجید انسان کا کلام ہے تو تم بھی تو انسان ہو، تم میں بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء موجود ہیں، تم کیوں نہیں کوشش کرتے کہ اس کلام کے مثل کوئی کلام بنا کر پیش کرو، زیادہ نہ سہی ایک سورت ہی اس کے مثل بنا کر دکھاؤ۔ اگر تم اس دعوے میں سچّے ہو کہ یہ انسانی کلام ہے تو پھر تمہیں اس جیسی ایک سورت بنا کر پیش کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ اس کام میں تم اپنے شرکاء کو بھی اپنی مدد کے لئے پکارو جن کو تم حاضر وناظر سمجھتے ہو، جن کے متعلق تم سمجھتے ہو کہ ان سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، سب مل کر یہ کام کرو، اگر تم بنا کر لے آؤ گے تو پھر یہ سمجھا جائے گا کہ تم اپنے اس دعوے میں سچّے ہو کہ یہ انسانی کلام ہے اور اگر تم سب مل کر بھی یہ کام نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو پھر اس کتاب اور صاحبِ کتاب پر ایمان لے آؤ، اگر اس چیلنج اور اپنے عجز کے باوجود تم ایمان نہیں لاؤ گے تو پھر تمہیں اس آگ سے ڈرنا چاہیئے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، اس کتاب کے انکار اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انکار کے جرم میں تمہیں اس آگ میں ڈالا جائے گا جو درحقیقت انکار کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس چیلنج کو قرآن مجید میں بار بار دہرایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (یونس-۳۸)

کیا کافر یہ کہتے ہیں کہ رسول نے اسے خود بنا لیا ہے، (اے رسول) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اگر تم اس دعوے میں سچّے ہو تو اس کے مثل ایک سورت تم بھی بنا کر لے آؤ اور (اس سلسلہ میں

اپنی مدد کے لئے) جن جن کو تم اللہ کے علاوہ بُلا سکتے ہو بُلا لو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○

(ھود - ۱۳-۱۴)

کیا کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو رسول نے خود بنا لیا ہے، (اے رسول) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اگر تم اس (دعوے میں) سچے ہو تو اس کے مثل دس سورتیں تم بھی بنا لاؤ اور اللہ کے علاوہ جن جن کو تم (اپنی مدد کے لئے) بلا سکتے ہو بلا لو، پھر (اے مسلمین) اگر یہ تمہارے چیلنج کو قبول نہ کریں تو (ان سے کہہ دو کہ) خبردار ہو جاؤ، یہ قرآن بے شک اللہ کے علم سے اترا ہے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں (اور اے کافرو، جب تم اس جیسا کلام بنا کر لانے سے عاجز ہو) تو پھر (تمہیں مسلم بننے میں کیا عذر ہے) بتاؤ تم مسلم بنتے ہو یا نہیں؟

کافر اس چیلنج کو قبول نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے صاف صاف اعلان فرما دیا کہ (ان کافروں کی تو ہستی ہی کیا ہے) اگر تمام جن و انسان بھی مل کر یہ کام کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ○ (بنی اسرآئیل - ۸۸)

(اے رسول آپ) کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جنات سب جمع ہو کر اس قرآن کے مثل بنانے کی کوشش کریں اور اس کام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں تو بھی اس قرآن کے مثل بنا کر نہ لا سکیں گے۔

ان آیات میں جہاں اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ عرب کے عجز و درماندگی کو برملا بیان کیا وہاں اللہ تعالیٰ نے اُن بزرگوں کے عجز کا بھی اعلان فرما دیا جن کو مشرکین نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا تھا، اور انہی بزرگوں پر موقوف نہیں بلکہ اگلے اور پچھلے تمام جن و انس کی بے بسی کا اعلان فرما دیا، وہ سب مل کر بھی یہ کام نہیں کر سکتے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے کلام الٰہی کے اثبات کے ساتھ ساتھ شرک پر بھی ایک ضرب کاری لگائی اور اس کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔

قرآن مجید کے مثل بنا کر لانے کا یہ چیلنج آج بھی موجود ہے، غیر مسلم اس چیلنج کو آج تک قبول نہ کر سکے تو اب انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ انسانی کلام نہیں، یہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا کلام ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے، دنیا والے اس کے مثل پیش کرنے سے عاجز ہیں، اور عاجز رہیں گے، انہیں چاہیئے کہ اس پر ایمان لے آئیں اور اس ذاتِ اقدس پر ایمان لے آئیں جس پر یہ قرآن مجید نازل ہوا، اسی میں ان کے لئے بہتری ہے اور اسی میں نجات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی اس معجزانہ خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

مَامِنَ الْاَنْبِیَآءِ نَبِیٌّ اِلَّآ اُعْطِیَ مِنَ الْاٰیَاتِ مَامِثْلُهٗ اُوْمِنَ اَوْ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ وَحْیًا اَوْحَاهُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْ اِنِّیْ اَکْثَرُهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بُعثت بجوامع الکلم جزء ۹ ص۱۱۳ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب وجوب الایمان برسالة نبینا جزء اول ص۷۵)

کوئی نبی ایسا نہیں جس کو معجزے نہ دئے گئے ہوں، ان معجزوں کے مطابق لوگ ان پر ایمان لاتے رہے، اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف کی ہے، لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے روز میرے تابعین ان انبیاءؑ کے تابعین سے زیادہ ہوں گے۔

دوسرے انبیاء کے معجزے ان کی زندگی میں ظاہر ہوئے اور ختم ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل معجزہ قرآن مجید ہے جو قیامت تک باقی رہے گا لہٰذا اس کے ذریعہ لوگ قیامت تک ایمان لاتے رہیں گے اور اس طرح امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں کی تعداد دوسرے انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرنے والوں کی تعداد سے زیادہ ہو جائے گی۔

اس عاجز کر دینے والے کلام پر ایمان نہ لانا سراسر بدقسمتی ہے، جو لوگ اس پر ایمان نہیں لائیں گے ان کے لئے دوزخ ہے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ○ (آل عمران-۱۰)

جن لوگوں نے کفر کیا (قیامت کے دن) ان کے مال اور اولاد اللہ (کے عذاب) سے بچانے میں کچھ کام نہ آئے گی، ایسے لوگ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم - ۶)

اے ایمان والو، اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

عمل

اے لوگو، قرآن مجید پر ایمان لائیے، قرآن مجید پر عمل کیجئے، اس پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا دنیا میں بھی کامیابی کا ذریعہ ہے اور آخرت میں بھی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○

(الاعراف - ۹۶)

اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور متقی بن جاتے تو ہم آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے بھی ان کے اعمال کی سزا میں انہیں پکڑ لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل من یقوم بالقرآن جزء اوّل ص۳۲۵)

بے شک اللہ اس کتاب کے ذریعہ بہت سی قوموں کو عروج و اقبال عطاء فرمائے گا اور بہت سی قوموں کو ذلیل و خوار کر دے گا۔

اس حدیث کی صداقت ہمارے سامنے ہے، جب تک مسلم اس پر عمل کرتے رہے اقوامِ عالم پر حکومت کرتے رہے۔ تاریخ کے صفحات ان کی ترقی، شوکت و حشمت کے گواہ ہیں لیکن جب سے انہوں نے قرآن مجید پر عمل کرنا چھوڑا ایسی ذلّت میں گرفتار ہوئے کہ آج تک اس سے نہ نکل سکے، اور جب تک اس قرآن مجید پر عمل نہیں کریں گے اسی ذلّت میں گرفتار رہیں گے، لہٰذا اے لوگو، قرآن مجید پر عمل کیجئے، دنیا کی برکات سے بہرہ مند ہوئیے اور آخرت کی لازوال نعمتوں کو بھی حاصل کیجئے، آخرت کی نعمتیں تو قرآن مجید پر عمل کرنے والوں ہی کے لئے مخصوص ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ

جو لوگ رسول پر ایمان لائے، اس کا احترام کیا، اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (الاعراف-۱۵۷) اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے تو ایسے ہی لوگ فلاح و نجات پانے والے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں خوشخبری سُناتا ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ
رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ
رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا
بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَآ
اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥﴾

ترجمہ اور (اے رسول) آپ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے یہ خوشخبری سنا دیجئے کہ ان کے لئے یقیناً ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، جب کبھی ان باغات میں سے انہیں کھانے کے لئے کوئی پھل دیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ تو وہی پھل ہے جو ہمیں (اس سے) پہلے دیا گیا تھا اور (وہ یہ بات اس لئے کہیں گے کہ) ان کے لئے جو پھل لائے جائیں گے وہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے۔ مزید برآں ان کے لئے ان باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۵﴾

معانی ومصادر (بَشِّر) بَشَّرَ، یُبَشِّرُ، تَبْشِیْرٌ (باب تفعیل) خوشخبری دینا۔
(اٰمَنُوْا) اٰمَنَ، یُؤْمِنُ، اِیْمَانٌ (باب افعال)، ایمان لانا، یقین کرنا۔
(عَمِلُوْا) عَمِلَ، یَعْمَلُ، عَمَلٌ (س) کرنا، بنانا، صدقات جمع کرنے کی کوشش کرنا، امیر کی نیابت کرنا۔
(صٰلِحٰت) صَلُحَ، یَصْلُحُ وصَلَحَ، یَصْلَحُ، صَلَاحٌ وصُلُوْحٌ وصَلَاحِیَۃٌ (ک، ن، ف) درست ہونا، ٹھیک ہونا، صالح ہونا۔
صَالِحَۃٌ، اسم فاعل مؤنث ہے، اس کی جمع صالحات ہے۔ صَالِحَۃٌ = نیکی۔
(تَجْرِیْ) جَرٰی، یَجْرِیْ، جَرْیٌ وجَرَیَانٌ وجَرْیَۃٌ (ض) بہنا، جاری ہونا۔
(رُزِقُوْا و رُزِقْنَا) رَزَقَ، یَرْزُقُ، رَزْقٌ (ن) دینا، رزق پہنچانا۔
(قَالُوْا) قَالَ، یَقُوْلُ، قَوْلٌ (ن) کہنا۔
(اُتُوْا) اَتٰی، یَاْتِیْ، اِتْیَانٌ (ض) آنا۔ اس مصدر کے آگے "ب" آئے تو معنیٰ "لانا" کے ہوں گے۔
(مُتَشَابِھًا) تَشَابَہَ، یَتَشَابَہُ، تَشَابُہٌ (باب تفاعل) متشابہ ہونا، ملتے جلتے ہونا۔
مُتَشَابِہٌ اسم فاعل ہے۔
(مُطَہَّرَۃٌ) طَہَّرَ، یُطَہِّرُ، تَطْہِیْرٌ (باب تفعیل) پاک کرنا، دھو کر پاک کرنا۔
مُطَہَّرَۃٌ اسم مفعول مؤنث ہے۔
(خَالِدُوْنَ) خَلَدَ، یَخْلُدُ، خُلُوْدٌ (ن) ہمیشہ رہنا۔

تفسیر

اس آیت میں ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جو ایمان لاکر نیک عمل کرتے ہیں گویا

اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ نیک عمل کو جنّت میں داخل ہونے کے لئے ضروری قرار دیا جنّت میں داخل ہونے کے لئے ایمان کے ساتھ نیک عمل کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار کیا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرة - ۸۲)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ایسے لوگ جنّتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ○

(النسآء - ۵۷)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم ان کو عنقریب ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، ان کے لئے ان باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو گھنے سائے میں داخل کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (الحج - ۱۴ و ۲۳)

بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ایسے باغات میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔

یہ باغات یا جنّتیں بڑی کثرت سے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اَوَجَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ اِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيْرَةٌ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب صفة الجنة و النار جزء ۸ صـ ۱۴۲)

کیا جنّت ایک ہے (نہیں) بلکہ جنّتیں تو بہت ہیں۔

جن باغات میں صالح مؤمنین کو داخل کیا جائے گا، اس آیت میں اُن کی تین نعمتوں کا بیان ہے اور وہ یہ ہیں:-

(۱) باغات کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں،

(۲) باغات میں بہت سے پھل ہیں جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے۔

(۳) باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔

ان تینوں نعمتوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار کیا ہے۔

نہریں باغوں کے ذکر کے ساتھ ان کے دامن میں بہنے والی نہروں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مرتبہ کیا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (اٰل عمران - ۱۹۸)

متقیوں کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ کی طرف سے ان کی مہمانی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (النسآء - ۱۳) (الفتح - ۱۷)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اُسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (محمد - ۱۲)

بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ○ (اقتربت الساعة - ۵۴)

بے شک متقی لوگ باغات اور نہروں میں (شاداں و فرحاں) ہوں گے۔

ان نہروں کی تفصیل بھی ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ، وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ، وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی (محمد - ۱۵)

جس جنّت کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے، اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جن میں (کبھی) بُو نہیں آئے گی، دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزا کبھی نہیں بدلے گا، شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے باعثِ لذّت ہیں اور صاف شفاف خالص شہد کی نہریں ہیں۔

پھل اور میوے

جنّت میں ہر قسم کے پھل اور میوے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (محمد - ۱۵)

متّقیوں کے لئے جنّت میں ہر قسم کے پھل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ○ (الرحمٰن - ۵۲)

ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ○ (الواقعة - ۲۰)

ان کے لئے ایسے میوے ہوں گے جو انہیں پسند ہوں گے۔

ان پھلوں میں سے بعض پھلوں کے نام بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دئے ہیں، وہ پھل یہ ہیں: انگور، کیلے، بیر، کھجور اور انار۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ○ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ○ (عم یتسآءلون - ۳۱ و ۳۲)

بے شک متّقیوں کے لئے کامیابی ہے، باغات ہیں اور انگور۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ○ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ○ (الواقعة - ۲۸ و ۲۹)

جنّتی بے خار بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں میں (زندگی گذاریں گے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ○ (الرّحمٰن - ۶۸)

ان دونوں باغوں میں (کثرت سے) میوے ہوں گے خصوصًا کھجور اور انار (کی بڑی کثرت ہوگی)

پاک بیویاں

پاک بیویوں کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے بار بار کیا ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ○ (الدخان - ۵۴ و الطور - ۲۰)

بڑی بڑی آنکھوں والی حُوروں سے ہم ان کا عقد کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ
(النساء - ۵۷)

ان باغات میں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ○
(الرحمٰن - ۷۰)

جنّتوں میں ان کے لئے نیک اور حسین عورتیں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ○
(الرحمٰن - ۷۲)

وہ حوریں ہوں گی جو خیموں میں مستور ہوں گی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ○
(الرحمٰن - ۷۴)

ان کو اُن سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جنّ نے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ○
(الرحمٰن - ۵۶)

ان باغات میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی جن کو جنّتیوں سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جنّ نے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ○
(الرحمٰن - ۵۸)

وہ عورتیں ایسی ہوں گی گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَحُورٌ عِينٌ ○ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ○
(الواقعة - ۲۲ و ۲۳)

جنّت میں بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی (ایسا معلوم ہوگا) گویا کہ وہ پوشیدہ (آبدار) موتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ○ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ○ عُرُبًا أَتْرَابًا ○
(الواقعة ۳۵ تا ۳۷)

ہم نے ان کو مخصوص طریقہ پر پیدا کیا، پھر ان کو کنواری بنایا، وہ پیاری پیاری ہم عمر عورتیں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ○ (عمّ یتسآءلون ۲۳)

وہ نوجوان ہم عمر عورتیں ہوں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ما جاء فی صفة الجنة جزء ۴ صـ۱۴۳ و صحیح مسلم کتاب الجنة باب فی صفات الجنة جزء ۲ صـ۵۳۳) و فی روایةٍ مِنْ وَرَاءِ العَظْمِ واللَّحْمِ (صحیح بخاری جزء ۴ صـ۱۴۵)

ہر جنّتی کی دو بیویاں ہوں گی، خوبصورتی کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں (کی ہڈیوں) کا گودا گوشت اور ہڈی کے اوپر سے نظر آئے گا۔ (نوٹ :- خط کشیدہ لفظ صرف صحیح بخاری میں ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اَلْخَيْمَةُ دُرَّةٌ مُجَوَّفَةٌ طُولُهَا فِي السَّمَآءِ ثَلَاثُونَ مِيلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِّنْهَا لِلْمُؤْمِنِ اَهْلٌ لَا يَرَاهُمُ الْاٰخَرُونَ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ما جاء فی صفة الجنة جزء ۴ صـ۱۴۳ و صحیح مسلم کتاب الجنة باب فی صفة خیام الجنّة جزء ۲ صـ۵۳۴)

جنت کا خیمہ کھوکھلے موتی کا ہوگا، آسمان کی طرف اس کا طول (یعنی نصف قطر) ۳۰ میل ہوگا، اس کے ہر زاویہ میں اس کی بیوی ہوگی، ان بیویوں کو دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

وَاَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ (صحیح مُسلم کتاب الجنة باب اول زمرة تدخل الجنة جزء ۲ صـ۵۳۲)

(جنّتی) مردوں کی بیویاں بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔

نوٹ :- مردوں کو تو بہت سی بیویوں کی خواہش ہوتی ہے لیکن عورتوں کو فطرتاً بہت سے شوہروں کی خواہش نہیں ہوتی لہٰذا ان کے لئے جنّت میں بہت سے شوہروں کا اہتمام فطرت اور خود ان کی خواہش کے منافی ہے لہٰذا اس قسم کی کوئی خوشخبری عورتوں کو نہیں دی گئی۔

الغرض صالح مؤمنین کے لئے جنّتیں ہیں جن میں ان کو مختلف قسم کی نعمتیں ملتی رہیں گی۔ اور (هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ) وہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے، نعمتوں کے ساتھ ان نعمتوں میں

ہمیشہ رہنا بھی ایک خوشخبری ہے، جنّت کی زندگی اور نعمتیں لازوال ہیں، اللہ تعالیٰ نے جنت اور جنت کی نعمتوں کے ہمیشہ باقی رہنے کا ذکر بڑی کثرت سے کیا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ○ (الفرقان - ۱۵)

(اے رسول آپ ان سے) پوچھئے، کیا یہ (عذابات) بہتر ہیں یا ہمیشہ باقی رہنے والی جنّت جس کا وعدہ متّقیوں سے کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (یونس - ۲۶)

جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لئے بھلائی وبہتری ہے بلکہ کچھ اور زیادہ (انہیں ملیگا)۔ ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی اور نہ ذلّت، یہ جنّتی لوگ ہوں گے اور جنّت میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ○ (الانبیآء - ۱۰۲)

اور جن نعمتوں کی انہیں خواہش ہوگی ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اِذَا صَارَ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَى الْجَنَّةِ وَاَهْلُ النَّارِ اِلَى النَّارِ جِيْءَ بِالْمَوْتِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا كَاَنَّهُ كَبْشٌ اَمْلَحُ) حَتّٰى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ ثُمَّ يُنَادِيْ مُنَادٍ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ يَا اَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ (وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كُلٌّ خَالِدٌ فِيْمَا هُوَ فِيْهِ) فَيَزْدَادُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا اِلٰى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ اَهْلُ النَّارِ حُزْنًا اِلٰى حُزْنِهِمْ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ جزء ۸ ص ۱۴۲ وتفسیر سورۃ مریم ۶/۱۱۸ وصحیح مسلم کتاب الجنۃ باب النار

جب جنّتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوجائیں گے تو موت کو (اس حالت میں) لایا جائے گا گویا کہ وہ ایک چتکبرا مینڈھا ہے یہاں تک کہ اُسے جنّت اور دوزخ کے درمیان رکھ دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کردیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا، اے اہلِ جنّت اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ اب موت نہیں آئے گی، ہر شخص ہمیشہ اُسی حالت میں رہے گا جس میں وہ (اب) ہے، یہ سُنکر جنّتیوں کی خوشی اور بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہوجائے گا۔ (خط کشیدہ عبارت

(۵۳ صرف صحیح مسلم میں ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-
مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ لَا تَبْلٰى ثِيَابُهٗ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهٗ (صحیح مسلم کتاب الجنة باب فی دوام نعیم اهل الجنة جزء ۲ صـ۵۳۴)

جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ (ہمیشہ) عیش میں رہے گا، رنج و غم سے اُسے کبھی واسطہ نہیں پڑے گا، اس کے کپڑے (کبھی) پرانے نہیں ہوں گے اور اس کی جوانی (کبھی) زائل نہیں ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-
يُقَالُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ وَلِاَهْلِ النَّارِ يَا اَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب جزء ۸ صـ۱۴۱)

جنتیوں سے کہا جائے گا اے اہل جنّت، (تمہیں یہاں) ہمیشہ رہنا ہے (اب تمہیں) موت نہیں آئے گی اور دوزخیوں سے کہا جائے گا اے اہلِ دوزخ (تمہیں یہاں) ہمیشہ رہنا ہے (اب تمہیں) موت نہیں آئے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-
يُنَادِيْ مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْتَئِسُوْا اَبَدًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (صحیح مسلم کتاب الجنة باب فی دوام نعیم اهل الجنة جزء ۲ صـ۵۳۴)

ایک منادی ندا کرے گا (اے اہلِ جنّت) بے شک (اب) تم تندرست رہو گے کبھی بیمار نہیں پڑو گے، تم زندہ رہو گے، تمہیں موت کبھی نہیں آئے گی، تم جوان رہو گے، تمہیں بڑھاپا کبھی نہیں آئے گا، تم عیش میں زندگی گذارو گے تمہیں حُزن و ملال کبھی نہ ہوگا، یہی مطلب ہے اللہ عزوجل کے اس فرمان کا: "ان سے پکار کر کہا جائے گا، تمہارے اعمال کے بدلہ تمہیں اس جنت کا وارث بنا دیا گیا"

عمل

اللہ تعالیٰ پر، قرآن مجید پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور اللہ تعالیٰ کی تمام باتوں اور خبروں پر ایمان لائیے اور نیک عمل کیجئے تاکہ آپ جنت کی لازوال نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِۦٓ أَن يَضْرِبَ
مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا
فَأَمَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَيَعْلَمُونَ
أَنَّهُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا
ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فَيَقُولُونَ
مَاذَآ أَرَادَ ٱللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا
يُضِلُّ بِهِۦ كَثِيرًا وَيَهْدِى بِهِۦ
كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِۦٓ إِلَّا
ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿٢٦﴾ ٱلَّذِينَ يَنقُضُونَ

عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ
وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ
اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى
الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ بے شک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ مچھر کی مثال بیان کرے یا اس سے بڑی کسی چیز کی مثال بیان کرے، جو لوگ مؤمن ہیں وہ تو جان لیتے ہیں کہ وہ ان کے ربّ کی طرف سے حق ہے اور جو کافر ہیں وہ (اعتراضاً) کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کی کیا مراد ہے، ایسی مثال سے اللہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کو راہِ راست بتا کر منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا ہے اور اللہ ایسی مثال سے انہی کو گمراہ کرتا ہے جو فاسق ہوتے ہیں ﴿۲۶﴾ یعنی ان لوگوں کو جو اللہ سے مضبوط عہد کر لینے کے بعد اس عہد کو توڑ دیتے ہیں، جو اُس چیز کو قطع کرتے ہیں جس کو ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، ایسے ہی لوگ (درحقیقت) نقصان اٹھانے والے ہیں ﴿۲۷﴾

معانی ومصادر (يَسْتَحْيِ) اِسْتَحْيَا ، يَسْتَحْيِي ، اِسْتِحْيَاءٌ (باب استفعال) شرمندہ ہونا، شرمانا، زندہ چھوڑ دینا۔

(يَضْرِبُ) ضَرَبَ ، يَضْرِبُ ، ضَرْبٌ (ض) مارنا، گاڑنا، بیان کرنا، سکّہ ڈھالنا، واجب کرنا، مہر لگانا۔

(اٰمَنُوْا) اٰمَنَ ، يُؤْمِنُ ، اِيْمَانٌ (باب افعال) ایمان لانا، یقین کرنا۔

(يَعْلَمُوْنَ) عَلِمَ ، يَعْلَمُ ، عِلْمٌ (س) جاننا، علم حاصل کرنا، پہچان لینا۔

(يَقُوْلُوْنَ) قَالَ ، يَقُوْلُ ، قَوْلٌ و قَالٌ و قِيْلٌ و قَوْلَةٌ و مَقَالٌ و مَقَالَةٌ ، (ن) کہنا ، بولنا۔

(اَرَادَ) اَرَادَ ، يُرِيْدُ ، اِرَادَةٌ (باب افعال) ارادہ کرنا ، چاہنا (مادّہ "ر و د" ہے)۔

(يُضِلُّ) اَضَلَّ ، يُضِلُّ ، اِضْلَالٌ (باب افعال) گمراہ کرنا ، ضائع کرنا ، غائب کرنا ، گمراہ پانا۔

(يَهْدِیْ) هَدٰی ، يَهْدِیْ ، هِدَايَةٌ و هَدْیٌ و هُدًی و هِدْيَةٌ (ض) راستہ بتانا ، راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچا دینا۔

(فَاسِقِيْنَ) فَسَقَ ، يَفْسِقُ و فَسُقَ ، يَفْسُقُ ، فِسْقٌ و فُسُوْقٌ (ن ، ض ، ك) دین حق سے نکل جانا ، کھجور کا چھلکے سے باہر نکل آنا۔

(يَنْقُضُوْنَ) نَقَضَ ، يَنْقُضُ ، نَقْضٌ (ن) توڑنا ، منہدم کرنا۔

(مِيْثَاق) وَثُقَ ، يَوْثُقُ ، وَثَاقَةٌ (ك) قوی ہونا ، مضبوط ہونا۔

مِيْثَاق = مضبوط عہد۔

(يَقْطَعُوْن) قَطَعَ ، يَقْطَعُ ، قَطْعٌ و مَقْطَعٌ (ف) کاٹنا ، ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔

(اَمَرَ) اَمَرَ ، يَأْمُرُ ، اَمْرٌ (ن) حکم دینا۔

(يُوْصَلَ) وَصَلَ ، يَصِلُ ، وَصْلٌ و صِلَةٌ (ض) ملانا ، صلۂ رحمی کرنا۔

(يُفْسِدُوْن) اَفْسَدَ ، يُفْسِدُ ، اِفْسَادٌ (باب افعال) خراب کرنا ، فساد برپا کرنا۔

(خَاسِرُوْنَ) خَسِرَ ، يَخْسَرُ ، خُسْرٌ و خَسَرٌ و خَسَارٌ و خَسَارَةٌ و خُسْرَانٌ (س) نقصان اٹھانا ، گمراہ ہونا اور ہلاک ہو جانا۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لوگوں کو سمجھانے کے لئے بہت سی مثالیں دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ○

یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں انہیں وہی سمجھتے ہیں جو اہلِ علم ہوتے ہیں

(العنکبوت - ۴۳)

ان مثالوں میں سے بعض مثالیں اللہ تعالیٰ نے بہت چھوٹے چھوٹے جانوروں کی دی ہیں

مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

(العنکبوت - ۴۱)

جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے ان کی مثال ایسی ہے جیسے مکڑی، وہ ایک گھر بناتی ہے اور بیشک تمام گھروں میں سب سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہوتا ہے، کاش یہ لوگ اس بات کو جان لیتے۔

یعنی جس طرح مکڑی کا جالا آفات سے نہیں بچا سکتا، اسی طرح اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی شخص کسی کو مصیبت سے نہیں بچا سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○

(الحج - ۷۳)

اے لوگو، ایک مثال بیان کی جاتی ہے، اسے غور سے سنو، بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے، اگرچہ اس کام کے لئے وہ سب جمع ہی کیوں نہ ہو جائیں، اور (مکھی بنانا تو بڑی چیز ہے) اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو یہ اُس سے واپس نہیں لے سکتے، طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں (یعنی جو پکار رہا ہے وہ بھی کمزور ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارا جا رہا ہے وہ بھی کمزور ہے، ایسی حالت میں وہ پکارنے والے کی کیا مدد کرے گا)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ○ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ○

(الفرقان ۴۳ و ۴۴)

(اے رسول) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا اِلٰہ بنا رکھا ہے، تو کیا آپ اُس پر نگراں ہیں (کہ زبردستی اُس کو راہِ راست پر لے آئیں) کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں (نہیں یہ کچھ نہیں

سمجھتے) یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے
بھی زیادہ گم کردہ راہ۔

آیت زیر تفسیر میں مچھر کی مثال کا ذکر ہے لیکن قرآن مجید میں مچھر کی مثال کہیں نہیں ہے، البتہ حدیث میں مچھر کی مثالیں ملتی ہیں اور کیونکہ حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ حدیث میں بیان کی ہوئی مچھر کی مثالوں پر ہی کفار نے اعتراض کیا ہو۔ وہ حدیثیں یہ ہیں :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔
اِنَّهٗ لَيَاْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ، (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الکہف جزء ۶ ص ۱۱۷ و صحیح مسلم کتاب صفۃ یوم القیٰمۃ جزء ۲ ص ۵۱۵)

قیامت کے دن ایک بڑا اور موٹا آدمی آئے گا، اللہ کے نزدیک اسکی وقعت مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہو گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔
لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَآءٍ (رواہ الترمذی فی ابواب الزھد باب ما جاء فی ھوان الدنیا، وصححہ جلد ۲ ص ۱۴۲)

اگر دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔

الغرض جب کفار اور منافقین نے ان مثالوں پر اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں آیات (زیر تفسیر) نازل فرمائیں، ان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق کی مثال بیان کرنے سے نہیں شرماتا، اس لئے کہ اس کی کوئی مخلوق ہو، خواہ اعلیٰ خواہ ادنیٰ، ایک حرفِ کُن کہنے سے پیدا ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کو کسی بڑی مخلوق کے پیدا کرنے میں بھی کوئی دقت نہیں ہوتی کہ اس کو اپنا شاہکار سمجھتے ہوئے بطورِ مثال بیان کرے، اس کے لئے چھوٹی بڑی مخلوق سب برابر ہیں البتہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جتنے بھی ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی ادنیٰ ترین مخلوق جیسی بھی کوئی چیز پیدا کرنے سے قاصر ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ ترین مخلوق جیسی چیز پیدا کرنے پر قادر ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی اس تخلیق میں ان لوگوں کی شرکت یا مماثلت کے باعث ادنیٰ ترین مخلوق کی مثال پیش کرنے پر اعتراض ہو سکتا تھا اور کیونکہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ ترین مخلوق کی مثل بھی کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتا لہٰذا کفار کا

اعتراض لغو ہے، اللہ تعالیٰ کو ایسی بات سے کیوں شرم آئے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ ایمان والے ایسا اعتراض نہیں کرتے، وہ تو فوراً مان لیتے ہیں کہ یہ مثال اللہ تعالےٰ کی طرف سے بالکل حق ہے، بالکل صحیح ہے، البتہ جو لوگ کافر ہیں وہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ تعالےٰ کا کیا مقصد ہے، یہ مثال اللہ تعالےٰ کے شایانِ شان نہیں، اللہ تعالیٰ کو تو کسی بڑی چیز کی مثال دینی چاہیئے تھی اور کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی شایانِ شان چیز کی مثال نہیں دی لہٰذا ہمیں قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے میں شک ہے، کافروں کا یہ اعتراض یقیناً مضحکہ خیز ہے، اُن کو شرم آنی چاہیئے (نہ کہ اللہ تعالیٰ کو) کہ ان کے معبودانِ باطل جن کو وہ اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہیں اتنی بھی قدرت نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ ترین مخلوق جیسی کوئی چیز پیدا کر سکیں اور جو لوگ ایسی حقیر چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے کیا وہ اس قابل ہیں کہ ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا جائے اور ان سے مرادیں مانگی جائیں، ہرگز نہیں۔ الغرض ان مثالوں سے اللہ تعالیٰ توحید کا اثبات کرتا ہے (وَيَهْدِي بِهٖ كَثِيْرًا) اور بہت سے لوگوں کو ہدایت کا راستہ سُجھا دیتا ہے، ان کی سمجھ میں آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ کر سکتا ہے، دوسرے مجبور و بے بس ہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، اس طرح وہ لوگ اپنی اصلاح کر کے صراطِ مستقیم پر آجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں استقامت بخشتا ہے اور صراطِ مستقیم پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچا دیتا ہے (يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا) لیکن جو لوگ اعتراض برائے اعتراض کرتے ہیں انہیں ایسی مثالیں راہِ حق سے اور دور ڈال دیتی ہیں، وہ عناد و سرکشی کی وجہ سے گمراہی میں اور دور جا گرتے ہیں اور کیونکہ حسد اور ہٹ دھرمی کے نتیجہ میں گمراہی میں مبتلا رہنا یا گمراہی کا اور بڑھ جانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے لہٰذا نتیجہ کا خالق ہونے کی وجہ سے اللہ عزوجل ان کی گمراہی کو اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے حالانکہ گمراہی کا اصل سبب وہ خود ہوتے ہیں، نہ حسد و ہٹ دھرمی اور حق پوشی و سرکشی کی عادت ڈالتے، نہ بُرے نتائج برآمد ہوتے (وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ)، یہ لوگ پہلے ہی سے ہٹ دھرمی، سرکشی و حق پوشی میں مبتلا ہوتے ہیں لہٰذا یہ پہلے ہی سے فاسق ہوتے ہیں، ان لوگوں کی تو نیت ہی یہ ہوتی ہے کہ ہر نازل شدہ آیت پر اعتراض کریں، ہر آیت کی مخالفت کریں تاکہ ان کی بے راہ روی اور فسق و فجور میں کسی قسم کی رُکاوٹ پیدا نہ ہو، وہ ہر اچھی خصلت اور اصلاحی کام کو بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جب کبھی کوئی اصلاحی حکم نازل ہوتا ہے یا نافذ ہوتا ہے تو ان کی مخالفت اور تیز ہو جاتی ہے، فساد اور سرکشی میں اور زیادہ بڑھ جاتے ہیں، اگر طاقت کے ذریعہ ان اصلاحات کے نفاذ کو روک نہیں سکتے تو پھر وہ ان اصلاحات پر لایعنی اعتراض کرنے لگتے ہیں، اس میں قصور اللہ عزّوجل کے کسی حکم یا آیت کا نہیں ہوتا بلکہ ان کا اپنا قصور ہوتا ہے کہ وہ اچھی چیز کی مخالفت میں پہلے سے زیادہ سرگرم ہو کر اپنی گمراہی میں اضافہ کر لیتے ہیں، ان لوگوں کی خصوصیات عموماً

یہ ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مضبوط عہد کر کے اسے توڑ ڈالتے ہیں، توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہیں، احکام الٰہی کی وفاداری کا عہد کرتے ہیں لیکن اس عہد کو پورا نہیں کرتے، طغیان اور سرکشی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ جس چیز کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملانے کا حکم دیا ہے اُسے قطع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ امن و امان کو پسند کرتا ہے، وہ امن و امان کو برباد کرتے ہیں، دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں، سازش و ہنگامہ آرائی ان کا مشغلہ بن جاتی ہے، گویا ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت میں انہیں مزا آتا ہے۔ ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب ہو تو کیسے؟ یہ تو ہدایت اور مثالوں کے ذریعہ فہمائش و نصیحت سے اور بدکتے ہیں، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں، یہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں، یہی درحقیقت خاسر و نامراد ہوں گے۔

عمل

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں مچھر جیسی ادنیٰ مخلوق کو بھی کوئی نہیں بنا سکتا تو پھر مچھر کی مثال دے کر لوگوں کو سمجھانا بالکل مبنی برحق ہے، اللہ تعالیٰ ایسی صحیح اور برحق مثال دینے سے کیوں شرمائے اور یقیناً اللہ ذوالجلال والاکرام حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک موقع پر عرض کیا تھا:-

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ (صحیح بخاری کتاب الغسل باب اذا احتلمت المرأۃ جزء اوّل ص۷۹ وصحیح مسلم کتاب الحیض باب وجوب الغسل علی المرأۃ بخروج المنی منہا جزء اول ص۱۴۱)

بے شک اللہ حق بات سے نہیں شرماتا۔

گویا حضرت ام سلیمؓ کا اشارہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کی طرف تھا:-

وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ (الاحزاب ۔۵۳)

اللہ حق (بات کہنے سے) نہیں شرماتا۔

اے لوگو، آیت اور حدیث کی روشنی میں آپ بھی حق بات کہنے اور حق بات پوچھنے سے نہ شرمائیے، اللہ تعالیٰ کی تمام باتوں اور مثالوں پہ ایمان لائیے، ان پہ اپنی ناقص عقل کی بنیاد پہ کسی قسم کا اعتراض نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ کے احکام سے خروج نہ کیجئے، جیسا حکم ملے بالکل اسی طرح عمل کیجئے، اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیجئے، آپ نے کلمۂ شہادت پڑھ کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا عہد کیا ہے اُسے پورا کیجئے، زمین میں فساد اور بدامنی پھیلائیے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کر کے عملاً اللہ تعالیٰ کا انکار نہ کیجئے۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ
اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ
ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ
جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ
فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾

ترجمہ (اے لوگو،) تم اللہ کا کیسے انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم مُردہ تھے، اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر وہی تم کو موت دے گا، پھر وہی تم کو زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ﴿۲۸﴾ وہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے پیدا کیا، پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے مناسب طریقہ اور اندازے سے سات آسمان بنائے اور وہی ہے جسے ہر چیز کا علم ہے ﴿۲۹﴾

معانی ومصادر

(اَمْوَات) مَاتَ، یَمُوْتُ، مَوْتٌ (ن) مرجانا، بجھ جانا۔
اَمْوَات: مردے، مَیِّتٌ کی جمع۔
(اَحْیَا) اَحْیَا، یُحْیِیْ، اِحْیَاءٌ (باب افعال) زندہ کرنا (مادّہ "ح ی ی" ہے)
(یُمِیْتُ) اَمَاتَ، یُمِیْتُ، اِمَاتَۃٌ (باب افعال) مارنا
(تُرْجَعُوْنَ) رَجَعَ، یَرْجِعُ، رَجْعٌ (ض) لوٹنا، لوٹانا۔
خَلَقَ، یَخْلُقُ، خَلْقٌ وخَلْقَۃٌ (ن) پیدا کرنا۔
اِسْتَوٰی، یَسْتَوِیْ، اِسْتِوَاءٌ (باب استفعال) برابر ہونا، متوجہ ہونا (مادہ "س و ی" ہے)۔
سَوّٰی، یُسَوِّیْ، تَسْوِیَۃٌ (باب تفعیل) برابر کرنا (مادّہ "س و ی" ہے)۔
(سَمَاء وسَمٰوٰت) سَمَا، یَسْمُوْ، سُمُوٌّ (ن) بلند ہونا۔
سَمَآء = آسمان، بادل، ہر وہ چیز جو بلند و بالا ہو، یہ لفظ یہاں بطور اسم جنس استعمال ہوا ہے، اسی لئے اس کے لئے "ھُنَّ" کی ضمیر جمع کے صیغہ میں استعمال ہوئی ہے۔
(عَلِیْم) عَلِمَ، یَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا۔ علیم اسم صفت ہے، اس کے معنٰی ہیں "جاننے والا"

تفسیر

پہلے تمام انسان مردہ تھے، یعنی اُن کا کوئی وجود نہیں تھا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا ○ (ھل اتٰی-۱)
کیا انسان پر ایسا وقت نہیں آیا کہ اس کا کہیں ذکر ہی نہیں تھا۔
ذکر اسی لئے نہیں تھا کہ اس کا کہیں وجود نہیں تھا، اللہ تعالیٰ اُسے عدم سے وجود میں لایا، اسے پیدا کیا، اُسے زندگی بخشی، "فَاَحْیَاکُمْ" میں اسی زندگی کی طرف اشارہ ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ (الرحمٰن-۳) اللہ نے انسان کو پیدا کیا۔
اس پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ انسان کو پھر موت دے گا، اس موت کے بعد پھر زندہ کرے گا اور پھر تمام انسان اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کا حساب و کتاب

لے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَهُوَ الَّذِیْ اَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ (الحج - ٦٦)

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا، پھر تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ۔ (الروم - ۴۰)

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلِ اللّٰهُ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یَجْمَعُکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○

(الجاثیة - ۲۶)

(اے رسول، آپ) کہدیجئے اللہ ہی تم کو زندہ کرتا ہے، پھر وہی تم کو موت دیتا ہے، پھر وہی تم کو قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں جمع کرے گا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (کہ سب قدرت اللہ ہی کو ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

قَالَ اللّٰهُ کَذَّبَنِی ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَکْذِیْبُهٗ اِیَّایَ فَزَعَمَ اَنِّیْ لَا اَقْدِرُ اَنْ اُعِیْدَهٗ کَمَا کَانَ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ لِیْ وَلَدٌ فَسُبْحَانِیْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا (صحیح بخاری کتاب التفسیر، ابواب تفسیر سورة البقرة باب وقالوا اتخذ اللّٰه ولدا سبحانه، جزء ٦ ص ٢٤)

اللہ فرماتا ہے ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ یہ اس کو زیبا نہیں ابن آدم مجھے گالی دیتا ہے حالانکہ اس کو زیبا نہیں مجھے اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اس کو دوبارہ اسی طرح پیدا کرنے پر قادر نہیں جس طرح وہ پہلے تھا اور مجھے اس کا گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میرے اولاد ہے، میں اس بات سے پاک ہوں کہ میں کسی کو بیوی یا اولاد بناؤں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا، تمہارے کھانے پینے، رہنے سہنے، آرام و آسائش کا اہتمام کیا پھر اس نے سات آسمان بنائے تو ایسی صورت میں تم اللہ تعالیٰ کا کیسے انکار کر سکتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ
الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ
اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَجَعَلَ
فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ
فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ
اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ○ ثُمَّ اسْتَوٰٓی
اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا
وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ
اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ○ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
فِیْ یَوْمَیْنِ

(حٰمٓ السجدۃ - ۹ تا ۱۲)

کیا تم اُس ہستی کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور کیا تم (دوسروں کو) اس کا شریک بناتے ہو (حالانکہ وہ تو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے)، وہ تو تمام جہانوں کا مالک و پروردگار ہے، اُسی نے چار دن میں زمین کے اوپر پہاڑ رکھے، زمین میں برکتیں رکھیں اور اس میں سامان معیشت مقرر کیا، یہ نعمتیں تمام طلبگاروں کے لئے یکساں ہیں (کوئی تفریق نہیں) پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اس وقت دھوئیں کی شکل میں تھا، پھر اس نے آسمان و زمین سے کہا خوشی یا ناخوشی سے (ادھر) آؤ، دونوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں، پھر اللہ نے دو دن میں سات آسمان بنائے۔

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پہلے دھوئیں کی شکل میں بنایا پھر اس سے سات آسمان سخت اور ٹھوس شکل میں بنائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا

(الملک - ۳)

اللہ نے اوپر تلے سات آسمان بنائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ
الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (الطلاق - ۱۲)

اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان بنائے، اور اُن ہی کی مثل زمینیں بنائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَبَنَیْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ○
(عمّ یتسآءلون - ۱۲)

(اے لوگو) ہم ہی نے تمہارے اوپر سات سخت آسمان بنائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
طِبَاقًا ○ (نوح - ۱۵)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اوپر تلے سات آسمان کیسے بنائے ہیں۔

الغرض اللہ ذوالجلال والاکرام نے ان آیات میں اپنے وجود اور توحید کے دلائل دے کر بتایا

کہ (اے انسانو) تم کس طرح اللہ، خالق کائنات کا انکار کر سکتے ہو، آخر تمہاری پیدائش، تمہاری زندگی تمہاری موت کا خالق کون ہے، زمین کی تمام اشیاء اور آسمانوں کی پیدائش کس نے کی ہے، آخر کوئی تو ان چیزوں کا خالق ہے، خود بخود کوئی چیز کیسے پیدا ہو سکتی ہے، ان چیزوں کا وجود خالقِ کائنات کے وجود پر دلالت کرتا ہے اور وہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ ہے، اس پر ایمان لاؤ، اس کی اطاعت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، وہ یکتا ہے، اکیلا ہے، بے مثل و بے نظیر ہے۔

کائنات کی مختلف چیزوں کی پیدائش کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے مختلف مقامات پر اپنے وجود اور اپنی توحید کو بڑے شدّ و مدّ سے ثابت کیا ہے۔

مثلاً ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

(الانعام - ۹۵ تا ۹۹)

بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلیوں کو پھاڑتا ہے (اور پھر ان سے درخت اگاتا ہے)، وہی جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے پیدا کرتا ہے، یہ ہے تمہارا اللہ، تو (پھر اُسے چھوڑ کر) تم کہاں بہکے ہوئے چلے جا رہے ہو۔ وہی صبح کی روشنی کو پھاڑتا ہے (یعنی دن نکالتا ہے) اُسی نے رات کو موجبِ سکون و راحت بنایا، اسی نے سورج اور چاند کو ذریعہ حساب بنایا، یہ سب چیزیں (اللہ) غالب اور علم والے کی مقرر کی ہوئی ہیں۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ ان کے ذریعہ تم بحر و بر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کر سکو، ہم نے علم والوں کے لئے آیات کو کھول کر (علیحدہ علیحدہ) بیان کر دیا ہے (علم والے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کام بغیر خالق کے واقع نہیں ہو سکتے)۔ وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر تمہارے ٹھہرنے کے لئے جگہ (بستیاں اور مکانات) اور سپرد کرنے کی جگہ (یعنی قبریں) بنائیں، ہم نے سمجھنے والوں کے لئے (اپنی) نشانیاں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں (عقل والے سمجھ جاتے ہیں کہ یہ

سب کرشمے کسی خالق کے وجود پر دلالت کرتے ہیں) وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس سے ہر قسم کی روئیدگی پیدا کی، پھر اس سے ہری کونپل پیدا کی اور اس کونپل سے اوپر تلے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے دانے پیدا کئے اور کھجور کے گچھوں میں سے لٹکے ہوئے خوشے پیدا کئے اور انگور کے باغات، زیتون اور انار پیدا کئے جو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور غیر مشابہ بھی، یہ چیزیں جب پھل لاتی ہیں تو ان کے پھلوں اور ان کے پکنے پر غور کرو (کون یہ سب کام کر رہا ہے) بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

وجودِ باریٔ تعالیٰ کے دلائل دیتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝

(الانعام - ۱۰۱ تا ۱۰۴)

وہی آسمان اور زمین کا ایجاد کرنے والا ہے، اس کے اولاد کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا (پھر اس کی پیدا کی ہوئی چیز اس کی بیوی یا اولاد کیسے ہو سکتی ہے) وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ یہ ہے اللہ، تمہارا ربّ، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہی ہر چیز پر نگراں ہے، نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ بڑا لطیف و خبیر ہے۔ یہ دلائل ہیں جو تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے پاس آگئے ہیں، جس نے ان سے بصیرت حاصل کی (یعنی خالق کے وجود اور اس کی توحید کا قائل ہو گیا) تو اس میں اس کا اپنا بھلا ہے اور جس نے ان دلائل سے آنکھیں بند کر لیں تو پھر اس (ہٹ دھرمی) کا وبال اُسی پر ہوگا اور (اے

رسول کہدیجئے کہ) میں تم پر نگراں نہیں ہوں (نگراں وہی خالق ہے، اسی کے ہاتھ میں تمام اختیارات ہیں، وہی سزا و جزا کا مالک ہے، وہی وقتِ مقرّرہ پر تمہیں اس ہٹ دھرمی کی سزا دیگا)۔

خالق کا وجود ایک حقیقت ثابتہ ہے، خالق کے وجود پر عقلی شہادتیں موجود ہیں لیکن خالق کے انکار پر کوئی عقلی شہادت پیش نہیں کی جاسکتی، اگر صرف اس لئے خالق کا انکار کیا جائے کہ خالق کی حقیقت عقل میں نہیں آتی تو کائنات کا خود بخود پیدا ہوجانا کیسے عقل میں آسکتا ہے، یہ تو اس سے بھی زیادہ مشکل مسئلہ ہے، یہ کائنات مختلف اجزاء پر مشتمل ہے، کہیں آسمان ہے، کہیں زمین ہے، کہیں سیارے ہیں، پھر اس زمین کو دیکھئے، کہیں جمادات ہیں تو کہیں نباتات، کہیں حیوانات ہیں اور کہیں انسان۔ ان تمام اشیاء کا کتنا مربوط نظام ہے، ایک پودے کو دیکھئے کس طرح نشو ونما پاتا ہے، کس طرح سانس لیتا ہے اور کس طرح سانس چھوڑتا ہے، یہ سب کچھ ایک دائرے (CYCLE) میں ہو رہا ہے جس کا تسلسل کبھی منقطع نہیں ہوتا۔

انسان اور حیوان کو دیکھئے، ان کے اجسام میں کیسی کیسی مشینیں کام کر رہی، ان مشینوں کی کارگذاری قدرت کا نمونہ پیش کرتی ہے، قرنوں و صدیوں سے ایسا ہی ہوتا آرہا ہے، یہ تصور کتنا مضحکہ خیز ہے کہ یہ سب کچھ بغیر کسی کے ارادے کے ہو رہا ہے۔ کائنات کے خود پیدا ہوجانے کے بعد یہ کس طرح عقل میں آتا ہے کہ اس میں اس قدر باضابطہ روحِ عمل پیدا ہوگئی ہو کہ کہیں کوئی نقص نظر نہیں آتا، ضابطہ کے خلاف کچھ نہیں ہوتا، ہر کام ایک مقررہ فطری قانون کے ماتحت و مطابق ہو رہا ہے، اس ضمن میں آپ جتنا سوچیں گے آپ کی حیرت میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا، یہ چیز کبھی عقل میں نہیں آئے گی کہ کائنات خود بخود پیدا ہونے کے بعد کس طرح قوانینِ فطرت کے تابع ہوگئی۔

بڑے سے بڑے تارے کو لیجئے جس میں سے ہماری زمین کے برابر سنکھوں زمینیں بن سکتی ہیں یا چھوٹے سے چھوٹے ذرّے کو لیجئے دونوں کی بنیادی ترکیب میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا، دونوں کا بنیادی جُز ایٹم (ATOM) ہے اور ہر چیز کا ایٹم کارکردگی اور ساخت میں بالکل یکساں اور ہم آہنگ ہے، ایٹم اتنا چھوٹا ذرّہ ہے کہ اُسے طاقتور سے طاقتور خوردبین سے بھی نہیں دیکھ سکتے، ایک قطرۂ آب میں ساٹھ ہزار سنکھ ایٹم ہوتے ہیں، اس چھوٹے سے ذرّے میں توانائی کی ایک دنیا آباد ہے، وہ توانائی کس طرح اور کس قدر قانون فطرت کے مطابق کام کر رہی ہے کہ عقل حیران ہے، کیا یہ سب کچھ خود بخود ہو رہا ہے، عقل میں کیسے ایسی بعید از عقل بات آسکتی ہے، اس سے تو یہی بات زیادہ آسان ہے کہ خالق کا وجود تسلیم کرلیا جائے پھر اس کے بعد اگر یہ تصور ذہن میں آئے کہ خالق کیسے پیدا ہوگیا تو اس سوال کا وہی جواب ہوگا جو خالق کے انکار کے بعد اس سوال کا جواب ہے

کُہ کائنات کیسے پیدا ہو گئی ؟"

اے لوگو، عقل والے وہی ہیں جو خالق کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، خالق کے وجود کو تسلیم نہ کرنا اور کائنات کے خود بخود پیدا ہو جانے کو تسلیم کر لینا بالکل خلاف عقل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بار بار مظاہر قدرت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے وجود کو ثابت کیا، اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا کہ مظاہر قدرت میں علم و عقل والوں کے لئے خالق کے وجود کے ناقابلِ تردید دلائل ہیں اور ہوا بھی یہی کہ جن علم و عقل والوں نے مظاہرِ قدرت پر غور کیا وہ اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ضرور ہے، چالیس بڑے بڑے سائنسدانوں نے خالق کائنات کے وجود کو تسلیم کیا ہے، ان کے اقوال ایک کتاب میں طبع ہو کر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

سائنسدان مظاہر قدرت کی بنیاد پر خالق کے وجود کو تسلیم کر رہے ہیں اور منکرین خالق بغیر سائنس اور برہان کے اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں، ظاہر ہے کہ جو بات سائنس کی بنیاد پر ہو گی وہ زیادہ قابل قبول ہو گی نہ کہ وہ جس کی پشت پر نہ کوئی سائنس ہو، نہ کوئی دلیل۔

اللہ تعالیٰ نے مظاہرِ قدرت پر غور کرنے کی دعوت دی ہے لہٰذا سائنس جتنا ترقی کرے گی، اور مظاہر قدرت پر اللہ تعالیٰ کی دعوت کے مطابق جتنا غور ہو گا خالق کے وجود کے دلائل اتنے ہی بڑھتے چلے جائیں گے، سائنس نہ خالق کا انکار کرتی ہے، نہ اسلام کے خلاف کوئی بات بتاتی ہے، کچھ دن ہوئے سائنس کا ایک جدید نظریہ بھی منظرِ عام پر آچکا ہے جسے موڈرن تھیوری آف کوینٹم (Modern Theory of Quantum) کہتے ہیں، اس نظریہ نے ثابت کر دیا کہ نظامِ کائنات کو ہر لمحہ کسی نگراں اور چلانے والے کی ضرورت ہے، اگر وہ اس کی طرف سے ذرا سا بھی غافل ہو جائے تو نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے، اس نظریہ نے خالق کے وجود کو اس طرح تسلیم کر لیا ہے کہ اب کسی کو مجال انکار نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کو ثابت کرنے کے لئے مظاہر قدرت پر غور کرنے کی جو دعوت دی تھی اس دعوت کے مطابق غور کرنے کا نتیجہ حقیقت بن کر سامنے آگیا ہے، اب تو عقل کو معیار سمجھنے والوں کے لئے بھی انکار کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی رہے مؤمن تو ان کے لئے تو قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہی کافی ہے، ان کے لئے نہ کسی مزید دلیل کی ضرورت ہے اور نہ کسی تائید کی، دوسرے دلائل کے ثبوت میں قرآن مجید اور حدیث نبوی کو تائید میں پیش کیا جا سکتا ہے لیکن قرآن مجید اور حدیث کسی تائید کے محتاج نہیں، مؤمن کا ایمان قرآن مجید اور حدیث نبوی پر ہوتا ہے البتہ مظاہرِ قدرت کی نشانیاں مؤمن کے لئے اطمینان قلبی کا باعث ضرور ہوتی ہیں۔

عمل

اے لوگو، خالق کے وجود کو تسلیم کیجئے، اگر آپ کو پہلے سے تسلیم ہے تو پھر دل کی گہرائیوں سے تسلیم کیجئے۔ خالق کائنات کا اسمِ گرامی "اللہ" ہے، آئیے، اُس اللہ ذوالجلال والاکرام کے سامنے جُھک جائیے، اسی کے ہو جائیے، اسی کے حکم کو بجا لائیے، اسی کی حاکمیت کو تسلیم کیجئے، اُس کی نعمتوں کا گُن گائیے، اس نے زمین کی تمام نعمتوں کو آپ کے لئے پیدا کیا، اس کا شکر ادا کیجئے نہ ظاہر میں اس کی کوئی نافرمانی کیجئے اور نہ خفیہ طور پر اس کی نافرمانی کیجئے، اس کے لئے ظاہر و باطن یکساں ہے، وہ ہر چیز اور ہر کام سے باخبر ہے، اُسے ہر چیز کا علم ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ
جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ
قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا
وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ
بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ
اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾
وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا
ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِكَةِ
فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ

إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٣١﴾ قَالُوا
سُبْحَٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَآ
إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٣٢﴾ قَالَ
يَٰٓـَٔادَمُ أَنۢبِئْهُم بِأَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ
أَنۢبَأَهُم بِأَسْمَآئِهِمْ قَالَ أَلَمْ
أَقُل لَّكُمْ إِنِّىٓ أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَٰوَٰتِ
وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ
وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٣٣﴾

ترجمہ اور (اے رسول وہ وقت یاد کیجئے) جب آپ کے ربّ نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کیا (اے اللہ) کیا تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بنا رہا ہے جو زمین میں فساد مچائے اور خونریزی کرے (خلیفہ بنائے جانے کے تو ہم مستحق ہیں اس

لئے کہ) ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں (فساد و خونریزی سے بالکل مبرّا ہیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (میں اس کی حکمت سے واقف ہوں، تمہیں اس کا علم نہیں) ﴿۳۰﴾ پھر اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دئے، پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا "اگر تم (استحقاقِ خلافت کے دعوے میں) سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ" ﴿۳۱﴾ فرشتوں نے عرض کیا (اے اللہ) تیری ذات تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، ہمیں (اِن کے ناموں کا) علم نہیں، ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا (تیرے علم و حکمت میں کوئی عیب یا نقص نہیں کیونکہ) بے شک تو علم والا ہے حکمت والا ہے (یقیناً تو نے اپنے علم اور اپنی حکمت کی بنیاد پر ہی آدم کو خلیفہ منتخب کیا ہے) ﴿۳۲﴾ اللہ نے فرمایا اے آدم، تم اِن فرشتوں کو ان تمام چیزوں کے نام بتاؤ، پھر جب آدم نے ان فرشتوں کو ان تمام چیزوں کے نام بتا دئے تو اللہ نے فرمایا (اے فرشتوں) کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمان اور زمین کی (تمام) پوشیدہ باتوں کو جانتا ہوں اور (یہی نہیں بلکہ) جو باتیں تم ظاہر کرتے ہو انہیں بھی جانتا ہوں اور جو تم (اپنے دلوں میں) چھپاتے ہو انہیں بھی جانتا ہوں ﴿۳۳﴾

معانی و مصادر

(اَقُلْ) قَالَ، یَقُوْلُ، قَوْلٌ و قَالٌ و قِیْلٌ و قَوْلَۃٌ و مَقَالٌ و مَقَالَۃٌ (ن) کہنا۔

(جَاعِلٌ) (تَجْعَلُ) جَعَلَ، یَجْعَلُ، جَعْلٌ (ف) بنانا، پیدا کرنا، رکھ لینا، کر دینا۔

(خَلِیْفَۃٌ) خَلَفَ، یَخْلُفُ، خِلَافَۃٌ (ن) خلیفہ ہونا۔ جانشین ہونا۔

خلیفہ = جانشین، حکمران۔ خُلَفَاء اور خَلَائِف جمع ہیں۔

(یُفْسِدُ) اَفْسَدَ، یُفْسِدُ، اِفْسَادٌ (باب افعال) فساد برپا کرنا، خراب کرنا۔

(یَسْفِكُ) سَفَكَ، یَسْفِكُ، سَفْكٌ۔ (ض) بہانا۔

(دِمَآءَ) دِمَآءٌ = دَمٌ کی جمع، خون۔

(نُسَبِّحُ) سَبَّحَ، یُسَبِّحُ، تَسْبِیْحٌ (باب تَفْعِیْل) نماز پڑھنا، تسبیح پڑھنا، پاکی و بزرگی بیان کرنا۔

(حَمْد) حَمِدَ، یَحْمَدُ، حَمْدٌ (س) تعریف کرنا۔

(نُقَدِّسُ) قَدَّسَ، یُقَدِّسُ، تَقْدِیْسٌ (باب تَفْعِیل) پاکی بیان کرنا، پاک کرنا۔

(اَعْلَمُ، یَعْلَمُوْنَ، عَلِیْمٌ) عَلِمَ، یَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، علم حاصل کرنا، پہچان لینا۔

عَلَّمَ، یُعَلِّمُ، تَعْلِیْمٌ (باب تَفْعِیْلٌ) سکھانا۔

عَرَضَ - یَعْرِضُ ، عَرْضٌ (ض) پیش کرنا ، عرض میں رکھنا۔
(اَنْبِئُوْا ، و اَنْبِئْ) اَنْبَأَ ، یُنْبِئُ ، اِنْبَاءٌ (باب افعال) خبر دینا ، بتانا۔
صَدَقَ ، یَصْدُقُ ، صِدْقٌ و مَصْدُوْقَةٌ و تَصْدَاقٌ (ن) سچ بولنا ، سچ کر دکھانا۔
(حکیم) حَکُمَ ، یَحْکُمُ ، حِکْمَةٌ (ک) حکیم ہونا ، باحکمت ہونا۔
(غَیْب) غَابَ ، یَغِیْبُ ، غَیْبٌ و غِیَابٌ و غُیُوْبٌ و مَغِیْبٌ و غَیْبَةٌ (ض) غائب ہونا ، پوشیدہ ہونا ، حاضر نہ ہونا۔
غَیْب = پوشیدہ چیز۔
(تُبْدُوْنَ) اَبْدٰی ، یُبْدِیْ ، اِبْدَاءٌ (باب افعال) ظاہر کرنا۔
(کُنْتُمْ) کَانَ ، یَکُوْنُ ، کَوْنٌ و کِیَانٌ و کَیْنُوْنَةٌ (ن) ہونا ، ہوجانا۔
(تَکْتُمُوْنَ) کَتَمَ ، یَکْتُمُ ، کَتْمٌ و کِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔

تفسیر

ابتدائے آفرینش کا کچھ مختصر سا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی تخلیق کا ذکر فرمایا اور بنی آدم کو توجہ دلائی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو بزرگی و سرفرازی عطاء فرمائی، ان کو علم و حکمت سے نواز کر فرشتوں کے مقابلہ میں ان کو خلافتِ ارضی کے لئے منتخب فرمایا، زمین کی تمام چیزوں کو ان کے لئے پیدا کر کے ان کو ان تمام چیزوں کا حکمران اور استعمال کرنے والا بنا دیا۔ اس احسان و عزّت افزائی کا تقاضا یہ ہے کہ بنی نوع انسان کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق چلتے رہیں، اس کے احکام پر عمل کرتے رہیں، عدل و انصاف سے کام لیں ورنہ ان کے لئے دنیا میں ہلاکت و تباہی اور آخرت میں عذاب الیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ○

(یونس - ۱۳ و ۱۴)

اور (اے لوگو) تم سے پہلے ہم نے بہت سی امّتوں کو محض اس لئے ہلاک کر دیا کہ وہ ظلم و زیادتی کرتے تھے۔ ان کے پاس رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے لیکن وہ ان پر ایمان نہیں لائے، (اپنی سرکشی و جرائم پر اڑے رہے تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور) مجرم لوگوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ پھر ہم نے تم کو ان لوگوں کے بعد خلیفہ بنایا تاکہ ہم دیکھیں

کہ تم کیسے عمل کرتے ہو (اگر تمہارے عمل بھی ان ہی جیسے رہے تو تم بھی اسی طرح ہلاک کر دئے جاؤ گے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ (الفاطر - ۳۹)

(اے لوگو) وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا، پھر جو شخص (اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر نہ کرے بلکہ) کفر میں مبتلا رہے تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہو گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (الانعام - ۱۶۵)

اور وہ (اللہ) ہی ہے جس نے زمین میں تمہیں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی تاکہ وہ خلافت جو اس نے تمہیں دی ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے (کہ تم میں سے کون اللہ کی مرضی کے مطابق چلتا ہے اور کون نہیں چلتا، کون عدل و انصاف سے کام لیتا ہے اور کون نہیں لیتا اور اے رسول اگر یہ لوگ اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں چلتے تو پھر) بے شک آپ کا رب بہت جلد حساب لینے والا ہے اور (اگر یہ باز آگئے تو) وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تو اُن سے فرمایا:-

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ۝ (صٓ - ۲۶)

اے داؤد، ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ تم لوگوں میں حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنا اور (اپنی) خواہش کی پیروی نہ کرنا، خواہش کی پیروی تم کو اللہ کے راستہ سے گمراہ کر دے گی۔ بے شک جو لوگ اللہ کے راستے سے گمراہ ہو جاتے ہیں،

کے دن کو بھول گئے تھے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین پر چلتے رہتے ہیں وہی دراصل خلافت کے مستحق ہوتے ہیں اور جب وہ دین پر چلنا چھوڑ دیتے ہیں تو پھر خلافت کے مستحق نہیں رہتے۔ اللہ تعالےٰ ان سے خلافت و حکومت چھین کر دوسروں کو دیدیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ○

(یونس - ۷۳)

کافروں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو اور اُن (مؤمنین) کو جو اُن کے ساتھ کشتی میں سوار تھے نجات دی اور انہیں (زمین میں) خلیفہ بنا دیا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا انہیں غرق کر دیا تو (اے رسول) آپ دیکھئے کہ جو لوگ ڈرائے گئے (پھر بھی اپنی سرکشی سے باز نہیں آئے تو) ان کا انجام کیسا ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

(الاعراف - ۶۹)

(ہود نے اپنی قوم سے کہا) وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے قوم نوح کے بعد تمہیں خلیفہ بنایا اور قد و قامت میں تمہیں زیادتی بخشی، تو (اب تمہیں چاہیئے کہ) اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○

(الاعراف - ۷۴)

(صالح نے اپنی قوم سے کہا) اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے قوم عاد کے بعد تمہیں خلیفہ بنایا، تمہیں زمین میں آباد کیا تم نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر مکان تعمیر کرتے ہو، اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔

الغرض اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو یکے بعد دیگرے خلافت عطاء فرماتا رہتا ہے جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس امت سے بھی اسی قسم کا وعدہ کیا تھا اور قرون اولیٰ میں اُسے پورا بھی کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا، يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا، وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

(النور - ۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کرتے رہیں گے اللہ کا ان سے وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جیسے کہ اس نے پہلے لوگوں کو عطاء فرمائی تھی، ان کے دین کو جسے اللہ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے مستحکم کر دے گا اور انہیں خوف کے بعد امن و امان نصیب فرمائے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہیں کریں گے، پھر جس نے (اس نعمتِ عظمیٰ کے مل جانے کے بعد) کفر کیا تو ایسے لوگ فاسق ہوتے ہیں (ایسے لوگوں کی حکومت مستحکم نہیں ہوتی اور انجام کار ان سے چھین لی جاتی ہے)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ منصب حکمرانی کے لئے تین شرائط ضروری ہیں :-

ایمان، عمل صالح اور شرک نہ کرنا۔ اگر ایمان کا دعویٰ کرنے والے ان میں سے ایک بھی شرط پوری نہ کریں تو ان سے حکومت چھین لی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ○ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ○

(بنی اسرائیل - ۴-۵)

ہم نے بنی اسرائیل کو فیصلہ کے طور پر پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تم دو مرتبہ ملک میں فساد کرو گے اور بڑی سرکشی کرو گے۔ پھر جب وعدے کے مطابق پہلی سرکشی تم نے کی تو ہم نے اپنے جنگجو بندے تم پر مسلط کر دئے، انہوں نے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔

الغرض جب اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو خلیفہ بنانا چاہا اور حضرت آدم علیہ السلام کو اس مقصد کے لئے پیدا کیا تو ان کو اس کا اہل بھی بنایا، ان کو وہ علم عطاء فرمایا جو خلافتِ ارضی کے لئے ضروری تھا اور جس سے فرشتے محروم تھے۔ وہ علم کل اشیاء کے ناموں کا علم تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيَاْتُوْنَ آدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اَبُو النَّاسِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَ اَسْجَدَ لَكَ مَلَآئِكَتَهٗ وَ عَلَّمَكَ اَسْمَآءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ۔

(صحیح بخاری تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ صـ۲)

قیامت کے دن مؤمنین جمع ہوں گے اور آپس میں کہیں گے کہ کاش ہم کسی کو اپنے ربّ کے ہاں سفارشی بناتے (یہ کہہ کر) وہ آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے "آپ (تمام) لوگوں کے باپ ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا، فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا، اور آپ کو کل اشیاء کے نام سکھائے، آپ ہمارے لئے اپنے ربّ کے پاس (جاکر) سفارش کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو علم کی وجہ سے فضیلت بخشی اور اسی بناء پر اُن کو خلافت کا اہل قرار دیا۔ حضرت طالوت کو جب بادشاہ بنایا تھا تو ان کی بادشاہت کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد علم ہی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (البقرۃ-۲۴۷)

اللہ (تعالیٰ) نے طالوت کو علم بھی زیادہ دیا ہے اور جسمانی قوّت بھی۔

الغرض علم ہی کی بدولت عزّت و سرفرازی ملتی ہے۔ جس میں علم نہیں اس کو حکومت کرنے کا بھی حق نہیں، عالِم کا درجہ زیادہ ہے۔ بے علم عابد درجہ میں کم تر ہے اسی لئے فرشتوں کی خواہش کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے علم کی ہی وجہ سے مسترد فرمایا، محض عبادت کو اس سلسلہ میں کوئی اہمیّت نہیں دی۔

آیات زیر تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان سے پہلے فرشتوں کو پیدا کیا تھا اور انہیں بتا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے، وہ اس چیز کو بھی جانتا ہے جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور اس چیز کو بھی جانتا ہے جو وہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے کسی ذریعہ سے یہ بھی بتا دیا تھا کہ بنی آدم زمین میں خلافت مل جانے کے بعد فساد برپا کریں گے اور خونریزیاں کریں گے۔

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تحمید اور تقدیس بیان کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا تھا، وہ تحمید اور تقدیس میں اپنا وقت گزارا کرتے تھے اور اسی بنیاد پر وہ اپنے آپ کو خلافتِ ارضی کا اہل سمجھتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے صراحتاً اس بات کا ذکر نہیں کیا لیکن ان کے دل میں یہ خیال موجود تھا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنِّیْ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ ○

میں آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں سے واقف ہوں اور میں اُسے بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور اسے بھی جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو۔

اسی چیز کو ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ اس طرح بیان فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

(آل عمران۔ ۲۹)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ (اے لوگو) اگر تم کوئی چیز اپنے سینوں میں چھپاؤ یا اُسے ظاہر کرو اللہ (ہر حالت میں) اُسے جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ

(آل عمران۔ ۵)

بے شک زمین اور آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔

عمل

اے لوگو، علم حاصل کیجئے، علم حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں لگے رہیئے، لاعلمی کے ساتھ عبادت میں مشغول رہنا اتنی فضیلت کی چیز نہیں جتنی فضیلت کہ انسان کو علم و حکمت حاصل کرنے سے ملتی ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ، اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ اور (اے رسول وہ وقت بھی یاد کیجئے) جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو تو فرشتوں نے تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (سجدہ نہیں کیا) اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا ﴿۳۴﴾

معانی و مصادر (اُسْجُدُوْا) سَجَدَ، یَسْجُدُ، سُجُوْدٌ (ن) عاجزی کے ساتھ جھکنا، سجدہ کرنا، پیشانی زمین پر رکھنا۔
(اَبٰی) اَبًی، یَابٰی، اِبَاءٌ و اِبَاءَۃٌ (ض) ناپسند کرنا، انکار کرنا۔
(اِسْتَكْبَرَ) اِسْتَكْبَرَ، یَسْتَكْبِرُ، اِسْتِكْبَارٌ (باب استفعال) تکبّر کرنا۔

تفسیر

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا تو تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرو، تمام فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی اور سجدہ میں گر پڑے لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ، لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ (الاعراف - ۱۱)

ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو، (تمام) فرشتوں نے تو سجدہ کیا مگر ابلیس (نے سجدہ نہیں کیا)۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں (شامل ہی) نہیں ہوا۔

سجدہ کے حکم میں ابلیس بھی شامل تھا لیکن اس نے تکبّر کیا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○

(الاعراف - ۱۲)

اللہ نے کہا: جب میں نے تجھے حکم دیا تھا تو تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا، کہنے لگا میں آدم سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

فرشتوں کے سجدہ کرنے اور ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی بار کیا ہے۔ مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ○

(بنی اسرآئیل - ۶۱)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو فرشتوں نے تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔ اس نے کہا کیا میں اُس شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ، كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ

(الکہف - ۵۰)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو فرشتوں نے تو سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا، وہ جنّات میں سے تھا لہٰذا اس نے اپنے ربّ کے حکم سے سرتابی کی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابلیس فرشتہ نہیں تھا، فرشتوں کی سرشت میں تو اطاعت ہی اطاعت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار نہیں کرتے، ابلیس جن تھا، اسی وجہ سے انکار کر بیٹھا۔ قرآن مجید کی ان تمام آیات میں جن میں اِلَّآ اِبْلِيْسَ واقع ہوا ہے ابلیس مستثنیٰ متصل نہیں ہے بلکہ مستثنیٰ منقطع ہے یعنی وہ مستثنیٰ مِنہ (یعنی فرشتوں) کی جنس سے نہیں ہے۔

آیات بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو ابلیس بھی موجود تھا اور وہ بھی سجدہ کرنے کے حکم میں شامل تھا، جیسا کہ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ۔ (الاعراف - ۱۲) سے واضح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے براہ راست حکم کے باوجود اس نے سجدہ نہیں کیا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى ○
(طٰہٰ - ۱۱۶)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو تو فرشتوں نے تو سجدہ کیا مگر ابلیس نے (سجدہ نہیں کیا)، اس نے (سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِيْسَ، اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○
(الحجر - ۲۸ تا ۳۳)

اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا میں کھنکھناتے اور سڑے ہوئے گارے سے ایک آدمی بنا رہا ہوں تو جب میں اُس (کے اعضاء) کو مناسب شکل دیدوں اور اس میں اپنی رُوح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا، تمام فرشتوں نے تو سجدہ کیا لیکن ابلیس نے (سجدہ نہیں کیا)، اس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اللہ نے پوچھا اے ابلیس تو سجدہ کرنے والوں میں کیوں شامل نہیں ہوا۔ کہنے لگا میں ایسے آدمی کو کیسے سجدہ کرتا جسے تو نے کھنکھناتے اور سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِيْسَ، اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ، اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ○ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○
(صٓ - ۷۱ تا ۷۶)

اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا میں مٹی سے ایک آدمی بنانے والا ہوں، تو جب میں اس (کے اعضاء) کو مناسب شکل دیدوں اور اپنی روح اُس میں پھونک دوں تو اُس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ اس حکم کی تعمیل میں تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (سجدہ نہیں کیا)، اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ اللہ نے کہا اے ابلیس جس آدمی کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا، اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے باز رکھا؟ کیا تو نے

تکبر کیا، یا تو بہت بلند درجہ والوں میں سے ہے؟ کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو ایک خاص فضیلت عطا فرمائی کہ ان کو علم بھی دیا، اور فرشتوں سے سجدہ بھی کرایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

میدانِ محشر میں جب لوگ شفاعت کی درخواست لے کر آدم علیہ السّلام کے پاس آئیں گے تو ان سے اس طرح کہیں گے:۔

اَمَرَ الْمَلٰٓئِکَۃَ فَسَجَدُوْا لَکَ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ۔

(صحیح بخاری تفسیر سورۃ بنی اسرائیل جزء ۶ ص۱۰۵ و کتاب التوحید جزء ۹ ص۱۴۹)

(آپ کا تو بڑا درجہ ہے) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا (کہ وہ آپ کو سجدہ کریں) انہوں نے آپ کو سجدہ کیا (لہٰذا) آپ اپنے رب کے پاس جا کر ہمارے لئے شفاعت کیجئے۔

آیات اور حدیث بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، ابلیس نے تکبر کیا، اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا حکم الٰہی سے سرتابی کرنے کی وجہ سے کافروں میں سے ہو گیا اور دائمی لعنت میں گرفتار ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ○ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○ (ص۔ ۷۷ و ۷۸)

اللہ نے کہا یہاں سے نکل جا، تو مردود ہے، قیامت کے دن تک تجھ پر میری لعنت برستی رہے گی۔

پھر قیامت کے دن دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہو گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ (ص۔ ۸۵)

میں ضرور تجھ سے اور تیرے متبعین سے جہنّم کو بھر دوں گا۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرتابی نہ کیجئے، اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیجئے

ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے قیاس کیا اور اس قیاس کی بنیاد پر سجدہ سے انکار کیا، آپ ایسا نہ کیجئے، جیسا حکم ملے اس پر عمل کیجئے خواہ اس حکم کی تعمیل میں آپ کے خیال میں آپ کی ذلّت و رسوائی اور آپ کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ عزّت و سربلندی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے تکبر اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل سے انکار دنیا میں ذلّت کا سبب ہے اور آخرت میں دائمی عذاب کا موجب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ کِبْرٍ۔

وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی تکبر ہوگا۔

ایک شخص نے کہا:۔

اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَ نَعْلُهٗ حَسَنَةً۔

بے شک ہر آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبّر ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ یُّحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبو جزء اول صلا۵)

بے شک اللہ خوبصورت ہے، خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (تکبر یہ نہیں ہے) تکبر تو یہ ہے کہ حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

الغرض اے لوگو، تکبّر ہرگز نہ کیجئے۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ
الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ
شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ
فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا
الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا
كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ
لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾
فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ

فَتَابَ عَلَيْهِ ، إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ
الرَّحِيمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا
جَمِيعًا ، فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى
فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ
أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ اور (اے رسول وہ وقت یاد کیجئے جب) ہم نے کہا اے آدم، تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہو اور اس میں سے جہاں سے تمہارا جی چاہے خوب کھاؤ (پیو) لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے ﴿۳۵﴾ پھر (ہوا یہ کہ) شیطان نے دھوکہ دے کر) ان دونوں سے اس حکم کی خلاف ورزی کرادی اور ان کو اس مقام سے نکلوا دیا جس میں وہ (عیش و نشاط کے ساتھ زندگی گذار رہے) تھے، ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر (کر نیچے زمین پر چلے) جاؤ اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو (اب) تمہارے لئے

زمین میں ایک وقت مقررہ تک رہنے کا ٹھکانہ ہے اور (وہیں) کچھ فائدہ اٹھانا ہے۔ ﴿۳۶﴾ پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے (اور ان کلمات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی) اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی (اور معاف کر دیا) بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے ﴿۳۷﴾ ہم نے ان سے پھر کہا تم سب یہاں سے اتر (کر زمین پر چلے) جاؤ، پھر جب کبھی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا)، جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے انہیں روز محشر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿۳۸﴾ البتہ جو لوگ ہماری آیتوں کا انکار کریں گے اور ان کو جھٹلائیں گے تو ایسے لوگ دوزخی ہوں گے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۳۹﴾

معانی ومصادر

(قُلْنَا) قال، یَقُوْلُ، قَوْلٌ وقِیْلٌ وقَوْلَةٌ ومَقَالٌ و مَقَالَةٌ (ن) کہنا۔

(اُسْکُنْ) سَکَنَ، یَسْکُنُ، سُکُوْنٌ (ن) ساکن ہونا۔

سَکَنَ، یَسْکُنُ، سَکَنٌ وسُکْنٰی (ن) رہنا۔

(کُلَا) اَکَلَ، یَاْکُلُ، اَکْلٌ ومَاْکَلٌ (ن) کھانا، فنا کر دینا۔

(رَغَدًا) رَغِدَ، یَرْغَدُ، رَغَدٌ (س) خوشحال و فارغ البال ہونا، بافراغت ہونا۔

(شِئْتُمَا) شَاءَ، یَشَاءُ، شَیْءٌ ومَشِیْئَةٌ ومَشَاءَةٌ ومَشَائِیَةٌ (ف) چاہنا، ارادہ کرنا۔

(لَا تَقْرَبَا) قَرِبَ یَقْرَبُ وقَرُبَ، یَقْرُبُ، قُرْبٌ وقُرْبَانٌ (ک س) قریب ہونا۔

(تَکُوْنَا) (کَانَا) کَانَ، یَکُوْنُ، کَوْنٌ وکِیَانٌ وکَیْنُوْنَةٌ (ن) ہونا، ہو جانا۔

(ظٰلِمِیْنَ) ظَلَمَ، یَظْلِمُ، ظُلْمٌ ومَظْلِمَةٌ (ض) کسی چیز کو بے محل رکھنا، ظلم کرنا، حق تلفی کرنا۔

(اَزَلَّ) اَزَلَّ، یُزِلُّ، اِزْلَالٌ (باب افعال) پھسلانا، لغزش کرانا۔

(شَیْطٰن) شَطَنَ، یَشْطُنُ، شَطْنٌ (ن) دور کرنا۔

شَطَنَ، یَشْطُنُ، شُطُوْنٌ (ن) دور ہونا۔

(اَخْرَجَ) اَخْرَجَ، یُخْرِجُ، اِخْرَاجٌ (باب افعال) نکالنا، خراج ادا کرنا۔

(اِهْبِطُوْا) هَبَطَ، یَهْبِطُ، هُبُوْطٌ (ض ن) اترنا۔

(عَدُوٌّ) عَدَا، یَعْدُوْ، عَدْوٌ وعُدْوَانٌ وعُدُوٌّ وعَدَاءٌ (ن) ظلم کرنا۔

(مُسْتَقَرٌّ) اِسْتَقَرَّ، یَسْتَقِرُّ، اِسْتِقْرَارٌ (باب استفعال) رہنا، ثابت ہونا۔

(مَتَاعٌ) مَتَعَ ، یَمْتَعُ ، مُتُوْعٌ (ف) طویل ہونا۔ بلند ہونا ، شدّت اختیار کرنا۔
مَتَاع = قلیل و فانی نفع کی چیز۔
(حِیْنٌ) حَانَ ، یَحِیْنُ ، حَیْنٌ و حَیْنُوْنَۃٌ (ض) وقت قریب ہونا۔
حِیْن = وقت ، مدّت۔
(تَلَقّٰی) تَلَقّٰی یَتَلَقّٰی ، تَلَقِّیٌ (باب تفعّل) ملاقات کرنا ، استقبال کرنا ، سیکھنا۔
(تَابَ) تَابَ ، یَتُوْبُ ، تَوْبٌ و تَوْبَۃٌ و تَابَۃٌ و مَتَابٌ ، تَثْوِبَۃٌ (ن) گناہ سے رجوع کرنا ، توبہ کرنا ، نادم ہونا۔
(رَحِیْمٌ) رَحِمَ ، یَرْحَمُ ، رُحْمٌ و رُحُمٌ (س) رحم کرنا۔
(یَاْتِیَنَّ) اَتٰی ، یَاْتِیْ ، اِتْیَانٌ (ض) آنا۔
(ھُدًی) ھَدٰی ، یَھْدِیْ ، ھِدَایَۃٌ و ھُدًی و ھُدًی و ھِدْیَۃٌ (ض) راستہ بتانا ، راستہ بتا کر منزل تک پہنچانا۔
(تَبِعَ) تَبِعَ یَتْبَعُ ، تَبَعٌ و تَبَاعٌ و تَبَاعَۃٌ (س) پیروی کرنا ، پیچھے پیچھے جانا۔
(خَوْفٌ) خَافَ ، یَخَافُ ، خَوْفٌ و خَیْفٌ و مَخَافَۃٌ و خِیْفَۃٌ (س) ڈرنا۔
(یَحْزَنُوْنَ) حَزِنَ ، یَحْزَنُ ، حَزَنٌ (س) غمگین ہونا۔
(کَفَرُوْا) کَفَرَ ، یَکْفُرُ ، کُفْرٌ و کُفْرَانٌ و کُفُوْرٌ (ن) انکار کرنا ، ناشکری کرنا۔
(کَذَّبُوْا) کَذَّبَ ، یُکَذِّبُ ، تَکْذِیْبٌ (باب تفعیل) جھٹلانا۔
(خَالِدُوْن) خَلَدَ ، یَخْلُدُ ، خُلُوْدٌ (ن) ہمیشہ رہنا۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام اور ان کی بیوی کو حکم دیا کہ وہ جنّت میں رہیں ، قرآن مجید میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَیٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ فَکُلَا مِنْ حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○

(الاعراف-۱۹)

اے آدم ، تم اور تمہاری بیوی جنّت میں رہو اور جہاں سے تمہارا جی چاہے کھاؤ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ گنہگار ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْھَا وَلَا تَعْرٰی ○
وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْھَا وَلَا تَضْحٰی ○

(طٰہٰ-۱۱۸ و ۱۱۹)

یہاں تم نہ بھوکے ہو گے اور نہ ننگے اور نہ پیاسے ہو گے اور نہ دھوپ میں رہو گے۔

اس جنت میں سے آدم علیہ السلام کو ہر چیز کھانے کی اجازت تھی لیکن ایک درخت کے کھانے سے منع کر دیا گیا تھا۔ اس سلسلہ میں ان سے عہد بھی لیا گیا تھا لیکن وہ اس عہد کو بھول گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ○ (طٰہٰ۔ ۱۱۵)

ہم نے آدم سے پہلے ہی ایک عہد لے لیا تھا، لیکن وہ اُسے بھول گئے اور ہم نے ان میں ثبات نہیں پایا (یعنی وہ اپنے عہد پر ثابت نہیں رہے)۔

اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کو اس بات سے بھی خبردار کر دیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے، اس سے ہوشیار رہنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (الاعراف۔۲۲)

بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

آدم علیہ السلام اس عہد پر جو ان سے لیا گیا تھا ایک عرصے تک قائم رہے لیکن ابلیس ان کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ وہ ان کا شدید دشمن تھا وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مائل کرے۔ اُس نے طرح طرح کے مکر و فریب سے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بیوی کو بہکانے کی کوشش کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ○ (طٰہٰ۔۱۲۰)

شیطان نے آدم کے دل میں وسوسہ ڈالا اور اس طرح کہا کہ اے آدم کیا میں تم کو ایسا درخت نہ بتاؤں جو حیاتِ ابدی اور لازوال بادشاہت کا سبب ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ○

شیطان نے دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ اُن کے ستر جو اُن سے پوشیدہ تھے اُن پر ظاہر کر دے، کہنے لگا تمہارے رب نے تمہیں اس درخت کو کھانے سے صرف اس لئے منع

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ○
(الاعراف ۔ ۲۰ و ۲۱)

کیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ (اس جنت میں) نہ رہو۔ پھر ان دونوں سے قسم کھا کر کہا میں یقیناً تمہارا خیر خواہ ہوں۔

الغرض ابلیس نے خود کو آدم علیہ السّلام کا خیر خواہ ثابت کیا، پھر قسم کھا کر اپنی خیر خواہی کو اور بھی مستحکم کر دیا۔ ان کی بیوی حضرت حوّاء ابلیس کے فریب میں آگئیں اور آدم علیہ السّلام کو غلط مشورہ دے بیٹھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
لَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَهَا الدَّهْرَ
(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق جزء ۴، صـ۱۶۱ و صحیح مسلم کتاب الرضاع، باب لولا حوّاء۔ جزء ۱ صـ۶۲۶)

اگر حوّاء نہ ہوتیں (یعنی غلط مشورہ نہ دیتیں) تو کبھی عورت اپنے شوہر کی خیانت نہ کرتی (یعنی غلط مشورہ نہ دیتی)۔

(فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ) الغرض آدم علیہ السلام بھی دھوکے میں آگئے، جو عہد ان سے لیا گیا تھا اُسے بھول گئے، دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا اور غلطی کر بیٹھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ
(الاعراف ۔ ۲۲)

آخر شیطان نے ان دونوں کو (نافرمانی کی طرف) کھینچ ہی لیا، پھر جب اُن دونوں نے اس درخت کو چکھا تو دونوں کے ستر کھُل گئے اور وہ دونوں جنّت (کے درختوں) کے پتّے اپنے ستر پر اوپر تلے رکھنے لگے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ○
(طٰہٰ ۔ ۱۲۱)

دونوں نے اس درخت میں سے کھا لیا، (کھاتے ہی) اُن کے ستر ان پر ظاہر ہو گئے، اور وہ دونوں جنّت کے پتّے اپنے (ستر) پر اوپر تلے رکھنے لگے۔ الغرض آدم اپنے ربّ کی نافرمانی کر بیٹھے اور بہک گئے۔

(فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ) اس نافرمانی کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو جنت سے باہر جانے کا حکم دیا اور فرمایا اب تم یہاں سے اتر جاؤ اور کچھ عرصے کے لئے زمین میں زندگی گذارو۔ تم اور ابلیس ایک دوسرے کے دشمن ہو، تمہارا یہاں رہنا مناسب نہیں،

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّاء کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (الاعراف - ۲۲)

کیا میں نے تم کو اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کیا تھا اور کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے۔

(فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ)، جب آدم علیہ السّلام زمین پر آ گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے چند کلمات سیکھے، پھر ان کلمات کے ذریعہ وہ اور ان کی بیوی اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ، وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

(الاعراف - ۲۳)

دونوں نے اس طرح دُعا کی، اے ہمارے ربّ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

(فَتَابَ عَلَيْهِ) اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ پھر آدم علیہ السلام کو پسند کر لیا اور ہدایت سے سرفراز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ○

(طٰہٰ - ۱۲۲)

پھر اللہ نے اُن کو منتخب کر لیا، ان کی توبہ قبول کی اور اُن کو ہدایت بخشی۔

آدم علیہ السّلام کی توبہ قبول کرنے اور ان کو منتخب فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر حکم دیا کہ زمین پر ہی رہو۔ اور وہیں زندگی گذارو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ، وَ لَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ○

(الاعراف - ۲۴ و ۲۵)

اللہ تعالیٰ نے (کہا: تم اتر جاؤ) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو لہٰذا تمہارے لئے زمین میں رہنے کا ٹھکانہ ہے اور وہیں ایک وقتِ مقررہ تک قلیل فائدہ اٹھانا ہے۔ اللہ نے ان سے یہ بھی فرمایا (اب) تم زمین میں زندگی گذارو گے، زمین میں ہی مرو گے اور زمین ہی

سے (قیامت کے روز) نکالے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ

(طٰہٰ ۔ ۱۲۳)

(پھر) اللہ تعالیٰ نے (خصوصیّت کے ساتھ حضرت آدم اور ان کی بیوی سے فرمایا) تم دونوں یہاں سے نیچے چلے جاؤ (اس لئے کہ) تم آپس میں ایک دوسرے کے دُشمن ہو (شیطان تمہارا دشمن ہے اور تم شیطان کے دُشمن ہو اور جنت دشمنی کی جگہ نہیں)

(فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو زمین پر اُترنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:۔

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ○

(طٰہٰ ۔ ۱۲۳)

پھر جب کبھی میری طرف سے تمہارے لئے ہدایت آئے تو جو شخص اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدبخت ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

(الاعراف ۔ ۳۵)

اے بنی آدم، جب کبھی تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں جو میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائیں تو جس شخص نے تقویٰ اختیار کیا اور اپنی اصلاح کر لی تو اُسے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔

آیتِ بالا سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت آئے گی وہ ہم تک اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے ذریعہ پہنچے گی، اس کے علاوہ ہدایت پہنچنے کا کوئی اور ذریعہ نہ ہوگا۔

ستر کے چھپانے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ○

(الاعراف ۔ ۲۶)

اے بنی آدم، ہم نے تم پر (ایسا) لباس نازل فرمایا ہے جو تمہارے ستر بھی چھپائے اور تمہارے لئے زینت بخش بھی ہو اور تقویٰ کا لباس (تو بہت ہی) بہتر ہے (یعنی دنیا کی نعمتوں کے استعمال میں تقویٰ کو نہ چھوڑ بیٹھنا، افراط و تفریط سے بچنا) یہ اللہ کی آیات ہیں جو اے

رسول، آپ پر نازل کی جارہی ہیں) تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

نماز کے اوقات میں خصوصیت کے ساتھ زینت دینے والا لباس پہننے کا حکم دیا، فرمایا:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ، اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ○

(الاعراف - ۳۱)

اے بنی آدم، ہر نماز کے وقت اپنی زینت کی چیزیں پہن لیا کرو اور کھاؤ پیو لیکن فضول خرچی نہ کرو، بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ نماز ہو یا غیر نماز صرف ستر پوشی کافی نہیں، لباس کے نزول کا مقصد ستر پوشی بھی ہے اور زینت بھی اور نماز میں زینت کا خصوصیت سے حکم دیا گیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے حربوں سے ہوشیار رہنے کا حکم دیا، فرمایا:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ، اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ، اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

(الاعراف - ۲۷)

اے بنی اٰدم، (ہوشیار رہنا) کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں بہکا دے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو (بہکا دیا تھا اور) جنت سے نکلوایا تھا اور ان سے ان کے کپڑے اتروا دئے تھے تاکہ ان کے ستر ایک دوسرے کو دکھائے۔ وہ اور اس کا قبیلہ ایسی جگہ سے تم کو دیکھتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے، ہم نے شیاطین کو انہی لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے، یہی لوگ دوزخی ہیں اور یہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

جنّت، دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:۔

يُجَاءُ بِالْمَوْتِ حَتّٰى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ ثُمَّ يُنَادِيْ مُنَادٍ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ يَا اَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ فَيَزْدَادُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا اِلٰى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ اَهْلُ النَّارِ حُزْنًا اِلٰى حُزْنِهِمْ (صحیح بخاری)

موت کو لایا جائے گا اور جنّت اور دوزخ کے درمیان اُسے رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا اے اہل جنّت، اب موت نہیں آئے گی اور اے اہلِ دوزخ، اب موت نہیں آئے گی (یہ سنکر) جنّتیوں کی خوشی میں اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائیگا۔

کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار
جزء ۸ صـ۱۴۲ وصحیح مسلم کتاب الجنۃ باب
النار یدخلہا الجبارون جزء ۲ صـ۵۳۸)

صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں:

كُلٌّ خَالِدٌ فِيمَا هُوَ فِيهِ (صحیح مُسلم جزء ۲ صـ۵۳۸)

(منادی یہ بھی کہے گا) ہر ایک کو اسی حالت میں ہمیشہ رہنا ہوگا جس میں وہ اب ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (مریم - ۳۹)

اور (اے رسول) آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جس دن اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا (کہ کون جنّتی ہے اور کون دوزخی۔ افسوس) لوگ (اس قدر فہمائش کے باوجود) غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

عمل

اے لوگو، شیطان سے ہوشیار رہیئے، وہ آپ کا کھلا دشمن ہے اس کو دشمن سمجھئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا (الفاطر - ۶)

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا تم اسے (اپنا) دشمن سمجھو۔

اللہ تعالیٰ کی ممنوعات سے دور رہیئے، اگر غلطی ہو جائے تو اسی طرح مغفرت طلب کیجئے جس طرح حضرت آدم علیہ السّلام نے طلب کی تھی۔

ہدایت کے متعلق یہ یقین رکھیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى (البقرۃ - ۱۲۰)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ بے شک اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ (اٰل عمران - ۷۳)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ بے شک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے۔

ہدایت انسانوں کے دماغ کی پیداوار نہیں ہوتی۔ ہدایت، قیاسات اور اجتہادات سے نہیں بنتی، ہدایت صرف وہی ہوتی ہے جو ربُّ العالمین کی طرف سے نازل ہوتی ہے، لہٰذا

صرف نازل شدہ ہدایت کی پیروی کیجئے، قیاسات اجتہادات اور فتووں کی پیروی نہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ، قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○

(الاعراف - ۳)

(اے لوگو) اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اس کے علاوہ اولیاء کی پیروی نہ کرو (لیکن بات یہ ہے کہ) تم نصیحت کم ہی قبول کرتے ہو۔

(اے لوگو) نازل شدہ ہدایت (یعنی قرآن وحدیث) کی پیروی کیجئے تاکہ قیامت کے دن آپ کو نہ کوئی خوف ہو اور نہ کوئی غم۔

يٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ
ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَوۡفُواْ
بِعَهۡدِيٓ أُوفِ بِعَهۡدِكُمۡ
وَإِيَّٰيَ فَٱرۡهَبُونِ ﴿۴۰﴾ وَ
ءَامِنُواْ بِمَآ أَنزَلۡتُ مُصَدِّقٗا
لِّمَا مَعَكُمۡ وَلَا تَكُونُوٓاْ
أَوَّلَ كَافِرِۭ بِهِۦۖ وَلَا تَشۡتَرُواْ
بِـَٔايَٰتِي ثَمَنٗا قَلِيلٗا وَإِيَّٰيَ
فَٱتَّقُونِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلۡبِسُواْ ٱلۡحَقَّ

بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا
مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ
النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ
اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ اے بنی اسرائیل، میری نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھیں اور اس عہد کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا (اگر تم ایسا کرو گے تو) میں اس عہد کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا اور تم صرف مجھ سے ڈرتے رہو ﴿۴۰﴾ اور (اے بنی اسرائیل) اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے نازل کی ہے (وہ ایسی کتاب ہے) جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور تم اس کے (سب سے) پہلے انکار کرنے والے نہ بن جاؤ اور (اے بنی اسرائیل) تھوڑے فائدے کی خاطر میری آیتوں کو نہ بیچو، اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو ﴿۴۱﴾ حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ ﴿۴۲﴾

نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو ﴿۴۳﴾ (اور اے بنی اسرائیل) کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو (باوجود اس بات کے کہ) تم کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہو (تم خود اس پر عمل نہیں کرتے) کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے (کہ یہ تو بڑی بُری بات ہے کہ دوسروں کو نیک کام کا حکم دو اور خود نیک کام نہ کرو) ﴿۴۴﴾

معانی ومصادر (اُذْکُرُوْا) ذَکَرَ، یَذْکُرُ، ذِکْرٌ و تَذْکَارٌ (ن) ذکر کرنا، یاد کرنا۔
(اَنْعَمْتُ) اَنْعَمَ، یُنْعِمُ، اِنْعَامٌ (باب افعال) انعام کرنا، نعمت دینا، فضل وکرم کرنا، احسان کرنا۔

(اَوْفُوْا) اَوْفٰی، یُوْفِیْ، اِیْفَآءٌ (باب افعال) پورا کرنا۔ (مادہ و، ف، ی، ہے)۔
(اِرْهَبُوْنَ) رَهِبَ، یَرْهَبُ، رَهْبَةٌ و رُهْبٌ و رَهَبٌ و رُهْبَانٌ و رَهْبَانٌ، (س) ڈرنا۔

(اٰمِنُوْا) اٰمَنَ، یُؤْمِنُ، ایمانٌ (باب افعال) ایمان لانا، یقین کرنا۔
(اَنْزَلْتُ) اَنْزَلَ، یُنْزِلُ، اِنْزَالٌ (باب افعال) اتارنا۔
(مُصَدِّقًا) صَدَّقَ، یُصَدِّقُ، تَصْدِیْقٌ (باب تفعیل) تصدیق کرنا۔
(لَا تَشْتَرُوْا) اِشْتَرٰی، یَشْتَرِیْ، اِشْتِرَاءٌ (باب افتعال) خریدنا۔ بیچنا۔
(مادہ ش ر ی ہے)
(اِتَّقُوْنِ) اِتَّقٰی، یَتَّقِیْ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا۔ (مادہ و ق ی ہے)
(لَا تَلْبِسُوْا) لَبَسَ، یَلْبِسُ، لَبْسٌ (ض) گڈمڈ کرنا، خلط ملط کرنا، ملانا، مشتبہ کر دینا۔
(تَکْتُمُوْا) کَتَمَ، یَکْتُمُ، کَتْمٌ و کِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔
(اَقِیْمُوْا) اَقَامَ، یُقِیْمُ، اِقَامَةٌ (باب افعال) کھڑا کرنا، ہمیشہ ادا کرنا، ٹھہرنا۔
(مادہ ق و م ہے)
(اٰتُوْا) اٰتٰی، یُؤْتِیْ، اِیْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔ (مادہ ا ت ی ہے)
(اِرْکَعُوْا) (رَاکِعِیْنَ) رَکَعَ، یَرْکَعُ، رَکْعٌ و رُکُوْعٌ (ف) جھکنا۔
(تَاْمُرُوْنَ) اَمَرَ، یَاْمُرُ، اَمْرٌ، اٰمِرَةٌ و اِمَارٌ (ن) حکم دینا۔
(تَنْسَوْنَ) نَسِیَ، یَنْسٰی، نَسْیٌ و نِسْیَانٌ و نِسَایَةٌ و نَسْوَةٌ (س) بھولنا، بھول جانا۔
(تَتْلُوْنَ) تَلَا، یَتْلُوْ، تِلَاوَةٌ (ن) پڑھنا۔ (مادہ ت ل و ہے)

(تَعْقِلُوْنَ) عَقَلَ، یَعْقِلُ، عَقْلٌ (ض) سمجھنا، تدبّر کرنا۔

تفسیر

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو خطاب کیا ہے، بنی اسرائیل سے مراد اہلِ کتاب ہیں، اسرائیل، حضرت یعقوب علیہ السّلام کا اسمِ گرامی ہے اور حضرت اسرائیل علیہ السّلام کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے بہت سے احسان کئے تھے، مثلاً:۔

① اس زمانہ کی تمام اقوام عالم پر فضیلت دینا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (البقرۃ ۔ ۴۷)

(اے بنی اسرائیل) میں نے تمہیں تمام اقوام عالم پر فضیلت دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (حٰمٓ الدّخان ۔ ۳۲)

ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی بنیاد پر اقوامِ عالم میں سے منتخب کیا۔

② فرعون کے عذاب سے نجات دینا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ○ (الدخان ۔ ۳۰)

ہم نے بنی اسرائیل کو ذلّت آمیز عذاب سے نجات دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (البقرۃ ۔ ۴۹)

(اے بنی اسرائیل) آلِ فرعون تم کو بہت سخت تکلیف دیا کرتے تھے۔

③ سمندر کو پھاڑ دینا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ
(البقرۃ - ۵۰)

اور (اے بنی اسرائیل، وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا اور تم کو نجات دی۔

④ بچھڑا پوجنے کے بعد معاف کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ
(البقرۃ - ۵۲)

پھر ہم نے تم کو معاف کر دیا۔

⑤ کتاب اور فرقان کا نزول۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○
(البقرۃ - ۵۳)

اور (اے بنی اسرائیل، وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فرقان دی تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔

⑥ موت کے بعد زندہ کر دینا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○
(البقرۃ - ۵۶)

(تم نے اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تو ایک بجلی نے تم کو پکڑ لیا) پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تم کو زندہ کر دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

⑦ بادلوں کا سایہ کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ
(البقرۃ - ۵۷)

ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کر دیا۔

⑧ منّ وسلوٰی کا نازل کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (البقرۃ - ۵۷)

اور (اے بنی اسرائیل) ہم نے تم پر منّ و سلوٰی نازل کیا۔

⑨ پانی کے لئے بارہ چشموں کا جاری کرنا

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (البقرۃ - ۶۰)

پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

⑩ مسلسل انبیاء علیہم السّلام کا بھیجنا۔

⑪ بادشاہت دینا

⑫ ایسی نعمتیں دینا جو کسی کو نہیں دی گئیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ (اَلْمَآئِدَة - ۲۰)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم، اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی (یعنی) تم لوگوں میں انبیاء پیدا کئے، تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو ایسی نعمتیں دیں جو اقوامِ عالم میں کسی کو نہیں دیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ (البقرۃ - ۸۷)

ہم نے موسیٰ کے بعد بہت سے رسول بھیجے۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بہت سی نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا اور ان سے بہت سے عہد و پیماں بھی لئے تھے، مثلاً:-

① توریت پر عمل کرنے کا عہد۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

(البقرۃ - ۶۳)

اور (اے بنی اسرائیل، وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا اس حال میں کہ کوہ طور کو تم پر بلند کر دیا تھا (وہ یہ کہ) جو (کتاب) تم کو دی گئی ہے اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اسے خوب یاد رکھنا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

② اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا۔

③ والدین، اقرباء، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

④ لوگوں سے اچھی طرح بات کرنا۔

⑤ نماز قائم کرنا۔

⑥ زکوٰۃ دینا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○

(البقرۃ - ۸۳)

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ، اقرباء، یتیموں، مسکینوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرتے رہنا، پھر (اے بنی اسرائیل تم میں سے چند کے علاوہ سب اس عہد سے پھر گئے اور اس سے روگردانی کرتے رہے۔

⑦ ایک دوسرے کا خون نہ بہانا۔

⑧ ایک دوسرے کو ملک سے نہ نکالنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○

(البقرۃ - ۸۴)

اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا، اور ایک دوسرے کو ملک سے نہ نکالنا، تم نے اقرار کیا تھا اور تم اس بات کے گواہ ہو۔

⑨ اللہ تعالیٰ کے احکام کو صاف صاف بیان کر دینا، اس میں سے کچھ نہ چھپانا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا

(اٰل عمران - ۱۸۷)

اور جب اللہ نے اہلِ کتاب سے عہد لیا کہ جو کچھ اس کتاب میں ہے اُسے صاف صاف بیان کرتے رہنا اور اُس کی کسی بات کو نہ چھپانا لیکن انہوں نے اس عہد کو پسِ پُشت ڈال دیا اور اس کے بدلہ (غلط فتوی دے کر) تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے رہے۔

⑩ اللہ تعالیٰ کی طرف صرف حق بات کو منسوب کرنا، اللہ تعالیٰ پر افتراء نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ

کیا ان سے شریعت کے متعلق یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ کی طرف حق بات کے علاوہ

(الاعراف - ۱۶۹) کوئی اور بات منسوب نہ کرنا۔

(۱۱) ہفتہ کے دن احکامِ الٰہی سے سرتابی نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَ أَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ○
(النسآء - ۱۵۴)

اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ ہفتہ کے دن زیادتی نہ کرنا اور ہم نے ان سے بہت مضبوط عہد لیا تھا۔

(۱۲) رسولوں پر ایمان لانا

(۱۳) اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دینا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ بَنِيٓ إِسْرَآئِيلَ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ، وَ قَالَ اللّٰهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَ أَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ لَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيلِ ○
(المآئدۃ - ۱۲)

اللہ نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا تھا اور ان میں بارہ سردار مقرر کر دئے تھے، پھر اللہ نے ان سے یہ فرمایا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز پڑھتے رہو گے، زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور رسولوں پہ ایمان لاؤ گے، ان کا احترام کرو گے اور اللہ کو قرضِ حسنہ دیتے رہو گے (اگر تم ایسا کرو گے) تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہوں کو دور کر دوں گا اور تمہیں ایسی جنّتوں میں داخل کروں گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں (اور اللہ نے ان سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ) جس شخص نے (اس عہد و پیمان) کے بعد کفر کیا تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

مندرجہ بالا وعدوں میں سے ایک وعدہ یہ بھی تھا کہ بنی اسرائیل تمام رسولوں پہ ایمان لائیں گے اور ان رسولوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں گویا ان سے یہ بھی عہد لیا گیا تھا کہ انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لانا ہوگا۔ پھر ان کی

آسانی کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں بھی انہیں بتادی گئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ

(الاعراف - ۱۵۷)

اہلِ کتاب ان کو (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و علامات کو) اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

اور انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان بھی لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ

(الانعام - ۲۰)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان کو (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

آیات زیرِ تفسیر میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اسلام کی دعوت دیتا ہوا فرماتا ہے کہ میرے انعامات کو یاد کرو، ان کا شکر ادا کرو اور ان کا شکر یہی ہے کہ تم نے جو عہد و پیماں کئے تھے انہیں پورا کرو، اس رسول پر ایمان لاؤ جس کو تم اچھی طرح پہچانتے ہو، اُس کا احترام کرو، اگر تم اس رسول پر ایمان لے آؤ گے اور وہ عہد و پیماں پورے کرو گے جو تم نے وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ سے کئے تھے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے وعدے پورے کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے تھے ان کا بیان سورۂ مائدہ کی مندرجہ بالا آیت ۱۲ میں مذکور ہے یعنی:۔

اللہ تعالیٰ کی معیّت،
گناہوں کی مغفرت، اور
جنّت میں داخل کرنا۔

ان نعمتوں سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق انہیں ان نعمتوں سے سرفراز کرنا چاہتا ہے، ان پر رحم و کرم کا ارادہ کرتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:۔

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ

(بنی اسرآئیل - ۸)

ہو سکتا ہے کہ تمہارا ربّ تم پر رحم (و کرم) فرمائے۔

(پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) لیکن اس رحم و کرم کے لئے شرط وہی ہے کہ (اِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ) تم مجھ سے ڈرو اور (اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ) اس کتاب پر ایمان لے آؤ جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے انکار کرنے والوں میں تم سرفہرست نہ بنو، تم ذی علم ہو، اہل کتاب ہو،

تمہارے پاس قرآن مجید کی صداقت کی علامتیں موجود ہیں، اگر تم اس کے منکر ہو گئے تو پھر دوسرے لوگ تمہاری پیروی کریں گے اور اس کا انکار کر دیں گے، دنیا کے تھوڑے سے فائدے کی خاطر میری آیتوں کو نہ بیچو، غلط فتوے نہ دو، جھوٹی خبریں نہ دو، بلاوجہ قرآن مجید اور میرے رسول کی علامتوں کو نہ چھپاؤ، (اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ) مجھ سے ڈرتے رہو، ایک دن تمہیں میرے پاس آنا ہے، کیا منہ دکھاؤ گے، عذاب الٰہی کو کیسے برداشت کرو گے، اب بھی وقت ہے، ڈر جاؤ (وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ) اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ، سچ اور جھوٹ کو گڈمڈ نہ کرو (وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ) اور حق کو نہ چھپاؤ اور تم جانتے ہو کہ حق کو چھپا رہے ہو، میرے رسول کی نشانیوں پر پردہ ڈال رہے رہو، اے بنی اسرائیل جان بوجھ کر تم ایسا نہ کرو۔ اسی چیز کو ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ اس طرح بیان کرتا ہے:۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○
(اٰل عمران - ۷۱)

اے اہل کتاب کیوں تم حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرتے ہو، کیوں حق کو چھپاتے ہو اور تم جانتے ہو کہ (تم حق کو چھپا رہے ہو)۔

اے اہل کتاب اس فعل سے توبہ کر کے مسلم بن جاؤ، آؤ دوسرے مسلمین کی طرح تم بھی نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو، یعنی مسلمین کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرو (اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ) کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو، حق بات کہنے کی تلقین کرتے ہو، لیکن خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہو، اس کے ذریعہ دوسروں کو نصیحت کرتے ہو تو تمہیں خود بھی تو اس کتاب پر عمل کرنا چاہیئے، یہ تو بہت بُری بات ہے کہ جو کہو اُسے خود نہ کرو، (اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ) کیا تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ جو کہو وہی کرو، کیا تم اتنا نہیں سمجھتے کہ قول و فعل میں تضاد بہت بُری چیز ہے، قول و فعل میں مطابقت پیدا کرو، اور حق کو قبول کر کے ایمان لے آؤ۔

عمل

اے لوگو، حق کو کبھی نہ چھپائیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○
(اَلبقرۃ - ۱۵۹)

بے شک جو لوگ ہماری طرف سے نازل کردہ واضح دلائل اور ہدایت کو چھپائیں گے بعد اس کے کہ ہم نے ان کو (اپنی) کتاب میں صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے، تو ایسے لوگوں پر اللہ کی بھی لعنت ہو گی اور تمام

لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت ہوگی۔

اے لوگو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیئے، کسی حق بات کا انکار کرکے دوسرے انکار کرنے والوں کے پیشوا نہ بنیئے، حق و باطل کو خلط ملط نہ کیجئے، دنیا کا تھوڑا سا فائدہ حاصل کرنے کے لئے حق پر پردہ نہ ڈالئے، دنیا چند روزہ ہے، اس کی خاطر دائمی عذاب کو دعوت نہ دیجئے، نماز و زکوٰۃ پابندی سے ادا کرتے رہیئے، نماز کو باجماعت ادا کیجئے، نماز کو باجماعت ادا کرنا بہت ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَیُحْطَبُ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوۃِ فَیُؤَذَّنُ لَھَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَیْھِمْ بُیُوْتَھُمْ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب وجوب صلاۃ الجماعۃ جزء اول ص۱۶۵ و کتاب الاحکام باب اخراج الخصوم جزء ۹ ص۱۰۱ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلاۃ الجماعۃ جزء اول ص۲۳۶، و فی روایۃ لَا یَشْھَدُوْنَ الصَّلٰوۃَ فَاُحَرِّقَ عَلَیْھِمْ بُیُوْتَھُمْ بِالنَّارِ (صحیح مسلم)

قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کا حکم دوں پھر اس کے لئے اذان دی جائے، پھر کسی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان مَردوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے، اور ان کو مع ان کے گھروں کے جلادوں۔

اگر آپ کو اذان کی آواز آتی ہے تو پھر جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے ضرور مسجد آئیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں:۔

اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْمٰی فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّہٗ لَیْسَ لِیْ قَائِدٌ یَقُوْدُنِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرَخِّصَ لَہٗ فَیُصَلِّیَ فِیْ بَیْتِہٖ فَرَخَّصَ لَہٗ فَلَمَّا وَلّٰی دَعَاہُ فَقَالَ ھَلْ تَسْمَعُ

ایک نابینا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول، مجھے مسجد میں لانے والا کوئی نہیں، پھر اس نے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی، جب اس نے پیٹھ پھیری تو آپ نے

النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَجِبْ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب یجب اتیان المسجد علیٰ من سمع النداء جزء اوّل ص۲۶۲)

اُسے بلایا اور پوچھا کیا تمہیں اذان کی آواز آتی ہے؟ اس نے کہا ہاں (آتی ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر جماعت کے لئے آؤ۔

جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب کئی گنا ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَضْلُ صَلٰوةِ الْجَمِيْعِ عَلٰى صَلٰوةِ الْوَاحِدِ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ دَرَجَةً۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ بنی اسرآئیل، جزء ۶ ص۱۰۸ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ جزء ۱، ص۲۶۰)

جماعت کی نماز اکیلے کی نماز پر پچیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔

جماعت سے نماز پڑھنا صرف مردوں کے لئے ضروری ہے، عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنا ضروری نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا شَهِدَتْ اِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيْبًا۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب خروج النساء الی المساجد جزء اوّل، ص۱۸۸)

جب تم عورتوں میں سے کوئی عورت مسجد آئے تو خوشبو نہ لگائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِئْذَنُوْا لِلنِّسَآءِ بِاللَّيْلِ اِلَى الْمَسَاجِدِ۔ (صحیح بخاری باب خروج النساء، جزء اوّل ص۲۱۹ و صحیح مسلم باب خروج النساء الی المساجد جزء اوّل ص۱۸۷ و اللفظ لمسلم)

عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں جانے کی اجازت دیدیا کرو۔

اے لوگو، آپ کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو، دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے خود اس پر عمل کیجئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○

(الصف، ۲ و ۳)

اے ایمان والو، ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، اللہ کے نزدیک یہ بڑی خفگی کی بات ہے کہ ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُلْقٰى فِى النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهٗ فِى النَّارِ فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَىْ فُلَانُ مَا شَاْنُكَ اَلَيْسَ كُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة النار جزء ۴ صـ۱۴۷ وکتاب الفتن جزء ۹ صـ۷ وصحیح مسلم کتاب الزهد باب عقوبة من یامر بالمعروف ولا یفعله جزء ۲ صـ۵۹۷)

ایک شخص قیامت کے دن لایا جائے گا پھر وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اس کی انتڑیاں آگ میں نکل پڑیں گی اور وہ ان کے گرد اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ دوزخی اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے، اے فلاں شخص، تمہارا کیا حال ہے؟ کیا تم ہم کو نیک کام کا حکم نہیں دیتے تھے اور بُری بات سے نہیں روکتے تھے؟ وہ شخص جواب دے گا، میں تم کو نیک کام کا حکم دیتا تھا لیکن خود وہ کام نہیں کرتا تھا، میں تم کو بُری بات سے منع کرتا تھا لیکن خود وہی کام کرتا تھا۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ
وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾
اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا
رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ اور (ہر مشکل اور ہر صدمہ کے وقت) صبر اور نماز کے ذریعہ مدد طلب کیا کرو اور بیشک نماز کا ادا کرنا بڑا مشکل کام ہے، لیکن ان لوگوں کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں جو عاجزی کرتے ہیں ﴿۴۵﴾ (یعنی وہ لوگ) جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ یقیناً اپنے ربّ سے ملاقات کرنے والے ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں ﴿۴۶﴾

معانی ومصادر (اِسْتَعِيْنُوْا) اِسْتَعَانَ ، يَسْتَعِيْنُ اِسْتِعَانَةٌ (باب استفعال) مدد مانگنا۔ اس کا مادہ (ع و ن) ہے۔

(صَبْرٌ) صَبَرَ ، يَصْبِرُ ، صَبْرٌ (ض) روکنا ، ثابت قدم رہنا۔

(كَبِيْرَةٌ) كَبُرَ ، يَكْبُرُ ، كُبْرٌ و كُبَارَةٌ (ك) (قدر و منزلت یا جسم میں) بڑا ہونا ، شاق اور مشکل ہونا۔

(خٰشِعِيْنَ) خَشَعَ ، يَخْشَعُ ، خُشُوْعٌ (ف) عاجزی کرنا ، آنکھیں نیچی کرنا۔

(يَظُنُّوْنَ) ظَنَّ ، يَظُنُّ ، ظَنٌّ (ن) یقین کرنا ، گمان کرنا۔

(مُلٰقُوْا) لَاقٰى ، يُلَاقِيْ ، مُلَاقَاةٌ و لِقَاءٌ (باب مفاعلة) ملاقات کرنا (مُلَاقٍ اسم فاعل ہے ، اس کی جمع مُلَاقُوْنَ ہے۔ آیت میں مضاف ہونے کی وجہ سے نونِ اعراب ساقط ہو گیا ہے)۔

(رَاجِعُوْنَ) رَجَعَ، یَرْجِعُ، رُجُوْعٌ وَمَرْجِعٌ وَمَرْجِعَةٌ وَرُجْعٰی وَ رُجْعَانٌ (ض) لوٹنا۔

تفسیر

ان آیات میں اللہ تعالیٰ صبر و نماز کی تلقین فرماتا ہے، صبر کے معنیٰ اپنے آپ کو روکے رکھنے کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

(الکہف - ۲۸)

اے رسول، ان لوگوں کے ساتھ اپنے نفس کو روکے رکھیئے (یعنی خود کو ان سے علیحدہ نہ کیجئے) جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے رہتے ہیں اور اس کی رضا طلب کرتے رہتے ہیں۔

رنج و غم، صدمہ و الم، خوف و دہشت، جنگ و جدال کے موقع پر اکثر انسان بے قابو ہو جاتا ہے، بدحواسی میں کچھ کا کچھ کہنے لگتا ہے، اپنی زبان کو نہیں روکتا، میدان جنگ میں بزدلی دکھاتا ہے، مقابلے میں ڈٹا نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ایسے تمام موقعوں پر اپنے آپ کو روکے اور سنبھالے رکھو، پائے استقامت میں تزلزل نہ آنے پائے۔ نالہ و شیون، آہ و بکاء، نوحہ و ماتم، سب و شتم سے اپنے آپ کو بچاؤ، ہمت نہ ہارو، استقلال و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو، اگر ان چیزوں پر کاربند رہو گے تو اللہ تعالیٰ بھی مدد و نصرت فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاصْبِرُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○

(الانفال - ۴۶)

صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ○

(آل عمران - ۱۴۶)

اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِى الدُّنْيَا

جن لوگوں نے (کافروں کا) ظلم سہنے کے بعد اللہ کے راستہ میں ہجرت کی ہم ان کو دنیا میں

حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

(النحل - ۴۱ - ۴۲)

اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے، کاش یہ لوگ اس بات کو جان لیتے، یہ وہ لوگ ہیں جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صبر کے ساتھ توکل کرنا ضروری ہے، جو بے صبری دکھائے اس کا اللہ پر توکل نہیں رہتا اور جو توکل نہیں کرتا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا۔

(آل عمران - ۱۲۰)

اگر تم صبر کرو گے اور (اللہ سے) ڈرتے رہو گے تو دشمن کی تدبیر تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝

(اٰل عمران - ۱۲۵)

بلکہ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر تم پر جوش کے ساتھ حملہ کریں تو تمہارا رب تمہاری مدد کے لئے پانچ ہزار نشاندار فرشتے بھیج دیگا۔

الغرض صبر و استقامت بڑے عزم و ہمت کے کام ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ، اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

(لقمٰن - ۱۷)

(لقمٰن نے اپنے بیٹے سے کہا، اے بیٹے) جو مصیبت تجھ پر پہنچے اس پر صبر کر، صبر کرنا بڑی ہمت کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

(الشوریٰ - ۴۳)

جو شخص صبر کرے اور درگذر کرے تو بیشک یہ بڑے عزم و ہمت کا کام ہے۔

مندرجہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ صبر کے بغیر آدمی اولوالعزم اور باہمت نہیں بن سکتا، صبر اوصاف حمیدہ میں سے ایک صفت ہے، صبر ہی سے آدمی بزدلی اور رسوائی سے بچ سکتا ہے، صبر ہی وقار ہے، صبر ہی متانت ہے، صبر ہی سے توکل حاصل ہوتا، صبر کے بعد ہی

کی نصرت حاصل ہوتی ہے اور معیّت نصیب ہوتی ہے، صبر ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیئے۔

دوسری چیز جس سے مدد لے کر ہم نظم وضبط کے عادی بن سکتے ہیں نماز ہے۔ نماز میں انسان اپنی ہر ضرورت اور جسم کے تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کے لئے روک لیتا ہے، کچھ بھی ہوتا رہے وہ ضبط کر لیتا ہے، کتنی ہی بے چینی ہو وہ نماز میں کھڑا رہتا ہے، نظم کا یہ عالم ہوتا ہے کہ جب تک امام اللہ اکبر نہ کہے وہ حرکت نہیں کرتا، اس کی حرکات وسکنات سب امام کے اشارے پر ہوتے ہیں، نہ صرف جسم اور جسم کے اعضاء بلکہ تصوّرات وخیالات بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے، گویا نماز اس کو تربیت دیتی ہے کہ وہ تکلیف ہو یا راحت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے سامنے قدم جمائے رکھے، یہی تربیت پھر نماز کے علاوہ عمل کے دوسرے میدانوں میں اس کا ساتھ دیتی ہے، اس کی مدد کرتی ہے اور نماز کی مدد سے یا نماز سے کام لے کر وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا طلبگار ہوتا ہے، نماز وقار وسنجیدگی، استقلال وہمّت سکھاتی ہے، متحمل وبردبار بناتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ○ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ○ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ○ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ○

(المعارج ۱۹-۲۳)

بے شک انسان بہت بے صبر پیدا کیا گیا ہے، جب تکلیف پہنچتی ہے تو جزع وفزع کرنے لگتا ہے (اور گھبرا جاتا ہے) اور جب آرام وآسائش اور مال ودولت سے بہرہ اندوز ہوتا ہے تو بخیل بن جاتا ہے (اور ہاتھ روک لیتا ہے) مگر ہاں نمازی جو اپنی نماز ہمیشہ پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں (وہ ایسے نہیں ہوتے)۔

گویا نماز فطری جزع وفزع، گھبراہٹ وبزدلی سے باز رکھتی ہے، صبر وہمّت پیدا کرتی ہے، سخاوت وفیّاضی جیسے صفاتِ حمیدہ پیدا کرتی ہے۔

صبر اور نماز لازم وملزوم ہیں، صبر کی خصلت نماز میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا سبق دیتی ہے اور نماز میں اپنے آپ کو روکے رکھنا صبر پیدا کرتا ہے، صبر ہوگا تو نماز ہوگی، نماز ہوگی تو صبر پیدا ہوگا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ اس پر زور دیتے ہوئے فرمایا:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○

(البقرۃ - ۱۵۳)

اے ایمان والو، صبر اور نماز سے مدد لیا کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ نے صبر اور نماز کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ۔

(الرعد۔۲۲)

(عقل مند وہ لوگ ہیں) جو اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے صبر کرتے ہیں اور نماز ادا کرتے رہتے ہیں۔

(وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝)

صبر بہت مشکل کام ہے اور نماز بغیر صبر کے ادا نہیں کی جا سکتی لہٰذا بے صبرے لوگوں پر نماز بڑی بار گذرتی ہے۔ انہیں نماز میں ایک قسم کی قید و بندش، مشقت اور گرانی محسوس ہوتی ہے، البتہ جو لوگ عجز و انکساری کرنے والے ہیں، جو ڈرتے رہتے ہیں کہ ایک دن ان کا حساب و کتاب ہوگا۔

(اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ)

جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ روز محشر اللہ تعالےٰ کی طرف لوٹنے والے اور اس سے ملاقات کرنے والے ہیں، ان پر نماز گراں نہیں گذرتی، انہیں نماز میں لذّت محسوس ہوتی ہے، انہیں نماز میں سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے، رنج و غم، فکر و پریشانی سے ایک گونہ نجات مل جاتی ہے۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

(الرعد۔۲۷و۲۸)

بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے (یعنی ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے) جو ایمان لاتے ہیں اور جن کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، خبردار ہو جاؤ، بے شک اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

عمل

اے لوگو، ہر مصیبت، مشکل اور اہم کام کے وقت صبر اور نماز سے مدد لیجئے، صبر اور نماز رنج و غم کو دور کرنے کا ذریعہ اور استقلال و استقامت بخشنے کا وسیلہ ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے ہر کام کے نتائج مقرر کئے ہیں، اسی طرح صبر و نماز کے نتائج بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہیں، صبر کیجئے، نماز پڑھئے تو ان کے نتائج برآمد ہوں گے، عزم پیدا ہوگا، فکر و غم دور ہو جائیں گے۔

صبر اور نماز مدد کا ذریعہ ہیں، ان کے ذریعہ اللہ تعالےٰ سے مدد لی جاتی ہے اور ان نتائج تک رسائی حاصل کی جاتی ہے۔ جو نتائج کہ اللہ تعالیٰ نے صبر اور نماز کے مقرر کئے ہیں مددگار تو بہرحال اللہ تعالےٰ ہی ہے لیکن اس کی مدد

حاصل کرنے کے لئے ہمیں ذرائع حاصل کرنے پڑتے ہیں، تدبیریں کرنی پڑتی ہیں۔ اس کی مثال رزق جیسی ہے رزق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، لیکن اس رزق کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں تدبیر کرنی پڑتی ہے، جب ہم تدبیر کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کی تقدیر ہمارا ساتھ دیتی ہے اور ہمیں ہمارا مقررہ رزق مل جاتا ہے، اسی طرح اگر ہم صبر اور نماز کو ذریعہ بنائیں تو اللہ تعالےٰ ہماری ضرور مدد کرے گا، مدد اللہ تعالےٰ سے طلب کیجئے اور صبر و نماز کو اس کے حصول کا ذریعہ بنائیے۔

نوٹ:۔ اللہ تعالےٰ سے مدد مانگنے کے سلسلہ میں مفصل بحث سورہ فاتحہ کی آیت نمبر ۴ کی تفسیر میں صفحہ ۶۵ تا ۶۸ پر گزر چکی ہے، وہاں ملاحظہ فرمادیں۔

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ
الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ
عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا
تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا
يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ
مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھیں (منجملہ ان کے سب سے بڑی نعمت یہ تھی) کہ میں نے تمہیں تمام اقوامِ عالم پر فضیلت دی تھی ﴿۴۷﴾ (تو اب ان نعمتوں اور احسانوں کو یاد کر کے ان کا شکر ادا کرو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ، اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو پھر) ڈرو اس دن سے جس دن کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے گا، نہ کسی سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی، نہ کسی سے بدلہ (یا معاوضہ یا فدیہ) لیا جائے گا اور نہ وہ (یعنی اہلِ محشر) کسی کی مدد حاصل کر سکیں گے ﴿۴۸﴾

معانی و مصادر

ذَكَرَ، يَذْكُرُ، ذِكْرٌ وَتَذْكَارٌ (ن) ذکر کرنا، یاد کرنا۔

(اَنْعَمْتُ) اَنْعَمَ، يُنْعِمُ، اِنْعَامٌ (باب افعال) انعام کرنا، نعمت دینا، فضل وکرم کرنا، احسان کرنا۔

(فَضَّلْتُ) فَضَّلَ، يُفَضِّلُ، تَفْضِيْلٌ (باب تفعیل) فضیلت دینا۔

(عَالِمِیْنَ) عَلِمَ، یَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، علم حاصل کرنا، پہچان لینا۔
عالمَ: کل مخلوق۔ عَالَمٌ، فَاعَل کے وزن پر اسم آلہ ہے۔ یعنی وہ چیز جس کے ذریعہ کسی دوسری چیز کا علم حاصل ہوتا ہے۔
(اِتَّقُوْا) اِتَّقٰی، یَتَّقِیْ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا، بچنا، متّقی ہوجانا (مادہ وق ی ہے)
(تَجْزِیْ) جَزٰی، یَجْزِیْ، جَزَاءٌ (ض) بدلہ دینا، کافی ہونا، حق دینا۔
(یُقْبَلُ) قَبِلَ، یَقْبَلُ، قُبُوْلٌ (س) قبول کرنا، لے لینا۔
(شَفَاعَةٌ) شَفَعَ، یَشْفَعُ، شَفَاعَةٌ (ف) سفارش کرنا۔
(یُؤْخَذُ) اَخَذَ، یَاْخُذُ، اَخْذٌ (ن) لینا، پکڑنا، مواخذہ کرنا، حاصل کرنا۔
(عَدْلٌ) عَدَلَ، یَعْدِلُ، عَدْلٌ (ض) انصاف کرنا، جھکنا۔
عَدْل = بدلہ، اعتدال۔
(یُنْصَرُوْنَ) نَصَرَ، یَنْصُرُ، نَصْرٌ (ن) مدد کرنا۔

تفسیر (یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ)
اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے دوسری بار پھر بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میری نعمتوں کو یاد کرو، خصوصاً اس نعمت کو کہ میں نے تمہیں تمام عالم پر فضیلت دی تھی۔
بنی اسرائیل کی فضیلت کے سلسلہ میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ○ (الجاثیہ - ۱۶)

ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت اور نبوّت بخشی، ان کو پاکیزہ چیزیں عطاء فرمائیں اور اقوام عالم پر فضیلت دی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰی عِلْمٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ○ (حٰمٓ الدخان - ۳۲)

ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی بنیاد پر تمام اقوام عالم میں منتخب کیا تھا۔

تمام اقوام عالم پر فضیلت دینا یہ اللہ تعالےٰ کا خصوصی انعام تھا جو اس نے بنی اسرائیل پر کیا تھا۔
اللہ تعالیٰ کی اُن نعمتوں کا بیان جو اس نے بنی اسرائیل پر کی تھیں تفصیل کے ساتھ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۰ کی تفسیر کے سلسلہ میں ص۲۳۳ پر گذر چکا ہے۔ اُن تمام نعمتوں کو یاد دلانے کا مقصد یہی ہے کہ بنی اسرائیل کو منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور اس کے آخری نبی پر جس کو وہ اچھی طرح پہچانتے ہیں، ایمان لے آنا چاہیئے اور اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے تو انہیں قیامت کے دن سے ڈرنا چاہیئے جس دن
۱۔ کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا،
۲۔ نہ کسی سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی،

۳۔ نہ کسی سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا، اور
۴۔ نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا۔

قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا

قیامت کا دن بہت ہولناک دن ہے اس دن سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ ○
(عبس ۔ ۳۷)

ہر شخص کی اُس دن ایسی حالت ہوگی کہ اسے (دوسروں سے) بے پرواہ کر دے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَّلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَّالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ○
(لقمان ۔ ۳۳)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس دن نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے (وہ دن آکر رہے گا) لہٰذا دنیا کی زندگی سے دھوکا نہ کھا جانا اور نہ شیطان تمہیں اللہ کے معاملہ میں دھوکے میں ڈالے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ○ (حٰمٓ الدخان ۔ ۴۱)

اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئے گا اور نہ وہ کسی کی مدد حاصل کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○
(الممتحنة ۔ ۳)

قیامت کے دن نہ تمہارے رشتہ دار تمہارے کام آئیں گے اور نہ تمہاری اولاد، (اس دن تو بس) اللہ ہی تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا، وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ
(اذا السماء انفطرت ۔ ۱۹)

اس دن کسی کو کسی دوسرے کے معاملہ میں ذرا سا بھی اختیار نہ ہوگا، اس دن بس اللہ ہی کا حکم چلے گا۔

کسی سے سفارش قبول نہیں کی جائے گی

قیامت کے دن کوئی شخص کسی کو اپنا سفارشی بنا کر پیش نہیں کر سکتا اور نہ اس قسم کی کوئی سفارش قبول کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۔

(البقرۃ - ۲۵۴)

اے ایمان والو، ہم نے جو مال تمہیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۝

(یٰاَیھا المدثر - ۴۸)

(اس دن) سفارش کرنے والوں کی سفارش (گناہگاروں) کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے ایک مؤمن بندہ کا قول نقل کیا ہے وہ بندہ اس طرح کہتا ہے:۔

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ۝

(یٰسٓ - ۲۳)

کیا میں اللہ کے علاوہ ایسے معبود بناؤں کہ اگر اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو ان معبودوں کی سفارش مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے اور نہ وہ مجھے (عذاب) سے چھڑا سکیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۝ (حٰمٓ المؤمن - ۱۸)

ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارشی کہ اس کی بات مان لی جائے۔

شفاعت کا کلی اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا

(الزمر - ۴۴)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ سفارش تو سب اللہ کے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۔

(الانعام - ۵۱)

نہ اللہ کے علاوہ ان کا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی (یعنی نہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی دوستی کام آئے گی اور نہ جب تک اللہ تعالیٰ اجازت دے کوئی سفارش کر سکے گا)۔

سفارش کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، جب تک وہ اجازت نہ دے کوئی سفارش نہ کر سکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (البقرۃ ۔ ۲۵۵)

کون ہے جو اللہ سے سفارش کر سکے مگر (ہاں) اس کی اجازت سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَا یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا ○ (مریم ۔ ۸۷)

اہل محشر کو کسی کی سفارش کا اختیار نہیں ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے اللہ سے کوئی اقرار لے لیا ہو (یعنی اللہ تعالیٰ سے پہلے اجازت لے لی ہو)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا ○ (طٰہٰ ۔ ۱۰۹)

اس دن کسی کی سفارش فائدہ نہ پہنچائے گی مگر اس شخص کی جسے اللہ سفارش کی اجازت دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام فرماتا ہے:۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ۔ (سبا ۔ ۲۳)

(قیامت کے دن) اللہ کے ہاں کسی کی سفارش نفع نہ دے گی مگر جس شخص کے لئے اللہ اجازت دیدے۔

اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ فرماتا ہے:۔

وَلَا یَمْلِکُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنْ شَھِدَ بِالْحَقِّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ (الزخرف ۔ ۸۶)

جن لوگوں کو یہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں وہ سفارش کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے مگر ہاں (ایسے لوگوں کو سفارش کی اجازت ہوگی) جو حق کے ساتھ گواہی دیں اور وہ جانتے ہوں (کہ حق بیان کر رہے ہیں)۔

آیاتِ بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ شفاعت کا کلّی اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، وہی شفاعت کا مالک ہے، جب تک وہ اجازت نہ دے کوئی سفارش نہیں کر سکتا، پھر سفارش کرنے والا علم و یقین کی بنیاد پر حق بات کہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند بھی فرمائے تو ایسی صورت میں شفاعت نفع دے سکتی ہے۔ شفاعت کی اجازت محدود ہوگی اور صرف اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگوں کے لئے ہوگی۔

شفاعت کبریٰ کے سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَھُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ قَبْلِیْ، نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ، (۱) مجھے رعب سے مدد

مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں:۔

وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا، وَاَیُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْیُصَلِّ، وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ، وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّةً وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰة باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا جزء اوّل ص۱۱۹)

دی گئی ہے کہ ایک مہینہ کی مسافت سے میرا رعب دشمن پر پڑتا ہے (۲) میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنادی گئی ہے، میرا اُمتی جہاں نماز کا وقت آجائے نماز پڑھ لے۔ (۳) میرے لئے اموال غنیمت حلال کردئے گئے ہیں (۴) ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور (۵) مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ سے نوازا گیا ہے، لیکن اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت کے بغیر سفارش نہیں کریں گے، شفاعتِ کبریٰ کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَاَنْطَلِقُ حَتّٰی اَسْتَاْذِنَ عَلٰی رَبِّیْ فَیُؤْذَنُ فَاِذَا رَاَیْتُ رَبِّیْ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَیَدَعُنِیْ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ یُقَالُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَقُلْ یُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِیْ فَاَحْمَدُهٗ بِتَحْمِیْدٍ یُعَلِّمُنِیْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورة البقرة، جزء ۶، ص۲۱)

میں سفارش کے لئے روانہ ہوں گا، یہاں تک کہ میں اپنے ربّ سے اجازت لوں گا، مجھے اجازت دی جائے گی، پھر جب میں اپنے ربّ کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ مجھے سجدہ میں پڑا رہنے دے گا، جب تک وہ چاہے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھاؤ، سوال کرو، تمہیں وہ چیز دی جائے گی جس کا تم سوال کروگے، کہو، تمہاری بات سُنی جائے گی، سفارش کرو، تمہاری سفارش قبول کی جائے گی، پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا، پھر اللہ کی تعریف ان الفاظ میں کروں گا جن الفاظ کی تعلیم اللہ مجھے دے گا، پھر میں سفارش کروں گا، پھر اللہ میرے لئے حدّ مقرّر کردے گا، میں ان کو (سفارش کرکے) جنّت میں داخل کروں گا۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار بار سفارش کریں گے، پھر آپ فرمائیں گے:۔

مَا بَقِیَ فِی النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ وَوَجَبَ عَلَیْهِ الْخُلُوْدُ۔ (صحیح بخاری باب تفسیر سورة البقرة جزء ۶ ص۲۲)

اب دوزخ میں کوئی نہیں رہا، سوائے اس شخص کے جس کو قرآن نے روک لیا ہے اور جس کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے۔

الغرض شفاعت ان لوگوں کے حق میں ہوگی جن کے لئے اللہ تعالےٰ سفارش کرانا چاہے گا اور جو قرآنی قانون کے مطابق قابلِ مغفرت ہوں گے، لیکن جو قرآنی قانون کے مطابق مغفرت کے اہل نہیں ہوں گے، ان کے لئے سفارش کی اجازت نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا سفارش کا مالک ہونا، کسی کی سفارش کو بغیر اجازت کے نہ سننا، کسی کا بغیر اجازت کے سفارش نہ کر سکنا، اور سفارش کے لئے حد بندی کر دینا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ بخشش اسی کی ہوگی جس کو اللہ تعالےٰ بخشنا چاہے گا، وہاں دنیا کی طرح سفارش نہ ہوگی کہ کوئی شخص خود سفارش کے لئے پہنچ جائے اور اپنے مرتبہ اور مقام کی بنیاد پر مغفرت کے لئے اصرار کرے اور اللہ تعالیٰ مروّت اور لحاظ میں اس کی سفارش قبول کر لے۔ شفاعت کا انحصار صرف اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے، لہٰذا اس کو خوش کرنے اور اس کے قرآنی قانون کے مطابق اپنے آپ کو مغفرت کا اہل بنانے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ وہ خود بخش دے یا کسی سے سفارش کروا کے بخش دے۔

کسی سے کوئی معاوضہ یا فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا

قیامت کے دن کوئی شخص کسی قسم کا فدیہ دے کر اپنے آپ کو دوزخ کے عذاب سے بچا نہیں سکتا، وہاں فدیہ قبول نہیں ہوگا، بدلہ یا معاوضہ نہیں لیا جائیگا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○

(المآئدۃ - ۳۶)

جن لوگوں نے کفر کیا، اگر ان کے پاس روئے زمین کی تمام دولت ہو اور اس کے مثل اتنی ہی دولت اور ہو اور وہ اس کو فدیہ میں دیکر اپنے آپ کو روز قیامت کے عذاب سے بچانا چاہیں تو وہ فدیہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَکُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ○ وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا کَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ○

(الزمر - ۴۷، ۴۸)

جن لوگوں نے ظلم کیا اگر ان کے پاس روئے زمین کا سارا مال و متاع ہوتا اور اس کے ساتھ اتنا ہی مال و متاع اور ہوتا تو وہ قیامت کے دن کے عذاب سے بچنے کے لئے وہ سارا مال و متاع دے دیتے، (وہاں) اللہ کی طرف سے ایسی بات ظاہر ہوگی جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ ہوگا (یعنی) ان کی بداعمالی کی خرابیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ عذاب

نہیں گھیرے گا۔

وہ دن بدلہ دینے کا نہیں ہے، اس دن خرید و فروخت نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ○

(ابراھیم - ۳۱)

(اے رسول) میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جو ایمان لائے کہ پابندی سے نماز پڑھا کریں اور جو کچھ مال ہم نے انہیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے رہیں. قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○

(الحدید - ۱۵)

(قیامت کے روز منافقین سے کہا جائے گا) آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کافروں سے، تمہارا ٹھکانہ جہنّم ہے، وہی تمہاری دوست ہے اور وہ (بہت) بُری جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ○

(آل عمران - ۹۱)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اس حالت میں مر گئے کہ وہ کافر ہی تھے. تو اگر وہ فدیہ میں زمین بھر کر سونا دیں تو ان میں سے کسی ایک سے بھی وہ سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور کوئی ان کا مددگار نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○

(یونس - ۵۴)

اور اگر ہر اُس شخص کے پاس جس نے ظلم و زیادتی کی ہوگی زمین کی تمام دولت ہو تو وہ اس کو (قیامت کے دن اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کے لئے) فدیہ میں دیدے گا (لیکن ایسا ہوگا نہیں ایسے لوگ ضرور عذاب میں مبتلا ہوں گے) اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی ندامت کو چھپائیں گے، ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائیگا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○

(الرعد - ۱۸)

جن لوگوں نے اللہ کے حکم کو قبول کیا، ان کے لئے بہتری ہے اور جن لوگوں نے قبول نہیں کیا وہ اگر زمین کی تمام دولت اور اس کے ساتھ اسی کے مثل مزید دولت معاوضہ میں دینا چاہیں (تو ان سے قبول نہیں کی جائے گی)، ان کے لئے بُرا حساب ہوگا، ان کے رہنے کی جگہ دوزخ ہوگی اور وہ (بہت) بُری جگہ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ○ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ○ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُئْوِيْهِ ○ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ○ كَلَّآ اِنَّهَا لَظٰى ○

(المعارج - ۱۰ تا ۱۵)

قیامت کے دن کوئی دوست کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ گناہگار یہ چاہے گا کہ کاش اس دن کے عذاب سے بچنے کے لئے وہ فدیہ میں اپنے بیٹے، اپنی بیوی، اپنا بھائی، اپنا خاندان جس میں وہ پناہ حاصل کرتا تھا اور زمین کے تمام انسانوں کو دیدے اور وہ خود بچ جائے، لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوگا (وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور دوزخ کیا ہے؟) وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

قیامت کے دن کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکے گا

قیامت کا دن ایسا دن نہیں ہے کہ وہاں ایک شخص دوسرے کی مدد کر سکے، کسی کو کسی دوسرے کے معاملہ میں ذرا سا بھی اختیار نہیں ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ○

(اذا السماء انفطرت - ۱۹)

اس دن کسی کو دوسرے کے معاملہ میں ذرا سا بھی اختیار نہیں ہوگا، اس دن تو بس اللہ اکیلے کا حکم چلے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○

جو شخص بُرا عمل کرے گا اُسے اس کی سزا ملے گی، (قیامت کے روز) اللہ کے علاوہ اس کو

(النسآء ۔ ۱۲۳) نہ کوئی دوست مل سکے گا اور نہ کوئی مددگار۔

یعنی میدانِ محشر میں صرف اللہ تعالیٰ کی دوستی اور مدد کام آسکتی ہے، دوسرے کی دوستی اور مدد نفع نہ دے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○

(الطور ۔ ۴۶)

اس دن کافروں کی کوئی تدبیر ان کے ذرا سا بھی کام نہ آئے گی، اور نہ وہ کسی کی مدد حاصل کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ○

(الشوریٰ ۔ ۴۶)

ظلم کرنے والوں کے لئے (اس دن) اللہ کے علاوہ کوئی کارساز نہیں ہوں گے جو ان کی مدد کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ○

(فاطر ۔ ۳۷)

ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

خَالِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا، لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ (الاحزاب ۔ ۶۵)

کافر دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے، وہ وہاں نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔

الغرض قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا، کسی سے سفارش قبول نہیں کی جائے گی، نہ کسی سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کوئی کسی کی مدد حاصل کر سکے گا، انہی باتوں کو مجموعی طور پر ایک اور جگہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○

(البقرۃ ۔ ۱۲۳)

اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے ذرا سا بھی کام نہ آسکے گا، نہ کسی سے بدلہ قبول کیا جائے گا، نہ سفارش کسی کو فائدہ پہنچائے گی اور نہ وہ کسی کی مدد حاصل کر سکیں گے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے احکام پر چلئے، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیجئے، یہی چیزیں میدانِ محشر میں کام آنے والی ہیں، انہی کے ذریعہ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب ۔ ۷۱)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ بیشک (بہت) بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔

اور جس نے نافرمانی کی وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝ (الجن ۔ ۲۳)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اس کیلئے دوزخ کی آگ (تیار) ہے، اس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی کوشش کیجئے، توحید پر قائم رہیئے، ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل کرنے کے لئے کیجئے، یہی چیزیں روز محشر میں کام آنے والی ہیں، وہاں نہ بیعت کام آئے گی، نہ کسی کا دامن پکڑ لینا، نہ کسی کی ضمانت کام آئے گی اور نہ کسی کا نجات دلانے کا دعویٰ، وہاں تو بس وہ نیک عمل کام آئیں گے جو خالص توحید پر قائم رہتے ہوئے خالص اللہ ذو الجلال والاکرام کو خوش کرنے کیلئے کئے ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلِ خاندان سے بار بار فرمایا تھا کہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا حتیٰ کہ آپ نے اپنی دختر نیک اختر حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تھا۔

وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِيْ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (صحیح بخاری کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ الشعراء) جزء ۶/۱۴ وکتاب الوصایا جزء ۴/۸ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب فی قولہ تعالیٰ وانذر عشیرتک الاقربین جزء اول ۱۱۳)

(وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ)

اے فاطمہ، اے محمد کی بیٹی، اپنی جان کو دوزخ سے بچاؤ، (رشتہ داری کا حق میں یہاں ادا کر سکتا ہوں) جو مال مجھ سے مانگنا ہو یہاں مانگ لو، (آخرت میں) اللہ کے سامنے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔

بھلا جب سیّد الاولین والاخرین، امام الانبیاء محبوبِ الٰہی، محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے کام نہیں آسکتے تو کوئی اور کیا کسی کے کام آسکتا ہے، لوگو کسی کے فریب میں نہ آئیے، بس اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں لگے رہیئے، اسی میں نجات ہے۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ
يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ
نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾

ترجمہ اور اے بنی اسرائیل، وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو آلِ فرعون سے نجات دی ۔ وہ تم کو بڑی تکلیف پہنچاتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، اس تکلیف میں تمہارے ربّ کی طرف سے تمہاری بڑی (زبردست) آزمائش تھی ﴿۴۹﴾

معانی ومصادر نَجَّيْنٰكُمْ، نَجّٰى، يُنَجِّيْ، تَنْجِيَةٌ (باب تفعیل) نجات دینا۔
(يَسُوْمُوْنَ) سَامَ، يَسُوْمُ، سَوْمٌ وَسُوَامٌ (ن) تکلیف دینا، ذلّت دینا سودا کرنا۔
(يَسْتَحْيُوْنَ) اِسْتَحْيَا، يَسْتَحْيِيْ، اِسْتِحْيَآءٌ (باب استفعال) شرمندہ ہونا، زندہ چھوڑنا۔
(بَلَآءٌ) بَلَا، يَبْلُوْ، بَلَاءٌ وَبَلْوٌ (ن) آزمانا۔
(عَظِيْمٌ) عَظُمَ، يَعْظُمُ، عِظَمٌ وَعَظَامَةٌ (ك) بڑا ہونا۔

تفسیر اوپر آیت ۴۰ سے ان انعامات الٰہی کا بیان شروع ہوا ہے جو انعامات کہ وقتاً فوقتاً بنی اسرائیل پر ہوتے رہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے احسان کا ذکر فرمایا۔
اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اس نے بنی اسرائیل کو آلِ فرعون سے نجات دی جو ان کو طرح طرح کی

تکلیفیں پہنچاتے رہتے تھے، یہ تکلیفیں انتہائی شدید قسم کی تھیں، مثلاً وہ ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا کرتے تھے، بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، گویا وہ بیٹوں کو قتل کر کے بنی اسرائیل کو صرف غم و صدمہ ہی سے دوچار نہیں کرتے تھے بلکہ اس طرح وہ ان کی نسل کو منقطع کر رہے تھے۔ ان کی اس نسل کشی کو اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقامات پر بھی بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ○

(الاعراف - ۱۴۱)

اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہیں آلِ فرعون سے نجات دی جو تمہیں بڑی سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے، تمہارے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، اس (تکلیف) میں تمہارے رب کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ○

(ابراھیم - ۶)

اور جب موسےٰ نے اپنی قوم سے کہا (اے قوم) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہیں (مثلاً) آلِ فرعون سے تم کو نجات دی جو تم کو (طرح طرح) کی تکلیفیں پہنچاتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس (تکلیف) میں تمہارے ربّ کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی۔

اس تکلیف کے علاوہ فرعون نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بھی بنا رکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ○

(الشعراء - ۲۲)

(جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے احسان جتائے تو موسےٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا) کیا یہی احسان ہے جو تو مجھ پر رکھتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو ذلّت آمیز تکلیفوں سے نجات دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ○ (دخان - ۳۱)

ہم نے بنی اسرائیل کو ذلّت آمیز تکالیف سے نجات دی۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝۵۰

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل، اس نعمت کو یاد کرو) جب ہم نے تمہارے (گذرنے کے) لئے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر تم کو نجات دی اور آلِ فرعون کو (جو تمہارا پیچھا کر رہے تھے) غرق کر دیا اور تم (یہ سب کچھ) دیکھ رہے تھے ۝۵۰

معانی و مصادر

(فَرَقْنَا) فَرَقَ، يَفْرُقُ، فَرْقٌ و فُرْقَانٌ (من ن) علیحدہ کرنا، پھاڑنا۔

(اَنْجَيْنَا) اَنْجٰى، يُنْجِيْ، اِنْجَاءٌ (باب افعال) نجات دینا۔

(اَغْرَقْنَا) اَغْرَقَ، يُغْرِقُ، اِغْرَاقٌ (باب افعال) غرق کرنا۔

(تَنْظُرُوْنَ) نَظَرَ، يَنْظُرُ، نَظَرٌ و مَنْظَرٌ و مَنْظَرَةٌ و نَظَرَانٌ (ن س) دیکھنا۔

تفسیر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تیسرا احسان یہ جتایا کہ اُس نے ایک خطرناک موقع پر ان کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا، سمندر بیچ میں سے خشک ہو گیا، دونوں طرف پانی بڑے بڑے پہاڑوں کے مثل کھڑا ہو گیا، بنی اسرائیل نے اس خشک راستہ سے سمندر کو پار کر لیا، لیکن جب فرعون اور اس کی فوج نے جو بنی اسرائیل کا پیچھا کر رہے تھے سمندر کو پار کرنا چاہا اور وہ بیچ راستہ میں پہنچے تو سمندر کا پانی دونوں طرف سے مل گیا اور فرعون مع اپنی فوج کے اس میں غرق ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝

(الاعراف - ۱۳۶)

ہم نے آلِ فرعون سے بدلہ لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا اس لئے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان کی طرف سے غفلت برتتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○

(یونس - ۹۰)

ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا فرعون اور اس کی فوج نے سرکشی اور ظلم و زیادتی کے ساتھ ان کا پیچھا کیا (وہ پار نہ کر سکے) یہاں تک کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں اس الٰہ پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور (اب) میں بھی مسلمین میں سے ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ○ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ○

(طٰہٰ - ۷۷ و ۷۸)

ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو ساتھ لے کر، رات کے وقت یہاں سے نکل جاؤ، (جو) سمندر (راستہ میں ہے اس) میں (لاٹھی) مار کر ان کے لئے خشک راستہ بنا لو، اس طرح تمہیں نہ فرعون کے پکڑنے کا کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ (ڈوبنے کا) ڈر، (الغرض موسیٰ مع بنی اسرائیل کے وہاں سے چل دئے) فرعون نے مع اپنی فوجوں کے ان کا پیچھا کیا تو سمندر کی موجوں نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا (اور غرق کر دیا)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ○ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ○ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ○ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

(الشعراء - ۶۳ تا ۶۷)

ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ سمندر پر اپنی لاٹھی مارو (انہوں نے لاٹھی ماری) تو سمندر پھٹ گیا، اور پانی دونوں طرف بڑے بڑے پہاڑوں کے مثل کھڑا ہو گیا، پھر ہم نے دوسروں کو یعنی آلِ فرعون کو بھی (ان کے) قریب کر دیا، موسیٰ اور ان کے سب ساتھیوں کو ہم نے نجات دی اور آلِ فرعون کو غرق کر دیا، اس واقعہ میں (عبرت کے لئے بہت بڑی) نشانی ہے لیکن پھر بھی ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ○

(الانفال ۔ ۵۴)

آل فرعون نے اپنے ربّ کی نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کو اُن کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا یعنی ہم نے ان سب کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ○

(الزخرف ۔ ۵۵، ۵۶)

جب آلِ فرعون نے ہمیں غصّہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو ڈبو کر قصّہ پارینہ بنا دیا اور (ان کی ہلاکت کو) بعد والوں کے لئے عبرت بنا دیا۔

وَإِذْ وَعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٢﴾

ترجمہ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات (اور دن کوہ طور پر رہنے) کا وعدہ لیا تو تم نے ان کے (طور پر جانے کے) بعد بچھڑے کو (معبود) بنالیا اور (اس طرح) تم نے (اپنی جانوں پر بڑا) ظلم کیا ﴿٥١﴾ پھر (ہمارے اس احسان کو بھی یاد کرو کہ) ہم نے اس کے بعد تمہارے اس گناہ کو معاف کر دیا تاکہ تم شکر گذار بن جاؤ (یعنی راہ راست پر چلنے لگو اور سرکشیاں چھوڑ دو) ﴿٥٢﴾

معانی و مصادر (وَعَدْنَا) وَاعَدَ، يُوَاعِدُ، مُوَاعَدَةٌ (باب مفاعلة) آپس میں عہد و پیمان کرنا۔

(اِتَّخَذْتُمْ) اِتَّخَذَ، يَتَّخِذُ، اِتِّخَاذٌ (باب افتعال) بنانا۔

(ظَلَمُوْنَ) ظَلَمَ، يَظْلِمُ، ظُلْمٌ و ظَلْمٌ و مَظْلِمَةٌ (ض) کسی چیز کو بے محل رکھنا، ظلم کرنا۔

(عَفَوْنَا) عَفَا، يَعْفُوْ، عَفْوٌ (ن) معاف کر دینا، مٹا دینا، زیادہ کرنا یا ہونا۔

(تَشْكُرُوْنَ) شَكَرَ، يَشْكُرُ، شُكْرٌ و شُكُوْرٌ و شُكْرَانٌ (ن) شکر کرنا۔ قدر دانی کرنا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر اعتکاف کرنے کا وعدہ لیا، اس وعدے کا ذکر قرآن مجید میں ایک اور جگہ بھی ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۔

(الاعراف - ۱۴۲)

ہم نے موسیٰ سے تیس۳۰ راتوں کا وعدہ لیا، پھر ان راتوں میں دس راتیں اور ملا کر مقررہ میعاد کو پورا کر دیا، اس طرح اس کے رب کی مقررہ میعاد چالیس رات پوری ہو گئی۔

مندرجہ بالا آیت اور آیت زیرِ تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السّلام سے جو وعدہ لیا گیا تھا اس کے دو حصّے تھے، پہلے تیس۳۰ رات کا وعدہ لیا گیا پھر اس کے بعد مزید دس راتوں کا وعدہ لیا گیا اس طرح وعدہ کی کل میعاد چالیس رات ہو گئی، اس وعدہ کے مطابق موسیٰ علیہ السّلام کو تیس رات یا چالیس رات کا اعتکاف کرنا تھا، تیس رات یا چالیس رات میں سے کسی ایک مدّت کا مقرر کرنا اور اس مدّت میں اعتکاف کرانا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف تھا، الغرض موسیٰ علیہ السّلام حسبِ وعدہ طور پر پہنچے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۔

(الاعراف - ۱۴۳)

جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر (کوہِ طور) پہنچے اور ان کے ربّ نے ان سے باتیں کیں۔

(ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ) تو اے بنی اسرائیل ان کے جانے کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ○

(الاعراف - ۱۴۸)

موسیٰ کے جانے کے بعد ان کی قوم نے اپنے زیورات سے بچھڑے کا ایک مجسّمہ بنا لیا جس میں سے بیل کی آواز نکلتی تھی (پھر اس کی پوجا کرنے لگے، پوجا کرتے وقت) انہوں نے یہ کیوں نہ دیکھا کہ وہ بچھڑا نہ ان سے بات کرتا تھا اور نہ ان کو راہِ راست بتاتا تھا۔ ایسی حالت میں انہوں نے اس کو (معبود) بنا کر (اپنی جانوں پر) بڑا ظلم کیا۔

(ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل پھر ہم نے تمہارا اتنا بڑا قصور بھی معاف

کر دیا۔ یہ ہمارا تم پر چوتھا احسان تھا۔

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے :۔

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ (النسآء ۔ ۱۵۳)

(پھر بنی اسرائیل) نے واضح دلائل آجانے کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا، لیکن ہم نے معاف کر دیا۔

(لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ) معافی کا مقصد یہ تھا کہ (اے بنی اسرائیل) تم میرا شکر ادا کرتے، مجھ سے کئے ہوئے وعدوں کے مطابق عمل کرتے اور میرے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے (لیکن افسوس ہے کہ تم شکر ادا نہیں کرتے اور اپنے وعدے پورے نہیں کرتے)۔

وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور حق و باطل میں تمیز کرنے والی چیز عطا فرمائی تاکہ تم ہدایت یاب ہو جاؤ ﴿۵۳﴾

معانی و مصادر (اٰتَيْنَا) اٰتٰی، يُؤْتِيْ، اِيْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔ (مادّہ ا ت ی ہے۔

(فُرْقَانٌ) فَرَقَ، يَفْرُقُ، فَرْقٌ وفُرْقَانٌ (ض ن) علیحدہ کرنا، پھاڑنا، کنگھی کرنا۔
(فُرْقَان = دلیل، حق و باطل میں فرق کر دینے والی چیز)۔
(تَهْتَدُوْنَ) اِهْتَدٰی، يَهْتَدِيْ، اِهْتِدَاءٌ (باب افتعال) ہدایت پانا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پانچویں احسان کا ذکر فرمایا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اے بنی اسرائیل، ہم نے تمہاری ہدایت کے لئے کتاب اور فرقان نازل کر کے تم پر بڑا احسان کیا تمہیں چاہیئے کہ اس احسان کا شکر ادا کرو اور ہمارا حکم مانو، ہماری ہدایت کے مطابق زندگی گذارو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ○
(الانعام - ۱۵۵)

پھر ہم نے موسیٰ کو (ایسی) کتاب دی جو نیکی کرنے والوں پر (ہماری) نعمت کی تکمیل کرتی تھی، جس میں ہر چیز کا علیحدہ علیحدہ بیان تھا، جو ہدایت بھی تھی اور رحمت بھی (اور یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا تھا) تاکہ بنی اسرائیل (قیامت کے دن) اپنے ربّ کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً۔
(ھود - ۱۷)

اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ کو جو کتاب دی گئی تھی وہ (راہ ہدایت کی) طرف رہنمائی کرتی تھی

(الاحقاف - ۱۲)

اور وہ (اللہ کی بہت بڑی) رحمت تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کو بنی اسرائیل کے لئے باعث ہدایت بنایا۔

(بنی اسرآئیل - ۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ○

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی تاکہ بنی اسرائیل ہدایت حاصل کریں۔

(المؤمنون - ۴۹)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ○ هُدًى وَّ ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ○

ہم نے موسیٰ کو (کتاب) ہدایت عطاء کی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا، وہ کتاب عقل والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی۔

(المؤمن - ۵۳ و ۵۴)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ○

ہم نے موسیٰ اور ہارون کو حق و باطل میں فرق کر دینے والی چیز (ہدایت کی) روشنی اور متقیوں کے لئے نصیحت (آموز کتاب) عطاء کی تھی۔

(الانبیاء - ۴۸)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ
اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ
الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ
فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ
لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ
عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

ترجمہ اور (وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر (بڑا) ظلم کیا، اب اپنے پیدا کرنے والے سے توبہ کرو، آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو، تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک یہی چیز تمہارے لئے بہتر ہے، پھر اللہ نے تمہاری توبہ قبول کی، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے ﴿۵۴﴾

معانی و مصادر (اِتَّخَاذٌ) اِتَّخَذَ، يَتَّخِذُ، اِتِّخَاذٌ (باب افتعال) بنانا۔
(تُوْبُوْا) تَابَ، يَتُوْبُ، تَوْبٌ، تَوْبَةٌ وتَابَةٌ ومَتَابَةٌ (ن) رجوع کرنا، توبہ کرنا۔
(بَارِئٌ) بَرَأَ، يَبْرَأُ، بَرْءٌ و بُرُوْءٌ (ف) پیدا کرنا۔
[بَارِئٌ اسم فاعل ہے جس کے معنیٰ پیدا کرنے والے کے ہیں، ب ر ء مادہ ہے]

(رَحِیْمٌ) رَحِمَ، یَرْحَمُ، رُحْمٌ وَرَحْمَۃٌ (س) رحم کرنا۔

تفسیر بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں بچھڑے کو معبود بنالیا، پھر آپس میں کہنے لگے:۔

هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ○
(طٰہٰ ۔ ۸۸)

یہ ہے تمہارا الٰہ اور موسیٰ کا الٰہ، موسیٰ تو بھول گئے (کہ اس کو چھوڑ کر اللہ کو الٰہ بنالیا)۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کو سخت سزا دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ○
(الاعراف ۔ ۱۵۲)

بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا وہ عنقریب اپنے ربّ کے غضب میں مبتلا ہوں گے، مزید برآں انہیں دنیا کی زندگی میں ذلّت بھی نصیب ہوگی، (انہوں نے بچھڑے کو معبود بناکر افترا پردازی کی) اور افترا پردازی کرنے والوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔

بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بناکر اپنی جانوں پر خود ظلم کیا۔ پوری قوم اس شرک میں مبتلا ہوگئی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا غضب اس صورت میں نازل ہوا کہ ان کو حکم دیا گیا (فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ) اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یعنی آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو، "اَنْفُسَكُمْ" کے معنیٰ ہیں آپس میں ایک دوسرے کو"، مندرجہ ذیل آیت میں بھی "اَنْفُسَكُمْ" اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○
(البقرۃ ۔ ۸۴)

اور (اے بنی اسرائیل) جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو ان کے وطن سے نکالنا تو تم نے اقرار کیا اور تم اس کے گواہ ہو۔

غرض یہ کہ بنی اسرائیل نے ایک دوسرے کو قتل کیا، وہ اپنے کئے پر نادم ہوئے اور مغفرت کی دعائیں کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا

جب بنی اسرائیل نادم ہوئے اور یہ سمجھ گئے کہ وہ گمراہ ہوگئے تو اس طرح کہنے لگے کہ اگر ہمارا ربّ

وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (الاعراف ۔ ۱۴۹)

ہم پہ رحم نہ فرمائے اور ہمیں معاف نہ کرے تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائینگے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے قتلِ عام سے بچ جانے والے لوگوں کے قصور کو معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل اس احسان کو یاد کرو کہ (فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ) اس نے تمہیں معاف کر دیا اور بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ
حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ
الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ
بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب تم نے موسیٰ نے کہا تھا کہ (اے موسیٰ) ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ کو علانیہ نہ دیکھ لیں، (تمہارے اس مطالبہ پر) تمہارے دیکھتے دیکھتے بجلی نے تمہیں پکڑ لیا (اور بجلی سے تمہاری موت واقع ہو گئی) ﴿۵۵﴾ پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ کر دیا تاکہ تم ہمارا احسان مانو (اور) شکر گزار (بندے) بن جاؤ ﴿۵۶﴾

معانی ومصادر (نَرٰی) رَأْی، یَرٰی، رَأْیٌ، رُؤْیَةٌ ورَاءَةٌ (ف) دیکھنا۔
(جَهْرَةٌ) جَهَرَ، یَجْهَرُ، جَهْرٌ وجِهَارٌ وجَهَارَةٌ (ف) اعلان کرنا، بے حجاب دیکھنا، کھول دینا۔
(اَخَذَتْ) اَخَذَ، یَاْخُذُ، اَخْذٌ وتَاخَاذٌ (ن) پکڑنا، لینا۔
(صَاعِقَةٌ) صَعَقَ، یَصْعَقُ، صَاعِقَةٌ (ف) آسمان سے آگ برسانا، بجلی سے ہلاک کرنا۔
(بَعَثْنَا) بَعَثَ، یَبْعَثُ، بَعْثٌ (ف) بھیجنا۔ مردے کو زندہ کر دینا، کھڑا کرنا۔
(تَشْكُرُوْنَ) شَكَرَ، یَشْكُرُ، شُكْرٌ وشُكُوْرٌ وشُكْرَانٌ (ن) احسان ماننا، شکر ادا کرنا۔

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنے چھٹے احسان کا ذکر کیا، بنی اسرائیل نے کوہِ طور پر پہنچ کر مطالبہ کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو علانیہ دیکھنا چاہتے ہیں، ان کے اس مطالبہ پر اللہ تعالےٰ نے ایک عذاب بھیجا۔ وہ عذاب زلزلہ اور صاعقہ کی صورت میں تھا، زلزلہ آیا، بجلی گری، اور بجلی کے گرنے سے وہ لوگ ہلاک ہوگئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا، فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّاىَ، اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا، اِنْ هِىَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِىْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ○

(الاعراف - ۱۵۵)

موسیٰ نے ہمارے مقرر کردہ وقت پر (حاضری کے لئے) اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کیا (اور انہیں کوہِ طور پر لے گئے، چند نادان لوگوں نے اللہ کو علانیہ دیکھنے کا مطالبہ کیا) تو ایک زلزلہ نے انہیں پکڑ لیا (اور وہ سب ہلاک ہوگئے) موسیٰ نے کہا، اے میرے ربّ، اگر تو چاہتا تو انہیں اور مجھے پہلے ہی ہلاک کر دیتا، کیا تو اس مطالبہ پر جو ہم میں سے (چند) نادان لوگوں نے کیا تھا، ہم سب کو ہلاک کر دے گا، یہ تیری آزمائش ہے تو اپنی آزمائش میں جس کو چاہے (ناکام کر کے) گمراہ کر دے اور جس کو چاہے (کامیاب کر کے) ہدایت کے راستہ پر چلائے، تو ہمارا کارساز ہے، ہمیں معاف فرما دے، ہم پر رحم فرما، اور (اے اللہ) تو بہتر معاف کرنے والا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ کا یہ احسان تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعاء کی برکت سے ان سب کو معاف کر دیا، انہیں دوبارہ زندہ کر دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا احسان مانیں اور شکر ادا کریں اور آئندہ نیک عمل کرتے رہیں، کسی قسم کا گستاخانہ مطالبہ نہ کریں۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا
عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى، كُلُوْا
مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا
ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو جب) ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور (تمہارے کھانے کے لئے) تم پر منّ وسلویٰ نازل کیا (پھر ہم نے کہا) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان کو کھاتے رہو، (لیکن تمہارے بزرگوں نے ان کی قدر نہیں کی تو) انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے، (انہوں نے اللہ کا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ وہ اپنا نقصان کر رہے تھے) ﴿۵۷﴾

معانی ومصادر (ظَلَّلْنَا) ظَلَّلَ، يُظَلِّلُ، تَظْلِيْلٌ (باب تَفْعِيْل) سایہ کرنا۔
(غَمَامَ) غَمَّ، يَغُمُّ، غَمٌّ (ن) ڈھانکنا، رنج پہنچانا۔
غَمَامٌ۔ بادل، اس کی جمع غَمَائِم ہے، بادل کے ٹکڑے کو غَمَامَةٌ کہتے ہیں۔
(اَنْزَلَ) اَنْزَلَ، يُنْزِلُ، اِنْزَالٌ (باب افعال) اتارنا، مہمان کو اتارنا۔
(كُلُوْا) اَكَلَ، يَاْكُلُ، اَكْلٌ ومَاْكَلٌ (ن) کھانا۔
(طَيِّبٰتِ) طَابَ، يَطِيْبُ، طِيْبٌ وطَابٌ وطِيْبَةٌ وتَطْيَابٌ (ض) اچھا اور خوشگوار ہونا، خوشحال ہونا۔

طَیِّبٌ = پاکیزہ۔ اس کا مؤنث طَیِّبَۃٌ اور طَیِّبَۃٌ کی جمع طَیِّبَات ہے۔
(رَزَقْنَا) رَزَقَ، یَرْزُقُ، رَزْقٌ (ن) دینا، رزق پہنچانا۔
(ظَلَمُوْا وَیَظْلِمُوْنَ) ظَلَمَ، یَظْلِمُ، ظُلْمٌ وَظُلْمٌ وَمَظْلِمَۃٌ (ض) کسی چیز کو بے محل رکھنا، ظلم وزیادتی کرنا، حق تلفی کرنا۔

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنے دو مزید احسانوں کا ذکر کیا، ایک بادلوں کا سایہ کرنا، دوسرے منّ وسلوٰی نازل کرنا۔

منّ وسلوٰی کا ذکر ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اس طرح کرتا ہے:۔

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ عَدُوِّکُمْ وَوٰعَدْنٰکُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ○ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ

(طٰہٰ ۔ ۸۰ و ۸۱)

اے بنی اسرائیل، (ہمارے احسانات کو یاد کرو) ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی (یعنی فرعون کے ظلم سے تمہیں بچایا) اور (تمہاری حاضری کے لئے) کوہ طور کی داہنی جانب کا تم سے وعدہ کیا اور تم پر منّ وسلوٰی نازل کیا (پھر تم سے کہا) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان کو (آرام سے) کھاتے رہو۔

آیت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ منّ وسلوٰی دو پاکیزہ چیزیں تھیں، جو بنی اسرائیل کے کھانے کے لئے نازل ہوئی تھیں۔

بنی اسرائیل کو جب فرعون سے نجات ملی تو وہ کوہِ طور کے قرب وجوار کے علاقہ وادئ سینا میں آباد ہوئے، وادئ سینا میں نہ کہیں سایہ تھا اور نہ کھیتی باڑی، اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل پر یہ احسان کیا کہ بادلوں کا سایہ کر دیا اور منّ وسلوٰی نازل کر کے ان کے کھانے کا انتظام فرما دیا، بادلوں کا سایہ کرنا اللہ تعالیٰ کا ساتواں اور منّ وسلوٰی نازل کرنا اللہ تعالےٰ کا آٹھواں انعام تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْکَمْأَۃُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُھَا شِفَاءٌ لِّلْعَیْنِ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۲۲ وصحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب فضل الکمأۃ جزء ۲ ص۲۱۹)

کنبھی منّ سے (تعلق) رکھتی ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے۔

(نوٹ:۔ کنبھی ایک خودرو جڑی بوٹی ہے جو فصل ربیع میں زمین کے نیچے پائی جاتی ہے)

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ
فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا
وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُولُوا
حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَ
سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾ فَبَدَّلَ
الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي
قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ
ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا
كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٥٩﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے کہا اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے تم چاہو خوب کھاؤ (پیو) اور جب (بستی کے) دروازے میں داخل ہونا تو سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور "حِطَّةٌ" کہنا، ہم تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو اس سے زائد کچھ اور بھی عطاء کریں گے ﴿۵۸﴾ پھر (جب وہ بستی میں داخل ہوئے تو) ظالم لوگوں نے اس لفظ کے بدلہ جو ان سے کہا گیا تھا دوسرا لفظ اختیار کر لیا تو ہم نے ان ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا اور یہ (عذاب) اس لئے (نازل کیا) کہ وہ مسلسل نافرمانیاں کر رہے تھے ﴿۵۹﴾

معانی و مصادر

(اُدْخُلُوْا) دَخَلَ، یَدْخُلُ، دُخُوْلٌ ومَدْخَلٌ (ن) داخل ہونا۔
(شِئْتُمْ) شَآءَ، یَشَآءُ، شَیْءٌ ومَشِیْئَةٌ ومَشَاءَةٌ (ف) چاہنا
(رَغَدًا) رَغِدَ، یُرْغَدُ، رَغَدٌ (س) خوشحال ہونا، بافراغت ہونا۔
(سُجَّدًا) سَجَدَ، یَسْجُدُ، سُجُوْدٌ (ن) سجدہ کرنا، جھکنا۔
[اسم فاعل ساجد ہے اور اس کی جمع سُجَّدٌ اور سُجُوْدٌ ہے]
(حِطَّةٌ) حَطَّ، یَحُطُّ، حَطٌّ (ن) اترنا، اتارنا۔
[حِطَّةٌ = گناہ معاف کرنے کی درخواست]
(نَغْفِرْ) غَفَرَ، یَغْفِرُ، غَفْرٌ وغَفِیْرٌ وغَفِیْرَةٌ وغُفْرَانٌ ومَغْفِرَةٌ وغُفُوْرٌ (ض) معاف کرنا۔
(خَطَایَا) خَطِئَ، یَخْطَأُ، خِطْأٌ وخِطْأَةٌ (س) گناہ کرنا۔
[خَطِیْئَةٌ = گناہ، اس کی جمع خَطَایَا۔]
(نَزِیْدُ) زَادَ، یَزِیْدُ، زَیْدٌ وزِیَادَةٌ ومَزِیْدٌ وزَیَدَانٌ (ض) بڑھنا، بڑھانا۔
(مُحْسِنِیْنَ) اَحْسَنَ، یُحْسِنُ، اِحْسَانٌ (باب افعال) نیکی کرنا۔
(بَدَّلَ) بَدَّلَ، یُبَدِّلُ، تَبْدِیْلٌ (باب تفعیل) بدل دینا، بدل لینا۔
(رِجْزًا) رِجْزٌ = عذاب، گناہ، گندگی، بُت پرستی۔
(یَفْسُقُوْنَ) فَسَقَ، یَفْسُقُ، فِسْقٌ وفُسُوْقٌ (ن وك وض) طریقِ حق سے نکل جانا، اطاعت سے خروج کرنا، بدکاری کرنا۔

تفسیر بنی اسرائیل کو بے مشقّت منّ و سلوٰی جیسی بہترین غذا مل رہی تھی لیکن وہ اس غذا پر صبر نہ کر سکے، کہنے لگے:۔

لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ (البقرۃ: ۶۱)

ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے لہٰذا آپ ہمارے لئے اپنے ربّ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لئے وہ چیزیں پیدا کر دے جو چیزیں زمین اُگاتی ہے۔

اس موقع پر اُن سے موسیٰ علیہ السّلام نے کہا:۔
اس بستی (کو فتح کرکے اس) میں داخل ہوجاؤ، پھر جو تمہارا جی چاہے کھاؤ (پیو)، بنی اسرائیل نے بزدلی کا ثبوت دیا اور لڑنے سے انکار کردیا۔
کہنے لگے:۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ○
(المآئدۃ - ۲۴)

(اے موسیٰ) آپ جائیں اور آپ کا ربّ، آپ دونوں لڑیں، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

اس جواب پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً، يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ○
(المآئدۃ - ۲۶)

وہ بستی اب اُن پر چالیس سال تک کے لئے روک دی گئی (اب) یہ اِسی (بے آب وگیاہ) زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے تو (اے موسیٰ) آپ ان فاسق لوگوں کے معاملہ میں کسی قسم کا رنج وافسوس نہ کریں۔

پھر چالیس سال کے عرصہ کے بعد جب انہوں نے اس بستی کو فتح کرلیا تو انہوں نے پھر نافرمانی کی، ان سے کہا گیا تھا کہ اس بستی میں (بطور شکرانہ کے) سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور "حِطَّةٌ" کہتے رہنا یعنی اللہ تعالےٰ سے استغفار کرنا، اپنے گناہوں کی معافی مانگنا، اللہ تعالےٰ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور نیکی کرنے والوں کو اور بھی بہت سی نعمتیں عطا فرمائے گا لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صریح نافرمانی کی، بجائے سجدہ کرنے کے کولہوں کے بل داخل ہوئے اور بجائے حِطَّةٌ کے حَبَّةٌ فِىْ شَعَرَةٍ کہنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
قِيْلَ لِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ فَبَدَّلُوْا فَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلٰى اِسْتَاهِهِمْ وَقَالُوْا حَبَّةٌ فِىْ شَعَرَةٍ (صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاعراف جزء ۶ ص۷۶ و صحیح مسلم کتاب التفسیر جزء ۲ ص۶۰۵)

بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ (شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور حِطَّةٌ کہتے رہنا، لیکن انہوں نے (اس لفظ کو) بدل دیا اور کولہوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور حِطَّةٌ کے بجائے حَبَّةٌ فِىْ شَعَرَةٍ یعنی "بال میں دانہ" کہنے لگے۔

زمین کی پیداوار یعنی غلّہ، دال وغیرہ کی خواہش میں وہ لوگ اتنے مستغرق تھے کہ ان کی زبان سے بھی اس خواہش کا اظہار ہو رہا تھا۔ ان کی سرکشی کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ کہا جاتا تھا بالکل اس کے برعکس کرتے تھے گویا اللہ تعالےٰ کے احکام کا مذاق اڑاتے تھے۔

(فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا) اللہ تعالیٰ نے اس مذاق اور سرکشی کی سزا میں آسمان سے عذاب نازل کیا (بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ) اور اس عذاب کی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ مسلسل نافرمانی کر رہے تھے، اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی کرتا ہے اس پر اسی طرح عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے، لہٰذا (اے رسول) اگر یہ بنی اسرائیل آپ پر ایمان نہیں لاتے تو یہ بھی عذاب الٰہی میں مبتلا ہو سکتے ہیں، یہ اگر سرکشی سے آپ کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں تو آپ کو غمگین ہونے کی ضرورت نہیں، ان کی تو ہمیشہ سے یہی عادت رہی ہے، آپ کے ساتھ کوئی نئی بات نہیں۔

اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر اس طرح بیان کرتا ہے:۔

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓئٰتِكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ○ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ○

(الاعراف - ۱۶۱ و ۱۶۲)

اور (اے رسول، آپ اس وقت کو یاد کریں) جب ان سے کہا گیا تھا کہ اس شہر میں سکونت اختیار کرو اور اس میں جہاں سے تمہارا جی چاہے کھاؤ (پیو) اور جب (شہر کے) دروازے میں داخل ہونا تو حِطَّةٌ کہتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا (اگر تم نے ایسا کیا تو) ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو کچھ اور بھی دیں گے، لیکن ان میں سے جو ظالم و سرکش لوگ تھے، انہوں نے جس لفظ کا حکم ان کو دیا گیا تھا اس کو بدل دیا اور اس کی جگہ دوسرا لفظ کہنے لگے تو ہم نے اُن پر انکے ظلم و زیادتی کی وجہ سے جو وہ (مسلسل) کر رہے تھے، آسمان سے عذاب نازل کیا۔

وَإِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا
اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ
مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا، قَدْ عَلِمَ
كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي
الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے پانی کے لئے دعاء کی تو ہم نے ان سے کہا کہ اپنی لاٹھی کو پتھر پہ مارو (انہوں نے حکم کی تعمیل کی) تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے، تمام لوگوں نے اپنے اپنے گھاٹ کو پہچان لیا (اور پانی سے سیراب ہو گئے موسیٰ نے کہا) اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو ﴿٦٠﴾

معانی ومصادر (اِسْتَسْقٰى، يَسْتَسْقِيْ، اِسْتِسْقَاءٌ (باب استفعال) پانی مانگنا، پینے کے لئے کوئی چیز طلب کرنا۔ [اس کا مادہ س ق ی ہے]
(اِضْرِبْ) ضَرَبَ، يَضْرِبُ، ضَرْبٌ (ض) مارنا، بیان کرنا، مہر لگانا، نکلنا۔
(اِنْفَجَرَتْ) اِنْفَجَرَ، يَنْفَجِرُ، اِنْفِجَارٌ (باب انفعال) جاری ہونا، پھوٹ پڑنا، صبح ہونا۔
(عَلِمَ) عَلِمَ، يَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جان لینا، علم ہونا، پہچان لینا۔

(مَشْرَبَ)(اِشْرَبُوْا) شَرِبَ، یَشْرَبُ، شُرْبٌ و شَرْبٌ و شِرْبٌ و مَشْرَبٌ (س) پینا۔
(کُلُوْا) اَکَلَ، یَاْکُلُ، اَکْلٌ و مَاْکَلٌ (ن) کھانا۔
(لَا تَعْثَوْا) عَثَا، یَعْثُوْ عُثُوٌّ (ن) و عَثٰی، یَعْثٰی و عَثِیَ، یَعْثٰی، عُثِیٌّ و عِثِیٌّ و عَثَیَانٌ (ض، س، ف) فساد پھیلانا۔
(مُفْسِدِیْنَ) اَفْسَدَ، یُفْسِدُ، اِفْسَادٌ (باب افعال) فساد برپا کرنا۔
(اُنَاس) اَنِسَ، یَاْنَسُ، وَاْنُسَ، یَاْنُسَ، اَنَسٌ و اَنَسَۃٌ (س ک) و اَنَسَ، یَاْنِسُ اُنْسٌ (ض) مانوس ہونا۔
اُنَاس = اِنْسِیٌّ اور اَنَسِیٌّ کی جمع اِنْسٌ اسم جنس ہے۔ اَنَسِیٌّ اور اِنْسِیٌّ = ایک آدمی یا ایک انسان۔

تفسیر بنی اسرائیل ایسی سرزمین میں آباد تھے جہاں نہ پانی کے چشمے تھے نہ دریا، موسیٰ علیہ السلام نے پانی کے لئے دعا کی، اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ پتھر پر اپنی لاٹھی مارو، انہوں نے لاٹھی ماری پانی کے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، یہ اللہ تعالیٰ کا نواں احسان تھا جو اس نے بنی اسرائیل پر کیا تھا۔
بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے، اسی مناسبت سے اللہ تعالےٰ نے بارہ چشمے جاری کر دیئے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ۭ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝

(الاعراف - ۱۶۰)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کر کے ہر ایک قبیلہ کو ایک بڑی جماعت بنا دیا، پھر جب موسیٰ سے ان کی قوم نے پانی مانگا تو ہم نے موسیٰ سے کہا کہ اپنی لاٹھی کو پتھر پر مارو، (انہوں نے ایسا ہی کیا) تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، تمام لوگوں نے (یعنی تمام قبیلوں نے) اپنے اپنے گھاٹ کو پہچان لیا اور ہم نے (بنی اسرائیل پر یہ احسان بھی کیا کہ) اُن پر بادلوں کا سایہ کر دیا اور ان پر من و سلویٰ نازل کیا، (پھر ان سے کہا) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں انہیں کھاؤ، (پیو) لیکن (وہ سرکشی کرتے رہے تو ہم ان پر عذاب بھیجتے رہے اور ان پر سختیاں کرتے رہے) اس طرح انہوں نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے (یعنی اپنا ہی نقصان کر رہے تھے)۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى
طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ
يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْ
بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا
وَبَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ
الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ
اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ
وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ
وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب تم نے کہا، اے موسیٰ ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے، لہٰذا آپ ہمارے لئے اپنے ربّ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے وہ چیزیں پیدا کرے جو زمین سے اُگتی ہیں (مثلاً) زمین سے اگنے والی سبزیاں و ترکاریاں، ککڑیاں وکھیرے گیہوں، مسور اور پیاز (وغیرہ)۔ موسیٰ نے کہا، کیا تم بہتر چیزوں کے بدلہ میں ادنیٰ چیزیں طلب کرتے ہو (یہ تو بڑی بے وقوفی ہے اور اگر تمہارا اسی پر اصرار ہے تو) کسی شہر میں اترو، وہاں بے شک تمہیں وہ چیزیں مل جائیں گی جن کا تم نے سوال کیا ہے (مثال کے طور پر ارضِ مقدس پر حملہ کرو اور اس کے رہنے والوں کو شکست دے کر اس پر قبضہ کر لو، پھر وہاں اپنی پسندیدہ چیزیں خوب کھاؤ اور پیو، لیکن انہوں نے جنگ سے گریز کیا تو) ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی، وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے، یہ اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے، نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے اور یہ اس لئے بھی ہوا کہ وہ بار بار نافرمانی اور ظلم و زیادتی کرتے تھے (اور حدودِ شرعیہ سے آگے بڑھ جایا کرتے تھے) ﴿٦١﴾

معانی ومصادر

(نَصْبِرَ) صَبَرَ، يَصْبِرُ، صَبْرٌ (ض) استقامت رکھنا، روکنا۔
(اُدْعُ) دَعَا، يَدْعُوْ، دُعَاءٌ ودَعْوٰى (ن) پکارنا، مدد مانگنا، دعاء کرنا۔
(يُخْرِجْ) اَخْرَجَ، يُخْرِجُ، اِخْرَاجٌ (باب افعال) نکالنا، خراج دینا۔
(تُنْبِتُ) اَنْبَتَ، يُنْبِتُ، اِنْبَاتٌ (باب افعال) اُگنا، اگانا۔
(بَقْل) بَقَلَ، يَبْقُلُ، بَقْلٌ وبُقُوْلٌ (ن) ظاہر ہونا، اگانا۔
[اَلبَقْلُ = سبزی، ترکاری]
قِثَّآءُ = ککڑی۔
فُوْم = گیہوں، غلّہ۔

عَدَس = مسور۔
بَصَل = پیاز۔
(تَسْتَبْدِلُوْنَ) اِسْتَبْدَلَ، یَسْتَبْدِلُ، اِسْتِبْدَالٌ (باب استفعال) بدل لینا۔
(اَدْنٰی) دَنٰی، یَدْنُوْا، دُنُوٌّ ودَنَاوَۃٌ (ن) قریب ہونا۔
[اسم فاعل = دَانٍ، اسم صفت = دَنِیٌّ، اسم تفضیل = اَدْنٰی]۔
(اِهْبِطُوْا) هَبَطَ، یَهْبِطُ، هُبُوْطٌ (ض،ن) منتقل ہونا، اترنا۔
(سَاَلْتُمْ) سَئَلَ (سَأَلَ)، یَسْئَلُ (یَسْأَلُ)، سُؤَالٌ (سُوَالٌ) وسَاَلَۃٌ ومَسْئَلَۃٌ (ف) مانگنا، سوال کرنا۔
(ذِلَّۃٌ) ذَلَّ، یَذِلُّ، ذُلٌّ وذِلَّۃٌ وذَلَالَۃٌ ومَذَلَّۃٌ (ض) ذلیل ہونا۔
(مَسْکَنَۃٌ) سَکَنَ، یَسْکُنُ، سُکُوْنٌ (ن) ٹھہر جانا، مسکین ہو جانا اور (ک) مسکین ہونا۔
[مَسْکَنَۃٌ = محتاجی]
(بَاءُوْ) بَاءَ، یَبُوْءُ، بَوْءٌ (ن) لوٹنا، لوٹانا، اقرار کرنا۔
(یَقْتُلُوْنَ) قَتَلَ، یَقْتُلُ، قَتْلٌ و تَقْتَالٌ (ن) قتل کرنا، لعنت کرنا۔
(عَصَوْا) عَصٰی، یَعْصِیْ، عَصْیٌ و مَعْصِیَۃٌ (ض) نافرمانی کرنا۔
(یَعْتَدُوْنَ) اِعْتَدٰی، یَعْتَدِیْ، اِعْتِدَاءٌ (باب افتعال) حق سے تجاوز کرنا، ظلم کرنا۔

تفسیر بنی اسرائیل کو بے محنت مَنّ و سلوٰی مل رہا تھا لیکن انہوں نے اس کی قدر نہیں کی، موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے ہم ایک کھانا ہمیشہ نہیں کھا سکتے۔ آپ اپنے رب سے دعاء کریں کہ وہ ہمارے لئے زمین سے اُگنے والی چیزیں پیدا کرے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ "کیا اتنی بہترین غذا کے بدلے ایسی گھٹیا غذا طلب کرتے ہو اور اگر تمہیں یہی منظور ہے تو کسی شہر میں منتقل ہو جاؤ، وہاں تمہیں تمہاری مطلوبہ چیزیں مل جائیں گی۔ وہ ارض مقدس جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر کر دی ہے اس پر حملہ کرو، اُسے کافروں سے چھین لو"

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ○
(المآئدۃ - ۲۱)

(موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا) اے میری قوم، تم ارضِ مقدس میں (فاتحانہ) داخل ہو جاؤ۔ یہ ارض مقدس اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے (یہ تمہیں یقیناً مل جائے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اگر دشمن سے مقابلہ کی نوبت آئے تو) پیٹھ نہ پھیرنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

بنی اسرائیل نے بزدلی دکھائی اور اس بستی میں (لڑکر فاتحانہ) داخل ہونے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ○
(المآئدۃ ۔ ۲۲)

بنی اسرائیل کہنے لگے "اے موسیٰ اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں، ہم ہرگز اس میں داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس میں سے نکل نہ جائیں، اگر وہ نکل جائیں گے تو ہم داخل ہو جائیں گے"۔

بنی اسرائیل کی بزدلی اور جہاد سے پہلوتہی کی وجہ سے ارضِ مقدّس کی فتح چالیس سال کے لئے مؤخر کر دی گئی، اس عرصہ میں بنی اسرائیل اُسی طرح اُس بے آب و گیاہ میدان میں زندگی بسر کرتے اور اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے رہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ○
(المآئدۃ ۔ ۲۶)

اب اس ارضِ مقدس سے اُن کو چالیس سال تک کے لئے محروم کر دیا گیا (اب یہ وہاں نہیں جا سکیں گے) اسی سرزمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے تو (اے موسیٰ) آپ ان فاسق لوگوں کے معاملہ میں کسی قسم کا افسوس نہ کریں۔

بنی اسرائیل کی بزدلی، تن آسانی اور قربانیوں سے گریز کی وجہ سے ان پہ ذلت اور افلاس کو مسلّط کر دیا گیا، (وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ) وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو گئے اور اس ذلّت و افلاس اور غضب الٰہی کا سبب صرف ان کی بزدلی اور تن آسانی ہی نہ تھی بلکہ اس کا سبب یہ بھی تھا کہ وہ (يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ) اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے، انہیں چھپاتے تھے، حق پر پردہ ڈالتے تھے اور (يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ) انبیاء علیہم السلام کو قتل کر دیا کرتے تھے، حالانکہ انبیاء علیہم السلام کا قتل کسی صورت میں بھی کسی کے لئے جائز نہیں تھا، وہ اتنی مقدّس ہستیاں تھیں کہ ان کا قتل کبھی بھی حق پر مبنی نہیں ہو سکتا لیکن بنی اسرائیل ان کے قتل ناحق کے مرتکب ہوتے تھے، مزید برآں اُن پہ غضب الٰہی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ مسلسل نافرمانیاں کرتے رہتے تھے، شرعی حدود سے آگے بڑھ جایا کرتے تھے اور ظلم و زیادتی کرتے رہتے تھے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ

بنی اسرائیل جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے ذلّت ان پہ مسلط رہے گی سوائے اس صورت کے

وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○

(آل عمران - ۱۱۲)

کہ یہ اللہ کی یا لوگوں کی پناہ میں آجائیں (یہ اپنے بل بوتے پر عزت کے ساتھ آزادانہ زندگی بسر نہیں کرسکیں گے) یہ لوگ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوگئے ہیں، افلاس کو ان پر مسلط کردیا گیا ہے اور اس سزا کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے، انہیں چھپاتے تھے، انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے، نافرمانی و زیادتی کرتے تھے (اور حدود شرعیہ سے آگے بڑھ جاتے تھے)۔

غضب الٰہی میں گرفتار اور رحمت الٰہی سے دور ہوجانے والی اس قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○

(المائدۃ - ۷۸)

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا (حق کو چھپایا) ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی، یہ سزا ان کو اس لئے دی گئی کہ وہ نافرمانی اور ظلم و زیادتی کرتے تھے (اور حدود شرعیہ سے تجاوز کیا کرتے تھے)۔

آیات ۴۹ تا ۶۱ کا خلاصہ

بنی اسرائیل فرعون کی حکومت میں ذلت کے ساتھ زندگی گذار رہے تھے، فرعون اور اس کی قوم ان پر طرح طرح کے ظلم و ستم کرتی تھی، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ان کو اس قعرِ مذلت سے نکالا، فرعون کے مظالم سے نجات دلائی، فرعون مع اپنی فوج کے سمندر میں غرق ہوا، بنی اسرائیل نے سمندر کو سلامتی کے ساتھ پار کرلیا، اب وہ وادیٔ سینا کے بے آب و گیاہ میدان میں رہنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پانی کے بارہ چشمے جاری کردئے، کھانے کے لئے منّ و سلویٰ نازل کیا، دھوپ سے بچانے کے لئے بادلوں کا سایہ کردیا، وہ ان انعامات الٰہی میں زندگی گذار رہے تھے کہ انہی ایام میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو چالیس رات کوہِ طور پر رہنے کا حکم دیا، موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر معتکف ہوگئے، ان کی غیر موجودگی میں ان لوگوں نے ایک بچھڑے کو معبود بنالیا، اس کو پوجنے لگے، اللہ تعالیٰ نے اس شرک کی ان کو سخت سزا دی، پھر معاف کردیا۔

بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس چالیس رات کے عرصہ میں کسی وقت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کتاب ہدایت اور حق و باطل میں تمیز کرنے والی چیز عطاء فرمائی، نزول کتاب کے کچھ عرصہ بعد بنی اسرائیل نے کہا، ہم جب تک اللہ تعالیٰ کو علانیہ نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے، اس

گستاخانہ مطالبہ پر ان پر بجلی گری اور وہ سب مر گئے، اللہ تعالےٰ نے ان پر پھر احسان کیا اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء سے ان سب کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

کچھ عرصے کے بعد بنی اسرائیل نے کہا ہم ایک کھانا ہمیشہ نہیں کھا سکتے، ہمیں زمین سے اُگنے والی چیزیں ملنی چاہئیں، حکم ملا کہ ارض مقدس کو فتح کر لو، اس میں فاتحانہ داخل ہو جاؤ، وہاں تمہاری مطلوبہ چیزیں تمہیں مل جائیں گی، بنی اسرائیل نے جنگ کرنے سے انکار کر دیا، اس کی سزا میں وہ چالیس سال تک اُسی سرزمین میں سرگرداں پھرتے رہے۔

چالیس سال بعد بنی اسرائیل نے ارض مقدس کو فتح کیا، اللہ تعالےٰ نے حکم دیا تھا کہ شہر میں جب داخل ہوں تو سجدہ کرتے ہوئے اور استغفار پڑھتے ہوئے داخل ہوں، انہوں نے اللہ کے حکم کا مذاق اڑایا اور بڑی سرکشی کے ساتھ نافرمانی کی، ان کی اس قسم کی نافرمانیاں برابر جاری رہیں، ظلم و زیادتی کرتے رہے، حتیٰ کہ انہوں نے بہت سے نبیوں کو قتل کر دیا، آیات الٰہی کا انکار کیا، حق کو چھپاتے رہے، اللہ تعالےٰ نے اُن پر لعنت کی، غضب الٰہی میں گرفتار ہوئے، ذلّت اور افلاس کو ان پر مسلّط کر دیا گیا۔

عمل

اے لوگو، بنی اسرائیل کی نقل نہ کیجئے، آیات کا انکار نہ کیجئے، حق کو نہ چھپائیے، حق کو تسلیم کیجئے اور برملا اس کا اعلان کیجئے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرتے رہا کیجئے، ان کا شکر ادا کرتے رہیئے، اور ان کا شکر دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہیئے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کیجئے۔

موجودہ زمانہ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے بنی اسرائیل کی نقّالی کی. اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حق ادا نہیں کیا، حق کا انکار کیا، حق کو چھپایا، اللہ تعالےٰ کی نافرمانی میں زندگی گذارنے لگے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر ظلم و زیادتی کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل و خوار کر دیا اور ان لوگوں کے ذریعہ ذلیل و خوار کیا جو پہلے سے مغضوب و ملعون چلے آرہے ہیں۔

صدیوں تک جن لوگوں کی خلافت کا ڈنکا بجتا رہا آج ان کے اخلاف کس قعرِ مذلّت میں گرفتار ہیں، نہ ان کی آزاد حکومت باقی رہی اور نہ شوکت و حشمت، دنیا کی ہر طاقتور حکومت ان کو ہڑپ کرنے کے لئے تیار ہے اے لوگو، عبرت حاصل کیجئے اور اب بھی اپنے خالق کی نافرمانی سے باز آجائیے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا
وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾

ترجمہ بے شک جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور جو لوگ یہودی ہیں، عیسائی ہیں یا صابی ہیں (غرض کہ وہ کسی بھی مذہب، جماعت یا فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں، ان کا یہ تعلق ان کے کچھ کام نہ آئے گا، بلکہ) جو شخص بھی اللہ پر ایمان لائے گا، روز قیامت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا (تو یہ ایمان اور عمل صالح اس کے کام آئے گا) ایسے لوگوں کے لئے ان کے ربّ کے ہاں اجر و ثواب ہے، وہاں انہیں، نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم ﴿٦٢﴾

معانی و مصادر (هَادُوْا) هَادَ، يَهُوْدُ، هَوْدٌ (ن) توبہ کر کے حق کی طرف رجوع کرنا، یہودی ہونا۔

(نَصَارٰى) نصارٰی، نصرانی کی جمع ہے۔ نصرانی اس شخص کو کہتے ہیں جو شہر ناصرہ کی طرف منسوب ہو جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی نشو و نما ہوئی تھی، اب نصرانی کے معنیٰ عیسائی ہوتے ہیں۔

(صَابِئِيْنَ) صَبَأَ، يَصْبَؤُ وصَبُؤَ، يَصْبُؤُ، صَبْأٌ وصُبُوْءٌ (ك ف) ایک دین سے دوسرے دین میں چلے جانا۔ صَابِئٌ اسم فاعل ہے۔

(عَمِلَ، يَعْمَلُ، عَمَلٌ (س) کرنا، عمل کرنا، زکوٰۃ جمع کرنا، امیر کی طرف سے نیابت کرنا۔

(صَالِحًا) صَلُحَ، يَصْلُحُ وصَلَحَ، يَصْلُحُ، صَلَاحٌ وصُلُوْحٌ وصَلَاحِيَةٌ (ك ن ف) ٹھیک ہونا، صالح ہونا، نیک ہونا۔ [صالح = نیک]

(اَجْرٌ) اَجَرَ، يَاْجُرُ، اَجْرٌ وإِجَارَةٌ (ن ض) بدلہ دینا، اُجرت دینا۔

اَجْرٌ = ثواب، بدلہ۔

(خَوْفٌ) خَافَ، يَخَافُ، خَوْفٌ وخَيْفٌ ومَخَافَةٌ وخِيْفَةٌ (ف) ڈرنا۔

(يَحْزَنُوْنَ) حَزِنَ، يَحْزَنُ، حَزَنٌ (س) غمگین ہونا۔

[حُزْنٌ (ن) غمگین کرنا]۔

تفسیر بنی اسرائیل کے حالات اور واقعات کے ذکر کے درمیان میں یہ آیت بنی اسرائیل بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کی تنبیہ کے لئے نازل ہوئی۔ مسلسل انعامات الٰہی کے نزول سے بنی اسرائیل اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بڑے محبوب ہیں، لہٰذا اللہ تعالےٰ ہماری کوئی گرفت نہیں کرے گا، جس طرح دنیا میں ہمیں معاف کرتا رہا، آخرت میں بھی ہمیں معاف کر دیگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ○

(المآئدۃ - ۱۸)

یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، (اے رسول) آپ ان سے پوچھئے کہ پھر اللہ تمہارے گناہوں کی سزا میں تمہیں عذاب میں کیوں مبتلا کرتا رہتا ہے (اے رسول آپ انہیں خبردار کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری کوئی خصوصیت نہیں) بلکہ جو انسان اللہ نے پیدا کئے ہیں ان میں (ان ہی کی طرح) تم بھی انسان ہو، وہ جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا (بخشش کا سبب اللہ کی پسند ہے جس کا دارومدار اللہ کے پسندیدہ کاموں پر عمل کرنا ہے)، آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں پر صرف اللہ کی حکومت ہے (اتنے مقتدر بادشاہ کو کسی

کے ساتھ رعایت کرنے کی کیا ضرورت ہے سب کو) اُسی کی طرف لوٹ کر آنا ہے (وہاں ان تمام خوش فہمیوں کی قلعی کھل جائے گی جن خوش فہمیوں میں یہ مگن ہیں)۔

آیت زیرِ تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کی تمام خوش فہمیوں کا ابطال کر دیا، فرمایا:۔

کوئی شخص کسی بھی فرقہ میں ہو، کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، بظاہر ایمان لے آیا ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو، یا صابئی ہو، یہ نسبتیں اُسے کوئی فائدہ نہ دیں گی جب تک وہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہ لائے اور عمل صالح نہ کرے، جب وہ صحیح معنوں میں ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتا رہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا ایمان اور اس کے نیک عمل اس کے کام آئیں گے، اور جب تک یہ چیزیں نہ ہوں اس وقت تک جنّت کی امید رکھنا فریب نفس کے سوا اور کچھ نہیں۔

اسی چیز کو اللہ تعالےٰ اس سے پہلے اسی سورۃ میں واضح الفاظ میں بیان فرما چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ (البقرۃ - ۳۸)

جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔

آیت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل صالح کی قبولیت کا دار و مدار اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت پر ہے، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق ایمان رکھنا ضروری ہے اور اُسی نازل کردہ شریعت کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے، ہمارے لئے اور تمام اہل ایمان کے لئے جو شریعت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے اندر محفوظ ہے، لہٰذا تمام لوگوں کو خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کے مطابق ایمان لانا اور اسی کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

عمل

اے لوگو، ایمان کے زبانی دعوٰی سے کام نہیں چلے گا، صحیح معنوں میں ایمان لائیے اور عمل صالح کیجئے، صحیح ایمان اور صحیح اعمال کے لئے قرآن مجید اور صحیح حدیث کی طرف رجوع کیجئے، آباء و اجداد کے ایمان اور عمل کو نہ دیکھئے۔ یہ معیار صحیح نہیں، اس لئے کہ پھر تو لاتعداد معیار ماننے پڑیں گے اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ حق کو معلوم کرنے کیلئے اتنے معیار ہوں۔ قرآن مجید اور حدیث صحیح کو معیار سمجھئے اور بس۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا
فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ
اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا
فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ
مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ
مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا ایسی حالت میں کہ ہم نے تمہارے اوپر کوہِ طور بلند (کر کے مثل سائبان کے) کر دیا تھا (اور تم سے کہا تھا کہ) جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اُسے قوت کے ساتھ پکڑو اور جو (ہدایات) اس میں (لکھی ہوئی) ہیں انہیں یاد رکھو (ان پر عمل کرتے رہو) تاکہ تم متقی بن جاؤ ﴿۶۳﴾ (پھر ہوا یہ کہ) تم اس کے بعد (اس عہد سے) پھر گئے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے ﴿۶۴﴾

معانی و مصادر (اَخَذْنَا) (خُذُوْا) اَخَذَ، یَاْخُذُ، اَخْذٌ وَتَاْخَاذٌ (ن) لینا، پکڑنا۔
(مِیْثَاقَ) وَثُقَ، یَوْثُقُ، وَثَاقَةٌ (ن) قوی و محکم ہونا، مضبوط عہد لینا۔
[مِیْثَاق = عہد]
(رَفَعْنَا) رَفَعَ، یَرْفَعُ، رَفْعٌ (ف) اٹھانا۔
(قُوَّةٌ) قَوِیَ، یَقْوٰی، قُوَّةٌ (س) قوی ہونا، [مادہ "ق و و" ہے]۔
(اُذْکُرُوْا) ذَکَرَ، یَذْکُرُ، ذِکْرٌ وتَذْکَارٌ (ن) یاد کرنا، یاد رکھنا، تسبیح و تمجید کرنا۔
(تَتَّقُوْنَ) اِتَّقٰی، یَتَّقِیْ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا، بچنا، متقی ہونا، [مادہ "وق ی" ہے]
(تَوَلَّیْتُمْ) تَوَلّٰی، یَتَوَلّٰی، تَوَلِّیٌ (باب تفعّل) نگرانی کرنا، دوست بنانا، روگردانی کرنا، پیٹھ پھیرنا۔ [مادہ "ول ی" ہے]۔
(خٰسِرِیْنَ) خَسِرَ، یَخْسَرُ، خَسْرٌ وخُسْرٌ وخَسَارٌ وخَسَارَةٌ وخُسْرَانٌ، (س) نقصان اٹھانا، گمراہ اور ہلاک ہو جانا۔

تفسیر بنی اسرائیل سے تخاطب جاری رکھتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے درمیان میں نجات کا اٹل قانون بیان فرمایا، پھر فرمایا کہ اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو جب ہم نے کوہِ طور کو تمہارے سروں پر معلق کھڑا کر کے تم سے توریت پر عمل کرنے کا مضبوط عہد لیا تھا، تم اس عہد سے بھی پھر گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنا فضل و احسان کیا کہ تم کو نیست و نابود نہیں کیا، تمہارے قصوروں کو نظر انداز کیا، اگر اللہ تعالےٰ کا تم پر فضل و کرم نہ ہوتا تو تم بڑا نقصان اٹھاتے، اب اللہ تعالیٰ تم پر اپنے آخری نبی کے ذریعہ پھر فضل و کرم کرنا چاہتا ہے، تم اس رسول پر ایمان لے آؤ تو پھر اللہ تبارک و تعالےٰ کے رحم کے مستحق بن جاؤ گے ورنہ یاد رکھو کہ جنت پر کسی قوم کی ٹھیکیداری نہیں۔ جنت تو اس کے لئے ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓی اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ کَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○
(النسآء ۴ - ۴۷)

اے اہلِ کتاب، اس کتاب پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کی ہے اور جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرتی ہے قبل اس کے کہ ہم (مجرموں کے) چہرے بگاڑ کر ان کی پشت کی طرف کر دیں یا ان پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ہفتہ والوں پر کی تھی اور اللہ کا حکم تو ہو کر رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْاَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝
(المائدۃ - ۶۵)

اگر اہل کتاب ایمان لے آئیں اور تقوٰے اختیار کریں تو ہم ان کے گناہ معاف کر دیں گے اور ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝
(المائدۃ - ۱۹)

اے اہلِ کتاب، رسولوں کے آنے کے سلسلے میں جو ایک عرصہ تک انقطاع رہا اب اس انقطاع کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا ہے جو وضاحت کے ساتھ (ہمارے احکام) بیان کرتا ہے، (ہم نے اس رسول کو اس لئے بھیجا ہے کہ) کہیں تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا، تو (اب خبردار ہو جاؤ) تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آگیا ہے (اس پر ایمان لے آؤ تو سلامت رہو گے ورنہ نقصان اٹھاؤ گے) اور (اللہ کو نقصان پہنچانے پر ہر قسم کی قدرت حاصل ہے کیونکہ) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کوہِ طور کے نیچے جو عہد بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا، اس عہد کا اللہ تعالیٰ نے کئی مقام پر ذکر کیا ہے مثلاً۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا، قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا،
(البقرۃ - ۹۳)

(اے بنی اسرائیل اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا، ایسی حالت میں کہ تمہارے سر پر کوہِ طور کو (معلق) کھڑا کر دیا تھا۔ (ہم نے تم سے کہا تھا کہ) جو کچھ تمہیں دیا جا رہا ہے اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور جو کچھ تمہیں مل رہا ہے اسے سنو، (تمہارے اسلاف) کہنے لگے ہم نے سن لیا لیکن (قرائن سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ یہ کہہ رہے ہیں) ہم نافرمانی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ، خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

(الاعراف - ۱۷۱)

اور وہ وقت (یاد کرو) جب ہم نے پہاڑ کو بنی اسرائیل کے سروں پر (معلق) کر دیا تھا۔ وہ پہاڑ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کہ وہ سائبان ہے اور بنی اسرائیل یہ سمجھ رہے تھے کہ اب وہ ان پر گرنے والا ہے۔ (اس حالت میں ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ) جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اُسے مضبوطی سے پکڑے رہو اور جو کچھ اس میں (لکھا) ہے اسے یاد رکھو (اور اس پر عمل کرتے رہو) تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا لیکن پھر بھی وہ اپنے عہد سے پھر گئے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انہیں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اب تو عہد توڑنے سے باز آجاؤ ورنہ یاد رکھو کہ جس طرح ہفتہ کے دن زیادتی کرنے والوں پہ عذاب آیا تھا کہیں تم پر بھی ایسا ہی عذاب نہ آجائے۔

(نوٹ:۔ ہفتہ کے دن زیادتی کرنے والوں کا واقعہ اگلی آیات میں ہے)

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا
مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ
كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنٰهَا
نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا
وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل) تم میں سے جن لوگوں نے ہفتہ کے دن (حدودِ شرعیہ) سے تجاوز کیا تھا انہیں تم اچھی طرح جانتے ہو، ہم نے ان سے کہا تم ذلیل وخوار بندر بن جاؤ، (وہ بندر بن گئے) ﴿٦٥﴾ پھر ہم نے اس سزا کو اس وقت کے لوگوں کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے باعثِ عبرت اور متقیوں کے لئے باعثِ نصیحت بنا دیا ﴿٦٦﴾

معانی ومصادر

(عَلِمَ) عَلِمَ، يَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا۔
(اِعْتَدَوْا) اِعْتَدٰى، يَعْتَدِيْ، اِعْتِدَاءٌ (باب افتعال)
قِرَدَةٌ = جمع قِرْدٌ کی جس کے معنیٰ بندر ہیں۔
(خَاسِئِيْنَ) خَسَأَ، يَخْسَأُ، خَسْأٌ (ف) نکال دینا، دھتکارنا، دور ہونا۔
(جَعَلْنَا) جَعَلَ، يَجْعَلُ، جَعْلٌ (ف) بنانا، رکھنا۔
(نَكَالًا) نَكَلَ، يَنْكُلُ، نَكْلَةٌ (ن) باعث عبرت بنانا۔
نَكَال = عبرت۔
(مَوْعِظَةٌ) وَعَظَ، يَعِظُ، وَعْظٌ وعِظَةٌ (ض) نصیحت کرنا۔ مَوْعِظَةٌ = نصیحت۔

تفسیر

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار حرام کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○ (النسآء ۔ ۱۵۴)

اور ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ ہفتہ کے دن (حدود شرعیہ سے) تجاوز نہ کرنا اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا تھا (کہ وہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کریں گے)۔

لیکن بنی اسرائیل نے اس عہد کو توڑ دیا اور حکم الٰہی سے سرتابی کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ (الاعراف ۔ ۱۶۳)

اور (اے رسول) بنی اسرائیل سے اس بستی کا حال پوچھیے جو سمندر کے کنارے واقع تھی جبکہ ہفتہ کے دن اس بستی کے رہنے والے (مچھلی کے شکار میں) حدود شرعیہ سے تجاوز کرتے تھے۔ ہفتہ کے دن مچھلیاں پانی کے اوپر آتیں اور جب ہفتہ نہ ہوتا تو اوپر نہ آتیں اس طرح ہم نے ان کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کر دیا تھا۔

بنی اسرائیل مسلسل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نافرمانیوں کی سزا میں ان کو آزمائش میں مبتلا کرتا رہتا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ○ (النسآء ۔ ۱۶۰)

یہودیوں کے ظلم (وزیادتی) کی وجہ سے ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں جو ان پر حلال تھیں، حرام کر دیں اور اس وجہ سے بھی حرام کر دیں کہ وہ بڑی کثرت سے اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا کرتے تھے۔

ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار کی حرمت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے۔ مزید آزمائش یہ ہوئی کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں پانی کے اوپر آتیں اور دوسرے دنوں میں نہ آتیں، بنی اسرائیل بھلا اس آزمائش میں کیسے پورے اتر سکتے تھے، انہوں نے حکم الٰہی سے سرتابی کی اور ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنے لگے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ○
(الاعراف ۔ ۱۶۶)

پھر جب بنی اسرائیل ان کاموں سے جن کاموں سے انہیں منع کیا گیا تھا (باز نہ آئے اور) سرکشی کرنے لگے تو ہم نے کہا: تم ذلیل وخوار بندر بن جاؤ۔

الغرض جب بنی اسرائیل نے سرکشی کی، اپنے عہد کو توڑ ڈالا، اور اللہ تعالے کے حکم کی مسلسل خلاف ورزی کرتے رہے تو اللہ تعالے نے ان کو بندر بنا دیا اور اپنی رحمت سے دور کر دیا، اللہ تعالے آیات زیر تفسیر میں بنی اسرائیل کو تنبیہ کرتا ہے کہ یہ سزا اُس زمانے کے لوگوں کے لئے بھی باعث عبرت تھی اور بعد میں آنے والوں کے لئے بھی باعث عبرت ہے اور اس میں اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ہے، اللہ سے ڈرنے والے یعنی متقی لوگ ہر وقت اللہ کی سزاؤں سے ڈرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچتے رہتے ہیں۔

بنی اسرائیل کو بھی چاہیئے کہ وہ اس قصہ سے عبرت حاصل کریں، اللہ کے عذاب سے ڈر جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ایمان نہ لانے کی وجہ سے اُن کو پھر کسی عذاب الٰہی میں گرفتار کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○
(النساء ۔ ۴۷)

اے اہلِ کتاب اُس کتاب پر جو ہم نے نازل کی ہے اور جو تمہاری کتاب کی تصدیق بھی کرتی ہے ایمان لے آؤ قبل اس کے کہ ہم (لوگوں کے) منہ بگاڑ کر ان کو پیٹھ کی طرف کر دیں یا ان پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ہفتہ والوں پہ لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم تو ہو کر رہتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ
يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا
اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ
قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ
وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ
فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ
فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّٰظِرِينَ ﴿٦٩﴾
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا
مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَٰبَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّآ
إِن شَآءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالَ
إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ
تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ
مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا قَالُوا
الْـَٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوهَا

وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾ وَإِذْ
قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا
وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾
فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ
يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيكُمْ
اٰيٰتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ
قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ
فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً
وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ

مِنْهُ الْاَنْهٰرُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا
يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ وَ
اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ
اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو جب) موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔ وہ کہنے لگے (اے موسیٰ) کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں۔ موسیٰ نے کہا میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ (میں مذاق کرکے) جاہلوں میں سے ہو جاؤں ﴿۶۷﴾ بنی اسرائیل نے کہا (اچھا تو) آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ وہ گائے کیسی ہونی چاہیئے۔ موسیٰ نے کہا اللہ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بچھیا بلکہ ان دونوں کے درمیان (یعنی جوان) ہو۔ (پھر موسیٰ نے کہا) اب جو حکم تم کو دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرو ﴿۶۸﴾ وہ کہنے لگے آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتائے کہ اس کا رنگ کیسا ہو۔ موسیٰ نے کہا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس گائے کا رنگ گہرا زرد ہو کہ

دیکھنے والوں کو خوش کر دے ﴿۶۹﴾ (یہ سنکر) وہ کہنے لگے (اے موسیٰ) آپ ہمارے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ گائے (اور) کیسی ہو، بیشک گائے (کا معاملہ) ہم پر مشتبہ و پیچیدہ ہو گیا ہے اور بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور صحیح بات تک پہنچ جائیں گے ﴿۷۰﴾ موسیٰ نے کہا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ آسانی سے قابو میں آتی ہو کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی پلاتی ہو، وہ گائے (صحیح و) سالم ہو، اس میں کسی قسم کا داغ و دھبہ نہ ہو۔ (بنی اسرائیل) کہنے لگے اب آپ نے صحیح صحیح بتا دیا۔ (الغرض) انہوں نے گائے کو ذبح کیا اگرچہ (ان کی ٹال مٹول سے) ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کریں گے نہیں ﴿۷۱﴾ اور (اے بنی اسرائیل گائے ذبح کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا تھا) جب تم (میں سے ایک آدمی) نے کسی شخص کو قتل کر دیا، پھر تم (قاتل کے معاملہ میں) ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے (تم قاتل کے نام کو چھپا رہے تھے) حالانکہ اللہ اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔ ﴿۷۲﴾ الغرض (جب انہوں نے گائے کو ذبح کیا تو) ہم نے ان سے کہا اس گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کے مارو (گائے کا ٹکڑا مقتول کو مارتے ہی وہ مقتول زندہ ہو گیا اور اس نے قاتل کا نام بتا دیا)۔ اللہ نے فرمایا: اسی طرح اللہ مُردوں کو (قیامت کے دن) زندہ کرے گا، وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھا رہا ہے تاکہ تم عقل حاصل کرو ﴿۷۳﴾ پھر اس واقعہ کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا کہ وہ پتھر ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت (اس لئے کہ) بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے نہریں جاری ہوتی ہیں، بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں پھر ان سے پانی نکلتا ہے اور بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں (لیکن) اے بنی اسرائیل تمہارے دل کسی طرح نہ پسیجے کسی طرح ان میں شکستگی اور نرمی نہ آئی اور نہ اللہ کا خوف دل میں پیدا ہوا۔ بہرحال اے بنی اسرائیل) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے ﴿۷۴﴾

معانی و مصادر

(یَأْمُرُ) اَمَرَ، یَأْمُرُ، اَمْرٌ، اِمَارٌ (ن) حکم دینا۔
(تَذْبَحُوْا) ذَبَحَ، یَذْبَحُ، ذَبْحٌ وذِبَاحٌ (ف) ذبح کرنا۔
(تَتَّخِذُ) اِتَّخَذَ، یَتَّخِذُ، اِتِّخَاذٌ (باب افتعال) بنانا۔
(هُزُوًا) هَزَءَ، یَهْزَءُ، هُزْءٌ وهُزُءٌ وهُزُوْءٌ (سمع) مذاق کرنا۔
(اَعُوْذُ) عَاذَ، یَعُوْذُ، عَوْذٌ وعِیَاذٌ ومَعَاذٌ ومَعَاذَةٌ (ن) پناہ لینا۔

(جٰهِلِيْنَ) جَهِلَ، يَجْهَلُ، جَهْلٌ وجَهَالَةٌ (س) لاعلم ہونا، نادان ہونا،
(اُدْعُ) دَعَا، يَدْعُوْ، دُعَاءٌ ودَعْوٰى (ن) پکارنا، دعا کرنا، مدد مانگنا۔
(يُبَيِّنُ) بَيَّنَ، يُبَيِّنُ، تَبْيِيْنٌ (باب تفعیل) ظاہر کرنا، ظاہر ہونا، واضح کرنا، نکاح کرنا۔
(فَارِضٌ) فَرَضَ، يَفْرِضُ وفَرُضَ، يَفْرُضُ، فُرُوْضٌ وفَرَاضَةٌ (ك ض) بوڑھا ہونا۔
(بِكْرٌ) بِكْرٌ۔ بچھیا۔ کنواری۔
(عَوَانٌ) عَانَ، يَعُوْنُ، عَوْنٌ (ن) جوان ہونا (عَوَان۔ جوان، جمع عُوْنٌ)۔
(صَفْرَاءُ) صَفْرَاءُ۔ اَصْفَرُ کا مؤنث۔ زرد۔
(فَاقِعٌ) فَقَعَ، يَفْقَعُ، فَقْعٌ وفُقُوْعٌ (ن ف) خالص ہونا، گہرا زرد رنگ ہونا۔
(تَسُرُّ) سَرَّ، يَسُرُّ، سُرُوْرٌ، ومَسَرَّةٌ وسُرٌّ (ن) خوش کرنا۔
(نَاظِرِيْنَ) نَظَرَ، يَنْظُرُ، ونَظِرَ، يَنْظَرُ، نَظَرٌ ومَنْظَرٌ ومَنْظَرَةٌ ونَظَرَانٌ (س ن) دیکھنا، مہلت دینا۔
(تَشٰبَهَ) تَشَابَهَ، يَتَشَابَهُ، تَشَابُهٌ (باب تفاعل) مشابہ ہونا، پیچیدہ ہونا۔
(شَاءَ) شَاءَ، يَشَاءُ، شَيْءٌ ومَشِيْئَةٌ ومَشَاءَةٌ (ف) چاہنا
(مُهْتَدُوْنَ) اِهْتَدٰى، يَهْتَدِيْ، اِهْتِدَاءٌ (باب افتعال) ہدایت دینا، ہدایت طلب کرنا، ہدایت پر قائم ہونا۔
(ذَلُوْلٌ) ذَلَّ، يَذِلُّ، ذُلٌّ (ض) آسانی سے مطیع ہو جانا۔
(تُثِيْرُ) اَثَارَ، يُثِيْرُ، اِثَارَةٌ (باب افعال) بلند کرنا، اٹھانا [مادّہ ث و ر ہے]
(تَسْقِي) سَقٰى، يَسْقِيْ، سَقْيٌ (ض) پلانا۔
(حَرْثٌ) حَرَثَ، يَحْرِثُ، حَرْثٌ (ض ن) کھیتی کرنا، ہل چلانا۔
(مُسَلَّمَةٌ) سَلَّمَ، يُسَلِّمُ، تَسْلِيْمٌ (باب تفعیل) سلامت رکھنا، سلام کرنا۔
(شِيَةٌ) وَشٰى، يَشِيْ، وَشْيٌ وشِيَةٌ (ض) کپڑے پر نقش و نگار کرنا۔ [شِيَةٌ = دھبہ]
(جِئْتَ) جَاءَ، يَجِيْءُ ويَجُوْءُ، مَجِيْءٌ وجَيْأٌ وجِيْئَةٌ ومَجِيْئَةٌ (ض ن) آنا۔
(كَادُوْا) كَادَ، يَكَادُ، كَوْدٌ ومَكَادٌ ومَكَادَةٌ (ف) کرنے کے قریب ہونا، ارادہ کرنا۔
(ادَّارَأْتُمْ) اِدَّارَأَ، يَدَّارِأُ، اِدَّارُؤٌ (باب اِفَّاعُلٌ) جھگڑنا، اختلاف کرنا۔
(تَكْتُمُوْنَ) كَتَمَ، يَكْتُمُ، كَتْمٌ وكِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔
(يُحْيِي) اَحْيَا، يُحْيِي، اِحْيَاءٌ (باب افعال) زندہ کرنا۔
(مَوْتٰى) مَاتَ، يَمُوْتُ، مَوْتٌ (ن) [مَوْتٰى = مَيِّتٌ کی جمع مردے]
(يُرِيْ) اَرٰى، يُرِيْ، اِرَائَةٌ (باب افعال) دکھانا۔

(قَسَتْ) (قَسْوَةٌ) قَسَا ، يَقْسُوْ ، قَسْوٌ ، قَسْوَةٌ وقَسَاوَةٌ (ن) سخت ہوجانا ، اندھیرا کردینا۔
(اَشَدُّ) شَدَّ ، يَشِدُّ ، شَدٌّ (ن ض) قوت پہنچانا ۔ شَدَّ ، يَشِدُّ ، شِدَّةٌ (ض) قوی ہونا [اَشَدُّ ، شدید سے اسم تفضیل ہے]
(يَتَفَجَّرُ) تَفَجَّرَ ، يَتَفَجَّرُ ، تَفَجُّرٌ (باب تفعّل) جاری ہونا۔
(يَشَّقَّقُ) اِشَّقَّقَ ، يَشَّقَّقُ ، اِشَّقُّقٌ (باب اِفَّعُّل) پھٹ جانا۔
(خَشْيَة) خَشِيَ ، يَخْشٰى ، خَشْيٌ وخَشْيَةٌ وخَشَاةٌ وخَشْيَانٌ و مَخْشِيَة (س) ڈرنا۔
(يَهْبِطُ) هَبَطَ ، يَهْبِطُ ، هُبُوْطٌ (ض ن) اترنا ، کم ہونا ، منتقل ہونا۔
(غَافِلٌ) غَفَلَ ، يَغْفُلُ ، غُفُوْلٌ وغَفْلَةٌ وغَفَلٌ (ن) غافل ہونا ، بھول کر چھوڑ دینا ، چھپانا۔

تفسیر

بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو قتل کر دیا پھر وہ قاتل کا نام بتانے کے سلسلہ میں آپس میں جھگڑنے لگے ، کوئی کسی کا نام بتاتا کوئی کسی کا ، اس اختلاف کا مقصد یہ تھا کہ یہ نہ معلوم ہو سکے کہ قاتل کون ہے۔ وہ جانتے تھے کہ قاتل کون ہے لیکن قاتل کے نام کو چھپا رہے تھے (وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل ، اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا تھا جس چیز کو تم چھپا رہے تھے یعنی اللہ تعالیٰ قاتل کو ظاہر کرنے والا تھا۔ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا ، پھر اس گائے کا ایک ٹکڑا اُس مقتول کو مارنے کا حکم دیا ، بنی اسرائیل نے یہ حکم ملتے ہی ٹال مٹول شروع کر دی ، طرح طرح کے سوالات کرنے شروع کر دیئے ، وہ ذبح کرتے ہوئے معلوم نہیں ہوتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ وہ ذبح کریں ، اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام سوالوں کا جواب دیا ، اس طرح ان کے لئے گائے ذبح نہ کرنے کا کوئی عذر باقی نہ چھوڑا ، مجبور ہو کر انہوں نے گائے کو ذبح کیا پھر گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کے مارا گیا ، مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتا دیا ، اس طرح اللہ تعالیٰ نے قاتل کی نشاندہی بھی کر دی اور انہیں ایک نشانی بھی دکھا دی جس سے انہیں معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت مردوں کو کس طرح زندہ کریگا اللہ تعالیٰ کی یہ نشانی ایسی تھی کہ دیکھنے والوں کے دل نرم ہو جانے چاہئے تھے لیکن بجائے نرم ہونے کے پتھر کی طرح سخت ہو گئے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ، اس لئے کہ بعض پتھر ایسے بھی ہیں جن سے نہریں جاری ہوتی ہیں بعض پتھر ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں پھر ان سے پانی جاری ہو جاتا ہے یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا مشاہدہ پہاڑوں پر بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے۔ بعض پتھر ایسے بھی ہوتے ہیں جو

اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ یعنی جمادات بھی اللہ تعالےٰ کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں، بے روح چیزوں کے ڈرنے کا ذکر قرآن مجید میں اور مقامات پر بھی ملتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا۔
(الاحزاب - ۷۲)

ہم نے اس (بارِ) امانت کو آسمانوں کے، زمین کے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا لیکن انہوں نے اس بار کو اٹھانے سے مجبوری کا اظہار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔
(الحشر - ۲۱)

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو آپ دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے جھک جاتا اور پھٹ جاتا۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ بنی اسرائیل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے، دل پگھل جاتے، بلکہ اللہ تعالےٰ کے ڈر سے پھٹ جاتے، ان میں عاجزی و انکساری اور جذبۂ اطاعت پیدا ہوتا لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

اس قصے میں بنی اسرائیل کو ایک قسم کی ملامت ہے، ان کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ اب تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں، اپنی سازشیں اور ریشہ دوانیاں چھوڑ کر تائب ہو جائیں، ایمان لے آئیں

مزید برآں اس قصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسم کی تسلی بھی ہے کہ آپ ان لوگوں کی حالت پر غم و افسوس نہ کریں اور یہ سمجھ لیں کہ سرکشی اور نافرمانی ان کی پرانی عادت ہے، جس نبی پر یہ ایمان لے آئے تھے اس کو بھی کس کس طرح پریشان کرتے رہے تو جس رسول پر ایمان نہیں لائے اس کو پریشان کرنا کوئی عجیب بات نہیں۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کے احکام کی فوراً تعمیل کیا کیجئے، فضول سوالات کرنے سے مشکلات بڑھتی ہیں، کم نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں ٹال مٹول نہ کیجئے، احکام الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیجئے، عاجزی و انکساری کا اظہار کیجئے، حیلے اور عذر و بہانے نہ تلاش کیجئے۔ اور یہ بات یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے عملوں اور ارادوں سے باخبر ہے۔

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُّؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ
كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ
اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا
عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمہ اے ایمان والو! کیا تم یہ توقع رکھتے ہو کہ اہل کتاب تمہاری خاطر ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں سے ایک فریق ایسا ہے جو اللہ کا کلام سُنتا ہے پھر سمجھنے کے بعد جان بوجھ کر اُس میں تحریف کرتا ہے (جو لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالےٰ کے کلام میں تحریف کرتے ہوں ان سے ایمان کی توقع رکھنا فضول ہے) ﴿۷۵﴾

معانی و مصادر

(تَطْمَعُوْنَ) طَمِعَ، يَطْمَعُ، طَمَعٌ وَطَمَاعٌ وَطَمَاعِيَةٌ (س) طمع کرنا۔ حرص کرنا۔

(فَرِيْقٌ) فَرَقَ، يَفْرُقُ، فَرْقٌ وَفُرْقَانٌ (ض ن) علیحدہ کرنا۔ پھاڑ دینا، کنگھی کرنا، مانگ نکالنا [فَرِيْقٌ = فرقہ سے بڑی جماعت]

(يَسْمَعُوْنَ) سَمِعَ، يَسْمَعُ، سِمْعٌ وَسَمَاعٌ وَسَمَاعَةٌ وَسَمَاعِيَةٌ وَمَسْمَعٌ (س) سُننا۔

(كَلَامَ) كَلَامٌ = بات۔

(يُحَرِّفُوْنَ) حَرَّفَ، يُحَرِّفُ، تَحْرِيْفٌ (باب تفعیل) کسی بات کو اس کی جگہ سے ہٹا دینا، بات بدل دینا۔

(عَقَلُوْا) عَقَلَ، يَعْقِلُ، عَقْلٌ (ض) تدبر کرنا، سمجھنا۔

تفسیر اہل کتاب توریت میں سے بعض ایسی باتیں بھی مؤمنین کو بتا دیا کرتے تھے جن سے ثابت ہوتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ۔
(البقرۃ ۔ ۷۶)

اہل کتاب (اپنے فرقہ کے بعض لوگوں سے) کہتے تھے کیا تم مؤمنین کو ایسی باتیں بتاتے ہو جو اللہ نے صرف تم پر کھولی ہیں (ایسا نہ کیا کرو)۔

مؤمنین جب دیکھتے کہ اہل کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توریت میں دی ہوئی علامات کا اعتراف ہے تو انہیں یہ توقع ہوتی تھی کہ یہ لوگ بھی سچے دل سے ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا یہ توقع صحیح نہیں۔ جس جماعت کا یہ حال ہو کہ کلام الٰہی میں تحریف کرتی ہو اس سے خلوص کے ساتھ ایمان لانے کی توقع رکھنا فضول ہے۔ گویا اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کے فریب سے مؤمنین کو خبردار اور ہوشیار کر دیا۔

یہودیوں کی تحریف کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔
(النسآء ۔ ۴۶)

یہودیوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو (اللہ کی) باتوں کو ان کے (اصلی) مقامات سے تبدیل کر دیتے ہیں (یعنی آیتوں کو اِدھر اُدھر کرتے رہتے ہیں)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ
(المآئدۃ ۔ ۱۳)

اہل کتاب (اللہ کے) کلمات کو ان کے (اصلی) مقامات سے تبدیل کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ۔
(المآئدۃ ۔ ۴۱)

اہل کتاب (اللہ کے) کلمات کو ان کے (اصلی) مقامات کے (ظاہر ہو جانے کے) بعد (دوسرے مقامات پر) تبدیل کر دیتے ہیں۔

آیاتِ بالا میں اہل کتاب کی تحریف مکانی کا تذکرہ ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی آیات کو قصداً بے موقع اور بے محل پیش کیا کرتے تھے۔

دوسری قسم کی تحریف یہ کرتے تھے کہ اپنی طرف سے کچھ باتیں گھڑ کر اللہ تعالےٰ کی کتاب میں شامل کر دیتے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَيَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (البقرۃ ۔ ۷۹)

اہل کتاب اپنے ہاتھ سے عبارت لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے ۔

اس آیت میں اہل کتاب کی تحریری تحریف کا بیان ہے ۔

تیسری قسم کی تحریف یہ کرتے کہ توریت پڑھتے وقت زبان کو مروڑتے ہوئے کچھ الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیتے ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (اٰل عمران ۔ ۷۸)

(اے ایمان والو) اہل کتاب میں ایک جماعت (ایسے لوگوں کی) ہے جو کتاب (الٰہی) کو پڑھتے وقت (بعض عبارت کو اپنی طرف سے پڑھ دیتے ہیں اور) اپنی زبانوں کو اس طرح موڑتے ہیں کہ تم یہ خیال کرو کہ یہ عبارت بھی کتاب میں موجود ہے حالانکہ وہ عبارت کتاب میں موجود نہیں ہوتی پھر کہتے ہیں کہ یہ (جو کچھ ہم نے پڑھا ہے) اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا ۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ جان بوجھ کر اللہ پر افتراء کرتے ہیں ۔

اس آیت میں ان کی تقریری تحریف کا بیان ہے ۔

غرض یہ کہ مختلف قسم کی تحریفیں وہ کرتے رہتے تھے ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا بھلا ایسے لوگ جو اللہ تعالےٰ پر جھوٹ بولنے سے نہ ڈرتے ہوں وہ مؤمنین کے سامنے جھوٹ بولنے سے کیا ڈریں گے ان سے ایمان کی توقع فضول ہے ۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا
وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا
أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ
لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلَا
تَعْقِلُونَ ﴿٧٦﴾ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ
يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٧﴾

ترجمہ اور یہ لوگ جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے (مزید برآں دوران ملاقات توریت میں بیان کردہ چند حقائق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات بھی مؤمنین سے بیان کر دیتے ہیں) پھر جب آپس میں ایک دوسرے سے خلوت میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کیا تم اُن کو ایسی باتیں بھی بتا دیتے ہو جو اللہ نے تم پر ظاہر کی ہیں تاکہ وہ ان کو تمہارے رب کے پاس تمہارے مقابلہ میں بطور حجت پیش کریں (ایسا نہ کیا کرو) کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ﴿٧٦﴾ (اے رسول) کیا انہیں معلوم نہیں کہ (وہ کسی چیز کو اللہ سے نہیں چھپا سکتے کیونکہ) اللہ یقیناً اس چیز کو بھی جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور اس چیز کو بھی جانتا ہے جو وہ ظاہر کرتے ہیں ﴿٧٧﴾

معانی ومصادر (لَقُوْا) لَقِیَ، یَلْقٰی، لِقَاءٌ ولِقَاءَۃٌ ولِقَایَۃٌ (س) سامنے آنا، ملاقات کرنا۔
(خَلَا) خَلَا، یَخْلُوْ، خَلْوَۃٌ وخَلْوٌ وخَلَاءٌ (ن) تنہائی میں جمع ہونا۔
(تُحَدِّثُوْنَ) حَدَّثَ، یُحَدِّثُ، تَحْدِیْثٌ (باب تفعیل) بیان کرنا۔
(فَتَحَ) فَتَحَ، یَفْتَحُ، فَتْحٌ (ف) کھولنا۔
(یُحَاجُّوْ) حَاجَّ، یُحَاجُّ، مُحَاجَّۃٌ (باب مفاعلہ) جھگڑنا۔
(یُسِرُّوْنَ) اَسَرَّ، یُسِرُّ، اِسْرَارٌ (باب افعال) چھپانا۔
(یُعْلِنُوْنَ) اَعْلَنَ، یُعْلِنُ، اِعْلَانٌ (باب افعال) اعلان کرنا، ظاہر کرنا۔

تفسیر ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین میں بعض یہودی بھی شامل تھے۔ ان کی زبان پر تو دعویٰ ایمان تھا۔ دل ایمان سے خالی تھے۔ جب مؤمنین سے ملتے تو کہتے کہ ہم ایمان لے آئے۔ پھر ان کو مزید اطمینان دلانے کے لئے کچھ ایسے حقائق بیان کر دیتے جو توریت میں موجود تھے۔ مؤمنین یہ سمجھتے کہ یہ واقعی ایمان لے آئے ہیں یا اگر ابھی ایمان نہیں لائے تو بعد میں ایمان لے آئیں گے۔ لیکن یہ یہودیوں کا ایک فریب تھا۔ وہ دوسرے منافقوں کی طرح مؤمنین کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے تھے، ایمان والوں سے ملاقات کرنے کے بعد جب وہ تنہائی میں ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے کہ ایسی بات مؤمنین کو کیوں بتاتے ہو جو صرف تم پر اللہ تعالےٰ نے منکشف کی ہے۔ مؤمنین اس بات کو بطور سند کے اللہ تعالےٰ کے دربار میں پیش کر کے تم پر حجت قائم کریں گے۔ اللہ تعالےٰ کے سامنے تمہارے خود کے بیانات سے تم کو مجرم قرار دیں گے۔ تم ایک قسم کے اقراری مجرم ہو گے۔ تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ تمہیں ایسی باتیں نہیں بتانی چاہئیں جو خود تمہارے خلاف استعمال ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے ان اقوال کے جواب میں فرمایا کہ وہ ان حقائق کو اگر مؤمنین سے چھپالیں گے تو کیا اللہ تعالےٰ سے بھی چھپالیں گے۔ اللہ تعالےٰ کو سب کچھ علم ہے۔ اس کے نزدیک ان کا چھپانا یا علانیہ بیان کرنا سب برابر ہے۔ وہ ان کی باتوں سے واقف ہے اور وہ ضرور ان کی گرفت کرے گا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْہُ یَعْلَمْہُ اللّٰہُ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝
(اٰل عمران - ۲۹)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ (اے لوگو) اگر تم کوئی چیز اپنے سینوں میں چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ (ہر حالت میں) اسے جانتا ہے وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى ۝
(طٰہٰ ۔ ۷)

(کیا تم سمجھتے ہو کہ) اگر تم پکار کر بات کرو گے (تو اللہ سُن لے گا ورنہ نہیں سُنے گا، تمہارا یہ خیال غلط ہے) اس لئے کہ (اس کے لئے پکار کر کہنا یا خفیہ طور پر کہنا دونوں برابر ہیں) وہ تو (تمام) بھیدوں اور خفیہ باتوں تک کو جانتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝
(الرعد ۔ ۹ و ۱۰)

اللہ پوشیدہ اور ظاہر (سب باتوں) کو جانتا ہے۔ وہ بزرگی والا اور بلند و بالا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص خفیہ طور پر کوئی بات کہے یا پکار کر کہے۔ اس کے لئے دونوں برابر ہیں (وہ ہر حالت میں ہر بات کو جانتا ہے) اور اگر کوئی شخص رات کو کہیں چھپ کر بیٹھ جائے یا دن کو چلے پھرے (اس کے لئے دونوں برابر ہیں۔ وہ دونوں کو دیکھ رہا ہے)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝
(النحل ۔ ۱۹)

(اے لوگو!) اللہ تعالےٰ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝
(التغابن ۔ ۴)

اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور وہ تو سینوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے (یعنی لوگوں کے دلوں میں جو خیالات ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو بھی جانتا ہے)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

خبردار ہو جاؤ بے شک یہ لوگ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالےٰ سے (اپنی باتوں کو) چھپائیں (حالانکہ وہ اللہ تعالےٰ سے چھپا نہیں سکتے) خبردار ہو جاؤ جب یہ اپنے

الصُّدُوْرِ ○
(ھود - ۵)

کپڑے اوڑھ لیتے ہیں (تو اس وقت بھی) وہ ان کی خفیہ اور علانیہ باتوں کو جانتا ہے (اور اسی پر کیا موقوف ہے) وہ تو دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○ (النحل - ۲۳)

اللہ تعالےٰ یقیناً ان باتوں کو جانتا ہے جو یہ چھپاتے ہیں اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○
(یٰسٓ - ۷۶)

(اے رسول) ان کی باتوں سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ ہم ان کی خفیہ باتوں کو بھی جانتے ہیں اور ظاہر باتوں کو بھی جانتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○
(الملك - ۱۳)

تم اپنی بات کو چھپاؤ یا ظاہر کرو (اللہ کے لئے دونوں برابر ہیں اُسے ہر حال میں علم ہوتا ہے بلکہ) وہ تو دلوں کے راز تک سے واقف ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○
(الفرقان - ۶)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ اس قرآن کو اُس نے اتارا ہے جو آسمانوں کی اور زمین کی تمام پوشیدہ باتوں سے واقف ہے۔ بے شک وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ۔
(الانعام - ۳)

اللہ تعالےٰ تمہاری پوشیدہ اور ظاہر (تمام باتوں) کو جانتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ۔
(التوبة - ۷۸)

کیا ان کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالےٰ ان کے رازوں اور سرگوشیوں (تک) سے واقف ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ۔
(الزخرف۔ ۸۰)

کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے (نہیں، ہم تو ہر بات سُن لیتے ہیں)۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالےٰ کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کیجئے۔ ایسا نہ کیجئے کہ دل میں کچھ ہو اور ظاہر میں کچھ۔ اللہ تعالےٰ سے آپ کچھ نہیں چھپا سکتے۔ وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور باطن کو بھی۔ لہٰذا ظاہر اور باطن ہر قسم کے گناہ سے بچئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ○
(الانعام ۔ ۱۲۰)

ظاہر اور پوشیدہ (ہر قسم کے) گناہ کو چھوڑ دو۔ بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ عنقریب اپنی بداعمالی کی سزا پائیں گے۔

یہود و نصاریٰ کی طرح حق بات کو نہ چھپائیے بلکہ اُسے ظاہر کیجئے۔ اُسے تسلیم کیجئے۔ اگر آپ کو کوئی آیت یا حدیث معلوم ہو جائے جو آپ کے نظریات یا آپ کے عقیدے کے خلاف ہے تو اُسے برملا تسلیم کیجئے۔ تاویل کر کے اُسے رد نہ کیجئے اسی میں آپ کا بھلا ہے۔ اسی میں آپ کا وقار ہے۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ
اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ ان میں بعض لوگ ایسے ہیں جو نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھنا۔ انہیں کتاب (الٰہی) کا کوئی علم نہیں (چند) غلط باتوں اور خوش فہمیوں کے علاوہ (جن پر وہ نازاں ہیں وہ کچھ نہیں جانتے۔ اُن کے پاس کوئی یقینی علم نہیں) وہ تو بس ظن و گمان پر (آس لگائے بیٹھے) ہیں ﴿۷۸﴾

معانی و مصادر (اُمِّيُّوْنَ) اُمِّيُّوْنَ = اُمِّی کی جمع = لکھنا پڑھنا نہ جاننے والے [اُمِّیٌ کے معنیٰ جاہل کے نہیں ہیں، اُمِّیٌ عالم بھی ہو سکتا ہے]

(اَمَانِیَّ) ۔ تَمَنّیٌ، یَتَمَنّیٰ، تَمَنِّیٌ (باب تفعّل) ارادہ کرنا۔ پڑھنا۔ جھوٹ بولنا۔
اَمَانِیَّ ۔ اُمْنِیَّۃٌ کی جمع ۔ تمنائیں، خوش فہمیاں، غلط باتیں، خام خیالیاں۔
(یَظُنُّوْنَ) ظَنَّ، یَظُنُّ، ظَنٌّ (ن) جاننا، یقین کرنا، گمان کرنا۔

تفسیر اہل کتاب میں سب عالم نہیں تھے، عوام کی اکثریت نہ لکھنا جانتی تھی اور نہ پڑھنا جانتی تھی۔ انہیں توریت کا کوئی علم نہیں تھا لہٰذا وہ اپنے علماء پر اعتماد کر کے ان کی خود تراشیدہ باتوں پر یقین رکھتے تھے۔ علماء نے انہیں اس خوش فہمی میں مبتلا کر رکھا تھا کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۔
(المائدۃ ۔ ۱۸)

یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔

اس خوش فہمی کی بناء پر وہ ایک اور غلطی میں مبتلا ہو گئے تھے، ان کا خیال تھا کہ وہ دوزخ میں چند دن سے زیادہ نہیں رہیں گے۔ اس لئے کہ کوئی شخص اپنے محبوب بیٹے کو تکلیف میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۔
(البقرۃ ۔ ۸۰)

اہل کتاب کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ میں ہم چند دن سے زیادہ ہرگز نہیں رہیں گے۔

اس خوش فہمی اور خام خیالی میں اہل کتاب کے عوام مبتلا تھے۔ اگر انہیں کتاب کا علم ہوتا تو وہ کبھی بھی علماء کے فریب میں نہ آتے اور اس قسم کا دھوکا نہ کھاتے۔ ان کی خوش فہمیوں کی بنیاد کسی یقینی چیز پر نہیں تھی بلکہ وہ محض اپنے ظن و گمان سے یہ اندازہ لگائے ہوئے تھے کہ وہ بہت ہی معمولی عرصہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے اور پھر نجات پا جائیں گے۔ یہ خوش فہمیاں سب شیطانی کرشمہ تھیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝
(النسآء - ۱۲۰)

شیطان (وسوسوں کے ذریعہ) لوگوں سے (طرح طرح کے) وعدے کرتا ہے۔ اور انہیں خوش فہمیوں میں مبتلا کرتا ہے۔ لیکن شیطان کا وعدہ سوائے دھوکے کے کچھ نہیں۔

عمل

اے لوگو! خوش فہمیاں، خام خیالیاں، غلط امیدیں کام نہیں آئیں گی۔ آپ ان چیزوں سے بچیئے۔ نجات کا دارومدار خوش فہمیوں پر نہیں ہے بلکہ اس کے لئے اللہ تعالےٰ کا اٹل قانونِ مغفرت ہے جو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝
(البقرۃ - ۱۱۱-۱۱۳)

اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہودیوں یا عیسائیوں کے علاوہ کوئی جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ یہ ان کی خوش فہمیاں ہیں۔ (اے رسول) آپ ان سے کہیئے کہ اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو۔ (اور اے رسول، یہ کوئی دلیل پیش نہیں کر سکیں گے تو پھر ان کو خبردار کر دیجئے کہ) (جنت میں تو بس وہ شخص جائیگا) جو اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے اور نیکیاں کرتا رہے۔ ایسے شخص کا اجر اس کے ربّ کے پاس ہے۔ ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہ ہے اللہ تعالےٰ کا اٹل قانونِ مغفرت۔ اس پر عمل کیجئے اور پھر نجات کی امید رکھیئے۔ اہل کتاب جیسی غلط فہمیوں میں نہ رہیئے۔ ایسے پیروں کے دھوکے میں نہ آیئے جو لوگوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے پھرتے ہیں کہ ہمارا دامن پکڑ لو، ہم تمہیں بخشوا لیں گے۔ اور اے لوگو، آپ اس خیال خام میں نہ رہیئے کہ ہم اللہ تعالےٰ کے محبوب کی امت میں ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ ہم کو دوزخ میں نہیں داخل کرے گا۔ یہ خوش فہمی اور

پیروں کی ضمانت میدانِ محشر میں کوئی کام نہ آئے گی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا۔ (البقرۃ - ۴۸ و ۱۲۳)

ڈرو اس دن سے جس دن کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

خوش فہمیوں، خام خیالیوں اور غلط فہمیوں کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝

(النسآء - ۱۲۳)

(نجات کا دارومدار) نہ تمہاری خوش فہمیوں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی خوش فہمیوں پر، جو شخص بُرا عمل کریگا اُسے اس کی سزا ملے گی اور وہ (میدانِ محشر میں) اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی کارساز اور مددگار نہ پائے گا۔

(مزید تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۳ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں)

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ
بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ
عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا
فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ
وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھ سے شریعت کی باتیں لکھتے ہیں، پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہیں (ان باتوں کے لکھنے سے اُن کا مقصد یہ ہوتا ہے) کہ ان کے ذریعہ تھوڑا سا فائدہ حاصل کریں (خبردار) جو کچھ وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اس کی وجہ سے ان کے لئے بڑی خرابی ہے اور جو کچھ وہ کماتے ہیں اس کی وجہ سے بھی ان کے لئے بڑی خرابی ہے ﴿۷۹﴾

معانی ومصادر
(ویل) وَيْلٌ = خرابی، ہلاکت۔
(یَکْتُبُوْن) و (کَتَبَتْ) کَتَبَ، یَکْتُبُ، کَتْبٌ وکِتَابٌ وکِتْبَةٌ وکِتَابَةٌ (ن) لکھنا۔
(یَشْتَرُوْا) اِشْتَرٰی، یَشْتَرِیْ، اِشْتِرَاءٌ (باب افتعال) خریدنا، بیچنا۔
(ثَمَنٌ) ثَمَنَ، یَثْمُنُ، ثُمْنٌ (ن) قیمت لینا [ثَمَنٌ = قیمت]
(قَلِیْلٌ) قَلَّ، یَقِلُّ، قِلٌّ وقُلٌّ وقِلَّةٌ (ض) کم ہونا۔
(یَکْسِبُوْنَ) کَسَبَ، یَکْسِبُ، کَسْبٌ وکِسْبٌ (ض) کمانا۔

تفسیر اہل کتاب کے علماء شریعت کی باتیں لکھتے، اپنی طرف سے مسائل تحریر کرتے اور پھر عوام پر ظاہر کرتے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہیں، حالانکہ وہ مسائل اور فتوے اللہ تعالےٰ کی طرف سے قطعاً نہیں ہوتے تھے، وہ جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکا دیتے، ان کو خوش فہمیوں میں مبتلا کرتے اور ان کے مطلب کے مسائل ان کو بتاتے۔ ایسے فتوے دیتے جن میں عوام کے لئے آسانی ہوتی، ان کو خوش کرتے، ان سے نذرانے وصول کرتے، دعوتیں کھاتے اور دنیا کے ایک قلیل وحقیر فائدہ کی خاطر خود ساختہ مسائل کو اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ حق بات کو ظاہر نہیں کرتے تھے مبادا ان کے عقیدت مند اُن سے متنفر نہ ہو جائیں، ان کی جمعیت نہ ٹوٹ جائے ان کے نذرانے نہ بند ہو جائیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ایسے لوگوں کی بڑی خرابی ہے جو خود ساختہ مسائل اور فتووں کو دنیاوی فائدہ کی خاطر اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جو غلط باتیں یہ لکھتے ہیں وہ بھی ان کے لئے باعث عذاب ہیں۔ اور جو کچھ فائدے یہ ان غلط باتوں کے ذریعہ حاصل کر رہے ہیں وہ بھی ان کے لئے باعث عذاب ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ (الجاثیۃ۔۷) ہر جھوٹے گنہگار کے لئے خرابی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝ (البقرۃ۔۴۱) میری آیات کو بیچ کر تھوڑا سا فائدہ حاصل نہ کرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(البقرۃ۔۱۷۴)

بے شک جو لوگ کتاب (شریعت) کی باتوں کو جو اللہ نے نازل فرمائی ہیں چھپاتے ہیں اور ان کو بیچ کر تھوڑی سے قیمت وصول کرتے ہیں یہ لوگ درحقیقت اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے روز اللہ تعالےٰ ان سے بات نہیں کرے گا، نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کریگا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

کافر اللہ کی آیتوں کے ذریعہ تھوڑا سا (دنیوی) فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اس طرح لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں

(التوبۃ ۔ ۹)　　وہ بے شک بہت بُرا ہے۔

عمل

اے علم والو، اللہ تعالےٰ سے ڈریئے ۔ اللہ تعالےٰ کی طرف غلط باتوں کو منسوب نہ کیجئے ۔ دنیا کمانے کی خاطر مسائل نہ بنائیے ۔ اپنے فرقہ وارانہ مذہب اور خود ساختہ نظریہ کی خاطر حق کو چھپا کر باطل کی اشاعت نہ کیجئے، اے لوگو! قرآن مجید اور حدیث شریف کے مقابلہ میں اپنے کسی بزرگ، پیر یا امام کی بات کو وقعت نہ دیجئے ۔ جو بات بھی قرآن مجید یا حدیث صحیح سے ثابت ہو اُسے قبول کیجئے ۔ اس کی اشاعت کیجئے ۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ ہی میں دین اسلام مکمل ہوا تھا ۔ لہٰذا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے علاوہ جو مسائل قیاسیہ ہیں ان کو دین نہ سمجھیئے ۔ دین کے مکمل ہو جانے کے بعد اُس میں اضافہ ناممکن ہے ۔ تمام اضافوں کو مسترد کر دیجئے اور علی الاعلان ان کی تردید کیجئے ۔ یہ اضافے دین نہیں ہیں بے دینی کی باتیں ہیں ۔ اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کو جو کسی بات کو اپنی طرف سے لکھ کر اُسے دین کا نام دیں بڑی زبردست خرابی کی وعید سنائی ہے آپ اس سے بچیئے ۔

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّآ أَيَّامًا
مَّعْدُودَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ أَمْ
تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾
بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّأَحَاطَتْ
بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ
النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ
أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں چند روز سے زیادہ ہرگز نہیں چھوئے گی۔ (اے رسول) آپ ان سے پوچھئے کیا تم نے اللہ سے (اس قسم کا) کوئی عہد لے لیا ہے (اگر عہد لے لیا ہے تو پھر تو تمہارا دعویٰ صحیح ہے اس لئے کہ) اللہ تعالےٰ اپنے عہد کے خلاف ہرگز نہیں کریگا (اور اگر عہد نہیں لیا ہے تو) کیا تم اللہ پر ایسی بات کا افتراء کرتے ہو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں ﴿۸۰﴾ (اللہ کے ہاں کسی کے لئے کوئی امتیازی رعایت نہیں) بلکہ (اس کا قانون سب کے لئے یکساں ہے) جو شخص بھی برے کام کریگا اور اس کے گناہ اسے گھیر لیں گے تو ایسے لوگ (یقیناً) دوزخی ہیں، وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۸۱﴾ اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کرتے رہیں گے تو ایسے ہی لوگ جنتی ہیں، وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۸۲﴾

معانی و مصادر (تَمَسَّ) مَسَّ، یَمَسُّ، مَسٌّ و مَسِیْسٌ (ن ف) چھونا۔
(مَعْدُوْدَۃً) عَدَّ، یَعُدُّ، عَدٌّ و تَعْدَادٌ (ن) گننا، خیال کرنا۔
(اَتَّخَذْتُمْ = اَاِتَّخَذْتُمْ) اِتَّخَذَ، یَتَّخِذُ، اِتِّخَاذٌ (باب افتعال) بنانا، لینا۔
(عَہْدًا) عَہِدَ، یَعْہَدُ، عَہْدٌ (س) وعدہ کرنا، عہد کرنا، پہچان لینا، حفاظت کرنا۔
(یُخْلِفُ) اَخْلَفَ، یُخْلِفُ، اِخْلَافٌ (باب افعال) وعدہ پورا نہ کرنا، وعدہ خلافی کرنا۔
(کَسَبَ) کَسَبَ، یَکْسِبُ، کَسْبٌ، وکِسْبٌ (ض) کمانا۔
(سَیِّئَۃٌ) سَاءَ، یَسُوْءُ، سَوْآءٌ، (ن) برا ہونا [سَیِّءٌ = قبیح۔ اس کا مؤنث سَیِّئَۃٌ ہے جس کے معنی برائی یا گناہ کے ہیں]
(خَطِیْئَۃٌ) خَطِیَ، یَخْطَأُ، خِطْأٌ وخِطْأَۃٌ (س) گناہ کرنا۔ [خَطِیْئَۃٌ = گناہ]
(خٰلِدُوْنَ) خَلَدَ، یَخْلُدُ، خُلُوْدٌ (ن) ہمیشہ رہنا۔
(اَحَاطَتْ) اَحَاطَ، یُحِیْطُ، اِحَاطَۃٌ (باب افعال) گھیر لینا۔
(عَمِلُوْا) عَمِلَ، یَعْمَلُ، عَمَلٌ (س) بنانا، عامل ہونا، صدقات جمع کرنا۔
(صٰلِحٰتُ) صَلُحَ، یَصْلُحُ و صَلَحَ، یَصْلُحُ و صَلَحَ، یَصْلُحُ، صَلَاحٌ وصُلُوْحٌ وصَلَاحِیَۃٌ (ک، ف، ن) ٹھیک ہونا۔ [صَالِحٌ = اچھا، ٹھیک۔ اس کا مؤنث صَالِحَۃٌ ہے۔ صَالِحَۃٌ = نیکی، اس کی جمع صٰلِحٰتٌ ہے]۔

تفسیر ان آیات میں اہل کتاب کی خوش فہمی اور اس خوش فہمی کی تردید کا ذکر ہے، ان کو خوش فہمی تھی کہ وہ اللہ تعالےٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَتِ الْیَہُوْدُ وَالنَّصٰرٰی — یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ — بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔
(المآئدۃ۔ ۱۸)

اس خوش فہمی کی بنیاد پر انہیں مزید خوش فہمی یہ تھی کہ وہ دوزخ میں چند روز سے زیادہ نہیں رہیں گے۔ وہ کہتے تھے کہ، اللہ تعالےٰ کے محبوب ہونے کی وجہ سے ہم دوزخ میں زیادہ عرصہ نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالےٰ نے اس خوش فہمی کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ تعالےٰ سے اس قسم کا کوئی عہد لیا ہے کہ وہ تمہیں زیادہ عرصہ دوزخ میں نہیں رکھے گا۔ اگر تم نے اللہ تعالےٰ سے کوئی عہد لے لیا ہے تو پھر تو تمہارا دعویٰ صحیح ہے اور اگر اللہ تعالےٰ سے تم نے کوئی عہد نہیں لیا ہے تو پھر تمہارا دعویٰ غلط ہے، تم اللہ تعالےٰ کی طرف ایسی بات منسوب کرتے ہو جس کا تمہیں خود بھی کوئی علم نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں کسی خاص خاندان اور نسب کی بنیاد پر کوئی رعایت نہیں ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ
(صحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، جزو ۲ ص ۳۴۷)

جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھائیگا۔

حدیث بالا کا مطلب واضح ہے، قیامت کے روز کسی کا نسب کچھ کام نہیں آئے گا، وہاں تو ایمان اور اعمال صالحہ کام آئیں گے اور اگر کسی شخص نے اعمال صالحہ کے بجائے گناہ کئے اور گناہوں نے اُسے ہر طرف سے گھیر لیا یعنی جو شخص گناہ کرتا ہی چلا گیا اور گناہوں کی کثرت ہو گئی تو پھر وہ یقیناً دوزخ میں جائیگا اسے دوزخ سے بچانے والی کوئی چیز نہ ہوگی۔ دوزخ سے تو وہی بچ سکتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتا رہے جو شخص ایسا کریگا وہ یقیناً جنتی ہوگا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝
(طٰہٰ۔ ۷۴ تا ۷۶)

جو شخص اپنے رب کے پاس اس حالت میں پہنچا کہ وہ (دنیا میں) گناہ کرتا رہا تھا تو اس کے لئے جہنم ہے جس میں اُسے نہ موت آئے گی اور نہ زندہ ہی رہے گا۔ (یعنی وہ دردناک تکلیف میں مبتلا ہوگا) اور جو شخص اپنے ربّ کے پاس اس حالت میں پہنچے گا کہ وہ مؤمن تھا اور اس نے (دنیا میں) نیک عمل کئے تھے تو ایسے لوگوں کے (بڑے) بلند درجات ہونگے یعنی ہمیشہ رہنے والے باغات جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ہے اس شخص کی جزاء جو (دنیا میں گناہوں سے) پاک رہا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝

(الٓمٓ تنزیل السجدۃ - ۱۹-۲۰)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کا ٹھکانہ باغات ہیں۔ یہ ان کی مہمانی ہوگی اُن اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے اور جن لوگوں نے (اللہ کی) نافرمانی کی تو ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جب کبھی وہ اس میں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اسی میں لوٹا دئے جائیں گے اور ان سے کہا جائیگا جس عذاب جہنم کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کا مزا چکھو۔

عمل

اے لوگو، صحیح معنوں میں ایمان لائیے، توحید پہ قائم رہیئے۔ نیک عمل کرتے رہیئے یہی چیزیں میدانِ محشر میں کام آئیں گی۔ آپ اس غلط فہمی میں نہ رہیئے کہ وہاں نسب کام آئیں گے یا بہترین امّت ہونے کا جو اعزاز آپ کو ملا ہے وہ آپ کے کام آئیگا یا اللہ تعالےٰ کے محبوب کی امّت ہونے کی وجہ سے آپ کو نجات مل جائے گی۔ اس قسم کی خوش فہمیاں اہل کتاب کو بھی تھیں انہیں عالمین پر فضیلت دی گئی تھی، انہیں منتخب کیا گیا تھا۔ ان کے خاندان میں یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام آتے رہے تھے۔ انہی باتوں پر انہیں ناز تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے اس ناز کی تردید کردی اور صاف صاف فرمادیا کہ نجات کا دارومدار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ گناہ کرکے اس خوش فہمی میں رہنا کہ ہمارے نسب یا کسی بزرگ سے ہماری نسبت یا ہمارے دنیاوی اعزاز اس گناہ کی معافی کا سبب بن جائیں گے دھوکا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے صاف فرمادیا ہے :۔

لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۝

(النسآء ۱۲۳ - ۱۲۴)

(اے ایمان والو انجات کا دارومدار) نہ تمہاری خوش فہمیوں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی خوش فہمیوں پر، جو شخص بھی بُرا عمل کریگا اُسے اس کی سزا ملے گی اور وہ اللہ کے علاوہ نہ کسی کو اپنا کارساز پائیگا اور نہ مددگار اور جو شخص مرد ہو یا عورت نیک عمل کریگا بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ
اِحْسَانًا وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ
الْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ
اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ
اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَ
اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ
وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ
ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ

هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ
فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ
عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ
اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ
اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ
وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ
يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ
الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ
وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٨٦﴾

ترجمہ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا، والدین، اقرباء، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا، لوگوں سے اچھی بات کہنا، نماز کو قائم رکھنا، زکوٰۃ ادا کرتے رہنا تو (اے بنی اسرائیل) چند لوگوں کے علاوہ تم سب (اس عہد سے) پھر گئے اور (ابھی تک اُس سے) روگردانی کر رہے ہو ﴿۸۳﴾ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو اس کے ملک سے نکالنا تو تم نے (ان باتوں کا) اقرار کیا تھا اور تم بھی اس بات پر گواہ ہو ﴿۸۴﴾ (اور اے بنی اسرائیل) پھر تم ہی ہو کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو، اپنے میں سے بہت سے لوگوں کو ان کے وطن سے نکال دیتے ہو، ان کے مقابلہ میں گناہ اور ظلم کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آتے ہیں تو فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو (تم سمجھتے ہو کہ فدیہ دے کر نہ چھڑانا حرام ہے) حالانکہ ان کو (ان کے ملک سے) نکالنا بھی تو تم پر حرام تھا۔ (ایک حرام کام سے پرہیز کرتے ہو اور دوسرے حرام کام کو بیدھڑک کر گذرتے ہو) تو کیا تم کتاب (الٰہی) کے بعض (احکام) پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو (خبردار ہو جاؤ) جو لوگ تم میں سے ایسا کام کرتے ہیں ان کے لئے اور کوئی بدلہ نہیں سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی نصیب ہوگی اور قیامت کے دن اس سے بھی زیادہ سخت عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے (اور اے بنی اسرائیل خبردار ہو جاؤ) جو عمل تم کر رہے ہو اللہ ان سے غافل نہیں ہے ﴿۸۵﴾ (اے ایمان والو) یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا خریدی لہٰذا (یہ لوگ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے پھر نہ) ان پر عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ کوئی ان کی مدد کر سکے گا ﴿۸۶﴾

معانی و مصادر (مِیْثَاق) وَاثَقَ، یُوَاثِقُ، وِثَاقٌ و مُوَاثَقَةٌ (باب مفاعلہ) عہد کرنا۔
(مشتق ہے عہد سے)

(تَعْبُدُوْنَ) عَبَدَ، يَعْبُدُ، عِبَادَةٌ، عُبُوْدَةٌ، عُبُوْدِيَّةٌ (ن) ایک ماننا، عبادت کرنا، اطاعت کرنا۔
(قُرْبٰى) قَرِبَ، يَقْرَبُ وقَرُبَ، يَقْرُبُ، قُرْبٌ وقُرْبَانٌ (س۔ك) قریب ہونا [قُرْبٰى = رشتہ میں قریب ہونا]
(يَتٰمٰى) يَتَمَ، يَيْتِمُ يُتْمٌ (ض، س، ك) بے باپ کا ہونا۔
(مَسٰكِيْنَ) سَكَنَ، يَسْكُنُ، سُكُوْنٌ (ن) وسَكُنَ، يَسْكُنُ، سُكُوْنَةٌ (ك) محتاج ہونا۔ مسکین ہونا۔
(حُسْنًا) حَسُنَ، يَحْسُنُ، حُسْنٌ (ن، ك) اچھا ہونا، خوبصورت ہونا۔
(اٰتُوا) اٰتٰى، يُؤْتِيْ، اِيْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔
(تَوَلَّيْتُمْ) تَوَلّٰى، يَتَوَلّٰى، تَوَلٍّ (باب تَفَعُّلٌ) متولی ہونا، دوست بنانا، منہ موڑنا، پیٹھ موڑنا۔
(مُعْرِضُوْنَ) اَعْرَضَ، يُعْرِضُ، اِعْرَاضٌ (باب افعال) رُک جانا، روگردانی کرنا۔
(تَسْفِكُوْنَ) سَفَكَ، يَسْفِكُ، سَفْكٌ (ض) بہانا۔
(دِمَاءَ) دَمِيَ، يَدْمٰى، دَمًى ودَمِيٌّ (س) خون بہنا، [دِمَاءٌ = دَمٌ کی جمع، خون]
(دِيَارِ) دَارَ، يَدُوْرُ، دَوْرٌ ودَوَرَانٌ (ن) چکر لگانا [دِيَارٌ = دَارٌ کی جمع، گھر، شہر]
(اَقْرَرْتُمْ) اَقَرَّ، يُقِرُّ، اِقْرَارٌ (باب افعال) اقرار کرنا، اعتراف کرنا۔
(تَشْهَدُوْنَ) شَهِدَ، يَشْهَدُ وشَهُدَ، يَشْهُدُ، شَهَادَةٌ (س۔ك) گواہی دینا۔
(فَرِيْقَ) فَرَقَ، يَفْرُقُ، فَرْقٌ وفُرْقَانٌ (ض ن) علیحدہ کرنا، پھاڑنا [فَرِيْقٌ = جماعت]۔
(تَظٰهَرُوْنَ) تَظَاهَرَ، يَتَظَاهَرُ، تَظَاهُرٌ (باب تفاعل) ظاہر کرنا، ظاہر ہونا، مدد کرنا۔
(اِثْمٌ) اَثِمَ، يَاْثَمُ، اِثْمٌ واَثَمٌ واَثَامٌ ومَاْثَمٌ (س) گناہ کرنا۔
(عُدْوَانٌ) عَدٰى، يَعْدُوْ، عَدْوٌ وعُدْوَانٌ وعُدُوٌّ وعَدَاءٌ (ن) ظلم کرنا، زیادتی کرنا۔
(جَزَاءٌ) جَزٰى، يَجْزِيْ، جَزَاءٌ (ض) بدلہ دینا۔
(خِزْيٌ) خَزِيَ، يَخْزٰى، خِزْيٌ وخَزًى (س) ذلیل ہونا، بلا میں گرفتار ہونا۔
(يُرَدُّوْنَ) رَدَّ، يَرُدُّ، رَدٌّ ومَرَدٌّ ومَرْدُوْدٌ (ن) پھیرنا، لوٹانا، قبول نہ کرنا۔
(اَشَدُّ) شَدَّ، يَشُدُّ، شَدٌّ (ن) بلند ہونا، مضبوط کرنا، گرہ لگانا [اَشَدُّ = شدید سے اسم تفضیل ہے]۔
(غَافِلٌ) غَفَلَ، يَغْفُلُ، غُفُوْلٌ وغَفْلَةٌ وغَفَلٌ (ن) بھولنا، غافل ہونا۔
(اشْتَرَوْا) اِشْتَرٰى، يَشْتَرِيْ، اِشْتِرَاءٌ (باب افتعال) خریدنا۔
(يُخَفَّفُ) خَفَّفَ، يُخَفِّفُ، تَخْفِيْفٌ (باب تفعیل) ہلکا کرنا۔

تفسیر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جو عہد لئے تھے ان کا بیان اسی سورت کی آیت نمبر ۴۰ کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔ اُن عہود میں سے بہت سے عہود کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان

آیات میں کیا ہے ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ :۔

۱ ۔ اللہ تعالےٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں ۔
۲ ۔ والدین ، اقرباء ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی و بھلائی کرتے رہیں ۔
۳ ۔ لوگوں سے خوش گفتاری و خوش اخلاقی سے بات کریں ۔
۴ ۔ نماز کو قائم کریں ۔
۵ ۔ زکوٰۃ ادا کریں ۔
۶ ۔ خونریزی نہ کریں ۔
۷ ۔ کسی کو جلا وطن نہ کریں ۔

بنی اسرائیل نے اقرار کیا کہ وہ ان عہد پر قائم رہیں گے ۔ لیکن چند لوگوں کے علاوہ سب ان عہد سے پھر گئے ۔ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے ۔ ایک دوسرے کو جلا وطن کرتے تھے ۔ ظلم و زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے لیکن ایک بات یہ ضرور کرتے تھے کہ وہ شخص جس کو انہوں نے جلا وطن کیا تھا ، جب دوسرے ملک میں قید ہو جاتا یا غلام بنا لیا جاتا تو اس کا فدیہ دے کر اُسے چھڑا لیا کرتے تھے ۔ احکام الٰہی میں سے صرف اس حکم پر شدت سے عمل کرتے اور اس کی خلاف ورزی کو حرام سمجھتے تھے ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اس کا جلا وطن کرنا بھی تو تم پر حرام تھا ۔ پھر تم نے اس حکم الٰہی کا لحاظ کیوں نہ رکھا ۔ تم کسی حکم پر عمل کرتے ہو اور کسی حکم پر عمل نہیں کرتے ۔ تو کیا تم کتاب الٰہی کے بعض احکام پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو ۔ جو شخص احکام الٰہی میں سے بعض احکام کی تعمیل کرے اور بعض احکام کی خلاف ورزی کرے تو اس کی سزا اس کو دنیا میں بھی ملے گی اور آخرت میں بھی ۔ دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں اس سے بھی زیادہ سخت عذاب ہوگا ۔ ان کی ذلت و رسوائی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا ۔ (آل عمران ۔ ۱۱۲)

ذلت اور رسوائی ان پر مسلط کر دی گئی ہے (یہ لوگ) جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے (ذلت و رسوائی میں گرفتار نظر آئیں گے) ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ (البقرۃ ۔ ۶۱)

ذلت اور مفلسی ان پر مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے ۔

آخر میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے محض دنیا کی خاطر بعض احکام الٰہی پر عمل نہیں کیا اور اپنی آخرت کو خراب کر لیا ، گویا انہوں نے آخرت کو بیچ کر دنیا کو خرید لیا ۔ آخرت

ہیں ان پر بہت سخت عذاب ہوگا۔ اس عذاب میں تخفیف کبھی نہیں ہوگی۔ دنیا میں وہ ظلم و زیادتی پہ ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے، وہاں وہ ایسا نہ کر سکیں گے۔ بے یار و مددگار دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیجئے، آپ نے کلمۂ شہادت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ آپ صرف اس کو حاکم و معبود مانیں گے لہذا اب اس کے احکام کی تعمیل کیجئے۔ صرف اسی کی عبادت کیجئے۔ آپ نے اس کلمہ میں یہ بھی عہد کیا ہے کہ آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانیں گے۔ لہذا اب اس عہد کو بھی پورا کیجئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کیجئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو احکام الٰہی ملیں صرف انہیں ہی احکام الٰہی سمجھئے۔ احکام الٰہی کے ملنے کا دوسرا کوئی ذریعہ اور واسطہ نہیں لہذا اس ذریعہ اور واسطہ کو مضبوطی سے پکڑے رہئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو سکتی ہے لہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ
(النساء - ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمارے لئے ہادی و رہبر، امام و پیشوا، نمونہ اور واسطہ ہیں لہذا دوسرے تمام واسطوں کو چھوڑ دیجئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ مان کر بس ان کی اتباع کرتے رہئے۔ ایسا نہ کیجئے کہ دنیا کمانے کی خاطر بعض احکام الٰہی پر عمل کریں اور بعض پر عمل نہ کریں۔ یہ تو بہت بُری بات ہے بلکہ آیات زیر تفسیر کی رُو سے یہ بات احکام الٰہی کے ساتھ کفر ہے۔ تمام احکام پر عمل کیجئے، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جائیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝
(البقرۃ - ۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

آخرت کو بیچکر دنیا نہ خریدیئے۔ ایسی صورت میں جو عذاب ہوگا اس میں کوئی تخفیف نہیں ہوگی اور نہ کہیں سے مدد ہی مل سکے گی۔ اللہ تعالیٰ سے ڈریئے اور جہاں تک ہو سکے اس کے تمام احکام پر عمل کیجئے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا
مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى
ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ
الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا
لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا
كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ پھر ان کے بعد بہت سے رسول بھیجے (منجملہ ان کے) ابن مریم (بھی تھے جن) کو ہم نے کھلی نشانیاں عطاء کی تھیں اور روح القدس (یعنی جبرئیل) سے ان کو مدد دی تھی (لیکن اے بنی اسرائیل تم نے کبھی بھی کسی رسول کی صحیح معنوں میں اطاعت نہیں کی) جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لے کر آیا جن پر عمل کرنے کو تمہارا دل نہیں چاہتا تھا تو تم نے سرکشی کی (اور ان احکام پر عمل نہیں کیا) بلکہ ان رسولوں میں سے ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کر دیا ﴿۸۷﴾

معانی ومصادر (قَفَّيْنَا) قَفّٰى۔ يُقَفِّيْ، تَقْفِيَةٌ (باب تفعیل) پیچھے بھیجنا۔ [اس کا مادّہ "ق ف و" اور "ق ف ی" ہے]

(بَيِّنٰت) بَانَ، يَبِيْنُ، بَيَانٌ و تِبْيَانٌ (ض) واضح ہونا، ظاہر ہونا۔ [بائن اسم فاعل ہے۔

بَيِّنٌ اسم صفت ہے، اس کا مؤنث بَيِّنَةٌ ہے، اس کے معنی ہیں دلیل اور اس کی جمع بَيِّنٰت ہے۔
(اَيَّدْنَا) اَيَّدَ، يُؤَيِّدُ، تَاْيِيْدٌ (باب تفعیل) تقویت پہنچانا۔ ثابت رکھنا۔
(قُدُّوس) قَدُسَ، يَقْدُسُ، قُدْسٌ وقُدُسٌ (ك) پاک ہونا و بابرکت ہونا۔
(جَاءَ) جَاءَ، يَجِيْءُ و يَجُوْءُ، مَجِيْئٌ و مَجِيْئَةٌ وجَيْءٌ وجَيْئَةٌ (ض، ن) آنا۔
(تَهْوٰى) هَوِيَ، يَهْوٰى، هَوًى (س) خواہش ہونا، پسند کرنا۔
(اِسْتَكْبَرْتُمْ) اِسْتَكْبَرَ، يَسْتَكْبِرُ، اِسْتِكْبَارٌ (باب استفعال) تکبر کرنا، بڑا ہونا۔
(كَذَّبْتُمْ) كَذَّبَ، يُكَذِّبُ، تَكْذِيْبٌ (باب تفعیل) جھٹلانا۔

تفسیر اللہ تعالیٰ نے پھر بنی اسرائیل کو اپنے احسان جتائے۔ احسان جتانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ احسان فراموشی نہ کریں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔
اللہ تعالیٰ نے پہلا احسان یہ جتایا کہ اس نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کتاب دی تاکہ اس کے ذریعے بنی اسرائیل منزل مقصود تک بآسانی پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (البقرۃ - ۵۳)

اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور حق و باطل میں تمیز کرنے والی چیز عطاء فرمائی تاکہ تم ہدایت یاب ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ○ (الٓمّٓ تنزیل السجدۃ - ۲۳)

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی تو (اے رسول) آپ اس کے ملنے میں شک نہ کرنا ہم نے اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ذریعہ ہدایت بنایا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً (الاعراف - ۱۴۵)

ہم نے موسیٰ کے لئے تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت لکھ دی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ○ (الاعراف - ۱۵۴)

ان تختیوں میں جو کچھ تحریر تھا اس میں ان لوگوں کے لئے جو اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دوسرا احسان یہ جتایا کہ (قَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ) موسیٰ علیہ السلام

کے بعد بہت سے رسول بھیجے تاکہ ان کے فیض صحبت اور ان کے وعظ و نصیحت کی برکت سے بنی اسرائیل ہر قسم کی ترقی کی راہ پر گامزن رہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔
(الٓمّٓ تنزیل السجدۃ - ۲۴)

ہم نے بنی اسرائیل میں (بہت سے) امام بنائے جو ہمارے حکم سے ان کو (صحیح راستہ کی) رہنمائی کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
كَانَتْ بَنُوْا اِسْرَآئِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، جزء ۴ ص ۲۰۶ و صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بالوفاء ببیعۃ الخلفاء الاول فالاول جزء ۲ ص ۱۳۲)

بنی اسرائیل میں سیاست کے فرائض انبیاء انجام دیا کرتے تھے، جب ایک نبی کا انتقال ہو جاتا تھا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا تھا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے تیسرا احسان یہ جتایا کہ اس نے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کو کھلی نشانیاں اور معجزات عطاء فرمائے جن کی موجودگی میں عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت میں کوئی شک کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ پھر روح القدس سے ان کی تائید فرما کر مزید احسان فرمایا لیکن افسوس کہ بنی اسرائیل ان تمام احسانات کے باوجود سرکشی کرتے رہے۔ روح القدس کی تائید کا ذکر اللہ تعالےٰ نے کئی جگہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔
(البقرۃ - ۲۵۳)

ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلی نشانیاں عطاء فرمائی تھیں اور روح القدس سے ان کو تقویت پہنچائی تھی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔
(المآئدۃ - ۱۱۰)

جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ بن مریم میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کی تھی اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب میں نے تمہیں روح القدس کے ذریعہ تقویت پہنچائی تھی۔

روح القدس سے مراد جبریل ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہوتا ہے:۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○

(البقرۃ - ۹۷)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہے (تو وہ اپنا ہی نقصان کر رہا ہے) اس لئے کہ بیشک اُس نے تو یہ (قرآن) اللہ کے حکم سے آپ کے قلب پر اُتارا ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○

(النحل - ۱۰۲)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ یہ (قرآن) روح القدس نے اپنے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ اُتارا ہے تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور مسلمین کے لئے ہدایت اور بشارت کا ذریعہ بنے۔

پہلی آیت میں قرآن مجید اتارنے والے کا نام جبریل ہے اور دوسری آیت میں اتارنے والے کا نام روح القدس ہے، لہذا ثابت ہوا کہ روح القدس سے مراد حضرت جبریل ہیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسّان بن ثابت سے فرمایا تھا:۔

اَجِبْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تم (اپنے اشعار میں مشرکین کو) جواب دو۔

یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں اس طرح دعاء کی:۔

اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

اے اللہ روح القدس کے ذریعہ حسّان کو تقویت پہنچا۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الشعر فی المسجد جزء اول ص۱۲۲ وکتاب الادب باب ھجاء المشرکین جزء ۸ ص۲۵، وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل حسّان جزء ۲ ص۳۹۴)

پھر آپؐ نے حضرت حسّانؓ سے فرمایا:۔

اُهْجُهُمْ اَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيْلُ مَعَكَ

کفار کی ہجو بیان کرو، جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرجع

النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب
جزء ۵ ص۱۴۲ وکتاب الادب باب ھجاء
المشرکین جزء ۸ ص۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے یہ بھی فرمایا تھا۔

اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا یَزَالُ یُؤَیِّدُکَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ (صحیح مسلم باب فضائل حسان رض جزء ۲ ص۳۹۵)

بے شک روح القدس ہمیشہ تمہیں تقویت پہنچاتا رہے گا جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جواب دیتے رہو گے۔

ان احادیث سے بھی ثابت ہوا کہ روح القدس سے مراد حضرت جبریل ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے مندرجہ بالا احسانوں کے جتانے کے بعد فرمایا کہ اے بنی اسرائیل تم ناشکری ہی کرتے رہے۔ جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول آتا اور وہ ایسی تعلیم پیش کرتا جو تم کو ناگوار گذرتی تو تم تکبر کرتے اور سرکشی کرتے تھے۔ اسی بنیاد پر تم نے بعض نبیوں کی تکذیب کی اور بعض نبیوں کو تم نے قتل کر ڈالا۔

اللہ تعالےٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمْ رُسُلًا کُلَّمَا جَآءَھُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَھْوٰٓی اَنْفُسُھُمْ فَرِیْقًا کَذَّبُوْا وَ فَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ ○ (المآئدۃ - ۷۰)

ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے لیکن جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ایسی بات لے کر آیا جو ان کے نفوس کو ناگوار گذرتی تو وہ بعض نبیوں کو جھٹلا دیتے اور بعض نبیوں کو قتل کر دیتے۔

الغرض اللہ تعالےٰ آیت زیر تفسیر میں بنی اسرائیل کی سرکشی اور انعامات الٰہی کی ناشکری کا ذکر کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو تنبیہ فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسم کی تسلی دیتا ہے کہ یہ قوم ہی ایسی ہے کہ جب کبھی ان کی مرضی کے خلاف کسی نبی نے کوئی بات کہی تو یہ اس کو جھٹلا دیا کرتے تھے یا اُسے قتل کر دیا کرتے تھے لہذا (اے رسول) آپ کو رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے کہ یہ آپ کی تعلیمات پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ یہ تو اپنی خواہشات پر چلنے والے ہیں، یہ کیسے آپ کی تعلیمات کو مان کر اس پر چلیں گے۔

عمل

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو شریعت اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائی ہے اس پر ایمان لائیے اور اس پر خلوص کے ساتھ عمل کیجئے۔ شریعت کے بعض احکام اگرچہ آپ کی طبع پر بار گذریں تاہم ان پر ایمان لائیے اور ان پر عمل کیجئے۔ احکام الٰہی کا طبع پر بار گذرنا ایمان کی علامت نہیں۔ آپ اپنے ایمان کی اصلاح کیجئے۔ اپنی خواہشات کو احکام الٰہیہ کا تابع کر دیجئے اور اسی میں خوشی محسوس کیجئے۔ شریعت کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش نہ کیجئے، نہ کسی حیلہ سے شریعت کے احکام میں تبدیلی کیجئے۔ طبیعت کو ایسا بنائیے کہ شریعت کے احکام آپ کو اچھے معلوم ہوں پھر ان پر دل کی کشادگی اور خندہ پیشانی سے عمل کیجئے۔

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَل لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾

ترجمہ اہل کتاب (ایمان والوں سے) کہتے ہیں ہمارے دل غلاف میں (محفوظ) ہیں (ان پر تمہارا رنگ نہیں چڑھ سکتا۔ نہیں بات یہ نہیں ہے جو یہ کہہ رہے ہیں) بلکہ ان کی (ہٹ دھرمی اور) حق پوشی کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے (یہ رحمت سے دور کر دئے گئے ہیں) یہی وجہ ہے کہ یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں ﴿۸۸﴾

معانی و مصادر (قَالُوْا) قَالَ، یَقُوْلُ، قَوْلٌ وقَالٌ وقِیْلٌ وقَوْلَۃٌ ومَقَالٌ ومَقَالَۃٌ (ن) کہنا۔

(غُلْف) غَلَفَ، یَغْلُفُ، غَلْفٌ (ن) ڈھانکنا۔ غلاف میں رکھنا [غُلْفٌ، اَغْلَفُ کی جمع ہے، اَغْلَفُ کے معنی وہ چیز جو غلاف میں بند ہو]

(لَعَنَ) لَعَنَ، یَلْعَنُ، لَعْنٌ (ف) لعنت کرنا، خیر سے دور کر دینا۔

(کُفْر) کَفَرَ، یَکْفُرُ، کُفْرٌ و کَفْرٌ (ن) چھپانا، انکار کرنا۔

(قَلِیْلٌ) قَلَّ، یَقِلُّ، قِلٌّ وقُلٌّ وقِلَّۃٌ (ض) کم ہونا [قلیل = کم]

(یُؤْمِنُوْنَ) اٰمَنَ، یُؤْمِنُ، اِیْمَانٌ (باب افعال) ایمان لانا، یقین کرنا۔

تفسیر اہل کتاب کو جب نصیحت کی جاتی اور ایمان لانے کے لئے کہا جاتا تو وہ مؤمنین سے صاف صاف کہہ دیا کرتے تھے کہ ہمارے دل غلافوں میں محفوظ و مامون ہیں، ہم تمہاری باتوں سے متاثر نہیں ہو سکتے۔ ہمارے قلوب میں جو ایمان ہے اس کو نکالنا آسان نہیں ہم تو بس اپنی کتاب پر ایمان لاتے ہیں، کسی دوسری چیز پر نہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے اس قول کو نقل کرتا ہوا فرماتا ہے:۔

قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَہٗ۔ (البقرۃ - ۹۱)

اہل کتاب کہتے ہیں کہ ہم تو اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی اور جو اس کے علاوہ ہے اس کا انکار کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا جس غلاف پر یہ فخر کر رہے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالےٰ کی لعنت

کا خلاف ہے۔ ان کے دلوں پر اللہ تعالےٰ کی لعنت کے پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی کی وجہ سے ان پر مہر لگ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان مشکل ہی سے داخل ہوتا ہے۔ یہ لوگ رحمت سے دور کر دئے گئے ہیں لہٰذا ایمان کی دولت جو رحمت کا سبب ہے ان کو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی مضمون کو اللہ تعالےٰ ایک اور جگہ اس طرح بیان فرماتا ہے:۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

(النسآء۔ ۱۵۵)

(اللہ نے) اہل کتاب پر ان کے عہد کو توڑ دینے، اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرنے یا ان کو چھپانے اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور ان کے اس کہنے کے سبب کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں (لعنت کر دی ہے، ان کے دل غلاف میں نہیں ہیں) بلکہ اللہ نے ان کے کفر اور حق پوشی کے باعث ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان میں سے چند ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔

آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے ایک طرف اہل کتاب کو تنبیہ کی، ان کی بد باطنی کی طرف اشارہ فرما کر ان کو مجرم قرار دیا تو دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اہل کتاب کی ہٹ دھرمی پر رنج و افسوس نہ کریں۔ ان کی تو ہمیشہ سے یہی طینت رہی ہے، کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جس نبی پر بھی ایمان لائے تو چند ہی لوگ ایمان لائے پہلے بھی ان کی اکثریت نے ایمان قبول نہیں کیا۔ کسی نبی کو جھٹلا دیا اور کسی کو قتل کر دیا لہٰذا ان سے ایمان کی توقع رکھنا بے سود ہے۔

عمل

اے لوگو بنی اسرائیل کی عادتوں سے بچیئے، حق بات کو نہ چھپائیے، حق کو ظاہر کیجئے اور اس کی اشاعت کیجئے، حق کے راستہ میں فرقہ بندی اور اسلاف کی محبت کو نہ آنے دیجئے۔ اسلاف کی محبت درحقیقت یہی ہے کہ حق کے مقابلہ میں ان کی بات تسلیم نہ کیجئے۔ ہٹ دھرمی نہ کیا کیجئے۔ جو بات حق ہو اُسے تسلیم کر لیا کیجئے۔ اپنی برتری کے خیال سے حق کو نہ ٹھکرائیے، اپنی غلطی پر فخر نہ کیجئے، اپنی ضلالت کی مدافعت نہ کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ۔

وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو۔

ایک شخص نے کہا (اے اللہ کے رسول)
اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَّ نَعْلُہٗ حَسَنَۃً۔

بے شک آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کی جوتی اچھی ہو (کیا اچھی چیز کو پسند کرنا بھی تکبر میں داخل ہے؟)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْکِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔
(صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر و بیانہ جزء اول ص ۵۱-۵۲)

بے شک اللہ خوبصورت ہے، خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (تکبر یہ نہیں ہے) تکبر تو یہ ہے کہ حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

حق کو تسلیم نہ کرنا تکبر ہے اور تکبر جس شخص میں ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا لہٰذا حق کو کبھی نہ ٹھکرائیے، فوراً تسلیم کیجیے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ
يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا
جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ
اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا
بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ
بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩٠﴾

ترجمہ اور جب ان لوگوں کے پاس اللہ کی طرف سے (وہ) کتاب آگئی جو ان کی کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور (جس پر ایمان لانے اور جس پر عمل کرنے کا وعدہ کرکے) یہ پہلے کافروں پہ فتح (پانے کی دعائیں) مانگا کرتے تھے تو (ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس پر ایمان لے آتے لیکن ہوا یہ کہ) جب وہ چیز جس کو یہ اچھی طرح پہچان بھی گئے ان کے پاس آگئی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا (ایسے) کافروں پہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے (۸۹) وہ چیز بہت بری ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا وہ یہ کہ محض ضد (اور حسد) کی وجہ سے انہوں نے اس (کتاب) کا انکار کر دیا جو اللہ نے اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہا نازل فرما دی (وہ اس کتاب کا انکار کرکے) غضب بالائے غضب میں گرفتار ہو گئے۔ (ایسے) کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے (۹۰)

معانی و مصادر (مُصَدِّقٌ) صَدَّقَ، یُصَدِّقُ، تَصْدِیْقٌ (باب تفعیل) تصدیق کرنا۔
(یَسْتَفْتِحُوْنَ) اِسْتَفْتَحَ، یَسْتَفْتِحُ، اِسْتِفْتَاحٌ (باب استفعال) کھولنا۔ فتح طلب کرنا۔
(عَرَفُوْا) عَرَفَ، یَعْرِفُ، عِرْفَةٌ وعِرْفَانٌ ومَعْرِفَةٌ (ض) پہچاننا۔
(اِشْتَرَوْا) اِشْتَرٰی، یَشْتَرِیْ، اِشْتِرَاءٌ (باب افتعال) خریدنا، بیچنا۔
(بَغْیًا) بَغٰی، یَبْغِیْ، بُغَاءٌ وبَغْیٌ وبُغْیَةٌ (ض) طلب کرنا، تلاش کرنا، نافرمانی کرنا، ظلم کرنا، حد سے تجاوز کرنا۔
(یُنَزِّلَ) نَزَّلَ، یُنَزِّلُ، تَنْزِیْلٌ (باب تفعیل) اُتارنا۔
(فَضْلٌ) فَضَلَ، یَفْضُلُ، وفَضِلَ، یَفْضَلُ، فَضْلٌ (ن، س) باقی بچنا، زیادہ ہونا، فضل میں غلبہ دینا۔
(یَشَآءُ) شَآءَ، یَشَآءُ، شَیْءٌ، ومَشِیْئَةٌ ومَشَآءَةٌ ومَشَائِیَةٌ (ف) چاہنا۔
(بَآءُوْ) بَاءَ، یَبُوْءُ، بَوْءٌ (ن) لوٹنا، اعتراف کرنا، لوٹانا۔
(غَضَبٍ) غَضِبَ، یَغْضَبُ، غَضَبٌ ومَغْضَبَةٌ (س) غصّہ کرنا۔
(مُهِیْنٌ) اَهَانَ، یُهِیْنُ، اِهَانَةٌ (باب افعال) اہانت کرنا، ذلیل کرنا۔

تفسیر بنی اسرائیل کو جو نعمتیں اللہ تعالےٰ نے دی تھیں اور جن فضیلتوں سے ان کو نوازا تھا ان کی وجہ سے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ اب اگر اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کی بارش ہو گی تو ہم ہی پر ہو گی، نبوت اگر کسی کو ملے گی تو ہم کو ملے گی، دوسری کوئی قوم اس کی مستحق نہیں ہے لیکن جب اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے بنی اسمٰعیل میں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا فرمائی تو انہیں یہ بات ناگوار گذری۔ انہیں بنی اسمٰعیل سے

حسد پیدا ہو گیا۔ حسد کی آگ میں وہ اس قدر جلے کہ حق کو پہچاننے کے باوجود انہوں نے حق کا انکار کر دیا۔ حالانکہ ایک وقت وہ تھا جب وہ اسی حق کے واسطے اور وسیلے سے اللہ تعالےٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

قرآن مجید نازل ہوا، قرآن مجید نے بنی اسرائیل کی کتاب کی تصدیق کی، یہ بات بنی اسرائیل کے لئے خوش کن ہونی چاہئے تھی۔ مزید برآں قرآن مجید کے وہ منتظر تھے۔ اس پر ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے کا عہد کر کے کافروں کے مقابلہ میں فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی علامات سے بھی وہ واقف تھے، ان علامات کو دیکھ کر وہ قرآن مجید کو پہچان بھی گئے تھے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود انہوں نے قرآن مجید کا انکار کیا اور اللہ تعالےٰ کی لعنت کے مستحق ہو گئے۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ اسلام قبول کر کے جان کو خطرہ میں ڈالیں اور اپنے اعزاز کو دوسری قوم میں منتقل ہوتا ہوا دیکھ کر اپنی ذلت گوارا کر لیں لہذا انہوں نے اسلام کا انکار کیا اور اسلام کا انکار کر کے انہوں نے اپنی جانوں کا سودا کر لیا۔ اپنی جانوں کو دوزخ کے حوالے کر دیا اور اس کے بدلے میں دنیا خرید لی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جس دنیا کے بدلہ انہوں نے اپنی جانوں کو تباہی میں ڈال دیا وہ دنیا ان کے حق میں بہت بُری ہے۔ نبوت اللہ تعالےٰ کا ایک فضل ہے۔ وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے عطاء فرماتا ہے۔ اس کے فضل پر کسی قوم کا ٹھیکہ نہیں ہے اور نہ نبوت کسی خاص قوم کی میراث ہے۔ بنی اسرائیل نہیں چاہتے تھے کہ نبوت کسی دوسرے خاندان میں چلی جائے لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کی خواہش اور حسد کی کوئی پرواہ نہیں کی، نبوت ان کے خاندان سے چھین کر دوسرے خاندان کو دے دی۔ اللہ تعالےٰ اپنا فضل جس پر چاہتا ہے نازل فرماتا ہے، اس کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

(الحدید - ۲۸-۲۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ (اگر تم ایسا کرو گے تو) اللہ تم کو دوگنی رحمت سے نوازیگا، تمہارے لئے روشنی کر دیگا جس میں تم چلو گے، تم کو بخش دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے (یہ باتیں اس لئے بیان کی جا رہی ہیں) کہ اہل کتاب کو معلوم ہو جائے کہ وہ اللہ کے فضل پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے۔ فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہے دیدے، اور اللہ (کے ہاں فضل کی کمی بھی نہیں وہ تو) بڑے فضل والا ہے۔

بنی اسرائیل نے محض حسد کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔ حق کا انکار اور وہ بھی محض ضد، بغض، ہٹ دھرمی اور حسد کی بنیاد پر بڑا سنگین جرم ہے، یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل اللہ تعالےٰ کے غضب بالائے غضب میں گرفتار ہوئے اور ان کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔

بنی اسرائیل کے حسد کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔

(النسآء ۔ ۵۴)

کیا بنی اسرائیل لوگوں سے اس بات پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان لوگوں کو اپنے فضل سے نوازا ہے (اور بنی اسرائیل کو محروم کر دیا ہے)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ۔

(البقرۃ ۔ ۱۰۹)

اے ایمان والو! اگرچہ اہل کتاب پر حق ظاہر ہو چکا ہے تاہم دلی حسد کی وجہ سے ان میں سے بہت سے لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ (کسی طرح) تم کو ایمان لانے کے بعد پھر کافر بنا دیں۔

مندرجہ بالا آیتوں میں بنی اسرائیل کے حسد کا واضح ثبوت ہے۔

عمل

اے لوگو، حق کا کبھی انکار نہ کیجئے، ہٹ دھرمی اور آپس کی ضد کی وجہ سے حق کو نہ ٹھکرائیے، حق کسی قوم یا جماعت کی میراث نہیں۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے دیدے۔ لہذا حق کو حاصل کیجئے خواہ وہ کسی کے پاس ملے۔

حق کو جاننے اور پہچاننے کے بعد اپنے فرقہ وارانہ مذہب پر نہ اڑے رہئے۔ اپنے مذہب اور نظریہ کو حق پر قربان کر دیجئے۔ قرآن مجید و حدیث حق اور معیارِ حق ہے۔ اس معیار پر اپنے اپنے مذاہب اور نظریات کو پرکھئے۔ اگر وہ اس معیارِ حق پر پورے اترتے ہیں تو انہیں اختیار کیجئے ورنہ مسترد کر دیجئے۔ ایمان اسی کا نام ہے۔

اپنی ذات، اپنے خاندان اور اپنے ملک پر فخر نہ کیجئے، اپنی ذات اپنے خاندان اور اپنے ملک کو بڑائی اور فضیلت کا ٹھیکیدار نہ سمجھئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ۔

(صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب الصفات)

بے شک اللہ تعالےٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ تم لوگ تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر فخر نہ کرے۔

التی یعرف بہا فی الدنیا اھل الجنۃ
واھل النار جزء ۲ ص۵۴۳)

اے لوگو! حسد نہ کیجئے۔ حسد بہت بری چیز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَاتَحَاسَدُوْا (صحیح بخاری کتاب الادب باب ما ینہی عن التحاسد جزء ۸ ص۲۳ و صحیح مسلم کتاب البر باب النہی عن التحاسد جزء ۲ ص۴۲۲)

آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ
بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا
مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ
مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ
جَاءَكُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ
الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ﴿۹۲﴾
وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ
الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ

وَاسْمَعُوا قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا
فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا
يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٩٣﴾

ترجمہ اور جب ان (اہل کتاب) سے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالےٰ نے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر) نازل کی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی اور جو کتاب اس کے علاوہ ہے اسکا وہ انکار کرتے ہیں، حالانکہ وہ (کتاب) حق ہے اور ان کی کتاب کی تصدیق بھی کرتی ہے۔ (اے رسول) ان سے پوچھیئے کہ اگر واقعی تم اپنی کتاب پر ایمان رکھتے ہو تو پہلے (زمانۂ ماضی میں) اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے رہے (کیا ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کے یہ کام ہوتے ہیں) ﴿٩١﴾ اور (اے بنی اسرائیل) موسیٰ تمہارے پاس (کیسے کیسے) کھلے دلائل لے کر آئے تھے اس کے باوجود تم نے ان کے (کوہ طور پر جانے کے) بعد بچھڑے کو (معبود) بنالیا اور (اس طرح) تم نے (اپنی جانوں پر) بڑا ظلم کیا، (کیا ایمان والے ایسا ہی کیا کرتے ہیں) ﴿٩٢﴾ اور اے بنی اسرائیل (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے کوہِ طور کو تم پر بلند کر کے تم سے (مضبوط) عہد لیا تھا کہ جو (کتاب) ہم نے تم کو دی ہے اُسے قوّت کے ساتھ پکڑے رہنا اور (ہم نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ جو حکم تمہیں دیا جا رہا ہے اسے غور سے) سنو، تم نے کہا ہم سُن رہے ہیں اور (دل تمہارے یہ کہہ رہے تھے کہ) ہم نافرمانی کریں گے اور (اے رسول یہ فرمانبرداری کیسے کرتے) ان کے دلوں میں تو ان کے کفر کے سبب بچھڑے کی محبت رچ گئی تھی۔ (اے رسول) ان سے کہیئے کہ اگر واقعی تم مؤمن ہو تو تمہارا ایمان تم کو جس کام کا حکم دیتا ہے وہ (تو) بہت برا ہے (کیا صحیح ایمان بھی کبھی کسی کو بُرے کام کا حکم دے سکتا ہے) ﴿٩٣﴾

معانی و مصادر (حَقَّ) حَقَّ، يَحُقُّ، حَقٌّ (ن) حق پر غالب کرنا، واجب کرنا [حَقَّ، يَحِقُّ حَقٌّ (ض) واجب ہونا] (حق = سچ)

(تَقْتُلُوْنَ) قَتَلَ، يَقْتُلُ، قَتْلٌ وَقِتَالٌ (ن) قتل کرنا۔

(جَاءَ) جَاءَ، يَجِيْءُ وَيَجُوْءُ، جَيْءٌ وَجِيْئَةٌ وَمَجِيْءٌ وَمَجِيْئَةٌ (ن ض) آنا۔

(مِیْثَاق) وَاثَقَ، یُوَاثِقُ، وِثَاقٌ ومُوَاثَقَةٌ (باب مفاعلہ) معاہدہ کرنا۔
(قُوَّۃ) قَوِیَ، یَقْوٰی، قُوَّۃٌ (س) قوی ہونا۔
(عَصَیْنَا) عَصٰی، یَعْصِیْ، عَصْیٌ ومَعْصِیَۃٌ (ض) نافرمانی کرنا۔
(اُشْرِبُوْا) اَشْرَبَ، یُشْرِبُ، اِشْرَابٌ (باب افعال) پلانا، پیاسا ہونا، محبت رچانا۔
(یَأْمُرُ) اَمَرَ، یَأْمُرُ، اَمْرٌ و اِمَارٌ (ن) حکم دینا۔

تفسیر جب اہل کتاب سے کہا جاتا کہ قرآن مجید پر ایمان لاؤ تو کہتے کہ ہم تو بس "اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی، ہم کسی اور کتاب پر ایمان نہیں لاتے"، گویا وہ قرآن مجید کا انکار کرتے تھے حالانکہ (ھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ) قرآن مجید حق وصداقت سے لبریز کتاب ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ (بنی اسرآئیل ۔ ۸۱)

اے رسول کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ کَفَّرَ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَاَصْلَحَ بَالَھُمْ ○ (محمد۔)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کی گئی ہے اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے تو ہم ان سے ان کے گناہ دور کر دیں گے اور ان کی حالت کی اصلاح کر دیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

بَلْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ (قٓ ۔ ۵)

جب کافروں کے پاس حق آگیا تو انہوں نے اُس کو جھٹلا دیا۔

مزید برآں قرآن مجید ان تمام علامات کا مصداق ہے جو ان کی کتابوں میں پائی جاتی تھیں۔ ان علامات کو دیکھ کر وہ قرآن مجید کو پہچانتے تھے کہ وہ حق ہے اور وہی کتاب ہے جس کی بشارتیں دی گئی ہیں۔ پھر وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ قرآن مجید ان کی کتاب کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ تاہم وہ قرآن مجید پر ایمان نہیں لائے اور بڑے فخر کے ساتھ توریت پر ایمان لانے کا دعویٰ کیا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ توریت پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی صحیح نہیں اسلئے کہ اگر توریت پر تمہارے ایمان کا دعویٰ صحیح ہوتا تو (فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِیَآءَ اللّٰہِ) انبیاء علیہم السلام کو کیوں قتل کرتے، (ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ) بچھڑے کو کیوں معبود بناتے۔ توریت کے احکام کی نافرمانی کیوں کرتے۔ کیا ایمان ایسی باتوں کا حکم دیتا ہے جو سراسر کفر، شرک یا فسق ہیں۔ یقیناً ایسا ایمان ایمان نہیں بلکہ فریب ہے۔

ان کے اس جھوٹے ایمان کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

اَلَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○
(آل عمران - ۱۸۳)

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے عہد لے لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ایسی قربانی پیش نہ کرے جس کو آگ آکر کھا جائے۔ (اے رسول آپ ان لوگوں سے) پوچھئے کہ مجھ سے پہلے رسول تمہارے پاس بہت سے معجزات لے کر آئے اور انہوں نے وہ قربانی بھی پیش کی جس کو پیش کرنے کا تم (مجھ سے) مطالبہ کر رہے ہو تو پھر اگر تم اپنے ایمان میں سچے ہو تو ان رسولوں کو کیوں قتل کرتے رہے۔

اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کے اس دعوٰی کو کہ وہ توریت پر ایمان رکھتے ہیں جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ایک اور دلیل دی، وہ یہ کہ (وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ) اللہ تعالےٰ نے کوہ طور کو ان پر بلند کر کے ان سے توریت پر مضبوطی سے عمل کرنے کا عہد لیا تھا۔ انہوں نے عہد تو کیا لیکن دل ان کے یہی کہہ رہے تھے کہ (عَصَیْنَا) ہم نافرمانی کریں گے، اس عہد کو پورا نہیں کریں گے۔ اگر واقعی وہ توریت پر دل سے ایمان لاتے تو دل میں کفر کو کبھی نہیں چھپاتے بلکہ شرح صدر کے ساتھ عہد کرتے کہ وہ توریت پر عمل کریں گے۔ پھر فرمایا کہ اے رسول! یہ صحیح ایمان لا بھی کیسے سکتے ہیں۔ ان کے دلوں میں تو بچھڑے کی محبت گھر کر گئی ہے، جن کے دلوں میں غیر اللہ کی محبت رچ جائے، جو مخلوق پرستی میں لطف اندوز ہوں ان سے توحید اور صحیح ایمان کی امید رکھنا فضول ہے۔ اگر ان کا ایمان صحیح ہوتا تو یہ کفر و شرک کے کام نہ کرتے۔ اے رسول! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارا ایمان جن باتوں کا تمہیں حکم دیتا ہے وہ سب بُرے کام ہیں۔ تو کیا ایمان بُرے کاموں کا حکم دیتا ہے۔ ہرگز نہیں، لہٰذا تمہارا توریت پر ایمان لانے کا دعوٰے صحیح نہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کے ایمان کی قلعی کھول دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ جو لوگ توریت اور اپنے نبیوں پر صحیح معنوں میں ایمان نہیں لائے وہ اے رسول آپ پر کیا ایمان لائیں گے۔ ایسے لوگوں سے قرآن مجید پر ایمان لانے کی توقع نہیں کی جا سکتی، لہٰذا ان کے لئے رنج و غم کرنے کی ضرورت نہیں۔

عمل

اے لوگو، بادل ناخواستہ ایمان نہ لائیے۔ دل کی گہرائیوں سے ایمان لائیے اور جو احکام الٰہی

آپ کے پاس آچکے ہیں ان کی نافرمانی کا تصور بھی نہ کیجئے۔ عدول حکمی کے لئے کوئی حیلہ اور بہانہ تلاش نہ کیجئے۔ بے عملی چھوڑیئے اور عمل صرف قرآن و حدیث پر کیجئے۔

غور کیجئے کہ قرآن و حدیث پر عمل نہ کرنے کے معاملہ میں کہیں بنی اسرائیل کے بچھڑے کی طرح آپ کا کوئی اور معبود تو نہیں جس کی محبت آپ کے دل میں رچ گئی ہو اور اس کی خاطر حق کو تسلیم نہ کر رہے ہوں، کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ نے اپنے نفس کو اپنا رب بنا رکھا ہو، یا خاندانی رسم و رواج کو معبود بنا رکھا ہو، یا فرقہ وارانہ مذہب کو اور اپنے وقار کو اپنا الٰہ بنا رکھا ہو۔ ان تمام معبودان باطل کو ختم کیجئے اور صرف اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانیئے۔

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ
اللَّهِ خَالِصَةً مِّنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا
الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿٩٤﴾ وَلَنْ
يَّتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ
وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظّٰلِمِينَ ﴿٩٥﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ
أَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ وَمِنَ
الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ
أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ
الْعَذَابِ أَنْ يُّعَمَّرَ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾

ترجمہ (اے رسول، آپ اہل کتاب سے) کہئے کہ اگر اللہ کے ہاں دارِ آخرت تمام لوگوں کو چھوڑ کر خالص تمہارے لئے مخصوص ہے اور اگر تم اس دعوٰی میں واقعی سچے ہو تو پھر موت کی تمنا کرو (تاکہ دنیوی تکالیف سے نجات پاکر ابدی راحت کا لطف اٹھاؤ) ﴿۹۴﴾ (لیکن اے رسول) جو بداعمالیاں یہ کر چکے ہیں ان کی وجہ سے یہ کبھی ایسی تمنا نہیں کریں گے، اللہ (ان) ظالموں سے خوب واقف ہے ﴿۹۵﴾ بلکہ (اے رسول) تمام لوگوں سے زیادہ دنیوی زندگی کا حریص آپ ان ہی کو پائیں گے حتّٰی کہ مشرکین سے بھی زیادہ (دنیوی زندگی کا حریص آپ ان کو پائیں گے) ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اس کی عمر ایک ہزار سال ہوتی (لیکن اس سے فائدہ کچھ نہیں ہوگا) اگر کسی کو اتنی عمر مل بھی جائے تو عمر کی یہ درازی اس کو عذاب سے نہیں بچا سکتی (اللہ ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے) اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں ﴿۹۶﴾

معانی ومصادر (اٰخِرَة) آخرۃ۔ دارالبقاء، ہمیشہ رہنے کا گھر۔
(خَالِصَةٌ) خَلَصَ، يَخْلُصُ، خُلُوْصٌ وخَلَاصٌ (ن) خالص ہونا، نجات پانا، صاف ہونا۔
(تَمَنَّوْا) تَمَنّٰى، يَتَمَنّٰى، تَمَنِّيْ (باب تفعّل) تمنا کرنا، پڑھنا۔
(قَدَّمَتْ) قَدَّمَ، يُقَدِّمُ، تَقْدِيْمٌ (باب تفعیل) آگے کرنا، سبقت کرنا۔
(تَجِدَنَّ) وَجَدَ، يَجِدُ، وُجْدٌ ووُجُوْدٌ ووِجْدَانٌ وإِجْدَانٌ (ض ج) پانا۔
(اَحْرَصَ) حَرَصَ، يَحْرِصُ، حِرْصٌ (ض، س) حریص ہونا [اَحْرَص = زیادہ حریص]
(حَيَاةٌ) حَيِيَ، يَحْيٰى، حَيَاةٌ (س) زندہ ہونا۔
(اَشْرَكُوْا) اَشْرَكَ، يُشْرِكُ، إِشْرَاكٌ (باب افعال) شرک کرنا، شریک بنانا۔
(يَوَدُّ) وَدَّ، يَوَدُّ، وُدٌّ ووِدَادٌ ومَوَدَّةٌ ومَوْدُوْدَةٌ (ف) محبت کرنا۔
(يُعَمَّرُ) عَمَّرَ، يُعَمِّرُ، تَعْمِيْرٌ (باب تفعیل) آباد کرنا، طبعی عمر دینا۔
(مُزَحْزِحِ) زَحْزَحَ، يُزَحْزِحُ، زَحْزَحَةٌ (باب فَعْلَلَةٌ۔ رباعی مجرد) دور کرنا۔
(بَصِيْرٌ) بَصُرَ، يَبْصُرُ، بَصَرٌ وبَصَارَةٌ (ک ن) جاننا، دیکھنا۔
(يَعْمَلُوْنَ) عَمِلَ، يَعْمَلُ، عَمَلٌ (س) کرنا، بنانا، عامل ہونا، صدقہ جمع کرنا۔

تفسیر اہل کتاب کا یہ دعوٰی تھا کہ جنت میں صرف وہی جائیں گے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا أَوْ نَصٰرٰى۔ (البقرۃ ۔ ۱۱۱)

اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ جنت میں کوئی نہیں جائے گا۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا اگر وہ اس دعوے میں سچے ہیں تو موت کی تمنا کریں (تاکہ ابدی راحت کی طرف جلدی سے پہنچ جائیں) لیکن اہل کتاب اس قسم کی دعاء کرنے کے لئے کیسے تیار ہو سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ان ظالموں سے خوب واقف ہے۔ یہ ایسی تمنّا ہرگز نہیں کریں گے۔ یہ جانتے ہیں کہ انہوں نے بہت سی بداعمالیاں کی ہیں جن کے نتیجے میں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اسی مضمون کو اللہ تعالےٰ نے ایک اور جگہ اس طرح بیان کیا ہے:۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

(الجمعۃ - ۶-۷-۸)

(اے رسول) آپ یہودیوں سے کہئے کہ اگر تم اس دعوی میں سچے ہو کہ تمام لوگوں کو چھوڑ کر صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو۔ لیکن (اے رسول) اپنی بداعمالی کی وجہ سے یہ کبھی ایسی تمنا نہیں کریں گے۔ اللہ ان ظالموں سے خوب واقف ہے۔ (اور تمنا یہ کیا کریں گے۔ یہ تو موت سے بھاگتے ہیں) اے رسول آپ ان سے کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ تمہیں آکر رہے گی، پھر تم پوشیدہ اور ظاہر سب چیزوں کا علم رکھنے والے (اللہ) کے پاس لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے بتا دیا کہ یہ موت کی تمنا کیسے کر سکتے ہیں یہ تو تمام لوگوں سے زیادہ حتیٰ کہ مشرکین سے بھی زیادہ زندگی کے حریص ہیں، ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہے کہ اس کی عمر ایک ہزار سال ہو جائے اور اگر ان کی خواہش پوری بھی کر دی جائے تو اس سے کیا فائدہ ہوگا، لمبی عمر ہونا دوزخ کے عذاب سے انہیں نہیں بچا سکتا، موت جب کبھی بھی آئے گی ان کے لئے عذاب لے کر آئے گی۔

عمل

اے لوگو، خوش فہمیوں میں نہ رہیئے۔ اپنے کو جنت کا ٹھیکیدار نہ سمجھیئے۔ جنت تو نیک عمل والوں کے لئے ہے۔ آپ کے تمام اعمال اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں ہیں، تمام اعمال تولے جائیں گے پھر جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ نجات پائے گا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝

(المؤمنون - ۱۰۲ و ۱۰۳)

پھر جن کے (نیک عملوں کے) وزن بھاری ہونگے وہ فلاح پائیں گے اور جن کے (نیک عملوں کے) وزن ہلکے ہونگے تو یہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں مبتلا کیا۔ یہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ
عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾
مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ
وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ
لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ
بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾
اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ
مِّنْهُمْ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا

جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ (اے رسول) آپ کہہ دیجئے جو شخص جبریل کا دشمن ہو تو (اُسے خبردار ہو جانا چاہئے کہ) بیشک وہی تو ہے جس نے اللہ کے حکم سے یہ کتاب آپ کے قلب پر اتاری ہے، جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بشارت (کا مژدہ سناتی) ہے ﴿۹۷﴾ (خبردار) جو شخص اللہ کا اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا، جبریل کا اور میکائیل کا دشمن ہو تو (ایسے) کافروں کا اللہ دشمن ہے ﴿۹۸﴾ اور (اے رسول) ہم نے آپ کی طرف واضح آیتیں نازل فرما دی ہیں، ان کا انکار وہی کرتے ہیں جو (پہلے ہی سے) فاسق ہوتے ہیں ﴿۹۹﴾ (ان کے فسق کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ) ان لوگوں نے جب بھی (اللہ سے) کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک فریق نے اسے (توڑ) پھینکا بلکہ (حقیقت تو یہ ہے کہ) ان میں سے اکثر (ان عہود و مواثیق پر) ایمان ہی نہیں رکھتے ﴿۱۰۰﴾ اور (اب) جبکہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے رسول آگیا جو اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے تو اِن اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا، (اور اب وہ ایسے ہو گئے) گویا انہیں معلوم ہی نہیں (کہ پس پشت کوئی چیز پڑی ہوتی ہے) ﴿۱۰۱﴾

معانی و مصادر

(اِئْذَنْ) اَذِنَ، يَأْذَنُ، اِذْنٌ و اَذِيْنٌ (س) اجازت دینا۔
(بُشْرٰی) بَشَرَ، يَبْشِرُ و بَشِرَ، يَبْشَرُ، بَشْرٌ (س ض) خوش ہونا، [بُشْرٰی۔ خوشخبری]۔
(اَلْفٰسِقُوْنَ) فَسَقَ، يَفْسُقُ، فِسْقٌ و فُسُوْقٌ (ن، ض، ك) راہ حق سے ہٹ جانا، نافرمانی کرنا۔
(عٰهَدُوْا) عَاهَدَ، يُعَاهِدُ، مُعَاهَدَةٌ (باب مفاعلہ) باہم عہد کرنا۔

(عَهِدَ) عَهِدَ، يَعْهَدُ، عَهْدٌ (س) عہد کرنا، وعدہ کرنا۔
(نَبَذَ) نَبَذَ، يَنْبِذُ، نَبْذٌ (ض) پھینکنا۔

شانِ نزول حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے آئے اور چند سوالات کے بعد اسلام قبول کیا تو اسی موقع پر انہوں نے حضرت جبریل کے متعلق کہا تھا:۔

ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
(صحیح بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص ۶۳)

ملائکہ میں جبریل ہی وہ فرشتہ ہیں جو یہودیوں کے (عقیدہ کے مطابق اُن کے) دشمن ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی حضرت جبریل کے دشمن تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے اس غلط عقیدہ کے جواب میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

تفسیر یہودی حضرت جبریل کے دشمن تھے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ (اے رسول) جبریل تو وہ فرشتہ ہے جس نے آپ کے قلب پر قرآن مجید کو اتارا ہے، قرآن مجید ان کی کتاب کی تصدیق کرتا ہے۔ قرآن مجید مؤمنین کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ان کو اس ہدایت پر ایمان لانے اور اس کے مطابق زندگی گذارنے کی وجہ سے ابدی نعمتوں کی خوشخبری سُناتا ہے۔

حضرت جبریل کے ذریعہ قرآن مجید اترنے کا ذکر قرآن مجید میں اور جگہ بھی ملتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝
(الشعراء - ۱۹۲ تا ۱۹۴)

بے شک یہ رب العالمین کی اتاری ہوئی (کتاب) ہے۔ اس کو روح الامین لے کر اترا ہے (اور اسے رسول، اسی نے) آپ کے قلب پر (اس کو القاء کیا ہے) تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝
(النحل - ۱۰۲)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اس کتاب کو روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ یہ کتاب مؤمنین کو ثابت قدم رکھے اور مسلمین کے لئے ہدایت اور خوشخبری کا باعث ہو۔

جس فرشتہ نے قرآن مجید اتارا اس سے دشمنی رکھنا گویا قرآن مجید سے دشمنی رکھنا ہے اور قرآن مجید سے دشمنی رکھنا اللہ تعالےٰ سے دشمنی رکھنا ہے، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے،

اس کے فرشتوں سے اور اس کے رسولوں سے دشمنی رکھے گا تو ایسے کافروں کا اللہ تعالےٰ بھی دشمن ہے۔ ملائکہ کے ذکر کے بعد حضرت جبریل کا علیٰحدہ ذکر بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت جبریل سے دشمنی گویا ہدایت سے دشمنی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی آیات کی عقیدتاً و عملاً مخالفت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ) اے رسول ہم نے آپ کی طرف واضح آیات نازل کر دی ہیں اب جو حضرت جبریل کی دشمنی میں ان آیات سے منہ موڑتا ہے تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے، ان کا انکار وہی کریگا جو پہلے ہی سے فسق و فجور میں مبتلا رہنے کا عادی ہو، شرعی پابندیاں جس پر بار گذرتی ہوں اور یہودیوں میں یہ صفت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے (اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ) احکام شرعیہ کی پابندی کا جب بھی ان سے عہد لیا گیا تو انہوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا، کبھی بھی وفائے عہد نہیں کیا بلکہ (اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ) ان میں سے اکثر ان شرعی پابندیوں اور ایفائے عہد کے تقاضوں پر ایمان ہی نہیں رکھتے، اللہ تعالےٰ نے ان سے بارہا عہد لئے (جن کا ذکر اسی سورت کی آیت نمبر ۴۰ کی تفسیر میں گذر چکا ہے) لیکن انہوں نے کبھی بھی اپنے عہد کو پورا نہیں کیا۔ مثلاً:

توریت پر عمل کرنے کا عہد لیا گیا تو کہا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (البقرۃ-۹۳) ہم نے سُن لیا (لیکن) ہم نافرمانی کریں گے۔

ان کے عہد توڑنے کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا والدین، اقرباء، یتامیٰ اور مساکین کے ساتھ حُسن سلوک کرنا، لوگوں سے نرمی سے بات کرنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرتے رہنا لیکن (اے بنی اسرائیل) تم میں سے چند لوگوں کے علاوہ اکثر لوگ (اس عہد سے) پھر گئے اور تم لوگ (اب بھی اس سے) اعراض کر رہے ہو۔

(البقرۃ - ۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ عہد توڑنا یہودیوں کی پرانی عادت ہے۔ لہٰذا (اے رسول) آپ ان کی حالت پر کسی قسم کا افسوس نہ کریں۔

توریت اور انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کے اوصاف جلیلہ کا بیان تھا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا

(رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو (ایسے) رسول نبی امّی کی پیروی کرتے ہیں، جس کے اوصاف

عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (الاعراف ۔ ۱۵۷)

کو وہ اپنے ہاں توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

پھر ان اوصاف و علامات کی وجہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان بھی گئے تھے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (الانعام ۔ ۲۰)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ (اس) رسول کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں لیکن جو لوگ اپنی جانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں وہی ایمان نہیں لاتے۔

یہودیوں سے پوری توریت پر ایمان لانے اور عمل کرنے کا عہد لیا گیا تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (البقرۃ ۔ ۶۳)

اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا ایسی حالت میں کہ ہم نے تمہارے اوپر کوہ طور کو بلند کر کے مثل سائبان کے) کر دیا تھا اور تم سے کہا تھا جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑ لو تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

یہودیوں سے اللہ تعالےٰ نے تمام رسولوں پر ایمان لانے کا عہد بھی لیا تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ (المائدہ ۔ ۱۲)

اللہ نے بنی اسرائیل سے (بہت سے) عہد و پیمان لئے تھے اور ان میں بارہ سردار بھی مقرر کئے تھے، پھر (ان سے) فرمایا تھا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نے نماز قائم کی، زکوٰۃ دیتے رہے، میرے (تمام) رسولوں پر ایمان لاتے رہے، ان کا احترام کرتے رہے، اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہے (یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہے) تو میں تمہارے گناہ مٹا دوں گا اور تم کو ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، پھر جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہ یقیناً سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔

الغرض یہودیوں سے پوری توریت پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا تھا کیونکہ توریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل اور آپ کے اوصاف حسنہ مذکور تھے، لہذا منجملہ اور تمام احکام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حسنہ پر بھی ایمان لانے کا ان سے عہد لیا گیا تھا، توریت و انجیل میں آپ کے اوصاف حسنہ اور علامات بیان کرنے کا مقصد اس کے سوا اور کیا تھا کہ وہ رسول جو آنے والا ہے اور جس کے یہ اوصاف ہوں گے اس پر بھی تمہیں ایمان لانا ہوگا۔ اگر اس رسول پر ایمان لانے کا عہد نہ لیا گیا ہوتا تو محض اس کے اوصاف حسنہ اور علامات کا بیان کرنا بے مقصد ہوتا۔

مزید برآں تمام رسولوں پر ایمان لانے کا عہد بھی ان سے لیا گیا تھا۔ ان رسولوں میں اللہ تعالیٰ کے آخری رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے۔

خلاصہ یہ کہ تمام رسولوں پر ایمان لانے کے سلسلے میں عموماً اور اوصاف حسنہ کے بیان کرنے کے بعد خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد ان سے لیا گیا تھا لیکن ہوا یہ کہ (وَلَمَّا جَاءَهُمْ ... مَعَهُمْ) جب وہ رسول، اللہ کی طرف سے ان کے پاس آگیا اور اس نے ان کی کتاب کی تصدیق بھی کی تو (نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ) ان میں سے ایک بہت بڑی جماعت نے اس عہد کو توڑ ڈالا اور (نَبَذَ ... كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ) اللہ کی کتاب توریت کو پس پشت پھینک دیا اور اب اس سے ایسے غافل ہو گئے گویا انہیں علم ہی نہیں کہ انہوں نے کس چیز کو پس پشت ڈال دیا ہے اور جب انہوں نے توریت ہی کو پس پشت ڈال دیا تو اب اس میں دئے ہوئے صفات حسنہ کے مطابق آنے والے رسول پر ایمان لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

عمل

اے لوگو! حق کو جاننے اور پہچاننے کے بعد اس کا انکار نہ کیجئے یہ یہودیانہ صفت ہے۔ آپ اس سے بچئے۔ دنیا والوں کو آپ دھوکا دے سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو آپ دھوکا نہیں دے سکتے، اسے تو معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے جان بوجھ کر حق کو تسلیم نہیں کیا۔ ایسی صورت میں آپ خود سمجھ لیجئے کہ کیا انجام ہوگا۔ وہ انجام بہت برا ہے۔ اس کی برائی بے حد، بے انتہا اور باقی رہنے والی ہے، وہ عذاب الٰہی ہے اس کے برداشت کرنے کی کس میں طاقت ہے۔ اس عذاب میں مبتلا ہونے سے یہ کتنا بہتر ہے کہ یہاں حق کو تسلیم کر لیا جائے۔ اگرچہ بظاہر ایسا معلوم ہوگا کہ آپ کی عزت خاک میں مل گئی، آپ کی بات غلط نکلی۔ لوگوں کے سامنے غلطی تسلیم کرتے ہوئے آپ کو شرم آئے گی۔ لیکن یہ سب باتیں خیالی ہوں گی۔ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اپنی غلطی تسلیم کرنے اور حق کا ساتھ دینے سے عزت بڑھتی ہے، گھٹتی نہیں، لوگوں کے اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔

یہودیوں نے توریت کو پس پشت ڈال دیا تھا گویا اس کے احکام سے سراسر غفلت برتتے

تھے۔ آپ ایسا نہ کیجئے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کو پس پشت ڈال دیں اور اس کے احکام سے غافل ہو جائیں۔ رسم و رواج، فرقہ وارانہ مذہب، ذاتی رائے غرض یہ کہ ہر چیز کو بالائے طاق رکھ کر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر عمل کیجئے۔

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ
سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ
كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ
اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ
مَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى
يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ
مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ
وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ
اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ

وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ
مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا
لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ (اہل کتاب کو چاہیئے تو یہ تھا کہ اللہ کی کتاب کی پیروی کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ جادو ٹونے کے) ان (خرافات) کے پیچھے لگ گئے جو (خرافات) کہ شیطان، سلیمان کے عہد حکومت کی طرف منسوب کر کے تلاوت کیا کرتے تھے۔ حالانکہ سلیمان نے (کبھی جادو جیسے) کفر کا ارتکاب نہیں کیا، یہ تو شیاطین ہی تھے جنہوں نے (جادو کر کے خود بھی) کفر کیا (اور اس کفر کو فروغ بھی دیا اور وہ اس طرح کہ) انسانوں کو (بھی) جادو سکھانے لگے (مزید برآں اہل کتاب اُس علم سحر کے پیچھے بھی لگ گئے) جو بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا۔ یہ دونوں فرشتے کسی کو جادو نہیں سکھاتے تھے جب تک اس سے یہ نہ کہتے کہ ہم تو (تمہارے لئے ذریعۂ) امتحان و آزمائش ہیں لہذا (تم جادو سیکھ کر) کفر نہ کرو (اور امتحان و آزمائش میں پورے اتر جاؤ لیکن اہل کتاب ان کی نصیحت کو قبول نہ کرتے تھے) ان سے (جادو کی) وہ باتیں سیکھتے تھے جن کے ذریعہ شوہر اور بیوی میں تفریق پیدا کر دیں حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر جادو کے ذریعہ کسی کو (ذرا سا بھی) نقصان نہیں پہنچا سکتے، بہرحال یہ لوگ ان دونوں فرشتوں سے ایسی باتیں سیکھتے تھے جو انہیں نقصان پہنچائیں اور فائدہ (کچھ) نہ پہنچائیں اور وہ (اچھی طرح) جانتے تھے کہ جو شخص جادو کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں (اس کے باوجود وہ جادو کے کاروبار میں مشغول تھے) اور بے شک جس چیز کے بدلہ انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بہت بُری چیز ہے۔ کاش انہیں اس بات کا علم ہوتا ﴿۱۰۲﴾ اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کے ہاں ان کو اچھا بدلہ ملتا، کاش وہ (اس بات سے) واقف ہوتے ﴿۱۰۳﴾

معانی ومصادر

(اِتَّبَعُوْا) اِتَّبَعَ، یَتَّبِعُ، اِتِّبَاعٌ (باب افتعال) پیروی کرنا۔ پیچھے جانا، مطیع ہونا۔
(تَتْلُوْا) تَلَا، یَتْلُوْا، تِلَاوَۃٌ (ن) پڑھنا۔
(سِحْرٌ) سَحَرَ، یَسْحَرُ، سِحْرٌ (ف) جادو کرنا، دھوکا دینا۔
(ضَآرِّیْنَ) ضَرَّ، یَضُرُّ، ضُرٌّ (ن) نقصان پہنچانا۔
(یَضُرُّ) ضَرَّ، یَضُرُّ، ضَرٌّ وضُرٌّ (ن) نقصان پہنچانا۔
(یَنْفَعُ) نَفَعَ، یَنْفَعُ، نَفْعٌ (ف) فائدہ پہنچانا۔
(اِشْتَرٰی) اِشْتَرٰی، یَشْتَرِیْ، اِشْتِرَاءٌ (باب افتعال) خریدنا، بیچنا۔
(خَلَاقٍ) حصّہ، نصیب۔
(شَرَوْا) شَرٰی، یَشْرِیْ، شِرَاءٌ وشَرًی (ض) خریدنا، بیچنا۔
(مَثُوْبَۃٌ) ثَابَ، یَثُوْبُ، ثَوْبٌ وثُوْبٌ (ن) لوٹنا [مَثُوْبَۃٌ۔ ثواب، جزاء]

تفسیر

اہل کتاب نے دین کو بھلا دیا تھا، کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ احکام الٰہی کی اتباع چھوڑ دی تھی، جادو، ٹونے کے پیچھے لگ گئے تھے اور خرافات میں کھو گئے تھے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْکِ سُلَیْمٰنَ) یہ لوگ ان سحر آمیز باتوں کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں جن کو شیاطین نے سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ جادو سراسر کفر ہے (وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ) اور سلیمان علیہ السلام نے کبھی کفر نہیں کیا۔ یہ تو شیاطین ہی ہیں جو کفر کرتے رہتے ہیں۔ خود بھی جادو کرتے ہیں اور انسانوں کو بھی جادو کی تعلیم دیتے ہیں۔

آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اہل کتاب اس جادو کے پیچھے بھی لگے رہتے ہیں جو ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر اتارا گیا تھا، حالانکہ جب یہ لوگ ان دو فرشتوں کے پاس جادو سیکھنے جاتے تھے تو وہ انہیں نصیحت کیا کرتے تھے کہ یہ کام ٹھیک نہیں (اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَۃٌ) ہمارا وجود تمہارے لئے ایک امتحان ہے، اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کی خاطر جادو سے پرہیز کرتے ہو یا نہیں۔ جادو سیکھ کر کفر کے مرتکب ہوتے ہو یا نہیں۔ تمہیں اس آزمائش وامتحان میں پورا اترنا چاہئے (فَلَا تَکْفُرْ) تمہیں کفر نہیں کرنا چاہئے۔ فرشتوں کی اس فہمائش کے باوجود اہل کتاب ان سے جادو سیکھتے تھے اور جادو میں بھی خاص طور پر وہ باتیں سیکھتے تھے جن کے ذریعہ میاں بیوی میں افتراق پیدا کریں اور ایسی باتیں سیکھتے تھے جن سے ان کو نقصان پہنچے، فائدہ کچھ نہ پہنچے۔ الغرض وہ جادو کے ذریعہ معاشرہ میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے تھے۔

جادو شیطانی عمل ہے، افسوس ہے کہ یہودی اس شیطانی عمل کے ذریعہ زیادہ تر وہی کام کرتے تھے جو شیطان کو سب سے زیادہ محبوب ہے یعنی شوہر اور بیوی میں جدائی ڈالنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ اِبْلِیْسَ یَضَعُ عَرْشَهٗ عَلَی الْمَآءِ ثُمَّ یَبْعَثُ سَرَایَاهُ فَاَدْنٰهُمْ مِنْهُ اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً یَجِیْئُ اَحَدُهُمْ فَیَقُوْلُ فَعَلْتُ کَذَا فَیَقُوْلُ مَا صَنَعْتَ شَیْئًا قَالَ ثُمَّ یَجِیْئُ اَحَدُهُمْ فَیَقُوْلُ مَا تَرَکْتُهٗ حَتّٰی فَرَّقْتُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ امْرَاَتِهٖ قَالَ فَیُدْنِیْهِ مِنْهُ وَیَقُوْلُ نِعْمَ اَنْتَ.

(صحیح مسلم کتاب صفة القیامة جزء ۲ ص۵۲۶)

ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے۔ پھر اپنے لشکروں کو روانہ کرتا ہے، پھر سب سے زیادہ اپنے قریب اُسے بٹھاتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرتا ہے۔ ان میں سے ایک آکر کہتا ہے "میں نے یہ کیا"۔ ابلیس کہتا ہے "تو نے کچھ نہیں کیا"، پھر (جب) ان میں سے کوئی آکر کہتا ہے "میں نے شوہر اور بیوی کو علیحدہ کر کے چھوڑا"، تو ابلیس اُسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے: ہاں تو نے کام کیا ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا وہ جادو کے ذریعہ کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ نقصان تو اُسی وقت پہنچ سکتا ہے جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے نقصان پہنچنے کا حکم جاری ہو جائے، جب تک اللہ تعالےٰ کی مشیت نہ ہو کوئی چیز نہ نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان۔ نفع و نقصان کا مالک اللہ تعالےٰ ہے جن چیزوں میں نفع و نقصان کی تاثیر اللہ تعالےٰ نے رکھی ہے وہ تاثیر بھی اللہ تعالےٰ کے حکم و اجازت کی تابع ہے۔ الغرض اہل کتاب جادو سیکھتے تھے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہا کرتے تھے، حالانکہ انہیں بھی علم تھا کہ جو شخص بھی جادو کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، نجات اور فلاح و بہبود سے وہ شخص محروم رہے گا، اس کی قسمت میں ہلاکت کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ۔

سات ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بچو۔

صحابہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول وہ کونسے گناہ ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلشِّرْکُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَکْلُ الرِّبَا، وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ الْغَافِلٰتِ

(صحیح بخاری کتاب المحاربین باب رمی المحصنٰت جزء ۸ ص۲۱۷ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الکبائر جزء اول ص۵۱)

اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اللہ نے جس جان کا قتل کرنا حرام کیا ہے اُسے ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن، غافل مؤمن عورتوں پر تہمت لگانا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی ۝

(طٰہٰ - ۷۰)

جادوگر جہاں کہیں جائے گا فلاح نہیں پائے گا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ) اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال کر محض دنیوی نفع کی خاطر وہ اپنی جانوں کو دوزخ کے حوالہ کر رہے ہیں گویا اپنی جانوں کو بیچ کر وہ تھوڑا سا عارضی فائدہ حاصل کر رہے ہیں اور اس طرح اپنی جانوں کو ہلاکت و تباہی میں ڈال کر جو قلیل فائدہ یہ لوگ حاصل کر رہے ہیں وہ یقیناً بُری چیز ہے۔ کاش انہیں اس بات کا علم ہوتا۔ اور اگر یہ لوگ ایمان لے آتے اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے تو اللہ تعالےٰ کے پاس ان کے لئے اچھا ٹھکانہ ہوتا، کاش انہیں اس بات کا علم ہوتا۔

عمل

اے لوگو! شیطانی اعمال سے بچیئے۔ نقش سلیمانی، بیاض سلیمانی اور حرز سلیمانی نام رکھ کر یہودیانہ خصلت کا اعادہ نہ کیجئے۔ نہ جادو سیکھئے، نہ جادو کیجئے، نہ جادو کرائیے اور نہ جادو کے ذریعہ جادو کا اتار کیجئے۔ اور نہ ایسا علاج کیجئے جس میں کفر یا شرک کا شائبہ ہو۔ اس بات پر ایمان رکھیئے کہ بغیر اللہ تعالےٰ کے حکم کے جادو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ جادو سے بچنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ میں ہمیں دعاء کی تعلیم دی ہے لہٰذا سنت کے مطابق سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کا ورد رکھیئے۔ جادو سے محفوظ رہنے کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرُّهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ۔ (صحیح بخاری کتاب الاطعمۃ باب العجوۃ جزء ۷ ص۱۰۴)

جو شخص ہر روز صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھا لیا کرے تو اس کو اس دن نہ زہر اثر کرے گا اور نہ جادو۔

نوٹ:۔ عجوہ مدینہ منورہ میں پیدا ہونے والی کھجور کی ایک قسم ہے۔

اگر معلوم ہو جائے کہ جادو کن چیزوں پر کیا گیا ہے اور کس مقام پر کیا گیا ہے تو انہیں وہاں سے نکال کر زمین میں دفن کر دیا جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں۔

اَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ (صحیح بخاری کتاب الطب باب السحر جزء ۷، ص۱۷۸ و صحیح مسلم کتاب السلام باب السحر جزء ۲ ص۲۷۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو جن کے ذریعہ جادو کیا گیا تھا دفن کرنے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل میں جادو کی چیزوں کو دفن کر دیا گیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا
انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۗ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ اے ایمان والو! (اللہ کے رسول کو مخاطب کرتے وقت) راعِنا نہ کہا کرو بلکہ اُنْظُرنا کہا کرو اور پھر سُنا کرو (کہ آپ کیا فرماتے ہیں) اور (خبردار ہو جاؤ کہ) کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے ﴿۱۰۴﴾

معانی ومصادر (قُوْلُوْا) قَالَ، يَقُوْلُ، قَوْلٌ وقَالٌ وقِيْلٌ ومَقَالٌ ومَقَالَةٌ (ن) کہنا۔
(رَاعِنَا) رَاعٰى، يُرَاعِيْ، مُرَاعَاةٌ (باب مفاعلہ) نگرانی کرنا، نظر کرنا [رَاعِنَا = ہماری طرف نظر کیجئے]
(اُنْظُرْنَا) نَظَرَ، يَنْظُرُ، نَظَرٌ ومَنْظَرٌ ومَنْظَرَةٌ (ن) دیکھنا۔
(اَلِيْمٌ) اَلِمَ، يَأْلَمُ، اَلَمٌ (س) دردناک ہونا۔

تفسیر بعض یہودی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے تو اپنی زبان کو توڑ مروڑ کر راعِنا کہتے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۔
(النسآء ۲ - ۴۶)

بعض یہودی ایسے ہیں جو کلمات کو ان کی جگہ سے تبدیل کر دیتے ہیں (ان کو بے موقع اور بے محل استعمال کرتے ہیں) اور (اے رسول جب آپ سے بات کرتے ہیں تو) کہتے ہیں ہم نے سُن لیا لیکن ہم مانیں گے نہیں اور (اے رسول جب آپ کو متوجہ کرتے ہیں تو یہ) کہتے ہیں آپ ہماری سنیں، آپ نہ سنوائے جائیں (یعنی آپ بہرے ہو جائیں) اور زبان کو مروڑ کر دین میں طعن کے ارادے سے "راعِنا" کہتے ہیں۔

راعنا کے معنی ہیں "ہماری طرف التفات کیجئے"۔ یہودی اپنی زبانوں کو مروڑ کر اس لفظ کو

اس طرح ادا کرتے تھے کہ اس کے معنی بگڑ جاتے تھے، یعنی یا تو اس کے یہ معنی ہو جاتے "اے احمق"، یا یہ معنی ہو جاتے "اے ہمارے چرواہے"۔ اللہ تعالیٰ کو یہودیوں کی یہ گستاخی پسند نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

(النسآء - ۴۶)

اور اگر یہودی اس طرح کہتے ہم نے سن لیا اور ہم اطاعت کریں گے اور (جب اللہ کے رسول کو متوجہ کرتے تو اس طرح کہتے) سنیئے اور ہماری طرف نظر فرمائیے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور بات مناسب ہوتی لیکن (کفر کے سبب وہ ایسا کیوں کرنے لگے لہٰذا) اللہ نے بھی ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر دی ہے۔ لہٰذا یہ کم ہی ایمان لائیں گے۔

ایمان والے بھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے تو نیک نیتی کے ساتھ "راعنا" ہی کہتے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت زیرِ تفسیر نازل فرما کر ایمان والوں کو اس لفظ کے استعمال کرنے سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو، راعنا کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو متوجہ نہ کیا کرو۔ بلکہ اس کے بجائے "اُنظُرنا"، کہا کرو یعنی ہماری طرف نظر فرمائیے۔ آگے فرمایا "انظرنا"، کہنے کے بعد پھر کچھ نہ کہا کرو بلکہ خاموشی کے ساتھ آپ کے متوجہ ہونے کا انتظار کیا کرو اور پھر جو کچھ آپ فرمائیں اُسے سنتے رہا کرو اور (خبردار ہو جاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخی کرنے والے کافروں کے سوا اور کون ہو سکتے ہیں اور) کافروں کے لئے (آخرت میں) دردناک عذاب ہے۔ وہاں ان کو اس گستاخی کا مزا چکھنا ہوگا۔

عمل

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بہت بلند ہے۔ اپنی گفتگو میں آپ کے خلافِ شان کوئی بات نہ کہا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام کرنے کی تلقین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

(الحجرات - ۱)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا

اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آوازوں کو

اٰمَنُوا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○

(الحجرات ۔ ۲)

بلند نہ کرو، اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے باتیں کرتے ہو اس طرح نبی سے بات نہ کیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(الحجرات ۔ ۴ و ۵)

(اے رسول) جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں اُن میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود باہر نکلتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا (انہیں چاہیئے کہ آئندہ ایسا نہ کریں، اب تک جو زیادتی ہوئی اسے اللہ تعالےٰ نے معاف کر دیا کیونکہ) اللہ غفور اور رحیم ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

(الاعراف ۔ ۱۵۷)

جو لوگ رسول پر ایمان لائے، ان کا احترام کیا، ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

الغرض اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام کیجئے، آپ کے احکام کے سامنے کسی قسم کی چون و چرا نہ کیجئے بلکہ سر تسلیم خم کر دیجئے۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ
خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾
مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ
مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) اہل کتاب میں سے جو لوگ کافر ہیں نہ وہ چاہتے ہیں اور نہ مشرکین کہ تم پر تمہارے ربّ کی طرف سے کوئی خیر نازل ہو، حالانکہ اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے (اس کی رحمت پر کسی قوم کی اجارہ داری نہیں، جو قوم بھی مستحق ہوتی ہے اللہ تعالےٰ اُسے اپنے فضل سے نوازتا ہے) اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ﴿۱۰۵﴾ (اور اگر) ہم کسی آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اُس سے بہتر یا اُسی جیسی دوسری آیت لے آتے ہیں (اور اے رسول) کیا آپ کو نہیں معلوم کہ اللہ (دنیا کی ترقی اور بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے موجودہ قانون جیسا کوئی قانون یا اس سے بہتر قانون نازل کرنے پر قدرت رکھتا ہے کیونکہ وہ) ہر چیز پر قادر ہے۔ ﴿۱۰۶﴾ اور کیا آپ کو نہیں معلوم کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت (صرف) اللہ (اکیلے) کے لئے ہے اور اے لوگو! اللہ کے علاوہ نہ تمہارا کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار ﴿۱۰۷﴾

معانی و مصادر

(یَوَدّ) وَدَّ، یَوَدُّ، وُدٌّ، وِدَادٌ، مَوَدَّۃٌ (ف) محبت کرنا۔
(یَخْتَصُّ) اِخْتَصَّ، یَخْتَصُّ، اِخْتِصَاصٌ (باب افتعال) خاص کرنا۔
(یَشَاءُ) شَاءَ، یَشَاءُ، شَیْءٌ و مَشِیْئَۃٌ و مَشَاءَۃٌ و مَشَائِیَّۃٌ (ف) چاہنا۔
(فَضْلٌ) فَضُلَ، یَفْضُلُ، فَضْلٌ (ک) با فضیلت ہونا، بزرگی والا ہونا۔
(نَنْسَخْ) نَسَخَ، یَنْسَخُ، نَسْخٌ (ف) منسوخ کرنا، بدل دینا۔
(نُنْسِ) اَنْسٰی، یُنْسِیْ، اِنْسَاءٌ (باب افعال) بھلا دینا۔
(نَاْتِ) اَتٰی، یَاْتِیْ، اِتْیَانٌ وَاَتْیٌ وَاِتْیَانَۃٌ وَمَاْتَاۃٌ (ض) آنا۔
(قَدِیْرٌ) قَدَرَ، یَقْدِرُ، قَدْرٌ وَقُدْرَۃٌ وَمَقْدِرَۃٌ وَمِقْدَارٌ (ن ض س) قدرت ہونا۔
(مُلْک) مَلَکَ، یَمْلِکُ، مُلْکٌ و مَلَکَۃٌ وَمَمْلِکَۃٌ (ض) مالک ہونا۔
(وَلِیٌّ) وَلِیَ، یَلِیْ، وِلَایَۃٌ (ح) والی ہونا، مدد کرنا، کارسازی کرنا، [وَلِیٌّ۔ دوست، مددگار کارساز]۔

تفسیر اہل کتاب سمجھتے تھے کہ نبوت ان کے خاندان کا حق ہے، انہیں ایمان والوں سے اسی بات کا حسد تھا کہ یہ فضیلت ان کے ہوتے ہوئے ایمان والوں کو کیسے مل گئی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔ (النسآء ۔ ۵۴)

کیا بنی اسرائیل اِن لوگوں سے اس بات پر حسد کر رہے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے نوازا ہے (اور بنی اسرائیل کو محروم کر دیا ہے)۔

ان کے اس حسد کا بیان کرتے ہوئے ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَدَّ کَثِیْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَوْ

(اے ایمان والو) بہت سے اہل کتاب

يَرُدُّوْنَكُمْ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۔

(البقرۃ ۔ ۱۰۹)

حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی محض اپنے قلبی حسد کی بناء پر یہ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تم کو تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں۔

مشرکین کی بھی یہی کیفیت تھی، وہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ یہ فضیلت مسلمین کے حصہ میں آئے، ان کی اس خواہش کا بیان کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً ۔

(النسآء ۔ ۸۹)

کافر تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ خود کافر ہیں۔ ویسے ہی تم بھی کافر ہو جاؤ تاکہ وہ اور تم سب برابر ہو جائیں (تم کو ان پہ کوئی فضیلت حاصل نہ رہے)۔

الغرض اہل کتاب اور مشرکین دونوں کی یہ خواہش تھی کہ مؤمنین پر شریعت الٰہیہ کی صورت میں کوئی خیر وبرکت نازل نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اس رحمت کے لئے مخصوص کر لیتا ہے یہ کسی کی جاگیر نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے علم میں جو قوم بھی اس رحمت کی اہل ہوتی ہے اللہ تعالےٰ اُسے اس کام کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔

(فاطر ۔ ۳۲)

پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب (یعنی شریعت الٰہیہ) کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے (اس کام کا اہل سمجھ کر) منتخب کر لیا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

(الحج ۔ ۷۸)

(اے مؤمنین) اللہ نے تم کو (اس منصب کے لئے) منتخب کر لیا اور دین (کے کسی معاملہ) میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اسی چیز کو ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ اس طرح بیان فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

(آل عمران ۷۳ و ۷۴)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور وہ بہت وسعت والا اور علم والا ہے (اس کے علم میں جو فضل کا مستحق ہوتا ہے، اسی کو وہ فضل عطاء فرماتا ہے۔ اس کے فضل پہ کسی کی

اجارہ داری نہیں) وہ اپنے (فضل و) رحمت کے لئے
جس کو چاہتا ہے (اس کی اہلیت دیکھ کر) مخصوص
کرلیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔ اس کا فضل بہت وسیع ہے لیکن یہ فضل ہر ایک کو نہیں ملتا۔ بلکہ انہی کو ملتا ہے جن میں اس کو حاصل کرنے کی اہلیت ہوتی ہے۔ اور جن کو اللہ تعالےٰ اس کے لئے منتخب کرلیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

(الجمعۃ - ۵)

(نبوت اور کتاب ہدایت) یہ اللہ کا فضل ہے
وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے
فضل والا ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے ہر نعمت بنی اسرائیل سے چھین کر بنی اسمٰعیل کو دے دی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

(الحدید - ۲۹)

(اے ایمان والو، نبوت رحمت اور نور ہدایت
سے تم کو اس لئے نوازا گیا ہے) تاکہ اہل کتاب کو معلوم
ہو جائے کہ وہ اللہ کے فضل پر کوئی قدرت نہیں رکھتے
(اور انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے) کہ فضل اللہ کے ہاتھ
میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ فضلِ
عظیم کا مالک ہے۔

اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبوت، کتاب و حکمت اور خیر و برکت کا نزول یہ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے۔ مزید برآں کسی خاص حکم کو کسی خاص وقت تک کے لئے نافذ کرنا اور پھر اس حکم کو منسوخ فرما کر اسی جیسا دوسرا حکم نافذ کر دینا یا اس سے بہتر حکم نافذ کر دینا یہ بھی اللہ تعالےٰ کی بڑی رحمت ہے۔ اللہ تعالےٰ کسی پر تنگی نہیں ڈالتا، کسی کو تکلیف مالایطاق میں مبتلا نہیں کرتا، انسانوں کی فطرت کا لحاظ کرتا ہے۔ احکام کا نزول بتدریج کرتا ہے تاکہ لوگ پابندی کے عادی ہو جائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ احکام کی شدت اور سخت پابندیوں کی وجہ سے وہ ان احکام سے بیزار ہو جائیں اور ان کا انکار کر بیٹھیں، مثلاً شراب اور جوئے کی حرمت کا بتدریج نزول اسی حکمت پر مبنی ہے۔ فوراً شراب کو حرام نہیں کیا گیا بلکہ ابتداء میں صرف اس کی برائی بیان کر کے چھوڑ دیا۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

شراب اور جوئے کا نقصان ان کے فائدے سے

(البقرۃ - ۲۱۹) زیادہ ہے۔

گویا اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے شراب اور جوئے کے جواز کو برقرار رکھا۔ یہ برقرار رکھنا اس وقت کے لحاظ سے بالکل مناسب تھا اور فطرت انسانی کے لحاظ سے اُس زمانہ میں اسی میں بہتری تھی ورنہ اندیشہ تھا کہ وہ ایمان لاکر پھر کہیں کفر نہ اختیار کرلیں۔ بعد میں شراب اور جوئے کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا گیا اور یہ حکم نوعِ انسانی کے لئے ہر حال میں اور ہر زمانے کے لحاظ سے بہتر تھا۔

نسخ آیات کی اللہ تعالےٰ نے دو صورتیں بیان فرمائیں۔ پہلی یہ کہ براہِ راست کسی دوسری آیت سے اس کو منسوخ کر دیا جائے۔ دوسری یہ کہ وہ آیت یاد ہی نہ رہے اللہ تعالےٰ اس کو ذہنوں سے نکال دے۔

پہلی صورت کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(النحل - ۱۰۱)

(اے رسول) جب ہم کسی آیت کو دوسری کسی آیت کے بدلہ میں لے آتے ہیں تو کافر کہتے ہیں کہ آپ نے خود ہی گھڑ لی ہے حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ نازل کرتا ہے، لیکن کافروں میں سے اکثر لوگ (اِس بات کو یا تبدیلی کی مصلحت کو) نہیں جانتے۔

دوسری صورت کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ

(سبح اسم ربك الاعلیٰ - ۶ و ۷)

(اے رسول) ہم آپ کو پڑھائینگے لہٰذا آپ کبھی نہ بھولینگے سوائے اس کے جو اللہ (ہی بھلانا) چاہے

غرض یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنی مصلحت اور حکمت کے مطابق جو چاہتا ہے کرتا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عارضی حکم کو منسوخ کر کے اُسی جیسا یا اس سے بہتر دوسرا دائمی حکم نافذ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنی مصلحت اور حکمت کے تقاضوں کو پورا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں، وہ مقتدر اور با اختیار بادشاہ ہے۔ (لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لئے ہے۔ اسے اختیار ہے کہ وہ اپنی مملکت میں جو حکم چاہے نافذ کرے اور جس حکم کو چاہے منسوخ فرمائے۔ انسانوں کو ہر حال میں اُسی بادشاہِ حقیقی کے احکام پر چلنا چاہیئے۔ اس کے احکام کی خلاف ورزی کر کے اس کو ناراض نہ کرنا چاہیئے اور نہ اس کے عذاب کو دعوت دینا چاہیئے (وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ) جب اس کا عذاب آجائے تو اس سے بچانے والا کوئی نہیں: اگر بچائے تو وہی بچائے، بگڑی کو بنائے تو وہی بنائے، کارساز صرف وہی ہے۔ مصیبت میں کام آنے والا وہی ہے۔ وہی مددگار ہے، اس کے علاوہ نہ کوئی کارساز ہے اور نہ مددگار۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(الانعام ۔ ۱۴)

(اے رسول، ان سے) پوچھیئے: کیا میں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے اللہ کے علاوہ کسی اور کو کارساز بناؤں؟

اسی سلسلہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝

(الرعد ۔ ۱۱)

اللہ کے علاوہ ان لوگوں کا کوئی کارساز نہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

(الرعد ۔ ۱۶)

کیا تم نے اللہ کے علاوہ ایسوں کو کارساز بنا رکھا ہے جو اپنے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ

(الکہف ۔ ۲۶)

اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا کوئی کارساز نہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۔

(الکہف ۔ ۴۴)

لہٰذا (معلوم ہوا) کہ کارسازی اللہ (معبود) برحق کے لئے (مخصوص) ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝

(الکہف ۔ ۱۰۲)

کیا کافروں نے میرے بندوں کو میرے علاوہ کارساز بنا کر یہ سمجھ لیا ہے (کہ ہم انہیں سزا نہیں دیں گے) ہم نے کافروں کی مہمانی کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

(العنکبوت ۔ ۴۱)

جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے ان کی مثال مکڑی جیسی ہے کہ وہ ایک گھر بناتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام گھروں میں سب سے زیادہ کمزور گھر مکڑی ہی کا ہوتا ہے (ایسا گھر آفات سے کیا بچا سکتا ہے) کاش ان مشرکین کو علم ہوتا (کہ اللہ

کے علاوہ کسی دوسرے کو کارساز بنانا ایسا ہے جیسا مکڑی کا جالا بنانا جو کسی قسم کی حفاظت نہیں کر سکتا)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ
(الشوریٰ - ۹)

کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ کارساز بنا رکھے ہیں؟ کارساز تو بس اللہ ہی ہے، وہی مُردوں کو زندہ کریگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ۝
(الشوریٰ - ۲۸)

اللہ تعالےٰ ہی کام بنانے والا اور تعریف والا ہے۔

اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے:۔
وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝
(آل عمران - ۱۲۶)

مدد کہیں سے نہیں آتی مگر ہاں اللہ غالب اور حکمت والے کی طرف سے۔

اللہ ذوالجلال والاکرام فرماتا ہے:۔
وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ
(آل عمران - ۱۶۰)

اگر اللہ تم کو چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:
وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝
(العنکبوت - ۲۲) (التوبۃ - ۱۱۶)

تمہارے لئے اللہ کے علاوہ نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝
(الاحزاب - ۱۷) (النسآء - ۱۷۳)

یہ لوگ اپنے لئے اللہ کے علاوہ نہ کوئی کارساز پائیں گے اور نہ مددگار۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا

کیا وہ ایسے لوگوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو خود پیدا کئے گئے

وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ○

(الاعراف - ۱۹۱و۱۹۲)

ہیں اور وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے (اور وہ اُن کی مدد کیا کریں گے) وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مدد وہی کر سکتا ہے جو خالق ہو۔ کوئی مخلوق کسی مخلوق کی مدد نہیں کر سکتا جو خالق نہیں وہ مددگار بھی نہیں۔ خالق کے علاوہ کسی مخلوق کو مددگار سمجھنا شرک ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ○

(الاعراف - ۱۹۷)

اللہ کے علاوہ جن کو تم لوگ (مدد کے لئے) پکارتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

(الانفال - ۱۰)

مدد کہیں سے نہیں آتی مگر اللہ کی طرف سے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○

(النسآء - ۱۲۳)

گنہگار اللہ کے علاوہ نہ کسی کو کارساز پائے گا اور نہ مددگار۔

مندرجہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے علاوہ ایسی کوئی ہستی نہیں جو مدد کر سکے۔ اللہ تعالےٰ کے علاوہ جو کوئی بھی ہے جب وہ اپنی مدد آپ نہیں کر سکتا تو دوسروں کی مدد کیا کرے گا۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی مدد کرتا ہے یا کسی دوسرے کی مدد کرتا ہے۔ بشرطیکہ جس کی مدد وہ کر رہا ہے اس کے پاس موجود ہو تو بس اسی حد تک جس حد تک اللہ تعالےٰ چاہے۔ وہ مدد کرنیکا مالک نہیں ہوتا کہ جس حالت میں چاہے، جس قسم کی چاہے اور جس وقت چاہے مدد کرے۔ مدد کرنے کے لئے ہر خیر پر قادر ہونا ضروری ہے۔ جو قدیر نہیں وہ مدد بھی نہیں کر سکتا۔ مزید برآں مدد کرنے کے لئے حاضر ہونا یا عالم الغیب ہونا ضروری ہے۔ جو حاضر نہیں یا عالم الغیب نہیں وہ مدد نہیں کر سکتا اسے کیا معلوم کون کس مقام پر مدد کا طالب ہے۔ مرنے کے بعد تو حاضر ہونا ناممکن ہے لہٰذا جو لوگ مر چکے ہیں وہ کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتے، نہ اپنی اور نہ کسی دوسرے کی اور وہ عالم الغیب بھی نہیں کہ انہیں مصیبت زدہ کی مصیبت کا علم ہو جائے۔ وہ مصیبت زدہ کی پکار کو سن بھی نہیں سکتے اور نہ از روئے قرآن مجید مصیبت زدہ انہیں اپنی پکار سُنا سکتا ہے، پھر ایسے بے خبر لوگوں سے مدد مانگنا بے سُود ہے۔

پھر مندرجہ بالا آیات کی رُو سے انہیں قدرت ہی نہیں کہ کسی کی مدد کر سکیں تو پھر ان سے مدد کا طلب گار ہونا بالکل لغو فعل ہے۔ دوسروں سے بگڑی بنانے کی توقع رکھنا یا اُن سے مدد کا طالب ہونا شرک ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

الغرض کسی شخص سے مدد مانگنے کی صورت میں اس شخص کا عالم الغیب قادر مطلق اور خالق ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ صفات سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی میں نہیں لہٰذا اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ حاضر شخص صرف اس حد تک مدد کر سکتا ہے جس حد تک اللہ تعالےٰ نے اُسے اختیار دیا ہے۔ مثلاً وہ بوجھ اٹھانے میں مدد دے سکتا ہے لیکن مرض سے شفا نہیں دے سکتا، شفا دینا، رنج و غم سے نجات دینا وغیرہ وغیرہ یہ سب اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے، ایسی باتوں کے لئے کسی حاضر کو بھی مدد کے لئے پکارنا شرک ہے۔

عمل

اے ایمان والو! اہل کتاب اور مشرکین کے حسد سے ہوشیار رہیئے۔ یہ آپ کے کبھی دوست نہیں ہو سکتے اللہ تعالیٰ ہی آپ کا دوست ہے، وہی بگڑی بنانے والا ہے، وہی مددگار ہے، اسی کو اپنا کارساز سمجھیئے اور اسی کو مددگار سمجھیئے، مشکل کشائی کے لئے نہ کسی کی دہائی دیجئے اور نہ کسی کو مدد کے لئے پکاریئے۔

أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْئَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا
سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَتَبَدَّلِ
الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿۱۰۸﴾
وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ
مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ
أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ
فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ
إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے اُسی طرح سوال کرو جس طرح (تم سے) پہلے موسیٰ سے سوال کئے گئے تھے اور (کیا جس طرح اُن سوال کرنے والوں نے موسیٰ کے جوابات کو کشادہ دلی سے قبول نہ کر کے کفر کا ارتکاب کیا تھا تم بھی اسی طرح کفر کرنا چاہتے ہو

اگر یہی بات ہے تو سن لو کہ) جو شخص ایمان کے بدلے کفر کو اختیار کرے تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا ﴿۱۰۸﴾ (اور خبردار ہو جاؤ) بہت سے اہل کتاب حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی محض اپنے قلبی حسد کی بناء پر یہ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تم کو تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں (تو اے ایمان والو، تم ان کی اس بات پر صبر کرو) ان کو معاف کرتے رہو، درگذر کرتے رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اپنا کوئی (اور) حکم صادر فرمائے، بیشک (اللہ اگر چاہے تو ان کو نیست و نابود کر سکتا ہے، کیونکہ) اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱۰۹﴾

معانی و مصادر

(تُرِيْدُوْنَ) اَرَادَ، يُرِيْدُ، اِرَادَةٌ (باب افعال) ارادہ کرنا، چاہنا [اس کا مادّہ رود ہے]۔

(تَسْئَلُوْا) (سُئِلَ) سَأَلَ، يَسْئَلُ، سُؤَالٌ و سَأَلَةٌ و مَسْئَلَةٌ و سَآلَةٌ (ف) سوال کرنا۔

(يَتَبَدَّلْ) تَبَدَّلَ، يَتَبَدَّلُ، تَبَدُّلٌ (باب تفعّل) بدلہ میں لینا۔

(ضَلَّ) ضَلَّ، يَضِلُّ، ضَلَالٌ و ضَلَالَةٌ (ض ف) گمراہ ہونا، گم ہو جانا، بھول جانا۔

(سَوَاءَ) سَوِيَ، يَسْوٰى، سِوًى (س) کام کا ٹھیک ہونا۔

[سَوَاءَ = برابر، عدل، بیچ، وسط] (مادہ س وی ہے)

(حَسَدًا) حَسَدَ، يَحْسُدُ، حَسَدٌ و حَسَادَةٌ (ض ن) حسد کرنا، یہ خواہش کرنا کہ دوسرے کی نعمت زائل ہو جائے اور مجھے مل جائے۔

(تَبَيَّنَ) تَبَيَّنَ، يَتَبَيَّنُ، تَبَيُّنٌ (باب تفعل) واضح ہونا، واضح کرنا۔

(اُعْفُوْا) عَفَا، يَعْفُوْ، عَفْوٌ (ن) معاف کرنا، گناہ مٹا دینا، زیادہ کرنا یا زیادہ ہونا۔

(اِصْفَحُوْا) صَفَحَ، يَصْفَحُ، صَفْحٌ (ف) اعراض کرنا، گناہ سے چشم پوشی کرنا۔

تفسیر

اہل کتاب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت سوال کیا کرتے تھے، مثلاً جب موسیٰ علیہ السلام نے ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تو گائے کے متعلق انہوں نے بہت سے سوال کئے۔ ان سوالات کا ذکر اسی سورت کی آیات نمبر ۶۸ تا ۷۱ میں گذر چکا ہے۔ ایک مرتبہ تو انہوں نے حد ہی کر دی، موسیٰ علیہ السلام سے سوال کر بیٹھے کہ:۔

اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (النسآء ۔ ۱۵۳) ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھا دیجئے۔

اللہ تعالےٰ نے یہودیوں کی اس بد خصلت سے مؤمنین کو بچانے کے لئے فرمایا کہ کیا تم اپنے رسول سے اس طرح سوالات کرتے ہو جس طرح یہودی موسیٰ علیہ السلام سے کیا کرتے تھے۔ یعنی تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ پھر بعد میں اللہ تعالےٰ نے صریح الفاظ میں سوال کرنے کی ممانعت فرما دی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا

اے ایمان والو، ایسی چیزوں کے متعلق (جو تم پر ظاہر نہیں کی گئیں) سوال نہ کیا کرو، اگر وہ

عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ۝

(المائدۃ - ۱۰۱ و ۱۰۲)

تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بُری محسوس ہوں گی اور اگر تم قرآن کے نازل ہونے کے زمانہ میں ان کے متعلق پوچھو گے تو (تمہارے سوال کے جواب میں) انہیں تم پر ظاہر کر دیا جائے گا۔ اللہ نے ان (کے متعلق حکم دینے) سے عفو و درگذر سے کام لیا ہے، کیونکہ اللہ بہت معاف کرنے والا اور بہت حلم والا ہے۔ تم سے پہلے بھی لوگوں نے اس طرح کی باتیں پوچھی تھیں پھر (جب انہیں بتا دی گئیں تو عمل نہ کر سکے اور) ان کا انکار کر بیٹھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَافْعَلُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثار سؤالہ جزء ۲ ص ۲۳۷)

جس چیز سے میں منع کروں اس سے بچا کرو اور جس چیز کا حکم دوں جہاں تک ہو سکے اس کی تعمیل کیا کرو، بے شک تم سے پہلے کی امتوں کو سوال کی کثرت اور انبیاء سے اختلاف کرنے ہی نے تباہ و برباد کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر جزء ۸ ص ۲)

اللہ نے تمہارے لئے قیل و قال، سوال کی کثرت اور مال کے ضائع کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔

سوال کی ممانعت سختی کے ساتھ کی گئی، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اَعْظَمَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ جُرْمًا مَنْ سَاَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ عَلَى النَّاسِ مِنْ اَجْلِ مَسْاَلَتِهٖ۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب ما یکرہ من کثرۃ السوال جزء ۹ ص ۱۱۷ و

مسلمین میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جو ایسے کام کے متعلق سوال کرے جس کا کرنا حرام نہیں کیا گیا تھا، اس کے پوچھنے کی وجہ سے لوگوں پر حرام کر دیا گیا۔

صحیح مسلم کتاب الفضائل باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ ص ۲۳۸ واللفظ للبخاری۔ خط کشیدہ الفاظ صرف صحیح مسلم میں ہیں)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز سے منع نہیں کیا گیا وہ حلال ہے۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کی سختی سے ممانعت کر دی گئی تھی۔ صحابۂ کرام اس پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

نُهِيْنَا أَنْ نَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ فَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَجِيءَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلَهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب فی بیان الایمان باللہ وشرائع الدین جزء اول ص ۳۱)

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی چیز کے متعلق سوال کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی، لہذا ہمیں یہ بات بہت اچھی معلوم ہوتی تھی، کہ دیہاتیوں میں سے کوئی سمجھ دار آدمی آکر سوال کرے اور ہم سنیں۔

(نوٹ:۔ دیہاتی آدمی اس لئے بے تکلف سوال کر لیا کرتا تھا کہ اُسے سوال کرنے کی ممانعت کا علم نہیں ہوتا تھا)۔

سوال کی ممانعت کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔ (وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ) جس نے ایمان کے بدلہ کفر کو اختیار کیا وہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا۔ ایمان تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کی جائے اور سوال نہ کیا جائے۔ لیکن جو شخص اس حکم الٰہی کی تعمیل نہیں کرتا، ممانعت کے باوجود سوال کرتا ہے وہ گویا اس حکم کا انکار کر رہا ہے۔ مزید برآں سوال کے جواب میں کوئی ایسی بات بتا دی جائے جو پوچھنے والے پر ناگوار گذرے اور پھر وہ اس کا انکار کر دے جس طرح اہل کتاب نے کیا تھا تو پھر ایمان کہاں رہے گا، گویا سوال کرنا ایمان کو خطرہ میں ڈالنا اور کفر کو دعوت دینا ہے۔

جو شخص ممانعت کے بعد بھی سوال سے باز نہیں آتا تو پھر وہ صراط مستقیم پر گامزن نہیں رہ سکتا۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کی طرح سوالات کرنے کی ممانعت فرما دی، پھر فرمایا کہ اہل کتاب کی ایک بہت بڑی تعداد تو یہ چاہتی ہے کہ سوال کی کثرت سے یا کسی اور طرح سے تم کو پھر کفر کی طرف لوٹا دے (حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ) اور ان کی یہ خواہش ان کے دلی حسد کی غماز ہے۔ اے مؤمنین، وہ نہیں چاہتے کہ تم کو خیر و برکت اور ہدایت ربانی سے بہرہ اندوز ہوتا دیکھیں۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ گمراہی میں مبتلا ہیں تم کو بھی گمراہی میں مبتلا کر دیں۔ دونوں میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

(المآئدۃ - ۵۹)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تم ہم میں سوائے اس کے اور کیا برائی دیکھتے ہو کہ ہم اللہ پر، اس کتاب پر جو ہم پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر جو پہلے نازل ہوئیں ایمان لائے اور بیشک تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔

اہل کتاب کو مؤمنین کی جو چیز سب سے زیادہ کھٹکتی تھی وہ دراصل ان کا ایمان ہی تھا۔ وہ مؤمنین کو پھر کفر کی طرف واپس لوٹانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے، طرح طرح کی سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ) اے ایمان والو، فی الحال تم معاف کرتے رہو، درگذر کرتے رہو، اللہ تعالےٰ کے حکم کا انتظار کرتے رہو۔ جب تک اللہ تعالےٰ کا حکم نہ آئے اس وقت تک نہ ان سے بدلہ لو اور نہ ان سے جہاد کرو، اللہ تعالےٰ ضرور ان سے بدلہ لینے اور ان کو سزا دینے پر قادر ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مشرکین کو اور اہل کتاب کو معاف کرتے رہتے تھے، حضرت اسامہؓ بن زید فرماتے ہیں :-

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ يَعْفُوْنَ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَهْلِ الْكِتَابِ كَمَا اَمَرَهُمُ اللّٰهُ وَيَصْبِرُوْنَ عَلَى الْاَذٰى (صحیح بخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک جزء ۸ ص۵۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مشرکین اور اہل کتاب کو جیسا کہ اللہ نے ان کو حکم دیا تھا معاف کرتے رہتے تھے اور (ان کی) اذیت پر صبر کیا کرتے تھے۔

عمل

اے لوگو! دین کامل ہو چکا ہے۔ حرام و حلال کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب نہ کسی کی رائے سے کوئی چیز حرام ہو سکتی ہے اور نہ کسی کی رائے سے کوئی چیز حلال ہو سکتی ہے۔ تاہم اپنے علماء سے ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کیا کیجئے جن کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں ہے، علماء میں تساہل پیدا ہو گیا ہے، وہ اپنی رائے سے حلال یا حرام کا فتویٰ دیدیتے ہیں، آپ ان کے حرام و حلال کو تسلیم تو کر نہیں سکتے پھر سوال سے کیا فائدہ؟ جو لوگ علماء کے حرام و حلال کو تسلیم کرتے ہیں وہ گویا تحلیل و تحریم کے معاملہ میں ان کو اللہ تعالےٰ کا شریک بنا دیتے ہیں اور یہ شرک ہے اس سے بچئے اے ایمان والو اہل کتاب سے بچئے، ان کی روش سے بچئے، وہ آپ کے دشمن ہیں، وہ آپکو مسلم دیکھنا نہیں چاہتے لہٰذا ان سے پوری طرح ہوشیار رہیئے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَمَا
تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ
عِنْدَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور (اس بات پر یقین رکھو کہ) جو نیکی تم اپنے لئے (اپنی موت سے) پہلے بھیج دو گے اُسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے، بے شک اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو، (وہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے) ﴿۱۱۰﴾

معانی و مصادر
(اَقِيْمُوْا) اَقَامَ، يُقِيْمُ، اِقَامَةٌ (باب افعال) قائم کرنا۔
(اٰتُوْا) اٰتٰى، يُؤْتِيْ، اِيْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔
(زَكٰوة) زَكٰى، يَزْكُوْ، زَكَاءٌ وزُكُوٌّ وزَكِيَ، يَزْكٰى، زَكَّى (س ن) بڑھنا، پھلنا پھولنا، پاک ہونا۔
[زکوٰۃ = وہ مال جو مال و دولت کو پاک کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کے نام پر اسلامی حکومت کو دے دیا جائے]
(تُقَدِّمُوْا) قَدَّمَ، يُقَدِّمُ، تَقْدِيْمٌ (باب تفعیل) آگے بھیجنا۔
(تَجِدُوْا) وَجَدَ، يَجِدُ، وُجْدٌ وِجْدَانٌ، وُجُوْدٌ (ح ض) پانا۔
(بَصِيْرٌ) بَصُرَ، يَبْصُرُ، بَصَرٌ وبَصَارَةٌ (س ك) دیکھنا، علم ہونا۔

تفسیر اہل کتاب سے ہوشیار رہنے کی تلقین کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے مؤمنین سے فرمایا "نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو"، نماز اور زکوٰۃ دینِ اسلام کے دو اہم رکن ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ، شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا
اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:۔
(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی

رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب دعاؤکم ایمانکم جزء اول ص۹ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس جزء ۱ ص۲۷ واللفظ للبخاری)

الٰہ نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا اور (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ کو یمن روانہ کیا تو ان سے فرمایا تھا:۔

اِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰى قَوْمٍ اَهْلِ كِتَابٍ فَلْيَكُنْ اَوَّلَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ، وَفِىْ رِوَايَةٍ اُدْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِذَا عَرَفُوا اللّٰهَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِىْ يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَاِذَا فَعَلُوْا فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً مِّنْ اَمْوَالِهِمْ (وَفِىْ رِوَايَةٍ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآئِهِمْ) وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ فَاِذَا اَطَاعُوْا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَآئِمَ اَمْوَالِ النَّاسِ۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب وجوب الزکوٰۃ وباب لا تؤخذ کرائم اموال الناس وباب قول اللہ تعالٰے واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ جزء ۲ ص۱۳ وص۱۴۷ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب الامر بالایمان باللہ ورسولہ والشرائع الدین والدعاء الیہ جزء اول ص۲۹)

تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے تو سب سے پہلے تم جس چیز کی انہیں دعوت دو وہ اللہ کی عبادت ہے، وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ اللہ کو پہچان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں پھر جب وہ اس پر عمل کرنے لگیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے محتاجوں کو دی جائے گی، پھر جب وہ یہ بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ لے لینا لیکن ان کے بہترین مال لینے سے بچنا (یعنی اوسط درجہ کا مال لینا)۔

نماز کی اہمیت اور ترک نماز کے کفر ہونے کے سلسلہ میں اسی سورت کی آیت نمبر ۳ کی تفسیر صفحہ ۱۰۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔ اہمیت میں زکوٰۃ بھی نماز کے لگ بھگ ہے۔ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ساتھ ساتھ کیا گیا ہے، نماز کی طرح زکوٰۃ بھی ان چیزوں میں سے ہے کہ جب تک کفار انہیں ادا نہ کریں اُن سے جنگ جاری رہے گی، محض کلمہ پڑھ لینے سے جنگ بند نہیں ہو گی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ۔ (التوبۃ - ۵)

(جو کفار برسرپیکار ہوں) اگر وہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو پھر ان کا راستہ چھوڑ دو (یعنی جنگ بند کر دو)۔

زکوٰۃ بھی ان چیزوں میں سے ہے کہ بغیر اس کے کوئی شخص دینی بھائی نہیں بن سکتا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ۔ (التوبۃ - ۱۱)

(جو کفار برسرپیکار ہوں) اگر وہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگ جائیں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

واضح رہے کہ بعض احادیث میں کافر کے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے بعد اسے قتل کرنے کی ممانعت ہے۔ ان احادیث میں اور مندرجہ بالا آیات میں تطبیق یہ ہے کہ کافر کے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد فوری طور پر اُسے قتل کرنا حرام ہوگا، لیکن جب وہ نماز اور زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا تو پھر اس سے جنگ کی جائے گی۔ اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ تعالےٰ سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۵ کی تفسیر میں لکھی جائے گی۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:۔

اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُّدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ

مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب قول اللہ تعالیٰ واقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ جزء ۲ ص۱۳ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب فی بیان الایمان باللہ جزء اول ص۲۵)

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا بھی شرک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ کو ملاؤ (یعنی رشتہ داری کو منقطع نہ کرو)۔

نماز اور زکوٰۃ کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے دوسری نیکیوں کی طرف بھی رغبت دلائی ۔ فرمایا (وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ) جو نیکی بھی تم کرو گے ، اُسے اللہ کے ہاں پاؤ گے ، نیکی ضائع نہیں ہو گی اور ہر نیکی کا بدلہ دیا جائے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ ○

(الانبیاء ۔ ۴۷)

قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازوئیں قائم کریں گے ، پھر کسی پر ذرا سا بھی ظلم نہیں ہو گا ۔ اگر کسی نے رائی کے دانہ کے برابر بھی (نیکی یا بدی) کی ہو گی ہم اُسے لے آئیں گے (اور ترازو کے پلڑے میں رکھ دیں گے) اور ہم حساب لینے کے لئے کافی ہیں ۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○

(اذا زلزلت الارض ۔ ۷-۸)

جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا (یعنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور چھوٹی سے چھوٹی بدی وہاں موجود ہو گی اور اس کا حساب ہو گا) ۔

آخر میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے ۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ، وہ تمہاری تمام نیکیوں سے خبردار ہے لہٰذا تمہاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہو گی ۔

عمل

اے لوگو نماز پڑھتے رہیئے اور پابندی سے پڑھتے رہیئے ۔ پابندی سے نماز پڑھنا بہت ضروری ہے ۔ زکوٰۃ دیتے رہیئے ، مال کی محبت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ زکوٰۃ کی ادائیگی سے غفلت برتیں ، زکوٰۃ بہت اہم فریضہ ہے ۔ اس کی بہت تاکید ہے ۔ دنیا چند روزہ ہے ، یہ مال یہیں رہ جائیگا ۔ وہاں کچھ کام نہ آئیگا بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں بھی کچھ کام نہ آئے ۔ ہر وقت اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے ۔ وہ ہر وقت آپ کو دیکھ رہا ہے ۔ اس کو خوش کرنے کی کوشش کیجئے ، اس کے احکام کی تعمیل کیجئے ، نیکیاں کرتے رہیئے تاکہ آپ کی نیکیوں کا پلڑا جھک جائے اور آپ اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچ جائیں ۔

وَقَالُوا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ
هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا
بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى مَنْ
اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ
عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ اور اہل کتاب کہتے ہیں کہ جنت میں یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ ہرگز کوئی داخل نہ ہوگا۔ یہ ان کی خوش فہمیاں ہیں (اے رسول) آپ (ان سے) کہیئے کہ اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو ﴿۱۱۱﴾ (اے رسول کہہ دیجئے جنت کسی خاص فرقہ کی جاگیر نہیں) جو شخص بھی اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دے گا اور نیکی کرتا رہے گا تو (بس) اس کے لئے اس کے رب کے ہاں اس (کے اعمال) کا اجر (و ثواب) ہے اور ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم ﴿۱۱۲﴾

معانی و مصادر (یَدْخُل) دَخَلَ، یَدْخُلُ، دُخُوْلٌ و مَدْخَلٌ (ن) داخل ہونا۔
(هُوْد) هَادَ، یَهُوْدُ، هَوْدٌ (ن) حق کی طرف رجوع کرنا، یہودی ہونا۔
[هَائِدٌ اسم فاعل ہے اور اس کی جمع هُوْدٌ ہے]
(هَاتُوْا) هَاتٰى، یُهَاتِیْ، مُهَاتَاةٌ (باب مفاعلۃ) دینا [مادّہ ھ ت ی ہے]۔
(اَمَانِیُّ) تَمَنّٰى، یَتَمَنّٰى، تَمَنِّیْ (باب تفعّل) ارادہ کرنا۔ پڑھنا۔ جھوٹ بولنا،
[اَمَانِیُّ۔ اُمْنِیَّةٌ کی جمع۔ تمنائیں، خوش فہمیاں، خام خیالیاں]۔
(بُرْهَان) بَرِهَ، یَبْرَهُ، بَرَهٌ و بُرْهَانٌ (س) بیماری کے بعد جسم کا چمکدار ہو جانا جو صحت

کی دلیل ہے [برھان = روشن دلیل] ۔
(اَسْلَمَ) اَسْلَمَ ، یُسْلِمُ ، اِسْلَامٌ (باب افعال) اسلام قبول کرنا، مطیع ہونا، سپرد کرنا۔
(مُحْسِنٌ) اَحْسَنَ ، یُحْسِنُ ، اِحْسَانٌ (باب افعال) نیکی کرنا۔
(خَوْفٌ) خَافَ ، یَخَافُ ، خَوْفٌ وخَیْفٌ ومَخَافَۃٌ وخِیْفَۃٌ (س) ڈرنا۔
(یَحْزَنُوْنَ) حَزِنَ ، یَحْزَنُ ، حَزَنٌ (س) غمگین ہونا۔

تفسیر یہودی کہتے تھے کہ جنت میں یہودیوں کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا۔ عیسائی کہتے تھے کہ عیسائیوں کے علاوہ جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا۔ عیسائی اور یہودی آپس میں ایک دوسرے کو حق پر نہیں سمجھتے تھے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ ۔

یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی حق پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں۔

(البقرۃ - ۱۱۳)

الغرض دونوں فرقے صرف اپنے کو حق پر سمجھتے تھے اور صرف اپنے کو جنتی سمجھتے تھے، ان کا دعوٰی تھا کہ مسلمین کیونکہ ان کے راستے پر نہیں لہذا مسلمین جنت میں ہرگز نہیں جا سکتے ، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (تِلْکَ اَمَانِیُّھُمْ) یہ ان کی خوش فہمیاں اور خام خیالیاں ہیں جن کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ۔ جنت کسی خاص فرقے کی جاگیر نہیں کہ بس اُسی فرقے کے لوگ اس میں داخل ہوں بلکہ جنت میں داخل ہونے کے لئے اللہ تعالےٰ کا ایک اٹل قانون ہے جو شخص بھی خود کو اس قانون کے مطابق ڈھال لے بس وہی جنت کا مستحق ہے ۔ وہ اٹل قانون یہ ہے کہ (مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ) جو شخص بھی اللہ تعالےٰ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دے ۔ بس اسی کا ہو جائے ، اپنے آپ کو اسی کے سپرد کر دے اور اس کے احکام کے مطابق نیکیاں کرتا رہے تو ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا اور اپنے رب کی طرف سے اجر و ثواب پائیگا ۔ اسے قیامت کے دن کسی قسم کا نہ خوف ہوگا اور نہ غم اور جنت میں بھی اس کی زندگی خوف و غم سے خالی ہوگی ۔ سرور و مسرت ، عیش و راحت میں وہ شاداں و فرحاں ہوگا ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ۝

وہ پسندیدہ عیش و (راحت) میں ہوگا۔

(القارعۃ - ۷)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقّٰھُمْ نَضْرَۃً وَّسُرُوْرًا ۝

اللہ تعالےٰ نیک لوگوں کو تروتازگی

(هل اتی - ۱۱)

اور مسرت و شادمانی سے بہرہ اندوز کریگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۝

تم ان کے چہروں میں تروتازگی (کے آثار) دیکھو گے۔

(المطففین - ۲۴)

مغفرت کے مندرجہ بالا اٹل قانون کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ فرمایا ہے:۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں یا یہودی ہیں یا عیسائی ہیں یا صابی ہیں (ان میں سے) جو شخص بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور عمل صالح کرتا رہا تو ایسے لوگوں کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے، انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔

(البقرۃ - ۶۲)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

جو شخص ایمان لائے اور (اپنی) اصلاح کرلے تو اُسے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔

(الانعام - ۴۸)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّىٰ ۝

جو شخص اللہ کے پاس (اس حالت میں) آئے کہ وہ مؤمن ہو اور نیک عمل کرتا رہا ہو تو (اُس جیسے) لوگوں کے لئے (بڑے) بلند درجے ہیں۔ وہ باغہائے جاودانی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بدلہ اسی کو ملے گا جس نے (اپنے کو برائیوں سے) پاک رکھا ہوگا۔

(طٰہٰ - ۷۵ - ۷۶)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مجاہد اللہ کے راستے میں بڑی بہادری سے لڑتا رہا لیکن آخر میں اس نے زخموں کی تکلیف سے تنگ آکر خودکشی کرلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا

جنت میں سوائے مسلم شخص کے

نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ۔
(صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ان الله لیؤید الدین بالرجل الفاجر جزء ۴ ص۸۸ ۔ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسه جزء ۱ ص۵۸)

اور کوئی داخل نہیں ہوگا (یعنی جنت میں وہ شخص داخل ہوگا جو نیک عمل کرتا رہے اور آخر وقت تک اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے بچے)۔

نوٹ:۔ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان نہ لائے اور اپنی شریعت کے مطابق عمل کرتا رہے تو نہ وہ مؤمن کہلائے گا اور نہ اس کا عمل نیک عمل کہلائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لانا اور آپ کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ عمل صالح وہی ہے جو سنت کے مطابق ہو۔ مزید تفصیل انشاء اللہ تعالےٰ سورۂ مائدہ کی آیت ۱۹ کی تفسیر میں لکھی جائے گی۔

عمل

اے لوگو! خوش فہمیوں سے بچیئے، بے بنیاد آرزوؤں تمناؤں اور ارمانوں پہ بھروسہ نہ کیجیئے اس دھوکہ میں نہ رہیئے کہ ہم نے پیر کا دامن پکڑ لیا ہے، پیر نے ہمیں جنت کی ضمانت دے دی ہے نہ اس بات پہ بھروسہ کیجیئے کہ ہم اللہ تعالےٰ کے محبوب کی امت میں ہیں، اللہ تعالےٰ اپنے محبوب کی خاطر ہمیں بخش دے گا۔ یہ وہی خام خیالیاں ہیں جو اہل کتاب کو تھیں۔ وہ کہا کرتے تھے:۔

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ۔ — ہم اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں۔
(المائدۃ ۔ ۱۸)

اے لوگو! آپ اہل کتاب جیسی خام خیالیوں میں نہ رہیئے۔ اللہ تعالےٰ پہ صحیح معنوں میں ایمان لائیے۔ توحید پر قائم رہیئے اور نیک عمل کرتے رہیئے۔ یہی چیزیں کام آنے والی ہیں۔ وہاں کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے کچھ بھی کام نہیں آسکتا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا۔ — قیامت کے روز کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔
(البقرہ ۔ ۴۸)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ
وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ
وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ
لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کسی (صحیح) چیز پر قائم نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی (صحیح) چیز پر قائم نہیں حالانکہ وہ (دونوں اللہ کی) کتاب پڑھتے ہیں (جس میں ایک دوسرے کی تصدیق موجود ہے) (اور) اسی طرح کی بات وہ بھی کہتے ہیں جنہیں (اللہ کی کتاب کا) کوئی علم نہیں (تو اے رسول) جن باتوں میں یہ اختلاف کر رہے ہیں ان باتوں کے سلسلہ میں اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا ﴿۱۱۳﴾

معانی و مصادر
لَيْسَتْ ۔ لَيْسَ کا مؤنث ہے۔ اس کے معنی ہیں: نہیں ہے۔
(يَتْلُوْنَ) تَلَا ، يَتْلُوْ ، تِلَاوَةٌ (ن) پڑھنا۔
(يَحْكُمُ) حَكَمَ ، يَحْكُمُ ، حُكْمٌ و حُكُوْمَةٌ (ن) حکم کرنا ، فیصلہ کرنا۔
(يَخْتَلِفُوْنَ) اِخْتَلَفَ ، يَخْتَلِفُ ، اِخْتِلَافٌ (باب افتعال) اختلاف کرنا۔

تفسیر توریت میں انجیل کی تصدیق اور پیشن گوئی موجود تھی، انجیل میں توریت کی تصدیق موجود تھی، دونوں میں ایک ہی واحد الٰہ کا قانون تھا۔ دونوں ایک ہی سرچشمہ سے نکلی تھیں۔ لیکن آپس کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کے دین

کا انکار کرتے تھے۔ یہودی عیسائیوں کے دین کی برائی کرتے تھے اور عیسائی یہودیوں کے دین کی برائی کرتے تھے۔ گویا آپس کی مخالفت کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے دین کا انکار کر رہے تھے۔ دونوں اپنی اپنی کتابوں کی تلاوت کرتے تھے لیکن صحیح معنوں میں عمل نہیں کرتے تھے۔ اگر عمل کرتے تو ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرتے بلکہ دونوں متحد ہو کر اللہ تعالیٰ کے دین کو جو توریت اور انجیل میں موجود تھا مضبوطی سے پکڑ لیتے۔ آپس میں ضد اور مخالفت پیدا ہونے کا سبب دراصل اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار تھا۔ یہی قول مشرکین کا بھی تھا جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔ جہالت کا دور دورہ تھا لیکن نازیبی تھا کہ ہم حق پر ہیں اور دوسرے باطل پر۔

یہ اختلاف کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر اس کا فیصلہ دنیا میں ہو تو سکتا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد کیونکہ کتاب الٰہی کے نزول اور بعثتِ انبیاء کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ اختلافات کو ختم کر کے سب کو ایک راستہ پر لگا دیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (البقرۃ - ۲۱۳)

(پھر جب وہ اختلاف میں مبتلا ہوئے) تو اللہ نے نبیوں کو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ وہ (کتاب) ان باتوں میں فیصلہ کر دے جن باتوں میں وہ اختلاف کر رہے تھے۔

اس آیت کی روشنی میں جو لوگ ایمان لے آئے، پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے فیصلہ کے مطابق ضد اور ہٹ دھرمی کو بالائے طاق رکھ دیا وہ ہدایت یاب ہوئے اور آپس کے اختلاف سے بچ گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ۔ (البقرۃ - ۲۱۴)

پھر اللہ نے ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے تھے (دین) حق کی ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے اپنے اذن سے ہدایت دی۔

لیکن جو لوگ ایمان نہیں لائے اور ضد و ہٹ دھرمی سے اپنے اختلافات پر اڑے رہے تو اب ان کا فیصلہ دنیا میں کیسے ہو سکتا ہے۔ ان کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہی ہو سکتا ہے۔ اس سے پہلے ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

ہم نے ان کو امر (حق) کے سلسلہ میں کھلے دلائل دئے تھے لیکن (ان دلائل کا) علم ہو جانے کے بعد بھی وہ آپس کی ضد کی وجہ سے اختلاف پر جمے رہے۔ (اے رسول) بیشک آپ کا ربّ

(الجاثیۃ - ۱۷) قیامت کے دن ان کے درمیان ان باتوں کے سلسلہ میں فیصلہ کرے گا جن باتوں میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالےٰ کی کتاب آپ کے پاس ہے۔ اللہ تعالےٰ کا دین قرآن وحدیث کے اندر مکمل ہو چکا ہے اور قرآن وحدیث کا علم صحیح طور پر محفوظ ہو کر آپ تک پہنچ چکا ہے لہٰذا آپ قیامت کے دن کے فیصلہ کا انتظار نہ کیجئے۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث سے اپنے اختلافات کا فیصلہ کر لیجئے۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث کی موجودگی میں اختلافات پر جمے رہنا ایمان کی نشانی نہیں۔ سر جوڑ کر بیٹھئے۔ خلوص اور تقوے کے ساتھ اپنے اختلافات کو قرآن مجید اور حدیث صحیح پر پیش کیجئے۔ پھر قرآن مجید اور حدیث صحیح سے جو بات حق ثابت ہو اُسے تسلیم کیجئے۔ آپ کے اختلافات ختم ہو جائیں گے۔ آپ ایک راستہ پر آجائیں گے، فرقوں کا وجود ختم ہو جائیگا، اتفاق و اتحاد کی وہ مسرت بخش ہوائیں چلیں گی جو نہ صرف آپ کو فائدہ پہنچائیں گی بلکہ دنیا کی تمام اقوام کے لئے رُشد وہدایت کا موجب ہوں گی۔ آپ کے اختلافات اور فرقہ بندیوں نے تبلیغ کا راستہ روک دیا ہے۔ فرقوں کا وجود اسلام کو پھلنے پھولنے کا موقع نہیں دیتا۔ ہر فرقہ اپنے کو اسلام کا دعویدار کہتا ہے۔ ایسی صورت میں اسلام کی طرف مائل ہونے والا کدھر جائے۔ وہ کونسے فرقہ وارانہ مذہب کو قبول کرے کہ اُسے صحیح اسلام مل جائے۔ وہ یہ دیکھ کر کہ اسلام کئی ہیں حیران ہو جاتا ہے اور پھر اسلام کی طرف رُخ نہیں کرتا۔

اے لوگو! اُسے اپنے فرقہ وارانہ مذاہب سے روشناس نہ کرائیے۔ اُسے قرآن مجید اور صحیح حدیث کی دعوت دیجئے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ پہلے آپ خود اس پر عمل کریں۔ اگر آپ ایسا نہ کریں تو یہ قول و فعل میں تضاد ہوگا۔ اٹھئے اور اپنے فرقوں اور فرقہ وارانہ مذہبوں کو ختم کر دیجئے۔ اسلام پر عمل کیجئے۔ اسلام قرآن وحدیث کے اندر ہے نہ کہ باہر۔ آپ سے میدان محشر میں قرآن مجید اور حدیث صحیح کے متعلق سوال ہوگا۔ آپ سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ آپ نے فلاں فرقے کے مذہب پر یا مسئلہ پر عمل کیوں نہیں کیا۔ آپ قرآن مجید اور حدیث صحیح پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر انہی پر عمل کیجئے۔ ایسے مذاہب کو کیوں مانتے ہیں جن کے نتیجہ میں ایک اسلام کے کئی اسلام بن جاتے ہیں۔ فرقہ وارانہ مذاہب کے ساتھ فرقہ وارانہ نام خود بخود ختم ہو جائیں گے اور پھر آپ کا نام صرف ایک ہوگا اور وہ وہی ہوگا جو اللہ تعالےٰ نے رکھا تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (الحج - ۷۸) اللہ نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے۔

ہمارا بادشاہ۔ ہمارا حاکم، ہمارا قانون ساز۔ ہمارا شارع صرف اللہ تعالےٰ ہے۔ ہمارا امام، امام الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان ہی کو اللہ تعالےٰ نے ہمارا امام بنایا تھا۔ انہی کی اطاعت اور

پیروی کو ہم پر واجب کیا تھا۔ دوسرے امام واجب الاحترام تو ضرور ہیں لیکن واجب الاتباع نہیں ہیں۔ ان کی اطاعت اور پیروی کا ہمیں حکم نہیں ملا۔ نہ ان کی اطاعت اور پیروی کے متعلق ہم سے قبر میں سوال ہوگا اور نہ محشر میں سوال ہوگا۔ ہمارا دین صرف اسلام ہے۔ بس اسی کو اختیار کیجئے۔ ہمارا نام صرف مسلم ہے بس اسی نام سے اپنے آپ کو متعارف کرائیے۔ یہی نسخہ ہے جس پر عمل کرنے سے ہم ایک ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے آپس کے اختلافات کا فیصلہ یہاں کتاب الٰہی سے کر لینا اچھا ہے۔ اس کو میدان محشر کے لئے اٹھا کر نہ رکھئے۔ وہاں کا فیصلہ تو کافروں کے لئے ہی رہنے دیجئے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱۳ جو اوپر گذر چکی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان والوں کو یہیں ہدایت مل جاتی ہے۔ ان کے اختلافات کا فیصلہ یہیں ہو جاتا ہے۔ آپ کے اختلافات کا فیصلہ یہاں نہیں ہو رہا تو پھر سوچئے کہ آپ کیا ہیں!۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ
يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ
مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ
فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ ایسے لوگوں کو زیبا نہیں کہ مسجدوں میں داخل ہوں مگر ہاں ڈرتے ہوئے۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے ﴿۱۱۴﴾

معانی ومصادر (اَظْلَمُ) ظَلَمَ، یَظْلِمُ، ظُلْمٌ وظُلْمٌ ومَظْلِمَةٌ (من) ظلم کرنا، حق تلفی کرنا، کسی چیز کو اس کی اصلی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا۔

(مَنَعَ) مَنَعَ، یَمْنَعُ، مَنْعٌ (ف) روکنا، منع کرنا۔

(مَسٰجِدَ) سَجَدَ، یَسْجُدُ، سُجُوْدٌ (ن) سجدہ کرنا، جھکنا۔

(یُذْکَرَ) ذَکَرَ، یَذْکُرُ، ذِکْرٌ وتَذْکَارٌ (ن) ذکر کرنا، اللہ کی بڑائی بیان کرنا، یاد کرنا۔

(سَعٰی) سَعٰی، یَسْعٰی، سَعْیٌ (س) کوشش کرنا۔

(خَرَاب) خَرِبَ، یَخْرَبُ، خَرْبٌ وخَرَابٌ (س) ویران کرنا، غیر آباد کرنا۔

(خَآئِفِیْنَ) خَافَ، یَخَافُ، خَوْفٌ وخَیْفٌ ومَخَافَةٌ وخِیْفَةٌ (س) ڈرنا۔

(خِزْیٌ) خَزِیَ، یَخْزٰی، خِزْیٌ وخَزًی (س) ذلیل ہونا۔

(عَظِيمٌ) عَظُمَ، يَعْظُمُ، عِظَمٌ وعَظَامَةٌ (ك) بڑا ہونا۔

تفسیر کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے روکتے تھے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۝ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ۝ (اقراء - ۹-۱۰)

(اے رسول) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔

ایک دن ابوجہل نے کہا:۔

"لَئِنْ رَأَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّي عِنْدَ الْكَعْبَةِ لَأَطَأَنَّ عَلَىٰ عُنُقِهِ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ فَعَلَهُ لَأَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ اقراء) جزء ۶ صـ۲۱۶)

"اگر میں نے محمد کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کی گردن کو روند ڈالونگا"، یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر اس نے ایسا کیا تو فرشتے اس کو پکڑ لیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

رَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَوَضَعَ رِدَاءَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ بِهِ خَنْقًا شَدِيدًا فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّىٰ دَفَعَهُ عَنْهُ (صحیح بخاری باب مناقب ابی بکر جزء ۵ صـ۱۲)

میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے اپنی چادر آپ کی گردن میں ڈال کر شدت کے ساتھ آپ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ اتنے میں ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے اُسے ہٹایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ وَأَبُو جَهْلٍ وَأَصْحَابٌ لَهُ جُلُوسٌ إِذْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَيُّكُمْ يَجِيءُ بِسَلَى جَزُورِ بَنِي فُلَانٍ فَيَضَعُهُ عَلَىٰ ظَهْرِ مُحَمَّدٍ إِذَا سَجَدَ فَانْبَعَثَ أَشْقَى الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهِ فَنَظَرَ حَتَّىٰ إِذَا سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهُ عَلَىٰ ظَهْرِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَأَنَا أَنْظُرُ لَا أُغَيِّرُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا: کون ہے جو بنو فلاں کے اونٹ کی اوجھڑی لا کر جب یہ سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے؟ قوم کا بدبخت ترین شخص اٹھا اور اوجھڑی لے آیا۔ پھر وہ انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اس نے اُس اوجھڑی کو رسول اللہ

شَيْئًا لَوْ كَانَتْ لِيْ مَنَعَةٌ قَالَ فَجَعَلُوْا يَضْحَكُوْنَ وَيُحِيْلُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ (صلى الله عليه وسلم) سَاجِدٌ لَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ حَتّٰى جَآءَتْهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْ عَنْ ظَهْرِهٖ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ۔

(صحیح بخاری کتاب الوضوء باب اذا القی علی ظهر المصلی قذر جزء اول ص۶۹ ۔ و صحیح مسلم کتاب الجهاد باب ما لقی النبی صلی الله علیه وسلم من اذی المنافقین جزء ۲ ص۱۰۳)

صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں دیکھ رہا تھا لیکن میں انہیں روک نہیں سکتا تھا۔ کاش مجھ میں روکنے کی قوت ہوتی، وہ ایک دوسرے پر ہنسی کی وجہ سے جھک جاتے تھے۔ اتنے میں حضرت فاطمہؓ آئیں اور وہ اوجھڑی ہٹا دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا۔

مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز پڑھتے تو کفار آپ کو طرح طرح کی ایذا دیتے تھے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کی آزمائش تھی، ایسے موقع پر فرشتوں کی امداد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ اگر کفار آپ کو قتل کرنے کی کوشش کرتے تو فرشتے ان کو روک دیتے اس لئے کہ یہ منشائے الٰہی کے خلاف تھا۔ اللہ تعالےٰ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کامل اور غالب ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔

(الفتح ۔۲۸، الصف ۔۸، التوبۃ ۔۳۳)

اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کرے۔

الغرض ابوجہل وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے سے روکتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اس سے بڑا گنہگار کون ہو سکتا ہے جو کہ اللہ تعالےٰ کی مسجدوں میں لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے ذکر سے روکے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے حالانکہ مسجدیں تو ہوتی ہی اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے کے لئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا۔

(الحج ۔۴۰)

اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ دفع نہ کرتا رہتا تو صومعے، گرجے، عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے گرا دی جاتیں۔

آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا مسجدوں میں اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے سے روکنے والے خود اس قابل نہیں کہ اللہ تعالےٰ کی مسجدوں میں داخل ہوں۔ انکا مسجدوں کو ویران کرنے کی کوشش کرنا اس قدر قبیح فعل ہے

کہ ان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مسجدوں میں داخل ہوں۔ اور اگر داخل ہوں تو انہیں ڈرتے ڈرتے داخل ہونا چاہیئے کہ کہیں اللہ تعالےٰ کی گرفت میں نہ آجائیں۔

بہرحال مسجدوں میں اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے سے روکنے والے دنیا میں بھی رسوا ہو کر رہیں گے اور آخرت میں تو ان کے لئے بڑا زبردست عذاب ہے۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور فتح مکہ کے بعد وہ وقت آیا کہ مشرکین ذلیل و خوار ہوئے۔ مسجد حرام میں داخل ہونے سے انہیں روک دیا گیا۔

عمل

اے لوگو! مسجدوں میں کسی کو بھی اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے سے نہ روکیئے، البتہ مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیجئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔

اے ایمان والو! مشرکین ناپاک ہیں لہذا اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔

(التوبۃ - ۲۸)

بلکہ انہیں تو یہ بھی زیبا نہیں کہ وہ دوسری مسجدوں کو آباد کریں یا ان کو تعمیر کریں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝

مشرکین کے لئے زیبا نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو تعمیر کریں (یا انہیں آباد کریں) باوجود اس کے کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں۔ ان کے تمام اعمال بے کار ہیں اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

(التوبۃ - ۱۷)

یعنی جب مشرکین کا کوئی عمل ہی قبول نہیں تو ان کا مسجدوں میں آکر اس کو آباد کرنا یا اس کی تعمیر میں حصہ لینا بے سود ہے۔ انہیں ایسے کاموں میں حصہ نہیں لینا چاہیئے جو ان کے لئے کسی حالت میں بھی مفید نہیں ہیں۔

مساجد اللہ تعالےٰ کے ذکر کے لئے مخصوص ہیں۔ ان میں پنج وقتہ فرض نماز پابندی سے باجماعت ادا کیا کیجئے۔ جو شخص بھی نماز پڑھنے یا اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے مسجد میں آئے اسے مسجد میں نماز پڑھنے یا ذکر کرنے سے نہ روکیئے۔ مساجد میں اللہ تعالےٰ کا ذکر کثرت سے کیجئے۔ مسجدوں کو بند نہ کیجئے تاکہ نماز کے اوقات کے علاوہ جو لوگ مسجدوں میں بیٹھ کر اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنا چاہیں وہ کر سکیں۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا
فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ اور مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے، لہٰذا تم جدھر بھی منہ کرو گے اُدھر اللہ کا چہرہ ہوگا، بے شک اللہ وسعت والا ہے (کسی خاص سمت میں محدود نہیں) اور وہ جاننے والا ہے (وہ تمہاری نماز کی کیفیت سے ہر حال میں واقف ہوگا) ﴿۱۱۵﴾

معانی و مصادر
(مَشْرِق) شَرَقَ، یَشْرُقُ، شَرْقٌ و شُرُوْقٌ (ن) طلوع ہونا۔
(مَغْرِب) غَرَبَ، یَغْرُبُ، غُرُوْبٌ (ن) غروب ہونا، غائب ہونا۔
(تُوَلُّوْا) وَلّٰی، یُوَلِّیْ، تَوْلِیَۃٌ (باب تفعیل) والی بنانا، موڑنا۔
(وَاسِعٌ) وَسِعَ، یَسَعُ، سَعَۃٌ و سِعَۃٌ (س ح) کشادہ ہونا، وسیع ہونا۔
(ثَمَّ) ثُمَّ = وہاں، اُدھر۔

تفسیر نماز میں مسجد حرام کی طرف منہ کرنا فرض ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک آسانی دی ہے وہ یہ کہ سفر میں سواری پہ فرض نماز کے علاوہ تمام نمازوں میں مسجد حرام کی طرف منہ کرنا لازمی نہیں۔ جس طرف چاہے منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَهُوَ مُقْبِلٌ مِّنْ مَكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ قَالَ وَفِيْهِ نَزَلَتْ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔
(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب جواز صلاۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجہت جزء اول ص ۲۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ جا رہے تھے۔ دورانِ سفر آپ اپنی سواری پر جدھر بھی آپ کا رخ ہوتا نماز پڑھ لیا کرتے تھے، ابن عمرؓ فرماتے ہیں اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ، تم جدھر بھی منہ کرو گے ادھر اللہ کا منہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز سواری

يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ. (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب ینزل للمکتوبۃ جزء۲ صـ۵۶ وصحیح مسلم باب صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ جزء اول صـ۲۸۳)

پر پڑھ لیا کرتے تھے، اگرچہ سواری کا منہ کسی طرف بھی ہوتا اور وتر بھی اسی پر پڑھ لیا کرتے تھے۔ البتہ فرض نماز سواری پر نہیں پڑھتے تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ الْمَکْتُوْبَۃَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ (صحیح بخاری باب ینزل للمکتوبۃ جزء۲ صـ۵۶)

بے شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ پھر جب آپ فرض نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر جاتے، قبلہ کی طرف منہ کرتے (اور پھر فرض نماز پڑھتے)

حضرت انس بن سیرین رح فرماتے ہیں:۔

اِسْتَقْبَلْنَا اَنَسًا حِیْنَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِیْنَاہُ بِعَیْنِ التَّمْرِ فَرَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْ عَلٰی حِمَارٍ وَوَجْھُہٗ مِنْ ذَا الْجَانِبِ یَعْنِیْ عَنْ یَسَارِ الْقِبْلَۃِ فَقُلْتُ رَاَیْتُکَ تُصَلِّیْ لِغَیْرِ الْقِبْلَۃِ فَقَالَ لَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ لَمْ اَفْعَلْہُ (صحیح بخاری باب صلوۃ التطوع علی الحمار جزء۲ صـ۵۶۔ وصحیح مسلم باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجھت جزء اول صـ۲۸۴)

حضرت انسؓ جب شام سے آئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا۔ ہم نے ان سے عین التمر میں ملاقات کی میں نے دیکھا کہ وہ گدھے پر قبلہ کی بائیں جانب منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ (جب وہ نماز پڑھ چکے تو) میں نے ان سے پوچھا کہ میں نے آپ کو غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے دیکھا (اس کی کیا وجہ ہے) انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی ایسا نہ کرتا۔

الغرض آیت زیر تفسیر کی رو سے بحالتِ سفر نفل نماز، سواری پر کسی طرف بھی منہ کر کے ادا کی جا سکتی ہے۔ ایسی حالت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا فرض نہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مشرق و مغرب سب اللہ تعالےٰ کا ہے۔ تمام سمتیں اللہ تعالےٰ کی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کسی خاص سمت میں محدود نہیں، وہ ہر طرف اور ہر سمت میں ہے لہٰذا تم جدھر بھی رخ کرو گے ادھر اللہ تعالےٰ کا رخ ہوگا۔ ہر حال اور ہر سمت میں اللہ تعالےٰ کا چہرہ تمہاری طرف ہوگا۔ وہ بہت وسعت والا ہے لہٰذا وہ کسی خاص سمت میں مقیّد و محدود نہیں ہوگا اور وہ بہت علم والا ہے لہٰذا تم کہیں بھی ہو اور کسی طرف بھی منہ کرو اللہ تعالےٰ تمہاری کیفیت سے بے خبر نہیں ہوگا۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالےٰ کو حاضر و ناظر سمجھئے۔ وہ کسی بھی سمت میں محدود نہیں۔ وہ ہر وقت اور ہر آن آپ کی طرف متوجہ ہے۔ وہ آپ کو دیکھ رہا ہے اور آپ کے حالات، کیفیات اور دل کی نیتوں سے بخوبی واقف ہے۔

نوٹ:۔ اللہ تعالےٰ عرش پر ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر جگہ بھی ہے البتہ اس کا ہر جگہ ہونا تاویل طلب ہے لیکن تاویل سے کوئی واقف نہیں سوائے اس کے۔

اے لوگو! سفر میں سنت کے مطابق نفل نماز آپ بھی سواری پر پڑھ لیا کیجئے، خواہ کسی بھی طرف آپ کا منہ ہو۔ سفر میں سواری پر نفل نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب آپ نماز شروع کریں تو تکبیر تحریمہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ کر لیں، پھر منزل مقصود تک جانے کے لئے جس طرف بھی آپ اپنی سواری کو موڑیں ادھر ہی منہ کر کے باقی نماز پڑھتے رہیں۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ وَھُوَ مُسَافِرٌ فَاَرَادَ اَنْ یَّتَطَوَّعَ اسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِہِ الْقِبْلَۃَ فَکَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰی حَیْثُ وَجَّھَہٗ رِکَابُہٗ۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التطوع علی الراحلۃ جزء اول ص۱۸۰ وسندہ صحیح مرعاۃ المفاتیح جلد ۳ ص۲۶۹)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے، پھر (دورانِ سفر) نفل نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اونٹنی کا منہ قبلہ کی طرف کرتے۔ پھر تکبیر کہتے، پھر نماز پڑھتے جدھر بھی سواری کا منہ ہوتا۔

رکوع و سجود کے لئے سر سے اشارہ کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ فرماتے ہیں:۔

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِی السَّفَرِ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ حَیْثُ تَوَجَّھَتْ بِہٖ یُوْمِیْ اِیْمَاءً صَلٰوۃَ اللَّیْلِ اِلَّا الْفَرَائِضَ وَیُوْتِرُ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الوتر فی السفر جزء ۲ ص۳۲ وباب الایماء علی الدابۃ جزء ۲ ص۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں فرائض کے علاوہ رات کی نماز اپنی سواری پر جدھر بھی اس کا منہ ہوتا پڑھ لیا کرتے تھے (رکوع و سجود کے لئے) آپ اشارہ کرتے تھے اور وتر بھی آپ سواری پر پڑھ لیا کرتے تھے۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ فرماتے ہیں:۔

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ عَلَی الرَّاحِلَۃِ یُسَبِّحُ یُوْمِیْ بِرَاْسِہٖ قِبَلَ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر نفل نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ آپ کا منہ ادھر

اَیِّ وَجْہٍ تَوَجَّہَ وَلَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فِی الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ۔ (صحیح بخاری باب ینزل للمکتوبۃ جزء ۲ ص۵۶)

ہی ہوتا تھا جدھر سواری کا منہ ہوتا تھا، لیکن فرض نماز میں آپ ایسا نہ کرتے تھے۔

سجدہ میں رکوع کے مقابلہ میں سر کو زیادہ جھکائیں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَاجَۃٍ قَالَ فَجِئْتُ وَھُوَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالسُّجُوْدُ اَخْفَضُ مِنَ الرُّکُوْعِ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التطوع علی الراحلۃ جزء اول ص۱۵۱ و ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی الدابۃ حیث ما توجہت بہ وصححہ الترمذی جزء اول ص۱۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا۔ میں جب واپس آیا تو آپ اپنی سواری پر مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ سجود میں (اپنے سر کو) رکوع کے مقابلے میں زیادہ جھکاتے تھے۔

خلاصہ مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ فرض نماز سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف منہ کر کے ادا کریں۔ نفل نماز اگر چاہیں تو سواری پر ہی پڑھ لیں۔ جب تکبیر تحریمہ کہیں تو قبلہ کی طرف منہ کر لیں۔ پھر جدھر بھی سواری کا منہ ہو ادھر ہی منہ کر کے نماز پڑھتے رہیں۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں۔ رکوع و سجود بھی سواری پر کریں۔ رکوع اور سجود کے لئے سر کو جھکائیں۔ سجدہ کے لئے بہ نسبت رکوع کے زیادہ جھکائیں۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾
بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓى
اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ اور کافر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بھی اولاد ہے۔ (نہیں) وہ (اولاد سے) پاک و منزّہ ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اس کا ہے۔ تمام چیزیں اس کی فرمانبردار ہیں ﴿۱۱۶﴾ (اس کی تو یہ شان ہے کہ) وہ آسمان اور زمین کا بغیر نمونہ کے پیدا کرنے والا ہے۔ جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کام کو حکم دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ کام ہو جاتا ہے (کیا کسی اور کی بھی یہ شان ہے، ہرگز نہیں، تو پھر وہ کیسے اللہ کی اولاد بن سکتا ہے) ﴿۱۱۷﴾

معانی و مصادر اِتَّخَذَ، يَتَّخِذُ، اِتِّخَاذٌ (باب افتعال) پکڑنا، بنانا۔
(وَلَدًا) وَلَدَ، يَلِدُ، لِدَةٌ وَوِلَادٌ وَوِلَادَةٌ وَاِلَادَةٌ وَمَوْلِدٌ، (ض) جننا۔
(قَانِتُوْنَ) قَنَتَ، يَقْنُتُ، قُنُوْتٌ (ن) اطاعت کرنا، نماز میں کھڑا ہونا، عاجزی کرنا۔
(بَدِيْعُ) بَدَعَ، يَبْدَعُ، بَدْعٌ (ف) ایجاد کرنا، بغیر نمونہ کے پیدا کرنا۔
(قَضٰى) قَضٰى، يَقْضِيْ، قَضَاءٌ وَقَضْيٌ وَقَضِيَّةٌ (ف) حکم دینا، فیصلہ کرنا۔

تفسیر یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ

یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ

يَأْتُوا هِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ○
(التوبۃ - ۳۰)

ان کے منہ کی باتیں ہیں (جو چاہتے ہیں کہہ دیتے ہیں سچ اور جھوٹ میں تمیز نہیں کرتے) پہلے کافروں (نے بھی ایسی بات کہی تھی، یہ انہی) کے قول کی پیروی کر رہے ہیں، اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے۔ یہ کہاں بہکے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔

مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالےٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

أَفَأَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ إِنَاثًا إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ○
(بنی اسرآءیل - ۴۰)

(اے مشرکین) کیا تمہارے رب نے تمہارے لئے بیٹے پسند کئے اور (اپنے لئے بیٹیاں پسند کیں یعنی بقول تمہارے) اس نے فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنایا۔ یہ بات جو تم کہتے ہو (برائی کے لحاظ سے) بہت بڑی بات ہے۔

تقریباً یہی حال دوسری قوموں کا بھی تھا۔ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کی اولاد ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان سب قوموں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ اولاد رکھنے سے پاک ہے۔ اس کی تو یہ شان ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا ایسی حالت میں پیدا کرنے والا ہے کہ پہلے کہیں ان کا نمونہ موجود نہیں تھا۔ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ جو چاہے کر سکتا ہے، جس چیز کو چاہے پیدا کر سکتا ہے، اس کے "کُن" کہتے ہی ہر چیز وجود میں آ سکتی ہے، بھلا ایسے خالق اور ایسے قادر کی اولاد ایسی کمزور کہ نہ کچھ پیدا کر سکے، نہ اپنے ارادے پر قادر، نہ کسی کے نفع و نقصان کی مالک، بلکہ اپنے نفع و نقصان کی بھی مالک نہیں، افسوس ہے کہ ایسی کمزور مخلوق کو اللہ تعالےٰ کی اولاد بنایا جاتا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ ○
(قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ - اتا ۴)

اے رسول کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے، وہ بے حاجت ہے (اُسے کسی چیز کی ضرورت نہیں) نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ○ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ○ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ○ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ○ وَمَا يَنْۢبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَّتَّخِذَ

کافر کہتے ہیں کہ اللہ کے اولاد ہے (اے رسول اُن سے کہہ دیجئے کہ) یہ تو بہت بری بات ہے جو تم کہہ رہے ہو (اور اے رسول، یہ لوگ رحمٰن کی اولاد بنا کر اتنی بری بات کہہ رہے ہیں کہ) قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ

وَلَدًا ۝ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ
وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
فَرْدًا ۝

(مریم - ۸۸ تا ۹۵)

جائیں۔ زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں، رحمٰن کے شایانِ شان نہیں کہ اُس کی اولاد ہو، رحمٰن کے سامنے تو آسمان اور زمین کے تمام لوگ غلام بن کر آئیں گے۔ (بھلا غلام بیٹا کیسے بن سکتا ہے) اللہ نے ان سب کو گھیر رکھا ہے اور ہر ایک کو گن رکھا ہے اور یہ سب قیامت کے دن فرداً فرداً اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۝
وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

(الصّٰفّٰت - ۱۵۱ - ۱۵۲)

خبردار ہو جاؤ بڑی جھوٹی بات ہے جو یہ لوگ زبان سے نکال رہے ہیں وہ یہ کہ اللہ کے اولاد ہے (ہرگز نہیں) بیشک یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ
اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔

(النسآء - ۱۷۱)

بے شک اللہ اکیلا الٰہ ہے۔ وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کے کوئی اولاد ہو۔ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے (اس کی ملکیت اور بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى
يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ
وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ ۝

(الانعام - ۱۰۱)

اللہ تو آسمانوں کا اور زمین کا بے نمونہ پیدا کرنے والا ہے، اس کے اولاد کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا (تو کیا مخلوق اس کی اولاد یا بیوی ہو سکتی ہے، ہرگز نہیں اس کی تو یہ شان ہے کہ) وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے (جبکہ مخلوق کے علم کی کوئی حقیقت نہیں تو پھر مخلوق اس کی اولاد کیسے بن سکتی ہے)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ
اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

(مریم - ۳۵)

اللہ کے شایانِ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے، وہ پاک و منزّہ ہے (اس بات سے کہ اس کے کوئی اولاد ہو) وہ تو اس شان کا مالک ہے کہ جب کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو اس

سے کہتا ہے "ہو جا"، وہ ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ (المؤمنون - ۹۱)

اللہ نے نہ کسی کو اپنا بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ○ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○

(الزخرف - ۸۱ و ۸۲)

اے رسول کہہ دیجئے کہ اگر رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔ (لیکن نہیں، اس کی کوئی اولاد نہیں) جو کچھ یہ کافر کہہ رہے ہیں، آسمانوں کا، زمین کا اور عرش کا مالک اس سے پاک و منزّہ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ○

(یونس - ۶۸-۶۹)

کافر کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنایا ہے۔ اللہ پاک و منزّہ ہے (کہ اس کی کوئی اولاد ہو) وہ غنی ہے۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے (اے رسول ان سے کہئے کہ) اگر تمہارے پاس کوئی دلیل ہو تو اُسے پیش کرو (تم ہرگز کوئی دلیل پیش نہیں کر سکو گے تو پھر بتاؤ) کیا تم اللہ کے متعلق ایسی بات کہہ رہے ہو جس کا تمہیں (دلیل کی رُو سے) کوئی علم نہیں (اے رسول) کہہ دیجئے جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پا سکتے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ○

(بنی اسرائیل - ۱۱۱)

(اے رسول) کہہ دیجئے سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس کی کوئی اولاد نہیں۔ نہ اس کی بادشاہت میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ (وہ کمزور ہے کہ) کمزوری کی وجہ سے اس کو کسی مددگار کی ضرورت ہو اور (اے رسول) آپ تو بس اُسی کی بڑائی بیان کرتے رہیئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ

(اللہ تعالےٰ نے یہ کتاب اس لئے نازل کی ہے

وَلَدًا ○ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ○

(الکہف - ۴ و ۵)

کہ اس کے ذریعہ) وہ ان لوگوں کو ڈرائے جو اللہ تعالیٰ کی اولاد بنا بیٹھے ہیں، نہ انہیں علم ہے اور نہ ان کے آباء و اجداد کو اس بات کا علم تھا (بس ایک فرضی بات ہے جسکی پشت پر کوئی علمی دلیل نہیں) جو بات ان کے منہ سے نکل رہی ہے یہ بہت بڑی بات ہے، یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ○

(الانبیاء - ۲۶)

کافر کہتے ہیں کہ رحمٰن کے اولاد ہے، (نہیں) وہ اس چیز سے بالکل پاک و منزّہ ہے (جن کو یہ بیٹے یا بیٹیاں کہتے ہیں) وہ (اللہ کے) مکرم بندے ہیں (اس سے زیادہ کچھ نہیں)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ○

(الفرقان - ۲)

(اللہ ہی ہے) جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ اس کے کوئی اولاد نہیں اور نہ اس کی بادشاہت میں کوئی اس کا شریک ہے۔ اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر اس کا اندازہ مقرر کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○

(الزمر - ۴)

اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو (کیا) مخلوق میں سے جس کو چاہتا (بیٹا بنانے کے لئے) پسند کرتا، وہ (اولاد سے) پاک و منزّہ ہے، وہ اکیلا (و یکتا) ہے، وہ غالب ہے (سب اس کے سامنے مغلوب ہیں)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ○

(الجن - ۳)

(قرآن مجید سنکر جنات نے کہا) ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے۔ اس کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اولاد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

كَذَّبَنِيْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِيْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ اِيَّايَ فَزَعَمَ اَنِّيْ لَا اَقْدِرُ اَنْ اُعِيْدَهٗ كَمَا كَانَ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لِيْ وَلَدٌ فَسُبْحَانِيْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا۔

[صحیح بخاری کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ البقرۃ) باب وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ جزء ۶ ص ۲۲]

ابن آدم میری تکذیب کرتا ہے حالانکہ یہ اُسے زیبا نہیں، وہ مجھے گالی دیتا ہے اور یہ اسے زیبا نہیں، تکذیب تو اس کی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میں اس کو دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور گالی اس کی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میری اولاد ہے، میں پاک ہوں اس بات سے کہ میری کوئی بیوی ہو یا کوئی اولاد ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارٰى فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ؟ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ۔

(صحیح بخاری تفسیر سورۃ النساء جزء ۶ ص ۵۶)

(میدان محشر میں) پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا تم کس کی عبادت کرتے تھے، وہ کہیں گے ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے پھر ان سے کہا جائے گا تم جھوٹ بولتے ہو اللہ کے تو نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اولاد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَيْسَ اَحَدٌ اَوْ لَيْسَ شَيْءٌ اَصْبَرَ عَلٰى اَذًى سَمِعَهٗ مِنَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ لَيَدْعُوْنَ لَهٗ وَلَدًا وَاِنَّهٗ لَيُعَافِيْهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ۔

(صحیح بخاری کتاب الادب باب الصبر علی الاذی جزء ۸ ص ۳۱)

اذیت کی بات سنکر اللہ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں، لوگ اس کی اولاد بناتے ہیں پھر بھی وہ ان کو عافیت دیتا ہے اور رزق فراہم کرتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی اولاد بنانا اللہ تعالےٰ کے لئے بہت غصہ کا باعث ہے۔

الغرض آیات زیر تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی اولاد نہیں ہے۔ اس کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ اس کے سامنے سب عاجز و لاچار ہیں۔ سب اس کے فرمانبردار ہیں۔ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت بھی اس کے لئے ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ بے بس مخلوق کب اس لائق ہے کہ اس کی اولاد بن سکے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تبارک وتعالیٰ اکیلا ہے، واحد و یکتا ہے لہٰذا اس کی ذات میں کسی کو شریک نہ کیجیے، اس عقیدہ سے بالکل دور رہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے اولاد ہو سکتی ہے یا اللہ تعالیٰ اوتار بن کر انسانی روپ میں کسی انسان کے ہاں پیدا ہو سکتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا
يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ
قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ
تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ
لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ
بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔـلُ
عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ
تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى
حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى

اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ
اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ
مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ
وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾

ترجمہ اور (اے رسول) بے علم لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی (کہ جس کو دیکھ کر ہم سمجھ جائیں کہ واقعی یہ اللہ کے رسول ہیں) (اے رسول) ان سے پہلے کے لوگ بھی اسی طرح انہی کی باتوں جیسی باتیں بنایا کرتے تھے۔ ان لوگوں کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہیں (کہ ایک ہی جیسی بات سوچتے ہیں) ہم نے اپنی آیات کو یقین کرنے والوں کے لئے (اچھی طرح) بیان کر دیا ہے ﴿۱۱۸﴾ (اور اے رسول) ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور (عذابِ الٰہی سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (اب اگر کوئی شخص آپ پر ایمان نہیں لاتا تو آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں) آپ سے دوزخیوں کے متعلق کوئی باز پرس نہیں ہوگی ﴿۱۱۹﴾ اور (اے رسول، یہ خیال نہ کیجئے کہ کوئی نشانی دیکھ کر یہود و نصاریٰ آپ سے خوش ہو جائیں گے، نہیں) یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز خوش نہیں ہوں گے جب تک آپ ان کے مذہب کی پیروی نہ کریں (یہ سمجھتے ہیں کہ ہدایت ان کے پاس ہے) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی (درحقیقت) ہدایت ہے اور (اے رسول) اگر آپ نے علم آنے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کے لئے اللہ سے بچانے والا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار ﴿۱۲۰﴾

معانی و مصادر (یُکَلِّمُ) کَلَّمَ، یُکَلِّمُ، تَکْلِیْمٌ (باب تفعیل) بات کرنا۔
(تَاْتِیْ) اَتٰی، یَاْتِیْ، اِتْیَانٌ و اَتْیٌ و اِتْیَانَةٌ (ض) آنا۔
(تَشَابَهَتْ) تَشَابَهَ، یَتَشَابَهُ، تَشَابُهٌ (باب تفاعل) ملتے جلتے ہونا۔

(یُوْقِنُوْنَ) اَیْقَنَ ، یُوْقِنُ ، اِیْقَانٌ (باب افعال) یقین کرنا۔ [مادہ ی ق ن ہے]
(بَشِیْرًا) بَشِیْر۔ خوش خبری سنانے والا۔
(نَذِیْرًا) نذیر۔ یہ مصدر غیر قیاسی ہے بمعنی انذار اور اسم ہے بمعنی ڈرانے والا۔
(تُسْئَلُ) سَاَلَ ، یَسْئَلُ ، سُؤَالٌ وَسَاَلَةٌ وَمَسْاَلَةٌ (ف) مانگنا ، سوال کرنا۔
(جَحِیْمُ) جَحَمَ ، یَجْحَمُ ، جَحْمٌ (ف) آگ دہکانا۔
جَحِمَ ، یَجْحَمُ ، جَحْمٌ (س) بھڑکنا [جحیم = دوزخ]
(تَرْضٰی) رَضِیَ ، یَرْضٰی ، رِضًی ، رِضْوَانٌ وَمَرْضَاةٌ (س) راضی ہونا۔
(اَھْوَاء) ھَوِیَ ، یَھْوٰی ، ھَوًی (س) خواہش ہونا۔ [اَھْوَاءٌ = ھَوٰی کی جمع بخواہشات]
(وَلِیّ) وَلِیَ ، یَلِیْ ، وِلَایَةٌ (ح) والی ہونا ، مددگار ہونا (ولی = دوست ، مددگار ، کارساز)

تفسیر کفار مکہ کے پاس نہ کوئی آسمانی کتاب تھی ، نہ علم ہی سے بہرہ ور تھے کہ اس کے ذریعہ انہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ انسانوں میں سے نبیوں کے علاوہ کسی سے بات نہیں کرتا ، لہذا ایک دن وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالےٰ ہم سے براہِ راست کیوں بات نہیں کرتا تاکہ ہم اس کی باتیں سنکر ایمان لے آئیں ، اس کے احکام اُسی سے سنیں اور پھر عمل کریں۔

کافروں کا یہ مطالبہ کہ اللہ تعالےٰ ہم سے بات کرے بالکل اس مطالبہ کے مشابہ ہے جس میں کافروں نے کہا تھا کہ جو کچھ رسولوں کو دیا گیا ہے ہمیں بھی ملے تو ہم ایمان لائیں گے ، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاِذَا جَآءَتْھُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ ۔
(الانعام - ۱۲۴)

جب ان لوگوں کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمیں بھی وہی چیز نہ ملے جو رسولوں کو ملی ہے (انہیں خبردار ہونا چاہئے کہ رسالت ہر ایک کو نہیں ملا کرتی اور) یہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کس کو اپنی رسالت سے سرفراز فرمائے۔

کافروں کا دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھایا جائے ، معجزہ دیکھ کر ہم ایمان لے آئیں گے۔ معجزہ کے مطالبہ کو وہ بار بار دہراتے رہتے تھے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْہِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّہٖ قُلْ اِنَّ اللّٰہَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝
(الانعام - ۳۷)

کافر کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوتا (اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ بیشک اللہ معجزہ نازل کرنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (کہ وہ کیوں تاخیر کر رہا ہے)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○

(یونس - ۲۰)

کافر کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ (ضرور نازل ہوگا لیکن کب نازل ہوگا یہ غیب کی بات ہے۔ مجھے غیب کا علم نہیں ہے) غیب کا علم تو صرف اللہ کو ہے (وہی جانتا ہے کہ معجزہ کب نازل ہوگا) تم بھی انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

اللہ تعالےٰ نے ان دونوں مطالبوں کے سلسلہ میں فرمایا کہ پہلی امتیں بھی اسی قسم کے لایعنی مطالبے کرتی رہی ہیں۔ مثلاً بنی اسرائیل نے کہا تھا :۔

اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً ۔

(النسآء - ۱۵۳)

(اے موسےٰ) ہمیں اللہ تعالےٰ کو علانیہ دکھا دیجئے۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان لوگوں کے دل گذشتہ لوگوں کے دلوں کے مشابہ ہیں۔ جو خیالات و افکار ان کے تھے وہی ان کے ہیں۔ ایمان نہ لانے کے لئے جس قسم کے حیلے وہ کرتے تھے یہ بھی اسی قسم کے حیلے کرتے ہیں حالانکہ (ایمان لانے کے لئے تو قرآن مجید کی واضح آیات خود معجزہ ہیں۔ کسی دوسرے معجزہ کی ضرورت ہی نہیں) (قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ) ہم نے انہیں یقین کرنے والوں کے لئے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے (یقین کرنے والے ان آیات میں بیان کردہ امثال و احکام کی حکمتوں کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں)۔

جو لوگ قرآن مجید کی آیات سنکر ایمان نہیں لاتے ان سے کب توقع ہو سکتی ہے کہ وہ کسی دوسرے معجزے کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۔

(الانعام - ۲۵)

اگر یہ تمام معجزے بھی دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

(الاعراف - ۱۴۶)

بنی اسرائیل کو کتنے معجزے دکھائے گئے تھے لیکن صحیح معنوں میں وہ پھر بھی ایمان نہیں لائے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍ بَيِّنَةٍ وَّمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ

(اے رسول) بنی اسرائیل سے پوچھیئے ہم نے ان کو کتنی کھلی نشانیاں دکھائی تھیں (لیکن انہوں نے پھر بھی ہدایت کو گمراہی سے بدل دیا)

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○
(البقرۃ - ۲۱۱)

اور جس شخص کے پاس اللہ کی نعمت آجائے پھر وہ اس کو بدل دے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ تمام قوموں کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ
(بنی اسرائیل - ۵۹)

ہم کو معجزات دکھانے سے صرف اس بات نے روک رکھا ہے کہ پہلے لوگوں نے معجزات کو بھی جھٹلا دیا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے رسول، آپ گھبرائیں نہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ان سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں وہ بھی ایسے ہی مطالبے کیا کرتے تھے (تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ) اُن کے خیالات و افکار بالکل اُن کے مشابہ ہیں، یہ لوگ ان ہی کی طرح معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے، ایمان لانے والوں کے لئے ہم نے اپنی آیات واضح طور پر بیان کر دی ہیں۔ ان کی موجودگی میں وہ تو گمراہ نہیں ہو سکتے۔ ان کے لئے ہماری آیات میں ہر قسم کا سامانِ ہدایت موجود ہے، رہے کافر تو انہیں ماننا تو ہے نہیں، بلاوجہ کے مطالبے کرتے رہتے ہیں۔ (اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا) (اے رسول) ہم نے آپ کو یقیناً حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یہ نہیں مانتے تو نہ مانیں، یہ دوزخ میں جائیں گے (وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ) دوزخ میں جانے والوں کے متعلق آپ سے باز پرس نہیں ہوگی، لہٰذا ان کے کفر سے آپ رنجیدہ نہ ہوں، آپ کا کام ہمارے احکام پہنچا دینا ہے اور بس۔ اس سے زیادہ آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں (وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى) خصوصاً یہود و نصاریٰ یہ تو کبھی بھی آپ سے راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ اپنا دین چھوڑ کر ان کے مذہب کی پیروی نہ کریں، لیکن (اے رسول) ان کے پاس ہدایت نہیں ہے، ہدایت تو بس اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس آچکی ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا پوری طرح علم ہو چکا ہے لہٰذا اب آپ ان کو راضی کرنے کے لئے ان کے مذہب کی پیروی نہیں کر سکتے اور اگر بالفرض محال ان کو خوش کرنے کے لئے آپ ان کی خواہشات پر چلنے لگیں تو پھر (مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ) آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہوگا، نہ کوئی مددگار، لہٰذا آپ ان کی بالکل پرواہ نہ کریں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت پر کاربند رہیں اور اس ہدایت کو لوگوں تک پہنچاتے رہیں۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت کی پیروی کیجئے۔ حیلوں اور بہانوں سے اُسے ٹالنے

کی کوشش نہ کیجئے۔ کفار کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔ اسلام کو نافذ کرنے کی بھرپور کوشش کیجئے، خواہ کفار کو کتنا ہی بُرا کیوں نہ معلوم ہو۔ کفار کو خوش کرنے کے لئے اسلام کے نفاذ سے روگردانی نہ کیجئے۔ اب تک آپ نے اسلام کو نافذ نہ کرکے کونسا ان کو خوش کرلیا۔ یہ اب بھی خفیہ طور پر آپ کے دشمن ہیں۔ یہ اس طرح خوش نہیں ہوں گے، یہ تو اس وقت خوش ہوں گے جب آپ اسلام کو علی الاعلان خیرباد کہہ کر ان کے ہم رنگ اور ہم مشرب بن جائیں اور اگر آپ نے ایسا کرلیا تو پھر سمجھ لیجئے کہ آپ کو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچانے والا کون ہوگا۔ اللہ تعالےٰ سے ڈریئے اور اسلام میں پورے پورے داخل ہوجائیے۔ اسلام کو اپنی ذات پر، اپنے اہل وعیال پر، اپنے احباب پر، اپنے ملک میں بلکہ تمام دنیا میں نافذ کیجئے۔ اور اس کے لئے خاطر خواہ کوشش کیجئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج - ۷۸)

اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔

الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ
حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ
بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے (اور) وہ اُس کو اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح پڑھنے کا حق ہے تو یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو شخص اس کا انکار کرے تو ایسے ہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ﴿۱۲۱﴾

معانی ومصادر (اٰتَيْنَا) اٰتٰى، يُؤْتِيْ، اِيْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔
(کتاب) كَتَبَ، يَكْتُبُ، كِتَابٌ وكَتْبٌ وكَتْبَةٌ وكِتَابَةٌ (ن) لکھنا۔
(يَتْلُوْنَ) تَلَا، يَتْلُوْ، تِلَاوَةٌ (ن) پڑھنا [تِلَاوَةٌ = اتباع کرنا (مفردات امام راغب)
(خٰسِرُوْنَ) خَسِرَ، يَخْسَرُ، خُسْرٌ وخَسَارَةٌ وخُسْرَانٌ وخُسْرٌ وخَسَارٌ (س) نقصان اٹھانا۔

تفسیر اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ جب کسی قوم پر اپنی کتاب نازل فرماتا ہے تو قوم کے لوگوں کا یہ فرض ہے کہ اس کو اس طرح پڑھیں جس طرح اس کو پڑھنے کا حق ہے۔ کتاب کو نازل کرنے سے اللہ تعالےٰ کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے، جو ہدایت قبول نہ کریں انہیں ڈرائے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا اَوْ — قسم ان فرشتوں کی جو ذکر نازل کرتے ہیں تاکہ

نُذُرًا ○ (المرسلٰت - ۵و۶)

(لاعلمی کا) عذر رفع کر دیا جائے یا ڈر سُنا دیا جائے

ان آیات سے ظاہر ہے کہ عذر رفع کرنے اور ڈرانے کا ایک خاص مقصد ہے۔ قیامت کے روز کوئی یہ عذر نہ پیش کرے کہ اے اللہ ہمیں تیرے احکام کا علم نہیں تھا لہٰذا ہم بے قصور ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب نازل کرکے وہ عذر رفع کر دیا۔ اب جب عذر رفع ہو گیا اور احکام الٰہی سے لوگ واقف ہو گئے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ لوگ ان احکام پر عمل کریں اور اگر ان احکام پر عمل نہیں کریں گے تو اس کا انجام برا ہوگا، اللہ تعالےٰ نے اس بُرے انجام کی خبر دے کر سب کو ہوشیار بھی کر دیا اور ڈرا بھی دیا۔ اللہ تعالےٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ (ابراھیم - ۵۲)

یہ (قرآن) لوگوں کے لئے پیغام ہے تاکہ ان کو اس کے ذریعہ ڈرایا جائے۔

الغرض پیغام پہنچانے کا بھی کوئی خاص مقصد ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ بس اس پیغام کو پڑھ لیا جائے اور اس کے مطابق عمل نہ کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے:۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ○ (الاحقاف - ۱۲)

یہ کتاب (توریت کی) تصدیق کرتی ہے اور عربی زبان میں (نازل کی گئی) ہے تاکہ گناہگاروں کو ڈرائے اور نیکیاں کرنے والوں کو خوشخبری سنائے۔

ڈرانے کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ لوگ ڈر کر بُرے اعمال چھوڑ دیں اور نیک عمل کرتے رہیں۔ قرآن مجید کو پورا پڑھ جائیے کہیں یہ نہیں ملے گا کہ قرآن مجید کے نزول کا مقصد بس اتنا ہے کہ اس کو پڑھ لیا جائے۔ اگر قرآن مجید کے نزول کا یہی مقصد ہے تو پھر نہ کفار کے ساتھ کشمکش ہوگی، نہ جہاد ہوگا، نہ عمل ہوگا، نہ اسلامی انقلاب آئیگا، نہ خلافت علی منہاج النبوت قائم ہوگی، نہ اللہ تعالےٰ کا قانون نافذ ہوگا، دنیا میں جس طرح قرآن مجید کے نزول سے پہلے فساد برپا تھا، معبودان باطل کی پوجا ہو رہی تھی اور طاغوت کا قانون نافذ تھا وہ سب باتیں جاری رہیں گی۔ جہاد کی روح فنا ہو جائے گی۔ مسلمین میں خانقاہیت تو قائم ہو جائے گی لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔ الغرض کسی قانون کی عبارت کو پڑھ لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا جب تک اس قانون کو سمجھ کر اس پر عمل نہ کیا جائے اس کو نافذ نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی بہت زیادہ تلاوت کی ہمت افزائی نہیں کی گئی بلکہ اس سے روکا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَهُ فِيْ أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب)

جو شخص قرآن کو تین دن سے کم میں پڑھتا ہے وہ کچھ نہیں سمجھتا۔

فی کہ یقرأ القرآن جلد اول ص۲۰۴ وروی
الترمذی نحوہٗ فی تفسیر سورۃ البقرۃ
جلد ۲ ص۱۲۱ وسندہ صحیح مرعاۃ جلد ۴
ص۳۶۹)

حدیث بالا سے واضح ہوا کہ قرآن مجید کا سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے۔ یہی بات قرآن مجید سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

یہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے بڑی بابرکت ہے (اس کا مقصد یہ ہے) کہ لوگ اس کی آیات میں تدبّر کریں اور عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

(ص - ۲۹)

قرآن مجید کا پڑھنا بہت اچھا کام ہے، اس پر رشک کیا جا سکتا ہے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَيْنِ رَجُلٍ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَتْلُوْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ فَسَمِعَهٗ جَارٌ لَّهٗ فَقَالَ لَيْتَنِیْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِیَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ (صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب اغتباط صاحب القرآن جزء ۶ ص۲۳۶)

دو آدمیوں کے علاوہ کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیئے۔ ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالےٰ نے قرآن کا علم دیا، وہ رات کے اوقات میں اسے تلاوت کرتا ہے، اس کا پڑوسی سنتا ہے تو کہتا ہے کاش مجھے بھی وہ چیز دی جاتی جو فلاں کو دی گئی ہے تو میں بھی اس کے مثل عمل کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَعْمَلُ بِهٖ كَالْاُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيْحُهَا طَيِّبٌ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِیْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَعْمَلُ بِهٖ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيْحَ لَهٗ۔
(صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب من راءی بقراءۃ القرآن جزء ۶ ص۲۴۴)

وہ مؤمن جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے ایسا ہے جیسے ترنجبین کہ جس کا مزا بھی اچھا اور خوشبو بھی اچھی اور جو مؤمن قرآن نہیں پڑھتا لیکن اس پر عمل کرتا ہے ایسا ہے جیسے کھجور کہ مزا تو اچھا لیکن خوشبو کچھ نہیں۔

آیت اور احادیث دونوں سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کو سمجھنا بڑا ضروری ہے اور سمجھ کر نصیحت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ نصیحت حاصل کرنے سے مراد یہ ہے کہ ڈر جائے اور نیک عمل کرے (جیسا کہ سورۃ الاحقاف کی آیت ۱۲ کے حوالہ سے اوپر گذرا) اب جو لوگ اس طرح قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں کہ اس کو سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں وہی لوگ درحقیقت تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں (اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ) اور جو لوگ تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں وہی درحقیقت اس پر ایمان لاتے ہیں، یہ کیا ایمان ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت تو کی جائے لیکن اس کے احکام پر عمل نہ کیا جائے۔ یہ تو ایک قسم کا مذاق ہے۔ قرآن مجید کو پڑھ کر اور اس کے احکام سے واقف ہو کر ان پر عمل نہ کرنے والا کیا صحیح ایمان کا مظاہرہ کرتا ہے۔ کیا حقیقتاً یہ قرآن مجید کا احترام ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ قرآن مجید کی کھلی توہین ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (المائدۃ - ۴۴)	جو شخص اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہیں دیتا تو ایسے ہی لوگ کافر ہوتے ہیں۔

لہٰذا ہر شخص کو چاہیئے کہ قرآن مجید کے احکام کے مطابق اپنے نفس کو حکم دے۔ اپنے نفس کو قرآن مجید کے احکام کے مطابق چلنے پر مجبور کرے اور (وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ) جو ایسا نہیں کرتا وہ قرآن مجید کا حق ادا نہیں کرتا۔ وہ تلاوت کا حق ادا نہیں کرتا۔ گویا وہ اس پر صحیح معنوں میں ایمان نہیں لاتا بلکہ عملاً اس کا انکار کرتا ہے۔ تو ایسے لوگ یقیناً نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اوپر کی تمام بحث میں ہم نے "تلاوت" کے معنی "پڑھنا" تسلیم کر کے ترجمہ اور تشریح کی، اگر "تلاوت" کے دوسرے معنی "اتباع" اختیار کئے جائیں تو پھر ترجمہ یہ ہوگا کہ "جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے اور وہ اس کا اتباع کرتے ہیں جیسا کہ اس کی اتباع کرنے کا حق ہے تو یہی (درحقیقت) اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس طرح ایمان لانے سے انکار کرے ایسے ہی لوگ خسارے میں ہیں" تلاوت کے ان معنوں کے لحاظ سے ہماری اوپر کی تشریح کی پوری تائید ہوتی ہے۔

عمل

اے لوگو! قرآن مجید کی اس طرح تلاوت کیجئے جس طرح تلاوت کرنے کا حق ہے۔ یعنی اس کو سمجھ کر اس پر عمل کیجئے، اس کے احکام پر چلیئے۔ قرآن مجید کی تعلیم اسی طرح اور اسی مقصد کے لئے حاصل کیجئے، قرآن مجید کی تعلیم اور اس کی تلاوت کے وقت آپ کی نیت یہی ہونی چاہیئے کہ آپ اس پر عمل کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح تعلیم دیتے تھے اور صحابۂ کرام بھی اسی طرح تعلیم حاصل کرتے تھے، حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا يَقْتَرِءُوْنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ	صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس دس

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ اٰيَاتٍ
فَلَا يَاْخُذُوْنَ فِي الْعَشْرِ الْاُخْرٰى
حَتّٰى يَعْلَمُوْا مَا فِيْ هٰذِهٖ مِنَ الْعِلْمِ
وَالْعَمَلِ قَالُوْا فَعَلِمْنَا الْعِلْمَ وَالْعَمَلَ
رواہ احمد والحاکم وسندہ
صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۸ ص ۹)

آیات کا سبق لیا کرتے تھے اور جب تک
دس آیات کے علم اور عمل کے متعلق انہیں
معلومات نہیں ہو جاتی تھی وہ دوسری دس آیات
کا سبق نہیں لیا کرتے تھے۔ صحابہ کہتے تھے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں علم بھی سکھایا
اور عمل بھی۔

يٰبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھی اور (میرے اس احسان کو بھی یاد کرو) کہ میں نے تمہیں تمام اقوام عالم پر فضیلت دی تھی (۱۲۲)

تفسیر یہ آیت اسی سورت میں پہلے گذر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پھر اہل کتاب کو جھنجھوڑا ہے، ان کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور ان کو نصیحت کی ہے کہ وہ ایمان لے آئیں اسی میں ان کا بھلا ہے، ورنہ قیامت کے دن سے ڈریں جس دن ایمان ہی کام آئے گا (اس آیت کی مفصل تفسیر کے لئے سورۃ البقرہ کی آیت ۴۷ کی تفسیر صـ۲۴۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ
نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ
وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے کچھ بھی کام نہ آئیگا، نہ کسی سے کوئی بدلہ یا معاوضہ قبول کیا جائیگا، نہ کوئی سفارش نفع دے گی اور نہ وہ ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے ﴿۱۲۳﴾

معانی و مصادر (وَاتَّقُوْا) اِتَّقٰی، یَتَّقِیْ، اِتِّقَاءٌ، (باب افتعال) ڈرنا۔
(تَجْزِیْ) جَزٰی، یَجْزِیْ، جَزَاءٌ (ض) بدلہ دینا، کام آنا، کفایت کرنا۔
(یُقْبَلُ) قَبِلَ، یَقْبَلُ، قُبُوْلٌ (س) قبول کرنا، لے لینا۔
(یَنْفَعُ) نَفَعَ، یَنْفَعُ، نَفْعٌ (ف) فائدہ پہنچانا۔
(عَدَلَ، یَعْدِلُ، عَدْلٌ (ض) انصاف کرنا، جھکنا، راستے سے ہٹ جانا [عدل = بدلہ، متوسط کام]

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب اور دوسرے تمام کفار کو پھر ڈرایا ہے کہ ایمان لے آؤ، ورنہ اس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا، اس دن کوئی دوست کسی دوست کا پرسانِ حال نہ ہوگا، وہاں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی، نہ کوئی سفارش کر سکے گا اور بالفرض محال اگر کوئی سفارش کرے تو سفارش قبول نہیں کی جائے گی اور نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ

اے ایمان والو! ہم نے جو مال تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی ہوگی

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(البقرۃ - ۲۵۴)

اور نہ سفارش اور (اچھی طرح سُن لو کہ) کافر ہی درحقیقت ظالم ہیں۔

اللہ تعالےٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے

وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا۔

(المعارج - ۱۰)

کوئی دوست (اپنے) کسی دوست کا پرسانِ حال نہیں ہوگا۔

اسی سورت میں آیت زیرِ تفسیر تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مندرجہ ذیل الفاظ میں پہلے گذر چکی ہے:-

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

(البقرۃ - ۴۸)

اس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کے کچھ کام نہ آسکے گا، نہ کسی شخص سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی، نہ کسی شخص سے کوئی بدلہ لیا جائیگا اور نہ وہ ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے۔

(مفصل تفسیر کے لئے سورۃ البقرہ کی آیت ۴۸ کی تفسیر صفحہ ۲۴۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ
فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ
اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ قَالَ
لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم کے رب نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ ان سب میں پورے اترے۔ اللہ نے کہا (اے ابراہیم) میں تم کو لوگوں کا امام بنا رہا ہوں۔ ابراہیم نے کہا اور میری اولاد میں سے بھی (امام بنانا) اللہ نے فرمایا "(ہاں بناؤں گا) لیکن میرے اس عہد کا اطلاق ظالموں پر نہیں ہوگا" ﴿۱۲۴﴾

معانی و مصادر اِبْتَلٰى، يَبْتَلِىْ، اِبْتِلَاءٌ (باب افتعال) امتحان لینا، آزمائش کرنا۔
اَتَمَّ، يُتِمُّ، اِتْمَامٌ (باب افعال) پورا کرنا۔
(جَاعِلٌ) جَعَلَ، يَجْعَلُ، جَعْلٌ (ف) بنانا، کر لینا، رکھنا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کو ان کے شاندار ماضی کی طرف توجہ دلائی، انعامات الٰہیہ کی یاددہانی کرائی تاکہ وہ اپنی شاندار تاریخ کو یاد کر کے پھر اپنے آپ کو انعامات الٰہیہ کا مستحق بنالیں۔ توریت و انجیل کی پیشین گوئیوں کے مطابق جو رسول آگیا ہے اور جس کو وہ پہچان بھی گئے ہیں اس پر ایمان لاکر پھر اقوام عالم کی امامت و سرداری کے شرف کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کو پوری طرح جھنجھوڑنے کے بعد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصّہ کی طرف توجہ دلائی۔ مشرکین عرب ہوں یا اہل کتاب سب اپنے دین کو ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے اور اپنے آپ کو دین ابراہیمی کا علمبردار سمجھتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان سب کو الزام دیتے ہوئے ملّتِ ابراہیمی کے خدوخال بیان کئے اور بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی

اولاد سب اسلام کے پابند تھے ۔ سب ایک اللہ اکیلے کے پرستار تھے، ان کی ملت میں نہ شرک فی الذات پایا جاتا تھا، نہ شرک فی الصفات اور نہ شرک فی الحقوق ۔ اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی بھی آزمائش کی تھی اور ان کے متبعین کی بھی آزمائش کریگا ۔ آزمائش، محنت، جہاد اور کشمکش کے بغیر کسی کو کچھ بھی نہیں ملتا ۔ بنی اسرائیل اگر اپنی کھوئی ہوئی سیادت کے خواہاں ہیں تو انہیں بھی اسلام قبول کر کے آزمائش کے دور سے گذرنا پڑے گا اور اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو قعرِ مذلت میں گرتے چلے جائیں گے ۔

اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی چند باتوں میں آزمائش کی مثلاً دورانِ تبلیغ ان کو قوم کی مخالفت برداشت کرنی پڑی حتیٰ کہ قوم نے ان کو آگ میں ڈال دیا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

قَالُوا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ○ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ○

(الانبیاء ۔ ۶۸ تا ۷۰)

قوم کے لوگ کہنے لگے اگر تم (کچھ) کرنا چاہتے ہو تو یہ کرو کہ ابراہیم کو جلا دو اور (اس طرح) اپنے معبودوں کی مدد کرو ۔ (الغرض انہوں نے ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا) ہم نے کہا اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور عافیت بخش بن جا (آگ ٹھنڈی اور عافیت بخش بن گئی) انہوں نے تو ابراہیم کے خلاف برائی کا منصوبہ بنایا تھا، ہم نے ان ہی کو نقصان میں ڈال دیا (ان کی تمام کوششیں اور کاوشیں بیکار ہو گئیں) ۔

دوسری آزمائش یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو بیت اللہ کے قریب غیر آباد، بے آب و گیاہ وادی میں اپنے اہل و عیال کو آباد کرنے کا حکم دیا ۔ ابراہیم علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی اور پھر اس طرح دعاء کی :۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ○

(ابراھیم ۔ ۳۷)

اے ہمارے رب میں نے اپنی ذرّیت کو تیرے محترم گھر کے قریب ایک ایسی وادی میں آباد کر دیا ہے جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہو سکتی ۔ اے ہمارے رب (میں نے یہاں ان کو اس لئے آباد کیا ہے) کہ یہ نماز کو قائم کریں (اے ہمارے رب) تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کھانے کے لئے

پھل عطا فرما تاکہ یہ تیرا شکر ادا کرتے رہیں۔

تیسری آزمائش یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے راستہ میں اپنے ملک کو چھوڑ دیا۔ ہجرت کر کے کسی اور مقام پہ چلے گئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ○
(الصّٰفّٰت - ۹۹)

ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں وہ مجھے راستہ بتائے گا (یعنی میری راہنمائی فرما کر مجھے منزل مقصود تک پہنچائے گا)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ○
(مریم - ۴۹)

جب ابراہیم اپنی قوم کے لوگوں سے اور ان معبودوں سے جن کی وہ اللہ کے علاوہ پوجا کرتے تھے علیحدہ ہو گئے، تو ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب عطاء کئے اور ان میں سے ہر ایک کو نبی بنایا۔

چوتھی آزمائش یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنے فرزند ارجمند کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ○ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ○ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ○
(الصّٰفّٰت - ۱۰۲ تا ۱۰۶)

جب ان کے فرزند (اسمٰعیل) اتنے بڑے ہو گئے کہ ابراہیم کے ساتھ دوڑ سکیں (تو ایک دن) ابراہیم نے اپنے فرزند سے کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، تم بتاؤ کہ تمہارا کیا خیال ہے۔ بیٹے نے جواب دیا: اے ابّا جان جو حکم آپ کو ملا ہے اُسے کر گذریئے۔ آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ الغرض جب ان دونوں نے حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا (اور ذبح کرنے کی کوشش کی) تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم، تم نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا، ہم نیک لوگوں کو اسی طرح (یعنی

یقیناً یہ ایک واضح آزمائش تھی (جس میں تم
کامیاب ہو گئے)

پانچویں آزمائش یہ تھی کہ انہیں کافی بڑی عمر میں ختنہ کرنے کا حکم ملا۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقَدُّوْمِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق جزء ۴ ص۱۷ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ابراهیم علیه السلام جزء ۲ ص۳۴۲)

ابراہیم علیہ السلام نے مقام قَدُّوم میں بعمر اسّی سال ختنہ کی۔

الغرض ابراہیم علیہ السلام تمام امتحانوں میں کامیاب ہوئے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے ابراہیم میں تمہیں لوگوں کا امام بنا رہا ہوں، تمام لوگوں کو تمہاری ملّت کی پیروی کرنی ہو گی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ (النسآء - ۱۲۵)

اس شخص سے بہتر کس کا دین ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اس حالت میں کہ وہ نیکیاں کر رہا ہو اور ابراہیم حنیف کی ملّت کی پیروی کر رہا ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ (آل عمران - ۹۵)

اے لوگو! ابراہیم حنیف کی ملّت کا اتباع کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ۔ (البقرة - ۱۳۰)

ابراہیم کی ملّت سے کون روگردانی کر سکتا ہے سوائے اس کے جو اپنے نفس کو بیوقوفی میں مبتلا کر دے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو امام بنایا اور اللہ تعالےٰ نبیوں ہی کو امام بنایا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (الانبیآء - ۷۳)

ہم نے ان نبیوں کو امام بنایا تھا، وہ ہمارے حکم سے (لوگوں کی) رہنمائی کرتے تھے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (الٓمّٓ تنزیل السجدۃ - ۲۴)

ہم نے بنی اسرائیل میں سے (بعض کو) امام بنایا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کی) رہنمائی کرتے تھے۔

مندرجہ بالا آیات اور آیت زیر تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بنانا اللہ تعالےٰ کا کام ہے اور یہ کہ امام انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں، جو نبی نہیں وہ امام بھی نہیں یعنی واجب الاتباع امام صرف نبی ہوتے ہیں کوئی غیر نبی واجب الاتباع امام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی وحی نہیں آتی لہٰذا وہ کس طرح دوسروں کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ واجب الاتباع امام بنانا صرف اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔ انسان خود کسی کو اپنا واجب الاتباع امام نہیں بنا سکتے۔ انسانوں کا خود کسی کو واجب الاتباع امام بنا لینا اللہ تعالےٰ کے حقوق میں شرک کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اللہ تعالےٰ ہی سے اپنی اولاد میں سے کسی کو امام بنانے کی درخواست کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہاں بناؤں گا۔ اگر انسان خود کسی کو واجب الاتباع امام بنانے کا اختیار یا حق رکھتے ہوتے تو ابراہیم علیہ السلام کو دعا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

آیت زیر تفسیر سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ واجب الاتباع امام یعنی نبی وہی ہوتے ہیں جو ظالم نہیں ہوتے، گنہگار نہیں ہوتے، اجتہادی غلطی اگر کسی سے ہو جائے تو وہ اور بات ہے لیکن وہ اللہ تعالےٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کبھی نہیں کرتے، بلکہ ان کی اجتہادی غلطی کی بھی اللہ تعالےٰ فوراً اصلاح فرما دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ امت کے لئے نمونہ ہوتے ہیں، ان کی پیروی واجب ہوتی ہے اور ان کی پیروی ہی سے نجات مل سکتی ہے۔ اس کے علاوہ نجات کی اور کوئی صورت نہیں۔

عمل

اے لوگو! ابراہیم علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اللہ تعالےٰ کی آزمائشوں میں پورے اتریئے۔ مصائب و آلام سے کبھی نہ گھبرائیے۔ استقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے احکام پر جمے رہیئے۔ واجب الاتباع امام صرف اُسے سمجھیئے جسے اللہ تعالےٰ امام بنائے۔ یہ عقیدہ رکھیئے کہ واجب الاتباع امام صرف نبی ہوتے ہیں اس لئے کہ ان کے منصب نبوت یا امامت پر فائز ہونے کے متعلق وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ کسی دوسرے کے متعلق ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے واجب الاتباع امام ہے لہٰذا کسی غیر نبی کو واجب الاتباع امام نہ بنائیے۔ ایسے تمام اماموں کو جن کو لوگوں نے خود واجب الاتباع سمجھ رکھا ہے واجب الاتباع

امام نہ سمجھیئے) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری امام ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے لوگوں کی طرف مبعوث فرماکران کی اتباع کو تمام لوگوں پر فرض کر دیا۔ اب صرف وہی قیامت تک کے لئے ہمارے واجب الاتباع امام ہیں لہذا انہیں ہی امام سمجھیئے۔ تمام اماموں کو چھوڑ کر صرف ان کی امامت پر جمع ہو جایئے۔ ہدایت، اجتماعیت اور اتفاق کا یہی ایک راستہ ہے، اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو فرقہ بندی بھی ختم نہیں ہو گی، حالانکہ آپ سب لوگوں کو معلوم ہے کہ فرقہ بندی ایک لعنت ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ
وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ
مُصَلًّى وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ
الْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

ترجمہ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لئے جمع ہونے کا مقام اور امن کی جگہ مقرر کیا اور (ہم نے پہلے بھی یہی حکم دیا تھا اور اب بھی یہی حکم دے رہے ہیں کہ) مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھو ﴿۱۲۵﴾

معانی ومصادر (مَثَابَة) ثَابَ، يَثُوْبُ، ثَوْبٌ و ثُوُوْبٌ (ن) لوٹنا۔ جمع ہونا [مَثَابَة ۔ جمع ہونے کی جگہ]۔
(اَمْنًا) اَمِنَ، يَاْمَنُ، اَمْنٌ، اَمَنٌ، اَمَانٌ و اَمَنَةٌ (س) مطمئن ہونا، امن میں ہونا۔
(مَقَام) قَامَ، يَقُوْمُ، قَوْمٌ وقَوْمَةٌ وقِيَامٌ وقَامَةٌ (ن) کھڑا ہونا [مَقَام ۔ کھڑے ہونے کی جگہ، منزلت، اقامت، اقامت کی جگہ اور وقت]
(مُصَلًّى) صَلّٰى، يُصَلِّيْ، صَلٰوةٌ [مُصَلّٰى ۔ نماز پڑھنے کی جگہ، عیدگاہ]۔
(عَهِدَ) عَهِدَ، يَعْهَدُ، عَهْدٌ (س) عہد کرنا، پہچان لینا۔

(طَهِّرَا) طَهَّرَ ، يُطَهِّرُ ، تَطْهِيرٌ (باب تفعیل) پاک کرنا۔
(طَائِفِيْنَ) طَافَ ، يَطُوْفُ ، طَوْفٌ وَطَوَافٌ وَطَوْفَانٌ (ن) طواف کرنا، چکر لگانا۔
(عَاكِفِيْنَ) عَكَفَ ، يَعْكِفُ ، عَكْفٌ (ض ن) کسی کے گرد جمے رہنا، کسی جگہ اپنے کو روکے رکھنا۔
(رُكَّعٌ) رَكَعَ ، يَرْكَعُ ، رَكْعٌ ، رُكُوْعٌ (ف) جھک جانا، سر جھکانا [رُكَّعٌ = رَاكِعٌ کی جمع]۔
(سُجُوْدٌ) سَجَدَ ، يَسْجُدُ ، سُجُوْدٌ (ن) عاجزی کے ساتھ جھک جانا، سجدہ کرنا۔ [سُجُوْدٌ = سَجْدَةٌ اور سَاجِدٌ کی جمع]۔

تفسیر اس آیت میں بَيْتٌ سے مراد کعبہ ہے اور مَثَابَةٌ سے مراد جمع ہونے اور اقامت کی جگہ کے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (المآئدۃ - ۹۷)
اللہ تعالےٰ نے عزّت والے گھر کعبہ کو لوگوں کے لئے باعثِ امن بنایا۔

یہی وہ گھر ہے جس کی زیارت کے لئے لوگ مختلف مقامات سے سفر کر کے آتے ہیں۔
اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ (اٰل عمران - ۹۷)
اللہ کا لوگوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس گھر کا حج کریں (یعنی) وہ شخص جس کو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت ہو (اس گھر کا حج کرے)۔

یہی وہ عبادت کا گھر ہے جو روئے زمین پر سب سے پہلے عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا۔
اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ۔ (اٰل عمران - ۹۶)
سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے (عبادت گاہ) بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔

یہی وہ مقام ہے جس کی زیارت کے لئے مسلمین دنیا کے اطراف واکناف اور دور دراز مقامات سے آتے ہیں۔ سب کا مرکز نظر یہی ایک گھر ہوتا ہے، سب کا رخ ایک ہی سمت میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ
اور (اے ابراہیم) لوگوں میں حج کا اعلان کر دو (پھر تم دیکھو گے کہ) لوگ تمہاری

فَجٍّ عَمِيقٍ ۝
(الحج ۔ ۲۷)

طرف دور دراز راستوں سے پیدل بھی چلے آرہے ہیں اور دبلی دبلی (تیز) سواریوں پر بھی ۔

آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہم نے اس گھر کو امن کی جگہ بنایا۔ یہی وہ گھر ہے جہاں لوگ امن میں رہتے ہیں، کسی کو کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا اور اسی بنا پر لوگ بڑے اطمینان سے اس گھر کا رُخ کرتے ہیں، وہاں جمع ہوتے ہیں اور قیام کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس اولین گھر کا حج ہی فرض نہیں کیا بلکہ اس گھر میں امن وامان قائم رکھنے کو بھی فرض کر دیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ
(العنکبوت ۔ ۶۷)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا حالانکہ ان کے گرد و نواح کا یہ حال ہے کہ لوگ وہاں سے اچک لئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا
(اٰل عمران ۔ ۹۷)

جو شخص اس گھر میں داخل ہوگیا وہ امن میں آگیا۔

آگے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو)

مقام ابراہیم کعبہ میں ایک مقام کا نام ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ
(اٰل عمران ۹۶ و ۹۷)

بے شک سب سے پہلا (عبادت کا) گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے، وہ بابرکت اور تمام عالم کے لئے موجب ہدایت ہے اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں (منجملہ ان کے ایک) مقامِ ابراہیم بھی ہے ۔

آیت کے اس جملہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا :۔

لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى فَنَزَلَتْ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی القبلۃ جزء اول ص۱۱۱)

کاش آپ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لیتے (حضرت عمرؓ کے مشورہ پر) یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:۔
وَافَقَنِیْ رَبِّیْ
[صحیح بخاری کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ البقرۃ) جزء ۶ ص۲۴]

میرے رب نے مجھ سے موافقت کی یعنی یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔
قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَیْتِ سَبْعًا وَّصَلّٰی خَلْفَ الْمَقَامِ رَکْعَتَیْنِ (صحیح بخاری کتاب الملتاسك باب من صلی رکعتی الطواف خلف المقام جزء۲ ص۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) تشریف لائے، آپ نے کعبہ کے سات چکر لگائے پھر مقام (ابراہیم) کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔
ثُمَّ نَفَذَ اِلٰی مَقَامِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَرَأَ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْبَیْتِ کَانَ یَقْرَأُ فِیْ رَکْعَتَیْنِ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ۔ (صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۱۵)

(طواف کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف آئے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی۔ پھر آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان کر لیا اور دو رکعت پڑھیں جن میں آپ نے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھیں۔

کعبہ کو مقام امن اور مقام ابراہیم کو مصلی بنانے کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم علیہ اسلام اور اسماعیل علیہ السلام سے عہد لیا کہ وہ کعبہ کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھیں گے۔ اسی چیز کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَطَھِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ○ (الحج - ۲۶)

میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کعبہ طواف، اعتکاف اور نماز کا مقام ہے۔ کعبہ کو پاک و صاف رکھنا بہت ضروری ہے۔

عمل

اے لوگو! کعبہ امن کی جگہ ہے، اس میں ہر ایک کو امن سے رہنے دیجئے۔ کسی کو نہ ستائیے، کعبہ کو پاک وصاف رکھیئے۔ اس میں خونریزی کرنا یا کسی قسم کی گندگی ڈالنا قطعاً حرام ہے۔ آپ ان چیزوں سے بچیئے۔ کعبہ کا انتہائی احترام ملحوظ رکھیئے۔ کعبہ سے ملحق ایک جگہ ہے جس کو مقام ابراہیم کہتے ہیں اُسے نماز پڑھنے کی جگہ بنائیے۔ کعبہ میں مصلی بس یہی ایک ہے۔ امام اسی جگہ کھڑا ہو۔ کسی اور جگہ کو امام کا مصلی نہ بنائیے۔ طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان کرکے دو رکعت پڑھیئے۔ مذاہب اربعہ کے خود ساختہ مصلّے جو کسی زمانے میں بنائے گئے تھے ان سے دور رہیئے۔ اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ مصلّے کے مقابلہ میں ان مصلوں کا مقرر کرنا یقیناً ایک بہت بڑی جرأت تھی۔ یہ اللہ تعالےٰ کی شریعت سے کھلی بغاوت تھی اور فرقہ بندی جیسی لعنت کو استحکام پہنچانے کا ذریعہ تھی۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اب ان خود ساختہ، فرقہ وارانہ مصلوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ اجْعَلْ
هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ
مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ
كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ
اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾

ترجمہ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم نے دعاء کی کہ اے میرے رب، اس شہر (مکہ) کو امن (کا گہوارہ) بنادے اور اس کے رہنے والوں میں سے جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائیں ان کو پھلوں کا رزق عطا فرما۔ اللہ نے فرمایا جو شخص کفر اختیار کریگا اس کو بھی تھوڑا (بہت) فائدہ پہنچاؤں گا پھر (قیامت کے دن) اس کو دوزخ کے عذاب کی طرف (جانے پر) مجبور کردوں گا اور وہ (دوزخ) بہت بُری جگہ ہے ﴿۱۲۶﴾

معانی و مصادر (اَمِنٌ) اَمِنَ، یَاْمَنُ، اَمْنٌ و اَمَانٌ و اَمَنَةٌ (س) امن میں ہونا [اَمِن = امن والا]۔

(اُرْزُقْ) رَزَقَ، یَرْزُقُ، رِزْقٌ (ن) دینا۔

(اُمَتِّعُ) مَتَّعَ، یُمَتِّعُ، تَمْتِیْعٌ (باب تفعیل) فائدہ دینا۔

(اِضْطِرَارٌ) اِضْطَرَّ، یَضْطَرُّ، اِضْطِرَارٌ (باب افتعال) ناچار اور حاجت مند کر دینا، مجبور کر دینا۔ [ماده ض ر ر ہے]

(مَصِیْر) صَارَ، یَصِیْرُ، صَیْرُوْرَةٌ وَصَیْرٌ وَمَصِیْرٌ (ض) لوٹنا [مصیر = ٹھکانہ، انجام]

(بِئْسَ) بَئِسَ، یَبْئَسُ، بُؤْسٌ، بَئِیْسٌ، بُؤُوْسٌ (س) محتاج ہونا [بِئْس = برا]

تفسیر اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعاء کا ذکر ہے۔ ابراہیم علیہ السلام دعاء کرتے ہیں کہ اے میرے رب اس شہر مکہ کو امن کی جگہ بنا دے اور اس میں رہنے والے مؤمنین کو پھلوں کا رزق عطا فرما۔ ابراہیم علیہ السلام کی اس دعاء کا ذکر قرآن مجید میں ایک اور مقام پہ بھی آیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا۔

(ابراھیم۔ ۳۵)

اور وہ (وقت یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب اس شہر کو امن کا گہوارہ بنا دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ هٰذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللّٰهُ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

بے شک یہ شہر (ایسا) ہے کہ اس کو اللہ نے اس دن حرمت عطاء کی تھی جس دن آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا تھا۔

اسی حدیث میں آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّهٗ لَمْ یَحِلَّ الْقِتَالُ فِیْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَلَمْ یَحِلَّ لِیْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ (صحیح بخاری کتاب المناسك باب لایحل القتال بمکة جزء ۳ ص ۱۸ وصحیح مسلم باب تحریم مکة جزء ۱ ص ۵۶۸)

مجھ سے پہلے اس شہر میں کسی کے لئے جنگ جائز نہیں ہوئی اور میرے لئے بھی دن کی صرف ایک گھڑی کے لئے جائز ہوئی تھی اور اب بدستور قیامت تک کے لئے اللہ کی دی ہوئی حرمت سے (یہ شہر) حرمت والا ہے (کسی کے لئے یہاں خونریزی جائز نہیں)۔

حدیث بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ ابتدائے آفرینش سے حرمت اور امن والا شہر ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء اس حرمت کی بقاء اور امن و امان میں شدت کی دعاء ہے۔ ان کی دعاء ان کے قلب منیب کی ایک عاجزانہ خواہش کا مرقع ہے۔ اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن بندوں کو بھی دعاء مانگنے کا حکم دیتا ہے۔ پھر کسی کام کو کرنے کے لئے اپنی چاہت میں بندوں کی دعاؤں کو بھی شامل کر لیتا ہے مثلاً اللہ تعالےٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہ رحمت بھیجتا رہتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۔ (الاحزاب۔ ۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر رحمت نازل کرتے رہتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود مؤمنین کو حکم دیتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب - ۵۶)

اے ایمان والو! تم نبی پر رحمت وسلام کی دعاء کرتے رہا کرو۔

آیت زیر تفسیر میں ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ اے میرے رب مؤمنین کو پھلوں کا رزق عطاء فرما۔ اللہ تعالےٰ نے پہلی دعاء کو بعینہٖ قبول فرما لیا اور دوسری دعاء کو کسی قدر ترمیم کے ساتھ قبول فرمایا۔ مکہ معظمہ کو امن کا شہر بنانے کا حکم بحال رکھا اور وہاں کے رہنے والوں کو خواہ وہ مؤمن ہوں یا کافر پھلوں کا رزق عطاء کرنے کا وعدہ فرمایا اور اُسے پورا بھی کر دیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا (القصص - ۵۷)

کیا ہم نے ان کافروں کو حرم میں جو امن کا گہوارہ ہے جگہ نہیں دی جہاں کھانے کے لئے ہر قسم کے پھل ہماری طرف سے پہنچائے جاتے ہیں۔

اگرچہ ابراہیم علیہ السلام نے پھلوں کے رزق کی دعاء صرف مؤمنین کے لئے مانگی تھی، کافروں کو اس میں شریک نہیں کیا تھا لیکن اللہ تعالےٰ نے کافروں کو بھی اپنی عطاء میں شریک کر لیا۔ مذکورۂ بالا آیت صاف بتا رہی ہے کہ کافروں کو بھی حسب وعدہ پھلوں کا رزق ملتا رہا۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک دنیا کے عارضی مال و متاع کی کوئی حقیقت نہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کافروں کو بھی اُس سے محروم نہیں کرتا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

مَرَّ (رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) بِجَدْيٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهٗ فَاَخَذَ بِاُذُنِهٖ ثُمَّ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوْا مَا يُحِبُّ اَنَّهٗ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهٖ قَالَ اَتُحِبُّوْنَ اَنَّهٗ لَكُمْ قَالُوْا وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا فِيْهِ لِاَنَّهٗ اَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ (صحیح مسلم کتاب الزھد جزء ۲ ص۵۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیڑ کے ایک چھوٹے کان والے مردہ بچے کے پاس سے گذرے۔ آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا تم میں سے کوئی اسے ایک درہم میں خریدنا پسند کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا ہم تو اسے کسی بھی چیز کے عوض لینا پسند نہیں کرتے، ہم اس کا کیا کریں گے۔ آپ نے فرمایا! کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں (بغیر قیمت کے ہی) مل جائے! لوگوں نے کہا: اگر یہ زندہ ہوتا تو بھی ہم اسے نہیں لیتے اس لئے کہ عیب دار ہے، اس کے کان چھوٹے

ہیں اور اب ہم اسے کیسے (لے سکتے ہیں) حالانکہ اب تو (یہ زندہ بھی نہیں) مردہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے نزدیک یہ جتنا حقیر ہے دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَلَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقٰى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ (رواہ الترمذی فی ابواب الزھد وصححہ جزو ۲ ص ۱۴۲)

اگر دنیا کی (وقعت) اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کافر کو ایک گھونٹ پانی نہیں پلاتا۔

پھر بھی اللہ تعالےٰ نے اس مصلحت سے کہ سب کافر نہ ہو جائیں کافروں کے ہر فرد کو بہت زیادہ مال و متاع عطا نہیں فرمایا ورنہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک دنیا اتنی حقیر شے ہے کہ اللہ تعالےٰ ان میں سے ہر ایک کو دنیا میں سے بہت کچھ دے سکتا تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ○ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ○ وَزُخْرُفًا، وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

(الزخرف ۔۳۳ تا ۳۵)

اگر یہ نہ ہوتا کہ سب ہی ایک جماعت ہو جائیں (یعنی سب کافر نہ ہو جائیں) تو ہم رحمٰن کا انکار کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں کو، سیڑھیوں کو جن پر وہ چڑھتے ہیں، گھروں کے دروازوں کو اور تختوں کو جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں چاندی کا بنا دیتے اور ان کے گھروں کو سونے سے بھر دیتے۔ لیکن یہ مال و متاع دنیا کی زندگی تک ہے (آخرت میں ان کے لئے کچھ نہیں) آخرت کا مال و متاع) تو آپ کے رب کے ہاں متقیوں کے لئے ہے۔

الغرض دنیا بڑی حقیر شے ہے۔ اللہ تعالےٰ کافروں کو بھی اس سے محروم نہیں کرتا لیکن آخرت میں ان کے لئے کچھ نہیں۔ آخرت میں ان کے لئے دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

عمل

اے لوگو! دنیا کو حقیر سمجھیئے۔ آخرت کی فکر کیجیئے۔ دنیا کی خاطر آخرت کو برباد نہ کیجیئے۔ دنیا کا مل جانا اللہ تعالےٰ کی رضاء کی علامت نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کافروں کو بھی دیتا ہے لیکن دنیا کو ٹھکرائیے نہیں، یہ بھی اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل کو حاصل کرنے میں تامل نہ کیجیئے اور اس طرح دعا کرتے رہا کیجیئے:۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (البقرۃ - ۲۰۱)

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا
إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا
وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ
أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا
وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ

يُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم اور اسمٰعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے، (وہ دونوں اس طرح دعاء کر رہے تھے) اے ہمارے رب ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے (ہماری دعاؤں کو بھی تو سن رہا ہے اور ہمارے دلوں کے خلوص کو بھی تو جانتا ہے اور) ﴿۱۲۷﴾ اے ہمارے رب ہم دونوں کو (ہمیشہ) اپنا مسلم بنائے رکھ۔ اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی جماعت پیدا کر جو تیری مسلم ہو اور (اے ہمارے رب) ہمیں ہمارے (حج کے) طریقے بتا دے ہم پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرما۔ بے شک تو توجہ فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے ﴿۱۲۸﴾ (اور) اے ہمارے رب ان لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو تیری آیتیں ان کو پڑھ کر سنائے۔ انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان (کے دلوں) کو پاک کرے، بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔ ﴿۱۲۹﴾

معانی ومصادر (قواعد) قَعَدَ، يَقْعُدُ، قُعُودٌ و مَقْعَدٌ (ن) بیٹھنا۔ [قَوَاعِدَ = قَاعِدَةٌ کی جمع۔ بنیادیں]۔

(تَقَبَّلْ) تَقَبَّلَ، يَتَقَبَّلُ، تَقَبُّلٌ (باب تفعل) قبول کرنا، لے لینا۔

(أَرِ) أَرَى، يُرِي، إِرَاءَةٌ وإِرَاءٌ (باب افعال) دکھانا۔ [أَرِ = دکھا، یہ امر واحد حاضر ہے]۔

(مَنَاسِكَ) نَسَكَ، يَنْسُكُ، نِسْكٌ ونُسُكٌ ونُسُوكٌ ونَسَكَةٌ و مَنْسَكٌ، (ن) زہد وعبادت کرنا، قربانی کرنا [مَنَاسِك = مَنْسَكٌ کی جمع۔ قربانی کے طریقے، حج کی عبادتیں]

(تُبْ) تَابَ، يَتُوبُ، تَوْبٌ، تَابَةٌ، تَوْبَةٌ، مَتَابٌ (ن) رجوع کرنا، توجہ کرنا۔

(اِبْعَثْ) بَعَثَ، يَبْعَثُ، بَعْثٌ (ف) کھڑا کرنا، زندہ کرنا، بھیجنا۔

(عَزِيزُ) عَزَّ، يَعِزُّ، عِزٌّ وعِزَّةٌ وعَزَازَةٌ (ض) غالب ہونا۔ عزت والا ہونا۔ [عزیز = غالب، قوی]۔

(يُزَكِّي) زَكَّى، يُزَكِّي، تَزْكِيَةٌ (باب تفعیل) پاک کرنا، تعریف کرنا۔

حَكَمٌ، حَكُمَ، يَحْكُمُ، حِكْمَةٌ (ك) حکیم ہونا، دانا ہونا۔

تفسیر بیت اللہ یعنی کعبہ دنیا کی سب سے پہلی عبادت گاہ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ (آل عمران - ۹۶)

سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی (عبادت) کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کعبہ ابراہیم علیہ السلام سے بہت پہلے بنایا گیا تھا، ایسا نہیں ہو سکتا کہ آدم علیہ السلام سے ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک کوئی عبادت کا گھر نہ بنایا گیا ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اہل وعیال کو مکہ معظمہ کی سرزمین میں آباد کرنے کے بعد یہ دعاء کی:۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ۔ (ابراھیم - ۳۷)

اے ہمارے رب، میں نے اپنی اولاد کو ایک ایسی وادی میں جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے عزّت والے گھر کے پاس آباد کیا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نے جب اسمٰعیل علیہ السلام کو ان کی شیر خوارگی کے زمانے میں وادیٔ مکہ میں آباد کیا تو وہاں بیت محرم موجود تھا اور اس بیت محرم کے جوار میں انہوں نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو آباد کیا تھا۔ پھر جب اسمٰعیل علیہ السلام جوان ہو گئے تو ان کے ساتھ مل کر کعبہ کو اس کی بنیادوں پر اٹھایا جو بنیادیں پہلے سے موجود تھیں، ان بنیادوں کی نشاندہی بھی اللہ تعالےٰ نے کی تھی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰھِیْمَ مَکَانَ الْبَیْتِ۔ (الحج - ۲۶)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم کو کعبہ کی جگہ کی نشاندہی کی۔

الغرض کعبہ کا سب سے پہلی عبادت گاہ ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کعبہ آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بنایا گیا تھا، حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں:۔

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِی الْاَرْضِ اَوَّلُ

میں نے کہا اے اللہ کے رسول زمین میں سب سے پہلے کونسی مسجد بنائی گئی؟۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ۔

مسجد حرام (سب سے پہلے بنائی گئی)

حضرت ابوذرؓ نے پوچھا "پھر کونسی مسجد بنائی گئی؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
اَلْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی (پھر) مسجد اقصیٰ بنائی گئی۔
حضرت ابوذرؓ نے پوچھا ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
اَرْبَعُوْنَ سَنَةً چالیس سال
(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق جزء ۴ ص ۱۷۶
صحیح مسلم کتاب المساجد جزء اول ص ۲۱۲)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مسجد حرام دنیا میں سب سے پہلی مسجد ہے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ اس کو آدم علیہ السلام نے بنایا ہو اور انہوں نے ہی چالیس سال بعد مسجد اقصیٰ کو بنایا ہو۔

الغرض ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور دعائیں مانگتے جا رہے تھے سب سے پہلی دعاء جو انہوں نے مانگی یہ تھی کہ اے ہمارے رب ہماری اس خدمت کو قبول فرما۔ بیشک تو ہماری دعاء کو سن رہا ہے اور ہمارے دلوں کی نیت سے بھی واقف ہے اس لئے کہ تو سمیع و علیم ہے۔ دعاء کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نیک عمل اللہ تعالےٰ کی قبولیت کا محتاج ہے۔ ہمیں اپنے کاموں پر ناز نہیں کرنا چاہئے بلکہ اللہ تعالےٰ سے دعا کرنا چاہئے کہ وہ ہمارے حقیر عملوں کو قبول فرمائے۔

دوسری دعاء جو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے مانگی وہ یہ تھی کہ اے ہمارے رب ہم کو ہمیشہ مسلم رکھ اور ہماری ذرّیت میں سے بھی ایک مسلم جماعت پیدا کر۔ کتنی عاجزانہ دعاء ہے۔ نبی ہوتے ہوئے مسلم رہنے کی دعاء کر رہے ہیں۔ نہ کوئی ناز ہے اور نہ کوئی فخر۔ وہ سمجھتے تھے کہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی توفیق سے ملتا ہے اور وہی اسلام پر استقامت کی توفیق بخشتا ہے۔

تیسری دعاء انہوں نے یہ کی تھی کہ اے ہمارے ربّ ہم کو عبادت کے طریقے یا حج کے ارکان کی تعلیم دیدے اور ہمارے حال پر رحم و کرم کے ساتھ توجہ فرما اور ہماری غلطیوں کو معاف کر دے۔ بے شک تو توبہ قبول کرنے والا، معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس دعاء سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کے تمام طریقے من جانب اللہ تعلیم دئے جاتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے عبادت کے طریقے خود اختراع نہیں کئے بلکہ اللہ تعالےٰ سے التجا کی کہ وہ عبادت کے طریقوں کی تعلیم دے۔ عبادت کے طریقوں کا خود اختراع کرنا بدعت ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی چوتھی دعا یہ تھی کہ اے ہمارے رب ان میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو تیری آیتیں ان کو پڑھ کر سنائے۔ ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ نفس کرے بے شک تو غالب ہے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو حکیم ہے لہٰذا حکمت کی باتیں تو ہی تعلیم دے سکتا ہے۔
ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاء کا منشاء یہ تھا کہ اے اللہ تو اس رسول کو صرف کتاب ہی نہ دے

بلکہ حکمت بھی دے تاکہ وہ تیرے احکام پر عمل کرنے کی حکمت اور طریقہ سے بھی لوگوں کو باخبر کرے ۔ اس دعاء سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اور حکمت ایک چیز نہیں ہے ۔ ان دونوں لفظوں کے درمیان واؤ عطف ہے نہ کہ واؤ تفسیری، اس لئے کہ تفسیر کی اللہ تعالےٰ کو ضرورت نہیں ۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی اس دعاء میں اگر واؤ کو واؤ تفسیری مانا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ دونوں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالےٰ تفسیر کا محتاج ہے اور یہ بالکل لغو ہے ۔

الغرض اس آیت میں حکمت سے مراد حدیث ہے جو قرآن مجید کی تشریح و توضیح کا کام انجام دیتی ہے، احکام الٰہی پر عمل کرنے کا طریقہ بتاتی ہے ۔ مثلاً اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کی تشریح اور نماز کا طریقہ احادیث میں ہے اگر احادیث میں تشریح اور طریقہ نہ ہوتا تو اس حکم الٰہی پر عمل کرنا ناممکن تھا ۔

اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا اور اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں اپنے آخری رسول کو مبعوث فرما کر وہ امت مسلمہ بھی پیدا کر دی جو قرآن مجید کے الفاظ میں خیر امت کے لقب سے موسوم ہے ۔ اللہ تعالےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق فرماتا ہے :۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (الجمعۃ ۔ ۲)

اللہ ہی ہے جس نے امّی لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے ۔

قبولیتِ دعاء کی کتنی واضح مثال ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں وہی الفاظ دوہرائے جو ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاء میں تھے ۔

عمل

لوگو! اپنے عملوں کو حقیر سمجھئے، عاجزانہ طور پر ان کی قبولیت کے لئے دعاء کیا کیجئے ۔ مسلم ہوتے ہوئے مسلم بنائے رکھنے کی دعاء کرتے رہا کیجئے ۔ اپنی اولاد کے لئے بھی دعا کرتے رہا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ ان کو بھی مسلم بنائے اور تا زیست مسلم رکھے ۔

عبادات کے سلسلہ میں بدعات کو رواج نہ دیجئے ۔ بس انہی عبادات کو اختیار کیجئے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کے ذریعہ سکھائی ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلم کتاب و حکمت ہیں لہٰذا جو کچھ انہوں نے تعلیم دی ہے وہی حق ہے ۔ اسی کو تسلیم کیجئے ۔ اس کے مقابلہ میں کسی دوسری تعلیم کو قطعاً اختیار نہ کیجئے ورنہ آپ اسی گمراہی میں جا پڑیں گے جس گمراہی میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے لوگ پڑے ہوئے تھے ۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ
اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ
فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ
الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ
قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾
وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ
يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ
فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

ترجمہ اور ابراہیم کی ملت سے کون بے رغبتی کرسکتا ہے سوائے اس شخص کے جس نے اپنے آپ کو بے وقوفی میں مبتلا کر دیا ہو۔ (ابراہیم تو وہ ہیں کہ) ہم نے ان کو دنیا میں بھی منتخب کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہوں گے ﴿۱۳۰﴾ (ابراہیم کی تو وہ شخصیت ہے کہ)

جب اُن کے ربّ نے ان سے کہا اسلام لاؤ تو انہوں نے (فوراً) کہا میں نے رب العالمین کے لئے اسلام قبول کیا ﴿۱۳۱﴾ پھر ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو بھی اس بات کی وصیّت کی اور یعقوب نے بھی۔ (انہوں نے کہا) اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لئے دین (اسلام) پسند فرمایا ہے لہٰذا تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو (یعنی دینِ اسلام پر تمہارا خاتمہ ہو) ﴿۱۳۲﴾

معانی ومصادر

(یَرْغَبُ) رَغِبَ، یَرْغَبُ، رُغْبٌ ورَغْبَةٌ (س) رغبت کرنا۔ اس لفظ کے بعد اگر عن آئے تو اس کے معنی بے رغبتی کرنا یا اعراض کرنا ہوتے ہیں۔
سَفِہَ، یَسْفَہُ، سَفْہٌ (س) بے وقوفی پر آمادہ کرنا۔
(مِلَّةَ) مَلَّ، یَمُلُّ، مَلٌّ (ن) کسی ملت میں داخل ہونا (ملّت = طریقہ)۔
(اصطفینا) اِصْطَفٰی، یَصْطَفِیْ، اِصْطِفَاءٌ (باب افتعال) پسند کرنا، چننا۔
(صالحین) صَلَحَ، یَصْلَحُ، صَلَاحٌ وصُلُوْحٌ وصَلَاحِیَةٌ (ک، ف، ن) صالح ہونا۔ نیک ہونا
(ربّ) رَبَّ، یَرُبُّ، رَبٌّ (ن) سردار ہونا، پرورش کرنا، تربیت دینا [رَبٌّ۔ مالک]۔
(وَصّٰی) وَصّٰی، یُوَصِّیْ، تَوْصِیَةٌ (باب تفعیل) عہد لینا، حکم دینا۔
(تَمُوْتُنَّ) مَاتَ، یَمُوْتُ، مَوْتٌ (ن) مرنا۔
(اَسْلِمْ، اَسْلَمْتُ، مُسْلِمُوْنَ) اَسْلَمَ، یُسْلِمُ، اِسْلَامٌ (باب افعال) اسلام قبول کرنا۔ مطیع ہونا، سپرد کرنا۔

تفسیر

اہل کتاب اور مشرکین اپنے آپ کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرکے بتایا کہ وہ تو خالص اللہ تعالےٰ کے ماننے والے تھے۔ وہ تو مسلم تھے اور مسلم رہنے کی دعائیں کرتے تھے بلکہ اپنی اولاد میں بھی امت مسلمہ کے پیدا ہونے کی دعائیں کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی دعاء میں اسمٰعیل علیہ السلام بھی شریک تھے لہٰذا امت مسلمہ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں پیدا ہونی چاہیئے اور جس نبی کی بعثت کے لئے انہوں نے دعاء کی تھی وہ بھی اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہونا چاہیئے۔ لہٰذا اب جبکہ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں وہ رسول مبعوث ہوگیا اور امت مسلمہ وجود میں آگئی تو ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر وہ رسول اور اس کی امت ہوگی۔ اہل کتاب اور مشرکین کو چاہیئے کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاؤں اور ان کی دعاؤں کے نتیجہ پر غور کریں تو صاف معلوم ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ رسول ہیں جن کے لئے ان دونوں نبیوں نے دعاء کی تھی۔ لہٰذا اہل کتاب اور مشرکین کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ واقعی دین ابراہیمی کے دعوے میں سچے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے، نہ عیسائی تھے اور نہ مشرک۔ وہ تو بس مسلم تھے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

(آل عمران - ۶۷)

ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی وہ تو بس ایک اللہ تعالےٰ کے ماننے والے مسلم تھے اور وہ (یقیناً) مشرکین میں سے بھی نہیں تھے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاء کا مصداق سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں ہو سکتا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین ہی درحقیقت دینِ ابراہیمی ہے تو پھر اس دین سے روگردانی وہی شخص کر سکتا ہے جو انتہائی نادان ہو۔ ابراہیم علیہ السلام دنیا میں اللہ تعالےٰ کے منتخب بندے تھے اور آخرت میں نیک لوگوں میں شامل ہوں گے۔ ان کی تو یہ حالت تھی کہ جب ان سے اسلام لانے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا لیکن ان اہل کتاب اور مشرکین کو کیا ہو گیا ہے کہ جب ان سے اسلام لانے کے لئے کہا جاتا ہے تو طرح طرح کے بہانے کرتے ہیں لیکن بایں ہمہ دعویٰ یہی ہے کہ ہم دینِ ابراہیمی کے ماننے والے ہیں۔

اہل کتاب سب ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، اسی طرح مشرکین مکہ سب ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے خاص طور پر ان ہی دو نبیوں کی وصیت کا ذکر کیا تاکہ اہل کتاب اور مشرکین کو معلوم ہو جائے کہ ان کے آباء و اجداد تو نہ صرف مسلم تھے بلکہ مسلم بننے کی وصیّت بھی کرتے تھے۔ لیکن افسوس کہ یہ لوگ ان کو اپنے آباؤ اجداد ماننے کے باوجود ان کے دین پر نہیں تھے۔ ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے خود ہی اسلام پر عمل نہیں کیا بلکہ اپنی اولاد کو بھی وصیت کر گئے تھے کہ تمہارے لئے اللہ تعالےٰ نے دینِ اسلام کو پسند کر لیا ہے لہٰذا تم اسی دین کے پابند رہنا اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو اور اسلام پر عمل پیرا ہو۔ لیکن افسوس ان لوگوں نے وصیت کی پرواہ نہیں کی اور اس کو پس پشت ڈال دیا۔

اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا ذکر کر کے اہل کتاب اور مشرکین کو اچھی طرح جھنجھوڑا اور ان کو بھرپور طریقہ سے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جو نیک بخت تھے وہ ایمان لے آئے اور جو بدبخت تھے وہ کفر پر اڑے رہے اور مختلف حیلوں سے دینِ ابراہیمی سے اعراض کرتے رہے۔

ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے جو وصیت اپنے بیٹوں کو کی تھی اللہ تعالےٰ نے وہی وصیت اس امت مسلمہ کو بھی کی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○

(آل عمران - ۱۰۲)

اے ایمان والو، اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو۔

عمل

اے لوگو! اسلام کی دعوت کو فوراً قبول کیجئے۔ کسی حیلے سے اسلام کی دعوت کو مسترد نہ کیجئے۔ اسلام فرقہ ورانہ مذاہب میں نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کے اندر ہے لہذا اپنے فرقہ ورانہ مذاہب کو چھوڑ کر اسلام قبول کیجئے، قرآن وحدیث پر عمل کیجئے۔ اسلام پر عمل کرتے رہئے تاکہ جس وقت بھی آپ کو موت آئے آپ مسلم ہوں۔

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ
الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ
مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ
آبَائِكَ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَ
إِسْحٰقَ إِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهُ
مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ
لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَ
لَا تُسْـَٔلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل) جب یعقوب کو موت آئی تو کیا تم اس وقت (ان کے پاس) موجود تھے جبکہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا (بتاؤ) میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے۔ بیٹوں نے کہا ہم آپ کے اِلٰہ اور آپ کے آباء واجداد ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اور اسحاقؑ کے

الٰہ کی عبادت کریں گے (یعنی ہم) ایک (اکیلے) الٰہ کی عبادت کریں گے اور ہم اسی کے مسلم ہیں (۱۳۳) (اور اے اہل کتاب سنو) یہ ایک جماعت تھی جو گذر گئی، ان کے لئے ان کے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، ان کے اعمال کے متعلق تم سے باز پرس نہیں ہوگی (۱۳۴)

معانی ومصادر (شَهَدَاءُ) شَهِدَ، يَشْهَدُ، شُهُوْدٌ (س) حاضر ہونا (شہداء = حاضرین، شہید کی جمع)
حَضَرَ، يَحْضُرُ، حُضُوْرٌ وحَضَارَةٌ (ن) حاضر ہونا۔
(خَلَتْ) خَلَا، يَخْلُوْ، خُلُوٌّ وخَلَاءٌ (ن) گذر جانا، خالی ہو جانا، تنہا رہ جانا۔
(كَسَبَتْ) كَسَبَ، يَكْسِبُ، كَسْبٌ وكِسْبٌ (ض) کمانا۔
(تُسْئَلُوْنَ) سَأَلَ، يَسْأَلُ، سُؤَالٌ وسَأَلَةٌ وسَأَلَةٌ (ف) سوال کرنا، مانگنا۔

تفسیر حضرت یعقوب علیہ السلام جن کو اسرائیل بھی کہتے ہیں بنی اسرائیل کے جدّ اعلیٰ ہیں۔ تمام بنی اسرائیل انہی کی اولاد ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت اوپر گذر چکی ہے انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا۔

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (البقرۃ - ۱۳۲)
تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

اس وصیت کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ملامت کی کہ جب تمہارے جدّ اعلیٰ مسلم بننے کی وصیت کر گئے ہیں تو پھر تم کو کیا ہو گیا کہ تم مسلم نہیں بنتے۔ آیات زیر تفسیر میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے جدّ اعلیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت یاد دلایا اور فرمایا کہ نہ صرف یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو مسلم رہنے کی وصیت کی تھی بلکہ ان کے تمام بیٹے اسی چیز کے قائل تھے۔ انہوں نے اپنے مسلم ہونے کا اعلان کیا تھا۔ وہ ایک واحد الٰہ کے پرستار تھے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اِن تمام بزرگوں کا ذکر کر کے بنی اسرائیل کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل تمہارے آباء و اجداد تو سب مسلم تھے۔ سب ایک الٰہ کے پرستار تھے تو پھر تم کیوں مسلم نہیں بنتے کیوں اللہ اکیلے کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے ہو؟ اور اے بنی اسرائیل سن لو کہ تمہارے آباء و اجداد خواہ کتنے ہی بزرگ سہی وہ تمہارے کام نہ آسکیں گے۔ ان کی نیکیاں ان کے لئے باعث اجر و ثواب ہیں۔ تمہیں ان کی نیکیوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ تمہارے اجر و ثواب کا دار و مدار تمہارے عملوں پر ہے۔ ہم تم سے تمہارے اعمال کے متعلق باز پرس کریں گے، ان کے اعمال کے متعلق باز پرس نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (النحل - ۹۳)
تم سے تمہارے اعمال کے متعلق ضرور سوال ہوگا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-
قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○
(سبا - ۲۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے ہمارے گناہوں کی تم سے باز پرس نہیں ہوگی اور نہ تمہارے اعمال کے متعلق ہم سے پوچھا جائے گا۔

عمل

اے لوگو! عمل کیجئے۔ بزرگوں کے اچھے اعمال سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، آپ کے عمل ہی آپ کے کام آئیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-
فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا۔
(الکہف - ۱۱۰)

جو شخص اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ اچھے عمل کرے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○
(التحریم - ۷)

(قیامت کے روز اللہ تعالےٰ کافروں سے کہے گا) اے کافرو! آج تم اپنے عذر پیش نہ کرو، تمہیں تمہارے عملوں ہی کا بدلہ دیا جائیگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-
مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ○
(الروم - ۴۴)

جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا اور جنہوں نے اچھے عمل کئے تو وہ (آخرت میں) اپنے آرام و آسائش کا اہتمام کر رہے ہیں۔

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا
قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا
كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳۵﴾ قُولُوا آمَنَّا
بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ
إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ
وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ
مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ
مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ
وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۶﴾ فَإِنْ آمَنُوا

بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾

ترجمہ اور (اے رسول) اہل کتاب کہتے ہیں یہودی ہو جاؤ یا عیسائی ہو جاؤ تو تمہیں ہدایت مل جائے گی۔ آپ کہہ دیجئے کہ نہیں (ایسا نہیں ہو سکتا) ہم تو ایک اللہ کے پرستار ابراہیمؑ کے دین پر قائم ہیں (وہ نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی) اور وہ مشرکین میں سے بھی نہیں تھے ﴿۱۳۵﴾ اور (اے ایمان والو ان لوگوں سے) کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی ہے اور ان کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ابراہیم اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور اولادِ یعقوب پر نازل ہوئی تھیں اور ہم ان کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دی گئیں تھیں اور (نہ صرف ان کتابوں پر بلکہ ہم تو ان کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں) جو تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھیں۔ ہم ان نبیوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں کرتے (کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہیں۔ ہم تو سب کو مانتے ہیں) اور ہم سب اللہ (اکیلے) کے مسلم ہیں ﴿۱۳۶﴾ پھر (اے ایمان والو) اگر یہ لوگ اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو (یعنی بلا تفریق تمام انبیاء اور ان کی کتابوں پر ایمان لے آئیں) تو پھر یہ ہدایت یاب ہو سکتے ہیں (ابھی تو یہ خود ہی ہدایت پر نہیں ہیں تمہیں کیا ہدایت پر لا سکتے ہیں) اور (اے ایمان والو) اگر یہ منہ موڑیں (اور جس طرح تم ایمان لائے ہو اسی طرح ایمان نہ لائیں) تو بس یہ تمہاری مخالفت پر کمر بستہ ہیں (لیکن یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے) ان کے مقابلہ میں اللہ (اکیلا) تمہارے لئے کافی ہے اور وہ سننے والا ہے، جاننے والا ہے (وہ ان کی تمام مخالفانہ باتیں سن رہا ہے اور اسے ان کی تمام سازشوں کا علم ہے) ﴿۱۳۷﴾

معانی ومصادر (اِهْتَدَوْا) اِهْتَدٰی، یَهْتَدِیْ، اِهْتِدَاءٌ (باب افتعال) ہدایت پانا، ہدایت دینا۔
(تَوَلَّوْا) تَوَلّٰی، یَتَوَلّٰی، تَوَلِّیٌ (باب تفعّل) اعراض کرنا، پھرنا، دوست بنانا، متولّی ہونا۔
(شِقَاق) شَاقَّ، یُشَاقُّ، مُشَاقَّةٌ وشِقَاقٌ (باب مفاعلہ) مخالفت کرنا، دشمن ہونا۔
(یَکْفِیَ) کَفٰی، یَکْفِیْ، کِفَایَةٌ (ح) کفایت کرنا۔

تفسیر اہل کتاب اور اہل مکّہ کو یہ دعوٰی تھا کہ وہ دین ابراہیم پر ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اوپر کی آیات میں ان کے اس دعوٰی کی تردید کر دی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد سب مسلم تھے۔ ان میں سے نہ کوئی یہودی تھا، نہ عیسائی اور نہ مشرک، لیکن اس کے باوجود اہل کتاب کی ہٹ دھرمی کی حد وانتہا ہو گئی تھی کہ وہ یہی کہے جا رہے تھے کہ ہم حق پر ہیں۔ یہودی کہتے تھے کہ یہودی ہو جاؤ تو تمہیں ہدایت مل جائے گی۔ عیسائی کہتے تھے کہ عیسائی ہو جاؤ تو تم ہدایت یاب ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ ہم تو ملت ابراہیمی کی پیروی کرنے والے ہیں جس ملت کی پیروی کا تم بھی دعوٰی کرتے ہو۔ ابراہیم علیہ السلام تو حنیف تھے، موحد تھے، یکسو تھے۔ اُن کا ایک ہی رُخ تھا۔ وہ ایک اللہ ہی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھتے تھے۔ وہی ان کا ملجا وماوٰی، وہی ان کا سہارا تھا۔ وہ کسی دوسرے کی طرف رخ نہیں کرتے تھے۔ ان کی عبادتیں، قربانیاں، دعائیں، التجائیں سب اُسی ایک الٰہ کے لئے تھیں، وہ مشرک نہیں تھے کہ ان کی نگاہ مشکل کشائی، حاجت روائی یا اطاعت کے لئے دوسری طرف اٹھ جائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝
(اٰل عمران - ۶۷)

ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی۔ وہ تو بس ایک اللہ کے پرستار مسلم تھے اور وہ مشرکین میں سے بھی نہیں تھے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝
(اٰل عمران - ۹۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے لہٰذا (اس کی بات مانو اور) ابراہیم کے دین کی پیروی کرو جو ایک اللہ کے ماننے والے تھے (ہدایت کا راستہ تو بس یہی ہے) ابراہیم مشرک نہیں تھے (کہ وہ دوسروں کے آستانوں پر جبہہ سائی کرتے، دوسروں کا سہارا ڈھونڈتے، دوسروں کے احکام پر چلتے، خود ساختہ شریعت بناتے)

پھر اللہ تعالےٰ نے مؤمنین سے فرمایا کہ اے ایمان والو۔ تم کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس شریعت پر ایمان لائے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور ان تمام شریعتوں پر ایمان لائے جو (گذشتہ) تمام نبیوں پر اتاری گئی تھیں۔ ہم تمام نبیوں پر یکساں طور پر ایمان لاتے ہیں۔ کسی میں کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ اکیلے کے مسلم ہیں، اسی کے تابع ہیں، اسی کے مطیع و منقاد ہیں، اس کی شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔ ہم ہر شریعت کو خواہ وہ کسی نبی کے ذریعہ آئی ہو حق سمجھتے ہیں اور اب اللہ تعالےٰ کی آخری شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو گئی ہے تو ہم اس کی پیروی کر رہے ہیں۔ اے اہل کتاب تم کو بھی چاہئے کہ اللہ تعالےٰ کے مسلم بن جاؤ۔ اللہ تعالےٰ کی نازل کردہ آخری شریعت پر عمل کرو۔ یہ نہ دیکھو کہ لانے والا ہمارے خاندان اور قبیلہ کا فرد کیوں نہیں، تم تو یہ دیکھو کہ لانے والا اللہ تعالیٰ کا رسول ہے یا نہیں۔ رسول کا انتخاب تو وہ کرتا ہے، نہ کہ تم۔ اس نے جب کسی کو رسول منتخب کر لیا تو مسلم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس رسول کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرو۔ آؤ تم بھی مسلم بن جاؤ اور اسی طرح ایمان لے آؤ جس طرح ہم ایمان لائے ہیں۔

اس چیز کا اللہ تعالےٰ نے بار بار اعادہ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

(اٰل عمران ۔ ۸۴)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی اور ان کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور اولاد یعقوب پر نازل کی گئیں اور ان کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں جو موسیٰ، عیسیٰ اور (باقی) تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں، ہم ان نبیوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ (اکیلے) کے مسلم ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

(العنکبوت ۔ ۴۶)

اور (اے ایمان والو) کہہ دو کہ ہم اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی اور اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں جو تمہاری طرف نازل ہوئی۔ ہمارا اور تمہارا الٰہ ایک ہے اور ہم اسی (ایک الٰہ) کے مسلم ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝
(المآئدۃ - ۵۹)

(اے رسول) کہہ دیجئے "اے اہل کتاب کیا تم ہم میں یہی برائی دیکھتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، اس کتاب پر ایمان لائے جو ہم پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر بھی ایمان لائے جو پہلے نازل ہو چکی ہیں اور (تم جو اس قسم کے ایمان کو برا سمجھتے ہو تو بات درحقیقت یہ ہے کہ) تم میں اکثر لوگ فاسق ہیں (احکام الٰہی سے سرتابی کرنے کے عادی ہو گئے ہیں)۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ:۔

كَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُوْنَ التَّوْرٰىةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ الْاٰيَةَ
(صحیح بخاری کتاب التفسیر جزء ۶ ص ۲۵ وکتاب الاعتصام جزء ۹ ص ۱۳۶ وکتاب التوحید جزء ۹ ص ۱۹۳)

اہل کتاب توریت کو عبرانی زبان میں پڑھا کرتے تھے اور اہل اسلام کے لئے عربی میں ترجمہ کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو اور یہ کہا کرو آمنا باللہ (آخر تک) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ایمان والو، اگر یہ لوگ تمہاری طرح ایمان لے آئیں یعنی بلا تفریق ہر نبی کو تسلیم کریں اور ہر نبی کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لے آئیں تو پھر یہ ہدایت پا سکتے ہیں۔ کسی نبی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا یہ ایمان نہیں بلکہ گمراہی اور کفر ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق پیدا کرتے ہیں (یعنی بعض رسولوں کا انکار کر کے ان کا تعلق اللہ سے توڑ دیتے ہیں حالانکہ رسالت کی وجہ سے ان کا اللہ سے بہت قریبی تعلق ہوتا ہے) اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور

رُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○
(النسآء - ۱۵۰ تا ۱۵۲)

(کفر اور ایمان کے) درمیان ایک اور راہ نکالنا چاہتے ہیں تو ایسے ہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کے معاملہ میں تفریق نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کا اجر عطا فرمائے گا اور وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاِنْ تَوَلَّوْا) اس حجت کے بعد بھی اگر وہ منہ موڑتے ہیں اور تمہاری طرح ایمان نہیں لاتے تو سمجھ لو کہ (فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ) بس ان کو تم سے ایک قسم کی مخالفت ہے، انہیں حسد ہے، یہ بغض و عداوت کی آگ میں جھلس رہے ہیں، تو اے رسول اگر یہ آپ کے نقصان کے درپے ہیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں (فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ) اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں آپ کے لئے کافی ہے۔ وہ ان کی باتیں سنتا رہتا ہے کیوں کہ وہ سمیع ہے، اسے ان کی تمام سازشوں کا علم ہے کیونکہ وہ علیم ہے، ان کی کوئی بات، کوئی سازش اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں رہ سکتی لہذا اللہ تعالیٰ ان کی تمام تدابیر کو ناکام بنا دیگا اور آپ کو فتح و نصرت عطاء فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔
(المؤمن - ۵۱)

دنیا کی زندگی میں ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں اور ان لوگوں کی بھی مدد کرتے ہیں جو ایمان لے آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ (اٰل عمران - ۱۶۰)

اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو پھر تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

عمل

اے لوگو! مسلم بنیئے۔ تمام نبیوں پر بلا تفریق ایمان لائیے، اور اسی طرح ایمان لائیے جس طرح صحابہ کرام ایمان لائے تھے۔ کافروں سے نہ ڈریئے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیئے

آپ اس کے ہو جائیں گے تو وہ آپ کا ہو جائے گا، پھر کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔
اے لوگو! آپ نے اللہ تعالےٰ کو، اس کے رسول کو اور اس کی شریعت کو چھوڑ دیا، اسی لئے ذلیل و خوار ہو گئے۔ ہوش میں آئیے اور پھر اسی طرح اللہ تعالےٰ کو، اس کے رسول کو اور اس کی شریعت کو پکڑ لیجئے جس طرح صحابۂ کرام نے پکڑا تھا، پھر دیکھئے جس طرح فتح و نصرت ان کے قدم چومتی تھی آپ کے بھی چومے گی۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ
صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾
قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِى اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا
وَرَبُّكُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ
وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ
اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ
وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا
اَوْ نَصٰرٰى قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً

عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ
خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ
وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

ترجمہ (اور اے ایمان والو! ان سے کہہ دو کہ ہم پر تو) اللہ کا رنگ (چڑھا ہوا ہے) اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہو سکتا ہے اور ہم تو بس اس کی عبادت کرتے ہیں ﴿۱۳۸﴾ (اور اے رسول ان سے) پوچھیے کیا تم اللہ (کے معاملہ) میں ہم سے جھگڑ رہے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور (اگر تم اس کے معاملہ میں شرک سے باز نہیں آئے تو سن لو) ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور ہم تو (بہر حال) خالص طور پر اسی (واحد الٰہ) کی عبادت کرنے والے ہیں ﴿۱۳۹﴾ اور کیا تم دعویٰ کرتے ہو کہ ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب، اور (ان کی) اولاد یہودی یا عیسائی تھے؟ (ہرگز نہیں، وہ تو سب مسلم تھے) اور (اے رسول) آپ ان سے پوچھیے کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ (اللہ تو فرماتا ہے کہ وہ مسلم تھے اور جانتے تو تم بھی ہو کہ وہ مسلم تھے لیکن تم حق کو چھپاتے ہو) اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی شہادت کو جو اس کے پاس موجود ہے چھپاتا ہے (کیا اس کو نہیں معلوم کہ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی) اور اے اہل کتاب جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے ﴿۱۴۰﴾ (ان انبیاء کی) یہ جماعت تھی جو گذر گئی، جو عمل انہوں نے کئے وہ ان کے لئے ہیں اور جو عمل تم کر رہے ہو وہ تمہارے لئے ہیں اور تم سے ان کے اعمال کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا ﴿۱۴۱﴾

معانی ومصادر (صِبْغَةٌ) صَبَغَ، يَصْبُغُ، صَبْغٌ وصِبْغٌ (ن، ف، ض) رنگنا۔ [صِبْغَةٌ = رنگ، سالن، قسم، ملت، دین]۔
(اَحْسَنُ) حَسُنَ، يَحْسُنُ، حُسْنٌ (کرم) اچھا ہونا، حسین ہونا۔ [اَحْسَنُ = حَسَنٌ سے اسم تفضیل]۔
(تُحَاجُّوْنَ) حَاجَّ، يُحَاجُّ، مُحَاجَّةٌ (باب مفاعلہ) جھگڑنا۔
(مُخْلِصُوْنَ) اَخْلَصَ، يُخْلِصُ، اِخْلَاصٌ (باب افعال) اخلاص کرنا۔
(خَلَتْ) خَلَا، يَخْلُوْ، خُلُوٌّ وخَلَاءٌ (ن) گذر جانا، خالی ہو جانا، تنہا رہ جانا۔
(كَتَمَ) كَتَمَ، يَكْتُمُ، كَتْمٌ وكِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔

تفسیر گذشتہ آیات میں اللہ تعالےٰ نے بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد سب اللہ تعالےٰ کے مسلم تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مؤمنین کو حکم دیا کہ وہ بھی اعلان کر دیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کے مسلم ہیں۔ اسی کے ہو گئے ہیں، اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اپنے آپ کو اسی کے حوالہ کر دیا ہے، اسی کے تابع ہیں، اسی کے احکام پر چلتے ہیں، اسی کے دین کو مانتے ہیں گویا اس کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ کوئی دوسرا رنگ ان پر نہیں چڑھ سکتا۔ توحید کا رنگ اتنا گہرا اور پختہ ہوتا ہے کہ اس پر دوسرا رنگ نہیں چڑھایا جا سکتا۔ خالص توحید کا رنگ اللہ تعالےٰ کا رنگ ہے اور اللہ تعالےٰ کے رنگ سے بہتر کونسا رنگ ہو سکتا ہے اور جس پر اللہ تعالےٰ کا رنگ چڑھ جائے پھر وہ کسی اور کی عبادت کرے، کسی اور کو ماننے، کسی اور کے احکام ماننے پر ہو ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آگے فرمایا "وَنَحْنُ لَهٗ عَابِدُوْنَ"، کہ وہ کہ ہم اسی واحد ویکتا کے پرستار ہیں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جو اس کا مسلم بن گیا پھر وہ کسی اور کا پرستار کیسے ہو سکتا ہے، وہ کسی اور کے قانون پر کیسے چل سکتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص مسلم بن کر، اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے حوالے کر کے پھر کسی اور کے مذہب اور قانون پر عمل کرے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ — دین خالص اللہ کے لئے ہے۔
(الزمر۔۳)

گویا اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کو صاف جواب دے دیا کہ یہودی یا عیسائی بننے سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ ہدایت تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے اور وہ ان کو ملتی ہے جو اس کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں، اس کے دین کو اختیار کرتے ہیں اور تمام ادیان باطلہ سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اہل کتاب کے پاس نہ خالص توحید ہے، نہ خالص دین ہے۔ انہوں نے اللہ تعالےٰ کی ذات میں بھی شریک کیا اور اللہ تعالےٰ کے دین میں بھی شرک کیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○

(التوبۃ - ۳۱)

یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور اپنے مشائخ و پیرانِ طریقت کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنا رکھا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی رب بنا لیا ہے حالانکہ ان کو تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ واحد و یکتا الٰہ کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، جو شرک یہ کر رہے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔

یہود و نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو بگاڑ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنے علماء اور پیروں کے فتوے شامل کر دئے تھے اور اسی میں مگن تھے اور مسلمین سے بحث مباحثہ کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (قُلْ أَتُحَآجُّونَنَا فِي اللَّهِ) اے رسول، ان سے پوچھیئے، کیا تم اللہ کی توحید اور اس کے دین کے معاملہ میں ہم سے جھگڑتے ہو، (هُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ) وہ تو ہمارا ہی رب نہیں، تمہارا بھی رب ہے۔ ہم اس کی توحید کو تسلیم کرتے ہیں، تم بھی تسلیم کرو۔ ہم صرف اسی کے دین کو تسلیم کرتے ہیں، تم بھی اسی کے دین کو تسلیم کرو اور اگر تم ہماری بات نہیں مانتے تو پھر سمجھ لو کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں، ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں، تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ تمہارے مشرکانہ افعال سے ہمارا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا" نَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ"، ہم تو خالص اللہ تعالیٰ کے ماننے والے ہیں۔ ہم خالص طور پر اس کے دین پر چلتے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقُلْ آمَنتُ بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَٰبٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَآ أَعْمَٰلُنَا وَلَكُمْ أَعْمَٰلُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ○

(الشوریٰ - ۱۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ میں اس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں تم لوگوں میں انصاف کروں اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی بحث و مباحثہ نہیں (دنیا میں ہمارے اور تمہارے اختلاف کا فیصلہ مشکل ہے۔ اس کا فیصلہ روزِ محشر ہی ہوگا، اس دن) اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اس کی طرف (ہم سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے اہل کتاب تم کہتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام وغیرہ سب یہودی یا عیسائی تھے حالانکہ یہ تمہاری غلط بیانی ہے، تم جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہو، تمہاری کتابوں میں اس بات کی شہادت موجود ہے کہ وہ سب مسلم تھے لیکن تم حق کو چھپا رہے ہو۔ حق کو چھپانے والے سے زیادہ کون ظالم ہو سکتا ہے۔ تمہارے اس گناہِ عظیم کی سزا تم کو مل کر رہے گی۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے اس گناہ کی خبر نہیں، اُسے ہر بات کی خبر ہے۔ وہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام سے محض نسبت سود مند نہیں ہو گی۔ ان جیسے اعمال تمہیں کرنے چاہئیں۔ ورنہ یاد رکھو ان کے اعمال کا بدلہ انہیں کو ملے گا۔ تم ان کے اعمال سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ تمہیں تو تمہارے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ ان بزرگوں کے اعمال کے متعلق تم سے باز پرس نہیں ہو گی۔ تم سے تو تمہارے اعمال کے متعلق باز پرس ہو گی۔

نوٹ:۔ زیرِ تفسیر آیات میں سے آخری آیت اسی سورت میں پہلے گذر چکی ہے (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳۴ اور اس کی تفسیر بر صفحہ ۴۴۱)۔

عمل

اے لوگو! اللہ کا رنگ چڑھائیے، آپ کی تمام حرکات و سکنات سے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آپ اللہ تعالےٰ کے ہیں، آپ کے تمام اعمال سے اطاعت الٰہی اور توحیدِ کامل کا مظاہرہ ہونا چاہئے۔

اے لوگو! شریعت الٰہیہ کا ایک حسین مرقع بن جائیے، اللہ تعالےٰ کے معاملہ میں، اللہ تعالےٰ کی توحید کے معاملہ میں اور اللہ تعالےٰ کے دین کے معاملہ میں فضول بحث و مباحثہ نہ کیجئے، جو کچھ اللہ تعالےٰ نے قرآن و حدیث کی صورت میں آپ کو دیا ہے اُسے بے کم و کاست بغیر پس و پیش کے تسلیم کیجئے۔ جو عمل بھی آپ کریں اس میں نیت یہ ہونی چاہئے کہ آپ اس عمل کو خالص اللہ تعالےٰ کی رضاء کے لئے کر رہے ہیں۔ یہ یاد رکھیئے کہ انبیاء علیہم السلام فرقہ وارانہ ناموں سے منسوب نہیں تھے۔ یہ نام بعد والوں کی ایجاد ہیں، ان سے پرہیز کیجئے۔

اے لوگو! آباء و اجداد کے اعمال پر فخر نہ کیجئے، ان کے اعمال ان کے کام آئیں گے، تمہارے کام نہیں آ سکتے، آپ کو خود عمل کرنا چاہئے۔ آپ کے اعمال ہی آپ کے کام آئیں گے۔ آپ اپنی اصلاح کیجئے، آباء و اجداد کے اعمال کی باز پرس آپ سے نہیں ہو گی، آپ سے تو آپ کے اعمال کی باز پرس ہو گی، لہٰذا اس باز پرس کا خوف دل میں جاگزیں کیجئے اور صحیح معنیٰ میں اللہ تعالےٰ کے مسلم بن جائیے۔

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا
وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا
عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

ترجمہ (اے رسول) عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمین جس قبلہ کی طرف اب تک منہ کرتے رہے اب کس چیز نے ان کو اس قبلہ سے پھیر دیا۔ آپ کہہ دیجئے کہ مشرق و مغرب سب اللہ کا ہے (وہ جس طرف چاہے منہ کرنے کا حکم دے، کسی خاص طرف منہ کرنے کی کوئی خاص اہمیت نہیں، اہمیت تو احکام الٰہی کی تعمیل کی ہے اور احکام الٰہی کی تعمیل ہی سیدھا راستہ ہے، سیدھا راستہ ہر ایک کو نہیں ملتا) اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے ﴿۱۴۲﴾

معانی و مصادر (سُفَهَآءُ) سَفِهَ، يَسْفَهُ، سَفَهٌ (س) بے وقوف ہونا۔ [سُفَهَآءُ، سَفِيْهٌ کی جمع = بے وقوف]۔
(وَلّٰى) وَلِّى، يُوَلِّيْ، تَوْلِيَةٌ (باب تفعیل) موڑ دینا۔ والی بنانا، پیٹھ موڑنا۔
(قِبْلَةَ) قَبَلَ، يَقْبُلُ، قَبْلٌ (ن) منہ کرنا [قِبْلَةٌ = جہت جس طرف منہ کیا جائے]
(كَانُوْا) كَانَ، يَكُوْنُ، كَوْنٌ وكِيَانٌ وكَيْنُوْنَةٌ (ن) ہونا۔
(يَهْدِيْ) هَدٰى، يَهْدِيْ، هِدَايَةٌ وهُدًى وهَدْيٌ وهِدْيَةٌ (ض) راستہ

بتانا، راستہ پر چلاکر منزل مقصود پر پہنچانا۔
(یَشَاءُ) شَاءَ ، یَشَاءُ ، شَیْءٌ وَمَشِیْئَۃٌ وَمَشَاءَۃٌ (مَشَایِئَۃٌ (ف) چاہنا۔

تحویل قبلہ اور متعلقہ آیات کا شان نزول

حضرت براء رضؓ فرماتے ہیں:۔
اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ نَزَلَ عَلٰی اَجْدَادِہٖ اَوْقَالَ اَخْوَالِہٖ مِنَ الْاَنْصَارِ وَاَنَّہٗ صَلّٰی قِبَلَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّۃَ عَشَرَ شَہْرًا اَوْ سَبْعَۃَ عَشَرَ شَہْرًا وَکَانَ یُعْجِبُہٗ اَنْ تَکُوْنَ قِبْلَتُہٗ قِبَلَ الْبَیْتِ۔
(صحیح بخاری کتاب الایمان باب الصلوٰۃ من الایمان جزء اول ص۱۶ و کتاب التفسیر جزء ۶ ص۶۵ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب تحویل القبلۃ من القدس الی الکعبۃ جزء اول ص۲۱۲ واللفظ للبخاری۔ خط کشیدہ الفاظ صرف صحیح بخاری میں ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شروع شروع مدینہ تشریف لائے تو آپ انصار میں اپنی ننھیال میں اترے۔ پھر آپ سولہ، سترہ مہینہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے لیکن آپ کی خواہش یہ تھی کہ قبلہ کعبہ کی طرف ہوجائے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:۔
صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی بَیْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّۃَ عَشَرَ شَہْرًا حَتّٰی نَزَلَتِ الْاٰیَۃُ فِی الْبَقَرَۃِ وَحَیْثُمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ۔
(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ جزء اول ص۲۱)

(حضرت براءؓ کہتے ہیں) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے سولہ مہینہ تک نماز پڑھتا رہا یہاں تک کہ سورۂ بقرہ کی آیت نازل ہوئی وَحَیْثُمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ (جہاں کہیں تم ہو اپنے منہ مسجد حرام کی طرف کرلیا کرو)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ نَحْوَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ فَنَزَلَتْ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْہِکَ فِی السَّمَآءِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْہِکَ فِی السَّمَآءِ۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ جزء اول ص۲۱۵)

تفسیر تحویل قبلہ کے سلسلہ میں یہ آیت بطور تمہید کے ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مؤمنین کو پہلے سے مطلع کر دیا کہ تحویل قبلہ کا حکم عنقریب نازل ہونے والا ہے اور جب وہ نازل ہوگا تو بے وقوف لوگ مؤمنین پر اعتراض کریں گے کہ انہیں کیا ہو گیا کہ جس قبلہ کی طرف اب تک منہ کرتے تھے اس کو چھوڑ کر کعبہ کی طرف منہ کرنے لگے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

کَانَتِ الْیَھُوْدُ قَدْ اَعْجَبَھُمْ اِذْ کَانَ یُصَلِّیْ قِبَلَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ وَ اَھْلُ الْکِتٰبِ فَلَمَّا وَلّٰی وَجْھَہٗ قِبَلَ الْبَیْتِ اَنْکَرُوْا ذٰلِکَ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب الصلوٰۃ من الایمان جزء اول ص۱۱)

یہودی بلکہ تمام اہل کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا بہت اچھا معلوم ہوتا تھا لیکن جب آپ نے اپنا منہ بیت اللہ (یعنی مسجد الحرام) کی طرف کر لیا تو انہیں یہ بات بہت بُری معلوم ہوئی۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

وَقَالَ السُّفَھَآءُ مِنَ النَّاسِ وَھُمُ الْیَھُوْدُ مَا وَلّٰھُمْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التوجہ نحو القبلۃ جزء اول ص۱۱)

بے وقوف لوگوں نے اعتراض کیا اور یہ یہودی تھے کہ کس نے مسلمین کو ان کے قبلہ سے پھیر دیا جس قبلہ کی طرف یہ اب تک منہ کرتے تھے۔

الغرض آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے مؤمنین کو پہلے سے متنبہ کر دیا کہ تحویل قبلہ پر اعتراض ہوں گے، ان سے گھبرا نہ جانا بلکہ استقامت سے اللہ تعالےٰ کے احکام پر چلتے رہنا۔ دوسری بات یہ بھی سمجھائی کہ اعتراض کرنے والے بے وقوف ہوں گے۔ لہٰذا اعتراض کرنے والوں کو بے وقوف اور ان کے اعتراضات کو لایعنی سمجھنا۔ اللہ تعالےٰ کی مصلحتوں اور حکمتوں کو یہ لوگ کیا جانیں۔

پھر فرمایا کہ جب یہ لوگ اعتراض کریں تو ان سے کہہ دینا کہ مشرق و مغرب سب اللہ تعالےٰ کا ہے۔ وہ جس طرف چاہے منہ کرنے کا حکم دیدے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

(البقرة - ۱۱۵)

مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے لہٰذا تم جدھر بھی منہ کرو گے اُدھر اللہ کا چہرہ ہوگا بیشک اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ کسی خاص سمت میں محدود نہیں ہے لہٰذا کسی خاص سمت کی طرف منہ کرنا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

(البقرة - ۱۷۷)

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق کی طرف منہ کر لو یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی تو درحقیقت اللہ پر، آخرت پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لانے کا نام ہے اور نیکی یہ ہے کہ مال کو محبوب رکھنے کے باوجود اقرباء، یتامیٰ، مساکین، مسافر، سائلین اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کرے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے اور نیکی یہ بھی ہے کہ عہد کرنے والے عہد کو پورا کریں (اور نیکی یہ ہے کہ ایمان والے) سختی، تنگی اور میدان جنگ میں ثابت قدم رہیں۔ ایسے ہی لوگ (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

الغرض اصل نیکی تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے۔ اللہ تعالےٰ کے احکام پر چلتا رہے، اگر وہ مشرق کی طرف منہ کرنے کا حکم دے تو مشرق کی طرف منہ کرلے۔ اگر وہ مغرب کی طرف منہ کرنے کا حکم دے تو مغرب کی طرف منہ کرلے۔ اللہ تعالےٰ کے احکام پر عمل کرے خواہ وہ کسی وقت بھی نازل ہوں اور کسی بھی نوعیت کے حامل ہوں۔ ایمان والوں کو احکام الٰہی کی نوعیت، کیفیت، ترمیم و تنسیخ پر کسی قسم کا اعتراض کرنا یا ان پر عمل کرنے میں پس و پیش کرنا ہرگز زیبا نہیں۔ یہ کافرانہ عمل ہے۔ احکام الٰہی پر بے چون و چرا عمل کرنا ہی درحقیقت صراطِ مستقیم ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ صراط مستقیم پر گامزن رہنا یا گمراہی سے نکل کر صراط مستقیم کی طرف لوٹ آنا ایک بہت بڑی سعادت ہے اور یہ سعادت ہر ایک کو میسر نہیں ہوتی جب تک اللہ تعالےٰ کی توفیق شامل حال نہ ہو۔ وہی اپنی توفیق سے جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی یہ توفیق ہر ایک کو نہیں ملتی اسی کو ملتی ہے جو اس کے لئے جذبۂ صادق سے کوشش کرتا رہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ○
(الشوریٰ - ۱۳)

اللہ جس کو چاہتا ہے اپنا برگزیدہ (بندہ) بنالیتا ہے اور جو (اس کی طرف) رجوع کرتا ہے اس کو اپنی (سیدھی راہ کی) طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ○
(حٰمٓ المؤمن - ۱۳)

نصیحت تو وہی حاصل کرتا ہے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ○
(العنکبوت - ۶۹)

(جو لوگ ہمارے راستہ) میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے بتا دیتے ہیں اور بیشک اللہ تو نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالےٰ کے احکام پر بے چون وچرا عمل کیجئے۔ اللہ تعالےٰ کے احکام پر اعتراض نہ کیجئے۔ کسی قسم کا شبہ نہ کیجئے۔ احکام الٰہی کے سلسلے میں کج بحثی سے کام نہ لیجئے۔ احکام الٰہی کو خندہ پیشانی سے قبول کیجئے۔ احکام الٰہی کی مصلحت اگر سمجھ میں آجائے تو فبہا، نہ سمجھ میں آئے تو یہ ایمان رکھیئے کہ ان میں ضرور کوئی مصلحت وحکمت ہے جس کا علم اللہ تعالےٰ کو ہے، وہ علیم وحکیم ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا
لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ
عَلَيْهَآ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ
مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَإِنْ
كَانَتْ لَكَبِيْرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ
هَدَى اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ
إِيْمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ

لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ (اے ایمان والو جس طرح ہم نے تم کو ہدایت دے کر تم پر احسان کیا) اسی طرح (تم پر ہم نے یہ بھی احسان کیا کہ) تم کو معتدل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنے اور (اے رسول) جس قبلہ کی طرف آپ اب تک منہ کرتے رہے ہیں اس کو تو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم یہ معلوم کرلیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں (کفر کی طرف) واپس چلا جاتا ہے اور یہ (تحویل قبلہ) اگرچہ (لوگوں پر) گراں گذرے گی مگر ان لوگوں پر گراں نہیں گذرے گی جن کو اللہ نے ہدایت دی اور (اے رسول وہ ایمان والے جو کعبہ کی طرف منہ کرنے سے پہلے وفات پاگئے) اللہ ایسا نہیں کہ ان کے ایمان کو ضائع کردے، (اللہ ان کے ساتھ بھی مہربانی اور رحمت سے پیش آئے گا کیونکہ) اللہ بڑا مہربان اور رحمت کرنے والا ہے ﴿۱۴۳﴾

معانی ومصادر (اُمَّةٌ) اَمَّ، یَؤُمُّ، اَمٌّ، اِمَامَةٌ واِمَامٌ (ن) امامت کرنا۔ آگے بڑھنا [اُمٌّ = کسی چیز کی اصل۔ اُمَّةٌ = جماعت، طریقہ، وقت]۔

(وَسَطٌ) وَسَطَ، یَسِطُ، وَسَاطَةٌ (ض) عدل کرنا، شریف وحسیب ہونا۔ وَسُطَ، یَوْسُطُ، وَسَاطَةٌ (ك) شریف وحسیب ہونا۔ وَسَطَ، یَسِطُ، وَسْطٌ (ض) بیچ میں آنا (وَسَطٌ = معتدل)۔

(یَتَّبِعُ) اِتَّبَعَ، یَتَّبِعُ، اِتِّبَاعٌ (باب افتعال) پیروی کرنا۔

(یَنْقَلِبُ) اِنْقَلَبَ، یَنْقَلِبُ، اِنْقِلَابٌ (باب انفعال) پلٹنا

(کَبِیْرَةٌ) کَبُرَ، یَکْبُرُ، کِبَرٌ وکُبْرٌ وکُبَارَةٌ (ك) بڑا ہونا، قدر میں بڑا ہونا، گراں گذرنا، شاق گذرنا۔

(رَءُوفٌ) رَأَفَ، یَرْأَفُ، رَأْفَةٌ ورَؤُفَ، یَرْؤُفُ، رَآفَةٌ، ورَئِفَ، یَرْئَفُ، رَأْفٌ (ف، ك، س) بہت زیادہ رحم ومہربانی کرنا۔

(رَحِیْمٌ) رَحِمَ، یَرْحَمُ، رُحْمٌ، ورُحْمٌ ورَحْمَةٌ ومَرْحَمَةٌ (س) نرمی ومہربانی کرنا۔

تفسیر (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے مؤمنین جس طرح ہم نے تم پر یہ احسان کیا کہ تم کو ہدایت دی، توحید وعبادت کے اولین مرکز کو تمہارا قبلہ مقرر کیا، تحویل قبلہ کے سلسلہ میں تم پر استقامت بخش کلام نازل کیا۔ اسی طرح ہم نے تم پر یہ احسان بھی کیا کہ تم کو بہترین ومعتدل امت بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ — لوگوں (کی اصلاح) کے لئے جتنی امتیں

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

(اٰل عمران - ۱۱۰)

پیدا کی گئیں تم ان سب سے بہتر ہو۔ تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو، بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں:۔

قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا قَالَ عَدْلًا۔ (صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب قوله تعالٰی وکذلك جَعَلْنٰكُمْ امة وسطًا، جزء ۹ ص۱۳۲)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا، اور فرمایا (وسط کے معنیٰ) عدل (ہیں)

الغرض وسط کے معنی عَدل ہیں یعنی عادل، متوسط، معتدل اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس امت میں حد درجہ اعتدال ہے۔ افراط، تفریط بالکل نہیں ہے۔ مثلاً نہ ترک دنیا ہے اور نہ ترک عقبیٰ، دونوں کا حسین امتزاج ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے مؤمنین کو یہ دعاء سکھائی ہے:۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

(البقرة - ۲۰۱)

اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھی بھلائی عطاء فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطاء فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔

نماز اور روزے کے سلسلہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا وَلِاَهْلِكَ حَقًّا فَصُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ۔

(صحیح بخاری ابواب التهجد باب ما یکره من ترك قیام اللیل جزء۲ ص۶۸)

(تم پر) تمہارے نفس کا بھی حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی حق ہے لہذا روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو، (رات کو) نماز بھی پڑھو اور سویا بھی کرو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِّزَيْنَبَ فَاِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ لَا حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ فَاِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ۔

(صحیح بخاری ابواب التهجد باب ما یکره من التشدید فی العبادة جزء۲ ص۶۷)

(ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) داخل ہوئے تو آپ نے دو ستونوں کے درمیان ایک رسّی لٹکی ہوئی دیکھی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ زینب کی رسّی ہے، جب وہ تھک جاتی ہیں تو اس میں لٹک جاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کھول دو، تم میں سے ہر شخص اس وقت تک نماز پڑھے جب تک نشاط باقی رہے۔ جب

تھک جائے تو بیٹھ جائے (یعنی نماز پڑھنا بند کردے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُونَ مِنَ الْأَعْمَالِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا۔

(صحیح بخاری ابواب التہجد باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ جزء ۲ ص۶۸)

اتنے ہی اعمال کرو جتنی تم میں طاقت ہے، اس لئے کہ اللہ تو نہیں تھکتا (ثواب دینا بند کرے گا) تم ہی تھک کر بیٹھ جاؤ گے (اور ثواب ملنا موقوف ہو جائے گا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب حق الاھل فی الصوم جزء ۳ ص۵۲)

جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے (ایک بھی) روزہ نہیں رکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تُوَاصِلُوْا (صحیح بخاری کتاب الصوم باب الوصال عن انس رض جزء ۳ ص۴۸)

مسلسل بغیر افطار کئے روزے نہ رکھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کھانے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا:۔

تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب برکۃ السحور جزء ۳ ص۳۸ وصحیح مسلم کتاب الصوم باب فضل السحور جزء اول ص۳۴۳)

سحری کیا کرو اس لئے کہ سحری میں برکت ہے۔

بلکہ سحری کو اور زیادہ مؤکد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور جزء اول ص۳۴۳)

ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔

حضرت جابر رض فرماتے ہیں:۔

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلٰى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ ... وَصَامَ النَّاسُ (وَفِي رِوَايَةٍ فَقِيْلَ لَهٗ إِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ) ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَّاءٍ فَرَفَعَهٗ حَتّٰى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيْلَ لَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ إِنَّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے سال رمضان کے مہینہ میں مکہ روانہ ہوئے آپ نے روزہ رکھا .... اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا (راستے میں) آپ سے کہا گیا کہ لوگوں پر روزے شاق گذر رہے ہیں (یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا، پھر اس کو بلند کیا یہاں تک کہ لوگوں نے

بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ۔
(صحیح مسلم کتاب الصوم باب جواز الصوم والفطر فی شہر رمضان للمسافر جزء ۱ ص ۳۵۲)

اس کو دیکھا، پھر آپ نے اس کو پی لیا، پھر اس کے بعد آپ سے کہا گیا کہ بعض لوگ اب بھی روزے سے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ گناہگار ہیں وہ گناہگار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تُؤْخَذُ كَرَائِمُ اَمْوَالِ النَّاسِ۔
(صحیح بخاری باب لاتؤخذ کرائم اموال الناس جزء ۲ ص ۱۳۷)

زکوٰۃ میں لوگوں سے ان کے بہترین مال نہ لو۔

لیکن گھٹیا اور ناکارہ مال دینے کی بھی ممانعت ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ
(البقرۃ - ۲۶۷)

بُری اور ناکارہ چیزیں دینے کا قصد نہ کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝
(الفرقان - ۶۷)

اور (رحمٰن کے بندے وہ لوگ ہیں) جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی بلکہ ان دونوں کے درمیان میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝
(بنی اسرآئیل - ۲۹)

اپنے ہاتھ کو نہ بالکل روک ہی لو اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سب کچھ دے دو) اور پھر ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ۔
(لقمان - ۱۹)

(حضرت لقمان نے کہا اے بیٹے) اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝
(بنی اسرآئیل - ۱۱۰)

نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرأت کرو اور نہ بالکل خفی آواز سے بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

جَآءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا وَاَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاِنِّيْ اُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا وَقَالَ اٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ اٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب لقوله تعالیٰ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ، جزء ۷ ص۲ - وروی مسلم فی صحیحه نحوہٗ، کتاب النکاح باب اول جزء اول ص۵۸۲)

تین آدمی ازواج مطہرات کے گھروں کے پاس آئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا۔ ازواج مطہرات نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی کیفیت بتائی۔ ان لوگوں نے اس عبادت کو کم سمجھا، کہنے لگے: کہاں ہم اور کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کو تو اگلی پچھلی تمام خطاؤں سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں رات کو ہمیشہ نماز پڑھا کرونگا (مطلق نہیں سوؤنگا) دوسرے نے کہا۔ میں ہمیشہ روزے رکھونگا کسی دن بھی افطار نہیں کرونگا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے دور رہوں گا، کبھی نکاح نہیں کرونگا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے اس اس طرح کہا ہے، اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور متقی ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، لہذا جو شخص میری سنت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں (یعنی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں)۔

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وہ ضابطۂ اعتدال اور میزان عدل ہے جو افراط و تفریط سے بچاتی ہے۔ نہ سنت سے آگے بڑھ جانا نیکی ہے اور نہ سنت سے کم کرنا نیکی ہے، سنت سے آگے بڑھ جانا بدعت کا دروازہ کھولتا ہے اور سنت سے کم کرنا معصیت کا دروازہ کھولتا ہے۔

الغرض اسلام کی تمام باتوں میں اعتدال ہی اعتدال ہے اور یہ اس امت کی فضیلت ہے کہ اس کے ہر کام میں اعتدال ہے۔ افراط، تفریط نہیں اور گواہی کے لئے ایسے ہی لوگ موزوں ہو سکتے ہیں جو اپنے کسی کام اور کسی بیان میں افراط، تفریط اور کمی بیشی نہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے گواہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ) تم کو امتِ وسط اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔ یہ گواہی کس قسم کی ہے اس کی تشریح خود اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔۔

يُدْعٰى نُوْحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ هَلْ بَلَّغْتَ ؟ فَيَقُوْلُ نَعَمْ ۔ فَيُقَالُ لِاُمَّتِهٖ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَتَانَا مِنْ نَذِيْرٍ، فَيَقُوْلُ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ ؟ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَاُمَّتُهٗ فَيَشْهَدُوْنَ اَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ جَلَّ ذِكْرُهٗ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

(صحیح بخاری کتاب التفسیر جزء ۶ صـ۲۶)

قیامت کے دن نوحؑ کو بلایا جائیگا، وہ کہیں گے اے میرے رب میں حاضر ہوں اور سعادت حاصل کرتا ہوں۔ اللہ فرمائے گا کیا تم نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے ہاں (میں نے تبلیغ کی تھی) پھر ان کی امت سے کہا جائے گا کیا انہوں نے تمہیں تبلیغ کی تھی۔ وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ نوحؑ سے فرمائیگا، تمہارا گواہ کون ہے؟ نوحؑ کہیں گے محمدؐ اور ان کی امت، پھر (اس امت کے لوگ) گواہی دیں گے کہ بے شک نوحؑ نے تبلیغ کی تھی اور پھر رسول تم پر گواہ ہوگا، یہی مراد ہے اللہ جل ذکرہ کے اس فرمان کی "تم کو امت وسط بنایا گیا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو"

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ) ہم نے اس قبلہ کو جس پر آپ اب تک قائم تھے، اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پیر واپس لوٹ جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کے حکم کا مقصد بیان فرمایا۔ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا گویا اتباع رسول کی ایک جانچ تھی، وہ لوگ جو قبلۂ ابراہیمی کے ماننے والے تھے ان کے لئے یہ بات ایک امتحان تھی، وہ اس امتحان میں کامیاب ہوئے اور بغیر کسی چون وچرا کے قبلہ ابراہیمی کو چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف منہ کرنے لگے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا اور اپنے آبائی قبلہ کی حمایت میں ایک لفظ نہ کہا۔ پھر جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو وہ بھی ایک امتحان تھا، بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم درحقیقت اس امتحان کا پیش خیمہ تھا اگر بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم نہ دیا گیا ہوتا تو تحویل قبلہ واقع ہی نہیں ہوتا۔ اور جب تحویل قبلہ نہ ہوتا تو امتحان کیسے ہوتا۔

الغرض جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو بے وقوف لوگوں نے اعتراض کیا، کمزور ایمان والے ڈگمگا گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے، اس طرح سچے ایمان والوں کی جانچ ہوگئی اور وہ برائے نام ایمان لانیوالوں سے ممتاز ہوگئے۔ اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان لے آئے تھے ان پر تحویل قبلہ کا حکم شاق گزرنے کا قوی امکان تھا اس لئے کہ بیت المقدس ان کا آبائی قبلہ تھا اور آبائی چیز سے ایک طبعی انس ہوتا ہے۔ دوسرے مؤمنین کے لئے بھی

بیت اللہ کا حکم ڈگمگا دینے کا سبب بن سکتا تھا اس لئے کہ بار بار قبلہ کو بدلنا شان نبوت کے منافی سمجھا جا سکتا تھا لیکن مؤمنین صادقین پر یہ حکم گراں نہیں گذرا۔ انہوں نے اسے بسر و چشم قبول کیا اور اتباع رسول کی جانچ میں پورے اترے۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ، یعنی تبدیلیٔ حکم یا اتباع رسول اگرچہ عموماً گراں گذرتی ہے لیکن ان لوگوں پر گراں نہیں گذرتی جن کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے کر صحیح راستہ پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

رسول پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی ہر بات تسلیم کرے، خواہ عقل میں آئے یا نہ آئے، اگر عقل میں آنے کے بعد تسلیم کرے تو یہ ایمان بالعقل ہے ایمان بالرسول نہیں۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اتباع رسول بہت اہم چیز ہے کہ اس کی جانچ کے لئے اللہ تعالیٰ اہتمام فرماتا ہے اور ساتھ ساتھ حکم بھی صادر فرماتا ہے۔

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (الاعراف - ۱۵۸)

رسول کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت یاب ہو جاؤ

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

(وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ) اللہ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے، آیت کے اس ٹکڑے کا ایک خاص شانِ نزول ہے۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

اِنَّهٗ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ اَنْ تُحَوَّلَ رِجَالٌ وَقُتِلُوْا فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب الصلوٰۃ من الایمان جزء اول ص۱۷)

بہت سے مسلم قبلہ کی تحویل سے پہلے وفات پا گئے یا شہید ہو گئے، ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ہم ان کے متعلق کیا کہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ، اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان کے ایمان کو ضائع کر دے۔

تحویل قبلہ سے پہلے جن لوگوں کا انتقال ہو گیا تھا ان کے انجام کے متعلق بعض لوگوں کو شبہ پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا ایمان ضائع نہیں ہوگا، اصل چیز تو ایمان ہے، ایمان جب صحیح ہو تو پھر بعض احکام کے نزول سے پہلے کسی کا انتقال کر جانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا، وہ زندہ تھے تو اپنے ایمان کی قوت کے ساتھ ہر حکم پر عمل کرتے تھے اور اگر وہ تحویل قبلہ کے وقت زندہ ہوتے تو اُسے بھی اپنی اسی ایمانی قوت کے ساتھ قبول کر کے اس پر عمل کرتے۔ (اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ) اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے کہ ان کے صحیح الایمان ہونے کے باوجود ان کے ایمان کو ضائع کر دے یا ان کے اعمال کو مسترد کر دے بلکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے، بڑا رحم کرنے والا ہے لہذا اس کی رحمت و رأفت کا تقاضا یہی ہے کہ جب اس کے بندے خلوص دل سے ایمان لے آئیں تو نہ ان کے ایمان کو مسترد کرے۔ اور نہ ان کے اعمال کو۔

عمل

اے لوگو! اعتدال پر قائم رہیے۔ افراط، تفریط نہ کیجئے، سنت سے نہ آگے بڑھیے اور نہ پیچھے ہٹیے، اپنے منصب کو پہچانیئے اور اپنے کو اس کا اہل ثابت کیجئے۔

اتباعِ رسول کی اہمیت کو پہچانیئے، اللہ تعالےٰ اتباعِ رسول کا امتحان کرتا ہے، آپ اس کے امتحان میں پورے اترنے کی کوشش کیجئے۔ سنت پر مسلسل عمل کرتے رہیئے ورنہ گمراہی یقینی ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا
كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ وَ
اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ
اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ اَتَيْتَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ
مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ

قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ
مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ
وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ
فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ (اے رسول) ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ (وحی کے انتظار میں بار بار) آسمان کی طرف اپنا منہ کرتے رہتے ہیں۔ (آپ گھبرائیں نہیں) ہم ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف موڑ دیں گے جس قبلہ کی طرف منہ کرنے کی آپ کو خواہش ہے (اچھا) تو (اب) آپ (نماز میں) اپنا منہ مسجدِ حرام کی طرف

کر لیا کیجئے اور (اے مؤمنین) تم بھی جہاں کہیں ہو (ہر نماز کے وقت) مسجد حرام کی طرف منہ کر لیا کرو اور (یہ بھی سن لو) کہ اہل کتاب اچھی طرح جانتے ہیں کہ (توریت اور انجیل کے بیان کے مطابق) تحویل قبلہ کا حکم ان کے رب کی طرف سے (بالکل) حق ہے (لیکن وہ محض ہٹ دھرمی سے اعتراض کر رہے ہیں) بہرحال جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس سے غافل نہیں ہے (ایک دن ضرور ان کو اس کی سزا مل جائے گی) (۱۴۴) اور اے رسول (یہ اتنے ضدی، ہٹ دھرم اور حاسد ہیں کہ) اگر آپ ان کے پاس تمام نشانیاں لے آئیں (جو ان کی کتابوں میں مذکور ہیں اور جو اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتی رہیں گی یا ہر قسم کا معجزہ انہیں دکھا دیں) تب بھی یہ لوگ (ایمان نہیں لائیں گے اور) آپ کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کریں گے اور (اے رسول) آپ تو اب ان کے قبلہ کی طرف منہ کر ہی نہیں سکتے لیکن یہ تو خود بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتے (یہودیوں کا قبلہ الگ ہے نصاریٰ کا الگ، اور اے رسول، اہل کتاب کی خواہش تو یہی ہے کہ آپ ان کے قبلہ کی طرف منہ کریں لیکن) اگر آپ نے (حکم الٰہی کا) علم ہو جانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو پھر آپ بھی گناہگاروں میں شامل ہو جائیں گے (۱۴۵) (اور اے رسول، آپ ان کی مخالفت اور اعتراضات سے آزردہ نہ ہوں) یہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے تحویل قبلہ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں لیکن ان میں سے ایک جماعت یقیناً جان بوجھ کر حق کو چھپا رہی ہے (۱۴۶) (اور اے رسول) تحویل قبلہ کا یہ حکم آپ کے رب کی طرف سے (بالکل) حق ہے لہذا آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں (۱۴۷)

معانی و مصادر

(تَرٰی) رَاٰی، یَرٰی، رُؤْیَۃٌ، رَأْیٌ ورَائَۃٌ ورِئْیَانٌ (ف) دیکھنا۔
(تَقَلُّب) تَقَلَّبَ، یَتَقَلَّبُ، تَقَلُّبٌ (باب تفعل) پھرنا، کروٹ لینا۔
(نُوَلِّ) (وَلِّ) (وَلُّوْا) وَلّٰی، یُوَلِّیْ، تَوْلِیَۃٌ (باب تفعیل) پھیر دینا، والی بنانا۔
(تَرْضٰی) رَضِیَ، یَرْضٰی، رُضًی ورِضْوَانٌ ومَرْضَاۃٌ (س) راضی ہونا، پسند کرنا۔
(شَطْر) شَطَرَ، یَشْطُرُ، شُطُوْرٌ (ن) کسی کی طرف اس طرح دیکھنا کہ کن انکھیوں سے اس کے ساتھی کو بھی دیکھے (شَطْر = طرف ج اَشْطُر وشُطُوْر)
(حرام) حَرِمَ، یَحْرَمُ، حَرَمٌ وحَرَامٌ (س) حرام ہونا، رُک جانا (حرام = حلال کی ضد ج حُرُم)
(اُوْتُوْا) اٰتٰی، یُؤْتِیْ، اِیْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔
(غَافِل) غَفَلَ، یَغْفُلُ، غُفُوْلٌ وغَفْلَۃٌ وغَفَلٌ (ن) غافل ہو جانا۔
(اَتَیْتَ) اَتٰی، یَاْتِیْ، اِتْیَانٌ و اَتْیٌ، و اِتْیَانَۃٌ (ض) آنا۔
(تَبِعُوْا) (تَابِع) تَبِعَ، یَتْبَعُ، تَبَعٌ وتَبَاعٌ وتَبَاعَۃٌ (س) پیچھے چلنا، پیروی کرنا (تَابِعٌ = پیروی کرنے والا، خادم)
(اَھْوَاء) ھَوِیَ، یَھْوٰی، ھَوًی (س) خواہش کرنا، چاہنا (اَھْوَاء = خواہشات اس کا واحد ھَوًی ہے)
(جَاءَ) جَاءَ، یَجِیْئُ، و یَجُوْءُ، مَجِیْءٌ و مَجِیْئَۃٌ وجَیْءٌ وجَیْئَۃٌ (ض) آنا۔
(عَرَفُوْنَ) عَرَفَ، یَعْرِفُ، عِرْفَۃٌ وعِرْفَانٌ ومَعْرِفَۃٌ (ض) پہچاننا۔

(یَکْتُمُوْنَ) کَتَمَ ، یَکْتُمُ ، کَتْمٌ و کِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔
(مُمْتَرِیْنَ) اِمْتَرٰی ، یَمْتَرِیْ ، اِمْتِرَاءٌ (باب افتعال) شک کرنا [مادہ م ری ہے]

تفسیر

حضرت براءؓ بن عازب فرماتے ہیں :۔

وَکَانَ یُعْجِبُهٗ اَنْ تَکُوْنَ قِبْلَتُهٗ قِبَلَ الْبَیْتِ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۲۵) وفی روایۃ یُحِبُّ اَنْ یُّوَجَّهَ اِلَی الْکَعْبَةِ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب التوجہ نحو القبلۃ جزء اول ص۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خواہش تھی کہ آپ کا قبلہ مسجد حرام (یعنی کعبہ) ہو جائے۔

اسی خواہش کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امید تھی کہ آپ کا قبلہ کعبہ کو بنا دیا جائیگا لہذا وحی کے انتظار میں آپ بار بار اوپر کی طرف نگاہ کرتے تھے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے رسول ہم عنقریب آپ کو اسی قبلہ کی طرف منہ موڑنے کا حکم دے دیں گے جس قبلہ کی طرف منہ کرنا آپ کو پسند ہے۔ یہ خوشخبری سُنانے کے بعد اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ " فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ " اے رسول اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے پھر یہی حکم اللہ تعالےٰ نے تمام مسلمین کو دیا۔

تحویل قبلہ کا یہ حکم رات کے وقت نازل ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔

بَیْنَمَا النَّاسُ فِی الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ جَآءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اللَّیْلَةَ قُرْاٰنٌ وَقَدْ اُمِرَ اَنْ یَّسْتَقْبِلَ الْکَعْبَةَ اَلَا فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَکَانَ وَجْهُ النَّاسِ اِلَی الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا (وَ فِیْ رِوَایَةٍ کَهَیْئَتِهِمْ) بِوُجُوْهِهِمْ اِلَی الْکَعْبَةِ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۲۶ وصحیح مسلم باب تحویل القبلۃ جزء اول ص۲۱۲)

اس حالت میں کہ لوگ مسجد قُبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے ایک آدمی ان کے پاس آیا، اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات کو قرآن اترا ہے اور آپ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، خبردار ہو جاؤ اور کعبہ کی طرف منہ کر لو، ان لوگوں کا منہ شام (یعنی بیت المقدس) کی طرف تھا (یہ خبر سنکر) سب نے اسی حالت میں گھوم کر اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لیا۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں :۔

اِنَّهٗ صَلّٰی صَلَاةَ الْعَصْرِ وَ صَلّٰی مَعَهٗ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ کَانَ صَلّٰی مَعَهٗ فَمَرَّ عَلٰی اَهْلِ الْمَسْجِدِ وَ هُمْ رَاکِعُوْنَ قَالَ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قِبَلَ مَکَّةَ فَدَارُوْا کَمَا هُمْ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی اور (مسلمین کی) ایک جماعت نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک شخص ایک مسجد کے پاس سے گذرا، اہل مسجد اس وقت رکوع میں تھے۔ اس

قِبَلَ الْبَيْتِ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۲۵ وروی مسلم نحوہٗ فی باب تحویل القبلۃ جزء اول ص۲۱۴)

شخص نے کہا میں اللہ کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی ہے، یہ سنکر تمام لوگ رکوع کی حالت ہی میں کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

الغرض جیسے جیسے لوگوں کو خبر ہوتی گئی وہ کعبہ کی طرف منہ کرتے چلے گئے۔ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا! اے رسول! اہل کتاب اچھی طرح جانتے ہیں کہ تحویل قبلہ کا حکم بالکل حق ہے اور ان علامات میں سے ایک علامت ہے جو آپ کے متعلق وہ اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَجِدُونَهٗ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ۔

رسول (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

(الاعراف ۔ ۱۵۷)

یہی وہ علامات اور اوصاف تھے جن کی بنیاد پر وہ آپ کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔

اہل کتاب رسول کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

(الانعام ۔ ۲۰)

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ یہودیوں سے فرمایا تھا:۔

يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ وَيْلَكُمْ اِتَّقُوا اللّٰهَ فَوَالَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا وَاَنِّيْ جِئْتُكُمْ بِحَقٍّ فَاَسْلِمُوْا (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۵ ص۸)

اے یہودیوں کی جماعت تمہاری خرابی ہو اللہ سے ڈرو۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، تم بیشک جانتے ہو کہ یقیناً میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور یہ کہ میں تمہارے پاس حق لے کر آیا ہوں، لہذا اسلام قبول کرو۔

الغرض اہل کتاب تحویل قبلہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح پہچانتے تھے لیکن (وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ) ان میں سے ایک جماعت جان بوجھ کر حق کو چھپاتی تھی اور ظاہر ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر حق کو تسلیم نہ کرے اس کو ہدایت ملنا ناممکن ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ) اگر آپ اپنی تمام علامات بھی ان کے سامنے لے آئیں یا ہر قسم کے معجزات بھی ان کو دکھائیں تب بھی یہ ایمان لاکر آپ کے قبلہ کی طرف منہ نہ کریں گے۔ ہٹ دھرم آدمی پر حق وصداقت کی باتیں اثر نہیں کرتیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (البقرۃ ۔ ۶)

جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں ان کو آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، دونوں برابر ہیں۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

پھر فرمایا اے رسول! اگر یہ آپ کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتے تو نہ کریں" وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ "، اپ بھی تو ان کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتے اور نہ کبھی کریں گے۔ اور اے رسول! ان کا تو یہ حال ہے کہ یہ لوگ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتے، یہ تو خود اختلاف میں مبتلاء ہیں، ایک دوسرے کو حق پر نہیں سمجھتے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ

(البقرۃ - ۱۱۳)

یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی حق پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں یہودی حق پر نہیں حالانکہ وہ (دونوں اللہ کی) کتاب کو پڑھتے رہتے ہیں (جس میں ایک دوسرے کی تصدیق موجود ہے)۔

الغرض یہ لوگ انتہائی ہٹ دھرمی میں مبتلا تھے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔ اے رسول! آپ تو میرے حکم پر چلتے رہیئے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے، (وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ) اگر میرے حکم کا علم ہو جانے کے بعد آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ گناہگاروں میں شامل ہو جائیں گے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ

(المائدۃ - ۴۸)

اے (رسول) جو حق آپ کے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

(البقرۃ - ۱۲۰)

اور (اے رسول) علم آجانے کے بعد اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کو اللہ سے بچانے والا نہ کوئی دوست ملے گا اور نہ کوئی مددگار۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(الجاثیۃ - ۱۸)

پھر (اے رسول، بنی اسرائیل کے بعد) ہم نے آپ کو امر الٰہی کے واضح راستہ پر قائم کر دیا تو آپ اسی راستے پر چلتے رہیئے اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے جو بے علم ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ

اور (اے رسول) اگر آپ نے علم آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے مقابلہ

وَلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ○ — آپ کو نہ کوئی دوست ملے گا اور نہ کوئی بچانے والا۔ (الرعد- ۳۷)

تسلی اور فہمائش کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ) اے رسول تحویل قبلہ کا حکم آپ کے رب کی طرف سے بالکل حق ہے لہذا آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوجائیں۔ آپ پختہ یقین کے ساتھ اس کو حق سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔

عمل

① اے لوگو! ہر نماز کے وقت کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِىْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِىْ ذِمَّتِهٖ۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل استقبال القبلۃ جزء اول ص۵۶)

جس نے ہماری طرح نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلم ہے، اس کے لئے اللہ کا ذمہ ہے اور اس کے رسول کا ذمہ ہے۔ لہذا اللہ کے ذمہ کو نہ توڑنا۔

حضرت براء رضؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهٗ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التوجہ نحو القبلۃ جزء اول ص۱۱)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی (نماز میں) آپ نے کعبہ کی طرف منہ کیا۔

حضرت بلال رضؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ خَرَجَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَصَلّٰى فِىْ وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب قول اللہ تعالےٰ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی جزء اول ص۱۱)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کعبہ کے) باہر تشریف لائے اور کعبہ کی طرف منہ کرکے دو رکعتیں پڑھیں۔

حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں:۔

رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِىْ قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ

(صحیح بخاری کتاب الصلوۃ جزء اول ص۱۱ وصحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب دخول الکعبۃ جزء اول ص۴۵۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کرکے دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا یہ قبلہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے والے کو ٹھیک کعبہ کی طرف منہ کرنا چاہئے۔

(۲) سفر میں اگر آپ نفل نماز پڑھیں تو نماز شروع کرتے وقت ضرور قبلہ کی طرف منہ کر لیجئے، پھر نماز پڑھتے رہیے خواہ آپ کا منہ کدھر ہی ہو، لیکن فرض نماز سواری پر نہ پڑھیے۔ بلکہ سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف منہ کیجئے، پھر نماز پڑھیے:۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ فَاَرَادَ اَنْ یَّتَطَوَّعَ اِسْتَقْبَلَ بِنَاقَتَہُ الْقِبْلَۃَ فَکَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰی حَیْثُ وَجَّھَہٗ رِکَابُہٗ۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التطوع علی الراحلۃ جزء اول ص۱۸۰ وسندہ صحیح۔ مرعاۃ المفاتیح جزء ۲ ص۲۶۹)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے اور (دورانِ سفر) نفل پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اونٹنی کا منہ قبلہ کی طرف کرتے، پھر تکبیر کہتے، (تکبیر کہنے کے بعد سواری کا منہ منزل مقصود کی طرف کر لیتے) پھر نماز پڑھتے رہتے جس طرف بھی سواری کا منہ ہوتا۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ حَیْثُ تَوَجَّھَتْ فَاِذَا اَرَادَ الْفَرِیْضَۃَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التوجہ نحو القبلۃ جزء اول ص۱۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نفل) نماز اپنی سواری پر پڑھ لیا کرتے تھے خواہ سواری کا منہ کسی طرف بھی ہو، لیکن جب آپ فرض نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف منہ کرتے (پھر نماز پڑھتے)۔

(۳) جب آپ سجدہ کریں تو ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رُخ کر لیجئے۔ حدیث میں ہے کہ

اِذَا سَجَدَ فَوَضَعَ یَدَیْہِ بِالْاَرْضِ اسْتَقْبَلَ بِکَفَّیْہِ وَاَصَابِعِہِ الْقِبْلَۃَ (بیہقی ۲/۱۱۳ سندہ صحیح صلوٰۃ النبی مؤلفہ محمد ناصر الدین الالبانی ص۱۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو ہتھیلیوں اور ہاتھ کی انگلیوں کو قبلہ رو کر لیا کرتے تھے۔

حضرت ابوحمیدؓ فرماتے ہیں:۔

اِسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَیْہِ الْقِبْلَۃَ (صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ باب سنۃ الجلوس فی التشہد جزء اول ص۲۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رُخ کر لیا کرتے تھے۔

(۴) جب آپ نماز میں بیٹھیں تو سیدھے پیر کو کھڑا کر لیجئے اور اس کی انگلیوں کو موڑ کر قبلہ رُخ کر لیجئے اور انگشتِ شہادت سے قبلہ کی طرف اشارہ کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوۃِ اَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْیُمْنٰی وَاِسْتِقْبَالُہٗ بِاَصَابِعِہَا الْقِبْلَۃَ وَ الْجُلُوْسُ عَلَی الْیُسْرٰی (رواہ النسائی جزء اول ص۱۳ وسندہ صحیح - صلاۃ النبی للالبانی ص۱۶۱)

نماز (میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت یہ ہے کہ (جب بیٹھے تو) سیدھا پیر کھڑا کرے، سیدھے پیر کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرے اور الٹے پیر پر بیٹھے۔

علی بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں:۔

اَشَارَ بِاَصْبَعِہِ الَّتِیْ تَلِی الْاِبْہَامَ اِلَی الْقِبْلَۃِ ... ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ [رواہ ابن خزیمۃ وسندہ صحیح (صحیح ابن خزیمۃ جزء اول ص۳۵۵، ۳۵۶)]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی انگشت شہادت سے قبلہ کی طرف اشارہ کیا ... پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

⑤ نماز میں قبلہ کی طرف نہ تھوکیئے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ رَبَّہٗ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَۃِ فَلَا یَبْزُقَنَّ اَحَدُکُمْ قِبَلَ قِبْلَتِہٖ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب حک البزاق بالید من المسجد جزء اول ص۱۱۲)

تم میں سے جب کوئی نماز پڑھتا ہے تو اس کے اور قبلہ کے درمیان اس کا رب ہوتا ہے لہذا تم میں سے کوئی شخص ہرگز قبلہ کی طرف نہ تھوکے

⑥ جب آپ کھلی جگہ قضائے حاجت کریں تو نہ قبلہ کی طرف منہ کیجئے اور نہ پیٹھ کیجئے۔ اگر درمیان میں کوئی آڑ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمُ الْغَائِطَ فَلَا یَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَۃَ وَلَا یُوَلِّہَا ظَہْرَہٗ (صحیح بخاری کتاب الوضوء باب لا تستقبل القبلۃ لغائط او بول جزء اول ص۲۸ وصحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب الاستطابۃ جزء اول ص۱۲۶) وفی روایۃ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَۃَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْھَا بِبَوْلٍ وَلَا غَائِطٍ (صحیح مسلم باب الاستطابۃ جزء اول ص۱۲۶)

جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے جائے تو پاخانہ کرتے وقت اور پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرے اور نہ پیٹھ کرے۔

حضرت سلمان رضؓ فرماتے ہیں:۔

لَقَدْ نَهَانَا اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ (صحیح مسلم باب الاستطابه جزء اول ص۱۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہیں:۔

اِرْتَقَيْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التبرز فی البیوت جزء اول ص۴۹ وصحیح مسلم باب الاستطابۃ جزء اول ص۱۲۶ واللفظ للبخاری)

میں (ایک دن) کسی کام سے (اپنی بہن زوجہ مطہرہ) حفصہ رض کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی طرف پیٹھ اور شام کی طرف منہ کئے ہوئے قضائے حاجت کرتے دیکھا۔ (نوٹ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر درمیان میں آڑ ہو تو قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔)

⑦ جب آپ دعاء کریں تو قبلہ کی طرف منہ کر لیا کیجئے۔ حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ (جنگ بدر کے موقع پر)

فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهٖ ..... فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهٖ مَادًّا يَدَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ۔ (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب الامداد بالملٰئکۃ فی غزوۃ بدر جزء ۲ ص۸۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ پھر ہاتھوں کو دراز کیا اور اپنے رب سے بلند آواز سے دعاء کرتے رہے ..... پھر آپ (بڑی دیر تک) قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھوں کو دراز کئے ہوئے بلند آواز سے اپنے رب سے فریاد کرتے رہے۔

حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں:۔

فَاسْتَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ وَتَهَيَّاَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَاْتِ بِهِمْ (جزء رفع الیدین للامام البخاری ص۲۸ وسندہٗ صحیح، فتح الباری جزء ۱۳ ص۳۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا پھر (دعاء کے لئے) آپ تیار ہوئے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا "اے اللہ (قبیلۂ) دوس کو ہدایت دے اور انہیں لے آ"

⑧ اے لوگو! آپ جب کسی صادق القول سے اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنیں تو فوراً اس پر عمل کیجئے، جس طرح صحابہ کرام نے تحویل قبلہ کے سلسلہ میں کیا تھا۔ اے لوگو! حکم الٰہی کی تعمیل میں کسی قسم کی ٹال مٹول نہ کیجئے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا
الْخَيْرٰتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ
بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) ہر شخص کا ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ (کر کے عبادت) کرتا ہے لہذا (تم اس بحث کو چھوڑو اور) نیکیوں میں سبقت کرو، تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تم سب کو (قیامت کے روز) جمع کرے گا (اور یہ چیز اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں کیونکہ) اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱۴۸﴾ اور (اے رسول نیکیوں کی طرف سبقت کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ مسجد حرام کی طرف منہ کرنے کو کوئی اہمیت نہ دیں، بلکہ ہر حالت میں مسجد حرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں حتیٰ کہ اگر) آپ سفر میں کہیں جا رہے ہوں تو اس حالت میں بھی (نماز میں) اپنا منہ مسجد حرام کی طرف

ہیں اور (اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ) مسجد حرام کی طرف منہ کرنے کا حکم آپ کے رب کی طرف سے بالکل حق ہے اور (اے لوگو) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے (جس دن وہ تم سب کو جمع کریگا اس دن وہ تم سب سے تمہارے اعمال کے متعلق باز پرس کرے گا) (۱۴۹)

معانی و مصادر

(وِجْهَةٌ) تَوَجَّهَ ، يَتَوَجَّهُ ، تَوَجُّهٌ (باب تفعّل) منہ کرنا [وِجْهَةٌ = سمت ، قبلہ ، جس طرف منہ کیا جائے]

(اِسْتَبِقُوْا) اِسْتَبَقَ ، يَسْتَبِقُ ، اِسْتِبَاقٌ (باب افتعال) سبقت کرنا، ایک دوسرے سے آگے بڑھنا۔

(خَيْرَات) خَيْرَاتٌ = خَيْرَةٌ کی جمع ، خیر کثیر۔

(قَدِيْرٌ) قَدَرَ ، يَقْدِرُ ، قَدْرٌ وقُدْرَةٌ ومَقْدِرَةٌ ومِقْدَارٌ (ض ، ن ، س) قدرت رکھنا

(خَرَجْتَ) خَرَجَ ، يَخْرُجُ ، خُرُوْجٌ ومَخْرَجٌ (ن) نکلنا۔

تفسیر

ہر فرقہ کا ایک قبلہ ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ لیکن کوئی فرقہ کسی دوسرے فرقہ کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۔ (البقرۃ - ۱۴۵)

ان فرقوں میں کوئی فرقہ کسی دوسرے کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتا۔

اللہ تعالےٰ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرقہ عبادت کے وقت اپنے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے لہذا اے مؤمنین تم بھی عبادت کے وقت اپنے قبلہ کی طرف منہ کرتے رہو، کافروں کے اعتراضات اور بحث مباحثہ سے روگردانی کرو اور بس اب اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل میں لگ جاؤ۔ نیکیاں کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کرو، آخرت میں نیکیوں کی فراوانی ہی کام آئے گی۔ جس کی نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا وہ نجات پائیگا اور جس کی برائیوں کا پلڑا جھک جائیگا وہ نقصان اٹھائے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○

(المؤمنون - ۱۰۲ - ۱۰۳)

جن کی نیکیوں کے اوزان بھاری ہوں گے تو ایسے لوگ فلاح پائیں گے اور جن کی نیکیوں کے اوزان ہلکے ہوں گے تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں مبتلا کیا (اور اب وہ) ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

نیکیوں کو کبھی حقیر نہیں سمجھنا چاہئے اس لئے کہ نیکیاں ہی تو گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں۔ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ۔

(ھود ۔ ۱۱۴)

بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

بَیْنَمَا رَجُلٌ یَّمْشِیْ بِطَرِیْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ فَاَخَّرَهٗ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ۔

(صحیح بخاری کتاب المظالم باب من اخذ الغصن وما یؤذی الناس فی الطریق فرمی بہٖ جزء ۳ ص۱۷۵ وصحیح مسلم کتاب البر باب فضل ازالۃ الاذی عن الطریق جزء ۲ ص۴۴۳)

اس حال میں کہ ایک شخص سڑک پر چلا جا رہا تھا، اس نے (سڑک پر) ایک خار دار ٹہنی دیکھی، اس نے اُسے اٹھا لیا، اللہ نے اس کی قدر دانی کی اور اُسے بخش دیا۔

حدیثِ بالا سے ثابت ہوا کہ بعض نیکیاں حقیر معلوم ہوتی ہیں لیکن خلوصِ نیت سے انہیں کیا جائے تو وہ بہت بڑے اجر کا سبب بن جاتی ہیں اور نیکیوں اور برائیوں کے اوزان میں جو فرق ہوتا ہے اسے پورا ہی نہیں کرتیں بلکہ نیکیوں کے پلڑے کو جھکا دیتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نیکی کرنے والے کو بخش دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَیِّبَةٍ (صحیح بخاری کتاب الادب باب طیب الکلام جزء ۸ ص۱۲)

دوزخ سے بچو خواہ آدھی کھجور ہی (اللہ تعالےٰ کی راہ میں) دے کر سہی اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کے ذریعہ ہی دوزخ سے بچو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ (صحیح مسلم کتاب البر باب ۱ ستحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء جزء ۲ ص۴۴۶)

نیکی میں سے کسی چیز کو بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی ہی سے ملو (اس طرح ملنا بھی نیکی میں شمار ہوگا اور یہ نیکی بھی ایسی نہیں کہ اسے حقیر سمجھا جائے)۔

انسان تو انسان حیوان کے ساتھ نیکی کرنے کا بھی ثواب ملتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ اِشْتَدَّ عَلَیْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِیْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا كَلْبٌ یَلْهَثُ یَاْكُلُ الثَّرٰی مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ

اس حال میں کہ ایک شخص کسی راستہ پر چلا جا رہا تھا اس کو شدّت کی پیاس لگی، اس کو ایک کنواں دکھائی دیا۔ وہ اس میں اترا اور پانی پیا پھر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتّا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ کھا رہا ہے (اس آدمی نے سوچا

الَّذِیْ کَانَ بَلَغَ بِیْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهٗ ثُمَّ اَمْسَکَهٗ بِفِیْهِ فَسَقَی الْکَلْبَ فَشَکَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّ لَنَا فِی الْبَهَائِمِ اَجْرًا ؟ فَقَالَ فِیْ کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمة الناس والبهائم جزء ۸ صـ۱۱ وصحیح مسلم کتاب قتل الحیات باب فضل ساقی البهائم المحترمة جزء ۲ صـ۲۹۸ واللفظ للبخاری)

اس کتّے کو بھی ایسی ہی پیاس لگ رہی ہے جیسی کہ مجھے لگ رہی تھی۔ وہ (پھر) کنویں میں اترا، اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اس کو اپنے منہ سے پکڑا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی قدردانی کی اور اس کو بخش دیا۔ صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول کیا جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے کا بھی ہمیں اجر ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ترجگر رکھنے والے کے ساتھ حسن سلوک کا اجر ملے گا۔

نوٹ:۔ معمولی نیکی سے بخشش کیسے ہو جاتی ہے اس کی تشریح اوپر گذر چکی ہے ملاحظہ ہو صـ۴۸۲

الغرض اللہ تعالےٰ نے آیت زیر تفسیر میں نیکیوں کی طرف سبقت کرنے کا حکم دے کر قیامت کے دن جمع ہونے کی طرف اشارہ فرمایا، اسی چیز کو ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ اس طرح بیان فرماتا ہے:۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰکِنْ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىکُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ (المائدۃ - ۴۸)

اگر اللہ چاہتا تو (تمہارے اختلافات کو ختم کرکے) تم سب کو ایک جماعت بنا دیتا لیکن (اللہ ایسا نہیں کرے گا بلکہ) وہ تو جو شریعت اس نے تم کو دی ہے اس میں تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے (کہ کون اصل شریعت پر قائم رہتا ہے اور کون اختلاف کرکے فرقہ وارانہ مذاہب بنا لیتا ہے اور ان پر قائم رہتا ہے، لہذا اے ایمان والو! تم ان اختلافات سے روگردانی کرو) اور نیکیاں کرنے میں سبقت کرو (اس لئے کہ ان اختلافات کا فیصلہ دنیا میں نہیں ہو سکتا) تم سب کو (ایک دن) اللہ کے پاس جمع ہونا ہے پھر وہ تمہیں (اس دن وہ سب باتیں) بتائے گا جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ○

اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ قیامت کے دن تم سب کو ضرور جمع کریگا۔ اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں (اللہ کی خبر سچی ہے) اور اللہ سے بڑھ کر

(النساء - ۸۷) بات کا سچا کون ہو سکتا ہے۔

الغرض قیامت کے دن جب سب جمع ہوں گے تو اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ کون حق پہ تھا کس کا قبلہ اللہ تعالےٰ کی منشاء کے مطابق تھا اور کس کا قبلہ اللہ تعالےٰ کی منشاء کے خلاف تھا۔ اللہ کے لئے قیامت کے دن جمع کرنا کوئی مشکل کام نہیں وہ ہر بات پر قادر ہے۔

اس تنبیہ کے بعد اللہ تعالےٰ نے کعبہ کی طرف منہ کرنے کے حکم کو پھر دوہرایا اور اس کی اہمیت کی طرف اشارہ فرمایا تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسری نیکیوں کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہیں کعبہ کی طرف منہ کرنے کو اہمیت نہ دی جائے اور اس کو حقیر سمجھا جائے۔ اللہ تعالےٰ نے اس بات پہ پھر زور دیا کہ یہ تحویل قبلہ بالکل مبنی بر حق ہے، اس کے معاملہ میں کسی کو کسی قسم کا شبہ نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ آخری نبی کی نشانی ہے جو گذشتہ کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ اگر اس نشانی کو پورا نہ کیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں شبہ پڑ جائیگا۔ اہل کتاب جانتے ہیں کہ آخری نبی کی یہ علامت جس کو وہ اپنی کتابوں میں پڑھتے آئے ہیں پوری ہو گئی ہے لیکن وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے اور طرح طرح کے اعتراض کر رہے ہیں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالےٰ ان سے غافل ہے۔ اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ (وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ) اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔ تمہیں ضرور اس دن جس دن تم کو میدان محشر میں جمع کیا جائیگا اس کی سزا مل جائے گی۔

عمل

اے لوگو! بحث و مباحثہ میں الجھ کر نہ رہ جایئے۔ نیکیوں میں سبقت کیجئے۔ کسی نیکی کو حقیر نہ جانیئے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا
كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا
يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا
الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ
وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَ
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۰﴾ كَمَا أَرْسَلْنَا
فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ
آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمہ اور (اے رسول) آپ جہاں کہیں چلے جا رہے ہوں (یعنی بحالت سفر آپ جہاں کہیں بھی ہوں نماز کی حالت میں) اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیجئے اور (اے ایمان والو) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو (یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے) تاکہ لوگوں کے لئے تم پر کوئی حجت باقی نہ رہے (وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ تحویل قبلہ کی نشانی پوری نہیں ہوئی لہذا تم حق پر نہیں ہو۔ تحویل قبلہ کے بعد اب وہ کچھ نہیں کہہ سکیں گے) مگر ہاں وہ لوگ جو ان میں ظالم ہیں (وہی لایعنی اعتراض کریں تو کریں) تو تم ان لوگوں سے نہ ڈرنا بلکہ مجھ سے ڈرنا اور (تحویل قبلہ کا یہ بھی مقصد ہے) کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کر دوں اور یہ کہ تم ہدایت پر چلتے رہو ﴿۱۵۰﴾ (اور اے ایمان والو ہم اپنی نعمتیں تم کو عطاء فرما رہے ہیں) اسی طرح جس طرح ہم نے (ایک بہت بڑی نعمت تم کو یہ عطاء فرمائی کہ) ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتا ہے۔ تمہارے دلوں کو پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں ایسی ایسی باتیں سکھاتا ہے جو تم (پہلے) نہیں جانتے تھے ﴿۱۵۱﴾

معانی و مصادر (حُجَّةٌ) حَجَّ، يَحُجُّ، حَجٌّ (ن) دلیل میں غالب آنا، قصد کرنا [حُجَّةٌ: دلیل]
(لَا تَخْشَوْا) خَشِيَ، يَخْشٰى، خِشْيٌ وخَشْيَةٌ وخَشَاةٌ وخَشْيَانٌ (س) ڈرنا۔
(أُتِمَّ) أَتَمَّ، يُتِمُّ، إِتْمَامٌ (باب افعال) پورا کرنا۔
(نِعْمَةٌ) نَعَمَ، يَنْعُمُ، نِعِمَ، يَنْعَمُ، نَعْمَةٌ ومَنْعَمٌ (ف، ن، س) خوشحال ہونا [نِعْمَةٌ: نعمت، خوشی]
(يُزَكِّيْ) زَكّٰى، يُزَكِّيْ، تَزْكِيَةٌ (باب تفعیل) پاک کرنا، بڑھانا۔

تفسیر اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی طرف منہ کرنے پر پھر زور دیا۔ فرمایا تم مسافر ہو یا مقیم ہر حال میں کعبہ کی طرف منہ کر لیا کرو۔ تمہارا کعبہ کی طرف منہ کرنا اس لئے ضروری ہے کہ تمہاری جو نشانی گذشتہ کتابوں میں لکھی ہوئی ہے وہ پوری ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ (اس رسول کے اوصاف) کو اہل کتاب

وَالْاِنْجِیْلِ — اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (الاعراف - ۱۵۷)

الغرض گذشتہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ آخری نبی اور آخری امت کا "قبلہ مسجد حرام ہوگا"۔ اے ایمان والو، اگر یہ نشانی پوری نہ ہو تو لوگ کہہ سکتے کہ تم وہ امت نہیں ہو جس کا ذکر ہماری کتابوں میں ہے، اس نشانی کو پورا ہو جانے کے بعد اب ان کے پاس کوئی دلیل باقی نہیں رہے گی کہ جس کی بنیاد پر وہ تمہاری حقانیت کا انکار کر سکیں، ان کے منہ بند ہو جائیں گے، البتہ ان میں جو ظالم، ناانصاف، حق پوش اور ہٹ دھرم لوگ ہیں وہ پھر بھی ایمان نہ لانے کے لئے حیلے اور بہانے بناتے رہیں گے، تمہیں ناحق ثابت کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی لایعنی اعتراض کرتے رہیں گے تو اے ایمان والو، تم ان کے انکار کی پرواہ نہ کرنا، ان کی ریشہ دوانیوں اور باغیانہ سرگرمیوں سے نہ ڈرنا بلکہ ہر وقت و ہر آن اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہنا۔ اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا، یہ دینِ اسلام جو ایک نعمت ہے، اللہ تعالےٰ اس کی تکمیل کر رہا ہے۔ تحویلِ قبلہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ بھی ایک نعمت اور اسلامی فریضہ ہے، جب تک یہ نہ ہو دین کی تکمیل اور اتمامِ نعمت نہیں ہو سکتا اور جب تک دین مکمل نہ ہو مکمل ہدایت ملنا مشکل ہے، اللہ تعالےٰ اسی لئے دین کی تکمیل کر رہا ہے کہ ایمان والے مکمل دین پر چل کر ہدایت یاب ہو جائیں، آیت زیرِ تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے تکمیلِ دین کا وعدہ فرمایا، اللہ تعالےٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے اور وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ اس کو اس کے ارادے سے باز رکھنے والا کوئی نہیں اور ظاہر ہے کہ یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ کافروں کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں اور وہ یقیناً ناکام ہوں گی اس لئے کہ اللہ تعالےٰ ان کے مقابلہ میں ہے اور جب اللہ تعالےٰ ان کے مقابلہ میں ہے اور مؤمنین پر اتمامِ نعمت کا ارادہ کر چکا ہے تو پھر کافر مؤمنین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے لہٰذا ان سے ذرا بھی ڈرنا نہیں چاہیئے، بس اللہ تعالےٰ سے ڈرنا چاہیئے تاکہ اللہ تعالےٰ اپنی نعمت سے نوازتا رہے اور تکمیلِ دین کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

تکمیلِ دین کے سلسلہ میں تیمم کا حکم نازل کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (المآئدۃ - ۶)

(اے ایمان والو) اللہ تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں چاہتا (کہ ہر حال میں تم پر غسل یا وضوء کو لازم کر دے) بلکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے (خواہ تیمم کے ذریعہ ہی سہی) اور (تیمم کا حکم نازل کر کے) تم پر اپنی نعمت پوری کر دے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرتے رہو۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے تیمم کے حکم کو بھی اتمامِ نعمت یا اتمامِ دین کے مختلف مراحل میں سے ایک مرحلہ قرار دیا۔

الغرض اسی طرح بتدریج دین کی تکمیل ہوتی رہی اور بالآخر وہ وقت آیا کہ دین مکمل ہو گیا اور اللہ تعالےٰ کی نعمتیں پوری ہو گئیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔
(المآئدۃ - ۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور بہ لحاظ دین کے تمہارے لئے اسلام کو پسند فرمایا۔

اللہ تعالےٰ نے دین کے نزول اور پھر تکمیلِ دین کو ایک نعمت قرار دیا۔ پھر فرمایا کہ اے ایمان والو تم پر جو یہ نعمت نازل کی گئی ہے۔ یہ بالکل اسی طرح کی ایک نعمت ہے (كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ) جس طرح کی نعمت تم پر پہلے بھی نازل کی جا چکی ہے اور وہ یہ کہ ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتا ہے۔ تمہارے قلوب کو امراضِ روحانی سے پاک کرتا ہے، تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں ایسی ایسی باتیں بتاتا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنی دو بہت بڑی نعمتوں کا ذکر کیا:۔

(۱) دین اور

(۲) رسول

دین ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے، اللہ تعالےٰ کا منشاء بھی یہی ہے کہ اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○
(المآئدۃ - ۶)

(اے ایمان والو) اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کر دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کرتے رہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○
(البقرۃ - ۱۸۵)

اللہ نے جو ہدایت تم کو دی ہے اس (کے ملنے) پر تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، تاکہ تم (اس طرح) اللہ کا شکر ادا کر سکو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ○
(ھل اتیٰ - ۳)

(ہم نے انسان کو ہدایت دی، اب وہ چاہے تو شکر ادا کرے اور چاہے ناشکری کرے۔

دوسری نعمت کبریٰ جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔ یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اللہ ذوالجلال والاکرام نے واضح الفاظ میں اس نعمت کا احسان بھی جتا دیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

اللہ نے مؤمنین پر بڑا احسان کیا کہ ان میں ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ کی آیات

اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○

پڑھ کر سناتا ہے، ان کے دلوں کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔

(آل عمران - ۱۶۴)

آیت زیرِ تفسیر اور آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فرائض منصبی بتائے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا۔

(۲) دلوں کو پاک کرنا، اور

(۳) کتاب و حکمت کی تعلیم دینا۔

ان فرائض کا اللہ تعالےٰ نے بار بار ذکر فرمایا ہے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○

(الجمعۃ - ۲)

اللہ ہی ہے جس نے امیّوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کے قلوب کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، ورنہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں صرف یہی نہیں کہ قرآن مجید کی آیات تلاوت کر کے سنا دیں۔ نہیں، اس کے علاوہ ان کے دو فرائض اور بھی ہیں، وہ دلوں کو پاک کرتے ہیں اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

دلوں کو پاک کرنے سے یہ مراد ہے کہ وہ دل کو شرک، اوہام باطلہ، کفر و ناشکری، کینہ و بغض، حسد و عداوت، تکبر و ریاء، فخر و عُجب سے پاک کریں، دلوں کو توحید و عقائد صحیحہ، ایمان و شکر، الفت و محبت، عاجزی و انکساری، خوف و خشیت، خلوص اور اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کے جذبہ سے معمور کر دیں، یعنی قلوب امراض روحانی سے پاک ہو جائیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور تقویٰ پیدا ہو جائے، یہی انسان کا روحانی کمال ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا اور وہ جماعت تیار کی جس کی شان میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا۔

(الفتح - ۲۶)

اللہ تعالےٰ نے تقویٰ کی بات کو ان کے ساتھ چمٹا دیا ہے، وہ تقوےٰ کے حق دار بھی ہیں اور اہل بھی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا
(الفتح - ۲۹)

وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا جوئی کے متلاشی رہتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○
(الحجرات - ۷)

(اے صحابہ) اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں زینت دے دی ہے، کفر، نافرمانی اور گناہ سے تم کو بیزار کر دیا ہے۔ ایسے ہی لوگ ہدایت یاب ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیۂ قلوب کے سلسلہ میں جو کچھ کیا اور جو ہدایات جاری کیں وہ سب قرآن مجید اور احادیث میں محفوظ ہیں اور جو کچھ قرآن مجید اور احادیث میں محفوظ ہے اسے شریعت کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیہ کے سلسلہ میں شریعت کے علاوہ کسی اور قسم کی تعلیم نہیں دی، لہذا ثابت ہوا کہ طریقت، حقیقت اور معرفت کی اصطلاحیں سب خود ساختہ ہیں اور جو کچھ ان میں شریعت کے علاوہ پایا جاتا ہے سب ضلالت ہے :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا فریضۂ منصبی جو مندرجہ بالا آیات اور آیت زیرِ تفسیر میں بتایا گیا ہے وہ تعلیمِ کتاب و حکمت ہے۔ کتاب و حکمت دو چیزیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی تعلیم دی، دوسرے لفظوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید اور حدیث کی تعلیم دی، اُن پر عمل کرنے کا طریقہ بتایا جسے سنت کہتے ہیں، کتاب و حکمت کے درمیان جو واؤ ہے وہ وائے عطفی ہے اور قرآن مجید میں کتاب اور حکمت کے درمیان بار بار واؤ کا استعمال اس کے عطفی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ واؤ۔ وائے تفسیری نہیں ہو سکتی اس لئے کہ وائے تفسیری کی بار بار کیا ضرورت تھی۔ ایک بار وضاحت کر دینا کافی تھا۔ مزید برآں تفسیر کی ضرورت تو انسانوں کو ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کو تفسیر کی کیا ضرورت ہے وہ تو متکلم کے ہر لفظ کے مفہوم و منشاء کو بخوبی جانتا ہے۔ لہذا ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاء میں کتاب اور حکمت کے درمیان جو واؤ آیا ہے وہ قطعاً تفسیری نہیں ہو سکتا۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاء یہ ہے :-

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○
(البقرۃ - ۱۲۹)

اے ہمارے رب ان لوگوں میں، انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو تیری آیتیں ان کو پڑھ کر سنائے، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کے دلوں کو پاک کرے۔ بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہی فرائض بتائے گئے ہیں جو آیت زیرِ تفسیر اور دوسری آیات میں

بتائے گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاء کی مقبولیت آیت زیر تفسیر سے بالکل واضح ہے۔ کیونکہ اس دعاء میں واؤ قطعاً تفسیری نہیں ہو سکتی لہٰذا ثابت ہوا کہ کتاب اور حکمت دو چیزیں ہیں نہ کہ ایک۔

اگر مان بھی لیا جائے کہ کتاب و حکمت ایک ہی چیز یعنی قرآن مجید ہے تب بھی اس آیت سے حدیث کی ضرورت اظہر من الشمس ہے۔ معلّم جب کسی کتاب کو پڑھاتا ہے تو وہ اس کی تشریح و توضیح بھی کرتا ہے۔ اگر وہ تشریح و توضیح نہ کرے تو پھر وہ سنانا ہی ہوا اور یہ پہلے منصب میں اللہ تعالےٰ نے علیٰحدہ بیان کر دیا ہے۔ سنانا اور تعلیم دینا دو علیٰحدہ فریضے ہیں۔ تعلیم دینا اور سنانا یکساں نہیں ہیں۔ تعلیم میں جو تشریح و توضیح ہوتی ہے وہ ایک زائد فریضہ ہے۔ یہ تشریحی اور توضیحی الفاظ اگر حجت نہ ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معلّم قرآن مجید ہونا بیکار ہو جائے گا اور اگر حجت ہوں اور یقیناً وہ حجت ہیں تو ان کا ماننا اتنا ہی ضروری ہوگا جتنا کہ قرآن مجید کا ماننا۔ وہ معلّم جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہو غلطی نہیں کر سکتا۔ جو تشریح و توضیح وہ کرے گا یقیناً صحیح ہوگی۔ وہ اللہ تعالےٰ کی منظور شدہ یا اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل شدہ ہوگی۔ اس پر ایمان نہ لانا گویا اللہ تعالےٰ کی نازل کردہ تشریح کا انکار کرنا ہے۔ اور یہ یقیناً کفر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تشریح بھی کی وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہی تھی اس لئے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ — پھر اس قرآن کی تفسیر بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔

(القیامۃ ۔ ۱۹)

الغرض اللہ تعالےٰ نے اس ذمہ داری کو پورا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمارے لئے قرآن مجید کی تشریح و توضیح فرما دی اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بھی سمجھا دیا "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" پر ایمان لانا اور اس کی عملی کیفیت کا انکار کرنا یقیناً قرآن مجید کا انکار ہے یعنی قرآن مجید پر ایمان لانا اور حدیث کا انکار کرنا درحقیقت قرآن مجید ہی کا انکار ہے، الغرض حدیث حجتِ شرعیہ اور قرآن مجید کی عملی تفسیر ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

آیت زیر تفسیر میں آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ) الغرض رسول تمہیں ایسی ایسی باتیں سکھا رہا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الجمعۃ ۔ ۲) — اور تم پہلے صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔

یہ گمراہی اسی لئے تھی کہ ہدایت معدوم ہو چکی تھی۔ باوجود تلاش کے لوگوں کو ہدایت کا سراغ نہیں ملتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نورِ ہدایت سے تمام عالم کو منور کر دیا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

عمل

اے لوگو! قبلہ کی اہمیت کو پہچانیئے، قبلہ کے آداب کا خیال رکھیئے، لوگوں سے بے خوف ہو کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنائے رکھیئے، دین اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت بے بہا سمجھئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی روشنی میں دین پر عمل کرتے رہیئے۔

فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) تم میرا ذکر کرتے رہو، میں تمہارا ذکر کرتا رہوں گا۔ اور میرے (احسان کا) شکر ادا کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کرو ﴿۱۵۲﴾

معانی و مصادر (اُذْكُرُوْا) ذَكَرَ، يَذْكُرُ، ذِكْرٌ و تَذْكَارٌ (ن) ذکر کرنا، تسبیح و تمجید بیان کرنا، یاد کرنا۔

(اُشْكُروا) شَكَرَ، يَشْكُرُ، شُكْرٌ و شُكُوْرٌ و شُكْرَانٌ (ن) شکر کرنا، ثواب دینا، تعریف کرنا، قدر کرنا۔

(لَا تَكْفُرُوْن) كَفَرَ، يَكْفُرُ، كُفْرٌ، كُفْرَانٌ و كُفُوْرٌ (ن) انکار کرنا، ناشکری کرنا۔ ["لَا تَكْفُرُوْنِ" دراصل "لَا تَكْفُرُوْنِيْ" ہے]

تفسیر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اپنا دین نازل فرمایا، لوگ گمراہی کی تاریکیوں میں سرگرداں پھر رہے تھے انہیں نورِ ہدایت دے کر نجات کا راستہ بتایا، اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر یہ بہت بڑا احسان کیا، خصوصاً مؤمنین پر کہ ان پر ہر طرح سے اتمامِ نعمت کر دیا اور انہیں راہِ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دو نعمتوں اور احسانوں کا ذکر فرمایا ایک دین۔ دوسرے بعثتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ان احسانات کو جتانے کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو، تم میرا احسان مانو، مجھے یاد کرتے رہا کرو، میری تحمید و تمجید بیان کرتے رہا کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو میں بھی تمہیں یاد کروں گا۔ قرآن مجید اور احادیث شریف میں اللہ کے ذکر کی اور ذکر کرنے والوں کی بہت تعریف آئی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ — اللہ کا ذکر یقیناً بہت بڑی چیز ہے۔

(العنکبوت - ۴۵)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا — اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر

عَظِيْمًا ○ (الاحزاب - ۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ ۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ عزوجل جزء ۸ ص۱۰۱)

عظیم تیار کر رکھا ہے ۔

جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسی مثال زندہ اور مردہ کی (ذکر کرنے والا مثل زندہ کے ہے اور ذکر نہ کرنے والا مثل مردہ کے ہے)-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِکَةً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَّذْکُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِکُمْ قَالَ فَیَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا قَالَ فَیَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ مِنْهُمْ مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ ؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیَحْمَدُوْنَکَ وَیُمَجِّدُوْنَکَ قَالَ فَیَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْکَ قَالَ فَیَقُوْلُ وَکَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ ؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْکَ کَانُوْا اَشَدَّ لَکَ عِبَادَةً وَّاَشَدَّ لَکَ تَمْجِیْدًا وَّاَکْثَرَ لَکَ تَسْبِیْحًا ، قَالَ یَقُوْلُ فَمَا یَسْاَلُوْنِیْ قَالَ یَسْئَلُوْنَکَ الْجَنَّةَ ، قَالَ یَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا ؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ یَقُوْلُ فَکَیْفَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا ؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا کَانُوْا اَشَدَّ عَلَیْهَا حِرْصًا وَّاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَّاَعْظَمَ فِیْهَا رَغْبَةً ، قَالَ فَمِمَّا یَتَعَوَّذُوْنَ ؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ "مِنَ النَّارِ" قَالَ یَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا ؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْهَا ، قَالَ یَقُوْلُ فَکَیْفَ لَوْ

اللہ کے چند فرشتے ایسے ہیں جو اہل ذکر کو تلاش کرتے ہوئے راستوں پر گھومتے رہتے ہیں ، پھر جب وہ ایسے لوگوں کو پالیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ اپنی مراد پانے کے لئے اس طرف آؤ ، پھر وہ ذکر کرنے والوں کو اپنے بازوؤں سے آسمانِ دنیا تک ڈھانک لیتے ہیں (پھر جب وہ اپنے ربّ کے پاس جاتے ہیں) تو ان کا ربّ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ واقف ہوتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں ؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تیری تسبیح ، تکبیر ، تحمید اور تمجید بیان کر رہے ہیں اللہ پوچھتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے ؟ فرشتے کہتے ہیں اللہ کی قسم انہوں نے تجھے نہیں دیکھا اللہ پوچھتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی ؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو پھر اور زیادہ شدّت سے تیری عبادت کرتے ، اور زیادہ شدت سے تیری تمجید اور زیادہ کثرت سے تیری تسبیح بیان کرتے ، اللہ فرماتا ہے وہ مجھ سے کیا سوال کرتے ہیں فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں ۔ اللہ فرماتا ہے انہوں نے جنت کو دیکھا ہے ؟ فرشتے کہتے ہیں اے ربّ ، اللہ کی قسم انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا ، اللہ تعالےٰ

رَاَوْهَا ؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَّ اَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَيَقُوْلُ فَاُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فِيْهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَآءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ (صحیح بخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ عزوجل جزء ۸ ص۱۰۷ وروی مسلم نحوہ فی صحیحہ فی کتاب الذکر فی باب فضل مجالس الذکر جزء ۲ ص۳۴۷)

فرماتا ہے اگر وہ دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی؛ فرشتے کہتے ہیں پھر وہ جنت کی اور زیادہ حرص اور طلب کرتے اور ان کو اور زیادہ اس کی رغبت ہوتی، پھر اللہ پوچھتا ہے وہ کس چیز سے (میری) پناہ طلب کرتے ہیں؛ فرشتے کہتے ہیں" دوزخ سے" اللہ پوچھتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؛ فرشتے عرض کرتے ہیں اللہ کی قسم انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؛ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ اُسے دیکھ لیتے تو اور زیادہ اُس سے بھاگتے اور ڈرتے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ (اے فرشتو) میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا، ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے فلاں شخص ان میں شامل نہیں تھا وہ تو کسی کام سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا (رحمت سے) محروم نہیں رہتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يَقُوْلُ اللّٰهُ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَاَنَا مَعَهٗ حِيْنَ يَذْكُرُنِيْ اِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاٍ هُمْ خَيْرٌ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً (صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ویحذرکم اللہ نفسہ جزء ۹ ص۱۴۸ وصحیح مسلم کتاب الذکر باب الحث علی ذکر اللہ تعالےٰ جزء ۲ ص۳۴۶، ۳۴۷) (نوٹ: باع = پھیلے ہوئے ہاتھوں کے برابر لمبائی)

اللہ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے، میں اپنے دل میں اُسے یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے، میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں اگر وہ ایک بالشت میرے قریب آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب آتا ہوں، اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے تو میں ایک باع اس کے قریب آتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

انسانوں کی مجلس خواہ اس میں کیسے ہی بزرگ انسان شامل ہوں اس مجلس کا مقابلہ نہیں کر سکتی جس مجلس میں خود

اللہ تعالےٰ شریک ہو، یقیناً وہ محفل دنیا والوں کی محفل سے بہتر ہو گی، ایسی محفل میں کسی انسان کا ذکر آجائے تو کتنی بڑی سعادت ہے اور یہ سعادت کسی محفل میں اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے لہذا اللہ تعالےٰ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیئے اور کثرت سے محافل و مجالس ذکر منعقد ہونی چاہئیں جن میں اللہ تعالےٰ کی توحید بیان کی جائے، اسکی حمد بیان کی جائے، درس و تدریس ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذَّاكِرَاتِ ۔

(صحیح مسلم کتاب الذکر باب الحث علی الذکر جزء ۲ صـ۳۴۷)

مفرّدون آگے بڑھ گئے، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول، مفرّدون کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں ۔

حضرت معاویہ رض فرماتے ہیں:۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَ نَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا قَالَ آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَ لٰكِنَّهٗ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلٰٓئِكَةَ

(صحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن جزء ۲ صـ۳۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ایک حلقہ کے پاس گئے، آپ نے فرمایا تمہیں (یہاں) کس چیز نے بٹھایا ہے؟ انہوں نے کہا ہم اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس نے جو ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور اس کے ذریعہ ہم پر احسان کیا تو ہم اس کی تعریف کر رہے ہیں (یعنی اس کا شکر ادا کر رہے ہیں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ کی قسم اس چیز کے علاوہ تمہیں اور کسی چیز نے یہاں نہیں بٹھایا؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم اس کے علاوہ ہمیں کسی اور چیز نے یہاں نہیں بٹھایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم سے قسم اس لئے نہیں لی کہ میں تمہیں جھوٹا سمجھتا ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے یہ خبر دی کہ بیشک اللہ عزوجل ملائکہ میں تم پر فخر کر رہا ہے۔

مندرجہ بالا آیات و احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے ذکر کی بڑی فضیلت ہے۔

ذکر کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا "میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو"، اللہ تعالےٰ نے مؤمنین کو دو نعمتوں سے نوازا۔ ایمان والوں کو ان دو نعمتوں کی قدر کرنی چاہیئے اور اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ گر اللہ تعالےٰ اپنا رحم و فضل نہ کرتا تو سب بے ایمان اور گمراہ ہوتے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔

(الاعراف - ۴۳)

جنتی کہیں گے سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں جنت کا راستہ بتایا، اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت یاب نہ ہوتے، بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے تھے۔

اس آیت میں ہے کہ جنتی دو نعمتوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں گے، ایک نعمت ہدایت، دوسری نعمت رسول اور انہی دو نعمتوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیات میں کر کے ان کے حصول پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور عمل سے بھی، لیکن اگر کسی نعمت کا شکر صرف زبان سے ادا کیا جائے اور عمل کچھ نہ کیا جائے تو درحقیقت یہ شکر ادا کرنا نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَّقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ○ (سبا - ۱۳)

اے آل داؤد شکر ادا کرنے کے لئے عمل کرو میرے بندوں میں شکر گذار (بندے) تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہوا کہ شکر کی ادائیگی کے لئے عمل بھی کرنا چاہیئے، ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (اٰل عمران - ۱۲۳)

(اے ایمان والو) اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر ادا کر سکو۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس کے احکام کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی سے بچا جائے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حقیقی معنوں میں ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا مطالبہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حقیقی معنوں میں ڈرا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (اٰل عمران - ۱۰۲)

اے ایمان والو، اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

کسی شخص کا ایسی حالت میں مرنا کہ وہ مسلم ہو اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ ہر وقت مسلم ہو ورنہ ہو سکتا ہے کہ ناگہانی موت آجائے اور بحالت مسلم موت واقع نہ ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ ہر وقت مسلم رہا جائے، یعنی ہر وقت اسلام پر عمل کیا جائے۔

الغرض شکر کا تقاضا یہ ہے کہ دل، زبان اور عمل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے شکر کا محتاج نہیں ہے۔ شکر کا فائدہ انسان کو پہنچتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ○
(النمل - ۴۰)

سلیمان نے کہا جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے نفس کے لئے ہی شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو بے شک میرا رب (اس کے شکر سے) مستغنی اور باعزت ہے۔

شکر انسان کو عذاب الٰہی سے بچاتا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ۔
(النساء - ۱۴۷)

اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔

اللہ تعالےٰ شکر کو پسند کرتا ہے، اور ناشکری کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ۔
(الزمر - ۷)

اگر تم ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے مستغنی ہے، اللہ اپنے بندوں کی ناشکری کو پسند نہیں کرتا ہاں اگر (اے بندو) تم شکر کرو تو شکر کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے بار بار شکر کرنے پر زور دیا ہے، اور صرف دین اور رسالت ہی پر نہیں بلکہ اپنی ہر نعمت پر شکر ادا کرنے پر زور دیا ہے۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالےٰ کا ذکر کثرت سے کیا کیجئے۔ ذکر کی مجالس میں شریک ہوا کیجئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○
(الاحزاب - ۴۱)

اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔

اللہ تعالےٰ کی تمام نعمتوں کا شکر ادا کیجئے، ناشکری نہ کیجئے، نعمتوں کی قدر کیجئے، ناقدری نہ کیجئے۔ نعمتوں کا شکریہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام پر عمل کیا جائے لہٰذا اللہ تعالےٰ کے احکام پر عمل کرتے رہیئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ (اللہ سے) مدد طلب کیا کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿۱۵۳﴾

معانی ومصادر (اِسْتَعِيْنُوْا) اِسْتَعَانَ، يَسْتَعِيْنُ، اِسْتِعَانَةٌ (باب استفعال) مدد طلب کرنا۔

(صبر) صَبَرَ، يَصْبِرُ، صَبْرٌ (ض) صبر کرنا، ثابت قدم رہنا، روکنا، استقامت اختیار کرنا۔

تفسیر صبر کہتے ہیں "روکنے کو"، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔
(الکہف - ۲۸)

(اے رسول) اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیئے (یعنی ان لوگوں سے اپنے آپ کو علیحدہ نہ کیجئے) جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا طلب کرتے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ۔
(ص - ۶)

کافروں میں جو سردار تھے وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے) نکل آئے (اور ایک دوسرے سے کہنے لگے) کہ چلو اور اپنے معبودوں پر (اپنے کو) روکے رکھو (یعنی اپنے معبودوں کی عبادت پر جمے رہو)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ

(کافروں نے کہا) اگر ہم اپنے معبودوں پر اپنے

صَبَرْنَا عَلَيْهَا۔
(الفرقان - ۴۲)

آپ کو نہ روکتے (یعنی ان کی عبادت پہ جمے نہ رہتے) تو قریب تھا کہ یہ تو ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ کر دیتا۔

مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ صبر کے معنیٰ روکنے کے ہیں، صبر مختلف مواقع پہ استعمال ہوتا ہے مثلاً:۔

(۱) جنگ میں صبر کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے آپ کو میدان جنگ میں روکے رکھے، شجاعت و بہادری، جرأت و ہمت کے ساتھ ثابت قدم رہے، بزدلی نہ دکھائے، پیٹھ نہ پھیرے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○
(الانفال - ۴۶)

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، صبر سے (ڈٹے) رہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ
(محمد - ۳۱)

ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک کہ (تمہارے عمل سے) ہم یہ معلوم کر لیں کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں اور صابر کون ہیں۔

(۲) کسی بات کے انتظار میں صبر کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے آپ کو روکے رکھے جب تک وہ بات وجود میں آئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔
(الحجرات - ۵)

(اے رسول) اگر یہ لوگ (جو آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر آپ کو آواز دیتے ہیں) صبر کرتے (یعنی اپنے آپ کو روکے رکھتے اور آواز نہ دیتے) یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس نکل آتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔

(۳) اللہ تعالےٰ کے احکام پہ صبر کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے احکام پر روکے رکھے اللہ تعالےٰ کے احکام پر ڈٹا رہے، اللہ تعالےٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ○
(ھل اتیٰ - ۱۲)

اللہ نیک لوگوں کو ان کے صبر کرنے کی وجہ سے باغ اور ریشم (کے ملبوسات) عطاء کریگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ○

(ھل اتیٰ - ۲۴)

(اے رسول) آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کیجئے اور ان میں سے کسی گنہ گار اور ناشکرے کا کہنا نہ مانیئے۔

(۴) کسی کی بدکلامی، دل آزار گفتگو اور اذیت پر صبر کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے آپ کو انتقامی عمل سے روکے رکھے ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

(طٰہٰ - ۱۳۰)

اے رسول جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں آپ اس پر صبر کیجئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○

(حٰمٓ السجدۃ - ۳۴، ۳۵)

بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی، برائی کا بدلہ بھلائی سے دو (ایسا کرنے سے) تمہارا دشمن تمہارا گرمجوش دوست بن جائیگا، مگر یہ سعادت ان ہی لوگوں کو ملتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور جو بڑے صاحب نصیب ہوتے ہیں۔

(۵) صدمہ کے وقت صبر کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کی ناشکری، ماتم، جزع و فزع، نالہ وشیون سے روکے رکھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۗ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○

(البقرۃ - ۱۵۵)

ہم خوف سے، بھوک سے، مال وجان اور ثمرات کے نقصان سے ضرور تمہاری آزمائش کرینگے۔ (تو اے رسول) آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

صبر کے علاوہ دوسری چیز جس کے ذریعہ مدد طلب کرنے کے لئے کہا گیا ہے وہ نماز ہے، نماز بذات خود صبر کی تربیت دیتی ہے، آدمی نماز کے وقت اپنے آپ کو تمام دوسری مصروفیات سے روک لیتا ہے اور یہ روک لینا صبر ہی تو ہے۔

نماز سکونِ قلب کا باعث ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○

(الرعد - ۲۸)

اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

وَالصَّلٰوۃُ نُوْرٌ وَّالصَّدَقَۃُ بُرْھَانٌ وَّ الصَّبْرُ ضِیَاءٌ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل الوضوء، جزء اول ص۱۱۴)

نماز نور ہے، صدقہ برہان ہے اور صبر روشنی ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو بھی روشنی بتایا اور صبر کو بھی روشنی بتایا روشنی کا کام ہے کہ وہ تاریکیوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے، اسی طرح صبر اور نماز کی روشنی نا امیدی، بزدلی، اور متزلزل کرنے والی مصیبتوں اور آزمائشوں کی تاریکیوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے، جو شخص صبر و استقامت سے کام لے اور نماز ادا کرتا رہے تو پھر اللہ تعالےٰ کی مدد بھی شامل حال ہوتی ہے، صبر اور نماز کے ذریعے ہی اللہ تعالےٰ سے مدد طلب کی جا سکتی ہے اور جب ان دونوں چیزوں کے ذریعہ مدد طلب کی جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ مدد کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالےٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔ (البقرۃ ۔ ۴۵)

صبر اور نماز کے ذریعہ مدد طلب کرو۔

عمل

اے لوگو، صبر کرتے رہیئے، اگر آپ میدانِ جنگ میں ہوں تو ثابت قدم رہیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا لَقِیْتُمُوْھُمْ فَاصْبِرُوْا (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الصبر عند القتال جزء ۴ ص۳)

جب دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو تو صبر کرو (ثابت قدم رہو)۔

اگر کوئی صدمہ پہنچے تو صبر کیجیئے، نوحہ و ماتم نہ کیجیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ما ینھی من دعوۃ الجاھلیۃ، جزء ۴ ص۲۲۳)

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو (صدمہ کے وقت) رخساروں پر طمانچے مارے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی پکار پکارے یعنی نوحہ وغیرہ کرے

اگر کوئی برا بھلا کہے، اذیّت پہنچائے تو صبر کیجیئے اور معاف کر دیجیئے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (الشوریٰ ۔ ۴۳)

جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بڑی ہمّت کے کام ہیں۔

صبر کے ساتھ نماز بھی پڑھتے رہیئے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ
وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہو جائیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، البتہ تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے ﴿۱۵۴﴾

معانی و مصادر (يُقْتَلُ) قَتَلَ، يَقْتُلُ، قَتْلٌ و تَقْتَالٌ (ن) مار ڈالنا، قتل کرنا، لعنت کرنا۔
(اموات) مَاتَ، يَمُوْتُ، مَوْتٌ (ن) مرجانا [اَمْوَاتٌ = مَوْتٰى، دونوں مَيِّتٌ کی جمع ہیں = مُردے]
(اَحْيَآءٌ) حَيِيَ، يَحْيٰى، حَيَاةٌ (س) زندہ ہونا [اَحْيَآء = حَيٌّ کی جمع، زندہ]
(تَشْعُرُوْنَ) شَعَرَ، يَشْعُرُ، شِعْرٌ و شِعْرٰى و شُعُوْرٌ و شُعُوْرَةٌ (ن، ك) علم ہونا، شعور ہونا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ کے نزدیک شہداء کی بڑی قدر و منزلت ہے، انہیں ایک خاص قسم کی زندگی بخشی گئی ہے۔ لہٰذا وہ زندہ ہیں، انہیں مُردہ کہنا جائز نہیں بلکہ انہیں مُردہ سمجھنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مُردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ اپنے ربّ کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق مل رہا ہے، جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے ان کو عطاء فرمایا ہے اس سے وہ (بہت) خوش ہیں اور جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں اور ابھی ان سے ملے نہیں (یعنی ابھی انہیں موت نہیں آئی)

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝
(آل عمران - ۱۶۹ تا ۱۷۱)

ان کے معاملہ میں وہ خوش ہیں کہ انہیں بھی نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم، وہ لوگ بھی اللہ کی نعمت اور فضل میں شاداں و فرحاں ہوں گے (انہیں ان کے نیک عملوں کا اجر ملے گا) بے شک اللہ مؤمنین کے اجر کو ضائع نہیں کریگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَرْوَاحُهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ تَاْوِيْ اِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ۔
(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب فی بیان ان ارواح الشہداء فی الجنۃ جزء ۲ صـ۱۵)

شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں رہتی ہیں، ان کے لئے کچھ قندیلیں عرش میں لٹکی ہوئی ہیں، یہ روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں پھر ان قندیلوں میں آجاتی ہیں۔

مندرجہ بالا حدیث میں شہیدوں کی زندگی کی کچھ کیفیت بتائی گئی ہے لیکن ان کی زندگی کی مکمل کیفیت کا ادراک انسان نہیں کرسکتے، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ) تم ان کی زندگی کا شعور نہیں کرسکتے۔

عمل

اے لوگو! ان مؤمنین کو جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوجائیں مُردہ نہ کہا کیجئے، انہیں زندہ سمجھیئے، البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کی زندگی کی اصل حقیقت کو آپ نہیں سمجھ نہیں سکتے۔ شہیدوں کے بہت بڑے درجے ہیں لہٰذا شہادت کو نعمت بے بہا سمجھیئے، شہادت سے ڈر کر جہاد سے پہلوتہی نہ کیجئے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ
وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ
الصَّابِرِينَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِينَ إِذَا
أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا
لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿۱۵۶﴾ أُولَٰئِكَ
عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ
وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمہ: اور (اے ایمان والو) ہم ضرور کسی قدر خوف اور بھوک سے اور کسی قدر مال، جان اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے اور (اے رسول) آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادیں ﴿۱۵۵﴾ یعنی ان لوگوں کو کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے

تو وہ اس طرح کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ﴿۱۵۶﴾ یہی وہ لوگ ہیں کہ ان پر ان کے ربّ کی طرف سے فضل و رحمت (کی بارش ہوتی) ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یاب ہیں ﴿۱۵۷﴾

معانی و مصادر

(نَبْلُوْ) بَلَا، یَبْلُوْ، بَلْوٌ و بَلَاءٌ (ن) آزمانا۔
(خوف) خَافَ، یَخَافُ، خَوْفٌ و خَیْفٌ و مَخَافَةٌ و خِیْفَةٌ (س) ڈرنا۔
(جُوْع) جَاعَ، یَجُوْعُ، جُوْعٌ و مَجَاعَةٌ (ن) بھوکا ہونا [جُوْع = بھوک]
(نقص) نَقَصَ، یَنْقُصُ، نَقْصٌ و تَنْقَاصٌ و نُقْصَانٌ (ن) نقصان ہونا، کم ہونا۔
(بَشِّرْ) بَشَّرَ، یُبَشِّرُ، تَبْشِیْرٌ (باب تفعیل) خوشخبری دینا۔
(اَصَابَتْ) اَصَابَ، یُصِیْبُ، اِصَابَةٌ (باب افعال) پہنچنا۔
(رَحْمَةٌ) رَحِمَ، یَرْحَمُ، رَحْمَةٌ و مَرْحَمَةٌ و رُحْمٌ و رُحُمٌ (س) رحم کرنا۔
(مُهْتَدُوْنَ) اِهْتَدٰی، یَهْتَدِیْ، اِهْتِدَاءٌ (باب افتعال) ہدایت یاب ہونا۔
(صَلَوٰت) صَلَوٰت، صَلٰوۃ کی جمع = فضل، رحمت۔

تفسیر

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ) ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے، اللہ تعالےٰ کا یہ خطاب مؤمنین سے ہے، لہٰذا مؤمنین کو ہر وقت آزمائش و امتحان کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ کو اپنے علم کے ذریعہ ہر چیز سے واقفیت ہوتی ہے تاہم وہ امتحان و آزمائش کرتا ہے تاکہ وہ انسانوں کے عمل کے ذریعہ ثابت کرے کہ کون استقامت کے ساتھ احکام الٰہی پر کاربند رہتا ہے، کون مصیبت میں ثابت قدم رہتا ہے، کون اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے، کون تحمل و خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اور کون یہ کام نہیں کرتا، اور اس آزمائش کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ انسانوں پر اپنے علم کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کے اعمال کی بنیاد پر حجت قائم کرے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۝ (محمد ۔۳۱)

ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک کہ ہم یہ معلوم کرلیں کہ تم میں سے کون مجاہد ہیں اور کون ثابت قدم رہنے والے ہیں اور ہم تمہارے حالات کا امتحان (ضرور) لیتے رہیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ

اے ایمان والو، تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں میں ضرور تمہاری آزمائش ہوگی اور تمہیں اہل کتاب

قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○

(اٰل عمران - ۱۸۶)

اور مشرکین سے بہت سی دل آزار باتیں سنی ہوں گی اور اگر تم نے صبر کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً

(الانبیاء - ۳۵)

ہم تم لوگوں کو خیر و شر میں آزمائش کے لئے مبتلا کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ۔

(محمد - ۴)

اگر اللہ چاہتا تو کافروں سے (کسی اور طرح) انتقام لے لیتا لیکن وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم میں سے بعض کی آزمائش بعض کے ذریعہ کرے (یعنی آزمائش کا ذریعہ جہاد فی سبیل اللہ کو بنائے)

خوف سے آزمائش

صحابۂ کرام ان تمام امتحانوں میں مبتلا کئے گئے، خوف سے اس طرح آزمائش ہوئی کہ ایک زمانہ میں ہر وقت کفّار کے حملہ کا خطرہ رہا کرتا تھا، مثلاً ایک موقع کے متعلق حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ:-

لَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوْا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ ..... وَهُوَ يَقُوْلُ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الحمائل جزء ۱۲ ص ۲۷ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب شجاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ ص ۳۲۱) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَتَلَقَّاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا۔

ایک رات کو اہل مدینہ ایک خوفناک آواز سنکر گھبرا گئے، پھر وہ اس آواز کی طرف چلے (تو راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آتے ہوئے ملے) آپ ان سے پہلے ہی اس آواز کی طرف روانہ ہو گئے تھے، آپ خبر معلوم کر کے آرہے تھے، آپ نے فرمایا ڈرو نہیں، ڈرو نہیں، (نوٹ) خط کشیدہ الفاظ صرف صحیح مسلم میں ہیں)

قرآن مجید میں بھی اس خوف و ہراس کا ذکر ہے:-

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ (اور وہ وقت یاد کرو) جب کفار کی فوجیں اوپر

مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔
(الاحزاب-۱۰)

کی طرف سے بھی اور نشیب کی طرف سے بھی حملہ آور ہوئیں، جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (خوف کی وجہ سے) گلوں تک پہنچ گئے۔

بھوک اور نقصِ اموال سے آزمائش

مسلسل جہاد کی وجہ سے کاروبار کو کافی نقصان پہنچ رہا تھا، تنگیٔ معاش سے اکثر لوگ دوچار تھے۔ جنگ خندق کے موقع پر حضرت جابرؓ کا بیان ہے:۔

لَمَّا حَفَرَ الْخَنْدَقَ رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيْدًا (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق جزء ۵ ص۱۳۹ وصحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب جواز استتباعہ غیرہ جزء۲ ص۲۱۴)

جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا۔

یہ حالت دیکھ کر حضرت جابرؓ نے آپ کی دعوت کی، تمام اہل خندق بھی کھانے میں شریک ہوئے، کھانے کے بعد بچے ہوئے طعام کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کی بیوی سے فرمایا۔

كُلِيْ هٰذَا وَاَهْدِيْ فَاِنَّ النَّاسَ اَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق جزء ۵ ص۱۳۹)

تم بھی کھاؤ اور لوگوں کو بھی بھیجو اس لئے کہ سب ہی بھوکے ہیں۔

جان کے نقصان سے آزمائش

مسلسل جنگ جاری رہنے کی وجہ سے جانوں کا نقصان بھی ہو رہا تھا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ اُحُدٍ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُوْنَ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب من قتل من المسلمین یوم احد جزء ۵ ص۱۳)

جنگ احد، واقعہ بئر معونہ اور جنگ یمامہ میں سے ہر ایک میں ستر ستر مسلم قتل ہوئے۔

پھلوں کے نقصان سے آزمائش

کاروبار کے ساتھ زراعت اور پھلوں کی پیداوار کو بھی نقصان پہنچ رہا تھا، مثلاً جنگ تبوک ایسے موقع پر ہوئی کہ:۔

حِيْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ وَتَجَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ

پھل پک رہے تھے اور درختوں پر بہار آ رہی تھی۔ ایسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

مَعَہٗ (صحیح بخاری باب غزوۃ تبوک (حدیث کعب بن مالکؓ) جزء ۶ ص۲ وصحیح مسلم کتاب التوبۃ باب حدیث توبۃ کعب ابن مالک جزء ۲ ص۵۳)

آپ کے ساتھ تمام مسلمین نے جنگ کی تیاری کرلی (اور روانہ ہوگئے)۔

الغرض صحابۂ کرام ہر طرح آزمائے گئے اور آزمائش میں کامیاب ہوئے، آگے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ (وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ) اے رسول، صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے، یہ صبر کرنے والے کون ہیں؟ اس سلسلہ میں اللہ تعالےٰ خود ہی تشریح فرماتا ہے کہ ان کی (ایک) خصوصیت یہ ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ) جو چیز اللہ تعالےٰ نے لے لی وہ اُسی کی تھی (بلکہ وہ چیز کیا) ہم خود اُسی کے ہیں، وہ جب چاہے ہمیں بلا لے اور یقیناً وہ ایک دن ہمیں اپنی طرف بلا لے گا اور ہم اس کے پاس چلے جائیں گے، موت تو ایک دن آنی ہے۔ کیوں نہ اس کے راستہ میں آئے، جو چیز جس کی ہے اسی کے دین کے کام کیوں نہ آئے، یہ جان اسی کی دی ہوئی ہے، اگر اُسی کے راستہ میں کام آجائے تو زہے سعادت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک نواسے کے انتقال پر اپنی بیٹی سے کہلوایا تھا:۔

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ جزء ۲ ص۱۰ وکتاب المرضی باب عیادۃ الصبیان جزء ۷ ص۱۵۱ وصحیح مسلم کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت جزء اول ص۳۶۷)

بے شک اللہ تعالےٰ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا، اُسی کا ہے جو اُس نے دے دیا اور اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے لہٰذا انہیں صبر کرنا چاہیئے اور ثواب کی امید رکھنا چاہیئے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہنے والوں کو خوشخبری سنائی کہ (اُولٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَرَحْمَۃٌ) ایسے لوگوں پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے فضل و رحمت کی بارش ہوتی ہے، (وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ) اور صبر کرنے والے ہی راہِ راست پر گامزن ہوتے ہیں، وہی ہدایت پر چل کر منزل مقصود تک پہنچتے ہیں۔ جو لوگ صبر نہیں کرتے، جن میں ثابت قدمی نہیں ہوتی، جو احکام الٰہی پر جمے نہیں رہتے، جن میں استقامت نہیں پائی جاتی وہ ذرا سی آزمائش سے ڈگمگا جاتے ہیں، ان کے پیر اکھڑ جاتے ہیں، ناشکری کے کلمات زبان پر آجاتے ہیں، جادۂ

حق سے منہ موڑ لیتے ہیں، ایسے لوگوں پر بھلا کیسے فضل و رحمت کی بارش ہو سکتی ہے اور وہ کس طرح صراط مستقیم پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں، منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے صبر و استقامت لازمی ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○

(الاحقاف - ۱۳و۱۴)

جن لوگوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے پھر استقامت اختیار کی تو ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم، یہی لوگ جنتی ہیں، وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے جو ان کے عملوں کے بدلہ میں انہیں ملے گی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ○

(حٰمٓ السجدۃ - ۳۰)

جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر استقامت اختیار کی، ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو کہتے ہیں ڈرو نہیں، غمگین نہ ہو، اور اس جنت کو حاصل کر کے خوش ہو جاؤ جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے احکام پر جمے رہیئے۔ ڈٹے رہیئے، استقامت کے ساتھ دین پر عمل کیجیئے اور دین کی خدمت کیجیئے، میدان جنگ میں ثابت قدم رہیئے، پیٹھ نہ موڑیئے، مورچہ نہ چھوڑیئے۔

مصائب سے گھبرا نہ جائیے۔ وقار کے ساتھ انہیں برداشت کیجیئے، شکایت اور ناشکری کے الفاظ زبان پر نہ لائیے، مصیبت آئے تو إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھیئے بلکہ پوری دعاء پڑھیئے جو درج ذیل ہے:۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِّنْهَا

بے شک ہم اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ میری مصیبت میں مجھے اجر دے اور اس کے بعد مجھے اس سے بہتر چیز عطاء فرما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

کوئی مسلم ایسا نہیں کہ جب اُسے کوئی مصیبت پہنچے پھر وہ اس طرح کہے جس طرح کہنے کا اُسے

اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰہُ لَہٗ خَیْرًا مِّنْھَا (وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَجَرَہُ اللّٰہُ فِیْ مُصِیْبَتِہٖ) [صحیح مسلم کتاب الجنائز باب ما یقال عند المصیبۃ جزء اول ص۳۰۵]

اللہ نے حکم دیا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا تو اللہ تعالےٰ اس سے بہتر چیز اُسے عطاء فرماتا ہے اور اس کی مصیبت میں اُسے اجر دیتا ہے۔

دنیا میں تو مصیبتیں آتی ہی رہتی ہیں، انہیں ہمت و جرأت کے ساتھ برداشت کیجیئے اور آخرت کے عیش کی امید رکھیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب ما جاء فی الرقاق جزء ۸ ص۱۰۹ وصحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ الاحزاب جزء ۲ ص۱۱)

زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے اور کوئی زندگی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ وَاسْئَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْھُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب کراھۃ تمنی لقاء العدو جزء ۲ ص۷۲ وروی البخاری نحوہ فی کتاب الجہاد باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا لم یقاتل اول النہار ص۴۲ ج۱)

اے لوگو، دشمن سے مقابلہ ہونے کی تمنا نہ کیا کرو، بلکہ اللہ سے عافیت طلب کیا کرو، پھر اگر دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو ہی جائے تو ثابت قدم رہو اور اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ جنت تو تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔

ہر حال میں صبر کرتے رہیئے، اس لئے کہ صبر بہت بڑی نعمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَنْ تُعْطَوْا عَطَآءً خَیْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب الصبر عن محارم اللہ جزء ۸ ص۱۲۴)

(اے لوگو) تم صبر سے بہتر اور وسیع تر کوئی چیز نہیں دیئے جاؤ گے۔

صبر ہمیشہ صدمہ کی ابتداء سے کیجیئے، اس لئے کہ بعد میں تو صبر آ ہی جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی۔
(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب
الصبر عند الصدمة الاولیٰ جزء ۲
ص۱۰۵ و صحیح مسلم کتاب الجنائز باب
فی الصبر علی المصیبة عند اول
الصدمة جزء اول ص۳۶۸)

صبر (تو وہ ہے جو) صدمہ کے اول وقت کیا
جائے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ
اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ
بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ
اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ بے شک صفا اور مروہ پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں لہذا جو شخص بیت (اللہ) کا حج کرے یا عمرہ کرے تو (اُسے یہ وہم نہیں کرنا چاہیئے کہ ان کا طواف کرنے سے گناہ ہوگا نہیں بلکہ) ان دونوں کا طواف کرنے سے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، (یہ تو نیکی کا کام ہے) اور جو شخص بھی (خلوص کے ساتھ) کوئی نیک کام کرتا ہے تو (اللہ اس کے خلوص کو جانتا ہے لہذا اس کے نیک کام کی ناقدری نہیں کرتا کیونکہ) وہ تو قدردان ہے اور (دلوں کے خلوص کا) جاننے والا ہے ﴿۱۵۸﴾

معانی ومصادر (شَعَآئِرِ) شَعَرَ، يَشْعُرُ وشَعُرَ يَشْعُرُ، شِعْرٌ وشِعْرٰى وشُعُوْرٌ جان لینا، شعور ہونا۔ [شَعَآئِرُ = شَعِيْرَةٌ کی جمع = علامتیں، نشانیاں]
(حَجَّ) حَجَّ، يَحُجُّ، حَجٌّ (ن) حج کرنا، قصد کرنا، دلیل میں غالب آنا، زیارت کرنا۔
(اِعْتَمَرَ) اِعْتَمَرَ، يَعْتَمِرُ، اِعْتِمَارٌ (باب افتعال) قصد کرنا اور زیارت کرنا، عمامہ باندھنا۔
(جُنَاحَ) جَنَحَ، يَجْنَحُ، جُنُوْحٌ (ف، ن، ض) مائل ہونا [جُنَاح = گناہ]

(یَطَوَّف) اِطَّوَّفَ، یَطَّوَّفُ، اِطَّوُّفٌ (باب اِفَّعُّلٌ) طواف کرنا۔
(تَطَوَّعَ) تَطَوَّعَ، یَتَطَوَّعُ، تَطَوُّعٌ (باب تَفَعُّلٌ) تکلیف اٹھاکر حکم بجالانا، نیکی کرنا، نفل ادا کرنا۔

شانِ نزول

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضؓ فرماتی ہیں:۔

اِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ فِی الْاَنْصَارِ (وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ فِیْ اُنَاسٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ كَانَ ذٰلِكَ سُنَّةً فِیْ اٰبَآءِهِمْ مَنْ اَحْرَمَ لِمَنَاةَ لَمْ یَطُفْ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ) كَانُوْا یُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ (وَفِیْ رِوَایَةٍ الطَّاغِیَةِ الَّتِیْ ... عِنْدَ الْمُشَلَّلِ) وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَیْدٍ وَكَانُوْا یَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ یَّطُوْفُوْا بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَآءَ الْاِسْلَامُ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ الصَّفَا ..... الخ (صحیح بخاری کتاب المناسك باب یفعل فی العمرة مایفعل فی الحج جزء ۳ ص ۷ و کتاب التفسیر (ابواب تفسیر سورة البقرة) جزء ۶ ص ۲۸ وروی مسلم نحوه فی کتاب الحج باب بیان ان السعی بین الصفا المروة رکن جزء اول ص ۴۳۲)

یہ آیت انصار کے ایک قبیلہ کے سلسلے میں نازل ہوئی، ان کے آباء واجداد کا یہ دستور تھا کہ منات کے لئے احرام باندھتے تھے، یہ ایک بت تھا جو مشلل پر قدید کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ صفا ومروہ کا طواف نہیں کرتے تھے اور اس کو گناہ سمجھتے تھے، جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، اس وقت اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(۲) حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

كُنَّا نَرَی اَنَّهُمَا مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ اَمْسَكْنَا عَنْهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ الصَّفَا .... الخ (صحیح بخاری کتاب التفسیر (ابواب تفسیر سورة البقرة) جزء ۶ ص ۷۸)

ہم صفا ومروہ (کے طواف) کو جاہلیت کی ایک رسم سمجھتے تھے، جب اسلام آیا تو ہم نے طواف کرنا چھوڑ دیا، اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ ..... الخ

كَانَتِ الْاَنْصَارُ یَكْرَهُوْنَ اَنْ یَّطَّوَّفُوْا بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَتّٰی نَزَلَتْ (صحیح مسلم

انصار صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے کو ناپسند کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت

کتاب الحج باب بیان ان السعی بین الصفا و المروۃ رکن جزء اول ص۵۳۵)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

اِنَّ الْاَنْصَارَ کَانُوْا یُھِلُّوْنَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ لِصَنَمَیْنِ عَلٰی شَطِّ الْبَحْرِ یُقَالُ لَھُمَا اِسَافٌ وَّنَائِلَۃُ ثُمَّ یَجِیْئُوْنَ فَیَطُوْفُوْنَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ ثُمَّ یَحْلِقُوْنَ فَلَمَّا جَآءَ الْاِسْلَامُ کَرِھُوْا اَنْ یَّطُوْفُوْا لِلَّذِیْ کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ قَالَتْ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ الصَّفَا..... اِلٰی اٰخِرِھَا (صحیح مسلم کتاب الحج باب بیان ان السعی بین الصفا والمروۃ رکن جزء اول ص۵۳۴)

انصار جاہلیّت کے زمانہ میں شطِّ بحر پر رکھے ہوئے دو بتوں کے لئے جن کا نام اساف اور نائلہ تھا احرام باندھا کرتے تھے، پھر وہ وہاں سے آتے، صفا اور مروہ کا طواف کرتے پھر سر منڈاتے۔ جب اسلام آیا تو اس طواف کو جاہلیت کی رسم سمجھ کر انہوں نے ناپسند کیا، اس وقت اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

الغرض صفا و مروہ کے طواف کے سلسلہ میں انصار دو حصّوں میں بٹے ہوئے تھے:۔

(۱) کچھ تو وہ لوگ تھے جو قدید کے بالمقابل مشلّل کے مقام پر رکھے ہوئے منات بت کے لئے احرام باندھتے تھے اور صفا و مروہ کا طواف نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو گناہ سمجھتے تھے، ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) کچھ وہ لوگ تھے جو شطِّ بحر پر رکھے ہوئے دو بتوں اساف اور نائلہ کے لئے احرام باندھتے تھے، پھر صفا و مروہ کا طواف کرتے تھے۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے صفا اور مروہ کے طواف کو ایّام جاہلیّت کی رسم سمجھا اور گناہ سمجھ کر طواف کرنا چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں یہ آیت نازل فرمائی۔

تفسیر یہ دونوں واقعے بیک وقت پیش آئے اور ان دونوں قسم کے لوگوں کی اصلاح کے لئے اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا صفا اور مروہ اللہ تعالےٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں لہذا ان دونوں کے درمیان طواف کرنا جیسا کہ انصار کی دو جماعتوں کا خیال تھا کہ گناہ ہے صحیح نہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان طواف کرنا تو ایک نیکی ہے اور جو شخص بھی خلوص کے ساتھ کوئی نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی قدردانی کرتا ہے کیونکہ وہ شاکر ہے اور اللہ تعالےٰ اس کے خلوص سے بھی بخوبی واقف ہوتا ہے کیونکہ وہ علیم ہے۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان طواف کر کے اس متروکہ رکن

حج کو پھر جاری کر دیا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

وَلَقَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا (صحیح بخاری کتاب المناسك باب وجوب الصفا و المروۃ جزء۲ ص۱۹۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے طواف کو جاری کر دیا۔

صفا اور مروۃ کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

جَاءَ بِهَا اِبْرَاهِيْمُ وَبِابْنِهَا اِسْمٰعِيْلُ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتّٰى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ ..... وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيْهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفّٰى مُنْطَلِقًا .... وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ تُرْضِعُ اِسْمٰعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتَلَوّٰى اَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْاَرْضِ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ، ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق

ابراہیم (علیہ السلام) اپنی بیوی اور ان کے بیٹے اسماعیل کو لے کر چلے، اس زمانہ میں ام اسماعیل اپنے بیٹے کو دودھ پلایا کرتی تھیں، ابراہیم نے ان کو بیت اللہ کے قریب بٹھا دیا ..... اور ان کے پاس ایک تھیلی جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ جس میں پانی تھا رکھ دیا، پھر واپس چلے آئے ..... ام اسماعیل اپنے بچہ کو دودھ پلاتی رہیں اور خود پانی پیتی رہیں یہاں تک کہ پانی ختم ہو گیا، پھر انہیں پیاس لگی اور ان کے بچے کو بھی پیاس لگی، وہ اپنے بچہ کو دیکھ رہی تھیں کہ پیاس کی وجہ سے تڑپ رہا ہے انہوں نے اُسے تڑپتا ہوا دیکھنا پسند نہیں کیا لہذا وہاں سے چل کھڑی ہوئیں، انہوں نے دیکھا کہ ان کے قریب اس جگہ سے سب سے زیادہ نزدیک صفا پہاڑی ہے، وہ اس پر (چڑھیں اور) کھڑی ہو گئیں، پھر انہوں نے وادی کی طرف منہ کیا تاکہ کوئی نظر آئے (تو اس سے پانی مانگیں) لیکن انہوں نے کسی کو نہ دیکھا، پھر وہ صفا سے اتریں یہاں تک کہ جب وادی میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھا کر اس طرح دوڑیں جس طرح کوئی مصیبت زدہ آدمی دوڑتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ وادی سے گذر گئیں تو مروہ

پہاڑی پر چڑھ گئیں اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں کہ کوئی نظر آئے (تو پانی مانگیں) لیکن کوئی نظر نہ آیا، اس طرح انہوں نے سات مرتبہ کیا (کبھی صفا پر چڑھیں اور کبھی مروہ پر چڑھیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی لئے لوگ ان دو پہاڑیوں کے درمیان سعی (یعنی طواف) کرتے ہیں۔

باب یزفون النسلان فی المشی جزء ۴ ص ۱۷۳)

اللہ تعالےٰ نے ام اسمٰعیل کی اس ادا کو قیامت تک کے لئے حج وعمرہ کا ایک رکن قرار دے دیا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّهٗ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَهَنَهُمْ حُمّٰى يَثْرِبَ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء جزء ۵ ص ۱۸۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب عمرۃ القضا کے لئے جب مکہ معظمہ پہنچے تو مشرکین کہنے لگے تمہارے پاس ایسے لوگ آرہے ہیں جن کو مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهٗ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء جزء ۵ ص ۱۸۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ (کے طواف میں) اور صفا و مروہ کے درمیان اسی لئے دوڑے تاکہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔

گویا صفا و مروہ کے درمیان تیز چلنے کے دو سبب تھے، ایک حضرت ام اسمٰعیل کی سعی کی ادا کو باقی رکھنا، دوسرے مشرکین کے سامنے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا۔ ان دونوں اسباب کی بنیاد پر آج تک مسلمین کا یہی دستور چلا آرہا ہے کہ وہ جب حج یا عمرہ کرتے ہیں تو صفا و مروہ کے درمیان وادی میں دوڑتے ہیں۔

عمل

اے لوگو، جب آپ عمرہ کریں یا حج کریں تو صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان ضرور طواف کیا کیجئے

صفا اور مروہ کے طواف کا طریقہ یہ ہے کہ جب آپ مسجد حرام سے باہر آئیں تو باب صفا سے باہر آئیے،

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

(۱) ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ اِلَى الصَّفَا۔ (صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دروازے سے باہر آئے جو صفا کی طرف ہے۔

علیہا وسلم جزء اول ص۵۱۱)

(۲) جب آپ کوہِ صفا کے قریب پہنچیں تو یہ آیت پڑھیئے :-

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ

پھر یہ کلمات پڑھیئے

اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ

ترجمہ :- جس (پہاڑی) سے اللہ نے ابتداء کی ہے میں بھی اُسی سے ابتداء کرتا ہوں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں :-

فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَأَ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا کے قریب پہنچے تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ پھر آپ نے فرمایا اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ (جس سے اللہ نے ابتداء کی ہے میں بھی اسی سے ابتداء کرتا ہوں)

(۳) پھر صفا پر چڑھیئے، جب کعبہ نظر آنے لگے تو کعبہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں :-

فَبَدَأَ بِالصَّفَا فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتّٰى رَأَى الْبَيْتَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۱)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑی سے ابتداء کی، آپ اس پر چڑھے یہاں تک کہ جب بیت اللہ نظر آنے لگا تو آپ نے اس کی طرف منہ کر لیا۔

(۴) پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالےٰ کی توحید بیان کیجیئے یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وغیرہ پڑھئے،

پھر اللہ اکبر کہیئے اور یہ ثناء پڑھیئے :-

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ

عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

ترجمہ نہیں کوئی الٰہ سوائے اللہ اکیلے کے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اُسی کی ہے اور ہر قسم کی تعریف بھی اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ نہیں کوئی الٰہ سوائے اللہ اکیلے کے، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تمام لشکروں کو اُس نے اکیلے ہی شکست دی۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ اَتَى الصَّفَا فَعَلَاهُ حَيْثُ يَنْظُرُ اِلَى الْبَيْتِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَاشَآءَ اَنْ يَّذْكُرَهٗ وَيَدْعُوْهُ (ابوداؤد کتاب الحج باب فی رفع الیدین اذا رای البیت جزء اول ص۲۶۵ وسندہ صحیح)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا کے پاس آئے، پھر آپ اس پر چڑھے یہاں تک کہ کعبہ نظر آنے لگا، پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے، پھر آپ اللہ عزوجل کا ذکر کرنے لگے اور اس سے دعاء مانگی۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

فَوَحَّدَ اللّٰهَ وَكَبَّرَهٗ وَقَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الخ (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۱)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی توحید بیان کی، اس کی تکبیر بیان کی اور یہ ثناء پڑھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الخ

(۵) پھر دعاء کیجئے، دعاء کے بعد پھر مندرجہ بالا کلمات کو پڑھیئے، پھر دعاء کیجئے، تیسری مرتبہ پھر ان کلمات کو پڑھیئے اور دعاء کیجئے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ مِثْلَ هٰذَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۱)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ثناء کے درمیان دعاء کی اور تین مرتبہ ایسا ہی کیا۔

(۶) پھر صفا سے اتر کر مروہ کی طرف چلیئے، جب آپ وادی کے بطن میں پہنچیں تو دوڑیئے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ نَزَلَ اِلَى الْمَرْوَةِ حَتّٰى اِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ بَطْنِ الْوَادِيْ سَعٰى (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۱۱۱)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا سے اتر کر مروہ کی طرف چلے، جب آپ بطن وادی میں پہنچے تو دوڑے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّهٗ كَانَ يَسْعٰى بَطْنَ الْمَسِيْلِ اِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ (صحیح بخاری کتاب المناسك باب من طاف بالبیت اذا قدم مکة جزء ۲ ص ۱۸۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے تو بطن وادی میں پہنچ کر دوڑتے۔

(۷) جب آپ بطن وادی سے گذر جائیں تو دوڑنا بند کر دیجئے اور مروہ پر معمولی چال سے چڑھیے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

حَتّٰى اِذَا صَعِدَتَا مَشٰى (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۱ ص ۵۱۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک (مروہ پر پہنچتے اور آپ مروہ پر) چڑھتے تو معمولی چال سے چلتے۔

(۸) پھر آپ مروہ پر چڑھ جائیں تو بالکل اسی طرح کیجئے جس طرح صفا پر کیا تھا، اس کے بعد چھ چکر اور اسی طرح لگائیے آخری چکر مروہ پر ختم ہو۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔

حَتّٰى اَتَى الْمَرْوَةَ فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا حَتّٰى اِذَا كَانَ اٰخِرُ طَوَافِهٖ عَلَى الْمَرْوَةِ (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص ۵۱۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروہ پر پہنچ جاتے تو بالکل وہی کرتے جو صفا پر کیا تھا (پھر آپ اسی طرح طواف کرتے رہتے) یہاں تک کہ آخری طواف مروہ پر ختم ہوتا۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

فَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا۔ (صحیح بخاری کتاب المناسك باب ماجاء فی السعی بین الصفا والمروة جزء ۲ ص ۱۹۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ طواف کیا۔

قرآن مجید کی رُو سے صفا اور مروہ کا طواف کرنا ضروری ہے، لیکن طواف سے مراد یہاں صفا اور مروہ کے گرد چکر لگانا نہیں ہے بلکہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا مراد ہے، لغت اور عرف عام میں طواف کا جو مفہوم ہے اگر اسی مضمون کی روشنی میں صفا و مروہ کا طواف کیا جائے تو یہ تقریباً ناممکن ہے اور اس لحاظ سے قرآن مجید کی یہ آیت ناممکن العمل ہو جاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نے طواف کے غیر معروف معنیٰ بتا کر اسے قابل عمل بنایا ہے، ایسی مثالیں قرآن مجید میں اور بھی ملتی ہیں اور ان مثالوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حدیث قرآن مجید کی تشریح کے لئے بہت ضروری ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا
مِنَ الْبَيِّنَٰتِ وَالْهُدَىٰ مِنۢ
بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتَٰبِ
أُولَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ
اللَّٰعِنُونَ ﴿۱۵۹﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا
وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰٓئِكَ أَتُوبُ
عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۶۰﴾

ترجمہ بے شک جو لوگ کھلے دلائل اور ہدایت کی اُن باتوں کو جو ہم نے نازل فرمائی ہیں چھپاتے ہیں باوجود اس کے کہ ہم نے ان کو (اپنی) کتاب میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے تو ایسے لوگوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں ﴿۱۵۹﴾ مگر جو لوگ توبہ کر لیں، اصلاح کر لیں اور صاف صاف بیان کر دیں تو میں ان کی توبہ قبول کر لیتا ہوں کیونکہ میں بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہوں ﴿۱۶۰﴾

معانی ومصادر (یَکْتُمُوْنَ) کَتَمَ ، یَکْتُمُ ، کَتْمٌ وکِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔
(ھُدٰی) ھَدٰی ، یَھْدِیْ ، ھِدَایَۃٌ وھُدًی وھَدْیٌ وھِدْیَۃٌ (ض) ہدایت دینا۔
(بَیَّنَّا) (بَیَّنُوْا) بَیَّنَ ، یُبَیِّنُ ، تَبْیِیْنٌ (باب تفعیل) واضح کرنا، ظاہر کرنا۔
(یَلْعَنُ) لَعَنَ ، یَلْعَنُ ، لَعْنٌ (ف) لعنت کرنا، نکال دینا، خیر سے دور کر دینا۔
(اَتُوْبُ) (تَوَّابٌ) تَابَ ، یَتُوْبُ ، تَوْبٌ وتَوْبَۃٌ وتَابَۃٌ ومَتَابٌ (ن) رجوع کرنا۔

تفسیر حق کا چھپانا جرم عظیم ہے کیونکہ حق کے چھپانے سے گمراہی کو پھلنے پھولنے کا موقع ملتا ہے، اللہ تعالےٰ کی نافرمانیاں ہوتی ہیں، قوانین الٰہیہ کے بجائے خود ساختہ قوانین کا نفاذ ہوتا ہے، بھلا یہ باتیں اللہ تعالےٰ کیسے گوارا کر سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں پر لعنت کرتا ہے، ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے یعنی فرشتے اور انسان ان پر لعنت کرتے ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت میں مر گئے ایسے لوگوں پر اللہ کی بھی لعنت ہے اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی بھی لعنت ہے۔
(البقرۃ - ۱۶۱)

آیت زیر تفسیر میں لعنت کرنے والوں کی صراحت نہیں تھی کہ وہ کون لوگ ہیں، مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالےٰ نے اس کی تفسیر فرما دی کہ یہ لعنت کرنے والے فرشتے اور انسان ہوتے ہیں، ایسے لوگوں پر اللہ تعالےٰ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت تو کوئی تعجب خیز بات نہیں لیکن انسانوں کی لعنت ضرور تعجب خیز ہے۔ بات یہ ہے کہ عوام الناس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہمارا فلاں عالم حق کو چھپا رہا ہے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے تو یہ بات یقینی ہے کہ وہ بھی ایسے عالم پر لعنت ہی بھیجیں گے کہ جو محض دنیا کمانے اور اپنی جمعیت کو برقرار رکھنے کے لئے حق کو چھپاتا ہے۔ حق کو چھپانا اتنا بڑا جرم ہے کہ کوئی شخص اسے معاف نہیں کرے گا اس لئے کہ حق پوشی سے عوام الناس گمراہ ہوتے ہیں اور عوام الناس گمراہی کو کبھی پسند نہیں کرتے، انہیں دھوکا دے کر گمراہ کیا جاتا ہے، اگر انہیں حق کا یقین ہو جائے تو وہ کبھی ناحق کی پیروی نہ کریں، عوام الناس کا قصور ہے تو بس یہ کہ وہ ایسے عالموں کے مقلد بن جاتے ہیں اور ان کی ہر صحیح وغلط بات کو بے دلیل تسلیم کرتے چلے جاتے ہیں۔ الغرض علماء حق کو چھپا کر مجرم بنتے ہیں اور عوام الناس تقلید کر کے مجرم بنتے ہیں۔

عوام الناس کے لعنت کرنے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ میدان محشر میں یا حساب وکتاب کا فیصلہ ہو جانے کے بعد عوام الناس اپنے حق پوش علماء پر لعنت بھیجیں گے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا حَتَّىٰ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ۔

(الاعراف - ۳۸)

جب کوئی ایک جماعت دوزخ میں داخل ہوگی تو اپنی (مذہبی) بہن پر لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جب سب دوزخ میں داخل ہوجائیں گے تو پچھلی جماعت اگلی جماعت کے متعلق اس طرح دعاء کرے گی "اے ہمارے رب، انہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، انہیں دوگنے عذاب میں مبتلا کر"

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا۔

(العنکبوت - ۲۵)

ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا "پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کی (دوستی) سے انکار کروگے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے"

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا۠ ○ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ○

(الاحزاب - ۶۷ و ۶۸)

دوزخی کہیں گے اے ہمارے ربّ ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا، انہوں نے ہمیں گمراہ کردیا، اے ہمارے رب انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

الغرض حق پوشی کرنے والے پر دنیا میں بھی لعنت ہے اور آخرت میں بھی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○

(البقرۃ - ۱۷۴)

بے شک جو لوگ کتاب اللہ کی باتوں کو جن کو اللہ نے نازل فرمایا ہے چھپاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں اور کچھ نہیں بھر رہے سوائے دوزخ کی آگ کے، اللہ قیامت کے دن نہ ایسے لوگوں سے کلام کرے گا اور نہ انہیں پاک کریگا، بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (البقرۃ - ۴۲)

حق و باطل کو گڈمڈ نہ کرو اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔

کتمانِ حق یعنی حق پوشی کو ایک بہت بڑا جرم قرار دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے پھر اس جرم کا علاج بیان فرمایا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَیَّنُوْا) لعنت سے البتہ وہ لوگ بچ جائیں گے جو توبہ کرلیں اور پھر کبھی حق پوشی کا خیال بھی دل میں نہ لائیں اور جو کچھ چھپایا تھا اس کو برملا بیان کردیں اور حق کو ہمیشہ بیان کرتے رہیں۔ ایسے لوگوں کی توبہ اللہ تعالےٰ قبول فرماتا ہے، انہیں معاف کردیتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

عمل

اے لوگو، حق کو کبھی نہ چھپائیے، یہ بہت بڑا جرم ہے، اس سے بچیئے، حق کو چھپا کر اللہ تعالےٰ کی لعنت کے مستحق نہ بنیئے، اگر پہلے کبھی حق کو چھپایا تھا تو اب

(۱) اس سے توبہ کیجئے

(۲) آئندہ حق کو چھپانے کا خیال بھی دل سے نکال دیجئے، اپنی مکمل اصلاح کرلیجئے۔

(۳) حق کو برملا بیان کرتے رہیئے اور جس حق کو چھپایا تھا اُسے ظاہر کردیجئے،

یہی تین صورتیں ہیں جن پر بیک وقت عمل کرنے کے بعد ہی معافی کی امید کی جاسکتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ
كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ
وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾
خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿١٦٢﴾

ترجمہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت میں مر گئے، ایسے لوگوں پر اللہ تعالےٰ کی بھی لعنت ہے اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی بھی لعنت ہے (۱۶۱) وہ اس لعنت میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے، نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی اور نہ انہیں مہلت دی جائیگی (۱۶۲)

معانی ومصادر (أَجْمَعِينَ) جَمَعَ، يَجْمَعُ، جَمْعٌ (ف) جمع کرنا، اکٹھا کرنا۔
[أَجْمَعُ = بہت زیادہ مجتمع، اس کی جمع أَجْمَعُونَ وأَجْمَعِينَ ہیں]
(خَالِدِينَ) خَلَدَ، يَخْلُدُ، خُلُودٌ (ن) ہمیشہ رہنا۔
(يُخَفَّفُ) خَفَّفَ، يُخَفِّفُ، تَخْفِيفٌ (باب تفعیل) ہلکا کرنا۔
(يُنْظَرُونَ) نَظَرَ، يَنْظُرُ، نَظَرٌ ومَنْظَرٌ ومَنْظَرَةٌ (ن، س) دیکھنا، مہلت دینا۔

تفسیر کفر کے معنیٰ انکار کرنا بھی ہوتے ہیں اور چھپانا بھی، دونوں معنوں کے لحاظ سے آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ شخص جو کفر کرے یا حق کو چھپائے اور اسی کفر یا حق پوشی کی حالت میں مر جائے تو اس پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے، فرشتوں کی لعنت ہے اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، ایسے لوگ ہمیشہ لعنت میں گرفتار رہیں گے، رحمت الٰہی سے دور کر دئے جائیں گے

اور کبھی بھی اس کے قریب نہ آسکیں گے، ان پر عذاب میں نہ تخفیف ہوگی اور نہ ذرا سی دیر کے لئے بھی عذاب موقوف کیا جائے گا بلکہ مسلسل اور دائمی عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْہِمْ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○

(البقرۃ - ۱۷۴)

بے شک جو لوگ کتاب اللہ کی باتوں کو جن کو اللہ نے نازل فرمایا ہے چھپاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں اور کچھ نہیں بھر رہے سوائے دوزخ کی آگ کے، اللہ قیامت کے دن نہ ایسے لوگوں سے کلام کریگا اور نہ انہیں پاک کریگا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

اس آیت میں "وَلَا یُزَکِّیْہِمْ" (نہ ان کو پاک کریگا) کے الفاظ حق پوشی کرنے والوں کے دائمی عذاب کی طرف اشارہ کرتے ہیں، گویا یہ الفاظ آیت زیر تفسیر کے الفاظ "خٰلِدِیْنَ فِیْہَا" کی تفسیر ہیں۔

گذشتہ آیت ۱۵۹ میں اللہ تعالےٰ نے حق پوشوں پر اپنی لعنت کا بیان کیا تھا اور (یَلْعَنُہُمُ اللّٰعِنُوْنَ) کہہ کر تمام لعنت کرنے والوں کو مجمل طور پر بیان کیا تھا، اس آیت ۱۶۲ میں اللہ تعالےٰ نے اپنی لعنت کے ساتھ دوسرے لعنت کرنے والوں کی تفصیل بھی بیان کر دی، گویا آیت ۱۶۲ آیت ۱۵۹ کی تفسیر ہے۔

عمل

اے لوگو، حق کو کبھی نہ چھپائیے، دائمی لعنت اور عذاب الٰہی کو دعوت نہ دیجئے، حق کو بیان کرتے رہئیے خواہ آپ کا دنیوی نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ دنیا کا نقصان عارضی اور چند روزہ ہے، آخرت کا عذاب دائمی اور باقی رہنے والا ہے، دنیا کا نقصان برداشت کیجئے اور آخرت کے عذاب سے بچ جائیے۔

وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ إِلٰهَ إِلَّا
هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾ إِنَّ
فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ
الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا
يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ
مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَأَحْيَا
بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ
بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ

وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ اور اے لوگو، تمہارا الٰہ تو بس ایک الٰہ ہے (اور وہ رحمٰن اور رحیم ہے) اس رحمٰن و رحیم کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ﴿۱۶۳﴾ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں، اُن کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدہ کی اشیاء کو لے کر سمندر میں چلتی رہتی ہیں، اس بارش میں جو اللہ نے آسمان سے اتاری پھر اس کے ذریعے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلایا، اور ہواؤں کے چلانے میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر کر دئے گئے ہیں اُن لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں (اللہ کے الٰہ واحد ہونے کی بہت سی) نشانیاں موجود ہیں ﴿۱۶۴﴾

معانی ومصادر

(اِخْتِلاف) اِخْتَلَفَ، يَخْتَلِفُ، اِخْتِلَافٌ (باب افتعال) ناموافقت کرنا، کسی کے پیچھے جگہ لینا، پیچھا کرنا۔

(فُلْك) فَلَكَ، يَفْلُكُ، فَلْكٌ (ن) گھومنا۔ (فُلْكٌ = کشتی)

(تجری) جَرٰی، يَجْرِيْ، جَرْيٌ وجِرْيَةٌ وجَرَيَانٌ [ض] بہنا، واقع ہونا، قصد کرنا۔

(اَحْيَا) اَحْيَا، يُحْيِيْ، اِحْيَاءٌ (باب افعال) زندہ کرنا۔

(بَثّ) بَثَّ، يَبُثُّ، بَثٌّ (ن وض) پھیلانا، شائع کرنا۔

(دَآبَّةٍ) دَبَّ، يَدِبُّ، دَبٌّ ودَبِيْبٌ (ض) رینگنا [دَآبَّةٌ = رینگنے والا جانور، اب اس لفظ کا استعمال زیادہ تر اُن جانوروں کے لئے ہوتا ہے جن پر سواری کی جائے یا جن پر سامان لادا جائے]

(تَصْرِيْف) صَرَّفَ، يُصَرِّفُ، تَصْرِيْفٌ (باب تفعیل) لوٹانا، بدلنا، پھیر دینا۔

(رِیَاح) رَاحَ، یَرَاحُ، رِیْحٌ (ف) ہوادار ہونا [رِیَاح = رِیْحٌ کی جمع = ہوائیں]
(سَحَاب) سَحَبَ، یَسْحَبُ، سَحْبٌ (ف) کھینچنا [سَحَاب = بادل۔ اس کی جمع سُحُبٌ]
(مُسَخَّر) سَخَّرَ، یُسَخِّرُ، تَسْخِیْرٌ (باب تفعیل) بغیر اجرت کے کسی کام میں لگا دینا، مجبور کر دینا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے لوگو، تمہارا اِلٰہ ایک ہے، الٰہ اتنا جامع لفظ ہے کہ کسی ایک لفظ سے اس کا وسیع مفہوم ادا نہیں ہو سکتا، لفظ اِلٰہ میں جو صفات اور خصوصیات پائی جاتی ہیں کوئی ایک لفظ ان صفات و خصوصیات کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ الٰہ کے معنی ہیں وہ ہستی جس کی عبادت کی جائے، جس کو حاکم اور بادشاہ مانا جائے، جس سے مدد طلب کی جائے، جو لاثانی اور لازوال ہو، جو بے نظیر و بے مثال ہو، جو یکتا اور اکیلا ہو، جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو، جو ہر جگہ سے ہر شخص کی پکار سنتا ہو، جو عالم الغیب ہو، جو دلوں کا حال جانتا ہو، جو دلوں کے ارادوں سے واقف ہو، جو ہر چیز پر قادر ہو، جو اپنے ہر ارادہ کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہو، جو مجبور نہ ہو، عاجز نہ ہو، جو ہر چیز کا خالق ہو، مالک ہو، بے عیب ہو وغیرہ وغیرہ۔

اِلٰہ صرف اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، لفظ الٰہ میں توحید کے تمام پہلو اور شعبے اس طرح سمو دئے گئے ہیں کہ توحید کے سلسلے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں، توحید کے سلسلہ میں جو تفصیلات بیان کی جاتی ہیں وہ گویا لفظ "الٰہ" کی تشریحات و توضیحات ہیں۔ اگر کوئی شخص تفصیل میں نہ جانا چاہے تو وہ صرف لفظ الٰہ کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لے، الٰہ کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ پھر بھی کوئی شخص کسی قسم کے شرک کا ارتکاب کر بیٹھے۔

لفظ الٰہ کی حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد اب ان آیتوں پر غور کیجئے جن میں اللہ تعالےٰ نے "الوہیت" کو صرف اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (النسآء - ۱۷۱) صرف اللہ ہی ایک اِلٰہ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (المائدۃ - ۷۳) کوئی اِلٰہ نہیں سوائے ایک اِلٰہ کے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّآ اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ (اے رسول ان سے پوچھیئے) کیا واقعی تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی الٰہ ہیں (اور اگر وہ شہادت دیں تو ان سے)

کہہ دیجئے کہ میں اس بات کی شہادت نہیں دیتا، (اور اے رسول) ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ بس اللہ ہی اِلٰہ ہے اور میں یقیناً تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

(الانعام - ۱۹)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

(ابراھیم - ۵۲)

یہ (قرآن مجید) لوگوں کے لئے ایک پیغام ہے تاکہ ان کو اس کے ذریعہ ڈرایا جائے اور وہ جان لیں کہ اللہ ہی بس ایک اِلٰہ ہے اور (اس پیغام کا یہ مقصد بھی ہے) کہ اہل عقل نصیحت حاصل کریں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○

(النحل - ۲۲)

(اے لوگو) تمہارا اِلٰہ بس ایک الٰہ ہے، (قلب سلیم رکھنے والے تمام لوگ اسے تسلیم کرتے ہیں) البتہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل (اس چیز کا) انکار کرتے ہیں اور وہی لوگ درحقیقت سرکش ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ○

(النحل - ۵۱)

اللہ نے یہ فرمادیا ہے کہ دو اِلٰہ نہ بناؤ، اِلٰہ تو بس ایک ہی ہے (اور وہ اللہ ہے، اس نے یہ بھی فرمایا ہے کہ) بس مجھ ہی سے ڈرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔

(الکھف - ۱۱۰)

(حٰمٓ السجدۃ - ۶)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ میں بھی تمہاری مثل ایک انسان ہوں (البتہ میرے پاس وحی آتی ہے اور تمہارے پاس وحی نہیں آتی) میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تمہارا اِلٰہ بس ایک اِلٰہ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ یقیناً مجھ پر یہ وحی

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝
(الانبیاء - ۱۰۸)

کی گئی ہے کہ تمہارا الٰہ صرف ایک الٰہ ہے (بتاؤ) کیا (اس بات کو تسلیم کرکے) تم مسلم بنتے ہو یا نہیں؟

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو شخص توحید پر قائم ہے بس وہی مسلم ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا۔
(الحج - ۳۴)

(اے لوگو) تمہارا الٰہ بس ایک الٰہ ہے لہٰذا اسی کی اطاعت کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ الٰہ وہ ہے جو اطاعتِ مطلق کا حقدار ہو، جو اکیلا مُطاع ہو اور جس کی لامحدود اطاعت میں کوئی دوسرا اُس کا شریک نہ ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝
(العنکبوت - ۴۶)

(اے ایمان والو) کہہ دو کہ ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور (اس کتاب پر بھی ایمان لائے جو) تمہاری طرف نازل ہوئی تھی۔ ہمارا الٰہ اور تمہارا الٰہ ایک ہے اور ہم اُسی (ایک اِلٰہ) کے مسلم ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝
(الصّٰفّٰت - ۴)

تمہارا الٰہ یقیناً ایک ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۚ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝
(صٓ - ۶۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں (اِلٰہ نہیں ہوں) اِلٰہ تو کوئی نہیں سوائے اللہ اکیلے کے جو بڑا زبردست ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالےٰ کی الوہیت میں مطلقاً شریک نہیں، اللہ تعالےٰ اکیلا معبود، حاکم، شارع، حاجت روا اور مشکل کُشا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بس اس حاکم حقیقی کے احکام پہنچانے والے ہیں۔ اور یہ منصب انسانیت کا بلند ترین مقام ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

اللہ تعالیٰ (ہی الٰہ ہے) اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں

(البقرۃ - ۲۵۵)

وہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں۔

(اٰلِ عمران - ۱۸)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

(اے لوگو) تمہارا اِلٰہ تو بس اللہ ہے، اس کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں۔

(طٰہٰ - ۹۸)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

خبردار ہو جاؤ کہ اللہ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں۔

(محمد - ۱۹)

الغرض قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالےٰ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اِلٰہ کوئی نہیں سوا اللہ تعالےٰ کے، وہی سب کا الٰہ ہے، وہ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی، اس کی توحید کی نشانیاں تو ہر چیز سے عیاں ہیں، آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں، سامان سے لدی ہوئی کشتیوں میں جو سمندر میں چلتی رہتی ہیں، آسمان سے بارش برسانے میں، زمین کو خشک ہو جانے کے بعد سرسبز و شاداب کر دینے میں، جانوروں کے روئے زمین پر پھیلا دینے میں، ہواؤں کے چلانے اور بادلوں کے معلق کر دینے میں (غرض یہ کہ ہر چیز میں) اس کی قدرت کی نشانیاں ظاہر و باہر ہیں اور یہ ایسی باتیں ہیں کہ جن کو اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی سرانجام نہیں دیتا اور نہ دے سکتا ہے، یعنی اللہ تعالےٰ ہی وہ واحد ہستی ہے جو نظامِ کائنات کو چلا رہا ہے، ان کاموں میں کوئی اسکا شریک نہیں، تو پھر اس کی ذات، اس کی صفات اور اس کے حقوق میں کوئی کیسے شریک ہو سکتا ہے، جن لوگوں میں ذرا سی بھی عقل ہو وہ اس چیز کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں،

آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور اسی قسم کی دوسری چیزوں کی طرف اللہ تعالےٰ نے مختلف مقامات پر توجہ دلاتے ہوئے اپنی توحید کو ثابت کیا ہے۔ مثلاً

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ

اللہ نے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا (جیسا کہ) تم انہیں دیکھتے ہو، زمین میں پہاڑوں کو گاڑ دیا کہ کہیں زمین تم کو لے کر ڈگمگا نہ جائے، زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دئے، اور آسمان سے پانی برسایا اور اس سے ہر قسم کی عمدہ عمدہ

فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ
بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○
(لقمٰن - ۱۰ و ۱۱)

چیزیں اگائیں، (اے لوگو) یہ تو سب کچھ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں تو اب تم مجھے بتاؤ کہ اللہ کے علاوہ (جو معبودان باطل تم نے بنا رکھے ہیں ان) لوگوں نے کیا پیدا کیا (یقیناً انہوں نے کچھ نہیں پیدا کیا تو پھر یہ تمہارا ظلم ہے کہ تم انہیں اللہ کا شریک بناتے ہو) حقیقت یہ ہے کہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ
مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِیُّ
الْحَمِیْدُ ○ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ
وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ○
(الشوریٰ - ۲۸ و ۲۹)

اللہ ہی ہے جو (لوگوں کے) ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت کو (ہر طرف) پھیلا دیتا ہے، وہی کارساز اور تعریف والا ہے، اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان دونوں میں جانوروں کا پھیلا دینا بھی ہے اور وہ جب چاہے جانوروں کو جمع کر لینے پر قادر ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ
وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِیْنَ ○ وَاَنْزَلْنَا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ
فِی الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۭ بِهٖ
لَقٰدِرُوْنَ ○ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ
مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَّكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ
كَثِیْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○ وَشَجَرَةً
تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ تَنْۢبُتُ
بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ ○ وَاِنَّ لَكُمْ
فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ
بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ وَّ
مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○ وَعَلَیْهَا وَعَلَی الْفُلْكِ

ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے اور ہم (اپنی) مخلوقات سے غافل نہیں ہیں۔ ہم ہی نے آسمان سے مقررہ مقدار میں پانی برسایا، پھر اس کو زمین میں ٹھہرا دیا اور ہم اس پانی کو لے جانے پر بھی قادر ہیں، پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے، ان باغوں میں تمہارے لئے اور بھی بہت سے میوے ہیں جن میں سے تم کھاتے رہتے ہو، اور وہ درخت بھی پیدا کیا جو طور سینا میں کھانے والوں کے لئے روغن اور سالن لئے ہوئے اگتا ہے اور (چوپایہ بھی پیدا کئے) ان چوپایوں میں تمہارے لئے عبرت کا سامان ہے، ان کے پیٹوں میں

تُحْمَلُوْنَ ○

(المؤمنون - ۱۷ تا ۲۲)

جو (دودھ) ہوتا ہے اس میں سے ہم تمہیں (دودھ) پلاتے ہیں۔ ان چوپایوں میں تمہارے لئے اور بھی بہت سے فائدے ہیں (مثلاً) ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور (بعض) پر تم سوار ہوتے ہو اور (ان کے علاوہ) کشتیوں پر بھی ہم تمہیں سوار کرتے ہیں (یہ سب قدرت کی نشانیاں ہیں)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ○ اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ○ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ○

(الزخرف - ۹ تا ۱۲)

(اے رسول) اگر آپ ان (کفار) سے پوچھیں کہ بتاؤ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یہ جواب دیں گے زبردست، علم والے (اللہ) نے پیدا کیا، (آپ کہیئے وہی ہے) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنا دیا اور اس میں تمہارے لئے راستے بنا دیئے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو، اسی نے آسمان سے مقررہ مقدار میں پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ مُردہ شہر کو زندہ کر دیا (تو اے لوگو، جس طرح اللہ نے نباتات کو زمین سے نکالا) اسی طرح تم کو (قبروں سے) نکالا جائیگا، اسی نے ہر قسم کے حیوانات پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الاعراف - ۵۴)

بے شک تمہارا ربّ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر جلوہ گر ہوا، وہی رات کو دن سے ڈھانکتا ہے، دن، رات کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے، سورج، چاند اور تارے سب کو اس نے پیدا کیا اور وہ سب اس کے حکم کے مطابق اپنے اپنے کام انجام دے رہے ہیں، خبردار

ہوجاؤ، پیدا کرنا اسی کا کام ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے، (وہ) اللہ رب العالمین ہے (اور اس کی ذات بڑی) بابرکت ہے (سب کچھ اسی کی برکت سے ہو رہا ہے)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا ۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ۔ (الاعراف ۔ ۵۷)

اللہ ہی اپنی رحمت (یعنی بارانِ رحمت) سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا، لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝
(النحل ۔ ۵)

چوپایوں کو بھی اسی نے پیدا کیا، ان میں تمہارے لئے سردی (سے بچنے) کا سامان اور بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰی ظَهْرِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝
(الشوریٰ ۔ ۳۲ و ۳۳)

اللہ کی نشانیوں میں سے وہ جہاز بھی ہیں جو سمندر میں چلتے رہتے ہیں (وہ اتنے بڑے بڑے ہوتے ہیں) گویا کہ وہ پہاڑ ہیں، اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ساکن کر دے تو جہاز سمندر کی سطح پر کھڑے رہ جائیں (الغرض) ان تمام باتوں میں صبر و شکر کرنے والوں کے لئے (بڑی بڑی) نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۝ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝

بے شک آسمانوں میں اور زمین میں مؤمنین کے لئے (بڑی بڑی) نشانیاں ہیں اور (اے لوگو) تمہاری پیدائش میں بھی اور ان جانوروں میں بھی جن کو اللہ نے روئے زمین پر پھیلا دیا ہے، یقین کرنے والوں کے لئے (اللہ کی توحید کی بہت) نشانیاں ہیں مزید برآں رات اور دن کے آنے جانے میں، اس بارش میں جو اللہ

(الجاثیۃ - ۳ تا ۵)

نے آسمان سے نازل فرمائی اور اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیا اور ہواؤں کے چلانے میں عقل والوں کے لئے (بہت) نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ، اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(الجاثیۃ - ۱۲ و ۱۳)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ اللہ کے حکم سے اس میں کشتیاں چلتی رہیں اور تم اللہ کا فضل تلاش کرتے رہو (یعنی روزی کماتے رہو) اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو، مزید برآں اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا اس میں غور کرنے والوں کے لئے (اللہ کی توحید و قدرت کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔

الغرض اللہ تعالےٰ اکیلا ہی ہر چیز کا خالق ہے تو پھر کوئی اس کا شریک کیسے ہو سکتا ہے، جو پیدا نہیں کر سکتا وہ کسی بھی صفت میں اللہ تعالےٰ کا شریک نہیں ہو سکتا، پیدائش کی صفت پر زور دیتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات و صفات و حقوق میں بار بار اپنی یکتائی اور توحید کو ثابت کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

(الرعد - ۱۶)

کیا ان لوگوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں، کیا ان شریکوں نے اللہ کی مخلوق جیسی کوئی مخلوق پیدا کی ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں کے لئے (شرکاء کی مخلوق اور اللہ کی) مخلوق میں مشابہت پیدا ہو گئی ہے، (اگر ایسا ہوا ہوتا تو ان معبودانِ باطل کو اللہ تعالےٰ کا شریک بنانا قرینِ قیاس ہو سکتا تھا لیکن خالق تو کوئی ہے نہیں، پھر شریک کیسے؟ اے رسول) آپ کہہ دیجئے ہر چیز کا خالق اللہ ہے جو واحد اور زبردست ہے (جب دوسرے لوگ خالق نہیں تو الٰہ بھی نہیں بن سکتے اور نہ وہ اللہ تعالےٰ کے شریک بنائے جا سکتے ہیں)۔

البقرۃ - ۱۶۳ و ۱۶۴ -

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ

(فاطر - ۴)

(اے رسول) آپ ان سے کہئے کہ مجھے بتاؤ جن شریکوں کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو، انہوں نے زمین کی کونسی چیز پیدا کی یا یہ بتاؤ کہ آسمانوں کی تخلیق میں ان کی (کسی قسم کی) شرکت ہے ؟ (ہرگز نہیں، تو پھر وہ اللہ تعالےٰ کے شریک کیسے ہو سکتے ہیں)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ

(الاحقاف - ۴)

(اے رسول) ان لوگوں سے کہیئے کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو مجھے بتاؤ انہوں نے زمین کی کونسی چیز پیدا کی یا آسمانوں کی پیدائش میں ان کی کسی قسم کی شرکت ہے ؟-

الغرض کائنات اور کائنات کی تمام اشیاء کی تخلیق ہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ہر قسم کے شرک کی جڑیں کٹ جاتی ہیں، کسی ایک چیز کا بھی اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی خالق نہیں لہذا کوئی بھی اللہ تعالےٰ کے علاوہ الٰہ نہیں، الٰہ وہی ہو سکتا ہے جو خالق ہو، لہذا الٰہ کے تمام حقوق جو بندوں پر عائد ہوتے ہیں وہ مخلوق کے لئے کیسے جائز ہو سکتے ہیں، جو تخلیق میں شریک نہیں وہ نہ اللہ تعالےٰ کی ذات میں شریک ہو سکتا ہے، نہ اس کی صفات کاملہ میں شریک ہو سکتا ہے، اور نہ اُس کے حقوقِ عبادات و اطاعت میں شریک ہو سکتا ہے ۔ وہی خالق ہے لہذا وہی مالک و مختار ہے، وہی کارساز و حاجت روا ہے، وہی معبود و مطاع ہے، وہی مشکل کشا اور دافع البلاء ہے، وہی عالم الغیب ہے، وہی نذر و نیاز کا مستحق ہے، وہی ہر شخص کی پکار کو ہر جگہ سے سننے والا اور ہر ایک کی فریاد رسی کرنے والا ہے، وہ یکتا و تنہا ہے، اس کا کوئی رشتہ دار نہیں، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے ۔

عمل

اے لوگو، توحید پر مضبوطی سے جمے رہیئے ۔ اللہ تعالےٰ کو خالق مانیئے اور سب کو مخلوق،

اللہ تعالیٰ کو مختار سمجھیئے اور مخلوق کو بے بس و عاجز، لہذا صرف اسی کو پکاریئے جو مختار ہے، اپنی تمام عبادات، تمام حاجات، تمام مرادیں، تمام منتیں، تمام امیدیں صرف اُسی ایک ذاتِ واحد سے وابستہ رکھیئے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ
كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ
حُبًّا لِّلّٰهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا
اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ
لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ
اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا
وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ

بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ
مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ
يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ
عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ
مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾

ترجمہ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے علاوہ (دوسروں کو اللہ کا) شریک بناتے ہیں (یعنی) ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کرنی چاہیئے، حالانکہ ایمان والوں کو تو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے اور اگر یہ ظالم لوگ جو بات عذاب کے وقت دیکھیں گے (ابھی) دیکھ لیتے (تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ) بے شک تمام قوتوں کا مالک صرف اللہ ہے اور یہ کہ بے شک اللہ (بہت) سخت عذاب دینے والا ہے ﴿۱۶۵﴾ (اور اے لوگو، اس وقت کا تصور کرو) جب متبوع اپنے تابعین سے بیزاری کا اظہار کریں گے (وہ ایسا وقت ہوگا کہ) سب عذاب کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے اور ان کے آپس کے تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے ﴿۱۶۶﴾ اس وقت (ان کے تابعین حسرت سے) کہیں گے کہ اگر ایک مرتبہ اور ہم دنیا میں چلے جائیں تو ہم ان سے اسی طرح بیزار ہوں گے جس طرح (آج) یہ ہم سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں، (الغرض) اس طرح اللہ ان کو ان کے اعمال باعث حسرت و ندامت

بنالر دکھائے گا(وہ) دوزخ (میں ڈال دئے جائیں گے اور پھر اس میں) سے نکل نہیں سکیں گے۔ (۱۶۷)

معانی ومصادر (یَتَّخِذُ) اِتَّخَذَ ، یَتَّخِذُ ، اِتِّخَاذٌ (باب افتعال) بنانا۔
(اَنْدَادًا) اَنْدَادٌ = نِدٌّ کی جمع = مثل، نظیر۔
(یُحِبُّوْنَ)(حُبٌّ) اَحَبَّ ، یُحِبُّ ، اِحْبَابٌ (باب افعال) محبت کرنا۔
(اَشَدُّ) (شَدِیْدٌ) شَدَّ ، یَشُدُّ ، شَدٌّ (ن) باندھنا، بلند ہونا، قوت دینا۔ شَدَّ ، یَشِدُّ ، شِدَّةٌ (ض) قوی ہونا [شدید = قوی، شجاع، مضبوط، اَشَدُّ اسم تفضیل ہے]
(یَرَی) (رَاَوْا) رَاٰی ، یَرْیٰ ، رُؤْیَةٌ وَرَأْیٌ وَرَاءَةٌ وَرِئْیَانٌ (ف) دیکھنا۔
(قُوَّةٌ) قَوِیَ ، یَقْوٰی ، قُوَّةٌ (س) قوی ہونا۔
(تَبَرَّأَ) تَبَرُّأٌ ، یَتَبَرَّأُ ، تَبَرُّءٌ (باب تفعّل) بیزار ہونا۔
(تَقَطَّعَتْ) تَقَطَّعَ ، یَتَقَطَّعُ ، تَقَطُّعٌ (باب تفعّل) ٹکڑے ٹکڑے کرنا، منقطع ہونا۔
(اَسْبَابُ) سَبَّ ، یَسُبُّ ، سَبٌّ (ن) کاٹنا [سبب = رسّی، ذریعہ، اس کی جمع اسباب ہے]
(کَرَّةً) کَرَّ ، یَکُرُّ ، کُرُوْرٌ (ن) لوٹنا۔ کَرَّ ، یَکُرُّ ، کَرٌّ (ن) لوٹانا۔
(یُرِیْ) اَرٰی ، یُرِیْ ، اِرَاءَةٌ (باب افعال) دکھانا۔
(حَسَرٰتٍ) حَسَرَ ، یَحْسَرُ ، حَسَرٌ وحَسْرَةٌ (ف) حسرت زدہ ہونا، رنجیدہ ہونا [حَسَرَاتٍ = حَسْرَةٌ کی جمع]

تفسیر مؤمن کو سب سے زیادہ محبت اللہ ذوالجلال والاکرام سے ہوتی ہے، وہ شخص مؤمن کیسے ہوسکتا ہے جو کسی دوسرے سے اللہ تعالےٰ کے برابر محبت کرے یا کسی دوسرے سے ایسی محبت کرے جیسی محبت اللہ تعالےٰ سے کرنی چاہیئے، کسی دوسرے سے اللہ تعالےٰ کے برابر محبت کرنا گویا اس کو شریک فی المحبت بنانا ہے، اگر کسی دوسرے سے محبت کرنی ہے تو اللہ تعالےٰ کے لئے کرنی ہے، اللہ تعالےٰ سے جس شخص کا جتنا زیادہ تعلق ہوگا اسی قدر وہ ہماری محبت کا مستحق ہوگا، اللہ تعالےٰ کا سب سے زیادہ تعلق نبیوں سے ہوتا ہے لہذا مخلوقات میں سب سے زیادہ محبت نبیوں سے ہونی چاہیئے، نبیوں میں سب سے زیادہ تعلق اللہ تعالےٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لہذا ہمیں مخلوقات میں سب سے زیادہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَ (اے رسول) کہہ دیجئے تمہارے باپ،

اِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

(التوبۃ - ۲۴)

تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، (تمہارے) مال جنہیں تم نے کمایا ہے، (تمہاری) تجارت جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے رہتے ہو اور (تمہارے) پسندیدہ مکانات اگر تم کو اللہ، اس کے رسول اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) صادر فرمائے اور (یہ اچھی طرح سمجھ لو) کہ اللہ ایسے فاسق لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلا کر منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ (یعنی ایسے لوگ جو اللہ تعالےٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلہ میں دوسرے لوگوں یا چیزوں کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں وہ ہدایت یاب نہیں ہوتے، وہ منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی سیدھے راستہ سے بھٹک جاتے ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ، مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَّا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَ مَنْ يَّكْرَهُ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب من کرہ ان یعود فی الکفر جزء اول ص۱۲ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الایمان جزء اول ص۳۷)

تین باتیں جس شخص میں ہوں گی اس نے ایمان کی مٹھاس پالی (۱) اُسے اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) جب وہ کسی بندے سے محبت کرے تو بس صرف اللہ کے لئے محبت کرے، اور (۳) جب اسے اللہ کفر سے نجات دیدے تو پھر وہ کفر میں واپس جانے کو اتنا بُرا سمجھے جتنا آگ میں گرائے جانے کو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کرنی چاہئے اور یہ کہ اگر کسی دوسرے سے محبت کرنی ہو تو اللہ تعالےٰ کو بنیاد بنائے، اگر گمان غالب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے تو اس سے اللہ کے لئے محبت کرے، اگر اس بندے کا اللہ تعالےٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے تو اس سے محبت نہ کرے اور کفر میں واپس لوٹنے کو بہت بُرا سمجھے۔ جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں اسی کا ایمان میٹھا ہوگا، وہی ایمان کی حلاوت اور چاشنی کا مزا پائے گا اور جس شخص میں یہ باتیں نہیں ہوں گی اس کے ایمان میں کوئی مٹھاس نہیں ہوگی، اس کا ایمان پھیکا اور نا کارہ ہوگا۔

الغرض سب سے زیادہ محبت اللہ تعالےٰ سے کرنی چاہیئے، جو لوگ دنیا میں دوسروں سے اللہ تعالےٰ کے برابر محبت کرتے ہیں اور پھر انہی کے ہو جاتے ہیں وہ لوگ ان کو اپنا مرکز محبت ہی نہیں مانتے بلکہ اپنی امیدوں، مرادوں اور نذر و نیاز کا ماویٰ بھی انہی کو سمجھنے لگتے ہیں، وہ شرک فی المحبت کے ساتھ دوسرے اقسام کے شرک بھی کرنے لگتے ہیں، انہیں قوت و سطوت کا مالک، مختار اور مستعان سمجھنے لگتے ہیں، ایسے لوگ جب میدانِ محشر میں پہنچیں گے تو اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ تمام قوتوں کا مالک تو صرف اللہ تعالےٰ ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ ہی سخت عذاب دینے والا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر قیامت کا وہ منظر یہ لوگ ابھی دنیا میں دیکھ لیتے تو کتنا اچھا ہوتا یعنی اپنے ایمان و ایقان کی قوت کے ساتھ قیامت کے ہولناک مناظر کا تصور اپنے ذہن میں بٹھاتے، قیامت کے ہولناک مناظر کا پیکر خیالی کا اپنی روحانی آنکھ سے مشاہدہ کرتے تو دل کی دنیا بدل جاتی، حالات سدھر جاتے، شرک اور دوسری بداعمالیاں چھوٹ جاتیں، پھر نہ یہ غیر اللہ سے اللہ تعالےٰ کے برابر محبت کرتے اور نہ ان کو قوتوں کا مالک اور مرادوں کا بر لانے والا سمجھتے لیکن افسوس ہے کہ یہ لوگ دنیا میں ایسی باتیں سوچنے بھی نہیں، ان کے متبوعین اور ان کے پیروں نے انہیں گمراہ کر رکھا ہے یہی پیر و مرشد میدان محشر میں اپنے ان پیروی کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا، اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا، تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ۝ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ۝

(القصص-۶۳ و ۶۴)

جن لوگوں پر عذاب کا حکم ثابت ہو جائے گا (تو اس وقت وہ کہیں گے) اے ہمارے رب، یہ لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا، جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے ان کو بھی گمراہ کیا، اب ہم تیری جناب میں ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے اور جب (مشرکین سے) کہا جائے گا اپنے شریکوں کو بلاؤ، وہ بلائیں گے لیکن وہ شریک جواب نہ دے سکیں گے (تمام تعلقات منقطع ہو

چکے ہوں گے، جواب کیسے ملے) اب تو وہ عذاب کو (اپنے سامنے) دیکھ رہے ہوں گے اور یہ تمنا کر رہے ہوں گے کاش وہ ہدایت پر ہوتے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝

(الاحقاف - ۵و۶)

اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے علاوہ ایسے شخص کو پکارے جو قیامت تک اُسے جواب نہ دے سکے بلکہ یہ لوگ (جن کو اللہ کے علاوہ پکارا جا رہا ہے) ان کی پکاروں سے غافل ہیں (انہیں خبر ہی نہیں کہ کوئی انہیں پکار رہا ہے) اور جب سب لوگ (قیامت کے روز) جمع کئے جائیں گے تو وہ شرکاء اپنے عابدوں کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔

دوسری جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝

(مریم - ۸۲)

(معبودانِ باطل) ہرگز (اپنے عابدوں کے کام) نہ (آسکیں گے بلکہ) ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے دشمن ہو جائیں گے۔

جو لوگ اللہ تعالےٰ کے علاوہ دوسروں کو مدد کے لئے پکارتے ہیں، دوسروں سے مرادیں مانگتے ہیں، دوسروں کے سامنے جھکتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، دوسروں کے آستانوں کی زیارت کے لئے سفر کرتے ہیں، دوسروں کی نذر و نیاز کرتے ہیں، یہ سب ان دوسروں کی عبادت کر رہے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ شرعی معاملات میں اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ امام یعنی رسول کے علاوہ کسی اور کو اپنا امام یا مرشد بنا لیتے ہیں پھر بغیر تحقیق اور بلا پس و پیش اس کے کہنے پر چلتے ہیں، اس کے فتووں کو دین سمجھتے ہیں، خلافِ شرع کاموں میں بھی اس کو اپنا مطاع و پیشوا سمجھتے ہیں، یہ بھی اس امام یا مرشد کی عبادت ہی کرتے ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا

یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور اپنے مشائخ کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنا رکھا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں تو یہ حکم دیا

وَاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (التوبۃ-۳۱)

گیا تھا کہ ایک الٰہ کی عبادت کریں اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

الغرض قیامت کے دن تمام معبودانِ باطل اپنے عابدوں اور پیروی کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے، یہ پیروی کرنے والے اس وقت افسوس وحسرت کے ساتھ تمنا کریں گے کہ کاش ایک مرتبہ وہ دنیا میں اور چلے جائیں تو پھر وہ ان سے ایسے ہی بیزاری کا اظہار کریں گے جس طرح وہ آج بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں، اللہ تعالٰے ان سب کے اعمال ضائع کر دیگا اور وہ اپنے اعمال کو حسرت وندامت کے ساتھ دیکھیں گے کہ کس طرح ان کے اعمال ضائع کر دئے گئے۔ ایسے تمام لوگ جنہوں نے دوسروں سے اللہ تعالٰے کے برابر محبت کر کے ان کو اللہ تعالٰے کا شریک بنا لیا تھا، جنہوں نے اللہ کے احکام کو چھوڑ کر دوسروں کے احکام پر عمل کرنا ثواب سمجھ رکھا تھا دوزخ میں داخل کر دئے جائیں گے اور پھر وہ کبھی اس میں سے نکل نہیں سکیں گے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ (المائدۃ-۷۲)

بے شک جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کریگا، اللہ جنت کو اس پر حرام کر دیگا، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور (وہاں) ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

عمل

اے لوگو، سب سے زیادہ محبت اللہ تعالٰے سے کیجئے، دوسروں سے اللہ تعالٰے کے برابر محبت نہ کیجئے، یہ شرک ہے، جس کسی سے محبت کیجئے تو اللہ تعالٰے کے لئے کیجئے، اللہ تعالٰے کے دوستوں سے محبت کیجئے، اللہ تعالٰے کے دشمنوں سے بغض رکھیئے۔

اللہ تعالٰے کی اطاعت کیجئے یا اس کی اطاعت کیجئے جس کی اطاعت کو خود اللہ تعالٰے فرض کر دے، اپنی طرف سے خود کسی کی اطاعت کو اپنے اوپر واجب نہ کیجئے، اللہ کے حقوق میں کسی کو شریک نہ کیجئے۔

اللہ تعالٰے ہمارا سب کا محبوب ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے محبوب ہیں، محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کے ہر حکم کو بلا چون وچرا تسلیم کرے لہذا اللہ تعالٰے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر سختی سے عمل کیجئے اور کیونکہ محب اپنے محبوب کے حکم ہی کو نہیں مانتا بلکہ اس کی ہر ادا پر مر مٹتا ہے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر وارفتگی کے ساتھ عمل کیجئے اور محبت کا عملی ثبوت دیجئے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ
حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ
الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾
اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ
وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ اے لوگو، زمین کی وہ چیزیں کھاؤ جو حلال و طیّب ہیں اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ﴿۱۶۸﴾ وہ تو تم کو برائی اور بے حیائی ہی کے کاموں کا حکم دے گا اور (اس بات کا حکم دیگا) کہ تم اللہ کی طرف (جھوٹ) باتیں منسوب کرو جن کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ﴿۱۶۹﴾

معانی و مصادر

النّاس = لوگ

(كُلُوْا) اَكَلَ، يَاْكُلُ، اَكْلٌ و مَاْكَلٌ (ن) کھانا۔

(حَلَال) حَلَّ، يَحِلُّ، حِلٌّ (ض) حلال ہونا، احرام اتارنا۔

(طَيِّبٌ) طَابَ، يَطِيْبُ، طِيْبٌ و طَابٌ و طِيْبَةٌ (ض) اچھا ہونا، خوشحال ہونا، [طَيِّبَةٌ = اچھا، حلال]۔

(خُطُوَات) خَطَا، يَخْطُوْ، خَطْوٌ (ن) چلنا [خطوات = خُطْوَةٌ کی جمع = قدم]

(تَتَّبِعُوْا) اِتَّبَعَ، يَتَّبِعُ، اِتِّبَاعٌ (باب افتعال) پیچھا کرنا، پیروی کرنا۔

(عَدُوٌّ) عَدَا، يَعْدُوْ، عَدْوٌ، عُدْوٌ و عُدْوَانٌ (ن) زیادتی کرنا، ظلم کرنا [عَدُوٌّ = دشمن]

(مُبِیْنٌ) اَبَانَ، یُبِیْنُ، اِبَانَۃٌ (باب افعال) واضح کرنا، کاٹ دینا [مُبِیْنٌ = اسم فاعل ہے، اس کے معنی "واضح" ہیں]۔
(یَاْمُرُ) اَمَرَ، یَاْمُرُ، اَمْرٌ و اِمَارٌ (ن) حکم دینا۔
(سُوْٓءِ) سَاءَ، یَسُوْءُ، سَوَاءٌ (ن) برا ہونا [سُوْءٌ = برائی]۔
(فَحْشَآءِ) فَحُشَ، یَفْحُشُ، فُحْشٌ و فَحَاشَۃٌ (ک) برائی میں حد سے بڑھ جانا [فَحْشَآءِ = وہ کام جو برائی میں حد سے بڑھ جائے، زنا]

تفسیر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو، روئے زمین پر جو چیزیں پائی جاتی ہیں ان میں سے صرف وہی چیزیں کھایا کرو جو حلال اور پاکیزہ ہیں۔ حرام اور خبیث چیزیں نہ کھایا کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ○
(المآئدۃ-۸۸)

(اے ایمان والو) اللہ تعالےٰ نے جو حلال و طیب چیزیں تمہیں عطاء فرمائی ہیں (بس) اسی میں سے کھایا کرو اور اللہ سے، جس پر تم ایمان لائے ہو، ڈرتے رہا کرو (نافرمانی کر کے تم عذابِ الٰہی سے بچ نہیں سکتے)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا۔
(النحل-۱۱۴)

اللہ نے جو حلال اور طیب چیزیں تمہیں دی ہیں (بس) انہی میں سے کھایا کرو۔

حرام اور خبیث چیزوں کا کھانا شیطان کی پیروی کرنا ہے، اُس کے حکم پر چلنا ہے، اس کے حکم پر نہ چلو، اس کے بہکائے میں نہ آؤ، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اس کی دشمنی ظاہر ہے، یہ کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے کہ تم نہ جانتے ہو، جان بوجھ کر دشمن کے دھوکے میں آجانا بڑی نادانی کی بات ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا○
(بنی اسرآئیل-۵۳)

بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا۔
(فاطر-۶)

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے لہذا اُسے دشمن سمجھو (اور اس کے مکر و فریب سے ہوشیار رہو)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ○
(الفرقان - ۲۹)

شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے (وہ وقت پر کام نہیں آتا، چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○
(الزخرف - ۶۲)

شیطان تمہیں (اتباع رسول سے) نہ روک دے بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

شیطان کی پیروی کرنا یعنی اس کے بہکائے میں آکر اس کا کہنا مان لینا یہ درحقیقت شیطان کی عبادت کرنا ہے، اس سے بچنا بڑا ضروری ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○
(یٰسٓ - ۶۰)

اے بنی آدم کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اللہ تعالےٰ نے شیطان کی دشمنی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ شیطان تو تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے، اس کا کام ہی یہی ہے کہ وہ انسان سے بُرے کام کروائے، دشمن کا کام سوائے نقصان پہنچانے کے اور کیا ہوتا ہے لہٰذا آخرت میں نقصان پہنچانے کے لئے شیطان تمہیں گناہوں اور اللہ تعالےٰ کی نافرمانیوں پر اُکساتا ہے، وہ تمہیں ترغیب دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ باتیں منسوب کرو، اللہ تعالےٰ پر افتراء پردازی کرو، حلال و حرام کا فیصلہ خود کرو اور کہو کہ یہ فیصلہ اللہ تعالےٰ کا ہے، بُرے کام کرو اور کہو کہ اللہ تعالےٰ کا یہی حکم ہے۔ شیطان کے بہکانے سے ایسا ہوتا رہا ہے اور قرآن مجید میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○
(اٰل عمران - ۷۸)

بے شک اہل کتاب میں بعض ایسے ہیں جو کتاب الٰہی کو زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں تاکہ تم یہ سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں کتاب میں ہے حالانکہ وہ کتاب میں نہیں ہوتا، وہ کہتے ہیں کہ یہ (حکم) اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہوتا بلکہ وہ جان بوجھ کر اللہ پر افتراء کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔

(البقرۃ - ۷۹)

اہل کتاب اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے (حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(الاعراف - ۲۸)

یہ کافر جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایسا ہی کرتے پایا ہے اور اللہ نے بھی ہمیں یہی حکم دیا ہے، (اے رسول) کہہ دیجئے کہ اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرتے ہو جس کا تمہیں خود علم نہیں۔

عمل

اے لوگو، صرف حلال و پاکیزہ چیزیں کھائیے، شیطان کا کہنا نہ مانیئے، حلال و حرام کا فیصلہ خود نہ کیجئے، حلال و حرام کا فیصلہ کرنا گویا اللہ تعالےٰ پر جھوٹ بولنا ہے، اس سے بچیئے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝

(النحل - ۱۱۶)

اپنی زبان سے یونہی جھوٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تمہارا ایسا کرنا تو گویا اللہ پر جھوٹ افتراء کرنا ہے اور بے شک جو لوگ اللہ پر افتراء کرتے ہیں وہ (کبھی) فلاح نہیں پا سکتے۔

نوٹ:۔ حلال اور حرام چیزوں کی تفصیل انشاء اللہ سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ کی تفسیر میں بیان کی جائے گی۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا
عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُهُمْ
لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٧٠﴾

ترجمہ اور جب (کافروں سے) کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں، نہیں ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس چیز کی پیروی کرتے ہوئے ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا (افسوس) کیا اس حالت میں بھی وہ اپنے آباء واجداد کی پیروی کریں گے کہ ان کے آباء واجداد نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے راستہ پر ہوں ﴿١٧٠﴾

معانی ومصادر (اَلْفَيْنَا) اَلْفٰى، يُلْفِيْ، اِلْفَاءٌ (باب افعال) پانا [مادہ ل، ف، ی ہے]۔
(يَعْقِلُوْنَ) عَقَلَ، يَعْقِلُ، عَقْلٌ (ض) سمجھنا۔

تفسیر کافروں کی یہ پرانی عادت رہی ہے کہ جب کبھی ان سے ایمان لانے کے لئے کہا گیا تو وہ آبائی تقلید کا سہارا لیتے رہے، ہمیشہ وہ یہی کہہ دیا کرتے تھے کہ ہمارے آباء واجداد حق پر تھے لہذا ہم انہی کے راستہ کی پیروی کریں گے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا
عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ
يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝
(لقمٰن - ٢١)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر اپنے آباء واجداد کو پایا، کیا ایسی حالت میں بھی (یہ ان کی پیروی کریں گے) کہ شیطان (ان کی پیرو

خوشنما بہانے سے) ان کو دوزخ کی طرف بلا رہا ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

(الزخرف - ۲۲)

ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک (خاص) راستہ پر پایا اور ہم انہی کے قدم بقدم چلیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝

(الزخرف - ۲۳)

(اے رسول) اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے (جب کبھی) کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایک (خاص) راستہ پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل کر ان کی پیروی کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝

(المائدۃ - ۱۰۴)

جب کافروں سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور رسول کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں جس راستہ پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا وہی ہمارے لئے کافی ہے (اے رسول، ان سے پوچھئے) کیا ایسی صورت میں بھی ان کا راستہ کافی ہے کہ نہ انہیں کچھ علم ہو اور نہ وہ سیدھے راستہ پر ہوں۔

آبائی تقلید یہ ایسا مہلک مرض ہے کہ اس مرض کا کوئی مریض مشکل ہی سے شفا پاتا ہے۔ آباء و اجداد کو معیار حق سمجھنا بہت بڑی نادانی ہے، ہر شخص اپنے آباء واجداد کو حق پر سمجھتا ہے، یہی نہیں بلکہ انہیں معیارِ حق تسلیم کرتا ہے، اس طرح لاتعداد معیارِ حق وجود میں آتے ہیں، معیاروں کا اتنی کثیر تعداد میں ہونا انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ ان معیاروں کی اتنی بڑی تعداد خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ معیار حق نہیں ہو سکتے، معیارِ حق تو بس ایک ہو سکتا ہے، لیکن اتنی معمولی بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی، عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور قلب پر مہر لگ جاتی ہے، اب ہدایت نصیب ہو تو کیسے اور ذہن بدلے تو کس طرح؟

آباء واجداد بھلا کس طرح معیارِ حق ہو سکتے ہیں، نہ انہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے وہ عقلِ سلیم عطاء ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ منشائے الٰہی کے عین مطابق حق و باطل میں تمیز کر سکیں، نہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل کردہ ہدایت پر کامل طور پر کاربند ہوتے ہیں کہ انہیں راہِ حق کا معیار سمجھ لیا جائے، ان خصوصیات کے حامل تو صرف انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں کہ وہ بالکل منشائے الٰہی کے مطابق حق و باطل میں تمیز کرتے ہیں، وہ اللہ تعالےٰ کی ہدایت کو براہِ راست اللہ تعالےٰ سے پاکر اس پر کامل طور پر چلتے ہیں، ان کے متعلق یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ حق پر ہیں، لہٰذا وہی معیارِ حق ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ۔

(یوسف - ۱۰۸)

(اے رسول) کہہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے، میں بصیرت و سمجھ بوجھ کے ساتھ اللہ کی طرف بلا رہا ہوں اور جو شخص میری پیروی کرے گا وہ بھی ایسا ہی کریگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب - ۲۱)

رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

عمل

اے لوگو، اپنے آباء واجداد کو معیارِ حق نہ بنائیے، معیارِ حق تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت ہے جو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائی تھی، اُسی پر اپنے آباء واجداد کو پرکھیئے، اگر وہ اس کے مطابق تھے تو حق پر تھے، اگر مطابق نہیں تھے تو حق پر نہیں تھے، آپ ان کی پیروی نہ کیجئے بلکہ حق کی پیروی کیجئے، کسی فرقہ وارانہ مذہب کو محض اپنے باپ دادا کے ماننے کی وجہ سے نہ مانیئے بلکہ قرآن و حدیث پر براہِ راست عمل کیجئے، وہ یقیناً حق ہے اس کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ مذاہب اگر حق پر ہوتے تو سب ایک ہی بات کہتے، ان کا آپس میں شدید اختلاف اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ ان میں سے کوئی بھی حق یعنی دینِ اسلام کی ترجمانی نہیں کرتا، دین اسلام قرآن حدیث میں مکمل ہوا تھا اور انہی میں محفوظ ہے، لہٰذا قرآن و حدیث پر عمل کیجئے، تمام فرقہ وارانہ مذاہب کو چھوڑ دیجئے اور تمام فرقوں سے علیٰحدہ ہو جائیے۔ ان تمام مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کی پابندی آبائی تقلید کی بنیاد پر قائم ہے اور جب آبائی تقلید کی کوئی حیثیت نہیں تو ان فرقہ وارانہ مذاہب پر کاربند رہنا باطل بنیاد پر قائم رہنا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ۔

(الاعراف - ۳)

جو شریعت تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے علاوہ ولیوں کی پیروی نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا۔

(صحیح بخاری کتاب الفتن باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ جزء ۹ ص ۶۵ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظہور الفتن جزء ۲ ص ۱۳۵)

تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جانا۔

اے لوگو، مندرجہ بالا آیت وحدیث پر سختی سے عمل کیجئے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ
الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا
دُعَآءً وَّنِدَآءً صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ
فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

ترجمہ اور کافروں (کو ہدایت کی طرف بلانے) کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسے آدمی کو آواز دے جو پکار اور ندا کے سوا کچھ نہ سن سکے، (مزید برآں) یہ تو بہرے بھی ہیں، گونگے بھی ہیں اور اندھے بھی ہیں لہذا یہ سمجھ نہیں سکتے ﴿۱۷۱﴾

معانی ومصادر (مَثَلٌ) مَثَلَ، يَمْثُلُ، مُثُوْلٌ (ن) مثل ہونا، ظاہر ہونا، غائب ہونا۔

(يَنْعِقُ) نَعَقَ، يَنْعِقُ، نَعْقٌ و نَعِيْقٌ ونُعَاقٌ (ض۔ف) کائیں کائیں کرنا، چیخنا۔

(دُعَاء) دَعَا، يَدْعُوْ، دُعَاءٌ و دَعْوٰى (ن) پکارنا۔

(نِدَاءٌ) نَادٰى، يُنَادِيْ، مُنَادَاةٌ ونِدَاءٌ (باب مفاعلۃ) پکارنا۔

(صُمٌّ) صَمَّ يَصَمُّ، صَمٌّ و صَمَمٌ (ف) بہرا ہونا [صُمٌّ = اَصَمُّ کی جمع = بہرے]

(بُكْمٌ) بَكِمَ، يَبْكَمُ، بَكَمٌ و بَكَامَةٌ (س) گونگا ہونا، [بُكْمٌ = اَبْكَمُ کی جمع۔ گونگے]

(عُمْيٌ) عَمِيَ، يَعْمٰى، عَمًى (س) اندھا ہونا [عُمْيٌ = اَعْمٰى کی جمع = اندھے]

تفسیر کافروں کو جب اسلام کی دعوت دی جاتی تھی تو آبائی تقلید کا بہانا بنا کر قبول حق سے انکار کر دیتے تھے، وہ اپنے آباء واجداد کو معیار حق سمجھتے تھے، اس معیار پر وہ انبیاء علیہم السلام کی باتوں کو پرکھتے تھے اور کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی باتیں ان کے آباء واجداد کے خلاف

ہوتی تھیں لہذا ان کا انکار کر دیا کرتے تھے، ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی ایسے آدمی یا جانور کو پکارے جو آواز تو سُن لے لیکن یہ نہ سمجھ سکے کہ اس سے کیا کہا جا رہا ہے، ایسے آدمی یا جانور کو پکارنا بے سود ہوگا، نہ وہ پکارنے والے کی بات سمجھے گا نہ اس کی بات سے استفادہ حاصل کرے گا، یہی حال ان کافروں کا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر، یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو سن بھی نہیں سکتے اس لئے کہ ان کی روحانی قوتِ سماعت زائل ہو چکی ہے، یہ روحانی لحاظ سے بہرے، گونگے اور اندھے ہیں لہذا نہ کسی سے پوچھ سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ (الزخرف ۔ ۴۰)

(اے رسول) کیا آپ بہروں کو سُنا سکتے ہیں یا اندھوں کو راستہ بتا سکتے ہیں؟ (نہیں)

یہ بہرے ہیں، ان کو آپ سُنا نہیں سکتے، یہ گونگے ہیں لہذا آپ سے راستہ پوچھ بھی نہیں سکتے، اندھے ہیں لہذا صحیح راستہ کو دیکھ بھی نہیں سکتے، ان کو ہدایت کیسے مل سکتی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَفَاَنْتَ تَهْدِی الْعُمْیَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ○ (یونس ۔ ۴۳)

(اے رسول) کیا آپ اندھوں کو راستہ بتا سکتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ کچھ دیکھ ہی نہیں سکتے ہوں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ (النمل ۔ ۸۱، الروم ۔ ۵۳)

(اے رسول) آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر صحیح راستہ نہیں بتا سکتے۔

جس طرح گونگے اندھے اور بہرے کو صحیح راستہ پر چلانا مشکل ہے اسی طرح ان کافروں کو جو آباء واجداد کو معیارِ حق سمجھتے ہیں صحیح راستہ پر لانا مشکل ہے۔ راستہ کو پا لینے کے تین ذریعہ ہو سکتے تھے وہ تینوں معدوم ہیں، یہ روحانی طور پر بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، انکی روحانی صلاحیتیں معدوم ہو چکی ہیں، یہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ صحیح راستہ کونسا ہے لہذا ان کا صحیح راستہ پر آنا مشکل ہے۔

عمل

اے لوگو، آباء واجداد کو معیارِ حق نہ بنائیے ورنہ آپ کی روحانی صلاحیتیں معدوم ہو جائیں گی پھر آپ ہدایت سے محروم رہ جائیں گے، حق اس چیز کو سمجھیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝

(محمد - ۲)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اس چیز پر بھی ایمان لائے جو محمد پر نازل کی گئی اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اللہ ان کے گناہوں کو دور کر دیگا اور ان کی حالت کی اصلاح فرمائے گا۔

اللہ تعالےٰ نے اُس شریعت کے حق ہونے کی گواہی دی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ لہذا اس کا حق ہونا یقینی ہے، اس یقینی حق ہی کو معیارِ حق بنائیے۔ غیر یقینی مزید برآں یقینی حق سے ٹکرانے والی چیز کبھی حق نہیں ہو سکتی، اس سے بچیئے۔

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ
مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ اِنْ
كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا
حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ
وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ
لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ
وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

ترجمہ اے ایمان والو، جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں عطاء فرمائی ہیں ان میں سے کھاؤ (پیو) اور اگر تم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کرو ﴿۱۷۲﴾ بے شک اللہ نے تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام لیا

جائے حرام کردی ہے، البتہ جو شخص (فاقہ سے) مجبور ہو جائے تو اس پر ان چیزوں کے کھا لینے کا کوئی گناہ نہیں ہوگا بشرطیکہ اللہ کی نافرمانی (کی نیت) نہ ہو اور نہ حد سے تجاوز کرے (ایسی حالت میں حرام چیز کھا لینے کو اللہ معاف کر دے گا کیونکہ) بے شک اللہ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے (۱۷۳)

معانی ومصادر (رَزَقْنَا) رَزَقَ ، یَرْزُقُ ، رَزْقٌ (ن) دینا۔
(اُشْکُرُوْا) شَکَرَ، یَشْکُرُ، شُکْرٌ وشُکُوْرٌ وشُکْرَانٌ (ن) شکر ادا کرنا، قدر دانی کرنا۔
(تَعْبُدُوْنَ) عَبَدَ، یَعْبُدُ، عِبَادَۃٌ ، عُبُوْدِیَّۃٌ وعُبُوْدَۃٌ ومَعْبَدٌ (ن) عبادت کرنا۔
(مَیْتَۃٌ) مَاتَ ، یَمُوْتُ ، مَوْتٌ (ن) مرنا۔ [مَیْتٌ = مردار، اس کا مؤنث مَیْتَۃٌ ہے]
(حَرَّمَ) حَرَّمَ ، یُحَرِّمُ ، تَحْرِیْمٌ (باب تفعیل) حرام کرنا۔
(اُھِلَّ) اَھَلَّ، یُھِلُّ، اِھْلَالٌ (باب افعال) ظاہر ہونا، آواز بلند کرنا، لبیک کہنا۔
(اُضْطُرَّ) اِضْطَرَّ، یَضْطَرُّ، اِضْطِرَارٌ (باب افعلال) مجبور کرنا [اُضْطُرَّ، اِضْطَرَّ کا مجہول ہے] [مادّہ ض ر ر ہے]۔
(بَاغٍ) بَغٰی ، یَبْغِیْ ، بُغَاءٌ وبَغْیٌ وبُغْیَۃٌ (ض) ڈھونڈنا، حد سے گذر جانا، نافرمانی کرنا [بَاغٍ اسم فاعل ہے]۔
(عَادٍ) عَدَا ، یَعْدُوْ ، عَدْوٌ وعُدْوَانٌ (ن) حد سے گذر جانا [عَادٍ اسم فاعل ہے]۔
(اِثْمٌ) اَثِمَ ، یَاْثَمُ ، اِثْمٌ واَثْمٌ واَثَامٌ ومَاْثَمٌ (س) گناہ کرنا۔

تفسیر تمام چیزیں اللہ تعالےٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں اور تمام چیزیں انسان کی خاطر پیدا کی گئی ہیں خصوصاً زمین کی تمام چیزیں کسی نہ کسی لحاظ سے انسانوں کی ضرورت پورا کرنے اور انسانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرۃ - ۲۹)	اللہ تعالےٰ ہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے لئے پیدا کیں۔

اللہ تعالےٰ ہی نے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا پھر اللہ تعالےٰ ہی نے وہ چیزیں انسانوں کے تصرف میں دیں۔ ان تمام چیزوں کی تخلیق کا کوئی خاص مقصد ہے جس کو اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔ ان چیزوں میں سے اللہ تعالےٰ نے صرف ان چیزوں کے کھانے کی اجازت دی جو انسانوں کے لئے روحانی وجسمانی طور پر مفید تھیں اور ان چیزوں کو جو انسانوں کے لئے روحانی وجسمانی طور پر مضر تھیں کھانے سے منع کر دیا، وہ چیزیں جنہیں کھانے کی اجازت دی حلال و پاکیزہ کہلاتی ہیں اور وہ چیزیں جنہیں کھانے سے منع کر دیا حرام اور خبیث کہلاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس بات

پر زور دیا ہے کہ صرف حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا (البقرۃ - ۱۶۸)

اے لوگو، زمین کی وہ چیزیں کھاؤ جو حلال و طیب ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا (المائدۃ - ۸۸)

(اے ایمان والو) جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا کی ہیں ان میں سے کھاؤ (پیو)۔

اللہ تعالےٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ (النحل - ۱۱۴)

جو حلال اور پاکیزہ چیزیں اللہ نے تم کو دی ہیں ان میں سے کھاؤ (پیو) اور اگر تم صرف اُسی کی عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ۔ (المائدۃ - ۴)

(اے رسول) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کون کونسی چیزیں ان کے لئے حلال ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ) اگر تم صرف اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہو تو اس کی عبودیت کا تقاضا یہ ہے کہ کھانے پینے کے معاملے میں بھی اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرو۔ توحید کی شان ہی یہی ہے کہ جو شخص اطاعت و عبادت میں اللہ تعالےٰ کا بندہ بن گیا ہے، حلال و حرام چیزوں کے معاملہ میں بھی اسی کا بندہ بنے، اس کے حکم کے مطابق حلال و حرام کا فیصلہ کرے، حلال چیزیں کھائے اور حرام چیزوں سے بچے، حلال و پاکیزہ چیزوں پر قناعت کرے اور اپنی عبودیت کا واضح ثبوت دے، حلال و پاکیزہ چیزوں پر قناعت ہی دراصل اللہ تعالےٰ کا حقیقی شکر ہے، شکر صرف زبان سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَّقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ (سبا - ۱۳)

اے آل داؤد شکر ادا کرنے کے لئے عمل کرو، میرے بندوں میں شکر گذار (بندے) تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔

اب جو شخص حلال و حرام کے معاملہ میں اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت کرتا ہے وہی درحقیقت اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ صرف نماز روزہ ہی عبادت نہیں بلکہ حلال و حرام کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ

کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا بھی عبادت ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اگر تم صرف اللہ تعالےٰ کی عبادت کا دعویٰ کرتے ہو تو حلال وحرام کے معاملہ میں بھی صرف اسی کا فیصلہ مانو، یہ بھی عبادت ہے۔ اگر تم دوسری عبادتیں کرتے رہے اور صرف اللہ تعالےٰ کے لئے کرتے رہے لیکن حلال وحرام کے معاملے میں اللہ تعالےٰ کی اطاعت نہیں کی تو عبادت الٰہی کی تکمیل نہیں ہوئی، توحید بھی باقی نہیں رہی۔ حلال وحرام کے معاملے میں اللہ تعالےٰ کا فیصلہ بسروچشم مان لینا ہی درحقیقت عبادت ہے اور یہی شکر ہے۔ بغیر اس شکر کے ادا کئے کوئی شخص نہ اللہ تعالےٰ کا عابد بن سکتا ہے اور نہ موحّد [شکر کے سلسلہ میں مزید تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۲ کی تفسیر ص۴۹۱ پر ملاحظہ فرمائیں]

آیت زیر تفسیر کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَاِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِہِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ .وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ وَقَالَ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْہِ اِلَی السَّمَآءِ یَارَبِّ، یَارَبِّ وَمَطْعَمُہٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُہٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُہٗ حَرَامٌ وَغُذِّیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتہا جزء اول ص۴۰۶)

اے لوگو، بے شک اللہ پاک ہے اور وہ پاک چیز کے علاوہ کسی چیز کو قبول نہیں کرتا اور بے شک اللہ نے مؤمنین کو اسی چیز کا حکم دیا ہے، جس چیز کا حکم اس نے رسولوں کو دیا ہے اللہ نے فرمایا اے رسولو، پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ، نیک عمل کرتے رہو، بے شک جو کچھ تم کر رہے ہو میں اُس سے واقف ہوں۔ (المؤمنون ۔۵۱) اور (مؤمنین سے اللہ فرماتا ہے) اے ایمان والو، جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ (البقرۃ ۔۱۷۲) پھر آپ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کر رہا ہے، اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں، آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو دراز کرتا ہے (اور اس طرح کہتا ہے) اے میرے رب اے میرے رب، لیکن اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے، اس کی نشوونما حرام چیزوں سے ہو رہی ہے پھر کیسے ایسے آدمی کی دعاء قبول ہو گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام چیزیں کھانے، حرام چیزیں پینے، حرام کپڑے پہننے اور حرام کمائی سے اپنی پرورش کرنے والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی، جس شخص کی کمائی حرام ہو اس کی

ہر چیز جو اس کمائی سے خریدی جائے گی حرام ہو گی، اور حرام چیز کے استعمال کرنے والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی خواہ وہ کیسا ہی مصیبت زدہ، پریشان حال اور غریب الوطن کیوں نہ ہو۔

پھر اللہ تعالےٰ نے چند اہم چیزوں کی حُرمت کا ذکر فرمایا۔

(۱) مُردار

سب سے پہلی چیز جس کی حرمت کا ذکر اللہ تعالےٰ نے فرمایا، مُردار ہے، مُردار وہ جانور ہے جس پر بوقت ذبح اللہ تعالےٰ کا نام نہ لیا جائے یا جو بغیر ذبح کئے مر جائے خواہ وہ چوٹ سے مرے یا گر کر مرے یا کسی اور طرح مرے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۔

(المآئدۃ - ۳)

تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے حرام کر دی گئی ہیں اور وہ جانور بھی حرام کر دیا گیا ہے جو گلا گھٹ کر مر جائے، جو چوٹ لگ کر مر جائے، جو گر کر مر جائے، جو سینگ لگ کر مر جائے، اور وہ جانور جس کو درندے کھا جائیں سوائے اس صورت کے کہ (مرنے سے پہلے) تم اس کو ذبح کر لو۔

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ حلال جانوروں میں سے خود مر جانے والے جانور کے علاوہ وہ جانور بھی مردار ہیں جو گلا گھٹ کر، چوٹ لگ کر، گر کر، سینگ لگ کر، یا کسی درندے کے شکار کرنے کی وجہ سے مر جائیں، ہاں اگر مرنے سے پہلے ان جانوروں کو ذبح کر لیا جائے تو پھر وہ حلال ہو جائیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۔

(الانعام - ۱۲۱)

جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اُسے نہ کھاؤ، اس کا کھانا گناہ ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہ جانور بھی مُردار ہے جس پر اللہ تعالےٰ کا نام نہ لیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ فَكُلْ لَيْسَ الظُّفُرَ وَالسِّنَّ أَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ وَأَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ

(صحیح بخاری کتاب الذبائح باب ما انهر الدم من القصب جزء ۷ ص ۱۱۹)

جو چیز بھی خون بہا دے اور (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیا جائے تو اُسے کھا لیا کرو، البتہ ناخن اور دانت سے (ذبح نہ کرو)، ناخن تو حبشی لوگوں کی چھری ہے اور دانت ہڈی ہے۔

وصحیح مسلم کتاب الاضاحی باب جواز الذبح بکل ما انھر الدم جزء۲ صـ۱۸۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر

(۱) خون نہ نکالا جائے تو وہ جانور مردار ہے،

(۲) بوقت ذبح اللہ تعالےٰ کا نام نہ لیا جائے وہ بھی مردار ہے،

(۳) ناخن اور دانت سے ذبح کیا جائے وہ بھی مردار ہے،

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلم قوم کی مشابہت نہیں کرنی چاہیئے۔

مندرجہ بالا آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ خود مرجانے والے جانور پر کیونکہ نہ بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور نہ اس کا خون نکالا جاتا ہے لہذا وہ مردار ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ وَسَمّٰى وَكَبَّرَ (صحیح بخاری کتاب الاضاحی باب التکبیر عند الذبح جزء۷ صـ۱۳۳ وصحیح مسلم کتاب الاضاحی باب استحباب الضحیۃ جزء۲ صـ۱۸۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے، سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی کی، ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور اللہ کا نام لیا اور تکبیر کہی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

وَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ (صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب استحباب الضحیۃ جزء۲ صـ۱۸۲)

ذبح کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ ذبح کے وقت اللہ تعالےٰ کا نام لینا شرط حلّت ہے اور اللہ تعالےٰ کا نام اسی طرح لے جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا یعنی بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ کہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هٰهُنَا أَقْوَامًا حَدِيْثًا عَهْدُهُمْ بِشِرْكٍ يَأْتُوْنَا بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِيْ يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا أَمْ لَا قَالَ اذْكُرُوْا أَنْتُمْ

لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول یہاں بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ابھی نیا نیا شرک چھوڑا ہے، وہ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم کہ انہوں نے

اسمَ اللّٰہِ وَکُلُوْا۔
(صحیح بخاری کتاب التوحید جزء ۹ ص۱۴۶)

اس پر (بوقت ذبح) اللہ کا نام لیا گیا تھا یا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کا نام لو اور کھالو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نومسلم کے متعلق شک ہو کہ اس نے لاعلمی کی وجہ سے ذبح کرتے وقت اللہ تعالےٰ کا نام لیا ہے یا نہیں تو کھانے وقت بسم اللہ کہہ لینا چاہیئے۔ بوقتِ ذبح اللہ تعالےٰ کا نام لینا بہت ضروری ہے، بغیر اس کے ذبیحہ حلال نہیں ہوتا۔

الغرض تمام حلال جانور جو اس حالت میں مرجائیں کہ نہ ان پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور نہ ان کا خون نکالا گیا ہو مردار ہیں اور ان کا کھانا حرام ہے، البتہ دو مردار حلال ہیں (۱) ٹڈی اور (۲) مچھلی۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں۔

غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ کُنَّا نَاْکُلُ الْجَرَادَ
(صحیح بخاری کتاب الذبائح باب اکل الجراد جزء ۷ ص۱۱۱ وصحیح مسلم کتاب الصید جزء ۲ ص۱۷۶ واللفظ لمسلم)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات جہاد کئے، ہم ٹڈی کھایا کرتے تھے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

غَزَوْنَا جَیْشَ الْخَبَطِ وَاُمِّرَ اَبُوْعُبَیْدَۃَ فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِیْدًا فَاَلْقَی الْبَحْرُ حُوْتًا مَیِّتًا ۔۔۔ فَاَکَلْنَا مِنْہُ نِصْفَ شَھْرٍ ۔۔۔ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَۃَ ذَکَرْنَا ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کُلُوْا رِزْقًا اَخْرَجَہُ اللّٰہُ اَطْعِمُوْنَا اِنْ کَانَ مَعَکُمْ فَاَتَاہُ بَعْضُھُمْ فَاَکَلَہٗ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ سیف البحر جزء ۵ ص۲۱۱ وروی مسلم نحوہٗ فی صحیحہ فی کتاب الصید باب اباحۃ میتۃ البحر جزء ۲ ص۱۶۸)

ہم نے جیش الخبط کا جہاد کیا، ہم پر ابو عبیدہؓ کو امیر بنایا گیا تھا، (اس جہاد میں) ہم بہت بھوکے ہوگئے، (اسی اثناء میں) سمندر نے ایک مردہ مچھلی (ساحل پر) پھینک دی ۔۔۔۔ ہم اُسے نصف ماہ تک کھاتے رہے، پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا کھاؤ۔ یہ تو ایک رزق تھا جو اللہ نے (سمندر سے) نکالا تھا، اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ باقی ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ مجاہدین میں سے کسی نے کچھ گوشت لاکر آپ کو دیا، آپ نے اُسے تناول فرمایا۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ مچھلی اور ٹڈی بغیر ذبح کئے ہوئے ہی حلال ہیں۔

(۲) خون

دوسری چیز جس کو اللہ تعالےٰ نے حرام فرمایا خون ہے، خون سے مراد بہنے والا خون ہے، یعنی وہ خون جو کسی جانور سے ذبح کے وقت نکلتا ہے یا اس کے زخم سے نکلتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔

(الانعام - ۱۴۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ جو وحی مجھ پر بھیجی گئی ہے اس میں، میں ایسی کوئی چیز جسے کوئی کھانے والا کھاتا ہو حرام نہیں پاتا سوائے مردار کے، بہتے ہوئے خون کے، خنزیر کے گوشت کے اس لئے کہ وہ ناپاک ہے، یا وہ چیز کہ جس پر غیر اللہ کا نام لے کر حدود شرعی سے تجاوز کیا گیا ہو۔

(۳) خنزیر کا گوشت

تیسری چیز جس کو اللہ تعالےٰ نے حرام قرار دیا خنزیر کا گوشت ہے، خنزیر سے مراد سور ہے اور اسی ذیل میں درندے، پنجہ والے پرندے وغیرہ بھی آجاتے ہیں۔ حضرت ابو ثعلبہؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ۔

(صحیح بخاری کتاب الذبائح باب اکل کل ذی ناب من السباع جزء ۷ ص۱۲۴ و صحیح مسلم کتاب الصید باب تحریم اکل کل ذی ناب جزء ۲ ص۱۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندوں کے کھانے سے منع فرمادیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَمِنْ كُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّیْرِ (صحیح مسلم کتاب الصید جزء ۲ ص۱۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجے (میں پکڑ کر کھانے) والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ (صحیح بخاری کتاب الذبائح جزء ۷، ص۱۲۳ و صحیح مسلم کتاب الصید باب تحریم اکل لحم الحمر الانسیة جزء ۲ ص۱۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(۴) غیر اللہ کے نام پر چڑھائی ہوئی چیز

چوتھی چیز جو اللہ تعالےٰ نے حرام قرار دی وہ چیز ہے جو اللہ تعالےٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام پر دی گئی ہو، کسی دوسرے کے نامزد کر دی گئی ہو، کسی دوسرے کو چڑھائی گئی ہو، کسی دوسرے کے نام پر پکاری گئی ہو، کسی دوسرے کی نذر کی گئی ہو، کسی دوسرے کے نام پر وقف کی گئی ہو، کسی دوسرے کے نام پر ذبح کی گئی ہو، یا کسی دوسرے کے آستانے پر ذبح کی گئی ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ۔

(المآئدۃ - ۴)

تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیزیں جن پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو حرام کر دی گئی ہیں اور وہ جانور بھی تم پر حرام کر دئے گئے ہیں جو گلا گھٹ کر مر جائیں، چوٹ لگنے سے مر جائیں، گر کر مر جائیں، یا سینگ لگنے سے مر جائیں سوائے ان کے جن کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو، اور وہ جانور بھی تم پر حرام کر دئے گئے ہیں جو آستانوں پر ذبح کئے گئے ہوں اور تم پر یہ بھی حرام ہے کہ تم تیروں کے ذریعہ قسمت کا حال معلوم کرو، یہ تمام کام گناہ ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ

(النحل - ۱۱۵)

اللہ نے تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیز حرام کر دی ہے جس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَعَنَ اللَّهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ

(صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالےٰ جزء ۲ صـ ۱۸۷)

اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جو اللہ کے علاوہ کسی اور (کی نذر) کے لئے ذبح کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کی نذر کے لئے ذبح کرے یا کسی اور کے نام پر قربانی دے وہ ملعون ہے:۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدۃ - ۹۰)

اے ایمان والو، بے شک شراب، جوا، آستانے اور فال نکالنے کے تیر یہ سب شیطانی عمل ہیں، ان سے بچو تاکہ تم فلاح حاصل کر سکو۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے آستانوں پر ذبح کرنا شیطانی کام ہے جیسا کہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳ کے حوالہ سے اوپر گذر چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو ابْنِ نُفَيْلٍ بِاَسْفَلَ بَلْدَحَ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ فَقُدِّمَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةٌ فَاَبٰى اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ زَيْدٌ اِنِّيْ لَسْتُ اٰكُلُ مِمَّا تَذْبَحُوْنَ عَلٰى اَنْصَابِكُمْ وَلَا اٰكُلُ اِلَّا مَا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (صحیح بخاری کتاب المناقب باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل جزء ۵ ص ۵)

وحی نازل ہونے سے پہلے (ایک دن) بلدح کے نشیب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دسترخوان لایا گیا (جس پر غیر اللہ کے نام کی کوئی چیز تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے) کھانے سے انکار کر دیا۔ پھر (وہ دسترخوان) زید (کے سامنے رکھا گیا تو انہوں) نے (بھی کھانے سے انکار کر دیا اور) کہا میں بھی ان ذبیحوں کا گوشت نہیں کھاتا جو تم اپنے آستانوں پر ذبح کرتے ہو اور نہ کوئی اور چیز کھاتا ہوں سوائے اس چیز کے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو (یعنی میں غیر اللہ کے نام کی چیز یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور نہیں کھاتا)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے بھی غیر اللہ کے نام کی چیز نہیں کھاتے تھے۔

حضرت ثابت بن الضحاکؓ فرماتے ہیں :۔

نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَةَ فَاَتٰى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے بُوانہ نامی مقام پر ایک اونٹ ذبح

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ نَذَرْتُ اَنْ اَنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ هَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِّنْ اَعْيَادِهِمْ قَالُوْا لَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ (ابوداؤد کتاب الایمان والنذور باب مایؤمر به من وفاء النذر جزء ۲ صـ ۱۱۳ وسندہ صحیح - نیل الاوطار جزء ۸ صـ ۲۰۳)

کرنے کی نذر مانی، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں نے بوانہ کے مقام پر ایک اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی (کیا میں اُسے پورا کر سکتا ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) پوچھا کیا وہاں ایام جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی پرستش کی جاتی تھی؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہاں کافروں کی عیدوں میں سے کوئی عید ہوتی تھی؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بتوں کے ہٹائے جانے کے بعد بھی ان کے آستانوں پر قربانی کرنا منع ہے، دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ ایسے مقامات پر بھی جہاں پہلے کبھی کفار کی عید یا تہوار ہوتا تھا قربانی کرنا منع ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ غیر اللہ کے نام پر نذر کرنا، غیر اللہ کے آستانوں پر ذبح کرنا، ایسے آستانوں پر ذبح کرنا جہاں پہلے کبھی کسی غیر اللہ کا آستانہ تھا یا ایسے مقام پر ذبح کرنا جہاں کفار کی عید ہوتی تھی منع ہے اور ایسے تمام ذبیحے یا نذر کی ہوئی تمام اشیاء حرام ہیں۔

حرام چیزوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے اس شخص کو جو فاقہ سے پریشان ہو ایک رعایت دی، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ) جو شخص مجبور ہو جائے تو وہ اگر ان حرام چیزوں میں سے کچھ کھالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا بشرطیکہ نہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے بغاوت کی نیت ہو اور نہ حدِ ضروری سے زیادہ کھائے، اللہ تعالےٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے:-

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ۔
(الانعام - ۱۲۰)

اللہ نے جو چیزیں تم پر حرام کی ہیں ان کو اچھی طرح وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے (ان چیزوں کو ہرگز نہ کھانا) سوائے اس صورت کے کہ تم (فاقہ سے) مجبور و مضطر ہو جاؤ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانعام - ۱۴۶)

جو شخص (فاقہ سے) مجبور ہو جائے (اور ان حرام چیزوں میں سے کھالے) بشرطیکہ نہ حکم

الٰہی سے بغاوت کی نیت ہو اور نہ حد ضرورت سے زیادہ کھائے تو (اے رسول، آپ کا ربّ اس کو معاف کر دیگا) بے شک آپ کا ربّ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(النحل - ۱۱۵)

جو شخص (فاقہ سے) پریشان ہو جائے (اور وہ ان حرام چیزوں میں سے کھالے) بشرطیکہ نہ بغاوت کی نیت ہو اور نہ حد ضرورت سے زیادہ کھائے (تو اللہ اُسے معاف کر دیگا) اس لئے کہ بے شک اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(المآئدۃ - ۳)

جو شخص بھوک سے مجبور ہو جائے (اور ان حرام چیزوں میں سے کچھ کھالے) بشرطیکہ گناہ کی طرف (خوشی کے ساتھ) میلان نہ ہو (تو اللہ تعالےٰ اسے معاف کر دے گا) کیونکہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

آیات زیر تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ مردار، بہنے والا خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام کی چیزیں حرام ہیں، ان میں سے بقدر ضرورت وہ شخص کھا سکتا ہے جو فاقہ سے مضطر و پریشان ہو جائے بشرطیکہ دل کی خوشی سے ان کے کھانے کی طرف مائل نہ ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھائے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کی حرام کردہ چیزوں کو نہ کھائیے، اللہ تعالےٰ کے علاوہ کسی کی نذر نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ کی نذر کو بھی کسی ایسے مقام سے وابستہ نہ کیجئے جو غیر اللہ کا آستانہ ہو یا جو کبھی غیر اللہ کا آستانہ رہا ہو اور نہ ایسے مقام سے وابستہ کیجئے جس مقام پر کفار کی عید ہوتی ہو یا پہلے کبھی ہوا کرتی تھی۔

حرام چیزوں میں سے انتہائی سخت مجبوری کے عالم میں بھی ضرورت سے زیادہ نہ کھائیے، کھاتے وقت کراہت محسوس کیجئے، دل کی خوشی اور لذّت اندوزی کی نیت سے نہ کھائیے، اس کو اللہ تعالےٰ کا احسان سمجھئے کہ اس نے مجبوری کے عالم میں حرام چیز کھانے کی اجازت دی، آپ اس کی دی ہوئی اجازت کے ماتحت کھائیے، اگر آپ نے ضرورت سے زیادہ کھایا، برضاء و رغبت کھایا اور بغاوت کی نیت سے کھایا تو یہ گناہ ہے، اللہ تعالےٰ نے ایسی حالت میں حرام چیز کھانے کو معاف کرنے کا وعدہ نہیں کیا لہذا ہوشیار رہیئے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلَ
اللَّهُ مِنَ الْكِتَٰبِ وَيَشْتَرُونَ بِهِۦ
ثَمَنًا قَلِيلًا أُو۟لَٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ
فِى بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ
اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ
وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٤﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ
ٱلَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَٰلَةَ بِالْهُدَىٰ
وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ أَصْبَرَهُمْ
عَلَى النَّارِ ﴿١٧٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾

ترجمہ بے شک جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت میں سے کسی بھی حکم کو چھپاتے ہیں اور اس کے ذریعہ تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے ہیں ایسے لوگ اپنے پیٹوں میں کچھ نہیں بھر رہے سوائے آگ کے، قیامت کے دن اللہ ان سے بات بھی نہیں کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا (کہ گناہوں کی سزا دینے کے بعد انہیں جنت میں داخل کردے) بلکہ ان کے لئے (دائمی) دردناک عذاب ہوگا ﴿۱۷۴﴾ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب خریدا، تو (پھر) یہ لوگ کتنے صابر ہیں آگ (کے عذاب) پر ﴿۱۷۵﴾ (یہ عذاب ان کو) اس لئے (دیا جائیگا کہ انہوں نے کتاب کو چھپایا حالانکہ) اللہ نے (اپنی) کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے (اور اس لئے نازل فرمایا ہے کہ اس کو ظاہر کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور کرایا جائے، خبردار ہو جاؤ) جو لوگ اس کتاب (کے معاملہ) میں اختلاف کر رہے ہیں وہ ضد اور ہٹ دھرمی میں (راہِ حق سے) بہت دور جا پڑے ہیں۔ ﴿۱۷۶﴾

معانی ومصادر

(يَكْتُمُوْنَ) كَتَمَ، يَكْتُمُ، كَتْمٌ وكِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔
(يَشْتَرُوْنَ) اِشْتَرٰى، يَشْتَرِيْ، اِشْتِرَاءٌ (باب افتعال) خریدنا، بیچنا۔
(ثَمَنٌ) ثَمَنَ، يَثْمُنُ، ثَمْنٌ (ن،ض) قیمت لینا [ثَمُنَ، يَثْمُنُ، ثَمَانَةٌ (ك) قیمتی ہونا]۔
(قَلِيْلٌ) قَلَّ، يَقِلُّ، قِلٌّ وقِلَّةٌ و قُلٌّ (ض) کم ہونا [قلیل = کم]۔
(يُزَكِّيْ) زَكّٰى، يُزَكِّيْ، تَزْكِيَةٌ (باب تفعیل) پاک کرنا، بڑھ جانا، زکوٰۃ لینا، اصلاح کرنا

(اَلِیْمٌ) اَلِمَ، یَاْلَمُ، اَلَمٌ (س) درد ہونا۔
(ضَلَالَۃ) ضَلَّ، یَضِلُّ، ضَلَالٌ وضَلَالَۃٌ (ض، ف) گمراہ ہونا۔
(مَغْفِرَۃٌ) غَفَرَ، یَغْفِرُ، غَفْرٌ (ض) چھپانا۔ غَفَرَ، یَغْفِرُ، غَفْرٌ، وغُفْرَانٌ و مَغْفِرَۃٌ (ض) معاف کرنا۔
(اَصْبَرَ) اَصْبَرَ، یُصْبِرُ، اِصْبَارٌ (باب افعال) صبر کرانا۔ اَصْبَرُ مبالغہ کا صیغہ ہے۔
(شِقَاق) شَاقَّ، یُشَاقُّ، شِقَاقٌ ومُشَاقَّۃٌ (باب مفاعلۃ) مخالفت کرنا۔
(یَعِیْدُ) بَعُدَ، یَبْعُدُ، بُعْدٌ (ک) بَعِدَ، یَبْعَدُ، بَعَدٌ (س) دور ہونا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ نے احکامِ شریعت اس لئے نازل فرمائے ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے، ان کی تبلیغ و ترویج کی جائے تاکہ دوسرے بھی اس پر عمل کریں، تو جو لوگ نہ خود حق پر عمل کریں، نہ حق کو ظاہر کریں کہ حق کی ترویج واشاعت ہو تو ایسے لوگ نزولِ احکام کے مقصد کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ یہ لوگ احکام الٰہی کو چھپا کر دنیا کا مال حاصل کر رہے ہیں حالانکہ وہ مال بہت قلیل ہے، عارضی ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا غیر یقینی ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ (النّسآء - ۷۷) — (اے رسول) کہہ دیجئے کہ دنیا کا مال ومتاع بہت قلیل ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ ○ (التوبۃ - ۳۸) — آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کا فائدہ بہت قلیل ہے۔

حق کو چھپا کر اپنے حلقے اور فرقے کے لوگوں کو خوش رکھنا اور پھر اس کے ذریعہ دنیا کا فائدہ حاصل کرنا ایک عام بات ہے۔ اہل کتاب بھی ایسا کرتے رہے اور آج کل بھی ایسا ہو رہا ہے، اس حرام کمائی کے ذریعہ جو لوگ اپنا پیٹ بھر رہے ہیں یہ دراصل دوزخ کی آگ سے اپنا پیٹ بھر رہے ہیں یعنی اس کے نتیجہ میں انہیں دوزخ میں داخل کیا جائیگا اور کھانے کے لئے آگ دی جائے گی۔ دوزخ کی آگ کھانے کا ذکر ایک جگہ اور قرآن مجید میں آیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ○ (النسآء - ۱۰) — جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طریقہ سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں (دوزخ کی) آگ بھر رہے ہیں، ایسے لوگ عنقریب دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلَّذِیْ یَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَۃِ الْفِضَّۃِ اِنَّمَا — جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے

يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ۔ (صحیح بخاری کتاب الاشربۃ باب اٰنیۃ الفضۃ جزء ۷ ص۱۲۶ وصحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب تحریم استعمال أوانی الذھب والفضۃ جزء ۲ ص۲۲۷)

پیٹ میں دوزخ کی آگ کو بھڑکا رہا ہے۔

حق کو چھپا کر دنیا کمانا دوزخ کی آگ کو پیٹ میں بھرنا ہے، ایسے آدمی سے اللہ تعالےٰ قیامت کے دن نہ بات کرے گا، نہ اُسے گناہوں کی سزا دے کر پاک کرے گا اور نہ پاک کر کے جنت میں داخل کرے گا۔ حالانکہ بہت سے دوزخی دوزخ سے نکال لئے جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ الْجَنَّۃَ وَ اَھْلُ النَّارِ النَّارَ یَقُوْلُ اللّٰہُ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِیْمَانٍ فَاَخْرِجُوْہُ فَیُخْرَجُوْنَ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار جزء ۸ ص۱۴۲)

جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اُسے (دوزخ سے) نکالو۔ الغرض (دوزخ سے اس قسم کے دوزخی) نکل آئیں گے۔

یہ لوگ گناہوں کی سزا پا کر پاک ہو جائیں گے اور پھر جنت میں داخل کر دئے جائیں گے لیکن حق کو چھپانے والے دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے بلکہ ان کو دائمی عذاب میں مبتلا کیا جائیگا، اس لئے کہ ان لوگوں نے ہدایت کے عوض گمراہی خریدی اور مغفرت کے عوض عذاب خریدا، انہوں نے جان بوجھ کر خود اپنی عاقبت خراب کی، اپنے کو دوزخ کا مستحق بنایا (فَمَآ اَصْبَرَھُمْ عَلَی النَّارِ) تو پھر یہ لوگ آگ (کے سخت ترین عذاب) پر کتنے صابر ہیں! یہ سوچتے نہیں کہ یہ دوزخ کی آگ کو کیسے برداشت کریں گے، دوزخ کا دائمی عذاب ان کو اس لئے ہوگا کہ جس کتاب کو اللہ تعالےٰ نے حق کے ساتھ نازل فرمایا تھا اور جس کی ترویج واشاعت ضروری تھی اس کو انہوں نے چھپایا اور باطل کو پھیلایا (اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتَابِ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ) محض ضد اور حسد کی وجہ سے وہ کتاب الٰہی کو تسلیم کرنے سے اختلاف واعراض کرتے رہے اور اس مخالفت میں (حق سے بہت) دور جا پڑے۔

(نوٹ:۔ حق کو چھپانے کے سلسلہ میں مزید معلومات کے لئے سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۹ کی تفسیر ص۵۲۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

عمل

اے لوگو، حق کو کبھی نہ چھپائیے، حق کو چھپا کر اپنے کو دائمی عذاب کا مستحق نہ بنائیے، حق کو اللہ تعالےٰ نے اس لئے نازل فرمایا ہے کہ اس کو ظاہر کیا جائے، اس کو پھیلایا جائے لہذا آپ بھی حق کو ظاہر کیجئے، اور حق کو پھیلائیے، حق کو ظاہر کرنے سے اگر آپ کی جماعت آپ کے خلاف ہوتی ہے تو ہو جانے دیجئے، آپ کی آمدنی ختم ہوتی ہے تو ہونے دیجئے، لیکن آخرت کو خراب نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ کو ناراض نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ کو ناراض کر کے آپ دوزخ کے عذاب کو کیسے برداشت کریں گے، دوزخ کا عذاب برداشت کرنا بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ دوزخ کا عذاب بہت تکلیف دہ چیز ہے۔

(الفرقان - ۶۵)

دنیا کی زندگی میں اس عذاب سے بچنے کی فکر کیجئے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ
الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَ
النَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ
ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ
وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ
فِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ
وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ

بِعَهْدِهِمْ إِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ
فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ
الْبَاْسِ ۗ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ
وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

ترجمہ نیکی یہی نہیں کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی تو دراصل (ایمان لاکر اعمال صالحہ کرنے کا نام ہے لہذا حقیقی نیکی) ان لوگوں کی نیکی ہے جو اللہ پر، روز آخرت پر، فرشتوں پر، کتاب (الٰہی) پر اور نبیوں پر ایمان لاتے ہیں، مال کی محبت کے باوجود اُسے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں پر اور غلاموں کے آزاد کرانے میں خرچ کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، جب عہد کرلیتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں اور سختی، نقصان اور جنگ میں صابر و ثابت قدم رہتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے (ایمان اور نیکی کے تقاضوں کو) سچ کر دکھایا اور یہی لوگ (درحقیقت) متقی ہیں ﴿۱۷۷﴾

معانی و مصادر

(بِرّ) بَرَّ، يَبِرُّ، بِرٌّ (ن، ض) اطاعت کرنا، نیکی کرنا۔

(تُوَلُّوْا) وَلّٰى، يُوَلِّيْ، تَوْلِيَةٌ (باب تفعیل) پھیرنا، والی بنانا۔

(حُبّ) حَبَّ، يَحِبُّ، حُبٌّ (ض) محبت کرنا۔

(قُرْبٰى) قَرِبَ، يَقْرَبُ وقَرُب، يَقْرُبُ، قُرْبٌ وقُرْبَانٌ (س۔ ك) قریب ہونا [قُرْبٰى = قرابت، رشتہ]۔

(يَتٰمٰى) يَتَمَ، يَيْتِمُ، يُتْمٌ (ض، ك، س) بے باپ ہوجانا، یتیم ہونا [يَتٰمٰى = يتيم کی جمع]۔

(مَسٰكِيْن) سَكَنَ ، يَسْكُنُ ، سُكُوْنٌ و سَكَنَ ، يَسْكُنُ ، سُكُوْنَةٌ (ن ، ك) محتاج ہونا۔
(سَآئِلِيْنَ) سَأَلَ ، يَسْئَلُ ، سُؤَالٌ و سَأَلَةٌ و مَسْأَلَةٌ (ف) سوال کرنا۔
(رِقَابٌ) رِقَاب = رَقَبَةٌ کی جمع = گردنیں۔
(مُوْفُوْنَ) اَوْفٰى ، يُوْفِيْ ، اِيْفَاءٌ (باب افعال) پورا کرنا۔ مُوْفٍ اسم فاعل ہے۔
(عَهْد) عَهِدَ ، يَعْهَدُ ، عَهْدٌ (س) عہد کرنا۔
(عَاهَدُوْا) عَاهَدَ ، يُعَاهِدُ ، مُعَاهَدَةٌ (باب مفاعلة) باہمی عہد و پیمان کرنا۔
(بَاسَآء) بَئِسَ ، يَبْئَسُ ، بُؤْسٌ و بَئِيْسٌ و بُؤُوْسٌ و بُؤْسٰى (س) بہت محتاج ہونا [بَاسَاء = سختی اور افلاس]
(ضَرَّآء) ضَرَّ ، يَضُرُّ ، ضُرٌّ (ن) نقصان اٹھانا۔ [ضَرَّاء = سختی اور محتاجی، نقصان]
(حِيْنَ) حَانَ ، يَحِيْنُ ، حَيْنٌ و حَيْنُوْنَةٌ (ض) وقت قریب ہونا۔
(بَأْسٌ) بَؤُسَ ، يَبْؤُسُ ، بَأْسٌ (ك) سخت اور بہادر ہونا۔ [بَأْس = خوف، بہادری ، عذاب ، نقصان]
(صَدَقُوْا) صَدَقَ ، يَصْدُقُ ، صِدْقٌ و مَصْدُوْقَةٌ و تَصْدَاقٌ (ن) سچ بولنا، سچ کر دکھانا۔

تفسیر تحویل قبلہ کے سلسلہ میں اہل کتاب نے طرح طرح کے اعتراض کئے تھے، اور اس کو بہت زیادہ اہمیت دی تھی، اہل ایمان کے دلوں میں بھی وسوسہ آیا تھا کہ تحویل قبلہ سے پہلے وفات پانے والے مؤمنین کے متعلق کیا کہا جائے، ان کی نمازوں کا کیا ہوا؟ اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کے اعتراضات اور اہل ایمان کے وسوسہ کا جواب تحویل قبلہ کے سلسلہ میں نازل ہونے والی آیات ہی میں دے دیا تھا (تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیات ۱۴۲ تا ۱۵۱ کی تفسیر صـ۲۵۵ پر ملاحظہ فرمائیں) آیت زیر تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کے سلسلہ میں پھر اعتراضات ہوئے یا شکوک پیدا ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں انکا ازالہ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا یہ کوئی نیکی نہیں کہ مشرق کی طرف منہ کیا جائے یا مغرب کی طرف منہ کیا جائے، اصل نیکی تو ایمان ہے اور ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ ہیں۔ جب مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تو اس حکم کی تعمیل نیکی تھی اور جب مسجد حرام کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تو اب اس حکم کی تعمیل نیکی ہے یعنی محض کسی خاص سمت میں منہ کر لینا نیکی نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لا کر اس کے حکم کی تعمیل کرنا نیکی ہے۔ جب تک ایمان صحیح نہ ہو اس وقت تک کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی اور جب ایمان صحیح ہو جائے تو پھر تمام نیکیاں فائدہ دیتی ہیں، جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ کسی خاص طرف منہ کرنے پر ناز نہ کریں اور جو ایمان لے آئے ہیں وہ بھی محض قبلہ کی طرف منہ کرنے پر نہ اتراجائیں بلکہ وہ نیکیاں کریں جن کا کرنا بہت اہم ہے مثلاً

(۱) ایمان

ایمان سے مراد اللہ تعالےٰ پر، قیامت پر، فرشتوں پر، اللہ تعالےٰ کی کتابوں پر اور اس کے نبیوں پر ایمان لانا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْاِیْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَبِلِقَآئِہٖ وَرُسُلِہٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب سؤال جبریل جزء اول ص ۱۹ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب الایمان ماھو جزء اول ص ۲۳ واللفظ للبخاری)

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کی ملاقات پر، اس کے رسولوں پر، اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاؤ۔

(۲) مال خرچ کرنا

ایمان کے بعد اللہ تعالےٰ نے جس نیکی کا ذکر کیا وہ حقوق کی ذیل میں آتی ہے، گویا حقوق العباد کی ادائیگی بہت اہم نیکیوں میں سے ہے، اللہ تعالےٰ نے جو مال اہل ایمان کو دیا ہے، اس میں اللہ تعالےٰ کے حقوق کے علاوہ بندوں کے بھی حقوق ہیں اور ان کی ادائیگی بہت ضروری ہے، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر اللہ تعالےٰ نے بار بار زور دیا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ۔
(بنی اسرآئیل - ۲۶)

رشتہ دار کو، محتاج کو، مسافر کو ان کا حق ادا کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مسلم پر زکوٰۃ کے علاوہ یہ بھی فرض ہے کہ رشتہ دار، محتاج، مسافر وغیرہ پر اپنا مال خرچ کرے، زکوٰۃ تو حکومت لے لیتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا۔
(التوبۃ - ۱۰۳)

(اے رسول) ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیا کیجئے تاکہ اس کے ذریعہ آپ ان کو پاک اور مزکّی بنائیں۔

زکوٰۃ دینے کے بعد بھی مسلمین کو حکم ہے کہ وہ اقرباء، محتاج وغیرہ پر اپنا مال خرچ کریں اور یہ نہ سمجھیں کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد وہ مال کے سلسلہ میں اپنے فرائض کی ادائیگی سے سبکدوش ہو گئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو اور والدین، رشتہ دار، یتیم، مساکین، رشتہ دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی،

ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ (النسآء - ۳۶)

ہم نشین، مسافر اور لونڈی، غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہا کرو۔

اقربا

اقرباء میں، سب سے زیادہ حق والدین کا ہے، اللہ تعالےٰ نے بار بار والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ (الانعام - ۱۵۱) (بنی اسرآئیل - ۲۳)

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا (الاحقاف - ۱۵)

ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ ؟ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ اَیٌّ ؟ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ ؟ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (صحیح بخاری کتاب الادب باب قول اللہ تعالیٰ ووصینا الانسان بوالدیه جزء ۸ ص۲)

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا؟ کونسا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز اسکے وقت پر"۔ میں نے پوچھا "پھر کونسا عمل؟" فرمایا "والدین کے ساتھ نیکی کرنا"۔ میں نے پوچھا "پھر کونسا عمل"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا"۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:۔

جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ ؟ قَالَ اُمُّكَ ، قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ اُمُّكَ ، قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ اُمُّكَ ، قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ ثُمَّ اَبُوْكَ (صحیح بخاری کتاب الادب باب قول اللہ تعالےٰ ووصینا الانسان بوالدیه جزء ۸ ص۲ وصحیح مسلم کتاب البر باب تقدیم الوالدین جزء ۲ ص۴۱۷)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں"، اس نے پوچھا پھر کون؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری ماں"، اس نے پوچھا "پھر کون؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں"، اس نے پوچھا "پھر کون؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پھر تمہارا باپ"۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں :۔

قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُجَاهِدُ؟ قَالَ لَكَ اَبَوَانِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ (صحیح بخاری کتاب الادب باب لا یجاهد الا باذن الابوین جزء ۸ ص۳ و صحیح مسلم کتاب البر باب برالوالدین جزء ۲ ص۴۱۸)

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "کیا میں جہاد کروں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تمہارے ماں باپ (زندہ) ہیں؟" اس نے کہا "جی ہاں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان ہی دونوں میں جہاد کرو" (یعنی ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت کرتے رہو)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔ (صحیح مسلم کتاب البر باب رغم انف من ادرك ابویه جزء ۲ ص۴۲۱)

ناک خاک آلودہ ہو، پھر ناک خاک آلودہ ہو، پھر ناک خاک آلودہ ہو، لوگوں نے پوچھا "اے اللہ کے رسول، کس کی؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے اپنے ماں باپ کو یا اُن میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور (ان کے ساتھ حسن سلوک کرکے) جنت میں داخل نہ ہوا"

والدین کے ساتھ دوسرے اقرباء کا بھی حق پہچانے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں :۔

قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبُوكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ۔ (صحیح مسلم کتاب البر باب برالوالدین جزء ۲ ص۴۱۷)

ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول، میرے حسن صحبت کا کون سب سے زیادہ حقدار ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہارا باپ، پھر جو (رشتہ میں) سب سے زیادہ قریب ہو (پھر جو) سب سے زیادہ قریب ہو۔

یتیم اقرباء کے بعد اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا ذکر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں

وَقَالَ بِاِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى۔
(صحیح بخاری کتاب الادب باب فضل من یعول یتیمًا جزء ۸ ص۱ وصحیح مسلم کتاب الزھد باب الاحسان علی الارملۃ جزء ۲ ص۵۹۱ واللفظ للبخاری)

اس طرح ہوں گے، آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کیا (یعنی جس طرح یہ دونوں انگلیاں قریب قریب ہیں اسی طرح میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا قریب قریب ہونگے)۔

مسکین

یتیموں کے بعد اللہ تعالےٰ نے مساکین کا ذکر فرمایا، قرآن مجید میں اقرباء اور یتامیٰ کے ساتھ مساکین کا ذکر بھی بار بار آیا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ (البقرۃ - ۲۱۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ جو مال تم خرچ کرو وہ (تمہارے) والدین، (تمہارے) اقربا، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝
(النسآء - ۸)

جب میراث کی تقسیم کے وقت رشتہ دار، یتیم اور مسکین آجائیں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو اور ان سے اچھی طرح بات کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝
(ھل اتی - ۸)

اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو کھانے کی محبت ہوتے ہوئے مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلسَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ كَالَّذِيْ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب الساعی علی الارملۃ جزء ۸ ص۱ وصحیح مسلم کتاب الزھد باب الاحسان علی الارملۃ جزء ۲ ص۵۹۱)

بیوہ اور مسکین کی خدمت کرنے والا ایسا ہے جیسا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا جیسے دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو نماز پڑھنے والا۔

مسکین کون ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ لَهٗ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالےٰ لا یسئلون الناس الحافا جزء۲ ص۱۵۳ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب المسکین الذی لا یجد غنیً جزء اوّل ص۳۱۲ واللفظ للبخاری وفی روایۃ لمسلم وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ شَيْئًا)

مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پاس چکر لگائے اور اس کو ایک لقمہ یا دو لقمے، یا ایک کھجور یا دو کھجور دے کر واپس کر دیا جائے، بلکہ مسکین وہ ہے جس کی اتنی آمدنی نہ ہو جو اُسے کفایت کرے اور نہ کوئی اسے مسکین سمجھتا ہو کہ (خود ہی) اسے کچھ دیدے اور نہ وہ خود کھڑے ہو کر لوگوں سے کسی چیز کا سوال کرے۔

قرآن مجید سے بھی ان معنوں کی تائید ہوتی ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۝

(الکہف - ۷۹)

(حضرت خضر نے کہا) وہ کشتی ان مساکین کی تھی جو سمندر میں کشتی چلا کر اپنی روزی کماتے ہیں۔ ان کے آگے ایک بادشاہ ہے جو (بے عیب) کشتیوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا کرتا ہے، میں نے اُس کو اس لئے عیب دار کر دیا (کہ وہ بادشاہ اسے غصب نہ کرے)۔

مندرجہ بالا آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ مسکین وہ ہیں جو روزی تو کمائیں لیکن ان کی آمدنی اتنی قلیل ہو کہ ان کے کل اخراجات کے لئے کافی نہ ہو، وہ اتنے باعفّت ہوں کہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں اور نہ اپنے کسی عمل سے اپنی محتاجی کا اظہار ہونے دیں۔

مسافر

مساکین کے بعد اللہ تعالےٰ نے مسافروں کے حقوق اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا۔ مسافروں کے ساتھ حسن سلوک بھی بہت اجر کا مستحق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا اَعْطٰى مِنْهُ

بے شک یہ مال میٹھا سبزہ ہے تو مسلم کا وہ مال کتنا اچھا ہے جس مال میں سے وہ مسکین،

الْمِسْكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔
(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی الیتامی جزء ۲ ص۱۵ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب تخوف ما یخرج من زھرۃ الدنیا جزء اول ص۳۱۹)

یتیم اور مسافر کو دیتا رہتا ہے۔

سائلین

مسافروں کے بعد اللہ تعالےٰ نے سوال کرنے والوں کا ذکر کیا اور ان پر اپنا مال خرچ کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی ترغیب دی، ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○
(الذّٰریٰت - ۱۹)

متقیوں کے اموال میں سوال کرنے والے اور نادار کا حق ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ○ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○
(المعارج - ۲۴ و ۲۵)

نمازیوں کے مالوں میں مانگنے والے اور نادار کا مقررہ حق ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ صحیح معنوں میں نمازی اور متقی بننے کے لئے سوال کرنے والوں کو دینا ضروری ہے۔

غلاموں کا آزاد کرانا

سوال کرنے والوں کے بعد اللہ تعالےٰ نے غلاموں کو آزاد کرانے کے سلسلہ میں اپنا مال خرچ کرنے کی ترغیب دی، غلاموں کو آزاد کرنا یا کرانا ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ○ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ○ فَكُّ رَقَبَةٍ ○ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ○ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ○ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ○
(لآ اقسم ۱۰ تا ۱۶)

ہم نے انسان کو (خیر و شر) دونوں (کے) راستے بتا دئے لیکن وہ گھاٹی میں سے ہو کر نہ گذرا، (اے رسول) آپ کو کیا معلوم کہ گھاٹی کیا ہے، (گھاٹی یہ ہے کہ) غلام آزاد کرے یا کرائے، یا فاقہ کے دن رشتہ دار یتیم کو یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَيُّمَا رَجُلٍ اَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا اِسْتَنْقَذَهُ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنَ النَّارِ۔

جو شخص کسی مسلم کو آزاد کرے تو اللہ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کے

(صحیح بخاری کتاب العتق وفضلہ باب قولہ تعالےٰ فکُّ رقبۃ جزء ۳ ص۱۸۸ و صحیح مسلم کتاب العتق باب فضل العتق جزء اول ص۶۵۷)

ہر عضو کو دوزخ سے بچائے گا۔

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں:۔

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ..... قُلْتُ أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ قَالَ أَغْلَاهَا ثَمَنًا وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا (صحیح بخاری کتاب العتق باب ای الرقاب افضل جزء ۳ ص۱۸۸)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیمت میں بہت زیادہ اور مالک کے نزدیک بہت پسندیدہ"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَّهُ فِي عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ الْعَبْدُ قِيمَةَ عَدْلٍ فَأَعْطَى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ (صحیح بخاری کتاب العتق باب اذا اعتق عبدًا بین اثنین جزء ۳ ص۱۸۹ وصحیح مسلم کتاب العتق جزء اول ص۶۵۲)

جس شخص نے کسی غلام کی غلامی میں اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اگر اس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ مال اس غلام کی اس قیمت کو پہنچ جائے جو انصاف کے ساتھ تجویز کی گئی ہو تو وہ آزاد کرنے والا اپنے شرکاء کو ان کے حصہ کی قیمت ادا کر دے، اور اُسے آزاد کر دے اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے تو پھر وہ غلام اتنا ہی آزاد ہوگا جتنا کہ وہ آزاد کیا گیا ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دے تو اُس پر یہ ضروری ہے کہ وہ اس کو پوری طرح آزاد کرانے میں اپنا مال صرف کرے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِي آتٰكُمْ۔ (النور - ۳۴)

جو غلام مکاتبت چاہیں تو اگر تم ان میں خیر (و صلاحیت) پاؤ تو ان سے مکاتبت کر لو اور جو مال تم کو اللہ نے دیا ہے اس میں سے ان کو بھی دو۔

مکاتبت آقا اور غلام کے درمیان اُس معاہدہ کا نام ہے جس میں یہ طے پائے کہ اگر غلام محنت مزدوری کر کے اپنی آمدنی سے مقررہ رقم آقا کو ادا کر دے تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا، اللہ تعالےٰ

فرماتا ہے کہ ایسے غلام کو بھی اپنے مال میں سے دو تاکہ وہ جلدی اپنا زرِ کتابت یعنی مقرر رقم ادا کر کے آزاد ہو جائے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے آیت زیرِ تفسیر میں اقرباء، یتامیٰ، مساکین، مسافر اور سائلین پر اور غلاموں کی آزادی میں اپنے مال کو صرف کرنا بہت بڑی نیکی قرار دیا، پھر حقوق العباد کے بعد اللہ تعالےٰ نے اپنے حقوق کا ذکر کیا یعنی نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کو بہت اہم نیکیوں میں شمار کیا۔

۳۔ نماز نماز کی اہمیت کے متعلق سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳ کی تفسیر میں صفحہ ۱۰۱ پر اور نماز با جماعت کی اہمیت پر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۳ کی تفسیر میں صفحہ ۲۳۱ پر تفصیل سے لکھا جا چکا ہے، نماز کے طریقہ کے سلسلہ میں ہم انشاء اللہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۳۹ کی تفسیر میں تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

۴۔ زکوٰۃ زکوٰۃ کی اہمیت کے سلسلہ میں سورۂ بقرہ کی آیت ۱۱۰ کی تفسیر میں صفحہ ۳۷۹ پر تفصیلی بیان گذر چکا ہے، زکوٰۃ کے مفصل احکام انشاء اللہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۳ کی تفسیر میں بیان کئے جائیں گے۔

۵۔ عہد کو پورا کرنا وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ، نماز اور زکوٰۃ کے بعد اللہ تعالےٰ نے عہد پورا کرنے کو بھی اہم نیکیوں میں شمار کیا۔ عہد کو پورا کرنا بڑا ضروری ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدۃ - ۱)

اے ایمان والو، اپنے عہدوں کو پورا کیا کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل - ۳۴)

اپنے عہد کو پورا کیا کرو، بے شک عہد کے متعلق (قیامت کے روز) باز پرس ہو گی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (آل عمران - ۷۶)

جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور تقویٰ اختیار کرے تو بے شک (اللہ اُس سے محبت کریگا کیونکہ) اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ۝ (المؤمنون - ۸)

اور (مؤمن وہ لوگ ہیں) جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

اور (نمازی وہ لوگ ہیں) جو اپنی امانتوں اور

۱۷۷ - ۵ ۶

رَاعُوْنَ ۝ (المعارج - ۳۲) اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ مؤمن اور نمازی بننے کے لئے عہد کا پورا کرنا بہت ضروری ہے۔
عہد کی دو قسمیں ہیں، ایک عہد وہ جو اللہ تعالےٰ سے کیا جائے، دوسرا وہ جو بندوں سے کیا جائے۔

اللہ تعالےٰ سے عہد

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝
(یٰسٓ - ۶۰-۶۱)

اے بنی آدم کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا (بلکہ) میری عبادت کرنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔

اللہ تعالےٰ نے تمام انسانوں سے یہ عہد لیا ہے کہ شیطان کی عبادت نہ کریں یعنی اسکی اطاعت نہ کریں بلکہ اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی اطاعت کرتے رہیں، صراط مستقیم یہی ہے، اس عہد کا تقاضا یہ ہے کہ انسانوں کو صرف اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرنی چاہئے، اطاعت صرف اللہ تعالےٰ کا حق ہے، اس سلسلہ میں مزید تفصیل سورۂ فاتحہ کی آیت ۵ کی تفسیر ص۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح - ۱۰)

جو شخص اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرے تو اللہ اُسے اجر عظیم دے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ
(النحل - ۹۱)

(اے ایمان والو) جب اللہ سے کوئی عہد کرو تو اُسے پورا کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا
(الانعام - ۱۵۳)

اللہ کے عہد کو پورا کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝
(الرعد - ۱۹و۲۰)

نصیحت تو وہ لوگ حاصل کرتے ہیں جو اہل عقل ہیں یعنی وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور (اپنے) عہد کو نہیں توڑتے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ

(البقرۃ - ۲۶ و ۲۷)

اللہ اس (مثال) کے ذریعہ انہی کو گمراہ کرتا ہے جو فاسق ہوتے ہیں یعنی وہ لوگ جو اللہ سے مضبوط عہد کرنے کے بعد اسے توڑ دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ عہد کو پورا کرنے والے عقلمند ہوتے ہیں اور عہد کو توڑنے والے فاسق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑنا بہت بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا جہنم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝

(الرعد - ۲۵)

جو لوگ اللہ سے مضبوط عہد کرنے کے بعد اُسے توڑ دیتے ہیں، جس چیز کو اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے اُسے قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، ایسے لوگوں پر (اللہ کی) لعنت ہے اور ان کے لئے (بہت) بُرا ٹھکانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(النحل - ۹۵)

اللہ کے عہد (کو نہ بیچو اور اس) کے ذریعہ تھوڑی سی قیمت نہ لو، (عہد پورا کرنے کا) جو اجر اللہ کے ہاں مقرر ہے، تم اگر سمجھو تو وہ تمہارے لئے (بہت) بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ۝

(الاحزاب - ۱۵)

اللہ کے عہد کے متعلق باز پرس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کو الیمان کرا اپنے محکوم ہونے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے ساتھ وفاداری کا جو عہد ہم کرتے ہیں اس عہد کو پورا کرنا بڑا ضروری ہے۔ دنیا کے تھوڑے سے فائدہ کی خاطر اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی یا اس کے احکام کو چھپانا اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو توڑنا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

بندوں سے عہد

بندوں سے جو عہد کیا جائے اُسے بھی پورا کرنا ضروری ہے، حتیٰ کہ غیر مسلموں سے جو عہد کیا جائے اُسے بھی پورا کرنا فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ

مشرکین سے جو عہد تم نے کیا ہے اُسے اُس کی

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ (التوبة ۔ ۴)

مقررہ میعاد تک پورا کرو، بے شک اللہ متقین سے محبت کرتا ہے۔

حضرت حذیفہؓ اور ان کے والد حضرت یمانؓ نے کفار سے ایک عہد لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

نَفِیْ لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَنَسْتَعِيْنُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ (صحیح مسلم کتاب الجهاد باب الوفاء بالعهد جزء ۲ ص۱۰۳)

ہم ان کے لئے ان کا عہد پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ سے مدد طلب کریں گے۔

عہد توڑنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَآءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ (صحیح بخاری کتاب الادب باب مایدعی الناس بآبائهم جزء ۸ ص۵۱ وصحیح مسلم کتاب الجهاد باب تحریم الغدر جزء ۲ ص۷۱)

عہد شکن کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائیگا پھر کہا جائے گا کہ یہ ہے عہد شکن فلاں بن فلاں۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن عہد شکن کی بڑی رسوائی ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدْرِ غَدْرِهٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ اَمِيْرِ عَامَّةٍ (صحیح مسلم کتاب الجهاد باب تحریم الغدر جزء ۲ ص۷۱)

ہر عہد شکن کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور اس جھنڈے کو عہد شکنی کی مناسبت سے بلند کیا جائیگا، خبردار ہو جاؤ امیر عامہ (یعنی امیر المؤمنین) کے عہد کو توڑنے والے سے بڑا عہد شکن کوئی نہیں۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ امیر کی بیعت توڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا، اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔

جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے ایک خصلت ہے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی جب تک اس کو چھوڑ نہ دے، (وہ خصلتیں یہ ہیں) جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب علامة المنافق جزء اول ص۱۵ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان خصال المنافق جزء ۱ ص۴۲)

کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے اور جب لڑے تو بدکلامی کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب علامة المنافق جزء اول ص۱۵ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان خصال المنافق جزء اول ص۴۲ وفی روایة لِلْمُسْلِمِ اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ)

منافق کی نشانی تین (باتیں) ہیں، جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔
منافق کی نشانی یہ تین (باتیں) ہیں، (جس میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ منافق ہوگا) اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور دعویٰ کرے کہ وہ مسلم ہے
(نوٹ:۔ ان تین باتوں کا ذکر اوپر کی حدیث میں ہے)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں وہ منافق ہے اور جس شخص میں چوتھی بات یعنی لڑتے وقت بدکلامی بھی ہو تو پھر وہ خالص منافق ہے، اب اس میں نفاق کی جتنی علامتیں اور خصلتیں تھیں، سب پوری ہوگئیں، منافق کی اور تمام خصوصیات ان ہی چار خصلتوں پر قائم ہیں، اگر یہ خصلتیں نہ ہوں تو نفاق کی عمارت گر پڑے گی پھر یا تو وہ مومن ہوگا یا کھلا کافر۔

۶۔ صبر و ثابت قدمی

اہم نیکیوں سے آخری نیکی اللہ تعالےٰ نے یہ بتائی کہ سختی و تکلیف، نقصان و تنگی، جنگ و جدال کے وقت صابر و ثابت قدم رہنا۔ بے صبری و ناشکری، بزدلی و گھبراہٹ، جزع و فزع، نالہ و شیون، آہ و بکا، نوحہ و ماتم میدانِ جنگ سے پیٹھ موڑنا وغیرہ یہ تمام خصائل اسلامی شرافت و وقار کے منافی ہیں، ایک مسلم کا وقار اسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے احکام پہ جما رہے، بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے، قربانیاں دے اور احکام الٰہی سے پیچھے نہ ہٹے، اللہ تعالےٰ کی راہ میں جان دیدے لیکن شکست کھا کر میدانِ جنگ سے نہ بھاگے۔

خلاصہ

الغرض اللہ تعالےٰ نے بڑی بڑی اہم نیکیوں کا بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ (اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا) یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے جو کچھ اللہ تعالےٰ سے وعدہ کیا تھا اُسے سچ کر دکھایا (وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ) اور یہی وہ لوگ ہیں جو یقیناً متقی ہیں، آیت زیر تفسیر میں جن نیکیوں کا بیان ہے یہ وہ نیکیاں یا بنیادی اوصاف ہیں جو ایک متقی میں ہونا ضروری ہیں۔

نوٹ: ۔ صبر کے متعلق مزید معلومات کے لئے سورۂ بقرہ کی آیات نمبر ۴۵ و ۱۵۳ کی تفسیر صـ۲۳۴ و صـ۲۹۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔

تقویٰ اور متقی کے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲ کی تفسیر صـ۹۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ اور یوم آخرت پر پختہ ایمان رکھیئے، فرشتوں اور تمام الہامی کتابوں اور تمام نبیوں پر ایمان لائیے، حقوق العباد ادا کیجئے، اقرباء، یتامیٰ، مساکین، مسافر اور سائلین کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہیئے، غلاموں اور لونڈیوں کی آزادی کے لئے اپنا مال خرچ کیجئے، نماز قائم کیجئے، زکوٰۃ ادا کرتے رہیئے، عہد کو پورا کیجئے، عہد شکنی کبھی نہ کیجئے، صبر و استقامت کے ساتھ مردانہ وار، مؤمنانہ عزم و ہمت کے ساتھ تمام مصائب کا مقابلہ کیجئے، یہ تمام صفات آپ اپنے اندر پیدا کیجئے، ان صفات کی موجودگی میں آپ صحیح معنوں میں متقی بنیں گے اور پھر نجات اور کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

(ھود - ۴۹)

بے شک (اچھا) انجام متقیوں ہی کے لئے ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ○

(عمّ یتساءلون - ۳۱)

بے شک کامیابی متقیوں کے لئے ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۭ اَلْحُرُّ
بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى
بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ
شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ
اَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ
تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۭ
فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۷۸ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ

حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

ترجمہ اے ایمان والو، مقتولین کے سلسلہ میں تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے، آزاد کے بدلہ میں (وہ) آزاد (ہی قتل ہوگا جو قاتل ہے) غلام کے بدلہ میں (وہ) غلام (ہی قتل ہوگا جو قاتل ہے) اور عورت کے بدلہ میں (وہ) عورت (ہی قتل ہوگی جو قاتلہ ہے)، پھر اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے وارث کی طرف) سے کچھ معافی مل جائے (یعنی وہ دیت لینے پر راضی ہو جائے) تو قاتل کو معروف کے مطابق (وارث کے مطالبہ کی) پیروی کرنی چاہیئے اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس کو دیت ادا کر دینی چاہیئے، (قصاص کی معافی کی صورت میں دیت کا حکم) یہ تمہارے رب کی طرف سے بڑی آسانی اور (اس کی) رحمت ہے، پھر اس (طرح دیت کا معاملہ طے ہو جانے) کے بعد جو شخص زیادتی کرے تو اس کے لئے (اللہ کے ہاں) دردناک عذاب ہے ﴿۱۷۸﴾ اور اے عقل والو، قِصاص (کے قانون) میں تمہارے لئے زندگی (کی حفاظت وضمانت) ہے (اور یہ قانون تم پر اس لئے فرض کیا گیا ہے) تاکہ تم (خونریزی سے بچ کر) تقویٰ شعار بن جاؤ۔ ﴿۱۷۹﴾

معانی ومصادر

(كُتِبَ) كَتَبَ، يَكْتُبُ، كَتْبٌ وكِتَابٌ وكِتْبَةٌ وكِتَابَةٌ (ن) لکھنا، فرض کرنا۔

(قِصَاصَ) قَصَّ، يَقُصُّ، قَصٌّ (ن) کاٹنا، قدم بقدم چلنا، قَصَّ، يَقُصُّ، قَصَصٌ (ن) بیان کرنا، قدم بقدم چلنا، قَاصَّ، يُقَاصُّ، قِصَاصٌ وَمُقَاصَّةٌ، سزا نافذ کرنا، جیسا کسی نے کیا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی کرنا [قِصَاص = بدلہ]

(قَتْلٰى) قَتَلَ، يَقْتُلُ، قَتْلٌ وتَقْتَالٌ (ن) قتل کرنا [قَتْلٰى = قَتِيْل کی جمع، مقتولین]۔

(عُفِيَ) عَفَا، يَعْفُوْ، عَفْوٌ (ن) معاف کر دینا، زیادہ کرنا، مٹانا [عُفِيَ = عفا کا مجہول ہے]۔

(مَعْرُوْف) عَرَفَ، يَعْرِفُ، عِرْفَةٌ وعِرْفَانٌ وعِرِفَّانٌ ومَعْرِفَةٌ (ض) جاننا، پہچاننا، اقرار کرنا۔

(اَدَاءٌ) اَدّٰى، يُؤَدِّيْ، اَدْيٌ (ض) پہنچانا، ادا کرنا (اَدَاءٌ = ادائیگی)۔

(اِعْتَدٰی) اِعْتَدٰی، یَعْتَدِیْ، اِعْتِدَاءٌ (باب افتعال) حد سے آگے بڑھ جانا، ظلم کرنا۔
(حَیَاۃٌ) حَیِیَ، یَحْیٰی، حَیَاۃٌ (س) زندہ ہونا۔
(اَلْبَاب) لَبِبَ، یَلْبَبُ، لُبٌّ ولُبٌّ ولَبَابَۃٌ (س) ذی عقل ہونا۔

تفسیر آیت زیر تفسیر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایام جاہلیت میں ظلم و زیادتی کا دور دورہ تھا، بعض قبیلے دوسرے قبیلوں کے مقابلہ میں احساس برتری کا شکار تھے، اس طرح اگر کسی برتر قبیلہ کا کوئی غلام کسی کمتر قبیلہ کے غلام کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تو قصاص میں کمتر قبیلہ کے آزاد آدمی کو قتل کرتے اور اگر برتر قبیلہ کا کوئی آزاد آدمی کمتر قبیلہ کے کسی آزاد آدمی کو قتل کر دیتا تو برتر قبیلہ کا آزاد آدمی قتل نہیں ہوتا بلکہ اس کے بجائے کسی غلام کو قصاص میں قتل کرتے، اللہ تعالےٰ نے یہ نامنصفانہ دستور مسترد کر کے منصفانہ قانون نافذ کر دیا۔ اب اسلامی قانونِ قصاص کی رُو سے قاتل ہی قتل ہوگا خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، اگر مقتول کے ورثاء قاتل کو معاف کر دیں اور دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو قاتل اور قاتل کے عصبات کو دستور کے مطابق بڑے حسن و خوبی سے دیت ادا کر دینی چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ قُتِلَ لَہٗ قَتِیْلٌ فَھُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ اِمَّا اَنْ یُفْدٰی وَاِمَّا اَنْ یُقِیْدَ (صحیح بخاری کتاب اللقطۃ باب کیف تعرف لقطۃ اھل مکۃ جزء ۳ ص۱۶۵ وصحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ جزء اول ص۵۶۹)

جس کا کوئی (عزیز) قتل ہو جائے تو اُسے دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہے، خواہ فدیہ لے لے، خواہ بدلہ لے لے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتول کے وارث کو دو باتوں کا اختیار ہے خواہ قصاص میں قاتل کو قتل کر دے یا قاتل سے دیت لے لے اور پھر اُسے چھوڑ دے۔

قصاص کے مسائل

(۱) کافر کے بدلہ میں مسلم کو قتل نہ کیا جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا یُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِکَافِرٍ (صحیح بخاری کتاب الدیات باب لا یقتل المسلم بالکافر جزء ۹ ص۱۶)

کافر کے قصاص میں مسلم کو قتل نہ کیا جائے۔

نوٹ:۔ اگر وہ کافر جسے کسی مسلم نے قتل کیا ہے ذمّی ہو تو اس کے قصاص میں دیت دینی ہوگی اس کا ذکر انشاء اللہ سورۂ نساء کی آیت ۹۲ کی تفسیر میں کیا جائے گا۔

(۲) اگر باپ بیٹے کو قتل کر دے تو باپ کو بدلہ میں قتل نہ کیا جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا يُقَادُ الْوَالِدُ مِنْ وَلَدِهٖ (رواہ احمد وروی البیہقی نحوہ وسندہٗ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۶ ص۳۶)

اگر باپ بیٹے کو قتل کر دے تو باپ سے قصاص نہ لیا جائے۔

(۳) قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالہ کر دیا جائے

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں:۔

قُتِلَ رَجُلٌ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَ الْقَاتِلَ اِلٰى وَلِيِّهٖ فَقَالَ الْقَاتِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُّ قَتْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ اِنْ كَانَ صَادِقًا فَقَتَلْتَهٗ دَخَلْتَ النَّارَ فَخَلَّاهُ الرَّجُلُ (رواہ الترمذی فی ابواب الدیات فی باب ماجاء فی حکم ولی القتیل فی القصاص والعفو وصححہ، جزء اول ص۲۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص قتل کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو مقتول کے ولی کے حوالہ کر دیا۔ قاتل نے کہا "اے اللہ کے رسول"، اللہ کی قسم میرا ارادہ اس کو قتل کرنے کا نہیں تھا (وہ غلطی سے قتل ہو گیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتول کے ولی سے) فرمایا "اگر یہ سچا ہے اور تم نے اسے قتل کر دیا تو تم دوزخ میں جاؤ گے"، یہ سُنکر مقتول کے ولی نے اس قاتل کو چھوڑ دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلم اگر قسم کھا کر کہے کہ میری نیت قتل کی نہیں تھی تو حاکم تو قصاص ہی نافذ کرے گا لیکن مقتول کے وارث کو اُسے چھوڑ دینا چاہیئے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قاتل کو مقتول کے ولی کے حوالے کر دینا چاہیئے تاکہ وہ اُسے مقتول کے بدلہ میں قتل کرے۔

غلطی سے قتل کرنے کے جملہ مسائل انشاء اللہ سورۂ النساء کی آیت نمبر ۹۲ کی تفسیر میں بیان کئے جائیں گے۔

(۴) قاتل کو اسی طرح قتل کیا جائے جس طرح اس نے قتل کیا ہے

حضرت انس رضؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ یَھُوْدِیًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِیَۃٍ بَیْنَ حَجَرَیْنِ فَقِیْلَ لَھَا مَنْ فَعَلَ بِكِ ھٰذَا أَفُلَانٌ أَفُلَانٌ حَتّٰی سُمِّیَ الْیَھُوْدِیُّ فَاَوْمَاَتْ بِرَأْسِھَا فَجِیْئَ بِالْیَھُوْدِیِّ فَاعْتَرَفَ فَاَمَرَ بِہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَأْسُہٗ بِحَجَرَیْنِ (صحیح بخاری کتاب الدیات باب اذا اقر بالقتل مرۃ قتل بہ جزء ۹ ص۸ و صحیح مسلم کتاب القسامۃ باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر جزء ۲ ص۳۹)

ایک یہودی نے ایک لڑکی کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا۔ اس لڑکی سے پوچھا گیا، یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے؟ کیا فلاں نے؟ یہاں تک کہ جب اس یہودی کا نام لیا گیا (جس نے قتل کیا تھا) تو اس نے سر سے اشارہ کیا (کہ ہاں) وہ یہودی لایا گیا، اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا (کہ اس کا سر کچل دیا جائے۔ الغرض حکم کی تعمیل میں) اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاَمَرَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرَضَّ رَأْسُہٗ بِالْحِجَارَۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَقَتَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ حَجَرَیْنِ (صحیح مسلم جزء ۲ ص۳۸ و ص۳۹)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ قاتل نے جس طرح قتل کیا ہو قصاص میں اسے بھی اسی طرح قتل کیا جائے۔

دیت اگر مقتول کے ورثاء بدلہ لینا نہ چاہیں، بلکہ دیت لینا چاہیں تو دیت ادا کر دی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ فِی النَّفْسِ الدِّیَۃُ مِائَۃٌ مِّنَ الْاِبِلِ (نسائی کتاب القود والدیات باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول جزء ۲ ص۲۱۸ و سندہ صحیح۔ نیل الاوطار جزء ۷ ص۴۸)

جان کی دیت سو اونٹ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَنَّ الْعَقْلَ عَلٰی عَصَبَتِہَا (صحیح بخاری کتاب الدیات باب جنین المرأۃ جزء ۹ ص۱۲ صحیح مسلم کتاب القسامۃ باب

دیت دو ھیال کے ذمہ ہے۔

دیۃ الجنین جزء ۲ ص۴۲)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ مقتول کی دیت سو اونٹ ہیں اور یہ کہ دیت دو ھیالی رشتہ داروں کو ادا کرنی چاہیئے، یہ ان کی ذمہ داری ہے۔

(ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ) دیت کا قانون و اجازت اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک قسم کی تخفیف اور آسانی ہے (وَرَحْمَةٌ) اور اللہ تعالےٰ کی ایک رحمت بھی ہے۔

قانون قصاص اور امن عالم

مقتول کا قصاص لینے سے مقتول دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا البتہ مقتول کا قصاص لینے سے مقتول کے وارثوں کا جوشِ انتقام ٹھنڈا ہو جاتا ہے، یہ قصاص کا ایک فائدہ ہے، دوسرا فائدہ قصاص کا یہ ہے کہ لوگوں کی جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں، کوئی کسی کو قتل کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا، وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے اس کو قتل کر دیا تو قصاص میں میں بھی قتل کر دیا جاؤں گا، میرے بیوی بچے بھی اسی طرح پریشان ہوں گے جس طرح اس کے بچے، گویا میں اس کو ہی قتل نہیں کر رہا بلکہ خود اپنے کو بھی قتل کر رہا ہوں، یہ تصور اس کو قتل سے باز رکھتا ہے اور اس طرح کافی حد تک جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں، اگر قصاص کا قانون نہ ہو، صرف جرمانہ، قید یا دیت کا قانون ہو تو جانیں غیر محفوظ ہو جاتی ہیں، قتل کرنے پر جرأت ہوتی ہے اور قتل کی وارداتیں بڑھ جاتی ہیں، اسلام کے قانونِ قصاص ہی سے امن عالم برقرار رہ سکتا ہے۔

دیت کی افادیت

دیت کے قانون میں بھی ایک خاص قسم کا فائدہ ہے، ایک جان تو گئی، اب ایک جان قصاص میں اور جا رہی ہے، ایک خاندان والے بے سروساماں ہو گئے، اب ایک خاندان والے اور بے سروساماں ہوں گے، مقتول کے ورثاء اگر یہ سوچ کر قصاص معاف کر دیں کہ مقتول تو زندہ ہو نہیں سکتا، قاتل کی جان لینے سے ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا، ہمیں اگر فائدہ پہنچ سکتا ہے تو دیت سے فائدہ پہنچ سکتا ہے، دیت کے ذریعہ مقتول کی بیوہ اور یتیم بچے مالی منفعت حاصل کر کے محتاجی سے بچ سکتے ہیں، خوشحال اور فارغ البال ہو سکتے ہیں اور قاتل کے بیوی بچے بھی محتاجی سے بچ سکتے ہیں، کیونکہ قاتل قصاص میں قتل نہیں ہوگا، لہٰذا وہ زندہ رہ کر اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کر سکتا ہے، مزید برآں دونوں خاندانوں میں محبت و الفت پیدا ہونے کا بھی قوی امکان ہے، اس لئے دیت کا قانون دونوں گھرانوں کے لئے باعث رحمت ہے ﴿ ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

دیت لینے کے بعد مقتول کا وارث قاتل کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کرے (فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ دیت لینے کے بعد معاملات بالکل پرسکون ہو جانے چاہئیں اور جوشِ انتقام ٹھنڈا ہو جانا چاہیئے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے نازل کردہ قوانین قصاص کو عملاً نافذ کرنے کے لئے جدّوجہد کیجئے، اگر نافذ ہوں تو خلوص کے ساتھ ان کے مطابق عمل کیجئے، قوانینِ الٰہیہ سے سرتابی نہ کیجئے، اس میں آپ کا دینی اور دنیوی دونوں قسم کا فائدہ ہے جانیں محفوظ ہوں گی، امنِ عالم برقرار رہے گا قلوب کو اطمینان حاصل ہوگا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۟ الْوَصِيَّةُ
لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ
حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْ بَدَّلَهُ
بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى
الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ
عَلِيمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ
جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا
إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۸۲﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تمہیں موت آئے اور تم مال چھوڑ (کر دنیا سے رخصت ہو) رہے ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کر دیا کرو، ایسا کرنا متقین پر حق ہے ﴿۱۸۰﴾ پھر جو لوگ وصیت سُن لینے کے بعد اُسے بدل دیں تو اس کا گناہ بدلنے والوں پر ہوگا، بے شک اللہ (نے وصیت کرنے والے کی وصیت کو سُن لیا ہے کیونکہ وہ) سمیع ہے (اور جو کچھ خیانت تم کرو گے اس کو بھی وہ جان لے گا کیونکہ وہ) علیم ہے (لہذا وصیت کی خلاف ورزی کرنے پر وہ تمہیں سزا دیگا) ﴿۱۸۱﴾ البتہ اگر کسی شخص کو وصیت کرنے والے کی طرف سے کسی قسم کی زیادتی یا گناہ کا اندیشہ ہو اور وہ (وصیت میں تبدیلی کرکے) وارثوں میں صلح وصفائی کرادے تو اس پر گناہ نہیں ہوگا (ایسی صورت میں اللہ وصیت میں تبدیلی کرنے والے کو معاف کر دے گا کیونکہ) وہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے ﴿۱۸۲﴾

معانی ومصادر (حَضَرَ) حَضَرَ، یَحْضُرُ، حُضُوْرٌ وحَضَارَۃٌ (ن) حاضر ہونا۔
(تَرَکَ) تَرَکَ، یَتْرُکُ، تَرْکٌ وتِرْکَانٌ (ن) چھوڑنا، بیکار کر دینا۔
(خَیْر) خَارَ، یَخِیْرُ، خَیْرٌ (ح) خیر والا ہونا، خیر سے نوازنا [خَیْر = مال]
(وَصِیَّۃ) اَوْصٰی، یُوْصِیْ، اِیْصَاءٌ (باب افعال) وصیّت کرنا، عہد لینا، حکم (وصیّت اِیْصَاءٌ سے اسم ہے۔ مُوْصٍ، اِیْصَاءٌ سے اسم فاعل ہے)
(حَقٌّ) حَقَّ، یَحُقُّ، حَقٌّ (ن) حق پر غالب کرنا، ثابت وواجب کرنا۔
(خَافَ) خَافَ، یَخَافُ، خَوْفٌ وخَیْفٌ و مَخَافَۃٌ وخِیْفَۃٌ (س) ڈرنا۔
(جَنَفٌ) جَنَفَ، یَجْنِفُ، جُنُوْفٌ (ض) وجَنِفَ، یَجْنَفُ، جَنَفٌ (س) راستہ سے ہٹ جانا، وصیت میں حق تلفی کرنا۔
(اَصْلَحَ) اَصْلَحَ، یُصْلِحُ، اِصْلَاحٌ (باب افعال) درستی کرنا، اصلاح کرنا، موافقت وصلح کرا دینا۔
(اِثْمٌ) اَثِمَ، یَاْثَمُ، اِثْمٌ واَثَمٌ واَثَامٌ ومَاْثَمٌ (س) گناہ کرنا، حرام کام کرنا۔

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے متقیوں پر وصیت کرنے کو فرض قرار دیا، ایمان اور تقوٰے کی شان یہی ہے کہ جب موت کا وقت قریب آجائے تو ضرورت مند رشتہ داروں کے لئے کچھ مال دینے کی وصیت کر جائے تاکہ مرنے والے کے مال سے ان ضرورت مندوں کی بھی کچھ ضروریات پوری ہو سکیں اور مرنے والے کے لئے دیا ہوا مال ذخیرۂ آخرت بن جائے۔ والدین، میاں، بیوی اور اولاد تو وارث ہیں اور ان کو بہر حال مرنے والے کے مال میں سے کچھ مال مل ہی جاتا ہے لہذا ان کے لئے وصیت کی ضرورت نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَعْطٰى كُلَّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ (رواه الترمذى وصححه فى ابواب الوصايا باب ماجآء لاوصية لوارث جزء ۲ ص۸۲)

بے شک اللہ عزّوجلّ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے لہذا وارث کے لئے وصیت (کرنے کی ضرورت) نہیں۔

اللہ تعالےٰ نے اس حدیث کے ذریعہ والدین اور دوسرے ورثاء کے لئے وصیّت کے حکم کو منسوخ کر دیا، یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ آیت زیر تفسیر کے عام حکم کو حدیث مذکور کے ذریعہ مقیّد کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا اَحَبَّ (صحیح بخاری کتاب الوصایا باب لا وصیة لوارث جزء ۴ ص۳)

(شروع اسلام میں) مال تو اولاد کے لئے ہوتا تھا اور وصیت ماں باپ کے لئے ہوتی تھی (یعنی ماں باپ کو بغیر وصیت کے کچھ نہیں ملتا تھا) پھر اللہ نے اس میں سے جو چاہا منسوخ فرما دیا۔

یعنی اللہ تعالےٰ نے والدین اور دوسرے وارثوں کے لئے وصیت کے حکم کو منسوخ کر دیا اب اگر وصیّت ہو سکتی ہے تو ان لوگوں کے لئے جو وارث نہیں ہیں۔ لہذا آیت زیر تفسیر میں "والدین" کی ذیل میں اب ماں باپ تو نہیں آ سکتے کیونکہ وہ تو وارث ہیں، البتہ دادا، دادی آ سکتے ہیں کیونکہ ان کے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں۔ اسی طرح اولاد کی موجودگی میں اقرباء کو کچھ نہیں ملتا اگرچہ وہ بہت قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، ایسی صورت میں مرنے والے کو دادا، دادی، یتیم پوتا، پوتی اور دوسرے اقرباء کے لئے وصیت کر دینی چاہئے خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ ضرورت مند ہوں، یہ ایک اسلامی فریضہ ہی نہیں بلکہ ایک انسانی فریضہ بھی ہے۔

وصیّت صرف تہائی مال میں کی جا سکتی ہے، باقی دو تہائی مال ورثاء کے لئے چھوڑنا پڑیگا اور وہ انہی کا حق ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ تہائی مال سے بھی کم کی وصیت کرے۔

حضرت سعدؓ نے اپنی بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

اُوْصِىْ بِمَالِىْ كُلِّهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَالشَّطْرِ قَالَ لَا قُلْتُ الثُّلُثِ قَالَ فَالثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ۔ (صحیح بخاری کتاب الوصایا باب ان یترك ورثتهٗ اغنیاء جزء ۴ ص۳) وفی روایة اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَىْ مَالِىْ قَالَ لَا (صحیح بخاری کتاب الفرائض باب میراث البنات

میں اپنے کل مال کی وصیت کر جاؤں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، انہوں نے کہا دو تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، انہوں نے پوچھا نصف مال کی وصیت کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، انہوں نے پوچھا تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ رسول اللہ

جزء ۸ ص ۱۸۷ و صحیح مسلم کتاب الوصیۃ باب الوصیۃ بالثلث جزء ۲ ص ۱۲)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہائی مال کی وسیت کردو اگرچہ تہائی بھی بہت ہے۔

اگر اپنے مال میں سے کچھ مال کی وصیت کرنی ہو تو وصیت کو فوراً تحریر کر کے اپنے پاس رکھ لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَاحَقُّ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ لَّهٗ شَیْءٌ یُوْصِیْ فِیْهِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَوَصِیَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ (صحیح بخاری کتاب الوصایا باب الوصایا جزء ۴ ص ۲)

کسی مسلم آدمی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اگر اس کو کسی چیز کے متعلق وصیت کرنی ہے تو دو راتیں بھی ایسی گزریں کہ اس کے پاس وصیت تحریر شدہ نہ ہو۔

وصیت کا پورا کرنا اتنا ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جگہ جگہ ورثاء میں میراث کی تقسیم سے پہلے وصیت پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَآ اَوْ دَیْنٍ (النسآء ۔ ۱۱)

میراث کی تقسیم میت کی وصیت کی تعمیل اور قرض کی ادائیگی کے بعد ہو گی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْنَ بِهَآ اَوْ دَیْنٍ (النسآء ۔ ۱۲)

میراث کی تقسیم میّت کی وصیّت کی تعمیل اور قرض کی ادائیگی کے بعد ہو گی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَیْنٍ۔ (النسآء ۔ ۱۲)

میراث کی تقسیم میت کی وصیت کی تعمیل اور قرض کی ادائیگی کے بعد ہو گی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰی بِهَآ اَوْ دَیْنٍ (النسآء ۔ ۱۲)

میراث کی تقسیم میّت کی وصیّت کی تعمیل اور ادائیگی قرض کے بعد ہو گی۔

وصیّت کو پورا کرنے کے سلسلہ میں یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ وصیّت کو بالکل اسی طرح پورا کیا جائے جس طرح میت نے کہا ہے، وصیت میں کسی قسم کی تبدیلی ہرگز جائز نہیں، (فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ) جو لوگ وصیت سُن لینے کے بعد اس میں تبدیلی کرتے ہیں وہ گنہ گار ہیں، وہ وصیت صرف انہوں نے ہی نہیں سُنی ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے بھی سنی ہے کیونکہ وہ سمیع ہے، وہ ہر وقت اور ہر جگہ اور ہر شخص کی بات سن لیتا ہے، اس کی قوت سماعت لامحدود اور غیر مشروط ہے، اگر وصیّت سننے والے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کریں گے تو اللہ کو اس کا علم ہو جائیگا کیونکہ وہ علیم ہے، آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز اس کے علم

سے باہر نہیں۔ اس سمیع وعلیم سے ڈرنا چاہیئے جو ان کی تمام خیانتوں سے واقف ہے اور ایک دن آئیگا کہ وہ ان تمام خیانتوں کی انہیں سزا دیگا، پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا) ہاں اگر وصیت سننے والوں کو یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والا کسی کی حق تلفی کر رہا ہے، مستحق کو چھوڑ کر کسی غیر مستحق کی طرف ایک خاص طبعی میلان رکھتے ہوئے اس کے لئے ناجائز وصیت کر رہا ہے، یا ورثاء کے حقوق کے سلسلہ میں کسی غلط وصیت کی بناء پر گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے تو پھر اگر سننے والے وصیت کو تبدیل کر کے ورثاء وغیرہ کے درمیان صلح وصفائی کرادیں اور حقدار کو اس کا حق دلوادیں تو اس خیر خواہانہ ومصلحانہ تبدیلی کرنے پر وہ گنہ گار نہیں ہوں گے، ایسی صورت میں اللہ تعالےٰ ان کے تبدیلی کے فعل کو گناہ میں شمار نہیں کریگا بلکہ ان کی اس مصلحانہ تبدیلی کو معاف کردیگا کیونکہ وہ بڑا غفور اور رحیم ہے۔

عمل

اے لوگو، مستحق اقرباء کے لئے وصیت کیجئے، وصیت لکھ کر تیار رکھیئے، تہائی مال بلکہ تہائی مال سے بھی کم کی وصیت کیجئے۔ وصیت میں کسی کی حق تلفی نہ کیجئے۔

اے لوگو، میّت کی وصیت کو لفظ بہ لفظ پورا کیجئے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کیجئے، سوائے اس صورت کے کہ میت نے وصیت میں کسی کی حق تلفی کی ہو۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ
ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ
مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾
أَيَّامٗا مَّعۡدُودَٰتٖۚ فَمَن كَانَ
مِنكُم مَّرِيضًا أَوۡ عَلَىٰ سَفَرٖ
فَعِدَّةٞ مِّنۡ أَيَّامٍ أُخَرَۚ وَعَلَى
ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدۡيَةٞ طَعَامُ
مِسۡكِينٖۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيۡرٗا
فَهُوَ خَيۡرٞ لَّهُۥۚ وَأَن تَصُومُواْ

خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٤﴾

ترجمہ اے ایمان والو، تم پر روزے فرض کئے جاتے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم (روزوں کے ذریعہ) متّقی بن جاؤ ﴿۱۸۳﴾ (روزوں کے دن کچھ زیادہ بھی نہیں ہیں کہ تم گھبرا جاؤ بلکہ) گنتی کے چند دن ہیں، پھر (ان میں بھی یہ سہولت ہے کہ) تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں (روزوں کی) گنتی پوری کر لے، اور جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت ہو (لیکن رکھنا نہ چاہیں) تو وہ بطور فدیہ (ہر روزہ کے عوض) ایک مسکین کو کھانا دے دیں، پھر جو شخص (فدیہ دینے کے اس اختیار کے باوجود) خوشی سے نیکی کرے یعنی روزہ رکھے تو وہ اس کے حق میں بہتر ہے اور (اے ایمان والو) اگر تمہیں معلوم ہو جائے (کہ روزہ رکھنا کتنی بڑی نیکی ہے تو تم خود فیصلہ کر لو گے کہ) تمہارا روزہ رکھنا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ ﴿۱۸۴﴾

معانی ومصادر (صِيَام) صَامَ، يَصُوْمُ، صَوْمٌ وصِيَامٌ (ن) کھانے، پینے سے رک جانا، روزہ رکھنا۔

(مَعْدُوْدَاتٍ) (عِدَّةٌ) عَدَّ، يَعُدُّ، عَدٌّ وتَعْدَادٌ (ن) گننا، [عِدَّةٌ = گنتی، جماعت، عورت کی عِدّت]

(مَرِيْضٌ) مَرِضَ، يَمْرَضُ، مَرَضٌ ومَرْضٌ (س) بیمار ہونا۔

(اُخَر) اُخَرُ = اُخْرٰی کی جمع جو آخَرُ کا مونث ہے۔ آخَرُ = دوسرا، اُخْرٰی = دوسری۔

(يُطِيْقُوْنَ) اَطَاقَ، يُطِيْقُ، اِطَاقَةٌ (باب افعال) قادر ہونا، [طَاقَ، يَطُوْقُ، طَوْقٌ ہم معنی ہے]

(فِدْيَةٌ) فَدٰى، يَفْدِيْ، فَدًى وفِدَاءٌ (ض) قید سے چھڑانا، (فِدْيَةٌ = وہ روپیہ جس کے عوض کسی قیدی کو چھڑایا جائے = بدلہ)۔

(طَعَامُ) طَعِمَ، يَطْعَمُ، طَعْمٌ وطَعَامٌ (س) کھانا، (طَعَامٌ = وہ چیز جو کھائی جائے)

(مِسْكِيْن) سَكَنَ، يَسْكُنُ، سُكُوْنٌ (ن) وسَكُنَ، يَسْكُنُ، سُكُوْنَةٌ (ك) مسکین ہونا۔

(تَطَوَّعَ) تَطَوَّعَ، يَتَطَوَّعُ، تَطَوُّعٌ (باب تَفَعُّل) تکلیف اٹھا کر اطاعت کرنا، ایسا نیک عمل کرنا جس کا کرنا شرعاً لازمی نہ ہو۔

(خَيْر) خَارَ، يَخِيْرُ، خَيْرٌ (ض) خیر والا ہونا، بہتری کرنا۔

تفسیر روزوں کی فرضیت کے سلسلہ میں یہ ابتدائی آیات ہیں، روزوں کو فرض کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے چند نفسیاتی تقاضوں کو ملحوظ رکھا اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ اے ایمان والو روزے صرف تم پر ہی فرض نہیں کئے گئے ہیں بلکہ تم سے پہلے گذشتہ امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے، یعنی یہ ایسی کوئی نئی چیز نہیں ہے کہ تم سے پہلے کسی پر فرض نہیں کی گئی تھی، تم سے پہلے بھی لوگوں پر فرض کی گئی تھی، انہوں نے اسے برضاء و رغبت ادا کیا لہذا تم بھی اسے برضاء و رغبت ادا کرو، یہ کوئی مشکل چیز نہیں کہ برداشت نہ ہو سکے لہذا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

۲۔ روزوں کی تعداد جو فرض کی گئی ہے وہ بھی کچھ زیادہ نہیں لہذا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ گنتی کے چند دن کی تکلیف برداشت کر لینا تو کسی پر بار نہیں ہونا چاہئے، خصوصاً ایمان والوں پر جو اللہ تعالےٰ کے ہر حکم پر اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں اور اس کی رضاء کی خاطر ہر قسم کی تکلیف برداشت کرتے ہیں۔

۳۔ تیسری چیز جو اس سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے بطور رعایت بیان کی وہ یہ کہ باوجود قدرت کے اگر کوئی شخص روزہ رکھنا نہ چاہے تو وہ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا دیدے، اور اگر روزہ رکھے تو بہتر ہے اس لئے کہ روزہ رکھنا ایک بہت بڑی نیکی ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے مالداروں پر سے روزوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے ابتداء میں فدیہ دینے کی اجازت دی لیکن ساتھ ساتھ روزہ رکھنے کی ترغیب دے کر بتدریج ان کو روزہ کا عادی بنایا اور جب وہ عادی ہو گئے تو پھر اگلی آیت نازل فرما کر روزہ کو مالداروں پر بھی فرض کر دیا گیا اور فدیہ دینے کے حکم عام کو منسوخ کر دیا۔

روزے فرض کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے روزے کا مقصد بھی بتایا تاکہ روزہ رکھنے والے اس مقصد کو سامنے رکھ کر روزوں میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ روزہ کا مقصد تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ روزے میں چند حلال چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں مثلاً روزے میں نہ کھا سکتا ہے، نہ پی سکتا ہے، روزہ رکھنے والا سوچے کہ آخر وہ ایسا کیوں کر رہا ہے، کیوں حلال و طیب چیزیں وہ استعمال نہیں کر سکتا؟ سوچتے سوچتے آخر وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ وہ سب کچھ اس لئے کر رہا ہے کہ اس کے خالق و مالک کا حکم ہے، اس نے حلال چیزیں اس لئے چھوڑ رکھی ہیں کہ اس کا خالق و مالک اس سے خوش ہو جائے، گویا روزے میں اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کا ایک جذبہ پیدا ہو رہا ہے، دل میں تقویٰ کی نشوونما ہو رہی ہے، دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہو رہا ہے، ایسا دل بھلا کب گوارا کریگا کہ روزہ کا معاملہ ہو یا کسی اور حکم کا معاملہ وہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کر کے اللہ تعالےٰ کو ناراض کرے، گویا روزے میں حلال چیزوں کے چھوڑنے کی یہ تربیت اور اس کے نتیجہ میں تقوےٰ کا دل میں جاگزیں ہونا اس بات کا متقاضی ہو گا کہ وہ تمام حرام چیزوں کو چھوڑ دے، اس کا ضمیر خود اس کو ملامت کرے گا کہ

جس مالک کی رضاء کی خاطر اس نے حلال چیزیں چھوڑ دی ہیں اس کی رضاء کی خاطر وہ حرام چیزیں کیوں نہیں چھوڑ سکتا، مزید برآں روزہ صرف کھانا، پینا چھوڑنے کا ہی نام نہیں ہے بلکہ جو چیزیں حرام ہیں وہ روزہ میں بدرجہ اولیٰ حرام ہو جاتی ہیں اور ان کو چھوڑنے کے بعد ہی روزہ درحقیقت روزہ ہوتا ہے، جو شخص روزہ میں صرف کھانا، پینا چھوڑتا ہے اور حرام چیزوں کو نہیں چھوڑتا، وہ حقیقی روزے سے محروم رہتا ہے، اس کو روزے سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب من لم یدع قول الزور جزء ۳ صـ۳۳)

جو شخص غلط گوئی اور غلط کاری نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالےٰ کو اس کے کھانا اور پینا چھوڑ دینے کی کوئی حاجت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ (وفی روایۃ فَلَا يَجْهَلْ) فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ امْرُؤٌ صَائِمٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَرَّتَيْنِ۔

(صحیح بخاری کتاب الصیام باب فضل الصوم وباب ھل یقول انی صائم اذا شتم جزء ۳ صـ۳۱، صـ۳۴ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب حفظ اللسان وباب فضل الصیام جزء اول صـ۴۶۵ واللفظ للبخاری)

روزہ ڈھال ہے (برائیوں سے بچاتا ہے) لہذا اگر کسی دن تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اسے (اس دن روزے میں) نہ تو بے حیائی کی بات کرنی چاہئے نہ چیخنا چلّانا چاہیئے اور نہ جہالت کی کوئی بات کرنی چاہیئے اور اگر کوئی شخص اُسے برا بھلا کہے یا اس سے لڑے تو وہ (نہ تو برا بھلا کہے اور نہ لڑے بلکہ) یہ کہہ دے "میں روزہ دار ہوں" میں روزہ دار ہوں"۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ روزے میں نہ کوئی خلاف شرع بات کہنی چاہیئے، نہ خلاف شرع کوئی کام کرنا چاہیئے، نہ کوئی ایسا کام کرنا چاہیئے جو روزے دار کے وقار کے خلاف ہو، اگر کوئی شخص روزے میں ایسا کرتا ہے تو روزہ کا مقصد ختم ہو جاتا ہے، گویا روزہ صرف چند حلال چیزوں کے چھوڑنے کا ہی نام نہیں بلکہ تمام حرام چیزوں کا چھوڑنا بھی روزے کی شرائط میں داخل ہے۔

الغرض روزے کی حالت میں تمام حرام چیزوں سے اجتناب اور چند حلال چیزوں سے پرہیز ایسا سالانہ تربیتی نظام ہے کہ روزوں کے ختم ہو جانے کے بعد وہ تقویٰ جو کسی روزہ دار میں روزوں کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے اُسے تمام بُرے کاموں سے روکتا ہے۔ اگر روزے سے تقویٰ پیدا نہ ہو اور روزے میں بھی اور روزے کے بعد بھی بُرے کام ہوتے رہیں تو روزہ بے مقصد اور بے فائدہ ہے۔

روزوں کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے یہ بھی فرمایا کہ روزہ رکھنا فدیہ دینے سے بہتر ہے،

اس لئے کہ روزہ ایک بہت بڑی نیکی ہے، ایک بہت بڑی قربانی ہے، ایک بہت بڑی تربیت ہے اور جس شخص کو روزے کی یہ اہمیت معلوم ہوجائے تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ روزہ کو چھوڑ دے۔

روزہ کی فضیلت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قَالَ اللّٰہُ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَہٗ اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب ھل یقول انی صائم اذا شُتِمَ جزء ۳ ص۳۲ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام جزء اول ص۲۶۵)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزوں کے اس لئے کہ وہ یقیناً میرے لئے ہوتے ہیں (اس میں میری رضاء کے علاوہ کسی قسم کی ریاء کاری نہیں ہوتی) لہذا میں ہی (خاص طور پر) ان کی جزا دونگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُھُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِیَ رَبَّہٗ فَرِحَ بِصَوْمِہٖ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب ھل یقول انی صائم اذا شُتِمَ جزء ۳ ص۳۲ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام جزء اول ص۲۶۵ واللفظ للبخاری)

قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے روزے دار کے منہ کی بُو اللہ تعالےٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، وہ ان دونوں سے خوش ہوتا ہے، ایک اس وقت کہ جب وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور ایک اس وقت کہ جب وہ اپنے ربّ سے ملاقات کریگا تو اپنے روزے کی وجہ سے خوش ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ بَابًا یُقَالُ لَہُ الرَّیَّانُ یَدْخُلُ مِنْہُ الصَّائِمُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَا یَدْخُلُ مِنْہُ اَحَدٌ غَیْرُھُمْ یُقَالُ اَیْنَ الصَّائِمُوْنَ فَیَقُوْمُوْنَ لَا یَدْخُلُ مِنْہُ اَحَدٌ غَیْرُھُمْ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ یَدْخُلْ مِنْہُ اَحَدٌ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب الریان للصائمین جزء ۳ ص۳۲ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام جزء اول ص۲۶۶ واللفظ للبخاری)

جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو رَیّان کہا جاتا ہے، اس دروازے سے قیامت کے دن روزے دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ کوئی اور داخل نہ ہوگا، کہا جائیگا روزے دار کہاں ہیں؟ (یہ سنکر) روزیدار کھڑے ہوجائیں گے (اور وہ اس دروازے سے جنت میں داخل ہوجائیں گے) کوئی دوسرا اس دروازے سے داخل نہ ہوسکے گا، پھر جب وہ سب داخل ہوجائیں گے تو ایسی حالت میں دروازہ بند کردیا جائے گا کہ اس دروازے سے کوئی دوسرا داخل نہ ہوا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب من صام رمضان ایماناً جزء ۳ ص ۳۳)

جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

روزہ ایمانی جذبہ کے ساتھ رکھا جائے، نیکی سمجھ کر رکھا جائے، نیکی میں خلوص ہو تو ایسے روزے سے تقویٰ پیدا ہوگا، گناہ چھوٹتے چلے جائیں گے، توبہ کا جذبہ پیدا ہوگا تو ایسی حالت میں کیوں نہ اس کے پچھلے گناہوں کی مغفرت ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا مِنْ عَبْدٍ یَصُوْمُ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْیَوْمِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام فی سبیل اللہ جزء اول ص ۳۶۶ و صحیح بخاری کتب الجہاد باب فضل الصوم فی سبیل اللہ جز ۳۲ واللفظ لمسلم)

کوئی بندہ ایسا نہیں کہ اللہ کے راستہ میں (یعنی اللہ کی رضاجوئی کے لئے) ایک دن روزہ رکھے مگر یہ کہ اللہ اس دن (کے روزہ) کی برکت سے اس کے چہرے کو دوزخ سے ستر سال (کی مسافت کے فاصلہ کے برابر) دور کر دیتا ہے۔

عمل

اے لوگو، فرض روزے ضرور رکھیئے، ان کو ہرگز نہ چھوڑیئے، روزہ رکھنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس کے بہت فضائل ہیں، لہٰذا کوشش کیجئے کہ آپ ان فضائل سے محروم نہ رہ جائیں۔

روزہ کو تقویٰ پیدا کرنے کے لئے رکھیئے، روزہ کو تمام بیہودہ مشاغل اور بیہودہ باتوں سے پاک رکھیئے، حقیقی روزہ وہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہ کی جائے، تمام حرام کاموں سے بچا جائے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ
الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ
مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ
مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ كَانَ
مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ
اَيَّامٍ اُخَرَ، يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ
وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا
الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا
هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

ترجمہ (جن چند ایّام کے روزے فرض کئے گئے ہیں وہ ماہِ رمضان کے ایّام ہیں) رمضان ہی کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، (وہ قرآن) جس میں (تمام) لوگوں کے لئے رہنمائی ہے، اور جس میں ہدایت اور حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنے کے واضح دلائل ہیں، لہٰذا جو شخص اس مہینہ کو پائے اُسے اس مہینہ کے روزے رکھنے چاہئیں اور جو مریض ہو یا مسافر ہو تو دوسرے ایام میں (روزے رکھ کر ماہِ رمضان کی) گنتی پوری کرلے، اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا۔ الغرض تم کو روزوں کی) گنتی پوری کرلینی چاہیئے اور اللہ تعالےٰ نے جو ہدایت تم کو بخشی ہے اس پر تمہیں اللہ کی بڑائی بیان کرنی چاہیئے تاکہ (اس طرح) تم (اللہ کا) شکر ادا کرسکو ﴿۱۸۵﴾

معانی و مصادر (بَیِّنٰتٍ) بَیَّنَ، یُبَیِّنُ، تَبْیِیْنٌ (باب تفعیل) واضح کرنا، واضح ہونا، [بَیِّنَۃٌ = دلیل، اس کی جمع بَیِّنَات ہے]۔

(فُرْقَان) فَرَقَ، یَفْرُقُ، فَرْقٌ وفُرْقَانٌ (ن وض) علیحدہ کرنا، پھاڑنا۔

(شَہِدَ) شَہِدَ، یَشْہَدُ، شُہُوْدٌ (س) حاضر ہونا، پانا۔

(یُرِیْدُ) اَرَادَ، یُرِیْدُ، اِرَادَۃٌ (باب افعال) چاہنا، ارادہ کرنا [اس کا مادّہ رود ہے]۔

(یُسْر) یَسُرَ، یَیْسُرُ، یُسْرٌ (ك) آسان ہونا۔

(عُسْر) عَسُرَ، یَعْسُرُ، عُسْرٌ وعَسَارَۃٌ (ك) مشکل ہونا۔

(تُکْمِلُوْا) اَکْمَلَ، یُکْمِلُ، اِکْمَالٌ (باب افعال) پورا کرنا۔

(تَشْکُرُوْنَ) شَکَرَ، یَشْکُرُ، شُکْرٌ و شُکُوْرٌ و شُکْرَانٌ (ن) شکر ادا کرنا۔

(تُکَبِّرُوْا) کَبَّرَ، یُکَبِّرُ، تَکْبِیْرٌ (باب تفعیل) بڑائی بیان کرنا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا کہ تم پر چند دن کے روزے فرض ہیں لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ دن کونسے ہیں اور کتنے ہیں، اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ان ایّام کی نشان دہی فرمادی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وہ چند ایّام ماہ رمضان کے ایّام ہیں۔

آیت زیرِ تفسیر گذشتہ آیت کے کچھ عرصہ بعد نازل ہوئی، ظاہر ہے کہ درمیانی وقفہ میں بھی "ایّام معدودات" کا علم لوگوں کو کرایا گیا ہوگا اور وہ اس علم کے مطابق روزے رکھتے ہوں گے۔ اب یہ سوال ہے کہ اس درمیانی مدّت میں یہ علم لوگوں کو کس طرح حاصل ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وحی خفی کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا اور آپ نے حدیث کے ذریعہ ان ایّام کی وضاحت کردی۔

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ یہ رمضان کے مہینے کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ رمضان کے مہینہ کے اور بھی بہت سے فضائل ہیں جو احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَفِي رِوَايَةٍ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب هل یقال رمضان جزء ۳ ص ۲۳۲ و رواہ مسلم فی صحیحہ بالافتحت ابواب السماء وفی روایۃ مسلم فُتِحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ (کتاب الصیام باب فضل شهر رمضان جزء اول ص ۳۶۴ واللفظ للبخاری)

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے اور آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دئے جاتے ہیں (صحیح بخاری و صحیح مسلم)۔ صحیح مسلم میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے البتہ صحیح مسلم میں یہ الفاظ زائد ہیں:۔ "رحمت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں"۔

قرآن مجید رمضان کے مہینہ میں نازل ہوا اور قرآن مجید ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید رات کو نازل ہوا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ (القدر۔ ۱)

ہم نے اس کو شب قدر میں نازل فرمایا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ (حٰمٓ الدخان۔ ۳)

ہم نے اس کو مبارک رات میں اُتارا۔

آیت پر تفسیر اور مندرجہ بالا دونوں آیات سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید رمضان کی کسی رات کو نازل کیا گیا، اس رات کو شب قدر بھی کہتے ہیں اور شب مبارک بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب تحری لیلۃ القدر جزء ۳ ص ۶۰ وروی مسلم نحوہٗ کتاب الصیام باب فضل لیلۃ القدر جزء اول ص ۳۷۷)

شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ شب قدر رمضان کی کس تاریخ کو ہوتی ہے۔ حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی رات ہے۔

الغرض قرآن مجید رمضان کے مہینہ کی اُس رات کو نازل ہونا شروع ہوا جس رات کو لیلۃ القدر یا لیلۃ مبارکہ کہتے ہیں، پھر یہ مختلف اوقات میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ○
(الفرقان - ۳۲)

کافر کہتے ہیں کہ ان پر پورا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہ نازل کیا گیا (اے رسول، ہم نے اس کو) اسی طرح (جس طرح یہ نازل ہوتے دیکھ رہے ہیں نازل کیا ہے) تاکہ ہم اس کے ذریعہ آپ کے دل کو ثابت رکھیں اور (واقعی) ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر ہی آپ کو وحی کیا ہے (نہ کہ اکٹھا)۔

پھر اللہ تعالے نے قرآن مجید کی صفاتِ عالیہ کا تذکرہ فرمایا، اللہ تعالے فرماتا ہے (هُدًى لِّلنَّاسِ) یہ تمام لوگوں کو صحیح راستہ بتاتا ہے، صراطِ مستقیم کی دعوت دیتا ہے، اب جو چاہے صراطِ مستقیم پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ جائے اور جو چاہے صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائے۔

نوٹ:۔ ہدایت کے سلسلہ میں مفصل بحث سورۂ فاتحہ کی آیت نمبر ۶ کی تفسیر پر صفحہ نمبر ۷۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالے نے قرآن مجید کی دوسری صفت یہ بتائی کہ اس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں اور واضح دلائل ہیں، جو شخص بھی انہیں صدق دل سے بغیر کسی ضد اور ہٹ دھرمی کے پڑھے گا اس پر ضرور سیدھا راستہ واضح ہو جائیگا اور پھر وہ سیدھے راستہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ جائیگا۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:۔
فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ۔ (الانعام - ۱۵۷)

تمہارے ربّ کی طرف سے کھلی دلیل، ہدایت اور رحمت آگئی ہے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:۔
هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○
(الاعراف - ۲۰۳)

یہ (قرآن) تمہارے ربّ کی طرف سے بصیرت ہے، ہدایت ہے اور ایمان والوں کے لئے رحمت ہے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:۔
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○
(یونس - ۵۷)

اے لوگو! تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت آگئی ہے، اور وہ چیز آگئی ہے جو دلوں کی بیماریوں سے شفاء دینے والی ہے اور (تم سب کے لئے) ہدایت اور مؤمنین کے لئے (سراسر) رحمت ہے۔

قرآن مجید کی تیسری صفت اللہ تعالے نے یہ بتائی کہ وہ فرقان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ۔

(آل عمران - ۳و۴)

پہلے اللہ نے توریت اور انجیل نازل کی تھیں جن میں تمام لوگوں کے لئے رہنمائی تھی اور (اب اُسی اللہ نے) فرقان نازل کر دیا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝

(الفرقان - ۱)

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کی تاکہ وہ بندہ تمام اقوام عالم کے لئے نذیر بن جائے۔

فرقان سے مراد وہ چیز ہے جو حق و باطل اور اہلِ حق اور اہلِ باطل میں خطِ امتیاز کھینچ دے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا۔

(الانفال - ۲۹)

اے ایمان والو، اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو اللہ تمہارے لئے وہ چیز پیدا کر دے گا جو تم میں اور اہلِ باطل میں خط امتیاز کھینچ دے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(الانفال - ۴۱)

اے ایمان والو، خبردار ہو جاؤ، جو مالِ غنیمت تم کو ملے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے، رسول کے لئے ہے اور اقرباء، یتامیٰ، مساکین اور مسافر کے لئے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے پر اہلِ حق و اہل باطل میں تمیز پیدا کرنے والے دن نازل کی یعنی اُس دن نازل کی جس دن (بدر کے میدان میں) دو لشکروں کی مڈھ بھیڑ ہوئی تھی اور (یہ بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جس طرح جنگ بدر نے اہلِ حق اور اہلِ باطل میں امتیاز پیدا کر دیا اسی طرح قرآن مجید بھی اہل حق اور اہل باطل میں امتیاز پیدا کرتا ہے، جو شخص قرآن مجید پر ایمان لا کر اس پر عمل کرتا ہے وہ اہل حق ہے اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ اہل باطل۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) تم میں جو شخص رمضان کا مہینہ پائے وہ رمضان کے پورے مہینہ کے روزے رکھے، اس آیت میں گویا ایام معدودات

کی تشریح ہے، یعنی گنتی کے چند دن سے مراد رمضان کے ۳۰ یا ۲۹ دن ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَخَنَسَ الْاِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ (وفی روایۃ) یعنی مَرَّةً تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِيْنَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الھلال فصوموا وباب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نکتب جزء ۳ ص ۳۲ و ۳۵ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب وجوب صوم رمضان جزء اول ص ۴۳۷ واللفظ للبخاری)

مہینہ اس اس طرح ہوتا ہے (آپ نے دو دفعہ دونوں ہاتھوں کی تمام انگلیوں کو کھول دیا) اور تیسری مرتبہ ایک انگوٹھے کو بند کرلیا (پھر آپ نے تینوں مرتبہ اپنی تمام انگلیوں کو کھول دیا) یعنی آپ نے ایک مرتبہ ۲۹ (کا عدد بنایا) اور ایک مرتبہ ۳۰ کا۔

مندرجہ بالا حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا، اسی طرح رمضان کا مہینہ بھی کبھی ۲۹ دن کا ہوگا اور کبھی ۳۰ دن کا۔ اگر شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند نظر آئے تو اگلے دن رمضان کی پہلی تاریخ ہوگی، اگر چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن ۳۰ شعبان ہوگی، اسی طرح اگر ۲۹ رمضان کو چاند نظر آئے تو اگلے دن عید ہوگی ورنہ اگلے دن رمضان کی ۳۰ تاریخ ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تصوموا حتی تروا الھلال جزء ۳ ص ۳۲ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب وجوب صوم رمضان جزء اول ص ۴۳۶ واللفظ للبخاری)

جب تک ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے (اگلے دن) روزہ نہ رکھو اور نہ عید کرو جب تک چاند کو دیکھ نہ لو، اگر ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو اس صورت میں ۳۰ دن کی گنتی پوری (کر کے روزہ رکھو یا عید) کرو۔

چاند کا فیصلہ چاند کے بڑا ہونے یا چھوٹا ہونے سے نہ کرے بلکہ جس رات کو دکھائی دے اُسے اُسی رات کا مانے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ مَدَّهٗ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَّيْلَةِ رَأَيْتُمُوْهُ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان انہ لا اعتبار بکبر الھلال وصغرہ۔ جزء اول ص ۴۴۲)

بے شک اللہ نے چاند کی رویت میں تاخیر کردی (یعنی نظر نہ آنے دیا) لہٰذا وہ اسی رات کا مانا جائے جس رات کو تم نے اُسے دیکھا۔

اگر ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن محض اس خیال سے کہ شاید آج رمضان کی پہلی تاریخ ہو روزہ نہ رکھے، حضرت عمارؓ فرماتے ہیں:۔

مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِیْ شُكَّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواہ الترمذی وصححہ فی کتاب الصیام باب ماجاء فی کراھیۃ صوم یوم الشک جزء اول ص۲۱۳ وابوداؤد فی کتاب الصیام جزء اول ص۳۲۶ والنسائی فی کتاب الصیام باب صیام یوم الشک جزء اول ص۲۳۷)

جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شک کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے)

اسی طرح رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ رکھنا منع ہے البتہ وہ شخص روزہ رکھ سکتا ہے جو اُس دن ہمیشہ روزہ رکھا کرتا ہو۔ مثلاً جو شخص پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتا ہے تو اگر ۲۹ یا ۳۰ شعبان کو پیر یا جمعرات کا دن آجائے تو وہ شخص اُس دن روزہ رکھ سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهٗ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب لایتقدم من رمضان بصوم یوم جزء ۳ ص۳۵ و۳۶ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب لا تقدموا رمضان بصوم یوم جزء اول ص۳۴۸ واللفظ للبخاری)

تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے ہرگز روزہ نہ رکھے سوائے اس شخص کے جو اس دن روزہ رکھا کرتا ہو تو وہ روزہ رکھ لے۔

چاند کی رؤیت اُسی مقام کے لئے معتبر ہوگی جہاں وہ دکھائی دے یا ایسے علاقوں کے لئے جو بہت زیادہ دور نہ ہوں۔ بہت زیادہ فاصلہ پر اگر چاند کی رویت ہو تو اُسے شمار نہ کیا جائے گا۔

اِنَّ رَكْبًا جَاءُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ بِالْاَمْسِ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّفْطِرُوْا وَاِذَا اَصْبَحُوْا اَنْ يَّغْدُوْا اِلٰى مُصَلَّاهُمْ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ابواب العیدین باب اذا لم یخرج الامام للعید من یومہ یخرج من الغد جزء اول ص۱۷۱ وروی النسائی نحوہٗ فی کتاب صلوٰۃ العیدین

ایک قافلہ کے آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور گواہی دی کہ بے شک انہوں نے (عید کا) چاند کل شام کو دیکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تمام لوگوں کو) حکم دیا کہ افطار کریں اور جب صبح ہو تو صبح کے وقت عیدگاہ جائیں۔

جزء اول ص۱۷۰ وسندہٗ صحیح نیل الاوطار

جزء۴ ص۱۶۰)

مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت دور کی رویت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

حضرت کریب ایک مرتبہ شام گئے جب وہ واپس مدینہ منوّرہ آئے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے پوچھا:۔

مَتٰی رَأَیْتُمُ الْھِلَالَ۔

تم نے چاند کب دیکھا تھا۔

انہوں نے کہا:۔

رَأَیْنَاہُ لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ۔

ہم نے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا:۔

اَنْتَ رَأَیْتَہٗ؟

کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟

انہوں نے کہا:۔

نَعَمْ وَرَاٰہُ النَّاسُ وَصَامُوْا وَصَامَ مُعَاوِیَۃُ

ہاں (میں نے بھی دیکھا تھا) اور لوگوں نے بھی دیکھا تھا، تمام لوگوں نے روزہ رکھا اور (خلیفہ وقت) امیر معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔

حضرت ابن عباسؓ نے کہا:۔

لٰکِنَّا رَأَیْنَاہُ لَیْلَۃَ السَّبْتِ فَلَا نَزَالُ نَصُوْمُ حَتّٰی نُکْمِلَ ثَلَاثِیْنَ اَوْنَرَاہُ۔

لیکن ہم نے تو ہفتہ کی رات کو دیکھا تھا لہذا ہم تو روزہ رکھتے رہیں گے جب تک ۳۰ دن پورے نہ کرلیں یا ہم (۲۹ کو) چاند نہ دیکھ لیں۔

حضرت کریب نے کہا:۔

اَوَلَا تَکْتَفِیْ بِرُؤْیَۃِ مُعَاوِیَۃَ وَصِیَامِہٖ؟

کیا آپ کے لئے معاویہ کی رویت اور ان کا روزہ رکھنا کفایت نہیں کرتا؟

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:۔

لَا ھٰکَذَا اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان ان لکل بلد رؤیتھم جزء اول ص۳۴۳)

نہیں، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔

رویت کا فیصلہ کم از کم دو عادل آدمیوں کی گواہی سے ہوگا۔ حضرت حارثؓ فرماتے ہیں:۔

عَھِدَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نَنْسُکَ لِلرُّؤْیَۃِ فَاِنْ لَّمْ نَرَہٗ وَشَھِدَ

ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا ہے کہ چاند دیکھ کر عبادت کریں یعنی روزہ وغیرہ رکھیں

شَاهِدَا عَدْلٍ نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا (ابو داؤد کتاب الصوم باب شہادۃ رجلین جزء اول ص۳۲۶ وسندہ صحیح - نیل الاوطار جزء ۴ ص۱۶۱)

اگر ہم خود نہ دیکھیں تو دو عادل گواہوں کی گواہی پر عبادت (یعنی روزہ، حج وغیرہ ادا) کریں۔

الغرض مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ کے روزے رکھے یعنی رمضان کی پہلی تاریخ سے رمضان کی ۲۹ یا ۳۰ تاریخ تک۔ تاریخوں کا تعین ۲۹ تاریخ کو مقامی یا قرب وجوار کی یقینی رویت سے کرے یا مہینے کے ۳۰ دن پورے کرے یقینی رویت کے لئے کم از کم دو عادل گواہوں کی گواہی ضروری ہے۔ رمضان کے روزوں میں پیشوائی کے روزے یا شک کے روزے کی ملاوٹ نہ کرے۔

گذشتہ آیت میں اللہ ذوالجلال والاکرام نے ایک رعایت رکھی تھی کہ جو شخص باوجود طاقت کے روزہ نہ رکھے وہ فدیہ دیدے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اس رعایت کو منسوخ کر دیا۔ اب اللہ تعالےٰ نے حکم دیا (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) جو شخص رمضان کے مہینہ کو پائے وہ اس مہینہ کے روزے رکھے۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا نَزَلَتْ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ كَانَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۳۱ وصحیح مسلم کتاب الصوم باب بیان نسخ قولہ تعالیٰ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ جزء اول ص۲۶۲)

جب یہ آیت نازل ہوئی " وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ" جو شخص روزہ رکھنا نہ چاہتا، فدیہ دے دیتا، یہاں تک کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی تو اس نے اس (رعایت والی) آیت کو منسوخ کر دیا۔

(نوٹ:۔ حضرت سلمہؓ نے جو کچھ بیان کیا یہ ان کی رائے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ایک واقعہ کی تحدیث ہے)

روزہ کو ہر شخص پر فرض کر دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے مریض اور مسافر کو جو رعایت پہلے دی تھی اس کو برقرار رکھا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ یعنی بیمار اور مسافر کے جتنے روزے رہ جائیں ان کو وہ بعد میں رکھ لیں۔ یہ رعایت اس لئے دی گئی ہے کہ وہ روزے رکھنے میں کسی کو دقت نہ ہو اور تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (الحج - ۷۸)

اللہ نے تم پر دین (اسلام) میں کسی قسم کی تنگی (یا سختی) نہیں رکھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب الدین یسر جزء اول ص۱۶) بے شک دین آسان ہے۔

دینِ اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کی فطری کمزوریوں کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور کسی پر ایسی تکلیف نہیں ڈالی گئی جو اس کے لئے ناقابل برداشت ہو۔ اسی خصوصیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے مریض اور مسافر کو آسانی دی کہ وہ بعد میں روزے رکھ لیں، اللہ تعالےٰ کسی کو تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا (یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ) اللہ تعالےٰ تو یہ چاہتا ہے کہ تم کو آسانیاں دے، وہ تم پر سختی نہیں چاہتا۔

(نوٹ:۔ دین کے آسان ہونے کے سلسلہ میں مزید تفصیل انشاء اللہ سورۂ حج کی آیت نمبر ۷۸ کی تفسیر میں بیان کی جائے گی)

آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ) تمہیں چاہئیے کہ روزوں کی گنتی پوری کرو، جو لوگ تندرست ہوں وہ رمضان میں گنتی پوری کریں اور جو لوگ مریض یا مسافر ہوں وہ بعد میں پوری کریں۔ اگر رمضان ۲۹ دن کا ہو تو ۲۹ روزے پورے کریں اور اگر رمضان ۳۰ دن کا ہو تو تیس روزے پورے کریں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ) اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت تم کو بخشی ہے تکمیل صیام کے بعد اس کا شکر ادا کرو اور اللہ تعالےٰ کی بڑائی و بزرگی، عظمت و کبریائی بیان کرو۔

ہدایت کا سرچشمہ قرآن مجید ہے اور قرآن مجید رمضان کے مہینہ میں نازل ہوا لہذا اس ہدایت کے نزول کا شکریہ رمضان کے متصل ہونا ہی زیادہ مناسب تھا، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے تکمیل صیام کے بعد ہی بطور شکرانہ اپنی بڑائی اور کبریائی کے بیان کرنے کا وقت مقرر فرما دیا، نماز عید الفطر میں جو بڑائی اور کبریائی بیان کی جاتی ہے وہ ہادیٔ حقیقی کے اسی حکم کی تعمیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلتَّکْبِیْرُ فِی الْفِطْرِ سَبْعٌ فِی الْاُوْلٰی وَخَمْسٌ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْقِرَاءَۃُ بَعْدَھُمَا کِلْتَیْھِمَا (ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب التکبیر فی العیدین جزء اول ص۱۷۰ وسندہ صحیح۔ نیل الاوطار جزء ۳ ص۲۵۲)

عید الفطر کی نماز میں سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ تکبیریں دوسری رکعت میں کہی جائیں اور ہر دو رکعتوں میں قرأت ان تکبیروں کے بعد کی جائے۔

عید کے دن تکبیریں کہنا اتنا ضروری ہے کہ وہ عورتیں جو اذیت ماما نہ میں ہوں انہیں بھی عیدگاہ میں حاضر ہو کر تکبیریں کہنی چاہئیں۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں:۔

اُمِرْنَا اَنْ نَخْرُجَ فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب اعتزال الحیض المصلی جزء ۲ ص۲۸ وروی مسلم فی صحیحه نحوہٗ فی کتاب صلوٰۃ العیدین باب ذکر اباحة خروج النساء فی العیدین الی المصلی جزء اول ص۳۵۱)

ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم عیدگاہ جائیں، اور ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ ہم ان عورتوں کو بھی عیدگاہ لے جائیں جو اذیّتِ ماہانہ میں ہوں اور پردہ نشین عورتوں کو اور کنواری لڑکیوں کو بھی جو گھر کے اندر پردہ میں رہتی تھیں عیدگاہ لے جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ وہ عورتیں جو اذیت ماہانہ میں ہوں جماعت المسلمین کے ساتھ عیدگاہ میں حاضر ہوں اور ان کی دعاؤں میں شریک ہوں البتہ نماز کی جگہ سے علیحدہ بیٹھ جائیں۔

حضرت امّ عطیہؓ فرماتی ہیں:۔

كُنَّا نُؤْمَرُ اَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيْدِ حَتّٰى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا حَتّٰى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهٗ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب التکبیر ایام منیً جزء ۲ ص۲۵ وفی روایة اَمَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (باب خروج النساء والحیض الی المصلی جزء ۲ ص۲۶) وروی مسلم نحوہٗ فی کتاب صلوٰۃ العیدین باب ذکر اباحة خروج النساء فی العیدین الی المصلی الآ ویدعون ..... وطهرته (جزء اول ص۳۵۱)

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیا کرتے تھے کہ ہم عید کے دن عیدگاہ جائیں حتیٰ کہ ہم کنواری لڑکی کو بھی اس کے خِدر (یعنی پردہ کے مقام) سے نکال کر (عیدگاہ) لے جائیں، ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ ہم ان عورتوں کو بھی عیدگاہ لے جائیں جو اذیّت ماہانہ میں ہوں، یہ عورتیں لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتی رہیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دُعائیں مانگیں اور عید کے دن کی خیر و برکت اور اس کی طہارت و مغفرت کی امیدوار رہیں۔

(نوٹ:۔ گھر کے کونے میں کنواری لڑکیوں کے لئے جو پردہ ڈال دیا جاتا ہے اُسے خِدر کہتے ہیں)

عمل

اے لوگو، پورے رمضان کے روزے رکھئے اور ایمان کے ساتھ ثواب سمجھ کر رکھئے، اگر

آپ بیمار ہوں یا سفر میں ہوں تو آپ روزے چھوڑ سکتے ہیں لیکن ان چھوڑے ہوئے روزوں کی گنتی کے برابر روزے بعد میں رکھ لیجئے، روزوں کی گنتی ہر حال میں پوری کیجئے۔

رمضان کے اختتام پر اس ہدایت کا جو رمضان کے مہینہ میں آپ کو ملی شکر ادا کیجئے اور اس شکر کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ یکم شوّال یعنی عید الفطر کے دن اللہ تعالےٰ کی بڑائی بیان کرنے کے لئے عیدگاہ جاکر زائد تکبیروں کے ساتھ نماز عید ادا کیجئے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ
قَرِیْبٌ، اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ
اِذَا دَعَانِ، فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ
لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

ترجمہ اور (اے رسول) جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں (کہ میں دُور ہوں یا نزدیک) تو کہہ دیجئے کہ میں نزدیک ہوں، جب دعاء کرنے والا مجھ سے دعاء کرتا ہے تو میں اس کی دعاء کو قبول کرتا ہوں، لہذا لوگوں کو چاہیئے کہ (جس طرح میں ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں) وہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ انہیں (دعاء کی قبولیت کے ساتھ) ہدایت بھی مل جائے ﴿۱۸۶﴾

معانی ومصادر (سَاَلَ) سَاَلَ، یَسْاَلُ، سُؤَالٌ مَسْاَلَةٌ (ف) سوال کرنا، پوچھنا۔
(اُجِیْبُ) اَجَابَ، یُجِیْبُ، اِجَابَةٌ (باب افعال) قبول کرنا، جواب دینا [حروف اصلی ج و ب ہیں]
(دَعْوَة) (دَاعٍ) دَعَا، یَدْعُوْ، دُعَاءٌ ودَعْوٰی (ن) دعاء کرنا، پکارنا [حروف اصلی دع و ہیں، داع اسم فاعل ہے]
(یَسْتَجِیْبُوْا) اِسْتَجَابَ، یَسْتَجِیْبُ، اِسْتِجَابَةٌ (باب استفعال) جواب دینا، قبول کرنا۔
(یَرْشُدُوْنَ) رَشَدَ، یَرْشُدُ، رُشْدٌ ورَشَادٌ (ن) ورَشِدَ، یَرْشَدُ، رَشَدٌ (س) ہدایت پانا۔

تفسیر آیت زیر تفسیر کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جب ہم اللہ تعالےٰ کو پکارتے ہیں یا اس سے دعاء مانگتے ہیں تو وہ ہمارے قریب ہوتا

ہے یا دور؟ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے رسول کہہ دیجئے کہ میں تمہارے قریب ہوں، دعاء کرنے والے کی دعاء کو ہر حالت میں اور ہر جگہ سے سنتا ہوں، مجھ سے اس کی دعاء پوشیدہ نہیں ہوتی، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ○
(آل عمران - ۵)

بے شک اللہ تعالےٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں، نہ آسمان میں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ○
(قٓ - ۱۶)

ہم انسان سے اُس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ
(الحدید - ۴)

تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَ اَنَا مَعَهٗ اِذَا دَعَانِيْ (صحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الذکر جزء ۲ صـ ۳۶۹)

بے شک اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھ سے دعاء مانگتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں :۔

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَكُنَّا اِذَا عَلَوْنَا كَبَّرْنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ اِرْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا وَلٰكِنْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (صحیح بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء اذ علا عقبة جزء ۸ صـ ۱۰۱ وصحیح مسلم کتاب الدعوات باب استحباب خفض الصوت بالذکر جزء ۲ صـ ۳۷۵) وَفِيْ رِوَايَةٍ تَوْمَا اِنَّهٗ مَعَكُمْ (واللفظ للبخاری کتاب الجهاد)۔

ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو (بلند آواز سے) اللہ اکبر کہتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو، اپنی جانوں پر رحم کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ تم سننے والے، دیکھنے والے کو پکار رہے ہو، اور وہ (ہر وقت) تمہارے ساتھ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے، وہ حاضر ہے، غائب نہیں لیکن اس کے حاضر ہونے

کی کیفیت کو ہم نہیں جانتے۔

الغرض اللہ تعالےٰ دعاء کرنے والے کے بہت قریب ہوتا ہے (اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ) وہ ہر جگہ سے، ہر وقت، ہر حالت میں دعاء کرنے والے کی دعاء کو سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ دعاء کو اس تک پہنچانے کے لئے نہ کسی وسیلہ کی ضرورت ہے اور نہ چیخنے چلانے کی۔ وہ خود براہ راست دعاؤں کو سُن لیتا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کی طرح وہ فریادیوں کی فریاد سے بے خبر نہیں ہوتا۔ دنیا کے بادشاہوں تک اپنی فریاد پہنچانے کے لئے بادشاہ کی قربت ضروری ہوتی ہے یا کسی دوسرے کا وسیلہ درکار ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالےٰ کی قربت ہر انسان کو ہر وقت حاصل ہے لہٰذا دنیا کے بادشاہوں کی طرح اللہ تعالےٰ کو کسی ذریعہ کی ضرورت نہیں۔

اس کے آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ) جس طرح میں ان کی دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہوں انہیں بھی میرے احکام سننے اور ان پر عمل کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے، میں ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں، وہ میرے احکام پر عمل کریں اور مجھ پر ایمان لائیں، اس طرح انہیں دعاء کی قبولیت کے ساتھ ہدایت بھی مل جائے گی اور اس طرح وہ حقیقی کامیابی و کامرانی حاصل کر سکیں گے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کو قریب سمجھیئے، اسے حاضر و ناظر، سمیع و بصیر سمجھیئے، بغیر کسی وسیلہ کے اس سے طلب کیجیئے، اس تک بات پہنچانے کے لئے کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں البتہ دعاء کی قبولیت کے لئے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ یا کسی زندہ نیک آدمی سے دعاء کرانا احادیث سے ثابت ہے اور یہ جائز ہے۔

اے لوگو، اللہ تعالےٰ پر ایمان لائیے، اللہ تعالےٰ کے احکام پر چلیئے۔ ہدایت کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔

نوٹ:۔ دعاء کے جملہ آداب و مسائل اور وسیلہ کی تشریح انشاء اللہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۵ کی تفسیر میں بیان کی جائے گی۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ
نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ
لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ
تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَ
ابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَ
اشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ
الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ
الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ
فِي الْمَسٰجِدِ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ
فَلَا تَقْرَبُوْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمہ روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کیا جاتا ہے، وہ تمہارے لئے (پاکدامنی کا) لباس (اور بچاؤ) ہیں اور تم ان کے لئے (پاکدامنی کا) لباس (اور بچاؤ) ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کرتے تھے لہذا اللہ تمہاری طرف متوجہ ہوا اور تم کو معاف کر دیا (اور یہی نہیں بلکہ اس نے مزید آسانی عطاء فرمائی) اب تم ان کے پاس جا سکتے ہو اور جو کچھ (اولاد) اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اُسے تلاش کر سکتے ہو، مزید برآں اب تم اس وقت تک کھا سکتے ہو اور پی سکتے ہو جب تک صبح کے وقت سفید تاگا، سیاہ تاگے سے ممتاز نظر نہ آئے پھر (جب سفید اور سیاہ تاگے میں امتیاز ظاہر ہو جائے تو) روزوں کو رات تک پورا کرو، اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کرو تو اپنی بیویوں کے پاس نہ آؤ، یہ اللہ کی حدود ہیں، ان کے قریب بھی نہ جانا۔ (اور اے رسول) اس طرح اللہ اپنی آیتوں کو واضح طریقہ پر بیان کر رہا ہے تاکہ یہ لوگ متقی بن جائیں ﴿۱۸۷﴾

معانی ومصادر (اُحِلَّ) اَحَلَّ، یُحِلُّ، اِحْلَالٌ (باب افعال) حلال کرنا، احرام اتارنا۔

(رَفَثَ) رَفَثَ، یَرْفُثُ، رَفْثٌ (ن وض) رَفِثَ یَرْفَثُ رَفَثٌ (س) فحش بات کرنا یا کہنا۔

(لِبَاس) لَبِسَ،، یَلْبَسُ، لُبْسٌ (س) پہننا۔

(تَخْتَانُوْنَ) اِخْتَانَ، یَخْتَانُ، اِخْتِیَانٌ (باب افتعال) خیانت کرنا، چوری کرنا۔

(تاب) تَابَ، يَتُوْبُ، تَوْبٌ وتَوْبَةٌ وتَابَةٌ ومَتَابَةٌ (ن) رجوع کرنا، توبہ کرنا، توبہ قبول کرنا۔
(عَفَا) عَفَا، يَعْفُوْ، عَفْوٌ (ن) معاف کرنا، مٹا دینا، زیادہ کرنا، زیادہ ہونا۔
(بَاشِرُوْا) (لَا تُبَاشِرُوْا) بَاشَرَ، يُبَاشِرُ، مُبَاشَرَةٌ (باب مفاعلہ) بدن سے بدن ملانا، پاس اٹھنا بیٹھنا، سامنے بیٹھنا۔
(ابْتَغُوْا) اِبْتَغٰى، يَبْتَغِيْ، اِبْتِغَاءٌ (باب افتعال) طلب کرنا، تلاش کرنا۔
(اِشْرَبُوْا) شَرِبَ، يَشْرَبُ، شِرْبٌ ومَشْرَبٌ وتَشْرَابٌ (س) پینا [شَرِبَ، يَشْرَبُ شَرَبٌ (س) پیاسا ہونا، سیراب ہونا]
(يَتَبَيَّنَ) تَبَيَّنَ، يَتَبَيَّنُ، تَبَيُّنٌ (باب تَفَعُّل) واضح ہونا، ظاہر ہونا۔
(اَتِمُّوْا) اَتَمَّ، يُتِمُّ، اِتْمَامٌ (باب افعال) پورا کرنا۔
(عَاكِفُوْنَ) عَكَفَ، يَعْكِفُ، عَكْفٌ وعُكُوْفٌ (ن، ض) اعتکاف کرنا، کسی جگہ یا کسی کام پر اپنے کو مقید کر لینا۔
(يُبَيِّنُ) بَيَّنَ، يُبَيِّنُ، تَبْيِيْنٌ (باب تفعیل) واضح ہونا، واضح کرنا، ظاہر ہونا۔
(حُدُوْد) حَدَّ، يَحُدُّ، حَدٌّ وحَدَدٌ (ن) حد بندی کرنا، حَدّ (یعنی سزا) جاری کرنا۔

شانِ نزول

حضرت براء کہتے ہیں:۔

كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْاِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ اَنْ يُفْطِرَ لَمْ يَاْكُلْ لَيْلَتَهٗ وَلَا يَوْمَهٗ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْاِفْطَارُ اَتٰى امْرَاَتَهٗ فَقَالَ لَهَا اَعِنْدَكِ طَعَامٌ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ اَنْطَلِقُ فَاَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهٗ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَجَاءَتْهُ امْرَاَتُهٗ فَلَمَّا رَاَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَّكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جب کوئی شخص روزہ رکھتا اور افطار کا وقت آتا تو اگر افطار کرنے سے پہلے وہ سو جاتا تو پھر وہ نہ اس رات کو کھا سکتا تھا اور نہ اس کے بعد دن کو کھا سکتا تھا، (ایک دن ایسا ہوا کہ) قیس بن صرمہ انصاری نے روزہ رکھا، پھر جب افطار کا وقت آیا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا "کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟" بیوی نے کہا "نہیں، لیکن میں ابھی جاتی ہوں اور تمہارے لئے (کہیں سے) کچھ لے کر آتی ہوں"، بیوی چلی گئیں۔ حضرت قیس دن بھر کام کرتے رہے تھے لہذا نیند نے غلبہ کیا اور وہ سو گئے جب

ان کی بیوی واپس آئیں تو انہیں دیکھ کر کہنے لگیں "تمہاری خرابی" (الغرض انہوں نے کچھ کھائے بغیر پھر روزہ رکھ لیا) جب اگلا دن آدھا گذر گیا تو حضرت قیس بے ہوش ہو گئے، اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا، اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے نازل ہونے سے لوگ بہت خوش ہوئے۔

اُحِلَّ لَكُمْ ..... فَرِحُوا بِهَا فَرَحًا شَدِيدًا (صحیح بخاری کتاب الصیام باب قول اللہ جل ذکرہ اُحِلَّ لَكُمْ جزء ۳ صـ ۳۶)

حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

جب رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو لوگ پورے رمضان (اپنی) بیویوں کے پاس نہیں جاتے تھے، لیکن اس سلسلہ میں بعض (لوگوں سے کوتاہی ہو گئی اور وہ) اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کر بیٹھے تو اللہ (تعالیٰ) نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوا لَا يَقْرَبُونَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كُلَّهُ وَكَانَ رِجَالٌ يَخُونُونَ أَنْفُسَهُمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ .....

(صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ صـ ۳۱)

الغرض اس آیت کے نزول کے دو سبب ہیں۔

۱۔ ایک حضرت قیس کا واقعہ، دوسرے بعض لوگوں کا رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس چلے جانا۔

تفسیر روزوں کی راتوں میں اب تک یہ پابندی تھی کہ روزے دار نہ تو اپنی بیویوں کے پاس جا سکتے تھے اور نہ کھا پی سکتے تھے صرف افطار کے وقت کھا سکتے تھے اور پی سکتے تھے اور اگر افطار سے پہلے سو جاتے تو پھر پوری رات اور دوسرے دن روزہ رکھنا پڑتا تھا، روزوں میں یہ پابندیاں قرآن مجید کی کسی آیت سے عائد نہیں کی گئی تھیں، بلکہ وحی خفی یعنی حدیث کے ذریعہ عائد کی گئی تھیں۔ قرآن مجید میں صرف ان پابندیوں کے تخفیف کرنے کا ذکر ملتا ہے، پابندیاں عائد کرنے کا ذکر نہیں ملتا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم و کرم سے ان پابندیوں میں تخفیف فرما دی، اب روزوں کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانا اور کھانا اور پینا حلال کر دیا گیا اور سو جانے کے بعد کھانے پینے پر جو پابندی تھی اُسے منسوخ کر دیا گیا۔

روزوں کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانے کی اجازت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ) وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو یعنی جس طرح لباس سردی گرمی، گرد و غبار سے حفاظت کرتا ہے اسی طرح میاں، بیوی غلط کاری سے ایک دوسرے کی حفاظت

کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم جزء ۷ ص ۳ وصحیح مسلم کتاب النکاح جزء اول ص ۵۸۳)

اے نوجوانوں کی جماعت (تم میں سے) جس شخص کو نکاح کرنے کی استطاعت ہو اُسے چاہیئے کہ نکاح کرے اس لئے کہ نکاح کرنا نگاہ کو نیچا رکھتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔

آیت زیرِ تفسیر اور مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ میاں اور بیوی بُرے کام سے ایک دوسرے کی حفاظت کا سبب ہیں۔

میاں بیوی کے تعلقات ایک فطری تقاضے کو پورا کرتے ہیں لہذا اللہ تعالےٰ نے اس فطری تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُس پابندی میں تخفیف فرمادی جو پابندی کہ روزے کی حالت میں پہلے فرض کی گئی تھی۔ تخفیف کرنے کا سبب یہ ہوا کہ بعض لوگ اس پابندی کو نباہ نہ سکے، وہ اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کر بیٹھے یعنی ان سے روزے کی راتوں میں غلطی ہو گئی، اللہ تعالےٰ نے غلطی کو معاف کر دیا اور آئندہ کے لئے روزے کی راتوں میں بیوی کے پاس جانا حلال کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ" اب تم اپنی بیویوں سے میل جول رکھ سکتے ہو اور (وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ) اور جو اولاد اللہ تعالےٰ نے تمہاری تقدیر میں لکھ دی ہے اُسے تلاش کر سکتے ہو۔ بیویوں سے صحبت کرنے کے سلسلہ میں یہ ایک بڑا لطیف کنایہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے استعمال فرمایا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے کھانے پینے کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اب تم روزوں کی راتوں میں کھا بھی سکتے ہو اور پی بھی سکتے ہو۔

روزے کی حالت میں تین حلال کام حرام ہو جاتے ہیں۔

۱۔ بیوی سے صحبت کرنا

۲۔ کھانا اور

۳۔ پینا

روزوں کی راتوں میں اللہ تعالےٰ نے ان تینوں کاموں کی اجازت دی تو اب اس نے ان تینوں کاموں کے اور روزے کے حدود بھی مقرر فرما دئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان تینوں کاموں کی اجازت اس وقت تک ہے جب تک صبح کے وقت سفید اور سیاہ تاگے میں امتیاز نہ پیدا ہو جائے، سیاہ تاگے سے مراد صبح کاذب ہے اور سفید تاگے سے مراد صبح صادق ہے یعنی سیاہ اور سفید تاگوں سے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی مراد ہے۔

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں:۔

اُنْزِلَتْ: "وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ" وَلَمْ يُنْزَلْ "مِنَ الْفَجْرِ"، وَكَانَ رِجَالٌ اِذَا اَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ اَحَدُهُمْ فِيْ رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الْاَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْاَسْوَدَ وَلَا يَزَالُ يَاْكُلُ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهٗ رُؤْيَتُهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدَهٗ "مِنَ الْفَجْرِ" فَعَلِمُوْا اَنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۳۱ و ص۳۲ و صحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر جزء اول ص۴۲۱)

جب یہ آیت "وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ" نازل ہوئی تو ابتداء میں اس کے ساتھ "مِنَ الْفَجْرِ" کے الفاظ نازل نہیں ہوئے (بعض لوگ اس کا مطلب نہیں سمجھے لہذا) جب وہ روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو ان میں سے ہر شخص اپنے پیروں میں ایک سفید تاگا اور ایک سیاہ تاگا باندھ لیتا اور وہ اس وقت تک کھاتا (پیتا) رہتا جب تک ان دونوں کی اصلی حالت روشن نہیں ہوتی (یعنی جب تک دونوں میں امتیاز پیدا نہ ہوتا)۔ اللہ تعالےٰ نے (اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے) بعد میں "مِنَ الْفَجْرِ" کے الفاظ نازل فرما دئے تو لوگ سمجھ گئے کہ سفید اور سیاہ تاگوں سے رات کا دن سے ممتاز ہونا مراد ہے۔

حضرت عدی بن حاتم جب اسلام لائے تو باوجود "مِنَ الْفَجْرِ" کے الفاظ کے سفید اور سیاہ تاگے کا اصل مطلب نہیں سمجھ سکے،

اَخَذَ عَدِيٌّ عِقَالًا اَبْيَضَ وَعِقَالًا اَسْوَدَ حَتّٰى كَانَ بَعْضُ اللَّيْلِ نَظَرَ فَلَمْ يَسْتَبِيْنَا فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ مَا الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ اَهُمَا الْخَيْطَانِ) جَعَلْتُ تَحْتَ وِسَادَتِيْ (وَفِيْ نُسْخَةٍ عِقَالَيْنِ) قَالَ اِنَّ وِسَادَكَ اِذًا لَعَرِيْضٌ (وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّكَ لَعَرِيْضُ الْقَفَا) اِنْ كَانَ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ وَالْاَسْوَدُ تَحْتَ وِسَادَتِكَ (وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنْ اَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَا بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ

انہوں نے ایک سفید تاگا اور ایک سیاہ تاگا لیا (اور ان کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا) جب تھوڑی رات باقی رہ گئی تو وہ انہیں دیکھتے رہے لیکن وہ ان دونوں میں امتیاز نہ کر سکے۔ جب صبح ہوئی تو (وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور) عرض کیا اے اللہ کے رسول خَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے دو تاگے مراد ہیں؟ میں نے اپنے تکیے کے نیچے دو تاگے رکھ لئے تھے (لیکن صبح تک) مجھے

بَيَاضُ النَّهَارِ) (صحیح بخاری کتاب التفسیر جزء ۶ ص۳۱ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر جزء اول ص۴۲۱ واللفظ للبخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَيْسَ أَنْ يَقُوْلَ الْفَجْرُ أَوِ الصُّبْحُ وَقَالَ بِأَصَابِعِهٖ وَرَفَعَهَا إِلٰى فَوْقُ وَطَأْطَأَ إِلٰى أَسْفَلُ حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا وَقَالَ زُهَيْرٌ بِسَبَّابَتَيْهِ إِحْدٰهُمَا فَوْقَ الْأُخْرٰى ثُمَّ مَدَّهَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب الاذان قبل الفجر جزء اول ص۱۶۱ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر جزء اول ص۴۲۲ واللفظ للبخاری) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ وَمَدَّ يَدَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ هُوَ الْمُعْتَرِضُ وَلَيْسَ بِالْمُسْتَطِيْلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ لَا يَغُرَّنَّ أَحَدَكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ مِّنَ السُّحُوْرِ وَلَا هٰذَا الْبَيَاضُ حَتّٰى يَسْتَطِيْرَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ حَتّٰى يَبْدُوَ الْفَجْرُ أَوْ قَالَ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ (صحیح مسلم جزء اول ص۴۲۲ وص۴۲۳)

(امتیاز نہ ہو سکا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے (اپنے تکیے کے نیچے) ان دونوں تاگوں کو دیکھا اور سفید اور سیاہ تاگے تمہارے تکیے کے نیچے آ گئے تو پھر تو تمہارا تکیہ بھی بڑا عریض ہے اور تمہاری گدی بھی بڑی عریض ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: نہیں (یہ مراد نہیں) بلکہ اس سے تو رات کی سیاہی اور دن کی روشنی مراد ہے (یعنی جب رات کی سیاہی اور دن کی روشنی ممتاز ہو جائیں تو روزے کا وقت شروع ہو گیا اور کھانے پینے وغیرہ کا وقت ختم ہو گیا)۔

کوئی شخص ویسے ہی نہ کہہ دیا کرے کہ صبح ہو گئی صبح ہو گئی (بلکہ صبح اس وقت ہو گی جب اس طرح ہو جائے پھر) آپ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا، ان کو اوپر کی طرف اٹھایا پھر ان کو نیچے کی طرف جھکایا یعنی اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھا، پھر ان دونوں کو داہنی طرف اور بائیں طرف پھیلایا (یعنی آپ کا مطلب یہ تھا کہ صبح اس وقت ہو گی جب روشنی اس طرح پھیل جائے)، صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلایا (پھر) آپ نے فرمایا: وہ پھیل جانے والی (روشنی) ہے، مستطیل (یعنی لمبی دھاری) نہیں ہے، تمہیں سفید روشنی دھوکے میں نہ ڈالے (صبح صادق اس وقت تک نہیں ہو گی) جب تک وہ روشنی پھیل نہ جائے (یعنی) جب تک صبح بالکل ظاہر نہ ہو جائے۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک صبح کی روشنی افضائے عالم میں پھیل نہ جائے اس وقت تک روزے کا وقت شروع نہیں ہوتا۔ روشنی کے پھیلنے سے پہلے کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں، روشنی پھیلتے ہی

کھانا پینا بند کر دینا چاہیئے، روشنی پھیلتے ہی روزہ شروع ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے روزہ کا ابتدائی وقت بیان کرنے کے بعد فرمایا (ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ) پھر روزوں کو رات تک پورا کرو یعنی روزہ کا وقت رات کے آتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب الصوم فی السفر جزء ۳ ص۴۳) ورواہ مسلم وزاد "أَشَارَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ" (کتاب الصیام باب بیان انقضاء الصوم جزء اول ص۴۴۴)

جب تم دیکھو کہ رات ادھر سے (یعنی مشرق کی طرف سے) آگئی تو روزے دار کے افطار کا وقت ہو گیا۔ صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ آپ نے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ وَأَدْبَرَ النَّهَارُ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان وقت انقضاء الصوم جزء اول ص۴۴۱)

جب رات آجائے اور دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کو چاہیئے کہ افطار کرے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کہتے ہیں:۔

شَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا وَجَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ (صحیح مسلم کتاب الصیام جزء اول ص۴۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ستّو) پیئے پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: جب سورج اِدھر غائب ہو جائے اور رات اُدھر سے آجائے تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہیئے۔

آیت زیرِ تفسیر اور مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ روزے کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب صبح کے وقت دن کی روشنی پھیل جائے اور اس وقت ختم ہوتا ہے جب شام کے وقت مغرب میں سورج غائب ہو جائے اور مشرق سے رات کی تاریکی نمودار ہو جائے۔

اعتکاف

پھر اللہ تعالےٰ نے اعتکاف کا ذکر فرمایا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عٰكِفُونَ فِي الْمَسٰجِدِ) اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کے لئے بیٹھ جاؤ تو اپنی بیویوں کے پاس نہ آؤ، ان سے میل جول نہ رکھو، ان سے اختلاط نہ کرو، ان کے پاس نہ اٹھو بیٹھو۔

اعتکاف کیونکہ رمضان میں ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے رمضان کے روزوں کے سلسلہ میں اس کا ذکر کیا۔

آیت سے معلوم ہوا کہ

اس جرم کا کفارہ

(۱) اعتکاف مسجد میں کرے،

(۲) حالت اعتکاف میں بیوی کے پاس نہ آئے جائے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں :۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ (صحیح بخاری باب الاعتکاف فی العشر الاواخر جزء ۳ صـ۶۲ و صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب اعتکاف العشر الاواخر جزء اول صـ۴۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں :۔

اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیُدْخِلُ رَأْسَہٗ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَاَرَجِّلُہٗ (وفی روایۃٍ فَاَغْسِلُہٗ وَاَنَا حَائِضٌ) وَکَانَ لَا یَدْخُلُ الْبَیْتَ اِلَّا لِحَاجَۃٍ اِذَا کَانَ مُعْتَکِفًا (صحیح بخاری کتاب الصیام ابواب الاعتکاف باب لایدخل البیت الا لحاجتو وغسل المعتکف جزء ۳ صـ۶۳)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں ہوتے تو آپ مسجد میں ہی رہتے البتہ (وقتِ ضرورت) اپنا سر (میرے حجرہ میں) داخل کرتے میں آپ کے کنگھی کر دیا کرتی تھی اور سر دھو دیا کرتی تھی حالانکہ میں اذیت ماہانہ میں ہوتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں ہوتے تو گھر میں سوائے قضائے حاجت کے تشریف نہ لاتے تھے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا : یہ اللہ تعالےٰ کے حدود ہیں (فَلَا تَقْرَبُوْھَا) ان کے قریب بھی نہ جانا، نہ صبح (صادق) ہونے کے بعد کھاتے پیتے رہنا، نہ غروب آفتاب سے پہلے افطار کرنا، نہ اعتکاف کی حالت میں بیویوں کے پاس آنا جانا، الغرض احکامِ الٰہی کی پوری طرح تعمیل کرنا، کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا، (کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ) اللہ تعالےٰ لوگوں میں تقویٰ پیدا کرنے کے لئے اپنی آیات کو واضح طریقہ پر بیان کر رہا ہے، اللہ تعالےٰ کے احکام میں نہ کوئی الجھن ہوتی ہے اور نہ اس کے احکام میں کوئی پیچیدگی ہوتی ہے، بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں اور آسانی سے ان پر عمل ہو سکتا ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت صـ۱۸۳ سے روزوں کا بیان شروع ہوا تھا اور آیت صـ۱۸۷ پر ختم ہوا۔ ابتدائی

آیت میں بھی اللہ تعالٰے نے روزوں کا مقصد تقوٰے بتایا تھا اور آخری آیت میں بھی تقوٰی بتایا۔ گویا روزوں کو تقوٰے کے سلسلے میں بڑی اہمیت حاصل ہے، اگر روزے رکھنے کے بعد بھی کسی میں تقوٰی پیدا نہیں ہوتا تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے روزے بے مقصد رہے۔

(نوٹ :۔ روزوں سے کس طرح تقوٰی پیدا ہوتا ہے اور اگر تقوٰی پیدا نہ ہو تو روزے ضائع ہو جاتے ہیں اس سلسلہ میں تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۳ کی تفسیر صـ۶۰۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

عمل

اے لوگو، خلوص کے ساتھ تقوٰی پیدا کرنے کی نیت سے پورے رمضان کے روزے رکھا کیجئے، اللہ تعالٰے کے حدود و احکام کا احترام کیا کیجئے،

گذشتہ پانچ آیات میں اللہ نے مندرجہ ذیل باتوں کا حکم یا ذکر فرمایا ہے :۔

(۱) رمضان کے روزے

(۲) رمضان کے بعد اللہ تعالٰے کی بڑائی بیان کرنا (یعنی عید الفطر کی نماز وغیرہ)

(۳) دعاء اور

(۴) اعتکاف

دعاء کے متعلق تفصیلی احکام انشاء اللہ سورۂ اعراف کی آیت ۵۵ کی تفسیر میں بیان کئے جائینگے، روزے، عید الفطر اور اعتکاف کے مسائل ترتیب وار درج ذیل ہیں۔

روزے مندرجہ ذیل مسائل اوپر بیان کئے جا چکے ہیں۔

(۱) رمضان کے روزے فرض ہیں، ان کو ثواب سمجھ کر رکھنا چاہیئے،

(۲) رمضان کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا،

(۳) رمضان یا عید کے چاند کا فیصلہ مقامی یا کسی ایسے مقام کی رویت سے کرنا چاہیئے جو بہت زیادہ دور نہ ہو۔ بہت بعید مقام کی رُویت کا اعتبار نہیں کرنا چاہیئے،

(۴) اگر ۲۹ تاریخ کو چاند نظر آئے تو اگلے دن پہلی تاریخ مانے، اگر ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو مہینے کے ۳۰ دن پورے کرے، پھر اگلے دن پہلی تاریخ مانے۔ پہلی تاریخ کا فیصلہ چاند کے بڑا ہونے یا چھوٹا ہونے سے نہ کرے بلکہ یقینی رُویت سے کرے،

(۵) رُویت کا فیصلہ دو عادل گواہوں کی شہادت پر کرے،

(۶) روزہ صبح صادق سے شروع کرے یعنی جب دن کی سفیدی پھیل جائے تو کھانا پینا بند کر دے اور آفتاب کے غروب ہوتے ہی جبکہ مشرق سے سیاہی نمودار ہو جائے افطار کرے،

(۷) صبح کاذب میں کھانا پینا بند کرنا ضروری نہیں یعنی روشنی کی سفید دھاری کے نکل آنے کے بعد بھی اگر چاہے تو کھاتا پیتا رہے،

(۸) روزے میں تین حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں یعنی (۱) کھانا (۲) پینا اور (۳) جماع کرنا۔ البتہ روزے دار کے لئے مغرب سے صبح صادق کے شروع ہونے تک یہ چیزیں حلال ہیں،

(۹) روزہ میں تمام حرام کاموں سے پرہیز کرے، نہ بری بات کہے، نہ برا عمل کرے، نہ چیخے، نہ چلائے، نہ جہالت کی بات کرے، نہ کسی کو برا بھلا کہے، اور نہ کسی سے لڑے، اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اُسے برا بھلا کہے تو اُسے چاہیئے کہ اس طرح کہے "میں روزہ دار ہوں"، "میں روزہ دار ہوں"،

(۱۰) اگر ۲۹/ شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن محض اس خیال سے کہ شاید آج رمضان کی پہلی تاریخ ہو ہرگز روزہ نہ رکھے،

(۱۱) رمضان سے پہلے ایک یا دو روزے رمضان کے استقبال کی نیت سے نہ رکھے، البتہ اگر کوئی شخص ہمیشہ کسی خاص دن یا تاریخ کا روزہ رکھتا ہو اور وہ دن یا تاریخ ۲۹ یا ۳۰ شعبان کو آجائے تو پھر روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں،

(۱۲) اگر کوئی شخص رمضان کے مہینہ میں بیمار ہو تو بیماری کی وجہ سے جتنے روزے رہ جائیں انہیں بعد میں رکھ لے،

(۱۳) اگر کوئی شخص سفر میں ہو تو وہ اگر چاہے تو روزے چھوڑ دے، پھر سفر ختم ہو جانے کے بعد جتنے روزے چھوڑے ہوں رمضان کے بعد ان کی گنتی پوری کرے۔

اب ہم روزوں کے بقیہ مسائل بیان کرتے ہیں:۔

(۱۴) اگر سفر میں روزہ رکھنا چاہے تو رکھ لے

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:۔

كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب لم یعب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعضھم بعضًا فی الصوم والافطار جزء ۳ ص۲۵۲ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز الصوم والفطر فی شھر رمضان للمسافر جزء اول ص۳۵۳)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے (ہم میں سے بعض روزے رکھتے تھے اور بعض افطار کرتے تھے) نہ روزہ رکھنے والا افطار کرنے والے کے فعل کو معیوب سمجھتا تھا اور نہ افطار کرنے والا روزہ رکھنے والے کے فعل کو معیوب سمجھتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔
قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَفْطَرَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب من انظر فی السفر لیراہ الناس جزء ۳ ص ۴۴
وصحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز الصوم والفطر فی شہر رمضان للمسافر جزء اول ص ۳۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی ہے اور افطار بھی کیا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنا بھی جائز ہے اور افطار کرنا بھی جائز ہے، البتہ افطار کرنے والے کو بعد میں رکھنے ہوں گے۔

(۱۵) سفر میں تکلیف اٹھا کر روزہ نہ رکھنا چاہیئے

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔
كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَرَاٰى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالُوْا صَائِمٌ فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لمن ظلل علیہ جزء ۳ ص ۴۴
وصحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز الصوم و الفطر فی شہر رمضان للمسافر جزء اول ص ۳۵۲ واللفظ للبخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے آپ نے لوگوں کا ہجوم دیکھا، آپ نے دیکھا کہ ایک شخص پر سایہ کیا جا رہا ہے، آپ نے پوچھا، یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا "یہ روزہ دار ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں"۔

(۱۶) سفر میں اگر روزہ رکھ لیا ہو تو بعد میں کسی وقت بھی افطار کیا جا سکتا ہے، سفر میں روزہ رکھنا ضروری نہیں بلکہ اختیاری ہے لہذا اس کا پورا کرنا ضروری نہیں، اختیاری ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَارَ اِلٰى مَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيْدَ اَفْطَرَ فَاَفْطَرَ النَّاسُ (صحیح بخاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ میں مکہ کے لئے روانہ ہوئے، آپ نے روزہ رکھا لیکن جب آپ کدید کے مقام پر پہنچے

کتاب الصیام باب اذا صام ایاما من رمضان ثم سافر جزء ۳ ص۴۳ وصحیح مسلم کتاب الصیام جزء اول ص۳۵۱)

تو افطار کرلیا، لوگوں نے بھی افطار کرلیا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ اِلٰی مَکَّۃَ فَصَامَ حَتّٰی بَلَغَ کُرَاعَ الْغَمِیْمِ فَصَامَ النَّاسُ فَدَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَّآءٍ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَیْھِمُ الصِّیَامُ وَاِنَّمَا یَنْظُرُوْنَ فِیْمَا فَعَلْتَ فَدَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَّآءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ) فَرَفَعَہٗ حَتّٰی نَظَرَ النَّاسُ اِلَیْہِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِیْلَ لَہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ اِنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ اُولٰٓئِکَ الْعُصَاۃُ اُولٰٓئِکَ الْعُصَاۃُ (صحیح مسلم کتاب الصیام جزء اول ص۳۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا، پھر جب آپ کراع الغمیم پر پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ روزہ لوگوں پر شاق گذر رہا ہے اور وہ یہ انتظار کر رہے ہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور اُسے اتنا بلند کیا کہ سب لوگوں نے دیکھ لیا، پھر آپ نے وہ پانی پی لیا (یہ دیکھ کر اکثر لوگوں نے روزہ کھول لیا لیکن چند لوگوں نے روزہ نہیں کھولا) لوگوں نے آپ سے کہا کہ بعض لوگ اب بھی روزے سے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ نافرمان ہیں۔ یہ لوگ نافرمان ہیں۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ:۔

(۱) سفر میں روزہ عصر کے بعد بھی کھولا جا سکتا ہے، اگرچہ بعض لوگوں نے تکلیف کی وجہ سے روزہ کھولا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی تکلیف کے روزہ کھول دیا لہٰذا بغیر کسی تکلیف کے بھی سفر میں روزہ کھولنا جائز ہے۔

(۲) جب کسی کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دکھا کر کریں تو وہ کام ضروری ہوتا ہے، اس کا تارک اگرچہ اس کو چھوڑ کر کوئی اور نیکی ہی کر رہا ہو گنہگار ہے، سنت کے خلاف کوئی نیکی نیکی نہیں رہتی بلکہ گناہ بن جاتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ترکِ سنت گناہ ہے، سنت کا چھوڑنا جائز نہیں۔

(۱۷) صبح صادق سے کچھ دیر پہلے اُٹھ کر کچھ کھانا پینا چاہیئے، اسے سحری کہتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَۃً (صحیح بخاری

سحری کیا کرو، اس لئے کہ سحری میں (بڑی) برکت ہے۔

کتاب الصیام باب برکۃ السحور جزء اول ص ۳۸
وصحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور
جزء اول ص ۴۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور جزء اول ص ۴۴۳)

ہمارے روزوں اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ سحری کرنا ضروری ہے، سحری نہ کرنے سے کفار کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

(۱۸) سحری بالکل آخری شب میں کرنی چاہیئے۔

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں :۔

كُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِيْ اَهْلِيْ ثُمَّ تَكُوْنُ سُرْعَتِيْ اَنْ اُدْرِكَ السُّجُوْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب تاخیر السحور جزء ۳ ص ۳۷)

میں اپنے گھر میں سحری کرتا تھا پھر مجھے جلدی کرنی پڑتی تھی تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر پالوں۔

حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں :۔

تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ۔

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کی، پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

حضرت انسؓ نے پوچھا :۔

كَمْ كَانَ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالسَّحُوْرِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كَمْ كَانَ قَدْرُ مَا بَيْنَهُمَا)

اذان (یعنی اقامت) اور سحری میں کتنا وقفہ ہوتا تھا۔

حضرت زیدؓ نے فرمایا :۔

خَمْسِيْنَ اٰيَةً (صحیح بخاری کتاب الصیام باب قدر کم بین السحور وصلاۃ الفجر جزء ۳ ص ۳۷ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور جزء اول ص ۴۴۳)

پچاس آیتوں کے پڑھنے میں جتنا وقت لگتا ہے۔

(۱۹) اگر صبح صادق سے پہلے نماز فجر کی تیاری کے لئے بطور تنبیہ اذان دی جائے تو اُس اذان کو سُنکر کھانا پینا بند نہ کرنا چاہیئے۔ کھانا پینا اُس اذان کو سُنکر بند کرنا چاہیئے جو صبح صادق شروع ہوتے ہی دی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا یَمْنَعَنَّ اَحَدَکُمْ اَوْ اَحَدًا مِّنْکُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سَحُوْرِہٖ فَاِنَّہٗ یُؤَذِّنُ اَوْ یُنَادِیْ بِلَیْلٍ لِیَرْجِعَ قَائِمَکُمْ وَلِیُنَبِّہَ نَائِمَکُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الاذان بعد الفجر و باب الاذان قبل الفجر جزء اول ص۱۶۰ و ص۱۶۱ و صحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر جزء اول ص۴۴۲)

بلال کی اذان تمہیں سحری کرنے سے ہرگز نہ روکے، وہ تو رات کو اذان دیتے ہیں تاکہ تہجد پڑھنے والے کو لوٹا دیں اور سونے والے کو ہوشیار کر دیں (یعنی ان کی اذان کا سحری سے کوئی تعلق نہیں) تم کھاتے اور پیتے رہا کرو جب تک ابن ام مکتوم اذان دیں۔

(۲۰) اگر فجر کی اذان ہو جائے اور پیالہ ہاتھ میں ہو تو پیالے کے اندر جو کچھ ہے اس سے اپنی ضرورت پوری کر لے، یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک آسانی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا سَمِعَ اَحَدُکُمُ النِّدَآءَ وَالْاِنَاءُ عَلٰی یَدِہٖ فَلَا یَضَعْہُ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَہٗ مِنْہُ (ابو داؤد، کتاب الصوم باب الرجل یسمع النداء والاناء علی یدہ جزء اول ص۳۲۸ و سندہ صحیح۔ مرعاۃ المفاتیح جلد ۳ ص۲۲۴)

جب تم میں سے کسی شخص کے ہاتھ میں برتن ہو اور وہ اذان کی آواز سُنے تو برتن کو نہ رکھے جب تک اس سے اپنی حاجت نہ پوری کر لے۔

(۲۱) فرض روزے کے متعلق بغیر عذر شرعی کسی کو اختیار نہیں کہ روزہ رکھے یا نہیں رکھے، اس لئے دن کے کسی حصّہ میں بھی اگر اپنا اختیار استعمال کیا اور روزہ رکھنے کی نیّت نہیں کی تو دن کے اُس حصّے کا روزہ بے نیّت رہا حالانکہ نیّت بڑی ضروری چیز ہے، مزید

بر اُس دن کے اس حصّہ میں اس نے اپنے آپ کو مختار سمجھا حالانکہ دن کے اس حصّہ میں بھی اُسے روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار نہیں تھا، اُسے چاہیئے تھا کہ اپنے آپ کو روزہ رکھنے کے لئے مجبور پاتا اور صبح صادق ہی سے اللہ تعالےٰ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا اور روزہ کی نیت کر لیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (صحیح بخاری کتاب الوحی باب کیف کان بدء الوحی جزء اول ص۲) — اعمال کا دار و مدار نیتوں پر موقوف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ لَّمْ یُجْمِعِ الصِّیَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِیَامَ لَہٗ (ابوداؤد کتاب الصوم باب فی النیۃ فی الصوم جزء اول ص۳۲۱ ورواہ الترمذی و النسائی۔ قال محمد ناصر الدین الالبانی اسنادہٗ صحیح ولا یعلہ وقف من اوقفہ۔ التعلیقات الالبانی علی المشکوٰۃ جزء اول ص۶۲) — جو شخص روزوں کی نیت فجر سے یعنی صبح صادق سے پہلے نہ کرے تو اس کے روزے نہیں ہوتے۔

الغرض صبح صادق سے پہلے یعنی رات کے وقت ہی روزہ کی نیت کر لینا چاہیئے۔

نوٹ:۔ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں۔ زبان سے نیت، کرنا بدعت ہے۔

(۲۲) سورج غروب ہونے کے بعد بہت جلدی افطار کرے، افطار میں تاخیر نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب تعجیل الافطار جزء ۳ ص۴۷ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور جزء اول ص۴۳۳) — لوگ ہمیشہ خیر کے ساتھ رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

حدیثِ بالا سے معلوم ہوا کہ افطار میں دیر کرنا خیر سے محروم ہونا ہے۔

حضرت مسروق نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہا:۔

وَمِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں دو آدمی

كِلَاهُمَا لَا يَأْلُوْ عَنِ الْخَيْرِ اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ وَالْاٰخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ۔

ہیں جو کسی نیکی کے حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے لیکن ان میں سے ایک مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کرتے ہیں اور دوسرے مغرب کی نماز اور افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے پوچھا:۔

مَنْ يُّعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ؟

مغرب اور افطار میں جلدی کون کرتا ہے؟

مسروقؒ نے کہا: "عبداللہ"۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا:۔

هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور جزء اول ص۴۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے (یعنی جلدی افطار کرتے تھے اور جلدی مغرب کی نماز پڑھتے تھے)۔

(۲۳) افطار کرتے وقت یہ دعاء پڑھے۔

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

(ترجمہ) پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں اور انشاء اللہ اجر ثابت ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَأُ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(ابوداؤد، کتاب الصوم باب القول عند الافطار جزء اول ص۳۲۸ وسندہ صحیح مرعاۃ شرح مشکوٰۃ جزء ۳ ص۲۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ دعاء پڑھتے تھے ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

(۲۴) روزہ کھجور سے افطار کرے، اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ تَمْرًا فَالْمَآءُ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ (ترمذی کتاب الزکوٰۃ باب ما جاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ جزء اول ص۲۰۱)

جب تم میں کوئی افطار کرے تو کھجور سے افطار کرے اس لئے کہ کھجور برکت ہے، اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے اس لئے کہ پانی پاک کرنے والا ہے۔

وکتاب الصوم باب ماجآء ما یستحب علیه الافطار بدون قوله فانه برکة وهٰکذا رواه ابوداؤد. فی کتاب الصوم باب ما یفطر علیه جزء اول ص۳۲۸ وسنده صحیح ۔ مرعاۃ جلد ۳ ص۲۲۵)

(نوٹ:۔ نمک سے افطار کرنے کا کوئی ثبوت نہیں)

(۲۵) اگر غلطی سے غروب آفتاب سے پہلے افطار کرلے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں:۔

اَفْطَرْنَا عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ غَیْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ۔

(صحیح بخاری کتاب الصیام باب اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس جزء ۳ ص۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نے ابر کے دن افطار کرلیا پھر سورج نکل آیا۔

(۲۶) اگر روزے میں بھولے سے کھالے، پی لے تو کوئی حرج نہیں۔ اُسے اپنا روزہ پورا کرنا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا نَسِیَ فَاَکَلَ وَشَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَهٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب الصائم اذا اکل او شرب ناسیا جزء ۳ ص۴ وصحیح مسلم باب اکل الناسی وشربه وجماعه لا یفطر جزء اول ص۳۶۷)

جب کوئی روزہ دار بھولے سے کھالے اور پی لے تو اُسے اپنا روزہ پورا کرنا چاہیئے، اس لئے کہ اُسے اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔

(۲۷) اگر بحالت جنابت صبح ہوجائے تو کوئی حرج نہیں، نہا کر روزہ رکھ لے۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُدْرِکُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ اَهْلِهٖ ثُمَّ یَغْتَسِلُ وَیَصُوْمُ (صحیح بخاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بعض مرتبہ) ایسی حالت میں صبح ہوتی تھی کہ آپ جنبی ہوتے تھے پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھ لیتے۔

کتاب الصیام باب الصائم یصبح جنبا جزء۳
ص۳۸ وصحیح مسلم باب صحۃ صوم من
طلع علیہ الفجر وھو جنب جزء اول ص۴۲۸)

(۲۸) اگر اپنی خواہشات پر قابو رکھ سکتا ہو تو روزہ میں اپنی بیوی کو پیار کر لینے اور پاس اٹھنے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَ يُبَاشِرُ وَ هُوَ صَائِمٌ وَكَانَ اَمْلَكُكُمْ لِاِرْبِهٖ

(صحیح بخاری باب المباشرۃ للصائم جزء۳ ص۳۹ وصحیح مسلم باب بیان ان القبلۃ فی الصوم لیست محرمۃ جزء اول ص۴۳۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں پیار کرتے اور بدن سے بدن ملا کر بیٹھ جایا کرتے تھے (لیکن جماع نہیں کرتے تھے) اور آپ اپنی خواہشات پر تم سب سے زیادہ قابو رکھتے تھے۔

(۲۹) اگر قصداً روزہ توڑ دے تو کفارہ ادا کرے، کفارہ میں ایک غلام آزاد کرے، اگر غلام آزاد نہ کر سکے تو دو مہینے کے متواتر روزے رکھے، اگر یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:۔

جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الْاٰخَرَ وَقَعَ عَلٰى اِمْرَاَتِهٖ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَ اَتَجِدُ مَا تُحَرِّرُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ اَفَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ بِهٖ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ قَالَ اَطْعِمْ هٰذَا عَنْكَ قَالَ عَلٰى اَحْوَجَ مِنَّا مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَحْوَجُ مِنَّا (وفی روایۃ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ (صحیح بخاری باب المجامع فی رمضان ... جزء۳ ص۳۲

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا "میں نے روزہ کی حالت میں جماع کر لیا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟" اس نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟" اس نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟" اس نے کہا نہیں۔ (کچھ دیر کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان کو اپنی طرف سے کھلا دو"، اس نے کہا کیا

ج۱ صحیح مسلم باب تغلیظ تحریم الجماع فی نهار رمضان جزء اول ص۴۵۰)

اپنے سے زیادہ ضرورتمند لوگوں کو؟ (مدینہ کے) دونوں سنگستانوں کے درمیان کوئی گھر ہم سے زیادہ ضرورتمند نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا "اپنے اہل (وعیال) ہی کو کھلا دو"۔

(نوٹ:۔ اسلام میں کسی قسم کی سختی نہیں، آسانی ہی آسانی ہے، یہ حدیث دین کے آسان ہونے کا کھلا ثبوت ہے)

ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسکین کو نصف صاع طعام دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے دوران قربانی کرنے سے پہلے سر منڈانے کے فدیہ کے سلسلہ میں فرمایا تھا:۔

صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ طَعَامٍ (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرہ جزء ۶ ص۳۳ وصحیح مسلم کتاب الحج باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان به اذًی جزء اول ص۴۹۵)

تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ (یعنی) ہر مسکین کو نصف صاع طعام دو۔

نوٹ:۔ طعام سے مراد وہ کھانا ہے جو عام طور پر کسی کے گھر میں کھایا جاتا ہے مثلاً گیہوں، چاول وغیرہ

(۳۰) عورت جب اذیّت ماہانہ میں ہو تو روزے نہ رکھے، بعد میں گنتی پوری کرلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ (صحیح بخاری باب الحائض تترک الصوم جزء ۳ ص۴۵)"

کیا یہ بات نہیں ہے کہ عورت جب اذیّت ماہانہ میں ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزے رکھتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ يُصِيْبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض جزء اول ص۱۵۰)

ہمیں اذیّت ماہانہ ہوتی تھی تو ہمیں روزہ کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا لیکن نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

(۳۱) جو روزے بیماری، سفر یا اذیّت ماہانہ وغیرہ کی وجہ سے رہ جائیں تو انہیں شعبان تک پورا کرلے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ يَكُوْنُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِيْ شَعْبَانَ (صحیح بخاری باب متی یقضی قضاء رمضان جزء ۳ ص۲۵ و صحیح مسلم باب قضاء رمضان فی شعبان جزء اول ص۳۶۳)

مجھ پر رمضان کے روزے باقی ہوتے تھے، میں ان کے رکھنے پر قادر نہ ہوتی تھی مگر شعبان میں۔

(۳۲) اگر روزہ دار گرمی یا پیاس کی وجہ سے سر پر پانی ڈالے تو کوئی حرج نہیں۔

ایک صحابی کہتے ہیں:۔

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهِ الْمَاءَ وَهُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ أَوْ مِنَ الْحَرِّ (ابوداؤد کتاب الصوم باب الصائم یصب علیہ الماء من العطش جزء اول ص۳۲۹ و سندہ صحیح مرعاۃ جلد ۳ ص۲۲۷)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرج میں دیکھا کہ آپ روزے کی حالت میں پیاس یا گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر پانی ڈال رہے تھے۔

نوٹ:۔ نفل روزوں کے مسائل ہم انشاء اللہ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۵ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

عید الفطر

عید الفطر کے دن اس بات کے شکرانہ میں کہ اللہ تعالےٰ نے ہدایت بخشی اللہ تعالےٰ کی بڑائی بیان کرنی چاہیئے۔ اس سلسلہ میں ص۶۱۶ پر مندرجہ ذیل باتوں کا ذکر گزر چکا ہے

(۱) نماز عید دو رکعت فرض ہے۔ اس نماز کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہنی چاہئیں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں۔

(۲) عورتوں کو حتّٰی کہ کنواری لڑکیوں کو اور ان عورتوں کو جو اذیّت ماہانہ میں ہوں عیدگاہ جانا ضروری ہے۔

(۳) تمام مرد اور تمام عورتیں نماز پڑھیں البتہ جو عورتیں اذیّت ماہانہ میں ہوں وہ نماز نہ پڑھیں بلکہ نماز کی جگہ سے علیحدہ بیٹھ جائیں لیکن جماعت المسلمین کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتی رہیں، اور ان کی دعاء کے ساتھ دعاء مانگیں۔

(۴) تمام مردوں اور عورتوں کو دعاء کرنی چاہیئے اور

(۵) عید کی خیر و برکت اور طہارت و مغفرت کی امید رکھنی چاہیئے۔

اب ہم عید کے مزید مسائل بیان کرتے ہیں:۔

(۶) عید کی نماز کو روانہ ہونے سے پہلے زکوٰۃ الفطر ادا کرے، یہ زکوٰۃ ہر چھوٹے، بڑے، مرد و عورت، آزاد و غلام سب پر فرض ہے، اس کی مقدار ایک صاع طعام ہے جو ہر آدمی کی طرف سے ادا کیا جائے، طعام سے مراد وہ کھانا ہے جو عموماً کسی گھر میں کھایا جاتا ہے، مثلاً غلہ یا کھجور وغیرہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب فرض صدقۃ الفطر جزء ۲ ص۱۶۱ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر جزء اول ص۳۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمین میں سے ہر آزاد و غلام، مرد و عورت اور بڑے اور چھوٹے پر زکوٰۃ الفطر جس کی مقدار ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہے فرض کی ہے اور آپ نے حکم دیا ہے کہ یہ زکوٰۃ نماز عید کو جانے سے پہلے ادا کر دی جائے۔

حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں:۔

كُنَّا نُخْرِجُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ وَكَانَ طَعَامُنَا الشَّعِيْرُ وَالزَّبِيْبُ وَالْاَقِطُ وَالتَّمْرُ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ قبل العید جزء ۲ ص۱۶۲)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد (مبارک) میں ایک صاع طعام دیا کرتے تھے اور اس زمانہ میں ہمارا طعام جو، کشمش، پنیر اور کھجور تھا۔

(۷) عید کے دن عمدہ کپڑے پہنے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِّنْ اِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوْقِ فَاَخَذَهَا فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِبْتَعْ هٰذِهٖ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَالْوُفُوْدِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب فی العیدین والتجمل فیہ جزء ۲ ص۲۰ وصحیح مسلم کتاب اللباس ۲/۲۲۹)

عمرؓ نے بازار میں ایک ریشمی جُبّہ بکتا ہوا دیکھا وہ اُسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول، اسے خرید لیجئے تاکہ آپ عید اور وفود کے لئے اس سے زینت کیا کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لباس (یعنی ریشمی کپڑا) وہ شخص پہنے گا جس کا (آخرت میں) کوئی حصّہ نہ ہو۔

(۸) عید کا اہتمام کرے، اگر عید کے دن بچیاں دف بجا کر گائیں تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

دَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ وَعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ مِنْ جَوَارِی الْاَنْصَارِ تُغَنِّیَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ یَوْمَ بُعَاثَ وَفِیْ رِوَایَةٍ تُدَافِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ قَالَتْ وَلَیْسَتَا بِمُغَنِّیَتَیْنِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَمَزَامِیْرُ الشَّیْطَانِ فِیْ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذٰلِكَ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا بَكْرٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ دَعْهُمَا یَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَهٰذَا عِیْدُنَا (صحیح بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام وباب اذا فاتہ العید جزء ۲ ص ۲۱ و ص ۲۹ وصحیح مسلم باب الرخصۃ فی اللعب جزء اول ص ۳۵۲ و ص ۳۵۳)

عید کا دن تھا، میرے پاس دو انصاری لڑکیاں دف بجا کر وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے جنگ بُعاث کے دن کہے تھے، وہ دونوں لڑکیاں گانے والی نہیں تھیں، اتنے میں ابوبکر داخل ہوئے، انہوں نے کہا کیا شیطانی باجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے ابوبکر انہیں چھوڑ دو ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے"۔

(۹) عید کی نماز کو روانہ ہونے سے پہلے طاق کھجوریں کھائے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَغْدُوْ یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَاْكُلَ تَمَرَاتٍ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب الاکل یوم الفطر ۲/۱۲ وفی روایۃ وتراً (حاکم سندہٗ صحیح المستدرک ۱/۲۹۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عیدگاہ نہ جاتے جب تک چند کھجوریں نہ کھا لیتے۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ طاق کھجوریں کھاتے۔

(۱۰) عیدگاہ پہنچکر امام کو چاہیئے کہ دو رکعت نماز پڑھائے، عید کی نماز سے پہلے یا عید کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھے، امام کے سامنے برچھی وغیرہ گاڑ دی جائے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی یَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَیْنِ لَمْ یُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا (صحیح بخاری کتاب العیدین باب الخطبۃ بعد العید جزء ۲ ص ۲۳ وص ۳ وصحیح مسلم جزء ۱ ص ۳۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی نماز دو رکعت پڑھی، نہ اُس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اُس کے بعد کوئی نماز پڑھی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں :۔
اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ تُرْکَزُ الْحَرْبَۃُ قُدَّامَہٗ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ثُمَّ یُصَلِّیْ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب الصلوٰۃ الی الحربہ جزء۲ ص۲۵)

عیدالفطر اور عیدالنحر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برچھی گاڑ دی جاتی، پھر آپ نماز پڑھتے تھے۔

(۱۱) ہر رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیریں کہے، پہلی میں سات اور دوسری میں پانچ (دلیل ص۶۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں) سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۂ قٓ اور دوسری میں سورۂ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ یا پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور دوسری رکعت میں ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ پڑھے۔

حضرت واقد اللیثیؓ فرماتے ہیں :۔
کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِیْہِمَا بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ (صحیح مسلم کتاب العیدین باب ما یقرأ بہ فی صلاۃ العیدین جزء اول ص۳۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی دو رکعتوں میں سورۂ قٓ اور سورۂ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ پڑھتے تھے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں :۔
کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْعِیْدَیْنِ وَفِی الْجُمُعَۃِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب ما یقرأ فی صلاۃ الجمعۃ جزء اول ص۳۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نماز میں سورۂ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ پڑھتے تھے۔

(۱۲) امام کو چاہیئے کہ عید کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر خطبہ دے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں :۔
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ فِی الْاَضْحٰی وَالْفِطْرِ ثُمَّ یَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب المشی والرکوب الی العید جزء ۲ ص۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن پہلے نماز پڑھتے، پھر خطبہ دیتے تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰی فَبَدَأَ بِالصَّلٰوۃِ ثُمَّ خَطَبَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب موعظۃ الامام النساء یوم العید جزء۲ ص۲۷ وصحیح مسلم کتاب العیدین جزء اول ص۳۵)

عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو اتر گئے۔

(۱۳) اگر عورتوں نے خطبہ نہ سُنا ہو تو امام کو چاہیئے کہ ان کے قریب جاکر ان کو بھی وعظ و نصیحت کرے، مرد اس وقت بھی بیٹھے رہیں، جائیں نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

اَشْھَدُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَصَلّٰی قَبْلَ الْخُطْبَۃِ فَرَاٰی اَنَّہٗ لَمْ یُسْمِعِ النِّسَآءَ فَاَتَاھُنَّ . . . . . فَوَعَظَھُنَّ (صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب العرض فی الزکوۃ جزء ۲ ص۱۴۴ و صحیح مسلم کتاب العیدین جزء اول ص۳۵)

میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی، پھر آپ نے خیال کیا کہ آپ عورتوں کو نہ سُنا سکے تو آپ ان کے پاس آئے اور ان کو بھی نصیحت کی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ یُجْلِسُ الرِّجَالَ بِیَدِہٖ ثُمَّ اَقْبَلَ یَشُقُّھُمْ حَتّٰی جَآءَ النِّسَآءَ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب موعظۃ الامام النساء جزء۲ ص۲۷ وصحیح مسلم کتاب العیدین جزء اول ص۳۴۹ وص۳۵ واللفظ لمسلم)

(جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرف چلے) گویا کہ وہ منظر اب بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے کہ جس وقت آپ اپنے ہاتھ کے اشارے سے مردوں کو بٹھا رہے تھے، یہاں تک کہ آپ مردوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے پاس آئے۔

(۱۴) نماز لمبی پڑھائے اور خطبہ مختصر دے لیکن افراط تفریط سے بچتے ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَاَطِیْلُوا الصَّلٰوۃَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَۃَ۔ (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ جزء اول ص۳۴۵)

نماز کو لمبا کیا کرو اور خطبہ کو مختصر کیا کرو۔

حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں :۔

فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا وَ خُطْبَتُهُ قَصْدًا (صحیح مسلم کتاب الجمعة باب تخفیف الصلوٰة والخطبة جزء اول ص۲۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور خطبہ دونوں متوسط درجے کے ہوتے تھے (نہ افراط اور نہ تفریط)۔

(۱۵) خطبہ کے وقت امام کو چاہیئے کہ اپنے ہاتھ میں عصا یا کمان لے لے۔ خطبہ کی ابتداء حمد و ثناء سے کرے

حضرت براءؓ فرماتے ہیں :۔

فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ النَّاسَ بِوَجْهِهٖ وَأُعْطِيَ قَوْسًا أَوْ عَصًا فَاتَّكَأَ عَلَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ (رواہ احمد، بلوغ جزء ۶ ص۱۵۳ وروی نحوہٗ ابوداؤد فی کتاب الصلوٰة، ابواب صلوٰة العیدین، باب الخطبة جزء اول ص۱۶۹ وسندہ صحیح۔ مرعاۃ جلد ۲ ص۳۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیرا، پھر لوگوں کی طرف منہ کیا، آپ کو ایک کمان یا عصا دیا گیا تو آپ نے اس پر سہارا لیا، پھر آپ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔

(۱۶) امام کو چاہیئے کہ لوگوں کو نصیحت کرے، احکام جاری کرے اور جو اہم باتیں ہوں وہ بتائے مثلاً جہاد وغیرہ کی تیاری کا حکم دے، تمام لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں اور خطبہ سنتے رہیں۔

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں :۔

وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ فَإِنْ كَانَ يُرِيْدُ أَنْ يَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهٗ أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهٖ (صحیح بخاری کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی بغیر منبر جزء ۲ ص۲۲ وصحیح مسلم کتاب العیدین جزء اول ص۳۵۱ واللفظ للبخاری)

تمام لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نصیحت کرتے، وصیت کرتے اور حکم دیتے۔ اگر کہیں لشکر روانہ کرنا ہوتا تو اس کو ترتیب دے دیتے یا اور کسی کام کا حکم دینا ہوتا تو اس کا حکم دے دیتے۔

(۱۷) خطبہ کے بعد راستہ بدل کر گھر واپس ہو۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں :۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب من خالف الطریق اذا رجع جزء ۲ ص۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن واپسی میں راستہ بدل دیا کرتے تھے۔

(۱۸) اگر کسی عورت کے پاس عیدگاہ جانے کے لئے چادر نہ ہو تو اس کے ساتھ جانے والی عورت کو چاہیئے کہ اپنی چادر میں اُسے بھی چھپالے۔

حضرت ام عطیہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَلٰى اِحْدٰنَا بَاْسٌ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ اَنْ لَّا تَخْرُجَ

اے اللہ کے رسول، اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا اس پر کوئی گناہ ہے اگر وہ عیدگاہ نہ جائے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا (صحیح بخاری کتاب العیدین باب اذا لم یکن لها جلباب فی العید جزء ۲ ص۲۷ و روٰی مسلم نحوہٗ باب ذکر اباحة خروج النساء فی العیدین جزء اول ص۳۵۲)

اس کے ساتھ والی عورت کو چاہیئے کہ وہ اپنی چادر میں اُسے بھی چھپالے۔

(۱۹) عید کے دن جنگی مشقیں کرانا اچھا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

وَكَانَ يَوْمُ عِيْدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب الحراب والدرق یوم العید جزء ۲ ص۲ و صحیح مسلم باب الرخصة فی اللعب جزء اول ص۳۵۳)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ) عید کا دن تھا کچھ حبشی ڈھالوں اور ہتھیاروں سے کھیل رہے تھے۔

(۲۰) عید کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے پڑھے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْعِيْدِ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ (صحیح مسلم کتاب العیدین جزء اول ص۳۵۰)

میں نے عید کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی، آپ نے خطبہ سے پہلے بغیر اذان اور اقامت کے نماز عید پڑھی۔

(۲۱) عید کی نماز کھلے میدان میں ادا کرنی چاہیئے۔

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ

يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى (صحیح بخاری کتاب العیدین باب الخروج الی المصلی بغیر منبر جزء۲ ص۲۲)

کے دن عیدگاہ تشریف لیجایا کرتے تھے۔

(۲۲) عید کی نماز، صبح کے وقت پڑھی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُوْ اِلَى الْمُصَلّٰى (صحیح بخاری کتاب العیدین باب حمل العنزۃ جزء۲ ص۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت عیدگاہ جایا کرتے تھے۔

اعتکاف

اعتکاف کے متعلق ص۶۳ پر لکھا جا چکا ہے کہ

(۱) اعتکاف مسجد میں ہونا چاہیئے،

(۲) حالت اعتکاف میں بیوی کے پاس نہ آئے جائے،

(۳) اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ میں کیا جائے،

(۴) حالتِ اعتکاف میں اپنے گھر نہ جائے، صرف قضائے حاجت کے لئے گھر جا سکتا ہے،

(۵) حالتِ اعتکاف میں اگر معتکف مسجد کے اندر رہتے ہوئے سر کو اپنے گھر کے اندر کر دے تو اس کی بیوی اس کا سر دھو سکتی ہے اور کنگھی کر سکتی ہے اگرچہ بیوی اذیت ماہانہ ہی میں کیوں نہ ہو۔

اب ہم اعتکاف کے مزید مسائل بیان کرتے ہیں۔

(۶) عورتیں بھی مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہیں، اعتکاف کرنے والا مرد ہو یا عورت اس کے لئے مسجد میں کپڑے وغیرہ سے کوئی جگہ علیحدہ بنا دی جائے، صبح کی نماز کے بعد وہ اس جگہ داخل ہو جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ اَضْرِبُ لَهٗ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهٗ فَاسْتَاْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ اَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَاَذِنَتْ لَهَا فَضَرَبَتْ خِبَاءً (صحیح بخاری کتاب الصیام باب اعتکاف النساء جزء۳ ص۶۳ وروی مسلم نحوہٗ کتاب الاعتکاف باب متی یدخل من اراد الاعتکاف فی معتکفہ جزء اول ص۳۸۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے، میں آپ کے لئے خیمہ لگوا دیا کرتی تھی، آپ اس میں صبح کی نماز کے بعد داخل ہو جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے اجازت لے کر اپنا خیمہ لگایا۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حفصہؓ نے عائشہؓ سے کہا کہ میرے لئے اجازت لے لو۔ انہوں نے اجازت لے لی۔

وفی روایۃ سَأَلَتْ حَفْصَۃُ عَائِشَۃَ اَنْ تَسْتَاْذِنَ لَھَا فَفَعَلَتْ (صحیح بخاری جزء ۳ صـ۶۷ باب من ارادان یعتکف ثم بدالہ ان یخرج)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ۔ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب الاعتکاف فی العشر الاواخر جزء ۳ صـ۶۲ وصحیح مسلم کتاب الاعتکاف جزء اول صـ۳۷۹)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔

(۷) اعتکاف کرنے والے سے اس کی بیوی مسجد میں آکر مل سکتی ہے، اعتکاف کرنے والا اپنی بیوی کو چھوڑنے جا سکتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّھَا جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُہٗ فِی اعْتِکَافِہٖ فِی الْمَسْجِدِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَہٗ سَاعَۃً ثُمَّ قَامَتْ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَھَا یَقْلِبُھَا حَتّٰی اِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ . . . . الخ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب ھل یخرج المعتکف لحوائجہ الی باب المسجد جزء ۳ صـ۶۴)

کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کے آخری عشرہ میں جب آپ اعتکاف میں تھے ملنے آئیں اور کچھ دیر آپ سے باتیں کرتی رہیں، جب وہ واپس جانے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑنے کے لئے ان کے ساتھ گئے۔

(۸) اگر کوئی عورت مرض استحاضہ میں مبتلا ہو تو وہ بھی اعتکاف کر سکتی ہے، اگر ضرورت ہو تو اس کے نیچے طشت وغیرہ کچھ رکھ دینا چاہیئے (تاکہ خون نہ بہے)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

اِعْتَکَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِمْرَأَۃٌ مِنْ اَزْوَاجِہٖ مُسْتَحَاضَۃٌ .... فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَھَا وَھِیَ تُصَلِّیْ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب اعتکاف المستحاضۃ جزء ۳ صـ۶۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ایک بیوی نے اعتکاف کیا اور وہ استحاضہ کی بیماری میں مبتلا تھیں .... ہم کبھی کبھی انکے نیچے طشت رکھ دیا کرتے تھے (تاکہ خون اس میں جمع ہو جائے) اور وہ اس حالت میں نماز پڑھتی رہتی تھیں۔

نوٹ :۔ یہ خون اذیت ماہانہ کا نہیں تھا بلکہ ایک بیماری کا خون تھا۔

(۹) اگر کسی وجہ سے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف نہ کر سکے تو شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں :۔

فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِيْ رَمَضَانَ حَتّٰى اعْتَكَفَ فِيْ اٰخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ (صحیح بخاری باب الاعتکاف فی شوال جزء ۳ ص ۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں اعتکاف نہیں کیا پھر آپؐ نے شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔

(۱۰) اگر چاہے تو بیس دن بھی اعتکاف کر سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں :۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ اَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا (صحیح بخاری کتاب الصیام باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان جزء ۳ ص ۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے پھر جس سال آپ کا انتقال ہوا اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ
وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا
فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ
وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۸﴾

ترجمہ اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقہ سے نہ کھایا کرو اور نہ مال کو (رشوۃً) حکام تک پہنچا کر اُسے اس بات کا ذریعہ بناؤ کہ باطل طریقہ سے لوگوں کے مال کا ایک حصّہ کھا جاؤ اور تم جانتے بھی ہو (کہ یہ بُرا کام ہے) ﴿۱۸۸﴾

معانی و مصادر (باطل) بَطَلَ، يَبْطُلُ، بُطْلٌ، بُطُوْلٌ، بُطْلَانٌ (ن) برا ہونا، فاسد ہونا۔
(تُدْلُوْا) أَدْلٰى، يُدْلِيْ، إِدْلَاءٌ (باب افعال) کنویں میں ڈالنا، ذریعہ بنانا [مادّہ دل دے ہے]
(حُکّام) حَكَمَ، يَحْكُمُ، حُكْمٌ وحُكُوْمَةٌ (ن) حکم دینا [حکّام = حاکم کی جمع]۔
(فَرِيْقًا) فَرَقَ، يَفْرُقُ، فَرْقٌ وفُرْقَانٌ (ض ن) علیحدہ کرنا [فَرِيْقٌ = حصہ، گروہ]۔
(اِثْمٌ) اَثِمَ، يَأْثَمُ، اِثْمٌ واَثَمٌ واَثَامَةٌ وسَأْثَمٌ (س) گناہ کرنا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھایا کرو، اسی چیز پر زور دیتے ہوئے ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ، وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (النسآء - ۲۹)

اے ایمان والو، آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقہ سے نہ کھایا کرو، سوائے اس صورت کے کہ تم آپس کی رضامندی سے تجارت کرو (اور اس کے ذریعہ جو منافع حاصل ہو تو اس منافع کو کھانا تمہارے

لئے جائز ہے) اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو، (اللہ نہیں چاہتا کہ تم ہلاک ہو) بے شک اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهٗ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ (صحیح بخاری کتاب المظالم باب اثم من ظلم شیئًا من الارض جزء ۳ صـ۱۷)

جس نے دوسرے کی زمین میں سے ذرا سا قطعہ بھی ناحق لے لیا تو اس کو ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ (صحیح بخاری کتاب المظالم باب اثم من ظلم شیئًا من الارض جزء ۳ صـ۱۷)

جس نے بغیر اپنے حق کے زمین میں سے کچھ لے لیا تو اُسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے اندر دھسا دیا جائے گا (اور اس طرح ساتوں زمینیں اس کے گلے کا طوق بن جائیں گی)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلَمَةٌ لِاَحَدٍ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّاٰتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ۔ (صحیح بخاری کتاب المظالم باب من کانت له مظلمة عند الرجل جزء ۳ صـ۱۷)

جس شخص نے کسی دوسرے کی عزت یا کسی اور چیز میں کوئی قسم کا ظلم کیا ہو تو اُسے چاہیئے کہ آج معاف کرا لے اس سے پہلے کہ (وہ دن آجائے جس دن) نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم۔ اگر ظالم کے اچھے عمل ہوں گے تو اس کے ظلم کی مقدار کے مطابق اس سے لے لئے جائیں گے اور اگر اچھے عمل نہیں ہوں گے تو مظلوم کے گناہ اس پر لاد دئے جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيَ نَحْوَ مَا اَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِحَقِّ اَخِيْهِ شَيْئًا فَلَا يَاْخُذْهُ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ (صحیح بخاری کتاب الاحکام باب موعظة الامام للخصوم جزء ۹ صـ۸۶)

میں ایک آدمی ہوں، تم میرے پاس جھگڑتے ہوئے آتے ہو، ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک دوسرے سے زیادہ اچھی طرح اپنی دلیل کو پیش کر سکے اور میں جو کچھ سنوں اس کے مطابق فیصلہ کر دوں، تو اگر میں کسی شخص کو اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دینے کا فیصلہ کر دوں تو اس کو چاہیئے کہ اُسے نہ لے، اسلئے کہ میں اس کو دوزخ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاضی کے غلط فیصلہ سے کسی شخص کے لئے کوئی ایسی چیز جو اس کی نہ ہو جائز نہیں ہو سکتی۔ قاضی آدمی ہی ہوتا ہے، عالم الغیب نہیں ہوتا لہذا اُسے معلوم نہیں ہوتا کہ حقیقت میں اس چیز کا حقدار کون ہے اور یہی وجہ ہے کہ کبھی اس کا فیصلہ غلط بھی ہو جاتا ہے۔

دوسری چیز جس کو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں حرام کیا وہ رشوت ہے۔ رشوت دے کر کسی دوسرے کے مال کو حاصل کر لینا بھی ظلم ہے، دوسرے کی حق تلفی ہے، رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں مجرم اور ملعون ہیں، حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں:۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ [رواہ الترمذی وصححہ فی ابواب الاحکام (باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم) جزء اول ص۱۵۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

عمل

اے لوگو، کسی کا مال ناحق نہ کھائیے۔ نہ رشوت دیجئے اور نہ رشوت لیجئے، اگر آپ نے کسی کا مال ناجائز طریقہ سے لے لیا ہے تو اُسے واپس کر دیجئے یا اس کے مالک سے معاف کرا لیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو قیامت کے دن سخت ندامت اور حسرت کا سامنا ہوگا اور عذاب الٰہی کو بھگتنا ہوگا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ
مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ
بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ
مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

ترجمہ (اے رسول) لوگ آپ سے نئے چاندوں کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کے لئے اوقات معلوم کرنے اور (خاص طور پر) حج کے ایام معلوم کرنے کا ذریعہ ہیں اور (اے لوگو) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کی پشت سے داخل ہو، بلکہ نیکی تو (تقوٰے کا نام ہے لہذا) جس شخص نے تقوٰی حاصل کرلیا (بس وہ نیکی کو پہنچ گیا) اور (اے لوگو) گھروں میں ان کے دروازوں سے ہی داخل ہوا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم فلاح پا سکو ﴿۱۸۹﴾

معانی ومصادر (اَهِلَّة) هَلَّ يَهُلُّ، هَلٌّ (ن) ظاہر ہونا، خوش ہونا، تیز ہونا، چیخنا۔
اَهَلَّ، يُهِلُّ، اِهْلَالٌ (باب افعال) ظاہر ہونا، آواز بلند کرنا۔
[اَهِلَّةٌ = هِلَالٌ کی جمع۔ هِلَالٌ = نیا چاند]۔
(بِرٌّ) بَرَّ يَبُرُّ، بِرٌّ (ن، ض) اطاعت کرنا، نیکی کرنا۔

(مَوَاقِیْت) وَقَتَ ، یَقِتُ ، وَقْتٌ (ض) وقت مقرر کرنا۔
[مَوَاقِیت = میقات کی جمع ۔ میقات = وقت ، وعدہ کی جگہ جس کے لئے وقت مقرر کیا گیا ہو، وہ جگہ جس میں وقت مقررہ پر جمع ہوں]

تفسیر ہر مہینہ کے شروع میں جونیا چاند نظر آتا ہے اس کے متعلق لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس کا کیا مقصد ہے، چاند کیوں گھٹتا، بڑھتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چاند کا گھٹنا بڑھنا اوقات معلوم کرنے کا ذریعہ ہے ، اسی سے ہر مہینہ کی ابتداء اور انتہاء معلوم ہوتی ہے، نئے چاند کے نظر آنے سے ہر مہینہ کا تعین ہو جاتا ہے اور ہر مہینہ کے تعین سے حج کا مہینہ معلوم ہو جاتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلامی ماہ وسال کا حساب چاند کے ذریعہ ہونا چاہیئے ۔ ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ○ (یونس ۔ ۵)

وہ (اللہ ہی) ہے جس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم (مہینوں اور) سالوں کی گنتی اور حساب (و کتاب کا وقت) معلوم کر سکو۔

چاند کے حساب سے مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے یا ۳۰ دن کا، نہ ۲۹ دن سے کم کا ہوتا ہے اور نہ ۳۰ دن سے زیادہ کا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا (وَفِیْ رِوَایَةٍ وَخَنَسَ الْاِبْهَامَ فِی الثَّالِثَةِ) یعنی مَرَّةً تِسْعَةً وَّ عِشْرِیْنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِیْنَ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نکتب ولا نحسب جزء ۳ ص۳۵ و باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الھلال فصوموا جزء ۳ ص۳۲ و صحیح مسلم کتاب الصیام باب وجوب صوم رمضان لرویة الھلال جزء اول ص۴۷۲ واللفظ للبخاری)

مہینہ اتنے دن کا ہوتا ہے اور اتنے دن کا، یعنی کبھی ۲۹ دن کا اور کبھی ۳۰ دن کا، (دونوں کی تعداد آپ نے انگلیوں کے ذریعہ بتائی ، انتیس کی تعداد بتاتے وقت) آپ نے تیسری مرتبہ میں انگوٹھے کو بند کر لیا۔

اگر ۲۹ تاریخ کو ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ دن پورے کرنے چاہئیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الھلال فصوموا جزء ۳ ص۳۴)

مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے لہذا جب تک (شعبان کی ۲۹ تاریخ کو) چاند نظر نہ آئے اگلے دن روزہ نہ رکھو، اگر ابر ہو تو (شعبان کے) تیس دن پورے کرو (پھر روزہ رکھو)۔

اگر ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو دو ایک دن بعد چاند کو دیکھ کر یہ فیصلہ نہ کرے کہ یہ چاند فلاں تاریخ کا ہے بلکہ تاریخ کا حساب اسی رات سے لگائے جس رات کو چاند دیکھا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ مَدَّهٗ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةِ رَاَيْتُمُوْهُ (صحیح مسلم کتاب الصوم باب بیان انه لا اعتبار بکبر الھلال جزء اول ص۴۴)

بے شک اللہ ہی نے چاند کی رُویت میں تاخیر کر دی لہذا وہ اُسی رات کا مانا جائے جس رات کو تم نے اُسے دیکھا تھا۔

رمضان کے لئے شعبان کا چاند دیکھنے اور اس کی تاریخوں کو یاد رکھنے کی کوشش کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ (ترمذی کتاب الصوم باب ما جاء فی احصاء ھلال شعبان جزء اول ص۲۱۳ وسندہ صحیح۔ مرعاۃ جزء ۳ ص۲۱۲)

رمضان کے لئے شعبان کی تاریخیں گنتے رہو۔

اگر دو معتبر آدمی چاند دیکھنے کی شہادت دیں تو ان کی شہادت کو تسلیم کرے۔ حضرت حارث بن حاطب رضؓ کہتے ہیں:۔

عَهِدَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّنْسُكَ لِلرُّؤْيَةِ فَاِنْ لَّمْ نَرَهٗ وَشَهِدَ شَاهِدَا عَدْلٍ نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا (ابوداؤد کتاب الصوم باب شھادۃ رجلین علی رؤیۃ ھلال شوال جزء اول ص۳۲۶ وسندہ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۹ ص۲۶۷)

ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا ہے کہ ہم چاند دیکھ کر ارکانِ اسلام بجا لائیں، اگر ہمیں چاند نظر نہ آئے اور دو معتبر آدمی چاند دیکھنے کی گواہی دیں تو ان کی شہادت کی بنیاد پر ہم ارکانِ اسلام بجا لائیں۔

اگر کسی ایسے مقام پر جو بہت زیادہ دور نہ ہو چاند نظر آجائے تو وہاں کی رویت کو تسلیم کر کے ارکان اسلام ادا کرے۔

اَنَّ رَكْبًا جَاءُوا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ بِالْاَمْسِ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّفْطِرُوْا وَاِذَا اَصْبَحُوْا اَنْ يَغْدُوْا اِلٰى مُصَلَّاهُمْ (ابوداؤد کتاب العیدین باب اذا لم یخرج الامام للعید جزء اول ص۱۷۱ وسندہ صحیح۔ نیل الاوطار جزء ۳ ص۱۶۰)

ایک قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، قافلہ والوں نے گواہی دی کہ انہوں نے شام کو چاند دیکھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمین کو حکم دیا کہ افطار کریں اور دوسرے دن صبح کو عیدگاہ جائیں۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوگیا کہ مہینوں کا تعین چاند کی رویت سے کرنا چاہئے، مزید برآں سال کے بارہ مہینے تسلیم کرنے چاہئیں جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔

(التوبۃ - ۳۶)

اللہ کے نزدیک اللہ کی شریعت میں مہینوں کی گنتی بارہ ہے۔

اِن بارہ مہینوں میں چند مہینے حج کا احرام باندھنے کے لئے مقرر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ۔

(البقرۃ - ۱۹۶)

حج کے چند مقررہ مہینے ہیں۔

آیتِ زیرِ تفسیر سے معلوم ہوا کہ حج کے ان مہینوں کا تعین بھی رویت ہلال سے ہوگا۔

شانِ نزول

آیتِ زیرِ تفسیر کے دوسرے حصّہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا....." (نیکی یہ نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت سے داخل ہو.....)، آیت کے اس حصّہ کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا حَجُّوْا فَجَاءُوْا لَمْ يَدْخُلُوْا مِنْ قِبَلِ اَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ وَلٰكِنْ مِنْ ظُهُوْرِهَا فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ قِبَلِ بَابِهٖ فَكَاَنَّهٗ عُيِّرَ بِذٰلِكَ فَنَزَلَتْ "وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ ..... (صحیح بخاری کتاب المناسک باب قول اللہ تعالیٰ وأتوا البیوت من ابوابہا جزء ۳ ص۹ و ص۱ وصحیح مسلم کتاب التفسیر جزء ۲ ص۶۰۹)

انصار جب حج کرکے آتے تو اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ گھروں کی پشت سے داخل ہوا کرتے تھے، ایک انصاری (نے اس دستور کی خلاف ورزی کی اور وہ) دروازہ سے گھر میں داخل ہوگیا، اس بات پر اس کو عار دلائی گئی، اُس وقت اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تفسیر اس آیت کو نازل فرما کر اللہ تعالےٰ نے ایام جاہلیت کی ایک لغو رسم کو ختم کر دیا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا گھروں میں ان کی پشت سے داخل ہونا کوئی نیکی نہیں ہے، (وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى) نیکی تو درحقیقت تقوٰے سے حاصل ہوتی ہے، لہذا تقوٰی حاصل کرو اور گھروں میں ان کی پشت سے داخل ہونے کے بجائے ان کے دروازوں سے ہی داخل ہوا کرو، (اسی میں شرافت بھی ہے اور وقار بھی)، پھر فرمایا (وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو، تقوٰی اختیار کرو، نجات کا دارومدار تقوٰی پر ہے نہ کہ فضول رسموں کی پیروی پر۔

عمل

اے لوگو، مہینوں کا اور تاریخوں کا تعین چاند کے حساب سے کیجئے۔ حج بھی چاند کے حساب سے کیجئے۔ اے لوگو، خودساختہ رسموں کی پیروی نیکی نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے۔ نیکی درحقیقت اسی کا نام ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ
يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ
لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾ وَاقْتُلُوهُمْ
حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ
مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ
أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ
يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ
فَاقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿١٩١﴾

فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩٢﴾
وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا
فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٩٣﴾
الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ
وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدَىٰ
عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا
اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا
أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿١٩٤﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن (کسی قسم کی) زیادتی نہ کرنا (کیونکہ) اللہ (تعالٰے) زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ﴿۱۹۰﴾ اور ان لوگوں کو (جو تم سے برسرِ پیکار ہیں) جہاں کہیں تم پاؤ قتل کر دو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا تم بھی انہیں وہاں سے نکال دو (اور اس بات کو یاد رکھو کہ) فتنہ (و فساد) قتل سے زیادہ برا ہے، البتہ مسجد حرام کے قریب ان سے نہ لڑنا جب تک وہ وہاں تم سے جنگ (کی ابتداء) نہ کریں، پھر اگر وہ (مسجد حرام کے قریب) تم سے جنگ (کی ابتداء) کریں تو انہیں قتل کر ڈالو، ایسے کافروں کی یہی سزا ہے ﴿۱۹۱﴾ لیکن اگر وہ (کفر و شرک اور مسجد حرام کے قریب جنگ کرنے سے) باز آجائیں تو (اللہ انہیں معاف کر دیگا کیونکہ) اللہ (بڑا) غفور رحیم ہے ﴿۱۹۲﴾ اور (اے ایمان والو) ان سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک فتنہ (و فساد) ختم نہ ہو جائے اور (اللہ کی زمین پر) اللہ کا دین نافذ نہ ہو جائے، پھر اگر وہ (فتنہ و فساد سے) باز آجائیں تو (ان میں سے) کسی پر زیادتی نہ کرو، البتہ جو ظالم ہیں (ان کو ضرور سزا دو) ﴿۱۹۳﴾ (اور اے ایمان والو، حرمت والے مہینوں کا ادب کیا کرو مگر اس شرط کے ساتھ کہ) اگر کافر حرمت والے مہینہ کا ادب کریں تو تم بھی حرمت والے مہینہ کا ادب کرو کیونکہ حرمتوں کا لحاظ تو ادلے بدلے کی چیز ہے، پھر اگر وہ تم پر زیادتی کریں تو جیسی زیادتی وہ تم پر کریں ویسی ہی زیادتی تم بھی ان پر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس بات کو اچھی طرح) جان لو کہ اللہ متقین (یعنی ڈرنے والوں) کے ساتھ ہے ﴿۱۹۴﴾

معانی و مصادر (قَاتِلُوْا) (یُقَاتِلُوْنَکُمْ) قَاتَلَ، یُقَاتِلُ، مُقَاتَلَةٌ وقِتَالٌ (باب مفاعلہ) لڑنا۔
(لَاتَعْتَدُوْا) (مُعْتَدِیْنَ) اِعْتَدٰی، یَعْتَدِیْ، اِعْتِدَاءٌ (باب افتعال) زیادتی کرنا۔
(یُحِبُّ) اَحَبَّ، یُحِبُّ، اِحْبَابٌ (باب افعال) پسند کرنا، محبت کرنا۔
(ثَقِفْتُمُوْهُمْ) ثَقِفَ، یَثْقَفُ، ثَقْفٌ، (س) پانا۔
(اَخْرِجُوْا) (اَخْرَجُوْا) اَخْرَجَ، یُخْرِجُ، اِخْرَاجٌ (باب افعال) نکالنا۔
(فِتْنَةٌ) فَتَنَ، یَفْتِنُ، فِتْنَةٌ (ض) گمراہ کرنا، آزمائش کرنا، سونے کو پگھلا کر صاف کرنا۔
فَتَنَ، یَفْتِنُ، فَتْنٌ وفُتُوْنٌ (ض) فتنہ میں ڈالنا، فتنہ میں مبتلا ہونا۔
(اَشَدُّ) شَدَّ، یَشُدُّ، شَدٌّ (ن) بلند ہونا، قوی کرنا، گرہ مضبوط کرنا
شَدَّ، یَشِدُّ، شِدَّةٌ (ض) قوی ہونا [شدید = قوی، اَشَدُّ اسم تفضیل ہے]
(حرام) حَرِمَ، یَحْرَمُ، حَرَمٌ وحَرَامٌ وحَرُمَ، یَحْرُمُ، حُرْمٌ وحُرُمٌ وحُرْمَةٌ وحَرَامٌ (س ک) حرام ہونا [حُرْمَةٌ = عزت، اس کی جمع حُرُمَات ہے]
(جَزَاءٌ) جَزٰی، یَجْزِیْ، جَزَاءٌ (ض) بدلہ دینا
(اِنْتَهَوْا) اِنْتَهٰی، یَنْتَهِیْ، اِنْتِهَاءٌ (باب افتعال) انتہا کو پہنچنا، رک جانا۔
(عُدْوَانَ) عَدَا، یَعْدُوْ، عَدْوٌ وعُدُوٌّ وعَدَاءٌ وعِدْوَانٌ (ن) زیادتی کرنا، ظلم کرنا۔

(قِصَاص) قَاصَّ، یُقَاصُّ، مُقَاصَّۃٌ وقِصَاصٌ (باب مفاعلہ) بدلہ لینا۔

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے مسلمین کو جنگ کرنے کی اجازت دی، لیکن یہ اجازت مشروط ہے، جنگ کرنے کی اجازت صرف اس صورت میں دی گئی ہے کہ کافر جنگ کرنے پر آمادہ ہوں اور جنگ کی ابتداء کر چکے ہوں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ○ (الحج - ۳۹)

مسلمین کو جن سے کفار برسرِ پیکار ہیں اجازت دی جاتی ہے (کہ وہ بھی جوابی کارروائی کریں)، اس لئے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ بے شک اللہ (ان کی مدد کریگا اور وہ) ان کی مدد پر قادر ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً کَمَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ کَآفَّۃً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ○ (التوبۃ - ۳۶)

(اے ایمان والو) تم تمام مشرکین سے لڑو جس طرح وہ سب تم سے لڑتے ہیں اور (اسے اچھی طرح) جان لو کہ اللہ متّقیوں کے ساتھ ہے (اگر تم متّقی رہے تو ضرور تمہاری مدد کریگا)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ (البقرۃ - ۲۴۴)

(اے ایمان والو) اللہ کے راستہ میں لڑو اور (اسے اچھی طرح) جان لو کہ بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ، فَاِنِ انْتَھَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ (الانفال - ۳۹)

(اے ایمان والو) کافروں سے لڑو یہاں تک کہ (ملک میں) فتنہ (وفساد) باقی نہ رہے اور پوری طرح سے اللہ کا دین نافذ ہو جائے، پھر اگر وہ (فتنہ وفساد سے) باز آجائیں تو اللہ بے شک ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○ (الصف - ۴)

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستہ میں (ایسی) صف بنا کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

الغرض ضرورت کے وقت تمام مؤمنین کو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں لڑنا چاہیئے، اللہ تعالےٰ

کے راستہ میں لڑنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف اس لئے لڑے کہ اللہ تعالےٰ کا کلمہ بلند ہو، اسلام کا بول بالا ہو، ہر جگہ اللہ تعالےٰ کا دین، اللہ تعالےٰ کا قانون نافذ ہو جائے، غیر اللہ کے قانون ملیا میٹ ہو جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا جزء ۴ ص۲۵ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا جزء ۲ ص۱۵۶)

جو اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ سربلند ہو تو بس وہ اللہ کے راستہ میں لڑتا ہے۔

جنگ کی اجازت دیتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے مسلمین پر کچھ پابندی بھی عائد کر دی اور وہ یہ کہ کفار پر کسی قسم کی زیادتی نہ کرنا، اللہ تعالےٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا یعنی اللہ تعالےٰ ایسے مسلمین کو بھی پسند نہیں کرتا جو ظلم و زیادتی کرتے ہوں، اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ کے قواعد و ضوابط کی پابندی ہر مسلم پر لازمی ہوتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد ان قواعد و ضوابط کی پابندی نہ کرے اور ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرے تو اس کا ایمان اور اسلام اس کو ظلم و زیادتی کے گناہ کی معافی کی ضمانت نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ کا قانون سب کے لئے یکساں ہے، اگر مسلم بھی زیادتی کرتا ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کو ناراض کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی قانوناً جرم ہے اور موجب عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے قوانین اس لئے نازل کرتا ہے کہ ان کے ذریعہ دنیا میں امن و امان قائم کیا جائے، لیکن صرف نازل کر دینے سے امن و امان قائم نہیں ہوتا بلکہ امن و امان ان کے نفاذ سے قائم ہوتا ہے۔ نفاذ کے لئے مسلم قوم کے پاس اقتدار اور غلبہ ہونا ضروری ہے، اگر مسلم قوم کے پاس اقتدار اور غلبہ نہیں تو ظاہر ہے کہ مخالف قومیں اُسے نیست و نابود کر دیں گی، لہٰذا مسلم قوم کو ہر وقت اس بات کی کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ اُسے اقتدار اور غلبہ حاصل ہو۔ ابتداء میں اس کام کے لئے صرف تبلیغ کی جاتی ہے، مسلمین کی تعداد کو بڑھایا جاتا ہے، اس کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دی جاتی ہیں، ہر قسم کے مصائب کو برداشت کیا جاتا ہے اور جب مسلمین کی تعداد کافی ہو جاتی ہے تو پھر بتدریج مسلم قوم خود بخود اقتدار اور غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔ اقتدار اور غلبہ حاصل کرنے کے بعد مسلم قوم قوانین الٰہیہ کے نفاذ کا دائرہ وسیع کرتی جاتی ہے اور اس سلسلہ میں جو رکاوٹ آتی ہے اُسے دور کرتی ہے، حتیٰ کہ رکاوٹ دور کرنے کے لئے بعض دفعہ جنگ بھی کرنی پڑتی ہے۔

اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے اگر راہ ہموار مل جائے تو کبھی جنگ کی ضرورت پیش نہ آئے، راہ ہموار ملنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ غیر مسلم قوم مسلم بن کر قوانین الٰہیہ کو تسلیم کرلے اور ان کی تابع ہو جائے۔ دوسری یہ کہ غیر مسلم قوم مسلم قوم کے ہاتھ میں اقتدار دے کر ماتحت بننا قبول کرے اور اس ماتحتی کی علامت کے طور پر

مسلم قوم کو جزیہ ادا کرے تاکہ مسلم قوم اس غیر مسلم قوم کی جان و مال کی حفاظت کی پوری طرح ذمّہ داری لے۔

اگر راہ ہموار نہ ملے اور غیر مسلم قوم اسلامی قوانین کے نفاذ کی راہ میں سدّ راہ بن جائے اور جنگ کی ابتداء کرے تو مسلم قوم بھی مجبوراً جنگ کرتی ہے۔ پھر جنگ میں فتح حاصل کر کے مفتوحہ ملک میں بھی اسلامی قوانین نافذ کرتی ہے۔

اسلام، قوانین الٰہیّہ کے نفاذ کی ایک مسلسل تحریک ہے، جیسے ہی یہ تحریک جمود کا شکار ہوتی ہے مسلم قوم مائل بہ زوال ہو جاتی ہے اور حکومت الٰہیّہ آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ اے ایمان والو، ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں جو تمہیں اسلامی قوانین کے نفاذ سے روکتے ہیں۔ لیکن زیادتی نہ کرنا۔ پھر فرمایا (وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ) دوران جنگ ان مخالفین کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔

مندرجہ بالا تین احکام دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ (۴) نفاذ اسلام کے ابتدائی دور میں کافر قوم نے جہاں سے تمہیں نکالا تھا، اب قوت و غلبہ حاصل کر کے تم انہیں وہاں سے نکال دو۔ اس آیت کا حکم عام بھی ہے، اور اس میں ایک خاص واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اسلام کا آغاز مکّہ معظّمہ سے ہوا۔ کفّار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو مکّہ معظمہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے مدینہ منوّرہ میں پناہ لی، لیکن کافر قوم نے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ مدینہ منورہ پر حملہ کر کے تحریک اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کی تو اللہ تعالےٰ نے جنگ کی اجازت دے کر اُن کی تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے یہاں تک حکم دے دیا کہ اے ایمان والو، اب تم غلبہ حاصل کرو اور تم انہیں مکّہ معظمہ سے نکال دو جس طرح انہوں نے تمہیں مکہ معظمہ سے نکالا تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ۔

(الممتحنة-۱)

اے ایمان والو یہی تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول کو اور تم کو صرف اس لئے (مکّہ سے) نکالا تھا کہ تم اپنے ربّ، اللہ پر ایمان لے آئے تھے (ایسے لوگ کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ، وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(الممتحنة-۹)

اللہ تمہیں ایسے لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو دین کے بارے میں تم سے لڑتے ہیں، جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے کے سلسلہ میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے۔ (اس حکم کے بعد بھی) جو لوگ اُن سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہونگے۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ) فتنہ انگیزی قتل سے زیادہ بُری چیز ہے

اسلامی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں اگر جنگ کی جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ دونوں طرف کے چند آدمیوں کی جانیں ضائع ہوتی ہیں، لیکن ان چند آدمیوں کی جانیں ضائع ہوجانے کے نتیجہ میں جو قانون نافذ ہوتا ہے وہ اس سے کئی گنا جانی و مالی نقصان کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے، ایک جان جاتی ہے، لیکن سینکڑوں جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں، ایک جان کی قربانی سے اگر سینکڑوں جانیں بچ جائیں تو یہ سودا بہت سستا ہے۔ الغرض فتنہ انگیزی، فساد، بدامنی اور احکام الٰہی سے بغاوت و سرتابی، کفر و شرک یہ چیزیں قتل سے زیادہ بُری ہیں۔

جنگ کے سلسلہ میں پانچواں حکم اللہ تعالےٰ نے یہ دیا کہ (وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) اے ایمان والو مسجد حرام کے قرب و جوار میں جنگ نہ کرنا۔ جب تک کافر جنگ نہ کریں، اگر وہ حرم کے علاقہ میں جنگ کی ابتداء کریں تو اس جُرم کی سزا یہ ہے کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے، ایسے کافروں کی یہی سزا ہے، ہاں اگر وہ (توبہ کرکے) کفر و سرکشی سے باز آجائیں تو اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے، معاف کر دیگا۔

جنگ کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے چھٹا حکم یہ دیا (وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ) کہ اے ایمان والو، قوانین الٰہیہ سے بغاوت کرنے والوں سے اُس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک فتنہ و فساد ختم نہ ہوجائے، کفر و شرک کا زور نہ ٹوٹ جائے، (وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ) پوری طرح اللہ تعالےٰ کا دین نافذ نہ ہوجائے اور کوئی قانون باقی نہ رہے سوائے اللہ تعالےٰ کے قانون کے۔ اللہ تعالےٰ اپنے قانون کی برتری چاہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث کرنے کا مقصد ہی یہی ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ، وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ (الفتح - ۲۸)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ اس دینِ حق کو تمام دینوں پر غالب کرے اور (اس دین کے حق ہونے اور بالآخر غالب ہونے پر) اللہ اکیلے کی گواہی کافی ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک میں بدامنی کی شکایت سُن کر شکایت کرنے والے سے فرمایا تھا:۔

اَمَّا قَطْعُ السَّبِيْلِ فَاِنَّهٗ لَا يَاْتِيْ عَلَيْكَ اِلَّا قَلِيْلٌ حَتّٰى تَخْرُجَ الْعِيْرُ اِلٰى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيْرٍ (صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب الصدقۃ قبل الرّد جزء ۲ صـ۱۳۵)

رہزنی کا حال یہ ہے کہ زیادہ عرصہ نہیں گذرے گا کہ (وہ بالکل ختم ہوجائے گی اور) اتنا امن ہوجائیگا کہ (مدینہ سے) مکّہ جانے والا قافلہ بغیر کسی محافظ کے جایا کرے گا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدیؓ کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

يَا عَدِيُّ هَلْ رَاَيْتَ الْحِيْرَةَ ؟

اے عدی، کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے ؟

حضرت عدیؓ نے عرض کیا:۔

لَمْ اَرَهَا وَقَدْ اُنْبِئْتُ عَنْهَا۔

میں نے اُسے دیکھا تو نہیں البتہ اس کا ذکر سُنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فَاِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ

اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ سے روانہ ہو گی یہاں تک کہ وہ (مکہ معظمہ پہنچ کر) کعبہ کا طواف کرے گی اور اُسے اللہ کے علاوہ کسی کا خوف نہیں ہو گا۔

حضرت عدیؓ فرماتے ہیں:۔

فَرَاَيْتُ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ جزء ۴ ص۲۲۰)

میں نے دیکھا ہے کہ ایک عورت حیرہ سے روانہ ہوتی ہے، یہاں تک کہ کعبہ کا طواف کرتی ہے، اُسے کسی کا ڈر نہیں ہوتا سوائے اللہ کے۔

الغرض قوانین البیّہ سے دُنیا میں امن قائم ہوتا ہے اور دنیا نے عملاً دیکھ بھی لیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں قوانین البیّہ کے نفاذ سے ملک میں امن قائم ہو گیا اور سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کا خوف باقی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ اسی لئے اپنے قانون کا نفاذ اور اس کی برتری چاہتا ہے اور اس کے نفاذ میں جو رکاوٹیں آتی ہیں انہیں دور کرنے کا حکم دیتا ہے۔

جنگ کے سلسلہ میں ساتواں حکم اللہ تعالےٰ نے یہ دیا کہ (اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ) اے ایمان والو، حرمت والے مہینے کی حرمت کو ملحوظ رکھو بشرطیکہ کفّار بھی اس کی حرمت کو ملحوظ رکھیں کیونکہ (وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ) یہ حرمتیں تو درحقیقت بدلہ ہی میں ملحوظ رکھی جا سکتی ہیں۔ اگر کافر حرمت والے مہینہ کا لحاظ کر کے جنگ بند کر دیں تو مؤمنین پر بھی فرض ہے کہ وہ بھی اس مہینہ کی حرمت کا لحاظ کریں اور جنگ نہ کریں، لیکن اگر کفار حرمت والے مہینہ کی حرمت کا لحاظ نہ کریں اور جنگ شروع کر دیں یا جنگ جاری رکھیں تو پھر مجبوراً مؤمنین بھی جنگ کر سکتے ہیں، ایسی حالت میں اگر مؤمنین جنگ نہ کریں تو آخر کیا کریں؟ کیا کفار کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور انہیں قوانین البیّہ کی برتری اور اس کے نفاذ کو ختم کرنے کا موقع دیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک قانون کی خاطر پورے نظامِ اسلام کو درہم برہم کر دیا جائے، لہٰذا قانون بنانے والے نے اپنے قانون میں خود ہی یہ رعایت بھی رکھ دی کہ جب پورا نظامِ اسلام خطرہ میں پڑ جائے تو ایسی حالت میں جنگ کی جا سکتی ہے اور قوانین البیّہ کی برتری کے لئے ہر طرح کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی اس رعایت کے ماتحت اگر مسلمین کفّار کے مقابلہ میں جوابی کارروائی کرتے ہیں تو اس سے ماہِ حرام کی حرمت پامال نہیں ہو گی، پامال تو اس وقت ہو گی جب اس ماہ میں قصداً جنگ کی ابتداء کی جائے، جوابی کارروائی حرمت کے منافی نہیں۔ اللہ تعالےٰ کی یہ اجازت بڑی

حکمت پر مبنی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ہر قانون میں حکمت ہی حکمت ہے۔

حرمت والے مہینہ چار ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (التوبۃ - ۳۶)

اللہ کے نزدیک، اللہ کی شریعت میں مہینوں کی گنتی اس دن سے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے بارہ ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں نہیں بتایا کہ یہ مہینے کونسے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلسَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین جزء ۴ ص ۱۳)

سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین متواتر ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور (چوتھا) رجب مضر جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

(نوٹ:۔ آیت زیر تفسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تشریح کے لئے حدیث کی بڑی سخت ضرورت ہے، اگر حدیث نہ ہو تو قرآن مجید پر عمل نہیں ہو سکتا)

مندرجہ بالا آیت وحدیث سے معلوم ہوا کہ حرمت والے مہینے یہ ہیں:۔

(۱) ذوالقعدہ (۲) ذوالحجہ (۳) محرم اور (۴) رجب۔ ان مہینوں میں جنگ کی ابتداء کرنا حرام ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (التوبۃ - ۳۶)

(سال کے بارہ مہینہ تسلیم کرنا اور چار مہینوں کی حرمت کرنا یہ صاف اور سیدھا قانون ہے اور یہی کیا) یہ (اسلام تو پورا کا پورا) سیدھا اور صاف دین ہے (اس میں کوئی پیچیدگی نہیں اور نہ کوئی کجی ہے) لہذا ان چار مہینوں میں جنگ (کی ابتداء) کر کے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو البتہ (اگر مشرکین لڑتے ہیں تو) تم سب بھی مشرکین سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں (ایسی صورت میں ان مہینوں کی حرمت کا لحاظ تم پر ضروری نہیں) اور خبردار ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔

حرمت والے مہینوں میں جوابی کارروائی کی اجازت دیتے ہوئے وہ پابندی جو آیات زیر تفسیر نی ابتدائی آیت میں عائد کی تھی اللہ تعالےٰ نے دوبارہ عائد کر دی یعنی اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ) جو شخص تم پر زیادتی کرے تو تم بدلہ لے سکتے ہو لیکن بدلہ لینے میں زیادتی نہیں کر سکتے ۔ اگر ماہِ حرام کی حرمت کو انہوں نے پامال کیا ہے تو جو کچھ ماہ حرام میں انہوں نے کیا ہے اُسی کے مثل تم بھی کر سکتے ہو، اس سے زیادہ نہیں کر سکتے، بدلہ میں برابری ہی تقوٰے کی علامت ہے، اور تقوٰے ہر حال میں ضروری ہے، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو اور خبردار رہو کہ اللہ تعالےٰ متقیوں کے ساتھ ہے، (اے ایمان والو) اگر تم نے تقوٰے کا دامن چھوڑ دیا تو پھر تم بھی اللہ تعالےٰ کی معیّت سے محروم ہو جاؤ گے اور پھر جو کچھ ہوگا وہ ظاہر ہے ۔ سورۂ توبہ کی مندرجہ بالا آیت گویا اس آیت کی تفسیر ہے ۔

عمل

اے لوگو، ان لوگوں سے لڑیئے جو آپ سے لڑتے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ کے قوانین کے نفاذ میں جو رکاوٹیں آئیں انہیں دور کیجئے خواہ اس کے لئے جنگ ہی کی نوبت کیوں نہ آجائے ۔ جنگ کے متعلق جو ہدایات اللہ تعالےٰ نے آپ کو دی ہیں ان پر سختی سے عمل کیجئے ۔

جنگ کے متعلق ہدایات

مندرجہ بالا آیات میں جو ہدایات دی گئی ہیں انکا خلاصہ یہ ہے:

(۱) جو لڑے اس سے لڑیئے، یعنی جنگ اس وقت کیجئے جب جنگ کرنا ناگزیر ہو جائے،

(۲) جنگ میں دشمن پر کسی قسم کی زیادتی نہ کیجئے، جتنی اذیّت وہ پہنچائیں بس اسی کے مثل اذیّت انہیں پہنچائیے، زیادہ نہیں ۔

(۳) جب جنگ شروع ہو جائے تو پھر دشمن جہاں ملے اُسے قتل کر دیجئے،

(۴) اگر انہوں نے آپ کو جلاءِ وطن کیا ہے تو آپ انہیں جلاءِ وطن کر دیجئے،

(۵) حرم میں نہ لڑیئے، اگر دشمن حرم میں جنگ کی ابتداء کرے تو پھر اُسے قتل کر دیجئے،

(۶) حرمت والے مہینوں میں جنگ نہ کیجئے، اگر کافر جنگ کرتے ہیں تو آپ بھی جواباً جنگ کیجئے،

(۷) جنگ اس وقت تک جاری رکھیئے جب تک فتنہ وفساد کا قلع قمع نہ ہو جائے اور قوانین الٰہیہ کا نفاذ نہ ہو جائے،

(۸) اگر کافر توبہ کر لیں اور اللہ تعالےٰ کے قوانین کے سامنے سر جھکا دیں تو پھر آپ ان سے جنگ بند کر دیجئے، البتہ مجرمین پر اسلامی حدود جاری کر کے انہیں عبرت ناک سزا دیجئے،

(۹) دورانِ جنگ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے، تقوٰی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیئے اس لئے کہ

فتح کا دارومدار اسی پر ہے۔

اب ہم جنگ کے باقی آداب بیان کرتے ہیں:۔

(۱۰) دشمن سے لڑنے کے لئے سامان جنگ ہر وقت تیار رکھیئے،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ۔ (الانفال - ۶۰)

جہاں تک ہو سکے (کافروں سے جنگ کرنے کے لئے فوجی) قوّت اور گھوڑے (وغیرہ) تیار رکھو تاکہ اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ رکھ سکو۔

(۱۱) فوجی رازوں کو اپنے علاوہ کسی دوسرے پر ظاہر نہ کیجیئے،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ۔ (آل عمران - ۱۱۸)

غیر قوم کے کسی فرد کو رازدان نہ بناؤ۔

(۱۲) فتح کے لئے اس طرح دعاء کیجیئے:۔

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ

اے اللہ، اے کتاب کے اتارنے والے، اے جلد حساب لینے والے، اے اللہ (کافروں کے) لشکروں کو شکست دے، اے اللہ انہیں شکست دے اور انہیں متزلزل کر دے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کہتے ہیں:۔

دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ ..... الخ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الدعاء علی المشرکین جزء ۴ ص ۵۳ وصحیح مسلم کتاب الجہاد باب استحباب الدعاء بالنصر جزء ۲ ص ۷۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن مشرکین پر (فتح کے لئے) اس طرح دعاء کی اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ

(۱۳) اللہ تعالےٰ کے دین کی سربلندی اور فروغ کے لئے جنگ کیجیئے۔ جب آپ جنگ شروع کریں تو بسم اللہ کہیئے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو،

فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (صحیح بخاری کتاب الجهاد باب من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا جزء۴ ص۲۵)

(بس) وہ اللہ کے راستہ میں (لڑتا) ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اُغْزُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ (صحیح مسلم باب تأمیر الامام الامراء علی البعوث جزء۲ ص۶۹)

اللہ کے راستہ میں بسم اللہ کہہ کر جنگ کرو۔

(۱۴) جاسوس کے ذریعہ کافروں کے حالات سے باخبر رہیئے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّاْتِیْنِیْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ یَوْمَ الْاَحْزَابِ قَالَ الزُّبَیْرُ اَنَا (صحیح بخاری باب فضل الطلیعة جزء۴ ص۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن فرمایا کون قوم (یہود) کی خبر لائے گا، حضرت زبیرؓ نے عرض کیا "میں"۔

(۱۵) جنگ میں وقتاً فوقتاً گھوڑے بھی استعمال کیجئے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْخَیْلُ فِیْ نَوَاصِیْهَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (صحیح بخاری باب الخیل معقود فی نواصیها الخیر جزء۴ ص۳۴ وصحیح مسلم کتاب الامارة باب الخیل فی نواصیها الخیر جزء۲ ص۱۴۴)

گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لئے خیر (وبرکت) ہے۔

(۱۶) جنگ میں اچھی طرح صف بندی کیجئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○ (الصف - ۴)

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اللہ کے راستے میں (ایسی مضبوط) صفیں بنا کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

صَفَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهٗ (صحیح بخاری باب من صف اصحابه جزء۴ ص۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جنگ حنین میں) اپنے صحابہ کی صف بندی کی۔

(۱۷) جنگ شروع کرنے سے پہلے کافروں کو اسلام کی دعوت دیجئے اور انہیں احکام الٰہی بتائیے، اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو اُن سے جزیہ طلب کیجئے، اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو جنگ کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا:۔

اُدْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ (صحیح بخاری باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الاسلام جزء نہم ص۵۸)

(لڑائی سے پہلے) انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ ان پر (دین) اسلام میں اللہ تعالےٰ کے کون کون سے حقوق واجب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ ..... فَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَقَاتِلْهُمْ (صحیح مسلم باب تامیر الامام الامراء جزء ۲ ص۶۹)

اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان سے جزیہ طلب کرو..... اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو اللہ سے مدد مانگو اور ان سے لڑو۔

(۱۸) جب آپ کسی قوم پر حملہ کریں تو اس وقت تک جنگ نہ کیجئے جب تک صبح نہ ہو جائے، اگر اذان کی آواز آئے تو جنگ نہ کیجئے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يُغِرْ حَتّٰى يُصْبِحَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا اَمْسَكَ وَاِنْ لَمْ يَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ بَعْدَ مَا يُصْبِحُ (صحیح بخاری باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الاسلام۔ جزء ۴ ص۵۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم سے جنگ کرتے تو ان پر اس وقت تک حملہ نہ کرتے جبتک صبح نہ ہو جاتی، اگر اذان کی آواز سنتے تو حملہ نہ کرتے اور اگر اذان کی آواز نہ آتی تو صبح ہو جانے کے بعد حملہ کرتے۔

(۱۹) اگر دن چڑھے لڑائی کا امکان ہو تو پھر سورج کے زوال کے بعد جنگ شروع کیجئے:۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِيْ لَقِيَ فِيْهَا انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ (صحیح بخاری باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا لم یقاتل اول النہار... جزء ۴ ص۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض جنگوں میں جب دشمن سے ملاقات کی تو انتظار کیا یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا۔

(۲۰) جب جنگ کے لئے نکلنے کا ارادہ ہو تو یہ نہ ظاہر کیجئے کہ کدھر جانا ہے بلکہ اس طرح توریہ کیجئے کہ لوگ کسی اور طرف جانے کا گمان کریں۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں :۔

لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا (صحیح بخاری باب من اراد غزوۃً فورّی بغیرھا جزء ۴ ص۵۹)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کا ارادہ فرماتے تو کسی اور طرف کے لئے توریہ کرتے (یعنی کسی اور طرف کے متعلق معلومات کرتے)۔

(۲۱) جنگ کے لئے جھنڈا استعمال کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن فرمایا :۔

لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ اَوْقَالَ لَيَاْخُذَنَّ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (صحیح بخاری باب ماقیل فی لواء النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۴ ص۶۵)

میں کل جھنڈا اس شخص کو دوں گا یا کل جھنڈا وہ شخص لے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں۔

(۲۲) دشمن کے ملک میں قرآن مجید لے کر نہ جائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں :۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ (وفی روایۃ مسلم مَخَافَةَ اَنْ يَّنَالَهُ الْعَدُوُّ) (صحیح بخاری باب السفر بالمصاحف اِلٰی ارض العدو جزء ۴ ص۶۸ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ ۲/۱۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو ساتھ لے کر دشمن کے ملک میں سفر کرنے سے منع فرمایا، اس ڈر سے کہ کہیں دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے

(نوٹ :۔ خط کشیدہ عبارت صرف صحیح مسلم میں ہے)

(۲۳) عورتوں کو اور بچوں کو قتل نہ کیجئے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ (صحیح بخاری باب قتل النساء فی الحرب جزء ۴ ص۷۴ وصحیح مسلم کتاب الجہاد باب تحریم قتل النساء جزء ۲ ص۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جنگ میں) عورتوں کو اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۲۴) دشمن سے مڈھ بھیڑ ہونے کی تمنا نہ کیجئے اور جب مڈھ بھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہئے۔ دوسروں کو بھی ثابت قدم رہنے کی تاکید کیجئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (اٰل عمران ۔ ۲۰۰)

اے ایمان والو، ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو ثابت قدم رکھو اور مورچوں پر ڈٹے رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ فَاِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوْا (صحیح بخاری باب لا تمنوا لقاء العدو جزء ۴ ص۷ وصحیح مسلم باب کراھۃ تمنی لقاء العدو جزء ۲ ص۷۲)

دشمن سے مڈھ بھیڑ ہونے کی تمنا نہ کرو اور جب مڈھ بھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔

(۲۵) جنگ میں دشمن کو چکمہ دینے کی اجازت ہے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ (صحیح بخاری باب الحرب خدعۃ جزء ۴ ص۷ وصحیح مسلم کتاب الجہاد باب جواز الخداع فی الحرب جزء ۲ ص۷۲)

لڑائی چکمہ ہے۔

(۲۶) دشمن کے جاسوس کو قتل کر دیجئے۔

حضرت سلمہؓ کہتے ہیں:۔
اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ..... ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُطْلُبُوْهُ وَاقْتُلُوْهُ فَقَتَلَهٗ (صحیح بخاری باب الحربی اذا دخل دار الاسلام بغیر امان جزء ۴ ص۸۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکین کا ایک جاسوس آیا..... پھر وہ چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ڈھونڈو اور قتل کر دو۔ حضرت سلمہ نے اُسے قتل کر دیا۔

(۲۷) فتح کے بعد میدان جنگ میں تین رات قیام کیجئے۔

حضرت ابو طلحہؓ کہتے ہیں:۔
اَنَّهٗ كَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب من غلب العدو فاقام علی عرصتہم ثلاثا جزء ۴ ص۸۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر فتح حاصل کرتے تو میدانِ جنگ میں تین رات قیام فرماتے۔

(۲۸) جب جنگ سے واپس ہوں تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہیئے اور یہ دعاء پڑھیئے:۔

اٰيِبُوْنَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ حَامِدُوْنَ، لِرَبِّنَا سٰجِدُوْنَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

(ترجمہ) ہم لوٹنے والے ہیں اور انشاء اللہ توبہ کرنے والے ہیں، ہم عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے اور اپنے رب کو سجدہ کرنے والے ہیں، اللہ تعالےٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا، اپنے بندہ کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام لشکروں کو شکست دی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ کَانَ اِذَا قَفَلَ کَبَّرَ ثَلَاثًا قَالَ اٰیِبُوْنَ ..... الخ (صحیح بخاری باب مایقول اذا رجع من الغزو جزء ۴ ص ۹۳)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور یہ دعاء پڑھتے:۔ اٰیِبُوْنَ ..... الخ

(۲۹) جب آپ اپنے شہر کو دیکھیں تو شہر میں داخل ہونے تک اس دعاء کو پڑھتے رہیئے۔

اٰیِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حٰمِدُوْنَ۔

ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں:۔

فَلَمَّا اَشْرَفْنَا عَلَی الْمَدِیْنَۃِ قَالَ اٰیِبُوْنَ .... الخ فَلَمْ یَزَلْ یَقُوْلُ ذٰلِکَ حَتّٰی دَخَلَ الْمَدِیْنَۃَ (صحیح بخاری باب ما یقول اذا رجع من الغزو جزء ۴ ص ۹۳)

جب ہمیں مدینہ دکھائی دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اس دعاء کو پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔

(۳۰) میدان جنگ میں بھی باقاعدہ پانچوں نمازیں ادا کرتے رہیئے۔ فوج کے دو حصے کیجئے، ہر حصہ باری باری سے امام کے ساتھ نماز ادا کرے اور دوسرا حصہ مقابلہ کرتا رہے، نماز میں بھی ہتھیار پہنے رہیئے:۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا کُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْیَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ۔ (النسآء - ۱۰۲)

(اے رسول) جب آپ ان میں موجود ہوں اور نماز پڑھائیں تو ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ مسلح ہو کر نماز ادا کرے پھر جب وہ سجدہ کر چکے تو پیچھے آجائے اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ سامان دفاع اور ہتھیار پہن کر نماز ادا کرے۔

(نوٹ:۔ نماز خوف کے مختلف طریقے انشاء اللہ سورۂ نسآء کی آیت ۱۰۲ کی تفسیر میں لکھے جائیں گے)

(۳۱) اگر باقاعدہ طور پر نماز ادا کرنے کا موقع نہ ملے تو پیادہ یا سواری پر غرض یہ کہ ہر حالت میں نماز ادا

کرتے رہیئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا۔
(البقرۃ ۔ ۲۳۹)

اگر تمہیں خوف ہو (کہ باقاعدہ نماز کے لئے مہلت نہیں مل سکے گی) تو پھر چلتے پھرتے اور سواری پر ہی نماز ادا کر لو۔

(۳۲) اگر بارش ہو رہی ہو یا آپ بیمار ہوں تو ہتھیار اُتار دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن سامان دفاع پھر بھی پہنے رہیئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ۔
(النسآء ۔ ۱۰۲)

اگر بارش ہو رہی ہو یا تم بیمار ہو تو ہتھیار اُتار دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن سامان دفاع (ضرور) پہنے رہیئے۔

(۳۳) نماز کے بعد بھی چلتے پھرتے، بیٹھتے لیٹتے (غرض یہ کہ ہر حالت میں) اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے رہیئے، اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہیئے اور آپس میں اختلاف نہ کیجئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ
(النسآء ۔ ۱۰۳)

جب تم نماز پڑھ چکو تو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کا ذکر کرتے رہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝
(الانفال ۔ ۴۵ ۔ ۴۶)

اے ایمان والو، جب تمہارا مقابلہ (کفار کی) جماعت سے ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تم ہمت ہار جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (اور اے ایمان والو، میدان جنگ میں) صبر کرو (اور ثابت قدم رہو)، بے شک اللہ تعالےٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(۳۴) اپنی قوت اور کثرت پر بھروسہ نہ کیجئے بلکہ اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کیجئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ (آل عمران - ۱۲۶)

فتح و نصرت تو اللہ کی طرف سے آتی ہے جو زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا۔ (التوبۃ - ۲۵)

اور (وہ وقت یاد کرو جب) حنین کی جنگ میں تم کو اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا تو تمہاری کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی۔

(۳۵) دورانِ جنگ اگر کوئی شخص کلمہ پڑھ لے یا اسلام قبول کر لے تو پھر اُسے قتل نہ کیجئے:۔

حضرت مقدادؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:۔

اَرَاَيْتَ اِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ اَاَقْتُلُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا۔

اگر کسی کافر کا مجھ سے مقابلہ ہو اور وہ تلوار مار کر میرا ہاتھ کاٹ دے پھر مجھ سے بچنے کے لئے کسی درخت کی پناہ لے اور کہے: "میں نے اللہ کے لئے اسلام قبول کیا" تو اے اللہ کے رسولؐ کیا میں اُسے قتل کر سکتا ہوں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا تَقْتُلْهُ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ بدر جزء ۵ ص ۱۰۹ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الٰہ الا اللہ جزء اول ص ۵۳)

(نہیں) اُسے قتل نہ کرنا۔

(۳۶) میدانِ جنگ میں بد دیانتی اور خیانت نہ کیجئے، کافروں سے جو عہد آپ کریں اُسے پورا کیجئے، بدعہدی نہ کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اُغْزُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدُرُوْا۔ (صحیح مسلم)

جنگ کرو، خیانت نہ کرو اور بدعہدی نہ کرو۔

(۳۷) عورتیں بھی جنگ میں شریک ہو سکتی ہیں لیکن وہ اپنے خیموں میں رہیں۔ لوگوں کو پانی پلائیں، ان کے لئے کھانے کا انتظام کریں، زخمیوں کی مرہم پٹی کریں اور زخمیوں اور مقتولین کی لاشوں کو مناسب مقام پر منتقل کریں۔

حضرت رُبَیّع کہتی ہیں:۔

كُنَّا نَغْزُوا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْقِى الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ وَنَرُدُّا لْجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى إِلَى الْمَدِيْنَةِ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ردّ النساء الجرحٰی والقتلی جزء ۱ ص۴۱۱)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرتے تھے (یعنی) لوگوں کو پانی پلاتے تھے، ان کی خدمت کرتے تھے، مجروحین اور مقتولین کو مدینہ منتقل کرتے تھے۔

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں:۔

غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أُخَلِّفُهُمْ فِىْ رِحَالِهِمْ وَأَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ وَأُدَاوِى الْجَرْحٰى وَأَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى (صحیح مسلم باب النساء الغازیات جزء ۲ ص۱۱۸)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات جنگوں میں شرکت کی، میں ان کے پیچھے خیموں میں رہتی تھی، ان کے لئے کھانا پکاتی تھی، مجروحین کا علاج کرتی تھی اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی تھی۔

(۳۸) اگر آپ کسی قلعہ کا محاصرہ کرلیں تو انہیں اللہ اور اس کے نبی کی ذمہ داری پر قلعہ سے نہ اتاریئے اور نہ اللہ کے حکم پر اتاریئے بلکہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کی ذمہ داری پر اور اپنے حکم پر اتاریئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوْكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهٖ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهٖ وَلٰكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ فَإِنَّكُمْ أَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهٖ وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوْكَ أَنْ تُنْزِلُوْهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ فَلَا تُنْزِلْ لَهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِىْ أَتُصِيْبُ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْهِمْ أَمْ لَا۔ (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب تأمیر الامام الامراء علی البعوث جزء ۲ ص۶۹)

جب تم کسی اہل قلعہ کا محاصرہ کرو تو اگر وہ یہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ اور اس کے نبی کا ذمہ دو تو انہیں اللہ اور اس کے نبی کا ذمہ نہ دینا بلکہ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ دینا اس لئے کہ اگر تم اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ توڑ دو تو یہ اتنا برا نہیں جتنا برا کہ اللہ اور اس کے نبی کا ذمہ توڑنا ہے اور اگر قلعہ والے چاہیں کہ تم انہیں اللہ کے حکم (یا فیصلہ) پر اتارو تو انہیں اللہ کے حکم (یا فیصلہ) پر نہ اتارنا اس لئے کہ تمہیں کیا معلوم کہ تم ان کے معاملہ میں اللہ کے حکم تک پہنچتے ہو یا نہیں۔

(۳۹) جنگ میں کافر سے مدد نہ لیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک سے فرمایا تھا۔

اِرْجِعْ فَلَنْ أَسْتَعِيْنَ بِمُشْرِكٍ	تم واپس جاؤ میں مشرک سے مدد نہیں
(صحیح مسلم باب کراھۃ الاستعانۃ	لوں گا۔
فی الغزو بکافر جزء ۲ ص ۱۲۰)	

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا
بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا
اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾

ترجمہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، نیکی کرتے رہو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ ﴿۱۹۵﴾

معانی ومصادر (تُلْقُوْا) اَلْقٰی، یُلْقِیْ، اِلْقَاءٌ (باب افعال) ڈالنا، پہنچانا۔
(تَهْلُكَة) هَلَكَ، یَهْلِكُ، هَلَاكٌ وَهُلْكٌ وَهُلُوْكٌ وَتَهْلُكَةٌ وَمَهْلِكٌ (ض ف) ہلاک ہونا۔ مرجانا، فنا ہوجانا۔

شان نزول حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں:۔

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ .... نَزَلَتْ فِی النَّفَقَةِ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص ۳۳)

یہ آیت خرچ کرنے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے (یعنی اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے)۔

حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فِیْنَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ لَمَّا اَعَزَّ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ سِرًّا دُوْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ فَلَوْ اَقَمْنَا فِیْ اَمْوَالِنَا فَاَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا فَاَنْزَلَ

یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے (بات یہ ہے کہ) جب اللہ نے اسلام کو عزت دی اور اس کے مددگار زیادہ ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپا کر ہم میں سے بعض نے بعض سے کہا بے شک ہمارے مال (کافی حد تک) ضائع ہوگئے اور (اب) اللہ نے اسلام کو عزت عطاء فرمادی ہے اور اس کے

اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَلٰی نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرُدُّ عَلَیْنَا مَا قُلْنَا وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ فَکَانَتِ التَّہْلُکَۃُ الْاِقَامَۃُ عَلَی الْاَمْوَالِ وَاِصْلَاحُہَا وَتَرْکُنَا الْغَزْوَ۔ (رواہ الترمذی وصححہ فی کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ البقرۃ جلد ۲ ص ۳۲۹)

مددگاروں کو زیادہ کردیا ہے تو اگر اب ہم اپنے اموال میں قیام کریں اور جو کچھ ضائع ہوگیا ہے اس کی اصلاح کریں (تو کوئی مضائقہ نہیں)، ان کی اس بات پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی اور جو کچھ ہم نے کہا تھا اس کو رد کردیا (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ تو (اے لوگو) ہلاکت سے مراد اموال میں ٹھہرنا، ان کی اصلاح کرنا اور جنگ چھوڑ دینا ہے (یعنی ہلاکت کا سبب ترکِ جہاد اور مال و دولت کی حرص ہے)۔

تفسیر مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انصاریوں نے آپس میں کہا کہ جہاد میں مسلسل شرکت کرنے سے ہماری بعض کھیتیاں ضائع ہوگئیں، ہمارے اموال کو نقصان پہنچا اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت وغلبہ بھی عطا فرما دیا ہے، اور اس کے مددگار و معاون بھی بہت ہو گئے ہیں تو اگر ہم کچھ عرصہ کے لئے جہاد میں نہ جائیں اور اپنے اموال کو جہاد میں خرچ کرنے کے بجائے بنجر زمینوں کی اصلاح میں لگائیں تو کوئی خاص نقصان نہیں ہوگا، اب ہماری اور ہمارے اموال کی اتنی زیادہ ضرورت بھی نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو، اگر تم خرچ نہ کروگے تو جہاد کیسے جاری رہے گا، سامانِ جنگ کہاں سے آئیگا، سامان جنگ نہ ہونے سے جہاد پر کافی اثر پڑے گا، فعّالیت ختم ہوجائے گی، جمود طاری ہوجائے گا، دنیا غالب آجائے گی، دشمن قوموں کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور وہ اسلامی ملک کو تاخت وتاراج کردیں گی، پوری مسلم قوم ہلاکت وبربادی کا شکار ہوجائے گی اور یہ سب کچھ تمہاری اپنی غفلت اور دنیا طلبی کا نتیجہ ہوگا، اس ہلاکت وتباہی سے بچنے کے لئے مال و دولت کی طرف رغبت نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو یہ بہت بڑی نیکی ہے، نیکی کرتے رہو، اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاد ہی میں سربلندی ہے، جہاد ہی سے عزت ہے، جہاد نہ ہو اور لوگ کھیتی باڑی میں گرفتار ہوجائیں تو پھر ذلّت کے سوا اور کیا ہے۔ حضرت امامہ باہلیؓ نے زراعت کا ایک آلہ دیکھ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

لَا یَدْخُلُ ہٰذَا بَیْتَ قَوْمٍ اِلَّا اُدْخِلَ ہٰذَا جس قوم کے گھر تک میں یہ داخل ہوجائے تو

الذُّلُّ (صحیح بخاری کتاب المزارعة باب ما یحذر من عواقب الاشتغال بآلة الزرع جزء ۳ ص۱۳۵)

پھر اس گھر میں ذلت داخل ہو جائے گی۔

زراعت میں اتنا انہماک ہو جائے کہ وہ آلاتِ زراعت جو کھیتوں میں رہتے ہیں گھروں کی زینت بن جائیں، گھر جا کر بھی آلاتِ جنگ میں اشتغال نہ ہو، فنونِ جنگ سے لگاؤ ختم ہو جائے، شہر والے بھی جہاد اور سیاست سے دور ہو جائیں تو پھر ظاہر ہے ایسی قوم محکوم بن جائے گی اور ذلیل و خوار ہو جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَ ذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ (رواہ الترمذی فی کتاب الایمان فی باب ماجاء فی حرمة الصلوة وصححه جزء ۲ ص۲۳)

راس الامر اسلام ہے (یعنی اسلام ہی تمام کاموں کا سر ہے، اسلام نہیں تو تمام کام بے جان دھڑ سے زیادہ نہیں) اور اسلام کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد ہی اسلام کو سربلند رکھتا ہے، جہاد ہی سے اسلام کو قوت اور ہیبت و شوکت حاصل ہوتی ہے، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے بار بار جہاد کی تاکید کی ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ (التوبة ۔ ۴۱)

اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہیئے، سامان جنگ کی فراہمی میں کوتاہی نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ (الانفال ۔ ۶۰)

دشمنوں سے مقابلہ کے لئے جہاں تک تم سے ہو سکے قوت (بڑھاؤ اور سامانِ جنگ) کی تیاری کرتے رہو۔

دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ تعالےٰ کے دین کی خدمت سے غفلت نہ برتیئے۔ دین کو سربلند کرنے کے لئے اپنے وقت کی قربانی دیجئے اور اس وقت کو جہاد میں لگائیے۔

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَإِنْ
أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ
وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ
الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ
مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ
فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ
أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ
بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ
مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ
سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ
كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ
حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) حج اور عمرہ کو (خالص) اللہ کے لئے پوری طرح ادا کرو، ہاں اگر راستہ میں روک لئے جاؤ تو پھر جو قربانی میسّر ہو (اسی جگہ) کر دو (جہاں تم روکے گئے ہو) اور (حج یا عمرہ کا احرام باندھ لینے کے بعد) اپنے سروں کو اس وقت تک نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے (اور ذبح نہ ہو جائے) البتہ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا تم میں سے کسی کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو (وہ قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے سر منڈا سکتا ہے، لیکن ایسی صورت میں) اُسے چاہیئے کہ بطور فدیہ کچھ روزے رکھے، یا صدقہ دے یا قربانی کرے، (قربانی کا حکم صرف اسی صورت میں نہیں کہ تم کو دشمن روک دے اور حج یا عمرہ نہ کرنے دے بلکہ اس صورت میں بھی ہے کہ) جب تم بالکل امن میں ہو اور تم میں سے کوئی شخص عمرہ کر کے حج (کا احرام باندھنے) تک (کی درمیانی مدّت میں احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو کر اس آزادی کا) فائدہ اٹھانا چاہے تو وہ بھی

(ایام حج میں) جو قربانی میسّر ہو کرے، اور اگر کسی کو قربانی کا جانور نہ مل سکے تو (اس کے بدلے) تین روزے ایام حج میں رکھ لے اور سات روزے جب تم واپس لوٹو (تو گھر پہنچکر) رکھ لے، یہ پورے دس (روزے) ہوئے (جو قربانی نہ کرنے کے فدیہ میں رکھے جائیں)۔ یہ حکم (یعنی عمرہ کرکے حج تک کی درمیانی مدّت سے فائدہ اٹھانا) اُس کے لئے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام (کے قریب یعنی مکہ معظمہ) میں نہ رہتے ہوں، اللہ سے ڈرتے رہو (ان احکامات میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو ورنہ اچھی طرح) جان لو کہ (کوتاہی کی صورت میں) اللہ تعالےٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۱۹۶)

معانی ومصادر

(حج) حَجَّ، یَحُجُّ، حَجٌّ (ن) قصد کرنا، زیارت کرنا، دلیل میں غالب آنا۔

(عُمْرَۃ) عَمَرَ، یَعْمُرُ، عُمْرٌ وعِمَارَۃٌ (ض ن) عبادت کرنا۔

[عُمْرَۃ = ایک قسم کی عبادت جو مکہ معظمہ پہنچکر کی جاتی ہے۔ ج عُمَر وعُمُرات]

(اُحْصِرْتم) اَحْصَرَ، یُحْصِرُ، اِحْصَارٌ (باب افعال) روک دینا۔

(اِسْتَیْسَرَ) اِسْتَیْسَرَ، یَسْتَیْسِرُ، اِسْتِیْسَارٌ (باب استفعال) آسان ہونا، مہیّا ہونا۔

(ھَدْیٌ) ھَدٰی، یَھْدِیْ، ھِدَاءٌ (ض) تحفہ دینا۔

[ھَدْی = قربانی کا جانور جو اللہ تعالےٰ کی نذر کیا جائے]۔

(لَا تَحْلِقُوْا) حَلَقَ، یَحْلِقُ، حَلْقٌ و تَحْلَاقٌ (ض) مُونڈنا۔

(مَحِلٌّ) حَلَّ، یَحِلُّ، حَلٌّ وحَلَلٌ وحُلُوْلٌ (ض ن) کسی جگہ اترنا یا اتارنا

[مَحِلٌّ = جگہ یا وقت مقررہ]

(کَانَ) کَانَ، یَکُوْنُ، کَوْنٌ وکِیَانٌ وکَیْنُوْنَۃٌ (ن) ہونا۔

(مَرِیْضًا) مَرِضَ، یَمْرَضُ، مَرَضٌ ومَرْضٌ (س) بیمار ہونا۔

(اَذًی) اَذِیَ، یَاْذٰی، اَذًی، واَذَاۃٌ (س) تکلیف پانا۔

(فِدْیَۃٌ) فَدٰی، یَفْدِیْ، فِدًی وفِدَاءٌ (ض) روپیہ دے کر چھڑانا [فِدْیَۃٌ = وہ روپیہ جو چھڑانے کے عوض دیا جائے]

(صَدَقَۃٌ) تَصَدَّقَ، یَتَصَدَّقُ، تَصَدُّقٌ (باب تفعّل) صدقہ دینا، ثواب کی نیت سے کچھ دینا۔

(نُسُک) نَسَکَ، یَنْسُکُ، نِسْکٌ ونُسُکٌ ونُسُوْکٌ ونَسِیْکَۃٌ ومَنْسَکٌ (ن) قربانی کرنا، عبادت کرنا۔

(اَمِنَ) اَمِنَ، یَاْمَنُ، اَمْنٌ، اَمَنٌ، اَمَانٌ، اَمَنَۃٌ (س) مطمئن ہونا، امن میں ہونا۔

(تَمَتَّعَ) تَمَتُّعٌ، يَتَمَتَّعُ، تَمَتُّعٌ (باب تفعّل) فائدہ اٹھانا۔
(يَجِدْ) وَجَدَ، يَجِدُ، وُجْدٌ وجِدَةٌ، وُجُودٌ، وِجْدَانٌ (ض) پانا۔
(رَجَعْتُمْ) رَجَعَ، يَرْجِعُ، رُجُوعٌ ومَرْجِعٌ ومَرْجِعَةٌ ورُجْعٰى ورُجْعَانٌ (ض) لوٹنا۔
(كَامِلَةٌ) كَمَلَ، يَكْمُلُ، كَمَالٌ وكُمُولٌ (ن وك وس) پورا ہونا۔
(حَاضِرِي) حَضَرَ، يَحْضُرُ، حُضُورٌ وحَضَارَةٌ (ن) حاضر ہونا
[حَاضِرِي اصل میں حَاضِرِيْن ہے، مضاف ہونے کی وجہ سے "ن" ساقط کر دیا گیا ہے]
(شَدِيْد) شَدَّ، يَشِدُّ، شِدَّةٌ (ض) قوی ہونا۔
(عِقَاب) عَاقَبَ، يُعَاقِبُ، مُعَاقَبَةٌ وعِقَابٌ (باب مفاعلہ) سزا دینا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کو پورا کیا کرو، یعنی ان کے ارکان ابتداء تا انتہاء پورے ہونے چاہئیں۔ حج اور عمرہ میں کسی قسم کا نقص نہیں ہونا چاہئے، کسی رکن کو چھوڑنا نہیں چاہئے (فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ) ہاں اگر حج یا عمرہ کے ارادہ سے جانے والوں کو راستہ میں روک دیا جائے تو پھر بوجہ مجبوری اگر حج یا عمرہ کے ارکان پورے نہ ہو سکیں تو کوئی مضائقہ نہیں، راستہ میں رکنے کا سبب خواہ دشمن ہو یا بیماری یا اور کوئی چیز، سب صورتوں میں یہی حکم ہے کہ اگر مجبوراً حج یا عمرہ پورا نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت مسور بن مخرمہؓ کہتے ہیں:۔

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ . . . . جَاءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ . . . . فَقَالَ هُمْ مُقَاتِلُوْكَ وَصَادُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ اَحَدٍ وَلٰكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِيْنَ . . . . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا ثُمَّ احْلِقُوْا . . . . نَحَرَ بُدْنَهٗ وَدَعَا حَالِقَهٗ فَحَلَقَهٗ (صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد جزء ۳ صـ ۲۵۲ وفی روایۃ عن ابن عمرؓ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهٗ وَحَلَقَ رَأْسَهٗ (صحیح بخاری کتاب المناسک باب النحر قبل الحلق فی الحصر جزء ۳ صـ ۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے زمانہ میں (عمرہ کرنے کے لئے نکلے)۔ راستہ میں بُدیل سے ملاقات ہوئی اس نے کہا قریش آپ سے لڑیں گے اور آپ کو بیت اللہ جانے سے روکیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہم لڑنے نہیں آئے ہیں، ہم تو عمرہ کرنے آئے ہیں (حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ کفار نے آپ کو کعبہ نہیں جانے دیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا اٹھو اور قربانی کرو پھر سر منڈا دو (پھر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کو نحر کیا پھر آپ نے حجّام کو بلایا، اس نے آپ کے سر کو مونڈا (ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ پھر آپ اپنی بیویوں کے پاس گئے)

وفی روایۃ عن ابن عباس فحلق رأسہ وجامع نساءہ ونحر ھدیہ (صحیح بخاری باب اذا حصر المعتمر جزء ۳ ص۱۱)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ کرنے والا اگر کسی مقام پر روک دیا جائے تو اگر اس کے ساتھ قربانی ہو تو وہیں اس کو ذبح کر کے سر منڈائے اور احرام اتار دے اب اس کے لئے ہر وہ چیز جو حالت احرام میں حرام تھی حلال ہو جائے گی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ضباعہؓ نے عرض کیا:۔

یارسول اللہ انی اریدالحج وانا شاکیۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حجی واشترطی ان محلی حیث حبستنی وفی روایۃ قولی اللھم محلی حیث حبستنی (صحیح مسلم باب جواز اشتراط المحرم التحلل بعذر المرض جزء اول ص۴۱۰)

اے اللہ کے رسول، میرا حج کرنے کا ارادہ ہے۔ لیکن میں بیمار ہوں (ایسی صورت میں میں کیا کروں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم حج کرو اور (اللہ سے) یہ شرط کر لو کہ اے اللہ، میں اسی جگہ احرام اتار دوں گی جس جگہ تو مجھے روک دے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیماری کی وجہ سے بھی اگر رکنا پڑ جائے تو جس جگہ رکنے پر مجبور ہو اسی جگہ احرام اتار دے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ولاتحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ) سر اس وقت تک نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنی مقررہ جگہ پہنچ کر ذبح نہ ہو جائے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے کے بعد سر نہ منڈائے جب تک قربانی نہ کرے، یعنی قربانی کرنے کا وقت سر منڈانے سے پہلے ہے، پہلے قربانی کرے پھر سر منڈائے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی منی فاتی الجمرۃ فرماھا ثم اتی منزلہ بمنی ونحر ثم قال للحلاق خذ (صحیح مسلم باب بیان ان السنۃ یوم النحر ان یرمی ثم ینحر جزء اول ص۴۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لائے پھر آپ نے جمرہ پر جا کر اسے کنکریاں ماریں، پھر منیٰ میں اپنی منزل پر آئے اور قربانی کی پھر حجام کو بلا کر اس سے سر مونڈنے کے لئے کہا۔

لیکن اگر کسی کو اس ترتیب کا علم نہ ہو اور وہ لاعلمی میں پہلے سر منڈا دے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقف فی حجۃ الوداع فجعلوا یسئلونہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں کھڑے ہو گئے لوگ آپ سے سوال کرنے لگے۔

فَقَالَ رَجُلٌ لَمْ اَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ قَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ (صحیح بخاری کتاب الحج باب الفتیا علی الدابۃ عند الجمرۃ جزء۲ ص۲۱۵ وصحیح مسلم باب من حلق قبل النحر جزء اول ص۴۲۶)

ایک شخص نے کہا "مجھے معلوم نہیں تھا میں نے لاعلمی میں قربانی ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا دیا"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب قربانی کر لو۔

سر منڈانے کے بجائے اگر کوئی شخص بال چھوٹے کتروا دے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ۔ (الفتح ۔۲۷)

(اگر اس سال تمہیں کفار نے مسجد حرام جانے سے روک دیا تو رنج کی کوئی بات نہیں) تم انشاء اللہ (عنقریب) ضرور امن کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے، کوئی تم میں سے سر منڈائے گا اور کوئی تم میں سے بال چھوٹے کرائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يَّطُوْفُوْا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يَحِلُّوْا وَيَحْلِقُوْا اَوْ يُقَصِّرُوْا۔ (صحیح بخاری باب تقصیر المتمتع بعد العمرۃ جزء۲ ص۲۱۴)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں، صفا و مروہ کی سعی کریں، پھر احرام اتاریں اور سر منڈا دیں یا بال چھوٹے کروا دیں۔

مندرجہ بالا آیت اور حدیث سے ثابت ہوا کہ سر منڈانا اور بال کتروانا دونوں جائز ہیں لیکن سر منڈانا افضل ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ (صحیح بخاری باب الحلق و التقصیر عند الاحلال جزء۲ ص۲۱۳ وصحیح مسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ سر مونڈنے والوں کی مغفرت فرما" لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول اور بال چھوٹے کرنے والوں کے لئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ سر مونڈنے والوں کی مغفرت فرما"۔ لوگوں نے کہا "اے اللہ کے رسول اور بال چھوٹے کرنے والوں کے لئے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ سر مونڈنے والوں کی مغفرت فرما"۔ لوگوں نے

باب تفضیل الحلق علی التقصیر وجواز التقصیر
جزء اول ص۴۲۵ واللفظ لمسلم)

۱ کہا" اے اللہ کے رسول اور بال چھوٹے کرنے والوں کے لئے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اور بال چھوٹے کرنے والوں کی بھی (مغفرت فرما)"۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔
حَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ (صحیح بخاری باب الحلق والتقصیر عند الاحلال
جزء۲ ص۲۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے سر منڈایا اور صحابہ میں سے بعض لوگوں نے بال چھوٹے کروائے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے قربانی کرنے والوں پر یہ پابندی عائد کر دی کہ وہ سر نہ منڈائیں جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچکر ذبح نہ ہو جائے، پھر اللہ تعالےٰ نے اس حکم میں عذر کی وجہ سے کچھ تخفیف فرمادی۔

حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں:۔
كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُوْنَ وَكَانَتْ لِيْ وَفْرَةٌ فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَاقَطُ عَلٰى وَجْهِيْ فَمَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّ رَاْسِكَ ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ"
(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ جزء۵ ص۱۶۲ وصحیح مسلم کتاب الحج باب جواز حلق الراس للمحرم اذا کان بہ اذًی جزء اول ص۴۹۶ واللفظ للبخاری)

ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم احرام باندھے ہوئے تھے، لیکن مشرکین نے ہمیں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا، میرے سر پر پٹھے تھے (جن میں اتنی) جوئیں پڑ گئی تھیں کہ میرے منہ پر گر رہی تھیں۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے، آپ نے فرمایا "کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں"؟ میں نے کہا" جی ہاں" اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی، "پھر تم میں سے اگر کوئی شخص بیمار ہو یا کسی کے سر میں کوئی اور تکلیف ہو تو وہ (سر منڈا دے) اور کفارے میں چند روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے"۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب سے فرمایا:۔

تم سر منڈا دو اور تین روزے رکھو یا چھ مساکین کو کھانا کھلاؤ یا قربانی کرو۔

رَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ اَوِانْسُكْ نَسِيْكَةً۔
(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ جزوہ ۱۶ ص۶۴ وصحیح مسلم کتاب الحج باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذًی جزء اول ص۴۹۵)

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَجِدُ شَاةً؟ قُلْتُ لَا، قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ
(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۳۳ وصحیح مسلم کتاب الحج باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذًی جزء اول ص۴۹۶ واللفظ للبخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا "کیا تمہیں بکری میسّر ہے؟" میں نے کہا "نہیں"، آپ نے فرمایا "تین روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا دے دو اس طرح کہ ہر مسکین کو نصف صاع طعام (یعنی غلہ وغیرہ) دیا جائے۔

الغرض آیت زیر تفسیر سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بیماری وغیرہ کی وجہ سے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا دے تو وہ فدیہ میں کچھ روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے، آیت میں یہ صراحت نہیں کہ کتنے روزے رکھے، نہ یہ صراحت ہے کہ صدقہ میں کیا چیز دے اور کتنی دے اور نہ یہ صراحت ہے کہ کتنے جانور قربان کرے اور کونسے جانور قربان کرے۔ یہ تمام تشریحات احادیث میں ملتی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تشریح کے لئے احادیث کی بڑی سخت ضرورت ہے، ان کے بغیر کام نہیں چلتا۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ روزوں کی تعداد تین ہے صدقہ اگر دے تو اس کی مقدار تین صاع طعام ہے، ہر مسکین کو نصف صاع طعام دے، اور اگر قربانی کرے تو ایک بکری کی قربانی کرے۔

آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔) جب تم امن وامان کی حالت میں ہو اور کوئی شخص تم میں سے حج تمتع کر رہا ہو تو اُسے بھی قربانی کرنی چاہیئے۔ حج تمتع سے مراد یہ ہے کہ عمرہ کرکے احرام کھول دے، پھر حج کے ایام میں دوبارہ حج کا احرام باندھے، عمرہ کا احرام کھول دینے کے بعد سے حج کا احرام باندھنے کی درمیانی مدت میں وہ احرام کی پابندی سے آزاد ہو جائے گا

اوراس آزادی سے فائدہ اور تمتع حاصل کرے گا، اسی فائدہ اور تمتع کی وجہ سے ایسے حج کو حج تمتع کہتے ہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:۔

تَمَتَّعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری کتاب الحج باب التمتع جزء ۲ صـ۱۷۶)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حج تمتع کیا ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَحِلُّوْا مِنْ اِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوْا ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَلَالًا حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَاَهِلُّوْا بِالْحَجِّ ..... فَلَوْلَا اَنِّيْ سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِيْ اَمَرْتُكُمْ وَلٰكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّيْ حَرَامٌ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَفَعَلُوْا (صحیح بخاری کتاب الحج باب التمتع والاقران جزء ۲ صـ۱۷۶ وصحیح مسلم کتاب الحج باب بیان وجوہ الاحرام جزء اول صـ۵۰۹)

کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر کے احرام اتار دو اور بال چھوٹے کر دو، پھر تم احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو یہاں تک کہ جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ ہو تو پھر حج کا احرام باندھو.... اگر میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا تو میں بھی وہی کرتا جس کا تم کو حکم دیا ہے لیکن اس صورت میں میں احرام نہیں اتار سکتا جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچ (کر ذبح) نہ (ہو) جائے یہ سن کر صحابہ کرام نے حکم کی تعمیل کی۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہو وہ حج تمتع کرے اور جو شخص قربانی کا جانور ساتھ لایا ہو وہ احرام نہ اتارے اور اُسی احرام سے حج کرے، اس حج کو حج قران کہتے ہیں۔

آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ ....) جس کو قربانی کا جانور نہ مل سکے تو وہ قربانی کے بدلے میں روزے رکھے، تین روزے ایام حج میں رکھے اور باقی سات روزے اپنے گھر پہنچکر رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ (صحیح مسلم باب وجوب الدم علی المتمتع جزء اول صـ۵۱۸)

جس کو قربانی نہ ملے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے اپنے گھر پہنچ کر رکھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

لَمْ يُرَخَّصْ فِيْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ اَنْ يُّصَمْنَ

ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت (اللہ اور

اِلَّا لِمَنْ لَّمْ یَجِدِ الْھَدْیَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب صیام ایام التشریق جزء ۳ ص۵۶) اس کے رسول کی طرف سے) کسی صورت میں نہیں ہے مگر صرف اس صورت میں کہ کسی کو قربانی نہ ملی ہو (تو وہ ایام تشریق میں روزے رکھ لے)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ ایام حج میں جو تین روزے رکھے جائیں وہ ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ کو رکھے جائیں۔

آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ یَكُنْ اَھْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) یہ حکم اسی کے لئے ہے جس کا گھر بار مسجد الحرام کے قرب وجوار میں نہ ہو، یعنی جو شخص مکہ معظمہ میں رہتا ہو اُسے حج تمتع کرنے کی اجازت نہیں، اُسے حج قران کرنا چاہیئے۔

ان احکام کے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ) اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو، قصداً کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرو ورنہ اچھی طرح سمجھ لو اور خبردار ہو جاؤ کہ اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے، وہ تمہاری خلاف ورزی پر تمہیں سزا بھی دے سکتا ہے۔

عمل

اے لوگو، حج اور عمرہ کو خالص اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے کیا کیجئے، اس میں کسی قسم کی ریاکاری نہیں ہونی چاہیئے، اپنے کو حاجی کہلوانے کی نیت سے حج نہ کیجئے، پھر جب آپ حج یا عمرہ کریں تو انہیں احکام الٰہی کے مطابق کیجئے، قصداً کسی قسم کی کوتاہی نہ کیجئے ایسا نہ ہو کہ احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی سزا میں کوئی عذاب نازل ہو جائے۔

عمرہ کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْعُمْرَةُ اِلَی الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَیْنَهُمَا (صحیح بخاری کتاب الحج باب العمرۃ جزء ۳ ص۲ وصحیح مسلم باب فضل الحج والعمرۃ جزء اول ص۵۶۶) ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے درمیانی وقفہ کے گناہوں کا کفّارہ ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ عُمْرَةً فِیْ رَمَضَانَ حَجَّةٌ (صحیح بخاری کتاب الحج باب عمرۃ فی رمضان جزء ۳ ص۲ وصحیح مسلم کتاب الحج باب فضل العمرۃ فی رمضان وفیہ "تَعْدِلُ حَجَّةً" جزء اول ص۵۲۸) رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

عمرہ کرنے کا طریقہ

(۱) جب عمرہ کرنے کے لئے گھر سے روانہ ہو تو بے خوشبو کا تیل لگائے۔

حضرت نافعؒ کہتے ہیں۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوْجَ إِلٰى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهٗ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ ..... ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ (صحیح بخاری کتاب المناسك باب الاهلال مستقبل القبلة جزء ۲ ص ۱۷۱)

عبداللہ بن عمرؓ جب مکّہ جانے کا ارادہ کرتے تو بے خوشبو کا تیل لگاتے اور وہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

(۲) پھر جب دورانِ سفر میقات پر پہنچے تو احرام باندھنے سے پہلے نہائے، اگر بدن پر ایسی خوشبو لگی ہوئی ہو جس میں زعفران شامل ہو تو اسے تین مرتبہ دھو ڈالے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَّغْتَسِلَ الرَّجُلُ إِذَا أَرَادَ اَنْ يُّحْرِمَ (رواہ الحاکم وسندہ صحیح۔ المستدرك ۱/۴۴۷)

جب کوئی آدمی احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو (اُس سے پہلے) نہانا سنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَاغْسِلْ اَثَرَ الْخُلُوْقِ عَنْكَ (صحیح بخاری کتاب المناسك باب يفعل فى العمرة ما يفعل فى الحج جزء ۳ ص ۶۷۰ ۔ وصحیح مسلم کتاب الحج باب ما يباح للمحرم بحج و عمرة جزء اول ص ۴۸۲ و ص ۴۸۳)

خلوق کا نشان اپنے (جسم) سے دھو ڈالو۔ (نوٹ:۔ خلوق اس خوشبو کو کہتے ہیں جس میں زعفران شامل ہو)۔

(۳) پھر بہترین خوشبو جو میسّر ہو سر اور ڈاڑھی میں لگائیے۔ اگر احرام باندھنے کے بعد سر اور ڈاڑھی میں خوشبو کی چمک دکھائی دے یا سر اور ڈاڑھی سے خوشبو کی مہک آئے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهٖ حِيْنَ يُحْرِمُ وَفِىْ رِوَايَةٍ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِىْ مَفَارِقِ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھتے تو میں آپ کے خوشبو لگاتی تھی، پھر آپ احرام باندھے ہوتے اور میں آپ کی مانگ میں خوشبو

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ (صحیح بخاری کتاب المناسك باب الطیب عند الاحرام جزء ۲ ص۱۶۸ و صحیح مسلم کتاب الحج باب الطیب للمحرم عند الاحرام جزء اول ص۴۸۷)

کی چمک دیکھا کرتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ يَتَطَيَّبُ بِأَطْيَبِ مَا يَجِدُ ثُمَّ أَرَى وَبِيْصَ الدُّهْنِ فِي رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ بَعْدَ ذٰلِكَ (صحیح مسلم باب الطیب للمحرم عند الاحرام جزء اول ص۴۸۷)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب احرام پہننے کا ارادہ کرتے تو بہترین خوشبو جو میسّر ہوتی لگاتے، پھر میں بعد میں بھی آپ کے سر اور داڑھی میں خوشبو کی چمک کو دیکھا کرتی تھی۔

(۴) پھر مرد کو چاہئے کہ ایسی دو چادروں کا احرام باندھ لے جن میں زعفران سے مرکب کوئی خوشبو لگی ہوئی نہ ہو، ایک چادر اوڑھ لے اور ایک چادر کا تہ بند باندھ لے اور جوتیاں پہن لے۔ اگر تہ بند نہ ہو تو پاجامہ پہن لے اور جوتیاں نہ ہوں تو موزے پہن لے لیکن اتنا کاٹ دے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

حضرت یعلیٰؓ کہتے ہیں:۔

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ . . . عَلَيْہِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهَا خَلُوْقٌ . . . قَالَ اخْلَعْ عَنْكَ جُبَّتَكَ۔ (صحیح مسلم باب ما یباح للمحرم جزء اول ص۴۸۲ وصحیح بخاری باب غسل الخلوق ثلاث مرات جزء ۲ ص۱۶۷ واللفظ لمسلم)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، وہ ایک جبّہ پہنے ہوئے تھا جس پر زعفران سے مرکب خوشبو لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جبّہ کو اتار دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ لَّمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيْلَ، (صحیح بخاری کتاب الحج باب اذا لم یجد الازار جزء ۳ ص۲۱ وصحیح مسلم باب ما یباح للمحرم جزء اول ص۴۸۲)

جس شخص کو تہ بند نہ ملے وہ پاجامہ پہن لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَاِنْ لَّمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ (صحیح بخاری باب لبس الخفین للمحرم جزء ۳ ص۲۱ وصحیح مسلم باب ما یباح للمحرم جزء اول ص۴۸۱ واللفظ للبخاری)

اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے پہن لے لیکن ان کو اتنا کاٹ دے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

حضرت یعلیؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ مُضْطَبِعًا وَعَلَيْهِ بُرْدٌ (رواہ الترمذی وصححہ باب ماجاء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاف مُضْطَبِعًا جزء اول ص۲۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت اضطباع طواف کیا اور آپ چادر اوڑھے ہوئے تھے۔

(نوٹ:۔ چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر دایاں کندھا کھولنے کو اضطباع کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ..... كَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ (صحیح بخاری کتاب الحج باب سنۃ المحرم اذا مات جزء ۳ ص۲۲)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، اس کی اونٹنی نے اُسے کچل دیا اور وہ مرگیا، وہ احرام باندھے ہوئے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس کو اُسی کے دو کپڑوں میں کفن دو۔

(۵) مدینہ والے ذوالحُلَیفہ سے احرام باندھیں، نجد والے قَرْنَ الْمَنَازِل سے، شام والے جُحفہ سے، یمن والے یَلَمْلَم سے، عراق والے ذات عِرق سے احرام باندھیں۔ جو لوگ ان میقاتوں اور مکہ معظمہ کے درمیان رہتے ہوں وہ اپنی بستی ہی سے احرام باندھیں، مکہ معظمہ کے رہنے والے مکہ معظمہ سے احرام باندھیں اور جو لوگ مذکورہ بالا مقامات کے علاوہ کسی اور مقام پر رہتے ہوں وہ اس میقات پر پہنچکر احرام باندھیں جو ان کے راستے میں آئے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ کو، اہل شام کے لئے جحفہ کو، اہل نجد کے لئے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لئے

الْمَنَازِلِ وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ ، هُنَّ لَهُنَّ وَلِكُلِّ اٰتٍ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ اِنْشَأَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ (صحیح بخاری باب مهل اهل الیمن جزء ۲ ص ۱۶۶ و صحیح مسلم باب مواقیت الحج جزء اول ص ۴۸۳)

یلملم کو میقات مقرر فرمایا ہے اور جو ان مقامات کے علاوہ دوسرے مقامات کے رہنے والے ہوں اور حج یا عمرہ کو جاتے ہوئے ان مقامات سے گذریں تو ان کے لئے بھی آپ نے یہی میقات مقرر فرمائے، جو لوگ مکہ معظمہ سے ان میقاتوں کے مقابلہ میں زیادہ نزدیک ہوں وہ اپنے مقام سے احرام باندھیں حتّٰی کہ مکہ والے مکّہ ہی سے احرام باندھیں۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ

مُهَلُّ اَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ۔ (صحیح مسلم باب مواقیت الحج جزء اول ص ۴۸۵)

اہل عراق کے احرام باندھنے کی جگہ ذاتِ عرق ہے۔

(۶) عورت کے لئے احرام کا کوئی خاص لباس مقرر نہیں، وہ جیسا لباس چاہے پہنے البتہ چہرہ پر نقاب نہ ڈالے اور ہاتھوں میں دستانے نہ پہنے۔ عورت زیور اور موزے بھی پہن سکتی ہے۔ لباس کے علاوہ وہ تمام کام وہی کرے جو مرد کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَنْتَقِبِ الْمَرْاَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ (صحیح بخاری باب ما ینهی من الطیب للمحرم ۳/۱۹)

محرمہ عورت نہ نقاب ڈالے اور نہ موزے پہنے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا اَحَبَّتْ مِنْ اَلْوَانِ الثِّيَابِ مِنْ مُعَصْفَرٍ اَوْ خَزٍّ اَوْ حُلِيٍّ اَوْ سَرَاوِيْلَ اَوْ خُفٍّ اَوْ قَمِيْصٍ (رواه الحاكم وابوداؤد عن ابن عمرؓ وسنده صحيح ۔ المستدرك ۱/۴۸۶)

(عورت ورس اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے) اس کے علاوہ وہ جس رنگ کا کپڑا چاہے پہنے۔ وہ ریشمی کپڑا، زیور، پاجامہ، موزہ اور قمیص بھی پہن سکتی ہے۔

(۷) احرام باندھ کر یہ ثناء پڑھے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اس طرح لبیک کہے:۔

لَبَّيْكَ ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْعُمْرَةِ

میں حاضر ہوں، اے اللہ میں عمرہ کے لئے حاضر ہوں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں:۔

صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَهُ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ حَمِدَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ (صحیح بخاری باب التحمید ..... قبل الاهلال جزء ۲ ص۱۷۱ وفی روایۃ فَجَعَلَ يُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ (صحیح بخاری باب نحر البدن قائمۃ جزء ۲ ص۲۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ مدینہ میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں پڑھیں، پھر آپ رات کو وہاں رہے، پھر صبح کو آپ سواری پر سوار ہوئے حتیٰ کہ جب وہ بیداء کے مقام پر آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی تو آپ نے اللہ کی حمد کی، تسبیح پڑھی اور تکبیر کہی پھر آپ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور سبحان اللہ پڑھنے لگے، پھر آپ نے حج اور عمرہ کی لبیک کہی"

حضرت نافعؒ کہتے ہیں:۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا صَلَّى بِالْغَدَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ..... اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا ثُمَّ يُلَبِّي وَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ (رواہ البخاری تعلیقاً فی باب الاهلال مستقبل القبلۃ ووصله البيهقي بسند صحيح۔ مناسك الحج والعمرة للالبانی ص۱۲)

ابن عمرؓ جب ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ چکتے ..... تو سواری پر قبلہ کی طرف منہ کرتے پھر لبیک پڑھتے اور وہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

نَحْنُ نَقُولُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً (صحیح بخاری باب من لبّی بالحج وسمّاہ جزء ۲ ص۱۷۶)

ہم لبیک اللّٰھم لبیک بالحج کہہ رہے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہم نے حج کی جگہ عمرہ کہنا شروع کر دیا۔

(۸) پھر بلند آواز سے مسلسل یہ تلبیہ پڑھتا رہے:۔

لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ، لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ۔

(ترجمہ) میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک ہر قسم کی تعریف اور نعمت تیرے لئے ہے اور بادشاہت بھی تیرے لئے ہے، تیرا کوئی

شریک نہیں]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ تَلْبِیَةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَبَّیْكَ ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ الخ ۔ (صحیح بخاری باب التلبیة جزء۲ ص۱۷۰ وصحیح مسلم باب التلبیة جزء اول ص۲۸۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کے الفاظ یہ تھے۔ لبیک اللھم لبیک ..... الخ

وفی روایة لَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اسْتَوَتْ بِہٖ رَاحِلَتُہٗ قَائِمَةٌ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِی الْحُلَیْفَةِ اَھَلَّ فَقَالَ لَبَّیْكَ .... الخ (صحیح بخاری جزء اول ص۲۸۵)

(جب) ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب آپ کی سواری آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو آپ یہ تلبیہ پڑھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اٰمُرَ اَصْحَابِیْ اَنْ یَّرْفَعُوْا اَصْوَاتَھُمْ بِالْاِھْلَالِ (رواہ الترمذی فی باب ماجاء فی رفع الصوت بالتلبیة وصححہ جزء اول ص۲۵۹ وصححہ مالك والشافعی وابن حبان والحاکم والبیھقی۔ نیل الاوطار جزء۴ ص۲۷۴)

میرے پاس جبریل آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے اصحاب کو بلند آواز سے لبیک کہنے کا حکم دوں۔

(۹) حرم کے قریب پہنچ کر تلبیہ بند کر دے۔

حضرت نافعؒ کہتے ہیں:۔

کَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا دَخَلَ اَدْنَی الْحَرَمِ اَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِیَةِ ..... وَیُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَفْعَلُ ذٰلِكَ (صحیح بخاری باب الاغتسال عند دخول مکة جزء۲ ص۱۷۷)

عبداللہ بن عمرؓ جب ادنی الحرم میں داخل ہوتے تو لبیک کہنا بند کر دیتے اور وہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

(۱۰) پھر "ذی طوی" مقام پر قیام کرے، ایک رات وہاں گذارے، پھر صبح کو نماز کے بعد غسل کرے، پھر اسی دن بوقت صبح بلندی کی طرف سے یعنی بطحاء میں داخل ہو کر ثنیۃ الوداع اور کداء سے ہوتا ہوا مکہ معظمہ میں داخل ہو۔

حضرت نافعؒ کہتے ہیں:۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ . . . . . يَبِيْتُ بِذِيْ طُوًى ثُمَّ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِهٖ وَيَغْتَسِلُ وَيُحَدِّثُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ (صحیح بخاری باب الاغتسال عند دخول مکة جزء ۲ ص۱۷۷ وصحیح مسلم باب استحباب المبیت بذی طوی جزء اول ص۴۲۹) وفی روایة حَتّٰى اَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ (صحیح بخاری باب دخول مکة نهارًا اولیلاً جزء ۲ ص۱۷۷) و فی روایة يَدْخُلُ مَكَّةَ نَهَارًا (صحیح مسلم باب استحباب المبیت بذی طوی جزء اول ص۴۲۹)

ابن عمرؓ ذی طوٰی میں رات گذارتے، پھر صبح کی نماز پڑھتے اور غسل کرتے، پھر (اسی) دن مکہ میں داخل ہوتے اور وہ یہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک وہاں رہتے پھر مکہ میں داخل ہو جاتے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ اِلٰى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ اَعْلَاهَا (صحیح بخاری کتاب الحج باب من این یدخل مکة جزء ۲ ص۱۷۸ وصحیح مسلم باب استحباب دخول مکة من الثنیة العلیا جزء اول ص۴۲۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ آتے تو اس کی بلندی کی طرف سے (شہر میں) داخل ہوتے۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِيْ بِالْبَطْحَاءِ (صحیح بخاری کتاب الحج باب من این یخرج من مکة جزء ۲ ص۱۷۸ و رَوٰی مسلم نحوہ فی باب استحباب دخول مکة من الثنیة العلیا جزء اول ص۴۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثنیۃ العلیا سے جو بطحاء میں ہے ہوتے ہوئے کدا کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔

(۱۱) پھر مکہ معظمہ پہنچ کر وضو کرے، پھر حجر اسود کے پاس آئے اور بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہے، پھر حجر اسود کو ہاتھ لگائے اور حجر اسود کا بوسہ لے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِيْنَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ (صحیح بخاری باب من طاف بالبیت اذا قدم مکة جزء ۲ ص۱۸۷ وصحیح مسلم باب ما یلزم من طاف بالبیت جزء اول ص۵۲۲)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) آئے تو سب سے پہلے آپ نے وضو کیا، پھر طواف کیا۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

حَتّٰى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۴۱۰)

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ پہنچے تو آپ نے حجر اسود کا بوسہ لیا۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ ضُحًى فَيَأْتِي الْبَيْتَ فَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ وَيَقُوْلُ بِاسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ (مسند امام احمد وسندہ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۲ ص۶۷ و۶۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت مکہ میں داخل ہوتے، پھر بیت اللہ کے قریب پہنچ کر حجر اسود کا بوسہ لیتے اور بسم اللہ واللہ اکبر کہتے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ (صحیح بخاری باب تقبیل الحجر جزء ۲ ص۱۸۶)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ حجر اسود کو ہاتھ لگاتے اور بوسہ لیتے۔

(۱۲) اگر حجر اسود کا بوسہ نہ لے سکے تو ہاتھ لگا کر ہاتھ کا بوسہ لے لے۔

حضرت نافع کہتے ہیں:۔

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهُ وَقَالَ مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ (صحیح مسلم باب استحباب استلام الرکنین الیمانین جزء اول ص۴۳۲)

میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے حجر اسود کو ہاتھ لگایا، پھر ہاتھ کا بوسہ لیا، پھر فرمایا میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے کبھی اس طرح کرنا نہیں چھوڑا۔

(۱۳) اگر ہاتھ لگانا بھی ممکن نہ ہو تو کسی چھڑی سے حجر اسود کو چھوئے اور چھڑی کا بوسہ لے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں:۔

طَافَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ عَلٰی بَعِیْرٍ یَسْتَلِمُ الرُّکْنَ بِمِحْجَنٍ (صحیح بخاری باب استلام الرکن بمحجن جزء۲ ص۱۸۵ وصحیح مسلم باب جواز الطواف علی بعیر جزء اول ص۵۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر کعبہ کا طواف کیا، آپ حجر اسود کو چھڑی سے چھوتے تھے۔

حضرت ابو الطفیل کہتے ہیں:۔

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ وَیَسْتَلِمُ الرُّکْنَ بِمِحْجَنٍ وَیُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ (صحیح مسلم باب جواز الطواف علی بعیر جزء اول ص۵۳۴)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، آپ حجر اسود کو چھڑی سے چھوتے تھے اور چھڑی کا بوسہ لیتے تھے۔

(۱۳) اگر حجر اسود کو چھڑی لگانا بھی ممکن نہ ہو تو کسی چیز سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

طَافَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَعِیْرٍ کُلَّمَا اَتَی الرُّکْنَ اَشَارَ اِلَیْہِ بِشَیْءٍ کَانَ عِنْدَہٗ (صحیح بخاری باب التکبیر عند الرکن جزء۲ ص۱۸۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر کعبہ کا طواف کیا، جب کبھی آپ حجر اسود کے پاس سے گذرتے تو کسی چیز سے جو آپ کے پاس ہوتی اس طرف اشارہ کرتے۔

نوٹ:۔ حجر اسود کو بوسہ دینے، چھونے وغیرہ کے متعلق جو مختلف کیفیات مروی ہیں ان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج یا عمرہ ہی میں طواف نہیں کیا بلکہ اس کے علاوہ بھی کئی اور طواف کئے۔

(۱۴) پھر اضطباع کرے یعنی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لے اس طرح کہ داہنا کندھا کھلا رہے اور بایاں کندھا ڈھکا رہے۔

حضرت یعلیٰ کہتے ہیں:۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَیْتِ مُضْطَبِعًا وَعَلَیْہِ بُرْدٌ (ترمذی باب ماجاء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاف مضطبعا وسندہ صحیح جزء اول ص۲۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھے ہوئے تھے، آپ نے چادر کا اضطباع کر کے کعبہ کا طواف کیا۔

(۱۵) پھر کعبہ کا طواف کرے، طواف داہنی طرف سے شروع کرے یعنی طواف کے وقت کعبہ بائیں طرف ہو، حجر اسود سے رکن یمانی تک رمل کرے یعنی دوڑ کر اور اکڑ کر چلے، رکن یمانی پر پہنچ کر اُسے ہاتھ لگائے پھر معمولی چال سے حجر اسود کی طرف روانہ ہو۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا طَافَ بِالْبَیْتِ الطَّوَافَ الْاَوَّلَ یَخُبُّ ثَلَاثَۃَ اَطْوَافٍ وَیَمْشِیْ اَرْبَعَۃً (صحیح بخاری باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ جزء ۲ ص۱۸۷ وصحیح مسلم باب استحباب الرمل فی الطواف جزء اول ص۴۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلا طواف کرتے تو تین چکر اکڑ کر اور دوڑ کر لگاتے اور چار چکر میں معمولی چال سے چلتے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاسْتَلَمَ الْحَجَرَ ثُمَّ مَضٰی عَلٰی یَمِیْنِہٖ (ترمذی باب ما جاء کیف الطواف وسندہ صحیح۔ جزء اول ص۲۶۶)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ آئے تو آپ مسجد میں داخل ہوئے، حجر اسود کا بوسہ لیا، پھر اپنی داہنی طرف چلے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں:۔

اَمَرَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَرْمُلُوْا ثَلَاثَۃَ اَشْوَاطٍ وَیَمْشُوْا مَا بَیْنَ الرُّکْنَیْنِ (صحیح مسلم باب استحباب الرمل فی الطواف جزء اول ص۴۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ تین چکر اکڑ کر اور دوڑ کر لگائیں اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان معمولی چال سے چلیں۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں:۔

مَا تَرَکْتُ اسْتِلَامَ ھٰذَیْنِ الرُّکْنَیْنِ فِیْ شِدَّۃٍ وَلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُھُمَا (صحیح بخاری باب الرمل فی الحج والعمرۃ جزء ۲ ص۱۸۵ و صحیح مسلم باب استحباب استلام الرکنین جزء اول ص۴۱۲)

میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود اور رکن یمانی کو ہاتھ لگاتے دیکھا ہے میں ان کو ہاتھ لگانا نہیں چھوڑتا خواہ ہجوم ہو یا ہجوم نہ ہو۔

(۱۶) رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعاء پڑھے:۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

[اے ہمارے رب، ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں دوزخ

عذاب سے بچا]

حضرت عبداللہ بن السائب کہتے ہیں :۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بَيْنَ الرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ وَالْحَجَرِ رَبَّنَا ..... الخ (احمد۔ سنادہ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۲ ص۶۷)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان رَبَّنَا ..... پڑھتے سُنا۔

(۱۷) پھر حجر اسود پر پہنچ کر اللہ اکبر کہے اور اس کا بوسہ لے یا ہاتھ لگا کر ہاتھ کا بوسہ لے یا چھڑی لگا کر چھڑی کا بوسہ لے یا کسی چیز سے اس طرف اشارہ کرے۔

حضرت ابن عباس رضؓ کہتے ہیں:۔

طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيْرٍ كُلَّمَا اَتَى الرُّكْنَ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهٗ وَكَبَّرَ (صحیح بخاری باب التکبیر عند الرکن جزء ۲ ص۱۸۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر کعبہ کا طواف کیا۔ آپ جب حجر اسود کے پاس سے گذرتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں:۔

طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حَوْلَ الْكَعْبَةِ عَلٰى بَعِيْرِهٖ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يُّضْرَبَ عَنْهُ النَّاسُ (صحیح مسلم باب جواز الطواف علی بعیر جزء اول ص۵۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر سوار ہو کر کعبہ کا طواف کیا، آپ حجر اسود کو (صرف) چھو لیا کرتے تھے، آپ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آپ کے (بوسہ دینے کے) لئے لوگوں کو مار کر ہٹایا جائے۔

(۱۸) حجر اسود پر پہنچ کر ایک چکر پورا ہو گیا، پھر دو چکر بالکل اسی طرح اور لگائے، پھر چار چکر اور لگائے لیکن ان چاروں میں دوڑ کر اور اکڑ کر نہ چلے بلکہ معمولی چال سے چلے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ اَوَّلَ مَا يَقْدَمُ سَعٰى ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ وَمَشٰى اَرْبَعَةً (صحیح بخاری باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ جزء ۲ ص۱۸۷ و

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ آنے کے بعد حج یا عمرہ کا پہلا طواف کرتے تو تین چکر دوڑ کر لگاتے اور چار چکر معمولی چال سے لگاتے۔

صحیح مسلم باب استحباب الرمل فی الطواف
والعمرۃ فی الطواف الاول فی الحج جزء اول
ص۵۳۰ واللفظ للبخاری)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک طواف میں کعبہ کے سات چکر ہوتے ہیں۔
مندرجہ بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ
(۱) جب صرف عمرہ کرے تو پہلے تین چکر دوڑ کر اور اکڑ کر لگائے اور باقی چکر معمولی چال سے۔
(۲) جب حج کرے تو حج کے ساتھ جو عمرہ کیا جاتا ہے۔ اس عمرہ میں بھی تین چکر دوڑ کر اور اکڑ کر چلے اور باقی چکر معمولی چال سے۔

اس حدیث سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ دوڑ کر اور اکڑ کر چکر لگانا صرف عمرہ کے ساتھ مخصوص ہے خواہ وہ اکیلا عمرہ ہو یا وہ عمرہ ہو جو حج سے پہلے کیا جاتا ہے اور جو حج کا ایک جزء سمجھا جاتا ہے۔ نفل طوافوں میں اور حج کے باقی تمام طوافوں میں دوڑ کر اور اکڑ کر چلنا مسنون نہیں۔

(۱۹) جب سات چکر پورے ہو جائیں تو مقام ابراہیم پر آئے اور یہ پڑھے۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى

(مقام ابراہیمؑ کو مصلّٰی بناؤ)

پھر مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، ان رکعتوں میں سورۃ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر حجر اسود کا بوسہ لے (یا ہاتھ یا چھڑی لگا کر ہاتھ یا چھڑی کا بوسہ لے یا کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرے)۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔ (صحیح بخاری باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ جزء ۲ ص۱۸۷ وصحیح مسلم باب استحباب الرمل فی الطواف جزء اول ص۵۳۰)

پھر (طواف کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ نَفَذَ اِلٰى مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَرَأَ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْبَيْتِ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ثُمَّ رَجَعَ

پھر (طواف کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور آپ نے یہ آیت پڑھی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى، پھر آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان کر کے دو رکعت نماز

اِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهٗ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ اِلَى الصَّفَا (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۴۱۱) وفی روایة قَرَأَ فِيْهِمَا قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (رواہ البیہقی وسندہ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۲ ص۷۲)

ادا کی جن میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ سورتیں پڑھیں پھر آپ لوٹ کر حجر اسود کے پاس آئے اور اس کا بوسہ لیا پھر آپ اس دروازے سے باہر تشریف لائے جو صفا پہاڑی کی طرف ہے (ایک روایت میں پہلے قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ہے بعد میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہے)

(۲۰) پھر باب صفا سے مسجد کے باہر آئے، جب کوہِ صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ

(صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں)

(۲۱) پھر یہ کلمات پڑھے:۔

اَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ

[میں اسی پہاڑی سے شروع کرتا ہوں جس پہاڑی سے اللہ تعالےٰ نے شروع کیا]

(۲۲) پھر صفا پر چڑھے، جب کعبہ نظر آنے لگے تو کعبہ کی پہاڑی کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اٹھائے پھر اللہ تعالےٰ کی توحید بیان کرے یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یا کوئی اور دوسرے توحیدی کلمات پڑھے، پھر اللہ اکبر کہے اور یہ ثناء پڑھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

(ترجمہ) نہیں کوئی الٰہ سوائے اللہ اکیلے کے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی ہے اور ہر قسم کی تعریف بھی اُسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، نہیں کوئی اِلٰہ سوائے اللہ (اکیلے کے) اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تمام لشکروں کو اس نے اکیلے ہی شکست دی۔

(۲۳) اس حمد و ثنا کے بعد دعاء کرے، دعاء کے بعد پھر مندرجہ بالا کلمات حمد و ثناء پڑھے اور پھر دعاء کرے، تیسری مرتبہ پھر ان کلمات حمد و ثناء کو پڑھے اور پھر دعاء کرے،

پھر صفا سے اتر کر مروہ کی طرف چلے، جب وادی کے بطن میں پہنچے تو دوڑے، جب بطن وادی سے گزر جائے تو دوڑنا بند کر دے اور مروہ پر معمولی چال سے چڑھے، مروہ پر چڑھ کر بالکل اسی طرح کرے جس طرح کوہِ صفا پر کیا تھا، یہ ایک چکر ہوا، اس کے بعد چھ چکر اور لگائے یعنی مروہ سے صفا اور صفا سے پھر مروہ، اسی طرح ساتواں چکر مروہ پر ختم کرے۔

نوٹ:۔ صفا و مروہ کی سعی کا مفصل بیان اور دلائل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۸ کی تفسیر میں ص۵۱۵ تا ص۵۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۱) پھر بال منڈوادے یا کتروادے، پھر احرام اتار دے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَہٗ اَنْ یَّجْعَلُوْھَا عُمْرَۃً وَیَطُوْفُوْا ثُمَّ یُقَصِّرُوْا وَ یَحِلُّوْا (صحیح بخاری باب تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطواف جزء ۲ ص۱۹۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کو عمرہ قرار دیں اور (کعبہ اور صفا مروہ کا) طواف کرنے کے بعد بال کتروادیں اور احرام اتار دیں۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں:۔

لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ اَمَرَ اَصْحَابَہٗ اَنْ یَّطُوْفُوْا بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ ثُمَّ یَحِلُّوْا وَیَحْلِقُوْا اَوْ یُقَصِّرُوْا (صحیح بخاری باب تقصیر المتمتع بعد العمرۃ جزء ۲ ص۲۱۲)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ کعبہ اور صفا و مروہ کا طواف کریں، پھر احرام اتار دیں اور بال منڈوادیں یا کتروادیں۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں:۔

فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ لَّمْ یَکُنْ مِّنْکُمْ اَھْدٰی فَلْیَطُفْ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَلْیُقَصِّرْ وَلْیَحْلِلْ (صحیح مسلم باب وجوب الدم علی المتمتع جزء اول ص۴۱۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا تم میں سے جو شخص قربانی کا جانور نہ لایا ہو وہ بیت اللہ کا اور صفا مروہ کا طواف کرے پھر بال کتروادے اور احرام اتار دے۔

نوٹ:۔ (۱) احرام باندھنے کے بعد جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں ان کا بیان ہم انشاء اللہ سورۂ مائدہ کی آیات نمبر ۱ و ۲ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

(۲) حج کا مفصل طریقہ ہم انشاء اللہ سورۃ الحج کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ
فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ
وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا
مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا
فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ
اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

ترجمہ حج (کا احرام باندھنے) کے چند مقررہ مہینے ہیں، جو شخص ان مہینوں میں حج کو (اپنے اوپر) فرض کرلے تو وہ حج (کے ایام) میں نہ عورتوں سے میل جول رکھے، نہ کوئی بُرا کام کرے اور نہ (کسی سے) جھگڑے اور (اے ایمان والو) جو نیک کام بھی تم کرو گے وہ اللہ کے علم میں ہوگا، اور (اے ایمان والو، حج کو جاتے وقت) زادِ راہ لے لیا کرو اس لئے کہ زادِ راہ کا سب سے بڑا فائدہ تقوٰے (کا حصول) ہے اور اے عقل والو، مجھ سے ڈرتے رہو (یعنی تقوٰی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو) ﴿۱۹۷﴾

معانی ومصادر (اَلْحَجُّ) حَجَّ، یَحُجُّ، حَجٌّ (ن) حج کرنا، قصد کرنا، دلیل میں غالب آنا۔
(فَرَضَ) فَرَضَ، یَفْرِضُ، فَرْضٌ (ض) مقرر کرنا، فرض کرنا۔
(رَفَثَ) رَفَثَ، یَرْفُثُ، رَفْثٌ (ض ن) ورَفِثَ، یَرْفَثُ، رَفَثٌ (س) بے حیائی کی بات کرنا۔

(فُسُوق) فَسَقَ، يَفْسُقُ، فِسْقٌ وفُسُوقٌ (ض ن ك) راہ حق سے نکل جانا، برا کام کرنا۔
(تَزَوَّدُوْا) تَزَوَّدَ، يَتَزَوَّدُ، تَزَوُّدٌ (باب تَفَعّل) زادِ راہ لینا۔
(زَادٌ) زَادَ، يَزُوْدُ، زَوْدٌ (ن) زادِ راہ تیار کرنا [زاد = سفر کے لئے کھانا وغیرہ]
(تَقْوٰی) اِتَّقٰی، يَتَّقِیْ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا۔ [تقوی، اِتَّقٰی سے اسم ہے]
(اَلْبَاب) لَبِبَ، يَلْبَبُ، لَبَبٌ ولُبٌّ ولَبَابَةٌ (س) عقل مند ہونا، [اَلْباب = لُبٌّ کی جمع = عقلیں]۔
(جِدَال) جَادَلَ، يُجَادِلُ، جِدَالٌ و مُجَادَلَةٌ (باب مفاعلہ) جھگڑنا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ) حج کے چند مقررہ مہینے ہیں۔ قرآن مجید میں ان مہینوں کا ذکر نہیں ہے، البتہ صحابہ کرامؓ کے توسط سے ان ناموں کی جو وضاحت ہمیں ملتی ہے وہ یہی ہے کہ یہ مہینے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ قَالَ شَوَّالٌ وَ ذُوالْقَعْدَةُ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِی الْحَجَّةِ (دارقطنی کتاب الحج جلد ۲ ص۲۵۸ و سندہ صحیح۔ فتح الباری جزء ۴ ص۱۶۲)

حج کے چند مقررہ مہینے ہیں (یعنی) شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن۔

الغرض حج کا احرام باندھنے کے یہی مہینے ہیں، ذی الحجہ کے ان دس ایام میں دسویں تاریخ کی صرف رات شامل ہے۔ دسویں تاریخ کا دن ان ایام میں شامل نہیں ہے لہٰذا ۱۰ ذی الحجہ کو دن کے وقت احرام نہیں باندھا جا سکتا۔ اگر کسی مجبوری سے احرام باندھنے میں تاخیر ہو جائے تو اگر دسویں رات کو بھی احرام باندھ کر کچھ دیر عرفات میں قیام کر لے اور مزدلفہ میں صبح کی نماز میں شریک ہو جائے تو حج ہو جائے گا، اگر دسویں تاریخ کو دن کے وقت احرام باندھے تو حج نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ اَدْرَكَ عَرَفَةَ قَبْلَ اَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْحَجَّ (رواہ الترمذی فی ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ وسندہ صحیح۔ جلد اول ص۳۳)

جس نے (دس تاریخ کی) فجر سے پہلے عرفات کو پالیا اس نے حج کو پالیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ شَهِدَ صَلٰوتَنَا هٰذِهٖ وَوَقَفَ مَعَنَا حَتّٰى يَدْفَعَ وَقَدْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ قَبْلَ

جس نے ہماری اس نماز (یعنی نماز فجر) کو (مزدلفہ میں) پالیا اور ہمارے ساتھ (مزدلفہ میں وقوف

ذٰلِكَ لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَقَدْ تَمَّ حَجُّهٗ وَقُضِيَ تَفَثُهٗ (ترمذی کتاب الحج باب مَا جَاءَ مَنْ ادرك الامام بِجَمْعٍ فقد ادرك الحج، صححه الترمذی جزء اول ص۲۷۶)

کیا یہاں تک کہ پھر وہ (ہمارے ساتھ (جمرہ عقبہ) روانہ ہوا اور اس سے پہلے وہ رات کو یا دن کو عرفات میں وقوف کر چکا ہو تو اس کا حج پورا ہو گیا (اب) وہ (قربانی کے بعد) اپنا میل کچیل دور کر دے۔

نوٹ:۔ حج کے ایام تو ۸/ ذوالحجہ سے ۱۲ یا ۱۳ ذوالحجہ ہیں لیکن حج کا احرام یکم شوال سے ۱۰/ ذوالحجہ کی شب تک کسی وقت بھی باندھا جا سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص حج کا احرام ۳/ شوال کو باندھ لے اور ۸/ ذوالحجہ سے پہلے مکہ معظمہ پہنچ جائے تو بقیہ ایام وہ مکہ معظمہ میں قیام کرے اور ۸ ذوالحجہ سے ارکان حج شروع کرے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ .....) جو شخص ان مہینوں میں احرام باندھ کر اپنے اوپر حج کو فرض کرے تو وہ اب دورانِ حج نہ بے حیائی کی بات کرے، نہ گناہ کا کوئی کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ (صحیح بخاری باب فضل الحج المبرور جزء ۲ ص۱۶۴ وصحیح مسلم باب فی فضل الحج والعمرة جزء اول ص۵۶۶)

جس نے اللہ کے لئے حج کیا، پھر اس نے (دورانِ حج) نہ بے حیائی کی کوئی بات کی اور نہ گناہ کا کوئی کام کیا تو وہ اس حالت میں واپس ہوتا ہے جیسا کہ وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔

حج نہ صرف گناہوں سے مبرا ہو بلکہ نیکیوں سے بھرپور ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:۔

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ (صحیح بخاری باب فضل الحج المبرور جزء ۲ ص۱۶۴ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال جزء اول ص۴۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کونسا عمل سب سے بہتر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا" پوچھا گیا اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا" پوچھا گیا پھر کونسا عمل افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حج جو نیکیوں سے بھرپور ہو"۔

الغرض آیت زیر تفسیر اور احادیث مندرجہ بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ حج میں گناہوں سے بچا جائے اور نیکیاں خوب کی جائیں (وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ) جو نیکی بھی تم کرو گے وہ ضائع نہیں ہو گی، وہ اللہ تعالےٰ کے علم میں ہو گی اس کا اجر تمہیں ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ

نیکیوں سے بھرپور حج ہو گا اس کا بدلہ سوائے

(صحیح بخاری باب العمرۃ، وجوب العمرۃ وفضلہا جزء ۳ صـ۲ وصحیح مسلم باب فی فضل الحج جزء اول صـ۵۶۶)

جنت کے اور کچھ نہیں۔

آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى) زادِراہ لے لیا کرو، زادِراہ کا بہت بڑا فائدہ تقویٰ کا حصول ہے۔

شانِ نزول

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ اَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّوْنَ وَلَا يَتَزَوَّدُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ فَاِذَا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ سَاَلُوا النَّاسَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى "وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى" (صحیح بخاری کتاب الحج باب قول اللہ تعالیٰ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ جزء ۲ صـ۱۶۴)

یمن کے لوگ حج کے لئے آتے تھے لیکن زادِراہ ساتھ نہ لیتے تھے، وہ کہتے تھے کہ ہم (اللہ پر) توکل کرتے ہیں (وہ ہمیں کھلائے گا) پھر جب وہ شہر (مکہ) پہنچتے تو لوگوں سے سوال کرتے، اس موقع پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اس آیت کو نازل کرکے اللہ تعالےٰ نے ایسے توکل کرنے والوں کو تنبیہ کردی جو بغیر تدبیر کے توکل کرتے ہیں، پوری طرح تدبیر کرکے توکل کرنا ایمان کی شان ہے اور یہی تقویٰ ہے، زادِراہ نہ لے کر جانا پریشانی کا موجب ہوتا ہے، ایسی حالت میں اطمینانِ قلب نصیب نہیں ہوتا، عزتِ نفس جاتی رہتی ہے، لوگوں سے سوال کرنا پڑتا ہے، اسلامی وقار کو ٹھیس پہنچتی ہے اور یہ سب چیزیں تقویٰ کے منافی ہیں، اگر زادِراہ ساتھ ہو تو اطمینان قلب نصیب ہوگا، خودداری پیدا ہوگی، بھیک مانگنے کی نوبت نہ آئے گی، وقار محفوظ رہے گا اور کیونکہ یہ سب چیزیں تقویٰ کی خصوصیات میں سے ہیں لہٰذا زادِراہ کا ساتھ لے لینا تقویٰ کا باعث ہے، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے حکم دے دیا کہ اے عقل والو، آئندہ ایسا نہ کرنا، زادِراہ ساتھ لینا اور اس حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا تاکہ تم اس حکم کی خلاف ورزی سے بچ سکو۔

عمل

اے ایمان والو، جب آپ حج کا احرام باندھ لیں تو نہ کوئی بے حیائی کی بات کیجئے، نہ کوئی گناہ کا کام کیجئے اور نہ کسی سے جھگڑئیے۔

اے ایمان والو، جب آپ حج کے لئے روانہ ہوں تو زادِراہ ضرور ساتھ لے لیجئے اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا
مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ
وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ
مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾

ترجمہ تم پہ کوئی گناہ نہیں اگر تم (ایام حج یا سفر حج میں تجارت کرکے) اپنے رب کا فضل تلاش کرو (اور کچھ روپیہ کمالو) اور جب تم عرفات سے واپس ہو تو مشعر حرام کے قریب (خوب) اللہ کا ذکر کیا کرو (لیکن اللہ کا ذکر اپنے خود ساختہ طریقہ سے نہ کیا کرو) بلکہ اُسی طریقہ سے کیا کرو جس طریقہ کی اللہ نے تمہیں ہدایت کی ہے اور (یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ) اس سے پہلے تو تم بالکل گمراہ تھے (تمہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ اللہ کا ذکر کرنے کے کیا طریقے ہیں) ﴿۱۹۸﴾

معانی ومصادر

(جُنَاحَ) جَنَحَ ، يَجْنَحُ ، جُنُوْحٌ (ض ف ن) مائل ہونا۔ [جُنَاحٌ = گناہ]۔

(فَضْلًا) فَضَلَ ، يَفْضُلُ ، فَضْلٌ (ن س) بچ جانا، زیادہ ہونا۔

(اَفَضْتُمْ) اَفَاضَ ، يُفِيْضُ ، اِفَاضَةٌ (باب افعال) ڈالنا، بھرنا، روانہ ہونا۔

(اَلْمَشْعَرِ الْحَرَامِ) مناسک حج کا ایک مقام۔

(هَدٰى) هَدٰى ، يَهْدِيْ ، هَدْيٌ وَهِدَايَةٌ وَهُدًى (ض) راہ دکھانا، راہ پر چلا کر منزل مقصود پہ پہنچانا۔

(ضَالِّیْنَ) ضَلَّ، یَضِلُّ، ضَلَالٌ وضَلَالَۃٌ (ف وض) گمراہ ہونا، بھول جانا، ضائع ہوجانا، ملیا میٹ ہوجانا۔

تفسیر | لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ کا شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَتْ عُكَاظُ وَ مَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَاَثَّمُوْا اَنْ يَّتَّجِرُوْا فِي الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ "لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ" فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ البقرۃ - جزء ۶ صـ۳۴)

ایام جاہلیت میں عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز بازار لگا کرتے تھے (جب اسلام آیا تو) لوگوں نے موسم حج میں ان بازاروں میں تجارت کرنے کو گناہ خیال کیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی "لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ" یعنی مواسم حج میں اگر تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دورانِ حج اگر تجارت کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا جب تم عرفات سے واپس ہو تو راستے میں مشعر حرام کے مقام پر اللہ تعالےٰ کا ذکر کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے واپس ہوا کرتے تھے تو مزدلفہ میں ایک رات گذارتے تھے اور وہاں صبح کی نماز کے بعد مشعر حرام کے مقام پر وقوف کرتے اور اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے، دعاء کرتے، اللہ تعالےٰ کی حمد بیان کرتے، اللہ اکبر کہتے، لا الٰہ الا اللہ کہتے اور اللہ تعالےٰ کی توحید بیان کرتے، آپ اسی طرح کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ خوب روشنی ہوجاتی، پھر سورج کے طلوع ہونے سے پہلے آپ وہاں سے منیٰ روانہ ہوجاتے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

اَتٰى (رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةٍ فَنَزَلَ فِيْهَا حَتّٰى اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَآءِ فَرُحِلَتْ لَهٗ فَاَتٰى بَطْنَ الْوَادِيْ فَخَطَبَ النَّاسَ ... ... ثُمَّ اَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں آئے، وہاں نمرہ کے مقام پر آپ کے لئے ایک خیمہ لگادیا گیا تھا، آپ نے اس میں نزول فرمایا، جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے اپنی اونٹنی قصواءؓ کو کسنے کا حکم دیا، جب وہ کس لی گئی تو آپ (اس پر سوار ہوکر) بطن وادی میں آئے اور

ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَى الْمَوْقِفَ ..... فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَ ذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيْلًا ..... دَفَعَ ..... حَتّٰى اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ..... ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ وَصَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ بِاَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَآءَ حَتّٰى اَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ وَوَحَّدَهُ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى اَسْفَرَ جِدًّا فَدَفَعَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ (صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اص ۱۱۷ و ۱۱۸) وَفِیْ رِوَایَةٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَكَبَّرَهُ (ابوداؤد باب صفۃ حَجَّةِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم وسندہ صحیح جزء اول ص ۲۷۱)

لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا ..... پھر (مؤذن نے) اذان دی، پھر اقامت کہی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی اور ان دونوں کے بیچ میں کچھ نہیں پڑھا، پھر آپ سوار ہو گئے، یہاں تک کہ موقف میں آ گئے ..... وہاں آپ نے غروب آفتاب تک وقوف فرمایا پھر جب شفق کی زردی کچھ کم ہو گئی تو آپ وہاں سے روانہ ہو کر مزدلفہ پہنچے، وہاں آپ نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی ..... پھر آپ لیٹ گئے یہاں تک کہ جب صبح صادق ہوئی تو آپ نے صبح کی نماز اذان اور اقامت کے ساتھ ادا کی، پھر آپ قصواء پر سوار ہو گئے اور مشعر حرام پہنچ کر قبلہ رو ہو گئے، پھر آپ نے وہاں وقوف فرمایا، آپ دعاء کرتے رہے الحمد للہ کہتے رہے، اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہتے رہے اور اللہ کی توحید بیان کرتے رہے یہاں تک کہ خوب روشنی ہو گئی تو آپ طلوع آفتاب سے پہلے (منیٰ) روانہ ہو گئے

آیت زیر تفسیر اور مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام لوگوں کو عرفات میں قیام کرنا چاہیئے پھر مزدلفہ میں قیام کرنا چاہیئے اور دونوں مقامات پر کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ (وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے، (وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ) اور اس سے پہلے تم گمراہ تھے، تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا، اب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ تمہیں وہ طریقہ سکھا دیا، لہٰذا اسی طریقے سے ذکر کیا کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اسی طرح کرنا چاہیئے جس طرح اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے، اپنی طرف سے ذکر کرنے کا کوئی طریقہ نکالنا یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا ایام جاہلیت کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، گویا اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا کوئی طریقہ نکال لینا گمراہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ جزء اول ص۳۷۴)

بے شک بہترین بات اللہ کی کتاب ہے۔ اور بہترین طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ ہے، بدترین کام نئے کام ہیں اور ہر نیا کام گمراہی ہے۔

عمل

اے ایمان والو، ایام حج میں آکر آپ تجارت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

اے ایمان والو، عرفات سے روانہ ہونے کے بعد مشعر حرام پر اللہ تعالےٰ کا ذکر کیجئے اور اسی طریقہ سے کیجئے جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ
النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

ترجمہ پھر جہاں سے اور لوگ روانہ ہوں وہیں سے تم بھی روانہ ہو، اور اللہ سے مغفرت مانگتے رہو، بے شک اللہ مغفرت کرنے والا (اور بہت) رحم کرنے والا ہے ﴿۱۹۹﴾

معانی و مصادر (غَفُوْرٌ) غَفَرَ، يَغْفِرُ، غَفْرٌ و غَفِيْرَةٌ و غَفِيْرٌ و غُفْرَانٌ و مَغْفِرَةٌ و غُفُوْرٌ (ض) معاف کرنا، گناہ پر پردہ ڈالنا۔
(رَحِيْمٌ) رَحِمَ، يَرْحَمُ، رَحْمَةٌ و مَرْحَمَةٌ و رُحْمٌ و رُحُمٌ (س) شفقت کرنا، مہربانی کرنا، رحم کرنا۔

شانِ نزول حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں:۔

كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ وَ كَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ اَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتِيَ عَرَفَاتٍ ثُمَّ يَقِفَ بِهَا ثُمَّ يُفِيْضَ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص ۳۲ و صحیح مسلم کتب الحج باب فی الوقوف وقولہ تعالیٰ ثُمَّ اَفِيْضُوْا

قریش اور جو لوگ ان کے دین پر تھے مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے (اور وہیں سے منیٰ روانہ ہوتے تھے وہ کہتے تھے ہم تو حرم کے علاوہ کسی اور مقام سے روانہ نہیں ہوتے انہیں حُمس کہا جاتا تھا اور باقی پورے عرب کے لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے (اور وہیں سے منیٰ روانہ ہوتے تھے) پھر جب اسلام آیا تو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ عرفات پہنچ کر قیام کریں پھر وہیں سے روانہ ہوں اللہ کے اس فرمان "ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ" کا یہی منشاء ہے،

..... جزء اول ص۵۱۳ وزاد مسلم ثُمَّ يُفِيضُ مِنْهَا وفی روایة لمسلم وَكَانَ الْحُمْسُ يُفِيضُونَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ يَقُولُونَ لَانُفِيضُ إِلَّامِنَ الْحَرَمِ فَلَمَّانَزَلَتْ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ رَجَعُوا إِلَى عَرَفَاتٍ (جزء اول ص۵۱۲)

(یعنی عرفات میں قیام کرے اور وہیں سے منیٰ روانہ ہو) اس حکم کے نازل ہونے کے بعد قریش نے بھی عرفات میں وقوف کرنا شروع کر دیا (اور وہیں سے منیٰ روانہ ہونے لگے)۔

الغرض اس حکم الٰہی کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں قیام کرنے لگے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

فَسَارَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاتَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَجَازَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ بِنَمِرَةٍ فَنَزَلَ فِيهَا (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور قریش یہ گمان کر رہے تھے کہ آپ مشعر حرام کے پاس جا کر ٹھہریں گے جس طرح قریش ایام جاہلیت میں ٹھہرا کرتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشعر حرام سے آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ آپ عرفات میں پہنچے، وہاں آپ نے دیکھا کہ آپ کے لئے نمرہ میں ایک خیمہ لگایا گیا ہے، آپ اترے اور اس میں قیام فرمایا۔

حضرت جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں:۔

اَضْلَلْتُ بَعِيرًا لِي فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا مَعَ النَّاسِ بِعَرَفَةَ فَقُلْتُ وَاللهِ إِنَّ هٰذَا لَمِنَ الْحُمْسِ فَمَا شَأْنُهُ هٰهُنَا وَكَانَتْ تُعَدُّ مِنَ الْحُمْسِ (صحیح بخاری باب الوقوف بعرفة جزء ۲ ص۱۹۹ و صحیح مسلم باب فی الوقوف وقوله تعالیٰ ثم افیضوا ..... جزء اول ص۵۱۲)

میرا اونٹ کھو گیا، میں عرفہ کے دن اُسے ڈھونڈنے نکلا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے ہیں، میں نے کہا اللہ کی قسم یہ تو حُمس میں سے ہیں پھر ان کا یہاں کیا کام؟ قریش کو (ایام جاہلیت میں) حُمس میں شمار کیا جاتا تھا۔

نوٹ:۔ خط کشیدہ عبارت صرف صحیح مسلم میں ہے۔

نوٹ:۔ حُمس احمس کی جمع ہے، احمس اس شخص کو کہتے ہیں جو دین کے معاملہ میں سخت ہو، قریش جب احرام باندھ لیتے تو گوشت کھانا چھوڑ دیا کرتے تھے، کیونکہ وہ اپنی جانوں پر سختی کرتے تھے لہٰذا وہ حُمس کہلاتے تھے۔

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں:۔

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَهْلَ الشِّرْكِ وَالْاَوْثَانِ كَانُوْا يَدْفَعُوْنَ مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ حِيْنَ تَكُوْنُ الشَّمْسُ عَلٰى رُءُوْسِ الْجِبَالِ مِثْلَ عَمَائِمِ الرِّجَالِ عَلٰى رُءُوْسِهَا فَهَدْيُنَا مُخَالِفٌ لِهَدْيِهِمْ وَكَانُوْا يَدْفَعُوْنَ مِنَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ عَلٰى رُءُوْسِ الْجِبَالِ مِثْلُ عَمَائِمِ الرِّجَالِ عَلٰى رُءُوْسِهَا فَهَدْيُنَا مُخَالِفٌ لِهَدْيِهِمْ (رواہ الحاکم وسندہ صحیح۔ المستدرک ج ۲ ص ۲۷۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عرفات میں خطاب فرمایا۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر کہا اما بعد اہل شرک اور بتوں کے پجاری اس مقام سے غروب آفتاب کے وقت روانہ ہوتے تھے (یعنی) ایسے وقت کہ دھوپ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس طرح ہوتی تھی جیسے کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر مردوں کے عمامے (بندھے ہوں) ہمارا طریقہ ان کے خلاف ہے اور وہ لوگ مشعر حرام سے طلوع آفتاب کے بعد ایسے وقت روانہ ہوتے تھے کہ دھوپ پہاڑوں کی چوٹیوں پر مردوں کے عمامے کی طرح ہوتی تھی۔ الغرض ہمارا طریقہ (یہاں بھی) ان کے خلاف ہے۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں وقوف کرتے اور وہیں سے روانہ ہوتے تھے۔

حضرت اسامہؓ کہتے ہیں:۔

دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ (صحیح بخاری باب الجمع بین الصلاتین بالمزدلفۃ جزء ۲ ص ۲۰۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے روانہ ہوئے۔

عرفات میں قیام اور وہاں سے روانہ ہونے کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ) اللہ سے مغفرت کی دعاء کیا کرو یعنی عرفات اور مزدلفہ میں دعاء و استغفار کرنا چاہیئے۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیئے اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے، وہ گناہ بخش دیتا ہے، خصوصاً حج کے موقع پر تو اس کی بخشش بڑی عام ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا مِنْ يَوْمٍ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَاِنَّهٗ لَيَدْنُوْ ثُمَّ يُبَاهِيْ بِهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ فَيَقُوْلُ مَا اَرَادَ هٰؤُلَآءِ (صحیح مسلم باب فضل الحج جزء اول ص ۵۶۶)

کوئی دن ایسا نہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عرفہ کے دن سے زیادہ دوزخ سے آزاد کرے، اس دن اللہ بہت نزدیک ہو جاتا ہے، پھر فرشتوں کے سامنے اپنے ان بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ لوگ کیا چاہتے ہیں (گویا اللہ تعالیٰ کے

پوچھنے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو معاف کر دے)

پھر ہوتا بھی یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (صحیح بخاری باب فضل الحج المبرور جزء ۲ ص۱۶۲ و صحیح مسلم باب فضل الحج جزء اول ص۵۶۶)

جس نے اللہ کے لئے حج کیا، پھر (دورانِ حج) نہ کوئی بے حیائی کی بات کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ (حج کر کے) اس طرح (بے گناہ ہو کر) لوٹتا ہے جس طرح وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔

عمل

اے لوگو، صرف اللہ تعالےٰ کی رضاء کے لئے حج کیجئے، دورانِ حج نہ کوئی بے حیائی کی بات کیجئے، نہ کوئی گناہ کا کام کیجئے، دعاء و استغفار کرتے رہیئے اور اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے رہیئے، اللہ تعالےٰ آپ کے گناہوں کو معاف کر دیگا، دوزخ سے آزاد کر دے گا، اللہ تعالےٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے اور وہ بڑے رحم و کرم والا ہے۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا
اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ
ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ
رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى
الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ
مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا
حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ
قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۗ وَاللّٰهُ

سَرِیْعُ الْحِسَاب ۲۰۲

ترجمہ پھر جب تم (حج کے) ارکان پورے کر لو تو اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء و اجداد کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ شدّت سے اللہ کا ذکر کیا کرو، پھر (ذکر کے ساتھ اگر دعاء بھی کرو تو ایسی جو دنیا و آخرت کی بھلائی پر مشتمل ہو ایسی نہیں کہ جس طرح) بعض لوگ دعاء کرتے ہیں تو کہتے ہیں "اے ہمارے رب ہمیں دنیا ہی میں (سب کچھ) دے دے" تو ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں کچھ حصّہ نہیں ۲۰۰ اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو (دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کے بھی طلب گار ہوتے ہیں) وہ اس طرح دعاء کرتے ہیں کہ "اے ہمارے ربّ ہمیں دنیا میں بھی نعمتیں عطاء فرما اور آخرت میں بھی نعمتیں عطاء فرما اور دوزخ کے عذاب سے ہمیں بچا" ۲۰۱ (اس طرح دعاء کرنے والے ہی) وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کے اعمال کے صلہ میں (آخرت میں بہت بڑا) حصہ ہے (اور اے لوگو روزِ محشر کے حساب و کتاب سے غافل نہ ہو جانا، حساب و کتاب کا دن بہت جلد آنے والا ہے) اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے (پھر حساب و کتاب کے بعد فوراً ہی جنت دوزخ کا فیصلہ ہو جائے گا)۔ ۲۰۲

معانی و مصادر (قَضَیْتُمْ) قَضٰی، یَقْضِیْ، قَضَآءٌ (س) پورا کرنا، ادا کرنا، فیصلہ کرنا۔
(مَنَاسِكَ) نَسَكَ، یَنْسُكُ، نِسْكٌ و نُسُكٌ و نُسُوْكٌ و نَسْكَةٌ و مَنْسَكٌ (ن) عبادت کرنا [مناسك = جمع مَنْسِكٌ = طریقے، قربانگاہیں، حج کے ارکان]
(خَلَاقَ) خلاق = خیر میں بہت بڑا حصّہ۔
(حَسَنَةٌ) حَسَنَ، یَحْسُنُ و حَسُنَ، یَحْسُنُ، حُسْنٌ (ن ك) اچھا ہونا، خوبصورت ہونا [حَسَنَةٌ = نیکی، بھلائی]
(قِ) وَقٰی، یَقِیْ، وِقَایَةٌ و وَقْیٌ (س) بچانا [قِ = بچا]
(نَصِیْبٌ) نَصِبَ، یَنْصَبُ، نَصَبٌ (س) محنت کر کے تھک جانا، کوشش کرنا [نصیب حصّہ]
(سَرِیْعُ) سَرِعَ، یَسْرَعُ و سَرُعَ، یَسْرُعُ، سُرْعَةٌ و سَرَعٌ و سِرْعٌ و سَرَاعَةٌ (س ك) جلدی کرنا۔
(حساب) حَسَبَ، یَحْسُبُ، حَسْبٌ و حِسَابٌ و حُسْبَانٌ و حِسْبَةٌ و حِسَابَةٌ (ن) گننا۔
حَاسَبَ، یُحَاسِبُ، مُحَاسَبَةٌ، حِسَابٌ (باب مفاعلہ) حساب لینا۔

تفسیر آیات زیر تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام جاہلیت میں کفار، حج کے ارکان ادا کرنے کے بعد اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کیا کرتے تھے، اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کو فخریہ بیان کرتے تھے، یہ چیزیں اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں آئیں، اللہ تعالےٰ نے آباؤ اجداد کا ذکر کرنے سے روک دیا اور اس کی جگہ اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا۔

کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ کا یہ ترجمہ "جس طرح تم اپنے آباء و اجداد کا ذکر کرتے ہو" صحیح نہیں اس لئے کہ ہجرت کے بعد صحابۂ کرام نے پہلا حج ۹ھ میں کیا ہے اور اس حج میں ان کا اپنے آباء و اجداد کا ذکر کرنا ثابت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ (صحیح مسلم کتاب الجنة باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة و اهل النار جزء ۲ ص ۵۴۳)

بے شک اللہ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ عاجزی اختیار کرو حتّٰی کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا جس شدّت اور شوق و ذوق سے تم اپنے آباء و اجداد کا ذکر کرتے تھے اُسی شدت اور ذوق و شوق کے ساتھ اب اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا کرو بلکہ اُس سے بھی زیادہ شدت اور شوق و ذوق کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا کرو۔

حج کے تمام ارکان اللہ تعالےٰ کی عبادت ہیں لہٰذا حج اور حج کے تمام ارکان خالص اللہ تعالےٰ کے لئے ہونے چاہئیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔ (سورۃ البقرۃ ۔ ۱۹۶)

حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ۔ (آل عمران ۔ ۹۷)

لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا اللہ کے لئے فرض ہے۔

آیات بالا سے ثابت ہوا کہ حج خالص اللہ تعالےٰ کے لئے ہے تو پھر یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ حج کے اہم ارکان ختم ہوتے ہی حج ہی کے درمیان اللہ تعالےٰ کے ذکر کے بجائے غیر اللہ کا ذکر کیا جائے، اللہ تعالےٰ نے اس رسم کو بند کر کے اپنے ذکر کا حکم دیا۔

اس رسم کو اگر جاری رکھا جاتا تو بہت ممکن تھا کہ آباؤ اجداد کے ذکر کے ساتھ بزرگانِ دین کا ذکر شامل

ہو جاتا اور شرک کی داغ بیل پڑ جاتی، اس رسم کو بند کرنے سے شرک کے موجبات کی جڑ کٹ گئی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت خالص ہو گئی۔

پھر اللہ تعالےٰ نے دعاء کا ذکر فرمایا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا، دنیا دار لوگ تو صرف دنیا طلب کرتے ہیں اور دنیا طلب کرنے والوں کا آخرت میں کوئی حصّہ نہیں، البتہ لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی طلب کرتے ہیں اور دوزخ سے بچنے کی دعاء کرتے ہیں، مؤمنین کو ایسی ہی دعاء کرنی چاہیئے، مؤمنین کے شایانِ شان یہی دعاء ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اِن ہی الفاظ میں دعاء فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (صحیح بخاری ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۲۵ وفی روایۃ كَانَ اَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ ..... صحیح بخاری کتاب الدعوات باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا ..... جزء ۸ ص۱۰۳ وصحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الدعاء باللّٰھم اٰتنا ..... جزء ۲ ص۳۴۱، نوٹ: صحیح مسلم میں اللّٰھم اور ربنا ایک ساتھ بیان نہیں ہوئے بلکہ علیٰحدہ علیٰحدہ سندوں کے متن میں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر (اس طرح) دعاء فرمایا کرتے تھے "اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے اللہ، اے ہمارے رب، ہمیں دنیا میں بھی نعمتیں عطاء فرما اور آخرت میں بھی نعمتیں عطاء فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَدْ خَفَّتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كُنْتَ تَدْعُوْا بِشَيْءٍ اَوْتَسْاَلُهٗ اِيَّاهُ قَالَ نَعَمْ كُنْتُ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِيْ بِهٖ فِي

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلم کی عیادت کی، وہ بہت کمزور ہو گیا تھا اور (سوکھ کر) مثل چوزے کے ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کسی چیز کے لئے دعاء کرتے تھے اُس نے کہا "ہاں میں اس طرح دعاء کرتا تھا کہ اے اللہ جو عذاب تو مجھے آخرت میں دینے

حِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِيْ فِي الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَا تُطِيْقُهٗ اَوْلَا تَسْتَطِيْعُهٗ اَفَلَا قُلْتَ اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالَ فَدَعَا اللّٰهَ لَهٗ فَشَفَاهُ۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر باب کراھۃ الدعاء بتعجیل العقوبۃ فی الدنیا جزء ۲ ص ۳۴۷)

والا ہے اُسے دنیا میں دیدے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ! تم میں اس کی استطاعت نہیں ہے، تم نے اس طرح دعا کیوں نہیں کی کہ اے اللہ مجھے دنیا میں بھی نعمتیں دے اور آخرت میں بھی نعمتیں دے اور مجھے دوزخ کے عذاب سے بچا"، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اللہ تعالےٰ سے دعا کی، اللہ نے اُسے شفاء عطاء فرمائی۔

اس دعاء کا حج سے ایک خاص تعلق ہے اور وہ یہ کہ طواف کرتے وقت رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان اس دعاء کا پڑھنا سنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن السائبؓ کہتے ہیں:۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بَيْنَ الرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ وَالْحَجَرِ رَبَّنَا ..... الخ (رواہ احمد وسندہ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۲ ص ۶۷)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ربّنا اٰتنا ..... الخ پڑھتے سُنا ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا) ایسے لوگ جو دنیا کے ساتھ آخرت کے بھی طلب گار ہوتے ہیں اور آخرت کی بھلائی کے لئے دعائیں کرتے ہیں اُن کو اُن کے اعمال کے صلہ میں آخرت کی نعمتوں سے بہت بڑا حصّہ ملے گا۔ مؤمنین کو ان نعمتوں کا طلبگار رہنا چاہیئے، لیکن نعمتیں ان کو صرف دعاء کے صلہ میں نہیں ملیں گی بلکہ (مِمَّا كَسَبُوْا) اعمال کے صلہ میں ملیں گی، لہٰذا دعاء کے ساتھ اعمال صالحہ کرتے رہنا چاہیئے، پھر یہ بات کہ کس نے کونسے اعمال اچھے کئے اور کونسے اعمال بُرے کئے، اللہ تعالےٰ ہی ان کا فیصلہ کریگا اور یہ فیصلہ حساب و کتاب کے وقت کیا جائے گا، اور حساب و کتاب کا وقت کچھ دور نہیں ہے بلکہ قریب ہی ہے (وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ) اور اللہ جلدی حساب لینے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (الانبیاء ۱)

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے لیکن باوجود اس کے وہ غفلت میں ہیں اور (اعمال صالحہ) سے روگردانی کر رہے ہیں۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کا ذکر کثرت سے کیا کیجئے، خصوصًا حج کے زمانے میں اور حج کے اہم مناسک ادا کرنے کے بعد ایام تشریق میں کثرت سے اللہ تعالےٰ کا ذکر کیجئے، آبا و اجداد کے ذکر اور ان کے کارناموں پر فخر اور ان کے قصائد پڑھنے میں وقت ضائع نہ کیجئے، صرف دنیا طلبی میں نہ لگے رہئے، آخرت بھی طلب کیا کیجئے، اس جامع دعاء کو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے پڑھا کرتے تھے، آپ بھی کثرت سے پڑھا کیجئے، اور صرف دعاء پر قناعت نہ کیجئے بلکہ اعمال صالحہ بھی کرتے رہا کیجئے، اس لئے کہ اعمال صالحہ ہی نجات کا اصل سبب ہیں، اعمال صالحہ سے غفلت برتنا اور صرف دعاء پر بھروسہ کر لینا مناسب نہیں لہذا اعمال صالحہ بھی کیجئے اور دعاء بھی کیجئے تاکہ اللہ تعالےٰ آپ کو آخرت میں اجر و ثواب کا وافر حصّہ عطاء فرمائے۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ
فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ
عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ
لِمَنِ اتَّقٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو، منیٰ میں قیام کر کے) چند دن اللہ کا ذکر (کثرت سے) کیا کرو، پھر اگر کوئی شخص جلدی کرے اور دو ہی دن میں (منیٰ سے مکّہ) چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو دیر سے جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (اور منیٰ میں زیادہ ٹھہرنا صرف) اس شخص کے لئے (مستحسن) ہے جو (ریاء کاری سے بچے اور) تقویٰ اختیار کرے (اور اللہ سے ڈرتا رہے) اور (اے ایمان والو) تم اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور یہ خوب سمجھ لو کہ تم سب (ایک دن) ضرور اللہ کے پاس جمع کئے جاؤ گے (پھر وہ اس دن تمہارے اعمال کا حساب لے گا)۔ ﴿۲۰۳﴾

معانی ومصادر (اُذْكُرُوْا) ذَكَرَ، يَذْكُرُ، ذِكْرٌ وتَذْكَارٌ (ن) ذکر کرنا، یاد کرنا۔
(تَعَجَّلَ) تَعَجَّلَ، يَتَعَجَّلُ، تَعَجُّلٌ (باب تَفَعُّلٌ) جلدی کرنا۔
(تَاَخَّرَ) تَاَخَّرَ، يَتَاَخَّرُ، تَاَخُّرٌ (باب تفعّل) دیر کرنا۔ [مادّہ اخ ر ہے]
(اِثْم) اَثِمَ، يَاْثَمُ، اِثْمٌ، اَثَمٌ، اَثَامٌ ومَاْثَمٌ (س) گناہ کرنا۔ [اِثْم = گناہ]
(تُحْشَرُوْنَ) حَشَرَ، يَحْشُرُ، حَشْرٌ (ض ن) جمع کرنا۔

تفسیر آیت زیرِ تفسیر سے تین آیات پہلے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا تھا کہ مناسک حج کے ادا کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا کرو، گویا اللہ تعالےٰ نے مناسکِ حج کے اختتام پر چند دن کے لئے اپنے ذکر کو حاجیوں پر فرض کر دیا۔

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَہٗ وَاَوْسَ ابْنَ الْحَدَثَانِ اَیَّامَ التَّشْرِیْقِ فَنَادَیَا اَنَّہٗ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَاَیَّامُ مِنًی اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب تحریم صوم ایام التشریق جزء اول ص۴۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں انہیں اور اوس ابن الحدثان کو (اعلان کرنے کے لئے) بھیجا، (وہ آپ کے حکم سے یہ اعلان کر رہے تھے) کہ بے شک جنّت میں سوائے مؤمن کے کوئی داخل نہیں ہوگا اور یہ کہ منیٰ کے ایام کھانے اور پینے کے ایام ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ وَّذِکْرِ لِلّٰہِ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب تحریم صوم ایام التشریق جزء اول ص۴۶۲)

ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ ایام منیٰ، ایام تشریق ہیں اور کیونکہ ایام تشریق تین ہوتے ہیں لہذا ایام منیٰ بھی تین ہیں یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَیَّامُ مِنًی ثَلَاثٌ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ (جامع ترمذی ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء دوم ص۲۳۳ صححہ الترمذی)

منیٰ کے ایام تین ہیں، پھر جو شخص جلدی کرے اور منیٰ سے دو دن میں چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر سے جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

منیٰ کے قیام کے یہ دن اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے کے لئے ہیں۔ گویا آیت زیرِ تفسیر میں جن ایام میں اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنا فرض ہے وہ ایام تشریق ہیں۔

ان ایام میں اللہ تعالےٰ نے اپنے ذکر کو فرض قرار دیا لیکن منیٰ میں پورے تین دن قیام کرنے کو فرض قرار نہیں دیا بلکہ فرمایا (فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ) جو دو دن کے اندر ہی منیٰ سے چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور (وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ) جو تاخیر کرے اور تیسرے دن، جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (لِمَنِ اتَّقٰی) منیٰ میں تیسرے دن ٹھہرنا نام ونمود، فخر وریاء کے لئے نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے ہو، اگر کوئی شخص تقویٰ اور خلوص کے ساتھ ٹھہرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں (بلکہ تاخیر کرنا باعث اجر ہوگا کیونکہ ہر وہ کام جو اللہ تعالےٰ کی رضاء کے لئے کیا جائے وہ باعث اجر ہوتا ہے) ہاں اگر کوئی شخص نام ونمود فخر وریاء کے لئے تیسرے دن بھی منیٰ میں ٹھہرتا ہے تو یہ ٹھہرنا باعث اجر نہیں ہوگا بلکہ گناہ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
قَالَ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِیَ غَيْرِیْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ۔
(صحیح مسلم کتاب الزھد باب من اشرك فی عملہ غیر اللہ جزء ۲ صـ۵۹۳)

اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے میں تمام شرکاء سے زیادہ شرک سے بیزار ہوں، جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس میں میرے ساتھ دوسرے کو شریک کرے تو میں اُسے اور اُس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
مَنْ يُّسَمِّعْ يُسَمِّعُ اللّٰہُ بِهٖ وَمَنْ يُّرَائِیْ يُرَائِی اللّٰہُ بِهٖ (صحیح مسلم کتاب الزھد باب من اشرك فی عملہ غیر اللہ جزء ۲ صـ۵۹۳ وصحیح بخاری کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ جزء ۸ صـ۱۳۰)

جو شخص (اپنی نیکی لوگوں کو) سُنائے گا اللہ اسکی وجہ سے (پہنچنے والی ذلت کا حال لوگوں کو) سُنائے گا اور جو شخص (لوگوں کو اپنی نیکی) دکھائے گا اللہ بھی اس کی وجہ سے (پہنچنے والی ذلت کو تمام لوگوں کو) دکھائے گا۔ (یعنی میدان محشر میں ریاء کار آدمی کی بڑی رسوائی ہوگی)۔

الغرض خلوص کے ساتھ منیٰ میں زیادہ ٹھہر جانے والے پر کوئی گناہ نہیں، لیکن بغیر خلوص کے زیادہ ٹھہر جانے والا بڑا گناہ گار ہے، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آگے فرمایا (وَاتَّقُوا اللّٰہَ) اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو، تم سب ایک دن اللہ تعالےٰ کے پاس جمع کئے جاؤ گے پھر وہاں تمہارے اس ریاء کارانہ فعل کی تمہیں سزا ملے گی۔

عمل

اے لوگو، منیٰ میں آپ دو دن ٹھہریں یا تین دن، دونوں طرح جائز ہے لیکن تین دن ٹھہرنے میں یہ خیال رکھیئے کہ یہ زیادہ ٹھہرنا ریاء کاری کی نیت سے نہ ہو۔

ہر کام خالص اللہ تعالےٰ کے لئے کیجئے، کسی دوسرے کو شریک نہ کیجئے ورنہ میدانِ محشر میں بڑی رسوائی ہوگی۔

نوٹ :۔ مندرجہ بالا آیات میں حج کے بہت سے احکام آگئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے ۔

۱ ۔ حج کو خالص اللہ تعالےٰ کے لئے کرے،

۲ ۔ جب تک قربانی کا جانور ذبح نہ ہو جائے سر نہ منڈائے،

۳ ۔ اگر کوئی شخص مریض ہو یا سر میں کوئی تکلیف ہو تو وہ سر منڈا سکتا ہے لیکن اُسے فدیہ میں تین روزے رکھنے ہوں گے۔ یا چھ مسکینوں میں سے ہر ایک مسکین کو نصف صاع طعام دینا ہوگا یا ایک بکری کی قربانی کرنی ہوگی ۔

۴ ۔ جو شخص حج تمتع کرے اُسے قربانی کرنی چاہیئے ۔ اگر قربانی میسّر نہ ہو تو دس روزے رکھے، تین روزے ایام حج میں (یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ کو) اور سات روزے گھر پہنچ کر،

نوٹ :۔ حج تمتع اس حج کو کہتے ہیں جس میں عمرہ کر کے احرام کھول دیا جائے اور پھر آٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا جائے،

۵ ۔ حج تمتع کی اجازت صرف اس کے لئے ہے جو مکہ معظمہ میں نہ رہتا ہو،

۶ ۔ حج کا احرام باندھنے کے چند مہینے ہیں، انہی میں احرام باندھا جائے یعنی شوال اور ذوالقعدہ کے پورے مہینے اور ذی الحجہ کے ۹ دن اور دس راتیں،

۷ ۔ حج کے دوران نہ کوئی بے حیائی کی بات کرے، نہ گناہ کا کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے،

۸ ۔ حج کو جائے تو سفر خرچ ساتھ لے، کسی سے سوال نہ کرے،

۹ ۔ حج کے ایّام میں تجارت کرے تو کوئی حرج نہیں،

۱۰ ۔ عرفات میں قیام کرے،

۱۱ ۔ جب عرفات سے واپس ہو تو مشعر حرام میں ٹھہرے اور اللہ تعالےٰ کا ذکر کرے،

۱۲ ۔ تمام لوگ بلا امتیاز و تفریق عرفات سے روانہ ہوں اور اللہ تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں،

۱۳ ۔ حج کے بیشتر مناسک ادا کرنے کے بعد ایام تشریق میں اللہ تعالےٰ کا ذکر بہت شدّت سے کرے اور اللہ تعالےٰ سے دین و دنیا کی بھلائیاں طلب کرے ،

۱۴ ۔ منٰی میں دو روز قیام کرے یا تین دن، دونوں طرح جائز ہے، بشرطیکہ تقوٰی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے ۔

نوٹ :۔ حج کے مفصل احکام اور حج کرنے کا طریقہ انشاء اللہ سورۃ الحج میں بیان کیا جائے گا ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ
عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾
وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ
فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا
قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ
بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ
الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ

يُّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ
اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

ترجمہ اور (اے رسول) لوگوں میں بعض شخص ایسا بھی ہے جس کی گفتگو جو وہ اپنی دنیوی زندگی (کے مفاد کی خاطر بڑے خوشامدانہ انداز) میں کرتا ہے، آپ کو (بڑی) اچھی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ کرتا ہے (کہ وہ جھگڑالو نہیں ہے) حالانکہ (درحقیقت) وہ بڑا جھگڑالو ہے ﴿۲۰۴﴾ (اس کی تو یہ حالت ہے کہ) جیسے ہی وہ (آپ کے پاس سے) لوٹتا ہے تو زمین پر فساد برپا کرنے اور فصلوں اور نسلوں کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے (اس کی یہ باتیں اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں کیونکہ) اللہ فساد کو (کبھی) پسند نہیں کرتا ﴿۲۰۵﴾ اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر (اور یہ باتیں چھوڑ دے) تو (اپنی غلطی تسلیم کرنے کو وہ اپنی توہین سمجھتا ہے) عزت (کی خواہش) اس کو گناہ پر جمائے رکھتی ہے، ایسے شخص (کی سزا) کے لئے دوزخ کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے ﴿۲۰۶﴾ (اس کے برخلاف) بعض شخص ایسا بھی ہے جو اللہ کی خوشنودی کی جستجو میں اپنی جان تک بیچ دیتا ہے (ایسے شخص پر اللہ ضرور رحم وکرم فرمائیگا کیونکہ) اللہ اپنے (نیک) بندوں پر بہت مہربان ہے ﴿۲۰۷﴾

معانی ومصادر (يُعْجِبُ) اَعْجَبَ، يُعْجِبُ، اِعْجَابٌ (باب افعال) تعجب میں ڈالنا، خوش کرنا۔

(حیاۃ) حَيِيَ، يَحْيٰى، حَيَاةٌ (س) زندہ ہونا۔

(اَلَدٌّ) لَدَّ، يَلُدُّ، لَدٌّ (ن) سخت جھگڑا کرنا [اسم فاعل = لَادٌّ (جھگڑالو)، اسم صفت = لَدِيْدٌ (بہت جھگڑالو)، اسم تفضیل = اَلَدُّ (زیادہ جھگڑالو)]۔

(خِصَام) خَصَمَ، يَخْصِمُ، خَصْمٌ (ض) کسی پر دشمنی میں غالب آنا [خَصْمٌ = جھگڑالو، اس کی جمع خُصُوم وخِصَام واَخْصَام ہیں]۔

(تَوَلّٰى) تَوَلّٰى، يَتَوَلّٰى، تَوَلٍّ (باب تفعل) متولی ہونا، دوست بنانا، پیٹھ پھیرنا۔

(حَرْث) حَرَثَ، يَحْرُثُ، حَرْثٌ (ض ن) ہل چلانا، کھیتی کرنا۔

(نَسْل) نَسَلَ، يَنْسُلُ، نَسْلٌ (ن) جننا، اولاد کا زیادہ ہونا [نَسْلٌ = ذرّیت، ج انسال]

(نَسَادَ) فَسَدَ ، يَفْسُدُ ، فَسَادٌ وفُسُوْدٌ (ن، ض، ك) بگڑنا ، خراب ہونا۔
(عِزَّةٌ) عَزَّ ، يَعِزُّ ، عِزٌّ وعِزَّةٌ (ض) قوی ہونا ، باعزت ہونا۔
(مِهَاد) مَهَدَ ، يَمْهَدُ ، مَهْدٌ (ف) بچھانا [مِهاد = بچھونا]۔
(يَشْرِي) شَرٰى ، يَشْرِيْ ، شِرَاءٌ وشِرًى (ض) خریدنا ، بیچنا۔
(اِبْتِغَاء) اِبْتَغٰى ، يَبْتَغِيْ ، اِبْتِغَاءٌ (باب افتعال) تلاش کرنا ، طلب کرنا۔
(رَءُوْفٌ) رَأَفَ ، يَرْأَفُ ، رَأْفَةٌ ورَأْفٌ ، يَرْؤُفُ ، رَآفَةٌ ورَئِفَ ، يَرْئَفُ رَأْفٌ (ف ك س) بہت زیادہ رحم کرنا۔ [رَءُوْفٌ = بہت زیادہ رحم وکرم کرنے والا]۔

تفسیر آیات زیر تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد بابرکت میں دو قسم کے لوگ تھے ، ایک قسم ان لوگوں کی تھی جو اپنے دنیوی مفاد کی خاطر خوشامدانہ باتیں کرتے تھے ، بظاہر اسلام کی دوستی اور ملک میں امن وامان کے قیام سے محبت کا اظہار کرتے تھے لیکن حقیقت میں وہ مفسد تھے ، منافق تھے اور بڑے جھگڑالو تھے ۔ دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جو اللہ تعالیٰ کی رضاء کی جستجو میں مال ہی نہیں بلکہ جان بھی دے ڈالا کرتے تھے ، اللہ تعالےٰ نے پہلی قسم کے لوگوں کی مذمت اور دوسری قسم کے لوگوں کی مدح میں یہ آیات نازل فرمائیں ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا) (اے رسول) بعض ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو محض اپنے دنیوی مفاد کی خاطر چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں ۔ اسلام کی وفاداری کے بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں (وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ) اور ان دعووں پر اللہ تعالےٰ کو گواہ بناتے ہیں اور اے رسول ، کیونکہ آپ کو ان کے دل کا حال معلوم نہیں ہوتا لہٰذا آپ ان کی باتوں سے خوش ہو جاتے ہیں ، وہ جیسا اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں ویسے ہوتے نہیں ہیں ، ہمیں تو ان کے دل کا حال معلوم ہے اے رسول ، آپ ان کے دھوکے میں نہ آئیں (وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ) وہ بڑے جھگڑالو ہیں (وَاِذَا تَوَلّٰى .....) ان کی تو یہ حالت ہے کہ آپ کے پاس سے جاتے ہی فتنہ وفساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ، کسی کی کھیتی اجاڑ دیتے ہیں اور کسی کے مویشی ہلاک کر دیتے ہیں ، قتل وغارتگری ان کا شیوہ ہے ، فساد وبدامنی پھیلانا ان کی عادت ثانیہ بن چکی ہے ، اللہ تعالےٰ اُن کی اِن باتوں سے خوش نہیں ہے کیونکہ (وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ) اللہ تعالےٰ فساد اور بدامنی کو پسند نہیں کرتا ، ان کی یہ بھی حالت ہے کہ (اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرو ، ملک میں بدامنی نہ پھیلاؤ ، سچے دل سے اسلام کے وفادار بنو تو ان باتوں کے ماننے سے گریز کرتے ہیں ، اُسے وہ اپنے حق میں توہین سمجھتے ہیں ، اپنے آپ کو بہت باعزت سمجھتے ہیں ، اس کے غرور میں وہ حق بات کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اُسے ٹھکرا دیتے ہیں ، ایسے لوگوں کو اگر دنیا میں کچھ ڈھیل مل

جائے تو اُسے یہ لوگ اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں، آخرت میں ان کے لئے دوزخ کا دردناک عذاب ہے، وہی ان کی سزا کے لئے کافی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنَ الْکِبْرِ

جس شخص کے دل میں ذرّہ برابر بھی تکبّر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ایک شخص نے کہا:۔

اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَنَعْلُہٗ حَسَنًا

(ہر) آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اسکے کپڑے اچھے ہوں، اسکے جوتے اچھے ہوں (کیا یہ بھی تکبر ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر جزء اول ص۵۱)

اللہ خوبصورت ہے (اور) خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (لہذا اچھی چیز کو پسند کرنا تکبر نہیں) تکبر تو یہ ہے کہ حق بات تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

الغرض یہ لوگ اگرچہ بڑے مفسد اور جھگڑالو قسم کے لوگ تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سمجھاتے رہتے تھے، ڈراتے رہتے تھے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰہُ بِلِسَانِکَ لِتُبَشِّرَ بِہِ الْمُتَّقِیْنَ وَتُنْذِرَ بِہٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝ (مریم - ۹۷)

(اے رسول) ہم نے یہ قرآن آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے ڈرنے والوں کو خوشخبری سنائیں اور جو جھگڑالو قسم کے لوگ ہیں انہیں ڈرائیں (کہ اگر وہ باز نہ آئے تو ان کے لئے دوزخ تیار ہے)

اللہ تعالےٰ نے ان مفسد و متکبر اور حق کو تسلیم نہ کرنے والے لوگوں کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کے نیک اور مخلص بندے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ) بعض ایسے بھی لوگ ہیں جو حق اور رضوان الٰہی کے متلاشی رہتے ہیں، بات جاتی ہے تو جائے، عزت خاک میں ملتی ہے تو ملے، وہ ہر حال میں حق کو قبول کرتے ہیں، تکبر نہیں کرتے، بلکہ عزت اور بات کیا چیز ہے وہ تو رضوان الٰہی کے لئے جان تک کی پرواہ نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ بڑا رؤف ہے، بڑا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰہِ کَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰہُ جَہَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝ ہُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ۝ (آل عمران - ۱۶۲ و ۱۶۳)

کیا وہ شخص جو رضائے الٰہی کا متبع ہو اس جیسا ہو سکتا ہے جو اللہ کی خفگی کے ساتھ لوٹے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کی رضاء کے مطابق چلنے والوں کے لئے

اللہ کے ہاں بلند درجات ہیں، اللہ تعالےٰ انکے اعمال کو دیکھ رہا ہے (ان کے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا)۔

عمل

اے لوگو، خوشامدانہ اور چکنی چپڑی باتیں کرکے دھوکا نہ دیجئے، جھگڑالو نہ بنیئے، بات بات پر جھگڑا نہ کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَی اللّٰہِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ (صحیح بخاری کتاب المظالم باب قول اللہ تعالیٰ وھو الد الخصام جزء ۳ ص۱۷۱ وصحیح مسلم کتاب العلم باب فی الالد الخصم جزء ۲ ص۴۶۲)

تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بغض اللہ تعالےٰ کو اس شخص سے ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو۔

اے لوگو، فتنہ نہ اٹھائیے، ملک میں بدامنی نہ پھیلائیے، حق کو تسلیم کیجئے، غرور و تکبر سے حق کو نہ ٹھکرائیے، آپ کی بات جاتی ہے تو جانے دیجئے، عزت خاک میں ملتی دکھائی دے تو ملنے دیجئے، حق کو تسلیم کرنے سے عزت نہیں جائے گی بلکہ عزت اور بڑھے گی، عاجزی و انکساری اختیار کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا۔ (صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا اھل الجنۃ جزء ۲ ص۵۴۳)

اللہ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ انکساری سے پیش آیا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ (صحیح مسلم کتاب البر باب استحباب العفو والتواضع جزء ۲ ص۳۲۲)

جو شخص بھی اللہ کے لئے انکساری اختیار کرتا ہے اللہ اس کو (اور) بلند کر دیتا ہے۔

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کی رضاء حاصل کرنے کے لئے سب کچھ قربان کر دیجئے، حتیٰ کہ جان بھی دے دیجئے۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی رضاء کے تابع ہوتے ہیں انہی کو سلامتی کے راستے ملتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

(المائدۃ ۔ ۱۶)

قرآن مجید کے ذریعے اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو سلامتی کے راستوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو اس کی رضاء کے تابع ہوتے ہیں، اللہ تعالےٰ ان کو اپنے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے اور ان کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي
السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ
الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾
فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ
الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

ترجمہ اے ایمان والو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ﴿۲۰۸﴾ پھر اگر کھلے دلائل پہنچ جانے کے بعد تم (راہ حق سے) پھسل جاؤ تو (اچھی طرح) سمجھ لو کہ اللہ زبردست ہے (تم اس سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے) اور وہ حکیم بھی ہے (لہذا عذاب میں تاخیر اس کی حکمت پر مبنی ہے) ﴿۲۰۹﴾

معانی و مصادر (سِلْم) سَلِمَ، يَسْلَمُ، سَلَامَةٌ وَسَلَامٌ (س) عیب و آفت سے محفوظ ہونا یا نجات پانا [سِلْمٌ = صلح، اسلام، سلامتی]

(كَآفَّة) كَفَّ، يَكُفُّ، كَفٌّ (ن) بھرنا، جمع کرنا، روکنا [كَافٌّ = اسم فاعل ہے اس کا مؤنث كَآفَّةٌ ہے جس کے معنیٰ "جماعت" ہیں]

(زَلَلْتُمْ) زَلَّ، يَزِلُّ، زَلٌّ وَزَلَلٌ وَزُلُوْلٌ وَزَلِيْلٌ وَمَزِلَّةٌ (ض ف) حق سے پھرنا، ڈگمگا جانا۔

(حَكِيْم) حَكُمَ، يَحْكُمُ، حِكْمَةٌ (ك) باحکمت ہونا۔

تفسیر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ یعنی اسلام کے تمام احکام پر عمل کرو، اسلام کی تمام ممنوعات سے پرہیز کرو۔ اسلام کی بعض باتوں پر چلنا اور بعض کو چھوڑنا یہ ایمان

والوں کا کام نہیں، یہ اہل کتاب کی خصلت ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○

(البقرۃ - ۸۵)

(اے اہل کتاب) پھر تم ہی ہو کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو، اپنی قوم میں سے بہت سے لوگوں کو ان کے وطن سے نکال دیتے ہو، گناہ اور ظلم کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آتے ہیں تو فدیہ دے کر انہیں چھڑاتے ہو (تم سمجھتے ہو کہ فدیہ دے کر نہ چھڑانا حرام ہے) حالانکہ ان کو (ان کے ملک سے) نکالنا بھی تو تم پر حرام تھا (ایک حرام کام سے پرہیز کرتے ہو اور دوسرے حرام کام کو کر گذرتے ہو) تو کیا تم کتاب الٰہی کے بعض احکام پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو (خبردار ہو جاؤ) جو لوگ تم میں سے ایسا کام کریں گے ان کے لئے اور کوئی بدلہ نہیں سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی نصیب ہو گی اور قیامت کے دن اس سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے (خبردار ہو جاؤ) جو عمل تم کر رہے اللہ ان سے غافل نہیں ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالےٰ نے بعض باتوں پر عمل نہ کرنے کو ان باتوں پر ایمان نہ لانے کے مترادف قرار دیا۔ جس چیز پر ایمان ہو، پھر اس کے ساتھ وفاداری نہ ہو، اس سے محبت نہ ہو، اس پر عمل نہ کرے، اس کی تبلیغ نہ کرے، یہ ایمان کی شان نہیں۔ ایمان کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ وہ اعمال صالحہ کی ترغیب دیتا ہے، اعمال صالحہ سے محبت پیدا کرتا ہے، ان پر عمل کراتا ہے اور ان کی تبلیغ پر ابھارتا ہے، جن لوگوں میں یہ شان پیدا نہیں ہوتی ان کا ایمان برائے نام ہی ایمان ہے، ایسے لوگوں کے لئے مندرجہ بالا آیت کے لحاظ سے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب عظیم ہے۔ اسلام عقائد، عبادات، عمرانیات، معاملات، معاشیات اور معاشرت غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ہدایات و قوانین کا ایک مجموعہ ہے، اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، عقائد اور عبادات میں اسلام پر عمل کرنا اور معاشیات یا معاشرت میں اسلام کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرنا یہ ایمان کے منافی ہے، جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اسلام میں پورے پورے داخل نہیں ہوئے، جو لوگ غفلت سے ایسا کرتے ہیں وہ گناہگار ہیں، لیکن جو لوگ دوسرے طریقہ کو اسلامی طریقہ سے بہتر سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں وہ درحقیقت مؤمن نہیں، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝

(الاعراف ۔ ۳)

(اے لوگو) اس چیز پر عمل کرو جو تمہارے ربّ کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اس کے علاوہ ولیوں کی پیروی نہ کرو (مگر) تم نصیحت کم ہی حاصل کرتے ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝

(النسآء ۔ ۱۱۵)

جو شخص ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے بعد رسول کے خلاف چلتا ہے اور مؤمنین کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ کی پیروی کرتا ہے تو ہم اُسے اُدھر ہی جانے دیں گے جدھر وہ (اسلام سے) منحرف ہو کر جا رہا ہے اور اُسے (قیامت کے دن) دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ابوداؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی الاقبیۃ و سندہٗ صحیح ۔ بلوغ الامانی جزء ۶ ص ۱۲۱)

جو شخص کسی (دوسری) قوم سے مشابہت کرے تو وہ انہی میں سے ہے۔

الغرض اسلام کے تمام احکام پر عمل کرنا ضروری ہے، جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ گویا شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ) شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، شیطان نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی تھی، تم نافرمانی نہ کرو بلکہ اللہ تعالےٰ کے احکام پر پوری طرح سے چلتے رہو، شیطان کے بہکائے میں نہ آؤ، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے، اس کی دشمنی تم سے پوشیدہ نہیں ہے، اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرنا گویا شیطان کی اطاعت کرنا ہے، شیطان تم سے اپنی اطاعت کرا کے تمہارے ساتھ دشمنی کر رہا ہے، تم اس سے ہوشیار رہو، (فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ) پھر کھلے دلائل، واضح ہدایات کی موجودگی میں تم اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرو اور جادۂ حق سے ہٹ جاؤ تو یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ بہت قوی، زبردست اور غالب ہے، اُس سے بچ کر تم کہیں نہیں جا سکتے، وہ اگر گناہگاروں کو فوراً سزا نہیں دیتا تو اس میں بھی اس کی مصلحت ہوتی ہے، اس کے ہر کام حکمت کے ساتھ ہوتے ہیں، جب حکمت اور مصلحت کے تمام تقاضے پورے ہو جاتے ہیں تو پھر ان لوگوں کو جو اسلام میں پورے داخل نہیں ہوتے اللہ تعالےٰ اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

عمل

اے لوگو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جائیے، اسلام کے تمام احکام پر عمل پر کیجئے، بعض احکام پر عمل کرنے اور بعض پر عمل نہ کرنے سے بچئے، آپ کے عقائد وہ ہونے چاہئیں جو اسلام نے بتائے ہیں اور جو قرآن و حدیث کے اندر محفوظ ہیں، آپ کی عبادات، آپ کی اقتصادیات، آپ کی معاشرت، آپ کے معاملات سب کے سب اسلامی قوانین و ہدایات کے مطابق ہونے چاہئیں، دوسروں کی نقالی سے بچئے، اقتصادیات، معاشرت، معاملات وغیرہ تمام کاموں میں انسانوں کے خود ساختہ قواعد و ضوابط سے بالکل اجتناب کیجئے، اسلامی قواعد و ضوابط بالکل فطرت کے عین مطابق ہیں، کیونکہ یہ اُس فاطر فطرت، علامُ الغیوب، خالقِ کائنات کے بنائے ہوئے قواعد و ضوابط ہیں، جس کا علم لامحدود ہے، جس کی حکمت وسیع ہے، جس کی نظر ہر زمانے کی تمام ضروریات پر ہے، بھلا اس سے بہتر قواعد و ضوابط کون بنا سکتا ہے، جو انسان مخلوق ہو، فانی ہو، جس کی عقل محدود ہو جس کا علم محدود ہو، جس کو اپنے گرد و پیش کی خبر نہیں وہ کیا قواعد و ضوابط بنائے گا، اس کے بنائے ہوئے قوانین یقیناً ناقص ہوں گے اور ان پر عمل کرنے سے سوائے نقصان کے اور کیا ہوگا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ
اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍ بَيِّنَةٍ وَّ
مَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ
مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

ترجمہ کیا یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آجائے، فرشتے بھی آجائیں اور (ہر) کام کا فیصلہ ہو جائے اور (سوائے اللہ کے فیصلہ کر بھی کون سکتا ہے اس لئے کہ) تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ﴿۲۱۰﴾ (اور اگر انہیں معجزہ کی خواہش ہے تو اے رسول، آپ ذرا) بنی اسرائیل سے پوچھئے کہ ہم نے ان کو کتنے معجزے دئے تھے (پھر انہوں نے کیا کیا؟ کیا وہ شریعت پر قائم رہے؟ کیا انہوں نے شریعت الٰہیہ کو جو ایک بہت بڑی نعمت تھی نہیں بدلا؟) اور جو شخص اللہ کی نعمت کو جو اس کے پاس آئی ہو بدل دے (تو اللہ

اس کو سخت سزا دیگا) بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے (۲۱۱)

معانی و مصادر (یَنْظُرُوْنَ) نَظَرَ ، یَنْظُرُ، نَظَرٌ (ن) دیکھنا، تدبر کرنا ، انتظار کرنا۔
(ظُلَلٌ) ظَلَّ، یَظَلُّ، ظَلَالَۃٌ (سایہ دار ہونا) ظَلٌّ و ظُلُوْلٌ (کسی کام میں مشغول رہنا) (ن) [ظُلَلٌ = ظُلَّۃٌ کی جمع = سائبان]
(غَمَامَ) غَمَّ، یَغُمُّ، غَمٌّ (ن) ڈھانکنا، غم پہنچانا۔
[غَمَامَ = بادل، اس کی جمع غَمَائِم ، بادل کے ٹکڑے کو غَمَامَۃٌ کہتے ہیں]
(قُضِیَ) قَضٰی ، یَقْضِیْ ، قَضَاءٌ (ض) پورا کرنا ، ادا کرنا ، گزرنا ، فیصلہ کرنا۔
(سَلْ) سَأَلَ ، یَسْئَلُ ، سُؤَالٌ و سَأَلَۃٌ و مَسْأَلَۃٌ و تَسْأَلٌ (ف) سوال کرنا
[سَلْ = امر کا صیغہ ہے = سوال کرنا]
(جَآءَتْ) جَاءَ ، یَجِیْئُ و یَجُوْءُ، مَجِیْئٌ و مَجِیْئَۃٌ و جِیْأٌ و جَیْئَۃٌ (ض۔ن) آنا۔
(عِقَاب) عَاقَبَ ، یُعَاقِبُ ، عِقَابٌ و مُعَاقَبَۃٌ (باب مفاعلہ) سزا دینا۔

تفسیر کفار مکہ قیامت کا انکار کرتے تھے، قیامت کے دن کا مذاق اُڑاتے تھے اور بار بار پوچھتے تھے کہ آخر یہ قیامت جس سے ہمیں ڈرایا جا رہا ہے کب آئے گی، ان کے اس قول کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ (الانبیآء - ۳۸) (سبا - ۲۹) (یٰسٓ - ۴۸) (الملک - ۲۵)

کافر کہتے ہیں کہ اگر (قیامت کے سلسلہ میں) تم سچے ہو تو آخر (قیامت کا یہ) وعدہ کب پورا ہوگا (قیامت کب آئے گی)؟

دوسری چیز جس کا مطالبہ کفار مکہ کرتے تھے معجزہ تھی، وہ کہتے تھے کہ اگر آپ کوئی معجزہ دکھائیں تو ہم ایمان لے آئیں گے، ان کے اس مطالبہ کا ذکر بھی قرآن مجید میں کئی بار آیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ ○ (الانعام - ۳۷)

کافر کہتے ہیں رسول پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل ہوتی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ (یونس - ۲۰)

کافر کہتے ہیں کہ رسول پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل ہوتی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوْا لَوْلَا یَاْتِیْنَا بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ (طٰہٰ - ۱۳۳)

کافر کہتے ہیں کہ یہ رسول اپنے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں لاتے۔

اللہ تعالےٰ نے آیات زیر تفسیر میں ان دونوں مطالبوں کا جواب دیا۔ قیامت کے مطالبہ کے سلسلہ میں

اللہ تعالےٰ نے فرمایا (هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ ۔۔۔۔۔) کیا یہ اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آجائے، فرشتے اُتر آئیں اور قیامت واقع ہوجائے، حساب و کتاب ہوجائے اور تمام معاملات کا فیصلہ ہوجائے، کیا یہ اُس دن ایمان لائیں گے، ان کے اس دن ایمان لانے سے کیا فائدہ ہوگا، وہ دن تو روز جزا ہے، اس دن نہ ایمان لانے کا وقت باقی رہے گا اور نہ اعمال کرنے کا، ایمان لانے اور عمل کرنے کا وقت تو دنیا کی زندگی میں ہے، انہیں اس زندگی میں ایمان لے آنا چاہیئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○
(الٓمّٓ تنزیل السجدۃ - ۲۹)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ فیصلہ کے دن کافروں کا ایمان لانا ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا اور نہ انہیں اس دن کسی قسم کی مہلت دی جائے گی۔

قیامت کے دن فیصلہ کرنے کا اختیار کسی کو نہ ہوگا، صرف اللہ تعالےٰ فیصلہ فرمائے گا اور یہی کیا (وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ) تمام کام اُسی کی طرف لوٹتے ہیں، ہر کام کا فیصلہ وہی کرتا ہے۔

معجزہ کے مطالبہ کے سلسلہ میں اللہ تبارک و تعالےٰ نے فرمایا (سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ) اے رسول بنی اسرائیل سے پوچھیئے کہ ہم نے ان کو کتنے معجزات دکھائے تھے، کیا ان کو اس سے کوئی فائدہ پہنچا، جو سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی کیا انہوں نے اُسے چھوڑ دیا، بلکہ انہوں نے تو اس دین کو بدل ڈالا جس دین پر ایمان لانے کا دعوٰی کرتے تھے، دین میں تحریف کرتے رہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ۔
(المآئدۃ - ۱۳)

یہ لوگ کلمات ربّانی کو اس کے اصل مقام سے بدل دیا کرتے تھے اور جن باتوں کی انہیں نصیحت کی گئی تھی ان میں سے ایک حصّہ کو انہوں نے طاق نسیان کر دیا تھا۔

یہود نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گواہی دی:۔

اِنَّ اَحْبَارَنَا اَحْدَثُوْا تَحْمِيْمَ الْوَجْهِ وَ التَّجْبِيَةَ (صحیح بخاری کتاب الحدود باب الرجم فی البلاط جزء ۸ ص ۲۰۵)

ہمارے علماء نے (رجم کی جگہ) یہ سزا تجویز کر لی کہ زانی کا منہ کالا کرتے اور اس کو گدھے پر پیچھے کی طرف منہ کر کے سوار کرتے پھر اُسے گھماتے۔

بنی اسرائیل کو جو نعمتیں دی گئی تھیں اُن نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ۔
(البقرۃ - ۴۷)

اے بنی اسرائیل میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم کو دی تھیں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے ان نعمتوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنی کتاب کا ذکر فرمایا:۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (البقرۃ ۔ ۵۳)

اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فرقان سے سرفراز فرمایا تاکہ تم ہدایت یاب ہو جاؤ۔

الغرض شریعت الٰہیہ ایک نعمت تھی جس کی بنی اسرائیل نے قدر نہیں کی، اس نعمت میں تحریف کرتے رہے اور (مَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ ۔۔۔۔) جو شخص یا قوم اللہ تعالےٰ کی نعمت میں تغیّر و تبدّل کرے، احکام الٰہی کو بدل ڈالے تو اللہ تعالےٰ اسے ضرور سزا دے گا اور وہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل متعدد معجزے دیکھنے کے بعد صحیح معنوں میں مؤمن نہ بنے تو ان کفّار قریش سے کیا امید کی جا سکتی ہے کہ یہ ایمان لے آئیں گے، لہٰذا اے رسول آپ کفّار مکہ کے مطالبہ کو کوئی اہمیّت نہ دیں اور نہ اس مطالبہ کے پورا نہ ہونے پر کسی قسم کا غم کریں۔

عمل

اے لوگو، قیامت کا انتظار نہ کیجئے، دنیا کی زندگی میں ایمان کو استوار کیجئے اور نیک عمل کیجئے۔

اے لوگو، اس بات پر ایمان رکھئے کہ تمام امور کا فیصلہ اللہ تبارک و تعالےٰ کے اختیار میں ہے، کسی دوسرے کو ذرا بھی اختیار نہیں۔

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کی نازل کردہ شریعت ایک نعمت ہے، اس کی قدر کیجئے، اس میں کسی قسم کی تحریف نہ کیجئے، نہ اس میں کمی کیجئے اور نہ بیشی، نہ تاویل کر کے احکام الٰہی کے منشاء کو بدلیئے اور نہ حیلوں کے ذریعہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کیجئے، یہ سب گناہ کے کام ہیں اور سخت عذاب کے موجب۔

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ
اٰمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ
يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

ترجمہ کافروں کے لئے دنیا کی زندگی کو مزّین کر دیا گیا ہے۔ وہ (جب) ایمان والوں (کو دنیاوی لحاظ سے خوش حال نہیں دیکھتے تو ان) کا مذاق اڑاتے ہیں (لیکن اے ایمان والو دنیا کی خوشحالی کوئی حقیقت نہیں رکھتی، اصل خوشحالی تو آخرت کی خوشحالی ہے) قیامت کے دن متقی لوگ اُن سے برتر ہوں گے (وہ اس دن خوشحال ہوں گے، رہی دنیا کی خوشحالی تو دنیا میں تو) اللہ (کافر ہو یا مؤمن) جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے، ﴿۲۱۲﴾

معانی و مصادر (زُيِّنَ) زَيَّنَ ، يُزَيِّنُ ، تَزْيِينٌ (باب تفعیل) زینت دینا۔
(يَسْخَرُونَ) سَخِرَ، يَسْخَرُ. سَخَرٌ وسَخْرٌ وسُخْرٌ وسُخْرَةٌ ومَسْخَرٌ سُخْرٌ (س) مذاق کرنا۔

تفسیر اللہ ذوالجلال والاکرام فرماتا ہے کہ کافروں کے لئے دنیا کی زندگی کو زیب و زینت دی گئی ہے، وہ دنیا کی زیب و زینت ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں اور اسی میں مگن ہیں حالانکہ دنیا کی زیب و زینت اور مال و دولت جنت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب مثل الدنیا فی الاٰخرۃ جزء ۸ ص۱۱)

جنت میں ایک کوڑے برابر جگہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَاللّٰهِ مَا الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا یَجْعَلُ اَحَدُکُمْ اِصْبَعَهٗ هٰذِهٖ فِی الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْ بِمَ تَرْجِعُ (صحیح مسلم کتاب الجنة باب فناء الدنیا جزء۲ ص۵۴۱)

اللہ کی قسم آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی اس انگلی کو سمندر میں ڈالے پھر دیکھے کہ وہ کتنی تری لے کر لوٹی ہے (یعنی جس طرح سمندر کے مقابلہ میں تری کی کوئی حقیقت نہیں اسی طرح جنت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں)۔

مزید برآں اللہ تعالےٰ کے نزدیک دنیا کی کوئی قدر وقیمت ہی نہیں، لہذا وہ کافروں کو بھی دنیا عطا فرماتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقٰی کَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَآءٍ (رواہ الترمذی وصححه کتاب ابواب الزهد باب ماجاء فی هوان الدنیا علی اللّٰه جزء۲ ص۱۴۲)۔

اگر دنیا کی قدر وقیمت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی نہیں پلاتا۔

کافروں کو دنیا دینے کی ایک اور وجہ بھی ہے، وہ یہ کہ کافروں کو ان کے اعمال کا صلہ دنیا ہی میں مل جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الْکَافِرَ اِذَا عَمِلَ حَسَنَةً اُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِّنَ الدُّنْیَا (صحیح مسلم کتاب صفة القیامة باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والاٰخرة جزء۲ ص۵۲۴)

بے شک کافر جب کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اس کا بدلہ اُسے دنیا کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کی صورت میں (دنیا میں ہی) دے دیا جاتا ہے۔

الغرض کافر کے لئے دنیا ہی سب کچھ ہے، وہ دنیا کا طالب ہوتا ہے اور اسی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے، پھر اسی معیار پر وہ حق وباطل کا فیصلہ کرتا ہے۔ کفار قریش نے بھی یہی خیال کیا کہ ہم خوشحال ہیں، مؤمن تنگ حال ہیں۔ مؤمنین کو تنگ حال دیکھ کر انہوں نے فخر محسوس کیا، مؤمنین کا مذاق اُڑایا، اللہ تعالےٰ نے مؤمنین کو تسلی دی کہ یہ دنیا تو چند روزہ ہے، یہاں کی نعمتیں فانی ہیں، یہاں اگر کافر عروج پر ہیں تو رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ خوش ہونا چاہیئے کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جس دن اہل تقویٰ عروج پر ہوں گے اور کافر قعر مذلت میں

گرفتار ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

(وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) قیامت کے دن تقوٰی والے کافروں سے بلند و بالا ہوں گے، اہل تقوٰی بلند جنتوں میں ہوں گے اور کافر دوزخ کی پستیوں میں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ○

(والتین والزیتون - ۵ و ۶)

پھر ہم نے انسان کو پست سے پست تر کر دیا۔ مگر ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے (انہیں پست نہیں کیا بلکہ) ان کے لئے تو (بلند و بالا) جنتوں میں غیر منقطع اجر ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ○ لِسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ○ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ○

(هل اتٰك حديث الغاشية - ۸ تا ۱۰)

بہت سے چہرے قیامت کے دن شاداں و فرحاں ہوں گے، وہ اپنے اعمال کی جزاء سے بلند و بالا جنتوں میں خوش و خرم ہوں گے۔

نوٹ:۔ تقوٰی کے متعلق تفصیلی بحث سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲ و آیت نمبر ۵ کی تفسیر میں صفحات ۹۲ و ۱۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ) اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے، رزق کی کشادگی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی علامت نہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(سبا - ۳۶)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ میرا ربّ جس کیلئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ (اسکی مصلحت کو) نہیں جانتے۔

پھر بے حساب رزق دینا صرف دنیا ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، اگر دنیا میں مؤمنین کے ساتھ کافروں کو بے حساب رزق مل رہا ہے یا مؤمنین کو نہیں مل رہا ہے صرف کافروں کو مل رہا ہے تو مؤمنین کو رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے، آخرت میں تو مؤمنین ہی کو بے حساب رزق دیا جائیگا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

(حٰمٓ المؤمن - ۴۰)

جو نیک کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مؤمن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور وہاں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے مؤمنین کو تسلّی دی اور انہیں اچھی طرح سمجھایا کہ دنیا میں بے حساب رزق ملے یا نہ ملے اس کی حرص میں رہنا اور اس کے نہ ملنے پر آزردہ ہونا مناسب نہیں، انہیں تو خوش ہونا چاہیئے کہ ان کے لئے

آخرت میں لازوال اور بے حساب نعمتیں تیّار ہیں۔

عمل

اے لوگو، کافروں کی دولت دیکھ کر حرص نہ کیجئے، دھوکا نہ کھائیے،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ○ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ○

(آل عمران - ۱۹۶ تا ۱۹۸)

(اے رسول) کافروں کی شہروں میں چہل پہل آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے، یہ تو تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ (بہت) بُرا ٹھکانہ ہے، ہاں جو لوگ اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں (یعنی متقی ہیں) ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہ اللہ کی طرف سے ان کی مہمانی ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ نیکی کرنے والوں کے لئے بہت اچھا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ○

(الکہف - ۴۶)

مال اور اولاد تو صرف دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے ربّ کے ہاں ثواب کے لحاظ سے بھی بہتر ہیں اور نیک توقعات کے لحاظ سے بھی بہتر ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔

(الحجر - ۸۸)

(اے رسول) ہم نے کفّار کی جماعتوں کو جو مال و متاع دے رکھا ہے آپ ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھنا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○

(طٰہٰ - ۱۳۱)

اور (اے رسول) ہم نے کفّار کی جماعتوں کو جو دنیا کی زیب و زینت سے بہرہ اندوز کیا ہے آپ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھنا، (یہ تو اس لئے ہے) کہ ہم ان کی آزمائش کریں اور آپ کے ربّ کا رزق (جو جنت میں دیا جائے گا وہ)

بہت بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

لہذا اے لوگو، دنیا کی نعمتوں کی طرف للچاتی ہوئی نظروں سے نہ دیکھیے آخرت کی نعمتوں پر نظر رکھیے اور ان کے حصول کے لئے تقویٰ اختیار کیجئے، آپ تقویٰ اختیار کریں گے تو جیسا کہ اوپر بیان ہوا جنت میں لازوال نعمتیں آپ کو ملیں گی اور نہ صرف جنت میں نعمتیں ملیں گی بلکہ دنیا میں بھی نعمتیں آپ کو ملیں گی، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۔

(الطلاق - ۲و۳)

جو اللہ سے ڈر جائے تو اللہ اس کے لئے نجات کی کوئی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ
اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ
وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا
فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا
الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ
الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ
مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ

مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

ترجمہ (پہلے) سب لوگ ایک ہی امّت تھے (ان میں کوئی فرقہ نہیں تھا) پھر (جب انہوں نے اختلاف کیا اور فرقے بنا لئے تو) اللہ نے نبیوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر (ان کی اصلاح کے لئے) بھیجا اور ان نبیوں کے ساتھ حق کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ وہ کتاب ان لوگوں کے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کر دے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے اور یہ اختلاف بھی محض آپس کی ضد میں آکر اُن لوگوں نے کیا تھا جن کو کتاب دی گئی تھی اور ایسی حالت میں کیا تھا کہ انکے پاس کھُلے دلائل پہنچ چکے تھے پھر جو لوگ (ان دلائل پر) ایمان لے آئے اللہ نے ان کو اپنے حکم سے اُس امر حق میں جس میں وہ اختلاف کرتے تھے راہ حق دکھا دی اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے (یعنی جو خلوص کے ساتھ راہ حق کا طلب گار ہوتا ہے اللہ اس کو راہ حق دکھا دیتا ہے) ﴿۲۱۳﴾

معانی ومصادر (كَانَ) كَانَ، يَكُوْنُ، كَوْنٌ وكِيَانٌ وكَيْنُوْنَةٌ (ن) ہونا۔
(النَّاس) النَّاس = انسان کی جمع = لوگ [مادّہ "ن وس"، ہے انسان کا مادّہ "ان س" بھی ہے اور جمع اَنَاسِیَّ ہے]
(اُمَّةٌ) اَمَّ، يَؤُمُّ، اَمٌّ (ن) قصد کرنا، آگے ہونا۔
[آگے ہونے" کے معنی کے لحاظ سے اِمَامٌ اور اِمَامَةٌ بھی مصدر ہیں۔
اُمَّةٌ = جماعت، طریقہ]۔
(وَاحِدَة) وَحَدَ، يَحِدُ، وَحْدٌ، وَحْدَةٌ، حِدَةٌ ووُحُوْدٌ (ض) اکیلا ہونا۔
[واحد = ایک، اکیلا]
(بَعَثَ) بَعَثَ، يَبْعَثُ، بَعْثٌ (ف) بھیجنا۔
(اُوْتُوْا) اَتٰى، يُؤْتِيْ، اِيْتَآءٌ (باب افعال) دینا [اَتَوْا کا مجہول اُوْتُوْا۔ اُوْتُوْا = وہ دیئے گئے]۔
(بَيِّنٰت) بَيَّنَ، يُبَيِّنُ، تَبْيِيْنٌ (باب تفعیل) وضاحت کرنا [بَيِّنَةٌ = دلیل]۔
(بَغْيًا) بَغٰى، يَبْغِيْ، بُغَاءٌ وبَغْيٌ وبُغْيَةٌ (س) طلب کرنا، حق سے تجاوز کرنا، نافرمانی کرنا، ظلم کرنا، زیادتی کرنا، تکبر کرنا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے (كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً) پہلے سب لوگ ایک ہی جماعت تھے، سب ایک ہی دین پر قائم تھے، آپس میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا
(یونس - ۱۹)

(پہلے) لوگ (متفرق) نہیں تھے بلکہ ایک جماعت تھے، پھر انہوں نے اختلاف کیا۔

آیت زیرِ تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک لوگ ایک امّت تھے، آپس میں متحد تھے اور متفرق نہیں ہوئے تھے، اللہ تعالےٰ نے نبیوں کا سلسلہ جاری نہیں کیا اور جب وہ مختلف ہوئے، فرقے فرقے بن گئے تو اللہ تعالےٰ نے ان کی اس تفریق کو پسند نہیں کیا، اختلاف کو دُور کرنے کے لئے فوراً نبیوں کا سلسلہ شروع کر دیا گویا اللہ تعالےٰ کو اختلاف بہت ناپسند ہے، وہ نہیں چاہتا کہ اختلاف باقی رہے بلکہ جیسے ہی اختلاف رُونما ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو دُور کرنے کا انتظام فرماتا ہے اور جب لوگ فرقوں میں بٹ جاتے ہیں تو انہیں پھر امت واحدہ بنانے کا ارادہ فرماتا ہے، اللہ تعالےٰ لوگوں کو ایک جماعت دیکھنا چاہتا ہے، جس طرح وہ خود ایک ہے اسی طرح وہ چاہتا ہے کہ لوگ بھی ایک ہوں یعنی ایک جماعت ہوں ایک ملّت پر قائم ہوں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ۝
(الانبیآء - ۹۲ و ۹۳)

(اے لوگو) یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا ربّ ہوں لہذا تم سب میری ہی عبادت کرو (صرف میری عبادت کرو گے تو تم ایک رہو گے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف منہ موڑ لیا) اور آپس میں اپنے امر (دین) میں (اختلاف کر کے) ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، (بہرحال) ان سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے (ہم وہاں حساب لے لیں گے)۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝
(المؤمنون - ۵۲ و ۵۳)

(اے لوگو) بے شک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا ربّ ہوں لہذا مجھ ہی سے ڈرو (مجھ سے ڈرتے رہو گے تو ایک رہو گے، اختلاف رونما نہیں ہوگا) لیکن انہوں نے آپس میں امر (دین) میں اختلاف کیا اور فرقے فرقے ہو گئے، (اب) ہر فرقہ جو کچھ اس کا مذہب ہے اس میں مگن ہے۔

اللہ تعالےٰ کی رضاء اس میں تھی کہ لوگ ایک رہیں، اختلاف نہ کریں، اسی لئے بار بار فرمایا، میں تم سب کا ربّ ہوں میری طرف توجہ رکھو، میری بات کو مانو، مجھ سے ڈرتے رہو، تقوٰے اختیار کرو لیکن لوگوں نے اس حکم پر کوئی توجہ نہیں کی، تقوٰے کا دامن چھوڑ دیا، ضد اور ہٹ دھرمی سے اپنی بات پر جم گئے، اختلاف

ہونے کے بعد کھلے دلائل بھی انہیں ملے لیکن انہوں نے اس طرف رُخ نہیں کیا اور انہیں تسلیم نہیں کیا۔ اگر تقوی اور خلوص ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتے لیکن تقوی رہا، نہ خلوص رہا، بات کی بیچ رہ گئی، بات کی بیچ میں دلائل کے باوجود اپنی غلطی پر قائم رہے، اپنے اختلاف پر جمے رہے، اختلاف کے نتیجے میں فرقہ بندی آئی اور جب فرقہ بندی آئی تو اپنے اپنے فرقہ وارانہ مذہب کو چھوڑنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوا، فرقہ وارانہ مذہب ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے اسی کو حق سمجھا اور اسی میں مگن ہو گئے۔

اللہ تعالے نے قرآن مجید میں بار بار اس بات کا ذکر کیا ہے کہ کھلے دلائل آجانے کے بعد بھی وہ اپنے اختلاف سے باز نہ آئے، اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ۔

(الجاثیۃ ۔ ۱۷)

بنی اسرائیل نے اختلاف نہیں کیا مگر ایسی حالت میں کہ ان کے پاس علم آچکا تھا، ان کا یہ اختلاف محض آپس کی ضد کی وجہ سے تھا۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

(اٰل عمران ۔ ۱۹)

اہل کتاب نے (دلائل کا) علم ہو جانے کے بعد آپس کی ضد کی وجہ سے اختلاف کیا اور جو شخص اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرے تو اللہ جلدی حساب لینے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اختلاف ہو جانے کے بعد اگر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل مل جائے تو اپنے اختلاف کو ختم کر دینا چاہیئے اور اس دلیل کو مان لینا چاہیئے لیکن پھر بھی جو شخص اختلاف پر رہے اور دلیل کا انکار کرے گویا وہ اللہ کے حکم کا انکار کر رہا ہے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی بات یا اپنے مذہب کی خاطر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو تسلیم نہ کرنا کفر ہے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝

(لم یکن الذین کفروا ۔ ۴)

اہل کتاب فرقے فرقے نہیں بنے مگر اس حالت میں کہ ان کے پاس دلیل پہنچ چکی تھی۔

اختلاف ایک فطری امر ہے، ہو جایا کرتا ہے، لیکن یہ اختلاف صرف اُسی وقت تک باقی رہ سکتا ہے جب تک متعلقہ مسئلہ کے بارے میں کوئی آیت یا حدیث نہ ملے، آیت یا حدیث ملتے ہی اپنے اختلاف کو چھوڑ دینا چاہیئے، آیت یا حدیث کو مان لینا چاہیئے۔ غرض یہ کہ دلیل کا اتباع کرے نہ کہ اپنی رائے کا، اگر اس طرح ہوتا رہے تو نہ کسی کی رائے رہے گی اور نہ اختلاف۔ اختلاف ختم ہوتا رہے گا تو فرقہ بندی کی

نوبت نہیں آئے گی لیکن جب دلیل آجانے کے بعد ہٹ دھرمی کرے، اپنے اختلاف پر جم جائے تو پھر نہ اختلاف دور ہوگا، نہ فرقہ بندی سے بچاؤ ہو سکے گا، فرقہ بندی لازمی پیدا ہوگی، اور وہی ہوگا جو اللہ تعالےٰ پسند نہیں فرماتا۔

اللہ تعالےٰ اس امت کو اختلاف اور فرقہ بندی کی لعنت سے ہوشیار کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○ (آل عمران - ۱۰۵)

اے ایمان والو، تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقے فرقے بن گئے اور کھلے دلائل آجانے کے بعد (اپنے اپنے) اختلاف پر جمے رہے، ایسے لوگوں کے لئے (بہت) بڑا عذاب ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرقہ بندی بہت بری چیز ہے، اللہ تعالےٰ اس امت کو فرقہ بندی سے ڈرا رہا ہے۔ مزید برآں اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرقہ پرستوں کے لئے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔

اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ فرقہ بندی کو روکنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنی عبادت اور تقویٰ پر زور دیا۔ عبادت اور تقویٰ سے مراد یہی ہے کہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو تسلیم کئے چلے جائیں، اللہ تعالےٰ کی نازل کردہ شریعت کو مضبوطی سے پکڑ لیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۔ (آل عمران - ۱۰۳)

اے ایمان والو، اللہ کی رسّی کو سب مل کر مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور فرقے فرقے نہ بنو۔

اللہ تعالےٰ کی رسّی سے مراد اللہ تعالےٰ کی شریعت ہے، قرآن و حدیث ہے۔ اگر لوگ اس کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور اس کے خلاف نہ اپنی رائے کو مانیں اور نہ کسی دوسرے کی رائے کو مانیں، خواہ وہ دوسرا کوئی کیوں نہ ہو، تو پھر نہ اختلاف باقی رہے گا اور نہ کوئی فرقہ۔ اللہ تعالےٰ کی رسّی یعنی قرآن و حدیث کو چھوڑ دینے ہی سے فرقہ بندی پیدا ہوتی ہے۔

الغرض اختلاف بہت بُری چیز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَخْتَلِفُوا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا (صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب بعد حدیث الغار جزء ۴ ص ۲۱۳)

اختلاف نہ کیا کرو، اس لئے کہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تھا وہ اسی اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب

اس وقت تک قرآن پڑھو جب تک تمہارے دل اس پر متفق رہیں، پھر جب تم اختلاف کرو تو اٹھ کھڑے ہو (تاکہ اختلاف بڑھنے

اقرءوا القرآن ما ائتلفت . . . . . اور جمنے نہ پائے)۔
جزء ۶ ص ۲۲۵ وکتاب الاعتصام باب
کراھیۃ الاختلاف جزء ۹ ص ۱۳۶ وصحیح
مسلم کتاب العلم باب النھی عن اتباع
متشابہ القرآن جزء ۲ ص ۴۶۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْوَاتَ رَجُلَیْنِ اخْتَلَفَا فِیْ اٰیَۃٍ فَخَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْرَفُ فِیْ وَجْھِہِ الْغَضَبُ فَقَالَ اِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِاخْتِلَافِھِمْ فِی الْکِتَابِ (صحیح مسلم کتاب العلم باب النھی عن اتباع متشابہ القرآن، جزء ۲ ص ۴۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آواز سُنی جو ایک آیت میں اختلاف کر رہے تھے، آپ باہر تشریف لائے، آپ کے چہرہ سے غصّہ کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، آپ نے فرمایا تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ (اللہ کی) کتاب میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ کو یمن بھیجا تو فرمایا:۔

یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب مایکرہ من التنازع جزء ۴ ص ۷۹)

آسانیاں پیدا کرنا، سختیاں نہ ڈالنا، خوشخبریاں سنانا، نفرت نہ دلانا، اتفاق رکھنا، اختلاف نہ کرنا۔

الغرض اختلاف بہت بُری چیز ہے، اختلاف اللہ تعالےٰ کے غضب کا موجب ہے، اختلاف سے بچنے والے ہی اللہ تعالےٰ کی رحمت سے حصّہ پاتے ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ ○ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ۔ (ھود - ۱۱۸ و ۱۱۹)

لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر ہاں (وہ لوگ اختلاف سے بچ جائیں گے) جن پر آپ کے ربّ کا رحم ہو جائے۔

آیت زیرِ تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کبھی اختلاف واقع ہوا اللہ تعالےٰ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا (فَھَدَی اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا . . . . . .) پھر جو لوگ نبیوں پر ایمان لے آئے ان کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت دی، ان کا اختلاف ختم ہو گیا (وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرماتا ہے یعنی جو لوگ ہدایت حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ

کے مقررہ قواعد وضوابط پر کاربند ہوتے ہیں انہی کو اللہ تعالےٰ ہدایت دیتا ہے مثلاً ہدایت کی تلاش کرنا ہدایت حاصل کرنے کے قواعد وضوابط میں سے ایک قاعدہ اور ضابطہ ہے، جو ہدایت کی تلاش کرتا ہے اُسے ہدایت مل جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (العنکبوت - ۶۹)

جو لوگ ہمارے (دین) میں آنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنے راستے بتا دیتے ہیں (جن سے ہو کر وہ صراط مستقیم تک پہنچ جائیں)

دوسرا ضابطہ جس کی بنیاد پر ہدایت ملتی ہے خلوص ہے۔ اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی ہے، جس شخص میں خلوص ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو گمراہی اور ضلالت کے جنگلوں سے نکال کر ان راستوں پر ڈال دیتا ہے جو راستے صراط مستقیم تک پہنچا دیتے ہیں، یعنی ایسے ذرائع مہیا کر دیتا ہے جس کے ذریعہ وہ مخلص بندہ صراط مستقیم کو پانے میں کامیاب ہو جاتا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (المائدۃ ۵ - ۱۶)

اللہ اس کتاب مبین کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کے راستے بتا دیتا ہے جو اللہ کی رضاء کی پیروی کرتے ہیں، پھر ان کو اپنے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے اور ان کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرما دیتا ہے۔

الغرض ہدایت کے لئے اللہ تعالےٰ کی مشیت سے مراد یہ ہے کہ ہدایت وہ شخص پاتا ہے جس میں خلوص ہو، ہدایت کے لئے لگن ہو، جو اس کی تلاش میں جدوجہد کرے، جس میں ضد، ہٹ دھرمی اور حق پوشی کی خصلت نہ ہو، برخلاف اس کے جس میں نہ خلوص ہو، نہ حق کی تلاش کے لئے کوشش کرے، بلکہ حق کے مل جانے پر ضد اور ہٹ دھرمی کرے یا حق کے موجود ہونے پر حق کو چھپائے ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں ملتی۔ (تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶ کی تفسیر صـ۱۲۱ پر اور آیت نمبر ۲۶ کی تفسیر صـ۱۸۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

عمل

اے لوگو، ایک جماعت بن کر رہیئے، اختلاف نہ کیجئے، اختلاف اگر کبھی ہو جائے تو اس کو ہوا نہ دیجئے، اس پر مزید بحث نہ کیجئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اختلاف جڑ پکڑ جائے اور ضد پیدا ہو جائے۔

اے لوگو، جب آپ کی رائے کے خلاف دلیل مل جائے تو اس پر ایمان لائیے، اس پر عمل کیجئے، اپنی اختلافی رائے سے رجوع کر لیجئے، دلیل آجانے کے بعد اپنی رائے پر جمے رہنا بہت بُری بات ہے،

یہی فرقہ بندی کی جڑ ہے، یہی تکبّر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر جزء اول ص۵۲)

تکبر یہ ہے کہ حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا
مِنْ قَبْلِكُمْ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ
وَزُلْزِلُوا حَتّٰى يَقُولَ الرَّسُولُ
وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ
اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ ﴿۲۱۴﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں یونہی داخل ہو جاؤ گے حالانکہ جو لوگ تم سے پہلے گذر چکے ہیں ان لوگوں جیسی مصیبتیں تمہیں ابھی پیش نہیں آئیں، ان کو بڑی بڑی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ خوب جھنجوڑے گئے یہاں تک کہ رسول اور ایمان والے جو ان کے ساتھ تھے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی، (اللہ تعالےٰ نے فرمایا) خبردار ہو جاؤ، اللہ کی مدد عنقریب آنے والی ہے۔ ﴿۲۱۴﴾

معانی ومصادر (حَسِبْتُمْ) حَسِبَ، یَحْسَبُ، حِسْبَانٌ و مَحْسِبَةٌ (س ح) گمان کرنا۔
(مَثَلُ) مَثَلَ، یَمْثُلُ، مُثُولٌ (ن) مثل ہو جانا، تصویر بنانا۔ تشبیہ دینا۔
(خَلَوْا) خَلَا، یَخْلُوْا، خُلُوٌّ وخَلَاءٌ (ن) خالی کر دینا، بھر دینا، گذر جانا [خَلَا کی جمع خَلَوْا]

(مَسَسْتُ) مَسَّ، یَمَسُّ، مَسٌّ ومَسِیْسٌ (ن) چھُونا۔
(بَاسَآءُ) بَؤُسَ، یَبْؤُسُ، بَاْسٌ (ك) سخت ہونا۔ [بأسآء = شدت، سختی، مفلسی]
(ضَرَّآءُ) ضَرَّ، یَضُرُّ، ضُرٌّ (ن) نقصان پہنچانا [ضَرَّاءُ = شدت، نقصان]
(زُلْزِلُوْا) زَلْزَلَ، یُزَلْزِلُ، زَلْزَلَةٌ وزِلْزَالٌ (باب فَعْلَلَةٌ۔ رباعی مجرد) ہلانا، ڈرانا۔
(قَرِیْب) قَرِبَ، یَقْرَبُ، وقَرُبَ، یَقْرُبُ، قُرْبَانٌ وقُرْبٌ (ك س) قریب ہونا۔

تفسیر آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب مؤمنین سخت پریشانی میں مبتلا تھے، انہیں ناقابل برداشت تکلیفیں پہنچائی جارہی تھیں، وہ ابتلاء اور آزمائش کے دَور سے گذر رہے تھے اور یہ دَور کافی طویل ہوتا چلا جارہا تھا، اللہ تعالےٰ نے ایسے موقع پر یہ آیت نازل فرماکر مؤمنین کو تسلی فرمائی۔

اس آزمائشی دور کا ایک واقعہ بھی ملتا ہے جو اس آیت کے شانِ نزول پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔

حضرت خبابؓ کہتے ہیں:۔

شَكَوْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَّهٗ فِىْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ قُلْنَا لَهٗ اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا، اَلَا تَدْعُوا اللّٰهَ لَنَا قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهٗ فِى الْاَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيْهِ فَيُجَآءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوْضَعُ عَلٰى رَاْسِهٖ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ وَمَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَيُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَادُوْنَ لَحْمِهٖ مِنْ عَظْمٍ اَوْ عَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَآءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ (صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام جزء ۴ ص۲۲۲)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی مصیبتوں کی شکایت کی، آپ اس وقت کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر کا تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا (اے اللہ کے رسول) کیا آپ ہمارے لئے (اللہ تعالےٰ) سے مدد طلب نہیں کریں گے کیا آپ ہمارے لئے اللہ سے دعاء نہیں کریں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ تم سے پہلے گذرے ہیں (ان کا تو یہ حال تھا کہ) ان میں سے کسی شخص کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا تھا، پھر اس گڑھے میں اُسے کھڑا کر دیا جاتا تھا پھر آرا لایا جاتا تھا اور اس کے سر پر رکھ کر اس کے بدن کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا لیکن یہ بات اُسے دین سے باز نہیں رکھتی تھی اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ لوہے کی کنگھیاں اس کے بدن پر کی جاتی تھیں اور وہ کنگھیاں گوشت کو چیرتی ہوتی ہڈی یا پٹھے تک پہنچ جایا کرتی تھیں لیکن یہ بات بھی اُسے دین سے نہ روکتی تھی (وہ مستقل مزاجی کے ساتھ دین پر جما

رہنا تھا) اللہ کی قسم، اللہ ضرور اس امر (دین) کی تکمیل فرمائے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضرموت تک جائے گا اور اُسے سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہ ہوگا یا اپنی بکریوں کے لئے سوائے بھیڑیئے کے اور کسی کا خوف نہ ہوگا، لیکن (اے ایمان والو) تم جلدی کرتے ہو۔

آیت زیرِ تفسیر اور حدیث مندرجہ بالا کا تقاضا یہ ہے کہ مصائب پر صبر کرنا چاہیئے، استقامت اختیار کرنی چاہیئے، بے صبری اور جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔

جن مصیبتوں اور تکلیفوں کا ذکر آیت زیرِ تفسیر میں ہے ان میں سے دو باتیں حدیث میں بیان ہوئی ہیں یعنی آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر ڈالنا اور گوشت پر لوہے کی کنگھیاں کرنا، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تکلیفیں ہوں گی جو گذشتہ امت کے لوگوں کو پہنچی ہوں گی، انہیں خوب ڈرایا گیا اور جھنجوڑا گیا، وہ ان تمام مصائب پر صبر کرتے رہے لیکن جب مصائب کے دَور نے طول کھینچا تو آخر انہوں نے اللہ تعالےٰ سے مدد طلب کی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا (گھبراؤ نہیں) بس اب مدد کا وقت قریب آگیا ہے۔

آیت بتا رہی ہے کہ بغیر قربانی کے کچھ نہیں ہوتا، قربانیاں دینی پڑتی ہیں، تکلیفیں سہنی پڑتی ہیں، اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ بغیر قربانی دئے اور بغیر تکلیفیں سہے جنت مل جائے گی تو اس کا یہ گمان صحیح نہیں، اللہ تعالےٰ نے جگہ جگہ اس گمان کا ابطال کیا ہے اور مؤمنین کی غلط فہمی کو دور کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○ (العنکبوت - ۲)

کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ انہیں صرف اتنی بات کہنے پر کہ "ہم ایمان لائے"، چھوڑ دیا جائے گا، اور ان کی آزمائش نہیں ہوگی۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ محض ایمان کا دعویٰ کافی نہیں، ایمان لانے کے بعد آزمائش بھی ہوگی اور اس آزمائش میں پورا اترنا ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (اٰل عمران - ۱۴۲)

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ جنت میں یونہی داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تو اللہ نے (آزمائش کر کے) دیکھا ہی نہیں کہ کون تم میں سے جہاد کرتا ہے اور کون ثابت قدم رہتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ۔
(التوبۃ - ۱۶)

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں یونہی (بے آزمائش) چھوڑ دیا جائیگا حالانکہ ابھی تو اللہ نے دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون جہاد کرتا ہے (اور کون نہیں کرتا)۔

الغرض آزمائش ضرور ہوگی، (آزمائش کے سلسلہ میں تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۵ کی تفسیر ص ۵۰۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

جو لوگ آزمائش میں پورے اتریں گے اور ہر قسم کی مصیبت جھیل کر بھی ایمان پر قائم رہیں گے وہی جنت میں جائیں گے اور جو لوگ ایمان لاکر تکلیفیں نہ برداشت کرسکے اور الٹے پاؤں کفر کی طرف لوٹ گئے تو ایسے لوگ جنت میں نہیں جاسکتے۔

عمل

اے لوگو، ایمان کے زبانی دعوے کے ساتھ ایمان کا عملی ثبوت بھی دیجئے، مصائب کو برداشت کیجئے، اللہ تعالےٰ کے راستے میں جہاد کیجئے اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہیئے، صحابہ کرامؓ کی مثال سامنے رکھیئے، جس طرح گذشتہ امتوں کو تکلیفیں پہنچیں، انہیں بھی پہنچیں، جس طرح گذشتہ امتوں کے لوگ ڈرائے گئے اور جھنجوڑے گئے، صحابہ کرامؓ بھی ڈرائے گئے اور جھنجوڑے گئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝
(الاحزاب - ۱۱)

اس موقع پر مؤمنین کی (خوب) آزمائش کی گئی اور انہیں خوب جھنجوڑا گیا۔

اے لوگو، صحابہ کرام نے صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، آپ بھی نہ چھوڑیئے، ثابت قدم رہیئے۔ اور ہر قسم کی مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کیجئے، جنت میں جانے کا یہی ذریعہ ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ
مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ
وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ
خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

ترجمہ (اے رسول) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کے راستے میں) کس طرح خرچ کریں، آپ کہہ دیجئے کہ جو مال بھی تم خرچ کرنا چاہو تو (اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ) اس کے (اصل) مستحق (تمہارے) والدین (تمہارے) قریبی رشتہ دار، یتیم بچے، مساکین اور مسافر ہیں اور (یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ) تم جو نیکی بھی کرو گے اللہ کو اس کا علم ہوگا (وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں رہے گی، لہٰذا ضائع بھی نہیں ہوگی) ﴿۲۱۵﴾۔

معانی ومصادر (يُنْفِقُوْنَ) (اَنْفَقْتُمْ) اَنْفَقَ، يُنْفِقُ، اِنْفَاقٌ (باب افعال) خرچ کرنا۔
(يَتٰمٰى) يَتَمَ، يَيْتِمُ و يَتِمَ، يَيْتَمُ و يَتُمَ، يَيْتُمُ، يُتْمٌ (ض س ك) باپ سے محروم ہوجانا۔
(مَسٰكِيْن) سَكَنَ، يَسْكُنُ، سُكُوْنٌ و سَكَنَ، يَسْكُنُ، سُكُوْنَةٌ (ن ك) محتاج ہونا۔
(تَفْعَلُوْا) فَعَلَ، يَفْعَلُ، فَعْلٌ (ف) کرنا۔

تفسیر آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جو مال ہم خرچ کریں تو وہ کس کس کو دیں؟ اس کے اصل مستحق کون لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اس کے اصل مستحق تمہارے والدین، تمہارے قریبی رشتہ دار، یتیم بچے، مساکین اور مسافر ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔
(بنیٓ اسرآءیل - ۲۳)

(اے رسول) آپ کے ربّ نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔

چند آیات آگے چل کر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝
(بنیٓ اسرآءیل - ۲۶)

رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو اس کا حق ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو (کہ سب کچھ اپنے اوپر ہی خرچ کر ڈالو اور حق دار محروم رہ جائیں)۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ۔
(البقرۃ - ۱۷۷)

(نیکی تو دراصل ان لوگوں کی نیکی ہے جو) مال کی محبت کے باوجود اُسے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں پر اور غلاموں کے آزاد کرانے میں خرچ کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے سوال کیا:۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِىْ؟ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ اَبُوْكَ (صحیح بخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبة جزء ۸ ص۲ وصحیح مسلم کتاب البر باب برالوالدین جزء ۲ ص۳۱۷) وفی روایة له ثُمَّ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ۔

اے اللہ کے رسول، میرے حسن صحابت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں"۔ اس نے کہا "پھر کون ہے"؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں"۔ اس نے کہا "پھر کون؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں"۔ اس نے کہا "پھر کون"؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پھر تمہارا باپ، پھر جو تمہارے قریبی رشتہ دار ہوں"

نوٹ:۔ خط کشیدہ عبارت صرف صحیح مسلم میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَفْضَلُ دِيْنَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهٗ عَلٰى عِيَالِهٖ وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلٰى دَآبَّتِهٖ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهٗ عَلٰى

سب سے افضل دینار جو کوئی آدمی خرچ کرے وہ دینار ہے جو وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو وہ اللہ کے راستہ میں (جہاد کرنے کے

أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ علی العیال جزء اول ص۳۱۲)

لئے) اپنی سواری کے جانور پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو وہ اللہ کے راستہ میں لڑنے والے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

دِينَارًا أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ۔ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ علی العیال جزء اول ص۳۱۲)

ایک دینار تو وہ ہے جو تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو، ایک دینار وہ ہے جو تم غلام آزاد کرانے میں خرچ کرو، ایک دینار وہ ہے جو تم مسکین کو دو اور ایک دینار وہ ہے جو تم اپنے اہل پر خرچ کرو ان میں اجر کے لحاظ سے سب سے زیادہ بڑا وہ دینار ہے جو تم اپنے اہل پر خرچ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ فَإِنْ فَضَلَ عَنْ أَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِي قَرَابَتِكَ فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِي قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهٰكَذَا يَقُولُ فَبَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الابتداء فی النفقۃ بالنفس ..... جزء اول ص۳۱۲)

اپنے نفس سے ابتداء کرو، پہلے اپنے نفس پر خرچ کرو، پھر اگر کچھ بچے تو اپنے اہل پر خرچ کرو، پھر اگر کچھ بچ جائے تو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرو، پھر اگر بچ جائے تو اس اس طرح خرچ کرو یعنی اپنے سامنے بھی خرچ کرو، اور اپنے دائیں بھی خرچ کرو، اور اپنے بائیں بھی خرچ کرو۔

دو عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:۔

أَتَجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلَى أَزْوَاجِهِمَا وَعَلَى يَتَامَىٰ فِي حُجُورِهِمَا .....

اگر وہ اپنے شوہروں اور یتیم بچوں کو جو انکی گودوں میں پرورش پا رہے ہیں صدقہ دیں تو یہ ان کے لئے کافی ہوگا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَهُمَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ جزء اول ص۳۲۰ و ۳۲۱)

(ہاں) ان کے لئے دو اجر ہوں گے، ایک اجر قرابت کا اور ایک اجر صدقہ کا۔

حضرت اُمّ سلمہؓ نے سوال کیا:۔

يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ لِي أَجْرٌ فِي بَنِي أَبِي

سَلَمَةَ اُنْفِقُ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ نَعَمْ لَكِ فِيْهِمْ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ (صحیح بخاری کتاب النفقات باب علی الوارث مثل ذلك جزء ۷ ص۸۶ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقة جزء اول ص۳۲۲)

ابو سلمہ کے بچوں پر خرچ کروں تو مجھے اجر ملے گا۔ میں انہیں چھوڑ تو نہیں سکتی آخر وہ میرے بھی بچے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جو کچھ تم ان پر خرچ کرو گی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ (صحیح مسلم کتاب البر باب صلة اهل ود الاب جزء ۲ ص۳۲۲)

سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اولاد اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَقَالَ بِاِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى (صحیح بخاری کتاب البر باب فضل من یعول یتیما جزء ۸ ص۱ وصحیح مسلم کتاب الزهد باب الاحسان علی الارملة جزء ۲ ص۵۹۱ واللفظ للبخاری)

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے، آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلسَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ كَالَّذِيْ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ (صحیح بخاری کتاب الادب باب الساعی علی الارملة جزء ۸ ص۱ وصحیح مسلم کتاب الزهد باب الاحسان الی الارملة جزء ۲ ص۵۹۱)

بیوہ اور مسکین کی خدمت کرنے والا ایسا ہے جیسا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا جیسا دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو نماز پڑھنے والا۔

مسکین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْاَلُ النَّاسَ (صحیح بخاری

مسکین وہ ہے جس کی اتنی آمدنی نہ ہو جو اُسے کفایت کرے، نہ کوئی اسے مسکین سمجھتا ہو کہ (خود ہی) اُسے کچھ دے دے اور نہ وہ خود

کتاب الزکوۃ باب قول اللہ تعالیٰ لا یسئلون الناس الحافاً جزء ۲ ص۱۵۳ وصحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب المسکین الذی لا یجد غنیً جزء اول ص۳۱۲ و اللفظ للبخاری) وفی روایۃ لمسلم وَلَا یَسْأَلُ النَّاسَ شَیْئًا)

کھڑے ہو کر لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِبْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ (صحیح بخاری کتاب النفقات باب وجوب النفقۃ علی الاھل والعیال ص۸۱۷ وصحیح مسلم کتاب الزکوۃ ص۳۱۳ ج۱)

خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جن پر خرچ کرنے کے تم ذمہ دار ہو (مثلاً اہل وعیال)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ○

(البقرۃ - ۲۷۳)

(تمہارے صدقات) ان فقراء کے لئے بھی وقف ہونے چاہئیں جو اللہ کے راستہ میں روک لئے گئے ہیں اور ملک میں جانے آنے کی استطاعت نہیں رکھتے (کہ کچھ کمائی کر سکیں) سوال سے بچنے کی وجہ سے جاہل انہیں غنی سمجھتا ہے، آپ ان کے چہروں سے انہیں پہچان لیتے ہیں۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے، (اور اے ایمان والو) جو مال بھی تم خرچ کرو گے (وہ ضائع نہیں ہو گا) اس لئے کہ بے شک اللہ کو اس کا علم ہو گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے کسب معاش نہیں کر سکتے ان کو بھی صدقات دینے چاہئیں، مثلاً اللہ تعالےٰ کے راستہ میں لڑنے والے اور علم دین حاصل کرنے والے اپنا پورا وقت اللہ تعالےٰ کے کام میں لگا دیتے ہیں، ایسے لوگ صدقات کے زیادہ مستحق ہیں۔

آیت بالا، آیت زیر تفسیر اور مندرجہ بالا احادیث سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ کون لوگ صدقات کے زیادہ مستحق ہیں اور ان میں کیا ترتیب ہے، آیت و احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے، ماں باپ پر خرچ کرے، پھر قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرے، اپنے شوہر پر خرچ کرے، اپنے پہلے شوہر کے بچوں پر خرچ کرے، پھر آگے، دائیں، بائیں ہر طرف خرچ کرے، یعنی

یتیموں پر خرچ کرے، مسکینوں پر خرچ کرے، بیواؤں پر خرچ کرے، مسافروں پر خرچ کرے، غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کرے، جہاد میں خرچ کرے، جہاد کرنے والوں اور طلباء پر خرچ کرے وغیرہ وغیرہ۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ) جو نیکی بھی تم کروگے وہ ضائع نہیں ہوگی، وہ اللہ تعالےٰ کے علم میں ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کا اجر دے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (اٰل عمران - ۹۲)

جو چیز بھی تم خرچ کروگے وہ اللہ کے علم میں ہوگی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ۔ (الانفال - ۶۰)

جو چیز بھی تم اللہ کے راستہ میں خرچ کروگے اس کا اجر تمہیں پورا پورا دیا جائیگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ - ۲۷۳)

جو مال بھی تم خرچ کروگے تو بے شک وہ اللہ کے علم میں ہوگا۔

نوٹ:۔ اس سلسلہ میں مزید معلومات کے لئے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۷۷ کی تفسیر صفحہ ۵۵ پر ملاحظہ فرمایئے

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہیئے، اور اُن مصارف میں خرچ کیجئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں اور جس ترتیب سے خرچ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اس کا خیال رکھیئے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ
وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا
وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢١٦﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) تم پر (اللہ کے راستہ میں) لڑنا فرض کیا جاتا ہے اگرچہ یہ تم کو ناگوار تو ضرور گذرے گا لیکن یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے حق میں اچھی ہو اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور (یہ تو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ (کونسی چیز تمہارے لئے اچھی ہے) اور (کونسی چیز بُری ہے) تمہیں (اس کا) علم نہیں۔ ﴿٢١٦﴾

معانی ومصادر (كُتِبَ) كَتَبَ، يَكْتُبُ، كَتْبٌ. كِتَابٌ كِتْبَةٌ وكِتَابَةٌ (ن) لکھنا۔ فرض کردینا۔

(قِتَالٌ) قَاتَلَ، يُقَاتِلُ، مُقَاتَلَةٌ وقِتَالٌ (باب مفاعلہ) جنگ کرنا، لعنت کرنا۔

(كُرْهٌ) (تَكْرَهُوْا) كَرِهَ، يَكْرَهُ، كُرْهٌ وكَرَاهَةٌ وكَرَاهِيَةٌ ومَكْرُهَةٌ (س) ناپسند کرنا۔

(عَسٰى) عَسٰى = ہوسکتا ہے، قریب ہے، عجب نہیں، بہت ممکن ہے۔

(خَيْرٌ) خَارَ، يَخِيْرُ، خَيْرٌ (ض) خیر والا ہونا، بہتری کرنا۔

(شَرٌّ) شَرَّ، يَشِرُّ، شَرٌّ وشَرَارَةٌ وشَرَرٌ (ن ف ض) شر سے متصف ہونا، برائی کرنا۔

تفسیر ایک زمانہ وہ تھا کہ مؤمنین کو جنگ وجدال کی اجازت نہ تھی بلکہ صبر و درگذر سے کام لینے کی ہدایت کی گئی تھی، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (آل عمران - ۱۸۶)

اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (البقرۃ - ۱۰۹)

معاف کرو اور درگذر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے لڑنے کی اجازت دی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ○ (الحج - ۳۹)

مؤمنین کو جن پر اب تک ظلم ہوتا رہا ہے اجازت دی جاتی ہے کہ جو لوگ ان سے لڑتے ہیں (وہ بھی اُن سے لڑیں) اللہ (ان کی مدد کرے گا) بے شک وہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

آیت زیرِ تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے جنگ کو فرض کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جنگ کو تم پر فرض کیا جا رہا ہے اگرچہ یہ تم کو بری معلوم ہوگی (عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ) ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو بُرا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور تم کسی چیز کو اچھا سمجھو وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○ (النساء ۲ - ۱۹)

ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو بُرا سمجھو اور اللہ اُسی چیز میں تمہارے لئے بہت سی بھلائیاں پیدا کر دے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کونسی چیز تمہارے حق میں اچھی ہے اور کونسی بُری، تمہیں اس کا علم نہیں اس کا علم تو اللہ تعالےٰ ہی کو ہے، وہی اپنے علم سے تم کو بتاتا ہے کہ فلاں چیز تمہارے لئے اچھی ہے اور فلاں چیز بُری۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کے احکام پر چلتے رہو خواہ وہ احکام تم پر شاق ہی کیوں نہ گذریں۔ اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل میں اگر کچھ تکلیف پہنچتی بھی ہے تو وہی تو اجر و ثواب کی موجب ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ

(اے ایمان والو) ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے۔ کچھ خوف سے، کچھ بھوک سے اور کچھ

رَبِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ○
(البقرۃ ۱۵۵)

جان و مال اور پھلوں کے نقصان سے، تو اے رسول جو (ان آزمائشوں میں) صبر کریں انہیں (اجر و ثواب کی) خوشخبری سنا دیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب حجبت النار بالشہوات جزء ۸ ص۱۲۷)

دوزخ شہوات سے ڈھانک دی گئی ہے اور جنت ناگوار کاموں سے ڈھانک دی گئی (یعنی اپنی خواہش کے مطابق کام کرنے والا دوزخ میں جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے والا خواہ وہ احکام ناگوار ہی کیوں نہ گذریں جنت میں جائے گا)

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ جنت حاصل کرنے کے لئے کچھ قربانیاں دینی ہوں گی، کچھ تکلیفیں برداشت کرنی ہوں گی۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ

کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جسکے ذریعہ اللہ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور درجات کو بلند کر دیتا ہے۔

صحابۂ کرام نے عرض کیا:۔
بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

کیوں نہیں، اے اللہ کے رسولؐ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب فضل اسباغ الوضوء جزء اول ص۱۲۳)

ناگوار حالتوں میں وضوء کو پورا کرنا، مساجد کی طرف (جاتے ہوئے) قدموں کی کثرت ہونا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی تو رباط ہے (نگرانی و حفاظت اسی کو کہتے ہیں)۔

الغرض اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے ناگوار کام کرنا خوش نصیبی ہے، جنت ایسے ہی کاموں سے ملتی ہے اور درجات ایسے ہی کاموں سے بلند ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ

جو شخص اللہ کے راستہ میں لڑے پھر قتل ہو جائے

يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (النساء - ۷۴)

یا غالب ہو جائے ایسے شخص کو ہم اجر عظیم عطاء کریں گے۔

اللہ تعالےٰ کے راستہ میں لڑنے سے صرف آخرت ہی میں اجر و ثواب نہیں ملتا بلکہ دنیا میں بھی رفعت و سربلندی ملتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ (جامع ترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی حرمة الصلوٰة، صحیح الترمذی جزء ۲ ص ۲۳)

اسلام کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔

الغرض (اے ایمان والو) جنگ کرنا تم کو ناگوار تو ضرور گذرے گا لیکن اسی میں تمہاری بھلائی ہے، لہٰذا اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جنگ کرتے رہو، اللہ تعالےٰ تمہیں سربلندی عطاء فرمائے گا۔

نوٹ:۔ جنگ کے جملہ مسائل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیات نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۴ کی تفسیر صـ ۶۶۳ پر ملاحظہ فرمائیں

عمل

اے لوگو، ان چیزوں پر عمل کیجئے جن چیزوں پر عمل کرنے کا حکم اللہ تعالےٰ نے دیا ہے خواہ وہ چیزیں آپ کو ناگوار ہی کیوں نہ گذریں۔ کچھ قربانیاں دیجئے، بغیر قربانی کے کچھ نہیں ملتا۔ اس سلسلہ میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۴ کی تفسیر صـ ۵۷۰ پر ملاحظہ فرمائیں

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں لڑتے رہیئے، جب کبھی جنگ کے لئے کہا جائے تو فوراً تیار ہو جایا کیجئے، اگر جنگ کی نوبت نہ آئے تو اس کا تصور ہی ذہن میں رکھیئے، نیت یہ رکھیئے کہ جب کبھی جنگ کا موقع آئے گا آپ ضرور اللہ تعالےٰ کے دین کے لئے لڑیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسُهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنَ النِّفَاقِ۔ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب ذم من مات ولم یغز..... جزء ۲ صـ ۱۵۸)

جو شخص ایسی حالت میں مر جائے کہ نہ اس نے (اللہ کے راستہ میں) جنگ کی ہو اور نہ دل میں جنگ کی نیت رکھی ہو تو وہ نفاق کی ایک شاخ پر مریگا۔

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ
قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ
وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ
بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ
أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ
وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ
يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنْ
دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ
يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ

فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰٓئِكَ
حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ
النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿۲۱۷﴾ إِنَّ
الَّذِينَ اٰمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا
وَجٰهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ
يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۱۸﴾

ترجمہ (اے رسول) لوگ آپ سے حرمت والے مہینہ میں لڑنے کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ حرمت والے مہینہ میں لڑنا بڑا گناہ ہے لیکن اللہ کے راستہ سے روکنا،

اللہ کے ساتھ کفر کرنا، مسجد حرام میں جانے سے روکنا اور مسجد الحرام میں عبادت کرنے والوں کو مسجد الحرام سے نکال دینا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بڑے گناہ ہیں اور فتنہ (انگیزی جو اے کافرو تم کرتے رہتے ہو یہ تو) قتل سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے اور (اے ایمان والو تم ان سے ہوشیار رہنا) یہ تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو تم کو تمہارے دین اسلام سے پھیر دیں اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے منحرف ہو جائے اور پھر وہ کفر کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں جگہ ضائع کر دئے جائیں گے (یہ ان اعمال سے کہیں بھی فائدہ نہ اٹھا سکیں گے) یہ لوگ دوزخی ہیں اور یہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے (انہیں اللہ سے کسی قسم کی بخشش اور رحمت کی امید نہیں رکھنی چاہئے) ﴿۲۱۷﴾ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے رہے یہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ (ان سے اگر کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے تو اللہ معاف کر دے گا کیونکہ) اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے ﴿۲۱۸﴾

معانی و مصادر

(حَرَام) حَرُمَ، یَحْرُمُ، حُرْمٌ وحُرْمَةٌ وحَرَامٌ وحَرِمَ، یَحْرَمُ، حَرَمٌ وحَرَامٌ (ک س) حرام ہونا، رک جانا۔

(کَبِیْرٌ) کَبُرَ، یَکْبُرُ، کِبَرٌ وکُبْرٌ وکُبَارَةٌ (ک) عظیم القدر ہونا، بڑا ہونا، شاق گذرنا، بھاری ہونا۔

(صَدٌّ) صَدَّ، یَصُدُّ، صَدٌّ (ن) روکنا، منع کرنا، پھیرنا۔

(یَزَالُوْنَ) زَالَ، یَزَالُ ویَزِیْلُ، زَیْلٌ (ف) ہٹانا۔

(اِسْتَطَاعُوْا) اِسْتَطَاعَ، یَسْتَطِیْعُ، اِسْتِطَاعَةٌ (باب استفعال) طاقت ہونا، کر سکنا۔

(یَرْتَدِدْ) اِرْتَدَّ، یَرْتَدُّ، اِرْتِدَادٌ (باب افتعال) لوٹنا، لوٹانا، مرتد ہونا۔

(حَبِطَ) حَبِطَ، یَحْبَطُ، حَبْطٌ وحُبُوْطٌ (س) ضائع ہونا۔

(یَرْجُوْنَ) رَجَا، یَرْجُوْ، رَجَاءٌ ورَجْوٌ ورَجَاةٌ ومَرْجَاةٌ (ن) امید رکھنا۔

تفسیر

آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حرمت والے مہینہ میں جنگ و جدال کے متعلق طنزاً سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا (یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ) (اے رسول! یہ لوگ) آپ سے حرمت والے مہینہ میں جنگ کرنے کے متعلق سوال کر رہے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ (قِتَالٌ فِیْهِ کَبِیْرٌ) (بے شک) حرمت والے مہینہ میں لڑنا بہت بڑا گناہ ہے (لیکن جو اس سے بھی بڑے گناہ ہیں انہیں تم ہلکا سمجھتے ہو، انہیں نظر انداز کر دیتے ہو اور کرتے رہتے ہو، اگر واقعی تمہیں گناہ کا احساس ہے تو اس گناہ سے زیادہ بڑے گناہ کیوں کرتے ہو، یعنی) (صَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ) **اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنا**، لوگوں کو اسلام لانے سے باز رکھنا (وَکُفْرٌ بِهٖ) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا (وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) مؤمنین کو مسجد حرام سے روکنا، اس میں عبادت نہ کرنے دینا (وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ) اور مسجد الحرام میں عبادت کرنے

والوں کو مسجد الحرام سے نکالنا، یہ کام تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک حرمت والے مہینہ میں لڑنے سے زیادہ بُرے ہیں، پھر یہ کام تم کیوں کرتے ہو، مزید برآں تم فتنے اٹھاتے رہتے ہو (وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ) حالانکہ فتنہ تو قتل سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ　　فتنہ (وفساد) تو قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے۔
(البقرۃ - ۱۹۱)

فتنہ وفساد اور ملک میں بدامنی پھیلانا کئی قتلوں اور مفاسد کا باعث ہوتا ہے لہٰذا فتنہ کے مقابلہ میں ایک قتل کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ اگر قتل سے فتنہ وفساد کا دروازہ بند ہو جائے، قتل وخونریزی کا سدّباب ہو جائے تو وہ قتل بجائے خود ایک خیر ہے، کافروں پر افسوس ہے کہ اتنے عظیم الشان گناہ کرتے ہیں اور ان سے کم درجہ کے گناہ کے متعلق سوال کرتے ہیں، انہیں چاہیئے کہ ان تمام بڑے بڑے گناہوں سے توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے مؤمنین کو متنبہ کیا کہ کہیں وہ کفار کے سوال سے دھوکے میں نہ آجائیں، کہیں وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ کفّار کو حرمت والے مہینوں کا کتنا احترام ملحوظ ہے، کہیں وہ اس سے یہ نتیجہ نہ نکال لیں کہ کفّار کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنے کا کتنا خیال ہے اور قتل وخونریزی سے کتنی نفرت ہے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے مؤمنین (انہیں قتل وخونریزی سے کوئی نفرت نہیں یہ تو جنگ وجدال کے خواہاں ہیں تم ان سے ہوشیار رہو) یہ تو تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے اور اس کوشش میں لگے رہیں گے کہ ہو سکے تو تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کر دیں (وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ ....) اور اے مؤمنین اس بات سے بھی خبردار رہو کہ تم میں جو شخص اپنا دین چھوڑ کر مرتد ہو جائے اور کفر کی حالت میں مر جائے (تو اس کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں کوئی رعایت نہیں) ایسے لوگوں کے اعمال بالکل ضائع کر دئے جائیں گے۔ نہ وہ ان سے دنیوی فائدہ حاصل کر سکیں گے اور نہ اُخروی فلاح۔

مرتد کا درجہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک کافر سے بھی بدتر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِى الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِى الْاٰخِرَةِ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِى الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ لَمْ تَكُنْ لَهٗ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا (صحیح مسلم کتاب صفة القيامة والجنة والنار باب جزاء المؤمن بحسناته فى الدنيا والأخرة جزء۲ صـ۳۲۲)

بے شک اللہ مؤمن پر کسی ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا، اس کو اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جائے گا اور آخرت میں بھی، لیکن کافر کو اس کی تمام نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ کے لئے کی ہوں گی دنیا ہی میں دے دیا جائیگا یہاں تک کہ جب وہ میدان محشر میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ اس کا بدلہ اُسے دیا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافر کو اس کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں مل جاتا ہے لیکن آیت زیر تفسیر کی رُو سے مرتد کو

اسکے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں بھی نہیں ملتا، (حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ) دنیا اور آخرت دونوں جگہ اس کے اعمال رائیگاں ہوجاتے ہیں، ایسے لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں کبھی نجات نہیں ملے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يُدْخِلُ اللّٰهُ اَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَيُدْخِلُ اَهْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُوْمُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ فَيَقُوْلُ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَامَوْتَ وَيَا اَهْلَ النَّارِ لَامَوْتَ كُلٌّ خَالِدٌ فِيْمَا هُوَ فِيْهِ۔ (صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب النار یدخلہا الجبارون جزء ۲ ص ۵۳۸ و صحیح بخاری کتاب الرقائق باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب جزء ۸ ص ۱۳۱ واللفظ لمسلم)

اللہ جنتیوں کو جنت میں داخل کردیگا اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل کردے گا پھر ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان کھڑے ہوکر اعلان کریگا "اے اہل جنت، اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ، اب موت نہیں آئے گی۔ ہر ایک جس جگہ ہے ہمیشہ اسی میں رہے گا"۔

آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کو جو مرتد ہوجائیں تنبیہ کردی کہ اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے، ان کو اللہ تعالےٰ سے کسی قسم کی بخشش کی امید نہیں رکھنی چاہیئے، (اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا . . . .) بخشش کی امید تو وہ لوگ رکھ سکتے ہیں جو ایمان لائیں، ہجرت کریں اور اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جہاد کرتے رہیں، ایسے لوگوں سے اگر کوئی غلطی بھی ہوجائے تو اللہ تعالےٰ ان کی غلطی کو معاف کردیگا (وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) کیونکہ اللہ غفور رحیم ہے، وہ بڑا بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

آیت زیر تفسیر سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کے لئے ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسے شخص کو اللہ تعالےٰ سے اچھی امید رکھنی چاہیئے اور جو شخص بُرے اعمال کرے اور پھر بھی اللہ تعالےٰ سے اچھی امید رکھے تو وہ دھوکے میں ہے، وہ فریب نفس میں مبتلا ہے، ایسی امیدیں کام نہیں آئیں گی، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ (النسآء ۴ - ۱۲۳)

(اے ایمان والو) نہ تمہاری خوش فہمیاں کام آئیں گی اور نہ اہل کتاب کی، جو شخص بھی بُرا عمل کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی، وہ اللہ کے علاوہ نہ کوئی کارساز پائے گا اور نہ مددگار۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ○ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ إِنَّهٗ غَفُورٌ شَكُورٌ ○

(فاطر - ۲۹ و ۳۰)

جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں (اور اس کی پیروی کرتے ہیں)، نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں یہ لوگ ایسی تجارت کی امید رکھ سکتے ہیں جو کبھی ضائع نہیں ہوگی، اللہ ان کو ان کا پورا بدلہ دے گا بلکہ اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا (اللہ ان کی غلطیوں کو معاف کر دے گا۔ کیونکہ) اللہ معاف کرنے والا ہے (اور ان کی نیکیوں کی قدر دانی کرے گا اس لئے کہ وہ) قدر دانی کرنے والا ہے۔

عمل

اے لوگو، گناہوں سے بچتے رہیئے، ایسا نہ کیجئے کہ کم درجہ کے گناہوں سے تو آپ بچیں اور ان سے بڑے گناہوں کو بے باکی سے کرتے رہیں، بڑے گناہوں کو زیادہ اہمیت دے کر ان سے زیادہ بچنے کی کوشش کیجئے۔

اے لوگو، حرمت والے مہینوں کا احترام کیجئے، ان میں قتل و خونریزی بالکل نہ کیجئے۔

اے لوگو، لوگوں کو گمراہ نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ کے راستہ سے لوگوں کو نہ روکیئے، جو اسلام قبول کرتا ہے اُسے اسلام قبول کرنے دیجئے، جو حق کو پہچان کر حق کو قبول کرتا ہے آپ اُسے اپنے آبائی مذہب کی خاطر حق کو قبول کرنے سے نہ روکیئے، حق مل جائے تو محض اپنے فرقہ وارانہ مذہب کی محبت میں حق کا انکار نہ کیجئے، یہ کفر کا کام ہے اس سے بچیئے، مؤمنین کو مسجد حرام میں جانے سے نہ روکیئے، نہ وہاں عبادت کرنے سے کسی کو منع کیجئے۔

اے ایمان والو، کافروں سے ہوشیار رہیئے، یہ ہمیشہ آپ سے لڑتے رہیں گے، آپ کو مرتد بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے، آپ استقامت کے ساتھ دین اسلام پر کاربند رہیئے۔

اے لوگو، اللہ تعالےٰ پر، اس کے رسول پر اور اللہ تعالےٰ کی کتاب پر صحیح معنوں میں ایمان لایئے، اللہ تعالےٰ کے راستے میں ہجرت کیجئے، اللہ تعالےٰ کی تمام ممنوعات کو چھوڑ دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب المسلم)

ہجرت کرنے والا وہ ہے جو اللہ کی (تمام) ممنوعات کو چھوڑ دے۔

من سلم المسلمون جزء اول ص۹)

اللہ تعالےٰ کے راستے میں جہاد کرتے رہیئے، اللہ تعالےٰ کے دین کے لئے ہر قسم کی جدوجہد اور کوشش کرتے رہیئے، دین اسلام کے فروغ کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیجئے۔

مندرجہ بالا کام کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ سے نیک امید رکھیئے، خوش فہمیوں میں مبتلا نہ رہیئے۔ خوش فہمیاں کام نہیں آئیں گی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ
فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ
وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَ
يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ
الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١٩﴾ فِى
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ
عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ
خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

ترجمہ (اے رسول) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا نقصان ہے (کہ نیکیاں کرنے سے روک دیتے ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ) لوگوں کے لئے (کچھ) فائدے بھی ہیں لیکن ان کا نقصان ان کے فائدے سے کہیں زیادہ ہے اور (اے رسول) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کیا کریں آپ کہہ دیجئے کہ بہترین اور پاکیزہ مال خرچ کیا کرو، اس طرح اللہ (اپنے) احکام کو وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہا ہے تاکہ تم غور و فکر کر سکو ﴿۲۱۹﴾ دنیا کے معاملات میں بھی اور آخرت کے معاملات میں بھی (اور تم اس نتیجہ پر پہنچ سکو کہ اللہ تعالےٰ کے احکام ہی میں دین و دنیا کی فلاح ہے) اور (اے رسول) لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک بہت اچھا کام ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہنا چاہو (اور اپنے خرچ میں ان کا خرچ شامل کر لو تو کوئی حرج نہیں) وہ تمہارے بھائی ہیں (ان سے بھائیوں جیسی خیر خواہی کرتے رہو، ان کا نقصان نہ ہونے دو) اور اللہ خوب جانتا ہے کہ مفسد کون ہے اور مصلح کون ہے (کون انکا نقصان کرتا ہے اور کون ان کی بہتری کی بات کرتا ہے اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کا خرچ اپنے خرچ میں شامل کرنے کا حکم دے کر اللہ نے تم پر بڑی آسانی کر دی) اگر اللہ چاہتا تو تمہیں (خرچ علیحدہ علیحدہ رکھنے کا حکم دے کر) تکلیف میں مبتلا کر دیتا، (اور ایسا حکم دینا) اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں اس لئے کہ وہ اپنے کام پر) غالب ہے اور اسکے تمام احکام پُر از حکمت ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ) حکمت والا ہے ﴿۲۲۰﴾

معانی و مصادر (خَمْرٌ) خَمَرَ، يَخْمُرُ، خَمْرٌ (ض ن) چھپانا، ڈھانکنا، شراب پلانا، خمیر ڈالنا [خمر = شراب جو عقل کو ڈھانک دیتی ہے]

(مَیْسِر) یَسَرَ، یَیْسِرُ، یَسْرٌ (ض) سہل ہونا، جوا کھیلنا [مَیْسِر = جُوا۔ جوئے کو میسر اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں بغیر محنت کے آسانی سے مال حاصل ہوتا ہے]۔
(اِثْمٌ) اَثِمَ، یَاْثَمُ، اِثْمٌ، اَثَمٌ واَثَامٌ ومَاْثَمٌ (س) ثواب سے روکنا، گناہ کرنا [اِثم = وہ کام جو ثواب سے روک دے یعنی جو بہت فائدے سے محروم کر دے مجازاً نقصان پہنچانے والا کام]۔
(مَنَافِعُ) نَفَعَ، یَنْفَعُ، نَفْعٌ (ف) فائدہ پہنچانا [مَنَافِع = مَنْفَعَۃٌ کی جمع = فائدے]
(عَفْوٌ) عَفَا، یَعْفُوْ، عَفْوٌ (ن) معاف کرنا، مٹا دینا، زیادہ کرنا، زیادہ ہونا [عَفْوٌ = بہترین و پاکیزہ چیز، عمدہ اور چُنا ہوا مال]۔
(اِصْلَاح)(مُصْلِحٌ) اَصْلَحَ، یُصْلِحُ، اِصْلَاحٌ (باب افعال) اصلاح کرنا، مصالحت کرانا، نیکی کرنا۔
(تُخَالِطُوْھُمْ) خَالَطَ، یُخَالِطُ، مُخَالَطَۃٌ وخِلَاطٌ (باب مفاعلۃ) ملانا، شامل کرنا، مِل جل کر رہنا۔
(اَعْنَتَ) اَعْنَتَ، یُعْنِتُ، اِعْنَاتٌ (باب افعال) تکلیف میں ڈالنا، ہلاکت میں ڈالنا۔

تفسیر ان آیات میں اُن تین سوالوں کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے۔

پہلا سوال پہلا سوال شراب اور جوئے کے متعلق کیا گیا، لوگوں نے پوچھا کہ شراب پینا اور جُوا کھیلنا کیسا ہے؟ کیا اسلام میں اس کی اجازت ہے؟ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے رسول، آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا نقصان ہے، یہ دونوں اللہ کے ذکر سے باز رکھتے ہیں، نیکیاں کرنے سے روک دیتے ہیں، شراب اور جوئے کے نشہ میں انسان کو ہوش نہیں رہتا کہ اس کے ذمہ کچھ فرائض ہیں جن کو اُسے ادا کرنا ہے، کچھ حقوق ہیں جن کو اُسے پورا کرنا ہے، وہ نشہ میں مست ہوتا ہے، اُسے دنیا و مافیہا کی خبر نہیں ہوتی، ہاں یہ ضرور ہے کہ ان دونوں میں کچھ فوائد بھی ہیں، شراب پینے سے طاقت میں اضافہ ہوتا ہے، گرمی آتی ہے، شراب اور جوئے کے نشہ میں انسان رنج و غم کو بھول جاتا ہے، کسی حد تک تفکرات سے نجات مل جاتی ہے لیکن باینہمہ ان کا نقصان ان کے فائدے سے کہیں زیادہ ہے، ان سے جو روحانی نقصان پہنچتا ہے اس کے مقابلہ میں جسمانی اور مادّی فوائد کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ پھر جسمانی اور مادّی نقصانات اس پر مستزاد ہیں، غرض یہ کہ ان دونوں کے نقصانات زیادہ ہیں لہٰذا ان دونوں کا استعمال خلاف عقل اور نامناسب ہے۔

اس آیت کے شان نزول میں حضرت عمرؓ کی دعاء کو بھی ایک خاص تعلق ہے، حضرت عمرؓ دعاء کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ بَیِّنْ لَنَا فِی الْخَمْرِ بَیَانًا شَافِیًا۔ اے اللہ شراب کے معاملہ میں کوئی شافی

حکم صادر فرمادے"

حضرت عمرو بن شرحبیلؓ فرماتے ہیں:۔

فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ (يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ) قَالَ فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا (رواه احمد و سنده صحيح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۸ ص ۸۶)

پھر یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو بلوایا اور ان کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی، حضرت عمرؓ نے پھر بھی وہ دعاء جاری رکھی کہ اے اللہ شراب کے سلسلہ میں کوئی شافی حکم نازل فرمادے۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی شراب کو حرام نہیں کیا گیا آیت زیرِ تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے نہ شراب کو حرام کیا اور نہ جوئے کو، البتہ اللہ تعالےٰ نے شراب اور جوئے کو چھوڑنے کی ترغیب دی، اس سے نفرت پیدا کی اور اس طرح ان دونوں کی حرمت کے لئے وہ تدریجی طریقہ اختیار کیا جو فطرت کے عین مطابق ہے۔

دوسرا سوال

دوسرا سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیا گیا کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں کیسا مال خرچ کیا کریں، اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں بہترین اور پاکیزہ مال خرچ کیا کرو، ناکارہ اور خبیث مال خرچ نہ کیا کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (اٰل عمران - ۹۲)

اے ایمان والو، تم نیکی کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک (اللہ کے راستہ میں) وہ مال خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ (البقرۃ - ۲۶۷)

اے ایمان والو، اپنی کمائی میں سے عمدہ مال (اللہ کے راستہ) میں خرچ کیا کرو اور اس پیداوار میں سے (بھی عمدہ چیز خرچ کیا کرو) جو ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اور (خبردار ہو جاؤ) خبیث چیزیں (اللہ کے راستہ میں) دینے کا قصد بھی نہ کرنا کیونکہ (اگر وہی چیزیں تمہیں دی جائیں تو) تم خود ان کو نہ لو سوائے اس کے کہ تم چشم پوشی اختیار کر لو اور (یہ اچھی طرح) سمجھ لو کہ اللہ غنی ہے (اُسے تمہارے مال کی

حاجت نہیں) وہ تعریف والا ہے (تعریف والی چیز ہی قبول کرتا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ اِلَّا الطَّیِّبَ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لا یقبل اللہ صدقۃ من غلولٍ جزء ۲ ص۱۳۲ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب جزء اول ص۴۰۵)

اللہ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
لَا تُقْبَلُ صَلَاۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ وَلَا صَدَقَۃٌ مِّنْ غُلُوْلٍ (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب وجوب الطہارۃ للصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۲)

نماز بغیر پاکی کے قبول نہیں ہوتی اور صدقہ خیانت کے مال میں سے قبول نہیں ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب جزء اول ص۴۰۶)

اے لوگو، بے شک اللہ پاک ہے اور وہ کوئی مال قبول نہیں کرتا سوائے اس مال کے جو پاک ہو۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (کَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ○ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ) اس طرح اللہ تعالےٰ اپنے احکام وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو اور دیکھو کہ دین و دنیا کی فلاح و بہبود اللہ تعالےٰ کے فطری اور پُر از حکمت احکام میں مضمر ہے، جو شخص اللہ تعالےٰ کے حکیمانہ احکام پر عمل نہیں کرتا وہ دائمی فلاح و کامرانی سے محروم رہتا ہے۔

تیسرا سوال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیسرا سوال یتیموں کے متعلق کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا نَزَلَتْ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ عَزَلُوْا اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی حَتّٰی جَعَلَ الطَّعَامُ یَفْسُدُ وَاللَّحْمُ یُنْتِنُ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ

جب یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (الانعام ۱۵۳) (یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر احسن طریقہ سے) تو لوگوں نے یتیموں کے مالوں کو علیحدہ کر دیا یہاں تک کہ کھانا خراب ہونے لگا اور

فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ قَالَ فَخَالَطُوْهُمْ (رواہ احمد وسندہ صحیح۔ بلوغ جزء ۱۸ ص۸۶)

گوشت سڑنے لگا۔ لوگوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی، (اللہ تعالےٰ نے فرمایا) اگر تم ان کا خرچ اپنے خرچ میں شامل کرلو تو وہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ جانتا ہے کہ کون مفسد ہے اور کون مصلح۔ اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے پھر یتیموں کے خرچ کو اپنے خرچ کے ساتھ شامل کرلیا۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ) یتیموں کی اصلاح، ان کے مال کو بگڑنے اور ضائع ہونے سے بچانا، یہ عمدہ کام ہیں، اس میں بہتری ہے، (وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ) اگر تم ان کے خرچ کو اپنے خرچ میں شامل کرلو تاکہ ان کا مال ضائع نہ ہو، اُن کا کھانا خراب نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، وہ تمہارے بھائی ہیں، ان کے ساتھ بھائیوں جیسی خیر خواہی کرتے رہو، اُن کے خرچ کو اپنے خرچ کے ساتھ ملانے سے یہ فائدہ ہوگا کہ اول تو مشترکہ کھانا بچیگا نہیں اور اگر بچیگا اور خراب ہوگا تو یتیموں کے حصہ میں نقصان کا ایک جزء آئیگا اور اس طرح نسبتاً ان کا نقصان بہت کم ہوگا (وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ) اللہ تعالےٰ کو تو تمہاری نیتوں کا علم ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ کون ان کے حق میں بگاڑ کی نیت رکھتا ہے اور کون ان کے حق میں اصلاح اور خیر خواہی کی نیت رکھتا ہے۔ جو شخص بگاڑ کی نیت رکھتا ہے وہ اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝ (النساء - ۲)

یتیموں کے مال کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا۔ (النساء - ۶)

یتیموں کا مال اس خیال سے کہ یہ بڑے ہوجائیں گے (تو اپنا مال واپس لے لیں گے) فضول خرچی کے ساتھ اور جلدی جلدی نہ کھا جایا کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ (النساء - ۱۰)

جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، وہ عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے۔ اور

عذاب کا مزا چکھیں گے)۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے یتیموں کے خرچ کو اپنے خرچ میں شامل کرنے کی اجازت دے کر تم پر بڑا احسان کیا، تمہیں خرچ کو علیٰحدہ علیٰحدہ رکھنے کی تکلیف سے بچالیا (وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ) اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو تمہیں حکم دیتا کہ اپنا اور یتیموں کا خرچ علیٰحدہ علیٰحدہ رکھو اور اس طرح اللہ تعالےٰ تم کو تکلیف میں مبتلا کرسکتا تھا اور وہ یہ کام کرسکتا تھا، اُسے کون روکنے والا ہے، وہ عزیز ہے، اور (غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ۔ یوسف-۲۱) اپنے کام پر غالب ہے لیکن وہ اپنے بندوں پر آسانی چاہتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ (البقرۃ-۱۸۵)

اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے، وہ تمہیں مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

اللہ تعالےٰ انسان کی فطری کمزوریوں سے واقف ہے لہٰذا اس نے آسانی پیدا کردی اور تکلیف میں مبتلا نہیں کیا، اس کے تمام کام حکمت پر مبنی ہوتے ہیں لہٰذا آسانی کا یہ حکم بھی اس کی حکمت کے تقاضے کو پورا کرتا ہے۔

عمل

اے لوگو، شراب اور جوئے میں بہت نقصانات ہیں، ان سے دُور رہیئے۔ اے لوگو، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں بہترین اور پسندیدہ مال خرچ کیا کیجیئے۔

اے لوگو، آپ یتیموں کے مال کو اپنے مال کے ساتھ شامل کرسکتے ہیں لیکن خیر خواہی کی نیت سے۔ بُری نیت سے شامل نہ کیجیئے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى
يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ
مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ
وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى
يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ
مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ
اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ
وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَ
الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ

اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) مشرک عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرو، مشرک عورتوں سے تو مؤمن لونڈی بہتر ہے خواہ وہ مشرک عورت تمہیں اچھی ہی کیوں نہ معلوم ہو اور (اے ایمان والو) مشرک مَردوں سے (مؤمن عورتوں کا) نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں، مشرک مرد سے تو مؤمن غلام بہتر ہے اگرچہ وہ مشرک مرد تمہیں اچھا ہی کیوں نہ معلوم ہو (اور اے ایمان والو خبردار ہو جاؤ) مشرک تو (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ (لوگوں کو) اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور اپنے احکام کو وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں (اور مشرک کی صحبت میں رہ کر اپنی آخرت خراب نہ کریں) ﴿۲۲۱﴾

معانی ومصادر (تَنْكِحُوْا) نَكَحَ، يَنْكِحُ، نَكْحٌ وِنِكَاحٌ (ف ض) نکاح کرنا، ڈھانکنا، اور غالب آجانا۔

(اَمَةٌ) اَمَا، يَأْمُوْ وَاَمِيَ، يَأْمٰى، وَاَمٰى، يَأْمِيْ اُمُوَّةٌ (ن س ض) لونڈی ہو جانا۔

[اَمَةٌ = لونڈی، جمع اِمَاءٌ وَاَمَوَاتٌ وَاٰمٌ]

(اَعْجَبَتْ) اَعْجَبَ، يُعْجِبُ، اِعْجَابٌ (باب افعال) متعجب کرنا، خوش کرنا۔

(تُنْكِحُوْا) اَنْكَحَ، يُنْكِحُ، اِنْكَاحٌ (باب افعال) نکاح کرانا۔

(يَدْعُوْنَ) دَعَا، يَدْعُوْ، دُعَاءٌ وَدَعْوٰى (ن) پکارنا، مدد مانگنا، رغبت دینا۔

(يَتَذَكَّرُوْنَ) تَذَكَّرَ، يَتَذَكَّرُ، تَذَكُّرٌ (باب تفعُّل) نصیحت حاصل کرنا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تبارک وتعالےٰ نے مؤمن مردوں پر مشرک عورتیں حرام کر دیں اور مؤمن عورتوں کو مشرک مردوں پر حرام کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا مؤمن لونڈی، آزاد مشرک عورت سے بہتر ہے اور مؤمن غلام، آزاد مشرک مرد سے بہتر ہے اگرچہ مال و دولت، حسب و نسب، حسن و جمال کے لحاظ سے مشرک مرد یا عورت اچھی ہی کیوں نہ معلوم ہو، ان کی یہ دولت، حسب اور جمال عارضی اور فانی ہیں، ان کا فائدہ بھی عارضی اور فانی ہے، یہ چیزیں آخرت میں کام آنے والی نہیں، اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ چیزیں باعث عزت نہیں، عزت تو ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (المنٰفقون - ۸)

عزت تو اللہ کے لئے ہے، اس کے رسول کے لئے ہے اور مؤمنین کے لئے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین جزء ۷، ص۹ و صحیح مسلم کتاب النکاح باب استحباب نکاح ذات الدین جزء اول ص۶۲۳ واللفظ لمسلم)

عورت سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب ونسب کی وجہ سے، اس کے حسن کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے، تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں دیندار عورت کو حاصل کرو۔

حضرت سہلؓ کہتے ہیں:۔

مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذَا؟ قَالُوْا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ يُّسْتَمَعَ قَالَ ثُمَّ سَكَتَ فَمَرَّ رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذَا؟ قَالُوْا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا يُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا يُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ لَا يُسْتَمَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِّلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا۔ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین جزء ۷، ص۱۰)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ لوگوں نے کہا یہ اس قابل ہے کہ اگر کہیں منگنی بھیجے تو اس کا نکاح کر دیا جائے، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر بات کرے تو اس کی بات سُنی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں فقراء المسلمین میں سے ایک شخص آپ کے سامنے سے گذرا، آپ نے فرمایا اس شخص کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا یہ اس قابل ہے کہ اگر منگنی بھیجے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے، اور اگر بات کرے تو کوئی اس کی بات نہ سُنے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس جیسے آدمی اتنے ہوں کہ ان سے زمین بھر جائے تو یہ شخص ان سب سے بہتر ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ) یہ مشرک مرد عورت دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور بلائیں گے، ان کی صحبت سے نقصان پہنچے گا، صحبت اچھی ہو یا بُری ضرور اثر انداز ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً (صحیح بخاری کتاب الذبائح باب المسک جزء ۷ ص۱۲۵ وصحیح مسلم کتاب البر باب استحباب مجالسة الصالحین جزء ۲ ص۳۲۶)

اچھے اور برے ہم نشین کی مثال مُشک والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے، مُشک والا یا تو خود تمہیں کچھ مشک پیش کریگا یا تم اس سے مشک خریدو گے یا تمہیں خوشبو آئے گی (غرض یہ کہ ہر حال میں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا) اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں بدبو آئے گی (یعنی ہر حال میں تمہیں کچھ نہ کچھ نقصان پہنچے گا)۔

الغرض مشرک مرد یا عورت سے نکاح کرنے میں نقصان یقینی ہے، ان کے مشرکانہ عقائد اور اعمال کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوگا جس کے نتیجہ میں سوائے دوزخ کے اور کیا ملے گا، دوزخ سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ ضوابط کی تعمیل کی جائے (وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهٖ) اللہ تعالےٰ جنت اور مغفرت کی طرف بلا رہا ہے، اس کی پکار پر لبّیک کہا جائے، اس کے حکم کی تعمیل میں شرک سے کلیۃً بیزاری کا اظہار کیا جائے، (وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ) اللہ تعالےٰ نے تو اپنے احکام وضاحت کے ساتھ بیان کر دئے ہیں، ان میں کوئی پیچیدگی نہیں رکھی، اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم نصیحت حاصل کریں، ان احکام پر عمل کر کے جنت اور مغفرت کے مستحق بنیں اور اسکی رحمت کے امیدوار رہیں۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ سے ڈریئے، اس کی جنت اور مغفرت کی طرف سبقت کیجئے، اس کے احکام پر عمل کر کے رحمت کے مستحق بنئیے، مشرک مرد یا عورت سے قطعاً نکاح نہ کیجئے، مشرک خواہ کسی قسم کا بھی ہو اُس سے نکاح کرنے کو حرام سمجھئے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ
هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى
الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى
يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ
مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

ترجمہ اور (اے رسول) لوگ آپ سے محیض کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ وہ (ایک قسم کی) اذیت ہے لہذا اذیت کے دنوں میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے قربت نہ کرو، پھر جب (وہ نہا دھو کر) پاک ہو جائیں تو ان کے پاس اس طریقہ سے جاؤ جس طریقہ سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے، (اپنی غلطیوں سے توبہ کرتے رہو) بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے (اور پاکی وصفائی کا خیال رکھو) بے شک اللہ پاک وصاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ﴿۲۲۲﴾

معانی ومصادر (مَحِیْض) حَاضَ، یَحِیْضُ، حَیْضٌ و مَحِیْضٌ و مَحَاضٌ (ض) حائضہ ہونا۔

(اِعْتَزِلُوْا) اِعْتَزَلَ، یَعْتَزِلُ، اِعْتِزَالٌ (باب افتعال) علیحدہ کرنا، علیحدہ ہو جانا۔

(اَذًی) اَذِیَ، یَاْذٰی، اَذًی واَذَاۃٌ (س) تکلیف پہنچنا [اَذًی۔تکلیف، اذیت، نقصان]۔
(لَا تَقْرَبُوْا) قَرِبَ، یَقْرَبُ، قُرْبٌ وقُرْبَانٌ (س ك) قریب ہونا۔
(یَطْهُرْنَ) طَهَرَ، یَطْهُرُ، طُهْرٌ وطُهُوْرٌ وطَهَارَۃٌ (ن ك) پاک ہونا۔
(تَطَهَّرْنَ) (مُتَطَهِّرِیْنَ) تَطَهَّرَ، یَتَطَهَّرُ تَطَهُّرٌ (باب تفعل) نہانا۔

شانِ نزول

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ الْیَهُوْدَ کَانُوْا اِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَۃُ فِیْهِمْ لَمْ یُؤَاکِلُوْهَا وَلَمْ یُجَامِعُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ فَسَاَلَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النَّبِیَّ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجہا جزء اول ص۱۳۸)

جب عورت اذیّت ماہانہ میں ہوتی تو یہودی نہ اس کے ساتھ کھانا کھاتے اور نہ گھروں میں ان کے ساتھ رہتے، (ان کی یہ حالت دیکھ کر) صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا (کہ ہم کیا کریں)۔ اس وقت اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، (اللہ تعالےٰ نے فرمایا) لوگ آپ سے اذیّت ماہانہ کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک تکلیف ہے (جو عورتوں کو پہنچا کرتی ہے) لہٰذا اس تکلیف کے زمانہ میں عورتوں سے علیٰحدہ رہو، ان سے قربت نہ کرو۔

تفسیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ عورتوں سے اذیّت ماہانہ کے زمانہ میں کس قسم کے تعلقات رکھے جائیں اور کس قسم کے تعلقات نہ رکھے جائیں، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (هُوَ اَذًی) یہ ایک قسم کی تکلیف ہے (جو تمام عورتوں کو ہوتی ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰی بَنَاتِ اٰدَمَ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب کیف کان بدء الحیض جزء اول ص۴۸)

یہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ نے آدم کی (تمام) بیٹیوں کے لئے مقدر کر دی ہے۔

حدیث بالا سے ثابت ہوا کہ اذیّت ماہانہ ایک فطری چیز ہے جس سے کوئی عورت مستثنیٰ نہیں، لہٰذا اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ) اے ایمان والو، تم اتنا کیا کرو کہ اذیّت ماہانہ کے زمانہ میں عورتوں سے علیٰحدہ رہا کرو (وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ) ان سے قربت نہ کیا کرو یعنی اس زمانہ میں عورتوں سے جماع نہ کیا کرو، حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ

(جب) اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی (وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ .....) تو

ثُمَّ حِيْضِ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا النِّكَاحَ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجہا جزء اول ص۱۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی تردید کرتے ہوئے) فرمایا ہر کام کر سکتے ہو سوائے جماع کے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں سے علیحدہ رہنے اور ان سے قربت نہ کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ ان سے جماع نہ کیا جائے، اذیّت ماہانہ کے زمانہ میں جماع کرنا بہت بڑا گناہ ہے حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں:۔

فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْيَهُوْدَ فَقَالُوْا مَا يُرِيْدُ هٰذَا الرَّجُلُ اَنْ يَّدَعَ مِنْ اَمْرِنَا شَيْئًا اِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ فَجَاءَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا اَفَلَا نُجَامِعُهُنَّ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا (صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجہا۔ جزء اول ص۱۳۹)

جب یہودیوں کو یہ خبر پہنچی (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاوہ جماع کے ہر چیز کی اجازت دے دی) تو کہنے لگے یہ شخص تو ہر بات میں ہماری مخالفت کرنا چاہتا ہے، (یہودیوں کی یہ بات سنکر) حضرت اسید بن حضیرؓ اور حضرت عباد بن بشرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "اے اللہ کے رسول، یہودی اس طرح کہہ رہے ہیں تو کیا ہم عورتوں سے جماع بھی نہ کرلیا کریں"، یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی رنگت بدل گئی اور ہم نے سمجھا کہ آپ ان دونوں سے خفا ہو گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافروں کی مخالفت کرنے کی نیت سے اللہ تعالےٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہئے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اذیّت ماہانہ میں جماع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں اور غسل نہ کرلیں ان سے جماع نہ کرو، ہاں (فَاِذَا تَطَهَّرْنَ) جب وہ پاک ہو کر غسل کرلیں تو پھر (فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ) ان کے پاس اس طریقے سے آ سکتے ہو جس طریقہ سے اللہ تعالےٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، اس طریقہ سے جماع مراد ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ (البقرۃ۔ ۲۲۳)

تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں لہذا اپنی کھیتیوں میں جس طرح تم چاہو آؤ۔

کھیتیوں میں آنے سے سوا جماع کے اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ علاوہ جماع کے کسی اور بات سے کھیتی نہیں ہو سکتی یعنی بچے پیدا نہیں ہو سکتے۔

احکام الٰہی کی تعمیل میں اگر کچھ فروگذاشت ہو جائے تو توبہ کر لیا کرو اس لئے کہ (اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ) اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور اذیّت ماہانہ میں بیویوں کے پاس نہ جایا کرو یہ پاکیزگی کی بات ہے اور اللہ تعالےٰ (یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ) پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

عمل

اے لوگو، اذیّت ماہانہ میں بیویوں سے جماع نہ کیا کیجئے، کسی کی مخالفت کے خیال سے اللہ تعالےٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کیا کیجئے، پاک وصاف رہیئے اور اپنی غلطیوں سے توبہ کرتے رہا کیجئے۔
مندرجہ ذیل احکام پر عمل کیجئے۔

اذیّت ماہانہ کے متعلق احکام

اذیّت ماہانہ کے زمانہ میں جماع حرام ہے، یہ تو آیت زیر تفسیر اور مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہو چکا ہے۔ بقیہ احکام درج ذیل ہیں۔

(۱) اگر غلطی سے اذیّت ماہانہ میں جماع کر بیٹھے تو نصف دینار بطور کفّارہ ادا کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِاَهْلِهٖ وَهِیَ حَائِضٌ فَلْیَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِیْنَارٍ (ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی اتیان الحائض ۱/۴ وسندہ صحیح۔ التعلیقات للالبانی علی المشکوۃ جزء اول ص۱۷۳)

جو شخص اذیّت ماہانہ میں بیوی کے پاس آئے تو وہ نصف دینار صدقہ دے۔
(نوٹ:۔ دینار ۳ ۱/۲ ماشہ (۳ ۱/۲ گرام) سونے کا ایک سکّہ ہے)

(۲) عورت اذیّت ماہانہ میں عمرہ نہ کرے، البتہ اذیّت ماہانہ میں حج کر سکتی ہے، جب حج کے دن آجائیں تو بال کھول دے، کنگھی کرے اور حج کا احرام باندھ کر حج کے تمام ارکان ادا کرے، صرف کعبہ کا طواف نہ کرے جب تک پاک نہ ہو جائے، اگر طواف افاضہ کے بعد اذیّت شروع ہو جائے تو بغیر طواف وداع کئے واپس جا سکتی ہے۔

نوٹ:۔ طواف افاضہ وہ طواف ہے جو ۱۰ ذوالحجہ کو قربانی کرنے اور احرام اتارنے کے بعد کیا جاتا ہے۔ یہ طواف حج کا بہت بڑا رکن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا:۔

اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ فَاقْضِىْ مَا يَقْضِى الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِىْ بِالْبَيْتِ (وَفِىْ رِوَايَةٍ حَتّٰى تَطْهُرِىْ وفى رواية دَعِىْ عُمْرَتَكِ وَانْقُضِىْ رَأْسَكِ وَامْتَشِطِىْ وَاَهِلِّىْ بِحَجٍّ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب کیف کان بدء الحیض جزء اول ص۸۱ وباب تقضی الحائض المناسك كلها الاالطواف جزء اول ص۸۴ وباب نقض المرأة شعرها جزء اول ص۸۷)

یہ چیز تو اللہ نے بنات آدمؑ کے لئے مقدر کر دی ہے لہذا تم وہ تمام کام کرو جو حاجی کرتا ہے سوائے اس کے کہ جب تک پاک نہ ہو جاؤ کعبہ کا طواف نہ کرو، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عمرہ چھوڑ دو، بال کھول دو، کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو۔

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا اَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ فَقَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاخْرُجِىْ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب المرأة تحیض بعد الافاضة جزء اول ص۹۰)

اے اللہ کے رسول صفیہ بنت حیی کو اذیت ماہانہ شروع ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید وہ ہمیں روکیں گی (یعنی جب تک وہ طواف افاضہ نہ کر لیں ہم نہیں جا سکتے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا انہوں نے تمہارے ساتھ طواف (افاضہ) نہیں کیا، لوگوں نے کہا ہاں کر لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر چلو۔

(۳) اذیت ماہانہ میں مسجد نہ جائے البتہ ہاتھ بڑھا کر مسجد سے کوئی چیز اٹھا لے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاوِلِيْنِى الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ اِنِّىْ حَائِضٌ فَقَالَ اِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِىْ يَدِكِ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجها جزء اول ص۱۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مسجد سے جانماز اٹھا کر مجھے دے دو، میں نے کہا میں اذیت ماہانہ میں ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری اذیت تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

(۴) اگر شوہر مسجد میں معتکف ہو تو حائضہ عورت اپنے گھر میں رہتے ہوئے اس کا سر دھو سکتی ہے اور اس کے

سر میں کنگھی کر سکتی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ تَعْنِیْ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ حَائِضٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِی الْمَسْجِدِ يُدْنِیْ لَهَا رَأْسَهٗ وَهِیَ فِیْ حُجْرَتِهَا فَتُرَجِّلُهٗ وَهِیَ حَائِضٌ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب غسل الحائض رأس زوجها جزء اول ص۸۲) وفی روایۃ كَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهٗ اِلَیَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَاَغْسِلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ (باب مباشرۃ الحائض جزء اول ص۸۲ وصحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجها جزء اول ص۱۳۸)

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں اس حالت میں کنگھی کر دیتی تھیں کہ وہ اذیّت ماہانہ میں ہوتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس زمانہ میں مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تھے، آپ سر کو ان کے قریب کر دیتے، وہ اپنے حجرے میں ہوتی تھیں اور اذیّت ماہانہ میں ہوتے ہوئے آپ کے کنگھی کر دیتی تھیں اور آپ کا سر بھی دھویا کرتی تھیں۔

(۵) اگر بیوی اذیّت ماہانہ میں ہو تو شوہر اس کی گود میں تکیہ لگا کر قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَّكِئُ فِیْ حَجْرِیْ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب قراءۃ الرجل فی حجر امرأتہ وهی حائض جزء اول ص۸۲ وصحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجها جزء اول ص۱۳۸)

میں اذیّت ماہانہ میں ہوتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں تکیہ لگاتے تھے پھر قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔

(۶) اگر بیوی اذیّت ماہانہ میں ہو تو اس کے ساتھ لیٹنا اور اس کے پاس بیٹھنا جائز ہے۔

حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں:۔

بَيْنَا اَنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةٌ فِیْ خَمِيْصَةٍ اِذْ حِضْتُ

میں ایک چادر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی کہ اتنے میں مجھے اذیّت

فَانْسَلَلْتُ فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِيْ قَالَ اَنَفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِيْ فَاضْطَجَعْتُ مَعَهٗ فِي الْخَمِيْلَةِ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب من سَمّیٰ النفاس حیضًا جزء اول ص۸۲ و صحیح مسلم کتاب الحیض باب الاضطجاع مع الحائض فی لحاف واحد جزء اول ص۱۳۷)

ماہانہ شروع ہو گئی، میں چادر سے باہر نکل آئی اور میں نے اپنی اذیت ماہانہ کے کپڑے پہن لئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اذیت ماہانہ شروع ہو گئی، میں نے کہا ہاں۔ آپ نے مجھے بلایا میں پھر (آکر) اس چادر میں آپ کے ساتھ لیٹ گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنِيْ فَاَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِيْ وَاَنَا حَائِضٌ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب مباشرۃ الحائض جزء اول ص۸۲ وفی روایۃ لَهٗ اَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ (باب مباشرۃ الحائض جزء اول ص۸۳ و صحیح مسلم کتاب الحیض باب مباشرۃ الحائض فوق الازار جزء اول ص۱۳۷ و اللفظ للبخاری)

میں اذیت ماہانہ میں ہوتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیتے کہ میں تہ بند باندھ لوں، میں تہ بند باندھ لیتی پھر آپ میرے پاس لیٹتے بیٹھتے، تم میں سے کون ہے جو اپنی خواہش پر اتنا قابو رکھے جتنا قابو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے (یعنی پاس لیٹنے بیٹھنے کے باوجود آپ جماع نہیں کرتے تھے)۔

(۷) اذیت ماہانہ میں عورت نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے، نماز کی قضاء نہ کرے البتہ رمضان کے جتنے روزے رہ جائیں اتنے روزے بعد میں رکھ لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب ترک الحائض الصوم جزء اول ص۸۳)

کیا یہ بات نہیں ہے کہ عورت جب اذیت ماہانہ میں ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزے رکھتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مستحاضہ سے فرمایا:۔

اِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلٰوةَ

جب اذیت ماہانہ شروع ہو تو نماز چھوڑ دو، پھر

فَاِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّيْ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب الاستحاضة جزء اول ص۴۸ وصحیح مسلم کتاب الحیض باب المستحاضة جزء اول ص۱۴۸) وفی روایة لَهٗ فَاغْسِلِيْ وَصَلِّيْ (جزء اول ص۱۴۹)

جب اذیّت ماہانہ کے وقت کے برابر وقت گذر جائے تو خون دھو ڈالو (اور نہا کر) نماز پڑھتی رہو (یعنی حالت استحاضہ میں نماز نہ چھوڑو)۔

(نوٹ:۔ استحاضہ ایک قسم کی بیماری ہے جس میں خون آتا ہے)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ يُصِيْبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلٰوة جزء اول ص۱۵۰)

ہم اذیّت ماہانہ میں ہوتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں روزوں کی قضاء کا حکم دیتے تھے، نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیتے تھے۔

(۸) اگر کپڑے پر اذیّت ماہانہ کا خون لگ جائے تو اُسے کُھرچ دے پھر پانی سے رگڑے، پھر پانی میں بیری کے پتّے جوش دے کر اس پانی سے اُس کپڑے کو دھو ڈالے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اَصَابَ اِحْدٰاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب غسل دم الحیض جزء اول ص۸۴)

جب تم میں سے کسی کے کپڑے میں اذیّت ماہانہ کا خون لگ جائے تو اُسے رگڑے پھر اُسے پانی سے دھو ڈالے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تَحُتُّهٗ ثُمَّ تَقْرُصُهٗ بِالْمَاءِ ثُمَّ تَنْضِحُهٗ (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب نجاسة الدم وکیفیة غسله جزء اول ص۱۳۶)

خون کو کھرچے، پھر پانی سے رگڑے، پھر اُسے دھو ڈالے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَاغْسِلِيْهِ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ (نسائی کتاب الطہارۃ باب دم الحیض یُصیب الثوب جزء اول ص۳۳ وسندہ صحیح۔ نیل الاوطار جزء اول ص۳۶)

خون کو پانی اور بیری سے دھو ڈالو۔

(۹) جب اذیت ماہانہ کے بعد نہائے تو خون کے نشان پر مشک کا پھویا پھیر دے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں :۔

إِنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ قَالَ خُذِي فِرْصَةً مِّنْ مِّسْكٍ فَتَطَهَّرِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ قَالَ تَطَهَّرِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ تَطَهَّرِي فَاجْتَبَذْتُهَا إِلَيَّ فَقُلْتُ تَتَبَّعِي بِهَا أَثَرَ الدَّمِ وَفِي رواية إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَحْيَا فَأَعْرَضَ بِوَجْهِهِ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب دلك المرأة نفسها إذا تطهرت جزء اول ص۸۵ وباب غسل المحيض جزء اول ص۸۶ و صحیح مسلم کتاب الحیض باب استعمال المغتسلة ... جزء اول ص۱۴۱) وفی روایة الاسماعیلی " تَتَبَّعِي بِهَا مَوَاضِعَ الدَّمِ" (فتح الباری جزء ۲ ص۲۲۲) وفی روایة ابن الجارود ورسول الله صلی الله علیه وسلم يَسْمَعُ فَمَا أَنْكَرَ عَلَيْهَا (المنتقی ص۲۹ وسندہ صحیح)

ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اذیت ماہانہ کے بعد غسل کرنے کی کیفیت دریافت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے حکم دیا کہ وہ اس اس طرح کرے، آپ نے فرمایا مشک کا ایک پھویا لو اور اس سے طہارت حاصل کرو، اس نے کہا کیسے طہارت حاصل کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس سے طہارت حاصل کرو، اُس نے کہا کیسے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ (اس سے) طہارت حاصل کرو، پھر آپؐ کو شرم آئی آپؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچ لیا اور اس سے کہا: ان مقامات پر اس پھوئے کو پھیر لو جن مقامات پر خون لگا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نے میری بات کو) سنا اور اس کا انکار نہیں کیا۔

(۱۰) غسل کے بعد خون کے نشان پر خوشبو کا پھویا پھیرنا عدّت کے زمانہ میں بھی جائز ہے۔

حضرت اُمِّ عطیہؓ فرماتی ہیں :۔

وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ إِذَا اغْتَسَلَتْ إِحْدَانَا مِنْ مَحِيضِهَا فِي نُبْذَةٍ مِّنْ كُسْتِ أَظْفَارٍ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب الطیب للمرأة عند غسلها من المحیض جزء اول ص۸۵)

ہمیں رخصت دی گئی تھی کہ ہم میں سے جب کوئی (عدّت کے زمانہ میں) اذیت ماہانہ کے بعد نہائے تو خوشبو کا پھویا استعمال کرے۔

نوٹ :۔ غسل کا پورا طریقہ ہم انشاء اللہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۳ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

(۱۱) اذیت ماہانہ میں بھی عورت کو چاہیئے کہ عید کے دن عیدگاہ جائے، لیکن نماز کی جگہ سے علیحدہ بیٹھ جائے،

جماعت المسلمین کی تکبیروں کے ساتھ تکبیر کہتی رہے اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعاء مانگتی رہے اور اس دن کی خیر و برکت اور مغفرت کی امیدوار رہے۔

حضرت اُمّ عطیہؓ فرماتی ہیں:۔

اُمِرْنَا اَنْ نَخْرُجَ فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ وَالْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب اعتزال الحیض المصلّی جزء ۲ ص۲۸)

وَفِيْ رِوَايَةٍ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهٗ (باب التکبیر ایام منیٰ جزء ۲ ص۲۵)

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہم عیدگاہ جائیں اور ان عورتوں کو بھی عیدگاہ لیجائیں جو اذیّت ماہانہ میں ہوں اور جوان پردہ نشین خواتین کو بھی عیدگاہ لے جائیں، جو عورتیں اذیّت ماہانہ میں ہوں وہ بھی جماعت المسلمین کے ساتھ عیدگاہ میں حاضر ہوں البتہ لوگوں کے پیچھے نماز کی جگہ سے ذرا ہٹ کر بیٹھ جائیں، لوگوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیر کہیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعاء مانگیں اور اُس دن کی خیر (و برکت) اور طہارت (و مغفرت) کی امیدوار رہیں۔

(۱۲) اگر بیوی اذیّت ماہانہ میں ہو اور اس کا شوہر اس حالت میں نماز پڑھ رہا ہو کہ وہ سامنے لیٹی ہو اور شوہر کا کپڑا سجدہ کرتے وقت بیوی پر جا پڑتا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّهَا كَانَتْ تَكُوْنُ حَائِضًا لَا تُصَلِّيْ وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلٰى خُمْرَتِهٖ اِذَا سَجَدَ اَصَابَنِيْ بَعْضُ ثَوْبِهٖ (صحیح بخاری کتاب الحیض وکتاب الصلوٰۃ ابواب سترۃ المصلی باب۹ اذا صلّی الی فراش فیہ حائض جزء اول من۹۰ و ص۱۳۸)

میں اذیت ماہانہ میں ہوتی اور اس حالت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جانماز پر نماز پڑھتے ہوتے میں آپ کے سامنے لیٹی رہتی جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا کچھ حصّہ مجھ پر آپڑتا تھا۔

(۱۳) جو عورت اذیّت ماہانہ میں ہو اس کا جھوٹا پاک ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

كُنْتُ اَشْرَبُ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ

میں پانی پیتی اس حالت میں کہ میں اذیّت ماہانہ میں ہوتی، پھر میں (پانی کا برتن) رسول اللہ صلی اللہ

عَلٰی مَوْضِعِ فِیَّ فَیَشْرَبُ وَاَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَضَعُ فَاهُ عَلٰی مَوْضِعِ فِیَّ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجها جزء اول ص۱۳۸)

علیہ وسلم کو دے دیتی، آپ اُس جگہ منہ رکھتے جہاں میں نے رکھا تھا، پھر آپ پانی پیتے اور میں اِس حالت میں ہڈی چوستی کہ میں اذیّت ماہانہ میں ہوتی، پھر میں وہ ہڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی، آپ اپنا منہ اُسی جگہ رکھتے جس جگہ میں نے رکھا تھا۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ
أَنَّىٰ شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ
وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم
مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٢٣﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتی میں جس طرح تم چاہو آؤ اور (اپنی موت سے پہلے بہت سی) نیکیاں اپنے لئے بھیجدو، اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس بات کو اچھی طرح) جان لو کہ (قیامت کے دن) تم ضرور اللہ سے ملاقات کروگے اور (اے رسول) آپ مؤمنین کو خوشخبری سُنا دیجئے (کہ اس دن انہیں کوئی خوف اور غم نہ ہوگا) ﴿۲۲۳﴾

معانی ومصادر (حَرْثٌ) حَرَثَ، يَحْرِثُ، حَرْثٌ (ن ض) کھیتی کرنا، ہل چلانا، کمانا اور جمع کرنا۔

(شِئْتُمْ) شَاءَ، يَشَاءُ، شَيْءٌ ومَشِيْئَةٌ ومَشَاءَةٌ ومَشَائِيَةٌ (ف) چاہنا۔

(قَدِّمُوْا) قَدَّمَ، يُقَدِّمُ، تَقْدِيْمٌ (باب تفعیل) آگے کرنا۔

(مُلْقُوْ) لَاقَى، يُلَاقِيْ، لِقَاءٌ ومُلَاقَاةٌ (باب مفاعلہ) ملاقات کرنا، مُلَاقٍ اسم فاعل ہے اور اس کی جمع مُلْقُوْنَ ہے۔

(بَشِّرْ) بَشَّرَ، يُبَشِّرُ، تَبْشِيْرٌ (باب تفعیل) خوشخبری دینا۔

شان نزول حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ إِذَا جَامَعَهَا مِنْ وَّرَائِهَا جَاءَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ فَنَزَلَتْ

یہودی کہا کرتے تھے کہ اگر بیوی کے پاس اس کے پیچھے کی طرف سے آئے تو بچہ بھینگا پیدا

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ
اَنّٰى شِئْتُمْ (صحیح بخاری کتاب
التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ
جزء ۶ ص ۳۶ وصحیح مسلم کتاب النکاح
باب جواز جماعۃ امرأتہ فی قبلہا
من قدامہا ومن ورائہا جزء اول
ص ۶۰۶)

ہوتا ہے (ان کی تردید میں) یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت اُمِّ سلمہؓ کہتی ہیں :۔

اِنَّ الْاَنْصَارَ لَا يُجَبُّوْنَ النِّسَآءَ وَكَانَتِ
الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ اِنَّهٗ مَنْ جَبَّى امْرَاَتَهٗ كَانَ
وَلَدُهٗ اَحْوَلَ فَلَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْمَدِيْنَةَ
نَكَحُوْا فِىْ نِسَآءِ الْاَنْصَارِ فَجَبُّوْهُنَّ فَاَبَتْ
امْرَاَةٌ اَنْ يُّطِيْعَ زَوْجُهَا فَقَالَتْ لِزَوْجِهَا
لَنْ تَفْعَلَ ذٰلِكَ حَتّٰى اٰتِىَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَتْ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ
فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهَا فَقَالَتْ اِجْلِسِىْ حَتّٰى
يَاْتِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمَّا جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِسْتَحْيَتِ الْاَنْصَارِيَّةُ اَنْ تَسْاَلَهٗ فَخَرَجَتْ
فَحَدَّثَتْ اُمَّ سَلَمَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ادْعِى الْاَنْصَارِيَّةَ
فَدُعِيَتْ فَتَلَا عَلَيْهَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ
نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا
حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ مِّمَا وَّاحِدًا
وَفِىْ رِوَايَةٍ فَسَاَلَتْهُ اُمُّ سَلَمَةَ فَنَزَلَتْ
نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى
شِئْتُمْ وَقَالَ لَا اِلَّا فِىْ مِمَامٍ وَّاحِدٍ
(رواہما احمد وسندہما صحیح۔ بلوغ

انصار عورتوں کے پاس پیچھے کی طرف سے نہیں آتے تھے اور یہود کہتے تھے کہ جو شخص اپنی بیوی کے پاس پیچھے سے آئے تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا۔ جب مہاجرین مدینہ آئے تو انہوں نے انصاری عورتوں سے شادیاں کیں اور ان کے پاس پیچھے کی طرف سے آنے لگے۔ ایک عورت نے اس معاملہ میں اپنے شوہر کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو کر نہ آؤں، (یہ کہہ کر) وہ حضرت اُمِّ سلمہؓ کے پاس پہنچی اور ان سے اس بات کا ذکر کیا انہوں نے کہا بیٹھی رہو جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اُسے آپ سے پوچھتے ہوئے شرم آئی اور وہ چلی گئی۔ حضرت اُمِّ سلمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس انصاری عورت کو بلاؤ۔ (حکم کی تعمیل میں) اس عورت کو بلایا گیا، آپ نے اس کو یہ آیت پڑھ کر سنائی، آپ نے فرمایا (شوہر اپنی بیوی کے

جزء ۱۸ ص۸۸ وروی الترمذی جزءاً منه بسند صحیح، ابواب التفسیر جزء دوم ص۱۳۳)

پاس ہر طرح جا سکتا ہے) مگر ایک صمام میں (یعنی صرف قُبل میں) (نوٹ:- ترمذی میں صرف خط کشیدہ عبارت ہے)

الغرض یہودیوں کی تردید اور مندرجہ بالا واقعہ کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تفسیر اللہ تعالےٰ نے فرمایا تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ آیت میں کھیتی سے مراد بچوں کی پیدائش ہے اور کیونکہ بچہ کی پیدائش صرف قُبل میں جماع کرنے سے ہوتی ہے لہٰذا صرف قُبل ہی میں جماع کرنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ "لَا اِلَّا فِیْ صِمَامٍ وَاحِدٍ (ایسا نہ کرنا مگر صرف ایک صمام میں) اس سے بھی مراد یہی ہے کہ صرف قُبل میں جماع کرنا، دُبر میں نہیں۔

آیت زیر تفسیر میں دوسری چیز جو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائی وہ یہ کہ جماع جس طریقہ سے چاہو کرو، ان طریقوں میں سے کسی خاص طریقہ کو کوئی اہمیت حاصل نہیں، اہمیت تو نیکیوں کو ہے لہٰذا (قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ) نیکیاں خوب کرو اور اپنی موت سے پہلے بہت سی نیکیاں اللہ تعالےٰ کے ہاں جمع کرا دو یعنی تمہاری زندگی نیک کاموں میں گذرے، اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں گذرے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران - ۱۰۲)

اے ایمان والو، تمہیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو۔

یعنی تمہاری پوری زندگی اسلام کے مطابق گذرے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (البقرۃ - ۲۰۸)

اے ایمان والو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

یعنی اسلام پر پوری طرح عمل کرو، اسلام کے مطابق زندگی گذارنے میں کوتاہی نہ کرو (وَاتَّقُوا اللّٰهَ) اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو، (وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ) اور یہ اچھی طرح جان لو کہ تم اللہ سے ملنے والے ہو، اس کے دربار میں پیش ہونے والے ہو، وہاں وہ تمہاری کوتاہیوں کی تم سے باز پرس کریگا، اس وقت تمہاری پریشانی کا کیا عالم ہوگا، اس پریشانی سے بچنے کے لئے صحیح ایمان کی ضرورت ہے، پھر فرمایا (وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ) اے رسول ایمان والوں کو خوشخبری سُنا دیجئے کہ انہیں میدان محشر میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے، صحیح معنوں میں مؤمن بن جائیے، اور اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے کہ ایک دن آپ کو اللہ تعالےٰ کے روبرو حاضر ہونا ہے، وہاں آپ کے اعمال کا حساب ہوگا، برائیوں،

کی سزا ملے گی، نیکیوں کی جزا ملے گی، وہاں ایمان کام آئے گا، نیکیاں کام آئیں گی، لہذا اپنی زندگی نیکیوں میں گذاریئے اور دربار الٰہی میں پہنچنے سے پہلے ہی بہت سی نیکیاں پیشگی جمع کر لیجئے، موت کے بعد نیکیاں کرنے کا وقت گذر جائے گا، آپ کے ذاتی عمل کا تمام سلسلہ منقطع ہو جائے گا، لہذا زندگی کو غنیمت جانیئے

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (البقرۃ-۱۴۸) — نیکیوں میں سبقت حاصل کیجئے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ (اٰل عمران-۱۳۳) — اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کے حصول کے لئے جلدی کیجئے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ زندگی کے یہ لمحات گذر جائیں، پھر حسرت و ندامت کے سوا اور کیا ملے گا۔ اس وقت سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکے گا۔

يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ۔ (الزمر-۵۶) — وائے حسرت (وا افسوس) اُس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کے حق میں کی۔

آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو جس طریقہ سے آپ چاہیں جماع کرنے کی اجازت دی ہے، لہذا آپ جو طریقہ چاہیں استعمال کریں لیکن مندرجہ ذیل آداب کا خیال رکھیں۔

جماع کے مسائل

آداب جماع میں سے کچھ آداب اوپر تفسیر میں گذر چکے ہیں۔ یعنی

(۱) اذیت ماہانہ میں جماع نہ کرے،

(۲) جب بیوی اذیت ماہانہ کے بعد نہا دھو کر پاک ہو جائے اس وقت جماع کرے،

(۳) اگر اذیت ماہانہ کے زمانے میں جماع کر بیٹھے تو بطور کفارہ نصف دینار صدقہ دے،

(۴) صرف قُبُل میں جماع کرے، دُبُر میں نہیں۔

اب ہم بقیہ آداب بیان کرتے ہیں۔

(۵) جب جماع کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا۔

ترجمہ اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) تو ہمیں دے اُسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَوْاَنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا اَتٰی اَھْلَہٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا فَقُضِیَ بَیْنَھُمَا وَلَدٌ لَمْ یَضُرَّہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیِّ۔ ثُمَّ قُدِّرَ بَیْنَھُمَا فِیْ ذٰلِکَ اَوْقُضِیَ وَلَدٌ لَمْ یَضُرَّہٗ شَیْطَانٌ اَبَدًا (صحیح بخاری کتاب الوضوء باب التسمیۃ علیٰ کُلِّ حالٍ وعند الوقاع، جزء اول ص۲۸ و کتاب النکاح باب ما یقول الرجل اذا اتیٰ اھلہٗ جزء ۷ ص۳ و صحیح مسلم کتاب النکاح باب ما یستحب ان یقولہ عند الجماع جزء اول ص۶۰۶)

اگر تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس آئے اور یہ دعاء پڑھ لے تو اگر (اللہ نے) ان دونوں کو بچہ دینے کا فیصلہ کر لیا تو شیطان اس بچے کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

(۶) ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد اگر اُسی وقت دوبارہ جماع کرنا چاہے تو وضوء کرلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمْ اَھْلَہٗ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یَعُوْدَ فَلْیَتَوَضَّأْ بَیْنَھُمَا وُضُوْءًا۔ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز نوم الجنب جزء اول ص۱۶۰)

جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے پھر (اُسی وقت) دوبارہ جماع کرے تو ان دونوں کے درمیان وضوء کرلے۔

(۷) عزل نہ کرے اس لئے کہ جو بچہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ پیدا ہو کر رہے گا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں:۔

اَصَبْنَا سَبْیًا فَکُنَّا نَعْزِلُ فَسَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَوَاِنَّکُمْ لَتَفْعَلُوْنَ اَوَاِنَّکُمْ لَتَفْعَلُوْنَ اَوَاِنَّکُمْ لَتَفْعَلُوْنَ مَا مِنْ نَسَمَۃٍ کَائِنَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا ھِیَ کَائِنَۃٌ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب العزل جزء ۷، ص۴۳ و صحیح مسلم کتاب النکاح باب حکم العزل جزء اول ص۶۰۸)

ہمارے حصّہ میں کچھ لونڈیاں آئیں، ہم ان سے عزل کرتے تھے، پھر ہم نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا کیا تم ایسا کرتے ہو؟ کیا تم ایسا کرتے ہو؟ کیا تم ایسا کرتے ہو؟ جو جان قیامت تک پیدا ہونے والی ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

حضرت جدامہ بنت وہبؓ فرماتی ہیں:۔

سَأَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ۔ (صحیح مسلم کتاب النکاح باب جواز الغیلة ..... جزء اول ص۱۱۱)

لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "یہ خفیہ طور پر بچہ کو زندہ گاڑ دینا ہے"

پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل پر کوئی خاص تنبیہ نہیں کی، دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ (بعد میں) آپ نے اس پر تنبیہ کر دی، اور یہ تنبیہ ممانعت کے تدریجی مراحل کے اصول کے عین مطابق ہے۔

(۸) اگر کوئی لونڈی قبضہ میں آئے تو اس سے اس وقت تک جماع نہ کرے جب تک وہ ایک مرتبہ اذیّت ماہانہ آنے کے بعد پاک نہ ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَسْقِيْ مَاءَهٗ وَلَدَ غَيْرِهٖ (جامع ترمذی کتاب النکاح باب الرجل یشتری الجاریة وھی حامل جزء اول ص۳۴۸ وسندہ صحیح، نیل الاوطار جزء ۶ ص۲۶۱)

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنا پانی دوسرے کے بچہ کو نہ پلائے۔

(۹) اگر لونڈی حاملہ ہو تو اپنے قبضہ میں لانے کے بعد جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اس سے جماع نہ کرے، یہ اس لئے کہ وہ حمل اس کے نطفہ سے نہیں ہے بلکہ دوسرے مرد کے نطفہ سے ہے لہٰذا ایسی صورت میں جماع حرام ہے۔

حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّهٗ اُتِيَ بِامْرَأَةٍ مُجِحٍّ عَلٰى بَابِ فُسْطَاطٍ فَقَالَ لَعَلَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يُّلِمَّ بِهَا فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَلْعَنَهٗ لَعْنًا يَدْخُلُ مَعَهٗ قَبْرَهٗ كَيْفَ يُوَرِّثُهٗ وَ هُوَ لَا يَحِلُّ لَهٗ كَيْفَ يَسْتَخْدِمُهٗ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهٗ (صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم وطء الحامل المسبیة جزء اول ص۱۴۱)

ایک عورت جس کا وضع حمل کا وقت قریب تھا۔ ایک خیمہ کے دروازہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید وہ (یعنی اس کا مالک) اس سے جماع کرنا چاہتا ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اس پر ایسی لعنت کروں جو قبر میں بھی اس کے ساتھ جائے وہ کیسے اس بچہ کا وارث ہو سکتا

ہے حالانکہ یہ اس کے لئے حلال نہیں اور کس طرح
اس بچہ کو غلام بنا سکتا ہے حالانکہ یہ اس کے لئے
حلال نہیں۔

(۱۰) جماع کرنے کے بعد بیوی کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ الرَّجُلُ یُفْضِیْ اِلٰی امْرَاَتِہٖ وَتُفْضِیْ اِلَیْہِ ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّھَا (صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم افشاء سر المرأۃ جزء اول ص۶۰۸)

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین مرتبہ کا وہ شخص ہے کہ اپنی بیوی سے تنہائی میں ملے اور وہ اُس سے تنہائی میں ملے پھر وہ اس کے راز کو ظاہر کرے۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ
اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا
بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾
لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ
اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا
كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) اپنی قسموں میں اللہ (کے نام) کو نیکی اور پرہیز گاری نہ کرنے اور لوگوں کے درمیان صلح نہ کرانے کا بہانہ نہ بناؤ، اللہ (تمہاری قسموں کو سنتا ہے کیونکہ وہ سب کچھ) سننے والا ہے اور (تمہاری نیت کو بھی جانتا ہے کیونکہ وہ سب کچھ) جاننے والا ہے (اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی) ﴿۲۲۴﴾ اور (اے ایمان والو) تمہاری (بے ارادہ منہ سے نکل جانے والی) لغو قسموں پر اللہ کوئی مؤاخذہ نہیں کریگا البتہ ان قسموں پر مؤاخذہ کریگا جو تم نے دل کے ارادہ سے کھائی ہوں گی اور اللہ (لغو قسمیں کھانے کو معاف کردے گا کیونکہ وہ) غفور ہے (اور بہت معاف کرنے والا ہے) اور اللہ (کو بے ارادہ قسموں پر غصہ نہیں آتا کیونکہ وہ بڑا) حلیم ہے (اور بڑا بردبار ہے) ﴿۲۲۵﴾

معانی ومصادر

(عُرْضَة) عَرَضَ، يَعْرِضُ، عَرْضٌ (ض) پیش کرنا، بچھانا ظاہر ہونا [عُرْضَةٌ = حیلہ، بہانا]
(اَیْمان) اَیْمَانٌ = یَمِیْنٌ کی جمع = قسم۔
(تَبَرُّوْا) بَرَّ، یَبِرُّ، بِرٌّ وبَرَارَةٌ وبُرُوْرٌ (ض ف) حسن سلوک کرنا، اطاعت کرنا۔
بَرَّ، یَبُرُّ، بِرٌّ (ن) حسن سلوک کرنا، اطاعت کرنا۔
(یُؤَاخِذُ) اٰخَذَ، یُؤَاخِذُ، مُؤَاخَذَةٌ (باب مفاعلہ) مؤاخذہ کرنا، سزا دینا۔
(لَغْو) لَغَا، یَلْغُوْا، لَغْوٌ (ن) بات کرنا، باطل ہونا، بے ارادہ بے کار بات کرنا۔
(کَسَبَتْ) کَسَبَ، یَکْسِبُ، کَسْبٌ (ض) کمانا۔
(حَلِیْمٌ) حَلُمَ، یَحْلُمُ، حِلْمٌ (ک) معاف کر دینا، غصہ نہ کرنا۔

شانِ نزول

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۶۶ وکتاب الایمان جزء ۸ ص۱۶۸)

بعض لوگوں کی زبان سے (بے ارادہ) یہ الفاظ نکل جاتے تھے، نہیں، اللہ کی قسم"، "ہاں، اللہ کی قسم"، اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر

بعض لوگوں کی زبان سے بے ارادہ اکثر اس قسم کی باتیں صادر ہو جاتی ہیں کہ "اللہ کی قسم میں فلاں کام نہیں کروں گا"، حالانکہ اس کام کا کرنا نیکی ہوتا ہے، پھر جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فلاں کام کرو، یہ تو بہت نیک کام ہے تو فوراً اللہ تعالےٰ کی قسم کو بہانہ بنا لیتے ہیں اور اس طرح کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالےٰ کی قسم کھائی ہے، بھلا اللہ تعالےٰ کی قسم کو کس طرح توڑا جا سکتا ہے۔ اسی قسم کی باتیں عہد رسالت میں بھی ظہور میں آئیں تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے نام کو نیکی نہ کرنے، پرہیزگاری نہ کرنے اور لوگوں کے درمیان صلح نہ کرانے کے لئے بہانہ نہ بناؤ، (وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ) اللہ تعالےٰ تمہاری قسموں کو سن رہا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ان قسموں کو تم نے محض نیکی نہ کرنے کا بہانہ بنا رکھا ہے (لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ) یہ قسمیں جو بے ارادہ اور بے ساختہ تمہاری زبان سے نکل جاتی ہیں انہیں کوئی اہمیت حاصل نہیں، ان قسموں کے توڑنے پر اللہ تعالےٰ تم سے کوئی مؤاخذہ نہیں کریگا (وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ) بلکہ ان قسموں پر تم سے مؤاخذہ کریگا جو دلی ارادہ سے کھائی جاتی ہیں، اللہ تعالےٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے:۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۔

(المآئدۃ ۔ ۸۹)

اللہ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے کوئی مؤاخذہ نہیں کرے گا، البتہ ان قسموں پر مؤاخذہ کرے گا جن قسموں کو تم نے پختہ کر لیا ہوگا (یعنی جو قسمیں تم نے دل سے کھائی ہوں گی)

نوٹ :۔ قسموں کے متعلق ہم جملہ مسائل تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۸۹ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

عمل

اے لوگو، بے ساختہ اور بے ارادہ منہ سے نکل جانے والی قسموں کو نیکی نہ کرنے کا بہانہ نہ بنائیے، ان قسموں کو کوئی اہمیت نہ دیجئے بلکہ ان کو کالعدم سمجھتے ہوئے نیکی کے کام کرتے رہیئے۔

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ
تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ
فَآءُوْ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾
وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللّٰهَ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

ترجمہ ! جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیں ان کا چار مہینے انتظار کیا جائے، اگر وہ (اس عرصہ میں بیویوں سے) رجوع کرلیں (تو اُن کی اس غلطی کو اللہ معاف کردیگا) کیونکہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے ﴿۲۲۶﴾ اور اگر وہ (رجوع نہ کریں بلکہ) طلاق کا ارادہ کرلیں (تو اللہ ان کی گفتگو سُن رہا ہے اور اُسے ان کے دلوں کا حال بھی معلوم ہے کیونکہ) وہ سمیع اور علیم ہے (وہ جس کی غلطی ہوگی اُسے مناسب سزا دیگا) ﴿۲۲۷﴾

معانی ومصادر (یُؤْلُوْنَ) اَلٰی، یُؤْلِیْ، اِیْلَاءٌ (باب افعال) قسم کھانا [مادّہ الی ہے]

[اصطلاح میں بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھانے کو ایلاء کہتے ہیں]

(تَرَبُّصُ) تَرَبَّصَ، یَتَرَبَّصُ، تَرَبُّصٌ (باب تفعّل) انتظار کرنا۔

(فَآءُوْ) فَآءَ، یَفِیْءُ، فَیْءٌ (ض) لوٹنا، رجوع کرنا۔

(عَزَمُوْا) عَزَمَ، یَعْزِمُ، عُزْمٌ و مَعْزِمٌ و عَزِیْمٌ و عَزَمَةٌ و عَزِیْمَةٌ و عُزْمَانٌ (ض) ارادہ کرنا۔

(طَلَاق) طَلَقَ ، يَطْلُقُ ، طَلَاقٌ (ن) طلاق لینا ، عورت کا شوہر سے علیٰحدہ ہو جانا۔

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے شوہروں کے بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لینے پر پابندی عائد کر دی ، اب شوہروں کو حق نہیں رہا کہ وہ چار مہینہ سے زائد مدّت کے لئے بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیں اور کوئی مدّت مقرر نہ کریں تو ان کا چار مہینہ تک انتظار کیا جائے ، اگر وہ چار مہینے کے اندر یا چار مہینہ پورے ہونے کے بعد رجوع کر لیں تو اللہ تعالےٰ اُن کو معاف کر دیگا اور ان کی اس غلطی پر کوئی گرفت نہیں کریگا۔

اگر بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم چار مہینہ سے کم مدّت کے لئے ہو تو اُس وقت کو پورا کرنے کے بعد بیویوں کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں ، ایسی صورت میں قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ قسم کی مدّت پوری ہو گئی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں :۔

اٰلٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَآءِہٖ وَکَانَتِ انْفَکَّتْ رِجْلُہٗ فَاَقَامَ فِیْ مَشْرُبَۃٍ لَّہٗ تِسْعًا وَّعِشْرِیْنَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ آلَیْتَ شَہْرًا فَقَالَ اَلشَّہْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ (صحیح بخاری کتاب الطلاق باب قول اللہ تعالیٰ لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِہِمْ جزء ۷ ، ص۶۴)

(ازواج مطہرات نے دنیا کے ساز و سامان کا مطالبہ کیا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناراض ہو کر ایک مہینہ کے لئے) اُن کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لی ، آپ کے پیر میں موچ آگئی تھی لہذا آپ اپنے ایک بالاخانہ میں فروکش ہو گئے اور وہاں ۲۹ دن رہے ، پھر آپ (اپنی بیویوں کے پاس جانے کے لئے) اُترے ، لوگوں نے کہا "اے اللہ کے رسول ، آپ نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی (ابھی تو ۲۹ دن ہوئے ہیں)" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ مہینہ ۲۹ دن ہی کا ہے"۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ) اگر شوہروں نے چار مہینے کے بعد بھی رجوع نہیں کیا تو پھر ان کو مزید مہلت نہیں دی جائے گی ، اگر انہوں نے طلاق دینے کا ارادہ کر لیا تو طلاق دینی ہو گی ، بیویوں کو لٹکائے رکھنے کی اجازت ان کو نہیں دی جائے گی اور اگر طلاق دینے کا ارادہ نہیں کیا ہے ، محض بیوی کو پریشان کرنا مقصود ہے تو اس کی بھی اجازت ان کو نہیں دی جائے گی بلکہ ان کو رجوع کرنا ہو گا۔

الغرض جو شوہر اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیں تو ان کو چار مہینہ کی مہلت دی جائے گی ، چار مہینہ کے بعد وہ مجبور کئے جائیں گے کہ دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کریں یا تو رجوع کریں یا طلاق دیں ، قسم کی مدّت کو مزید بڑھانے کا انہیں کوئی اختیار نہیں ہو گا ، اگر ابتداء ہی میں انہوں نے چار مہینہ سے زیادہ کی قسم کھائی تھی تو چار مہینہ پورے ہونے پر انہیں قسم توڑ کر رجوع کرنا ہو گا یا طلاق دینی ہو گی ، مدّت مقررہ

سے پہلے رجوع کرنے کی صورت میں قسم ٹوٹ جائے گی اور کفّارہ ادا کرنا ہوگا۔

نوٹ :۔ قسم کے آداب اور قسم توڑنے کا کفّارہ انشاء اللہ العزیز سورۂ مآئدۃ کی آیت نمبر ۸۹ کی تفسیر میں بیان کیا جائیگا۔

عمل

اے لوگو، اگر آپ اپنی بیویوں سے ایلاء کریں تو اس کے ضابطوں کی پابندی کیجئے، ان ضابطوں کا خلاصہ یہ ہے :۔

(۱) اگر چار مہینہ یا اس سے کم مدّت کے لئے بیوی کے پاس جانے کی قسم کھائی ہے تو اس مدّت کے گذرتے ہی رجوع کر لینا چاہیئے، اس صورت میں نہ قسم ٹوٹے گی اور نہ کفارہ واجب ہوگا۔

(۲) اگر چار مہینہ سے زیادہ مدّت کے لئے یا غیر معینہ مدّت کے لئے قسم کھائی ہے تو چار مہینہ پورے ہونے پر رجوع کرنا ہوگا یا طلاق دینی ہوگی، چار مہینے کے بعد قسم کی مدّت میں توسیع کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

(۳) اگر مدّت مقررہ سے پہلے رجوع کرے تو قسم توڑنے کا کفّارہ ادا کرنا ہوگا۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ
اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ
اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ
بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا
اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ
عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ
عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٢٨﴾

ترجمہ جن عورتوں کو طلاق دیدی گئی ہو وہ اپنے (دوسرے نکاح کے) معاملہ میں طہر و ناپاکی کے تین دور کے گذرنے کا انتظار کریں (جب پاکی و ناپاکی کے تین دور گزر جائیں تو پھر دوسرا نکاح کریں اس سے پہلے نہیں) اور اگر وہ اللہ اور یوم قیامت پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لئے حلال نہیں کہ جو کچھ اللہ نے انکے رحموں میں پیدا کر دیا ہے اسے چھپائیں (یعنی رحم میں اگر بچہ ہے تو اُسے چھپا کر مقررہ وقت سے پہلے نکاح کر کے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں) اور اگر شوہروں کی نیت اصلاح کی ہو تو پاکی اور ناپاکی کے تین دوروں کی مدت کے اندر وہ ان سے رجوع کر لینے (اور دوبارہ زوجیت میں لے لینے کے) زیادہ حقدار ہیں اور شوہروں پر معروف کے مطابق بیویوں کے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے حقوق شوہروں کے بیویوں پر ہیں۔ البتہ شوہروں کو بیویوں پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے (لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس فضیلت کی وجہ سے بیویوں پر ظلم و زیادتی کریں اور اگر وہ ایسا کریں تو) اللہ (ان سے بدلہ لینے پر قادر ہے کیونکہ وہ سب پر) غالب ہے (اور اگر وہ کسی وجہ سے بدلہ لینے میں تاخیر کرتا ہے تو اس میں بھی اس کی کوئی حکمت ہوتی ہے، وہ ہر کام حکمت سے کرتا ہے کیونکہ وہ) حکمت والا ہے (۲۲۸)

معانی و مصادر (مُطَلَّقٰت) طَلَّقَ، يُطَلِّقُ، تَطْلِيقٌ (باب تفعیل) چھوڑ دینا، طلاق دینا، زوجیت سے آزاد کرنا، [مُطَلَّقٰت = مُطَلَّقَةٌ کی جمع جو اس مصدر سے مفعول مؤنث ہے یعنی طلاق دی ہوئی]

(قُرُوْءٌ) = قَرَأَ، يَقْرَأُ، قَرْءٌ (ف) عورت کا اذیت ماہانہ سے پاک یا ناپاک ہونا، پڑھنا [قُرُوْءٌ = قُرْءٌ کی جمع = وقت، عورت کے ماہانہ پاکی اور ناپاکی کا زمانہ]

(يَحِلُّ) حَلَّ، يَحِلُّ، حِلٌّ، (ض) حلال ہونا۔

(يَكْتُمْنَ) كَتَمَ، يَكْتُمُ، كَتْمٌ وكِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔

(اَرْحَام) اَرْحَام = رَحِمٌ یا رِحْمٌ کی جمع = بچہ دانیاں۔

(بُعُوْلَةٌ) بَعَلَ، يَبْعُلُ، بَعَالَةٌ وبُعُوْلَةٌ (ن) بیوی یا شوہر ہونا۔

[بُعُوْلَةٌ = بُعُوْلٌ وبِعَالٌ = جمع بَعْل کی = شوہر یا بیوی]

(اَحَقُّ) حَقَّ، يَحُقُّ، حَقٌّ (ن) واجب کرنا، واجب ہونا۔

(رَدَّ) رَدَّ، يَرُدُّ، رَدٌّ و مَرَدٌّ و مَرْدُوْدٌ (ن) لوٹانا۔

(مَعْرُوْف) عَرَفَ، يَعْرِفُ، عِرْفَةٌ وعِرْفَانٌ و مَعْرِفَةٌ (ض) جاننا، پہچاننا، اقرار کرنا۔

(دَرَجَةٌ) دَرَجَ، يَدْرِجُ، دُرُوْجٌ ودَرَجَانٌ (ض ن) سیڑھی چڑھنا۔

(عَزِيْزٌ) عَزَّ، يَعِزُّ، عِزٌّ وعِزَّةٌ وعَزَازَةٌ (ض) عزیز ہونا، قوی ہونا، باعزت ہونا۔

(حَكِيْمٌ) حَكُمَ، يَحْكُمُ، حِكْمَةٌ (ك) باحکمت ہونا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ) اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اس مدّت کو بیان کیا ہے جس مدّت کے بعد مطلقہ عورتیں نکاح کر سکتی ہیں، اس مدت کو اصطلاح شرح میں عِدّت کہتے ہیں۔ آیت زیرِ تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے ان مطلّقہ عورتوں کی عدت بیان کی ہے جو اذیت ماہانہ میں مبتلا ہوتی رہتی ہیں، ان عورتوں کی عدت تین قُرُوْء ہے یعنی پاکی اور ناپاکی کے تین دور، جب تین دور گذر جائیں تو عدّت ختم ہو جاتی ہے اور وہ نکاح کر سکتی ہیں۔

طلاق دینے کا طریقہ

(۱) طلاق پاکی کے زمانہ میں دینی چاہیئے، یا حالت حمل میں، اذیّت ماہانہ کے زمانہ میں طلاق نہیں دینی چاہیئے اگر اذیّت ماہانہ میں طلاق دے تو رجوع کر لے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا اَوْ حَامِلًا (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب تحریم طلاق الحائض جزء اول ص ۶۲۷)

میں نے اپنی بیوی کو ایسی حالت میں طلاق دی کہ وہ اذیت ماہانہ میں تھی، عمرؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُن کو حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کریں پھر ایسی حالت میں طلاق دیں کہ وہ پاک ہو یا حاملہ ہو۔

(۲) تین طلاقیں اس طرح دی جائیں کہ پہلی طلاق ایک پاکی میں، دوسری طلاق دوسری پاکی میں، تیسری طلاق تیسری پاکی میں، جس پاکی میں طلاق دے اس پاکی میں جماع نہ کرے، اگر طلاق دینے سے پہلے جماع کر لیا ہو تو اُس طہر میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَةً لَّهٗ وَهِيَ حَائِضٌ تَطْلِيْقَةً وَاحِدَةً فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْسِكَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ عِنْدَهٗ حَيْضَةً اُخْرٰى ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ مِنْ حَيْضَتِهَا فَاِنْ اَرَادَ اَنْ يُّطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا حِيْنَ تَطْهُرُ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّجَامِعَهَا (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب تحریم طلاق الحائض جزء اول ص ۶۲۶ وروی البخاری نحوہٗ)

میں نے اپنی بیوی کو اس حالت میں طلاق دی کہ وہ اذیت ماہانہ میں مبتلا تھی، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ رجوع کر لوں پھر اُسے روکے رکھوں یہاں تک کہ وہ پاک ہو، پھر میرے پاس اُسے دوسری اذیّت ماہانہ آئے، پھر اُسے چھوڑ دوں یہاں تک کہ وہ اپنی اذیّت سے پاک ہو جائے پھر اگر میں چاہوں کہ اُسے طلاق دوں تو جب وہ پاک ہو جائے تو جماع کرنے سے پہلے طلاق دوں

کتاب الطلاق باب قول اللہ تعالیٰ یایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن جزء ۷ ص۵۲)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

فَاَمَرَہٗ اَنْ یُّرَاجِعَھَا حَتّٰی یُطَلِّقَھَا طَاھِرًا مِّنْ غَیْرِ جِمَاعٍ وَقَالَ یُطَلِّقُھَا فِیْ قُبُلِ عِدَّتِھَا۔ (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب تحریم طلاق الحائض جزء اول ص۶۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ اس سے رجوع کریں، پھر ایسی حالت میں طلاق دیں کہ وہ پاک ہو (اس پاکی میں) جماع نہ کیا ہو اور عدت کا آغاز ہو (یعنی پاکی و ناپاکی کا پہلا دور شروع ہو رہا ہو)۔

(۳) ایک طہر میں دی ہوئی تین طلاقیں تین نہیں ہوں گی بلکہ ایک ہی ہوگی۔

ابوالصہباء نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا:۔

ھَاتِ مِنْ ھُنَاتِكَ اَلَمْ یَکُنِ الطَّلَاقُ الثَّلَاثُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَاحِدَۃً فَقَالَ قَدْ کَانَ ذٰلِكَ (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث جزء اول ص۶۲۹)

اپنے علم کا اظہار کیجئے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے عہد میں تین طلاقیں ایک شمار نہیں ہوتی تھیں، ابن عباسؓ نے فرمایا "یقیناً ایسا ہی ہوتا تھا"

(۴) جب رجوع کرے یا طلاق دے تو دو عادل مسلم آدمیوں کو گواہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ فَاَمْسِکُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْھِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ

(الطلاق - ۲)

جب (دو طلاق کے بعد) مطلقہ عورتیں عدّت کے اختتام (کے قریب) کو پہنچیں تو پھر انہیں (روکنا ہو تو) معروف کے مطابق روک لو یا ان کو (علیحدہ کرنا ہو تو) معروف کے مطابق (تیسری طلاق دے کر) علیحدہ کر دو اور اپنے میں سے دو عادل آدمی گواہ کر لو۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورتوں کو جن کو اذیّت ماہانہ آتی ہو پاکی اور ناپاکی کے تین دور کے اختتام تک عدّت میں بیٹھنے کا حکم دیا۔

(۵) جن عورتوں کو اذیّت ماہانہ آنا بند ہو جائے ان کی عدت تین مہینہ ہے، جن عورتوں کو اذیّت ماہانہ آنا شروع نہ ہوئی ہو ان کی عدّت بھی تین مہینہ ہے اور جو عورتیں حاملہ ہوں ان کی عدّت وضع حمل تک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ

وہ مطلقہ عورتیں جو اذیّت ماہانہ سے ناامید ہو چکی

اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔
(الطلاق - ۴)

ہوں، اگر تم کو (ان کی عدّت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی عدّت تین مہینہ ہے اور بن کو اذیّت ماہوار شروع نہ ہوئی ہو ان کی عدّت بھی تین مہینے ہے اور حمل والیوں کی عدّت وضع حمل تک ہے۔

عدت کی مدّت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ ۔ ۔ ۔) مطلقہ عورتیں اگر اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں تو انہیں چاہیئے کہ جو کچھ اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا ہے اُسے نہ چھپائیں۔ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے اور حمل کی مدّت تقریباً آٹھ نو ماہ ہو سکتی ہے بلکہ بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ، ہو سکتا ہے کہ بعض مطلقہ عورتیں اتنے عرصہ تک اپنے آپ کو روک نہ سکیں اور جلدی نکاح کرنے کی خاطر اپنے حمل کو چھپائیں اور تین مہینہ یا تین قروء کے بعد نکاح کر لیں تو یہ بہت بُری بات ہے، ایک مؤمنہ عورت کو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اپنے حمل کو ظاہر کر کے وضع حمل تک نکاح کرنے سے باز رہنا چاہیئے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ ۔ ۔ ۔) اگر ان کے شوہر اصلاح کرنا چاہیں تو وہ زیادہ حقدار ہیں کہ عدّت کی مدّت کے اندر رجوع کر لیں بشرطیکہ ایک یا دو طلاقیں دی ہوں جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ۔
(البقرة - ۲۲۹)

طلاق (رجعی) دو بار ہے (جب دو دفعہ طلاق دیدے تو) پھر معروف کے مطابق روک لے یا (تیسری طلاق دے کر) اُسے اچھی طرح سے رخصت کر دے۔

آیت بالا سے واضح ہوا کہ ایک طلاق یا دو طلاقوں کے بعد عدّت کے زمانہ میں شوہر رجوع کر سکتا ہے، تیسری طلاق کے بعد رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا پھر تو اُسے رخصت ہی کرنا پڑتا ہے۔

پھر اللہ نے فرمایا (وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ) معروف دستور کے مطابق بیویوں کے شوہروں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے شوہروں کے حقوق بیویوں پر، یعنی شوہروں کو چاہیئے کہ جس طرح وہ اپنے حقوق کی حفاظت چاہتے ہیں اسی طرح بیویوں کے حقوق کی حفاظت کریں، ان کے حقوق بحسن و خوبی دستور کے مطابق ادا کرتے رہیں۔

بیویوں کے حقوق درج ذیل ہیں

(۱) اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان کے ساتھ یکساں سلوک کرے، اگر یکساں سلوک نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو ایک ہی بیوی پر قناعت کرے،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النسآء-۳)

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ بیویوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو۔

(۲) بیوی سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی ایک خصلت ناپسندیدہ ہو گی تو دوسری پسندیدہ ہو گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا یَفْرُكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ اَوْ قَالَ غَیْرَهٗ (صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیة بالنسآء جزء اول ص۶۲۵)

کوئی مؤمن کسی مؤمنہ سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی ایک عادت ناپسندیدہ ہو گی تو دوسری پسندیدہ ہو گی۔

(۳) بیوی کا مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (النسآء-۴)

بیویوں کو ان کے مہر خوشی کے ساتھ ادا کر دیا کرو۔

(۴) اگر بیوی اطاعت کرے تو اس پر زیادتی کرنے کا بہانہ تلاش نہ کرے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا۔ (النسآء-۳۴)

اگر بیویاں اطاعت کریں تو پھر ان پر زیادتی کرنے کا بہانہ نہ تلاش کرو۔

(۵) اگر بیوی کو طلاق دینی ہو تو جو کچھ مال اس کو دیا ہوا اس میں سے کچھ واپس نہ لے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْـًٔا (النسآء-۲۰)

اگر تم ایک بیوی کے بدلہ دوسری بیوی لانا چاہو تو اگر (پہلی بیوی کو) تم نے ایک خزانہ بھی دے دیا ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔

(۶) شوہر کو چاہئے کہ بیوی کی ہر قسم کی نگرانی کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالرَّجُلُ فِیْ اَهْلِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب قُوْا انفسکم ..... جزء ۷ ص۳۴)

مرد اپنی اہل کا حکمران ہے اور اس سے (اس سلسلہ میں) باز پرس ہو گی۔

(۷) جب خود کھائے تو بیوی کو بھی کھلائے اور جب اپنے لئے کپڑے بنائے تو اس کے لئے بھی بنائے:۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:۔

مَا حَقُّ الْمَرْاَةِ عَلَی الزَّوْجِ قَالَ تُطْعِمُهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَیْتَ (رواہ احمد و سندہ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۴ ص۲۳۱)

بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کھاؤ تو اُسے بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اُسے بھی پہناؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (صحیح مسلم کتاب الحج باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۲)

تم پر معروف کے مطابق بیویوں کا کھانا اور کپڑے پہنانا فرض ہے۔

⑧ بیوی کے ساتھ اچھی طرح رہے، اس کے ساتھ بدسلوکی نہ کرے گھر کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹائے، اس کی خواہشات کا خیال رکھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النسآء-۱۶)

بیویوں سے دستور کے مطابق زندگی گذارو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ (رواہ الترمذی وصححه، ابواب الرضاع باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها جزء اول ص۳۵۹)

تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو تم میں اپنی بیویوں سے سب سے بہتر ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا (صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصية بالنساء جزء اول ص۶۲۵)

بیویوں کے ساتھ خیر خواہی کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ (صحیح مسلم کتاب الحج باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۲)

بیویوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

اسود کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا:۔

مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ أَهْلِهٖ قَالَتْ كَانَ فِيْ مِهْنَةِ أَهْلِهٖ (صحیح بخاری کتاب الادب باب کیف یکون الرجل فی اهله جزء ۸ ص۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہل میں کیا کرتے رہتے تھے، حضرت عائشہ نے کہا اپنی بیوی کے کام میں لگے رہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (صحیح بخاری کتاب النکاح باب لزوجك حق جزء ۷ ص۲۱)

تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔

الغرض بیویوں کے حقوق کی نگہداشت کرے، اللہ تعالےٰ سے ڈرتا رہے کہ کہیں بیویوں کے ساتھ زیادتی یا ناانصافی نہ کر بیٹھے۔

نوٹ :۔ شوہروں کے حقوق ہم انشاءاللہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۴ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ) شوہروں کو بیویوں پر فضیلت ہے، یہ فضیلت کئی وجوہ کی بناء پر ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے :۔

① شوہر بیوی پر حکمران اور نگران ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (النسآء - ۳۴)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں، یہ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لئے بھی کہ وہ (ان پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

وَالرَّجُلُ فِيْ اَهْلِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب قوا انفسکم واھلیکم ..... جزء ۷، ص ۳۴)

مرد اپنی بیوی پر حکمران اور نگران ہے اور اُس سے (اس کی بیوی کے متعلق) باز پرس ہوگی۔

② عورت کو مرد کی تسکین کی خاطر پیدا کیا گیا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا (الاعراف - ۱۸۹)

اللہ ہی ہے جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا اور پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس سے سکون و راحت حاصل کرے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔ (الروم - ۲۱)

اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے عورتیں پیدا کر دیں تاکہ تم ان سے تسکین حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور شفقت پیدا کر دی (تاکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کر سکو)۔

③ عورت کو مرد کے لئے دل کش بنایا گیا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○

(آل عمران - ۱۴)

عورتوں، بیٹوں، سونے چاندی کے خزانے، شاہزار گھوڑے، مویشی اور کھیتی کی خواہشات کو لوگوں کے لئے زینت دے دی گئی ہے لیکن یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے ساز و سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے (جہاں کی نعمتیں لافانی اور بہتر ہیں)۔

گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے مردوں کے لئے عورتوں میں ایک قسم کی دل کشی رکھی ہے، یہی وجہ ہے کہ مرد کو کئی کئی بیویوں کی خواہش ہوتی ہے لیکن عورت کو ایک سے زیادہ شوہروں کی خواہش نہیں ہوتی۔ مردوں کو بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت اسی فطرت کی بناء پر ہے اور یہ بھی ایک وجہ فضیلت ہے۔

④ مرد کو طلاق دینے کا اختیار ہے، لیکن عورت کو طلاق لینے کا اختیار ہے، دینے کا اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ۔

(الطلاق - ۱)

اے نبی (مؤمنین سے کہہ دیجئے کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دیا کرو تو عدت کے شروع میں طلاق دیا کرو۔

⑤ عورتیں مردوں کی کھیتیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ

(البقرة - ۲۲۳)

عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں (یعنی اولاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں)۔

⑥ عورت کو مرد کے مقابلہ میں کمزور اور نازک بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ

(الزخرف - ۱۸)

کیا (اللہ عورت کو اپنی اولاد بنائے گا) جو زیور میں پرورش پائے۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں:۔

اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعْضِ نِسَآئِهٖ وَمَعَهُنَّ اُمُّ سُلَيْمٍ فَقَالَ وَيْحَكَ يَا اَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ سَوْقًا بِالْقَوَارِيْرِ (صحیح بخاری کتاب الادب باب ما یجوز من الشعر جزء ۸ ص۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں میں سے کسی بیوی کے پاس آئے، آپ کی ازواج کے ساتھ امّ سلیم بھی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انجشہ سے جو ازواج مطہرات کے اونٹ ہانک رہے تھے) فرمایا:۔ اے انجشہ تم پر افسوس! شیشہ کی سواریوں کو

آہستہ ہانکنا چاہیئے۔

(۷) عورتوں کو اذیّت ماہانہ اور حمل کی تکلیف دی گئی ہے، مردوں کو یہ تکلیف نہیں دی گئی۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے مردوں کو عورتوں پہ حاکم بنایا، مردوں کو عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ طاقت دی اور عورتوں کو اذیّت ماہانہ اور حمل جیسی تکلیفیں لاحق کیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرد عورتوں کی حق تلفی کریں، ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کریں نہیں، انہیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ (وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ) مردوں کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ) اللہ تعالےٰ قوی ہے، زبردست ہے، سب پر غالب ہے وہ مردوں سے ان کی زیادتی کا بدلہ لے سکتا ہے اور لے لیا کرتا ہے اور اگر فوراً بدلہ نہیں لیتا، ڈھیل دے دیتا ہے تو یہ ڈھیل بھی اس کی کسی مصلحت پر مبنی ہوتی ہے۔ بہرحال انہیں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور کسی قسم کی زیادتی نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّیْ بِالسَّوْطِ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِّنْ خَلْفِیْ اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ فَلَمْ اَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ قَالَ فَلَمَّا دَنَا مِنِّیْ اِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ یَقُوْلُ اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ قَالَ فَاَلْقَیْتُ السَّوْطَ مِنْ یَدِیْ (وفِیْ رِوَایَةٍ فَسَقَطَ مِنْ یَدِیْ السَّوْطُ مِنْ هَیْبَتِهٖ) فَقَالَ اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَنَّ اللّٰهَ اَقْدَرُ عَلَیْكَ مِنْكَ عَلٰی هٰذَا الْغُلَامِ قَالَ فَقُلْتُ لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْكًا بَعْدَهٗ اَبَدًا (وَفِیْ رِوَایَةٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِّوَجْهِ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب صحبة المماليك جزء ۲ ص ۲۹)

میں اپنے غلام کو کوڑے مار رہا تھا، اتنے میں میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی "اے ابو مسعود خبردار ہو جاؤ"، میں غصہ کی وجہ سے آواز کو پہچان نہیں سکا، پھر جب وہ پکارنے والا میرے قریب ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ فرما رہے ہیں" اے ابو مسعود خبردار ہو جاؤ"، میں نے اپنے ہاتھ سے کوڑا رکھ دیا یا آپ کی ہیبت سے کوڑا میرے ہاتھ سے گر پڑا، آپ نے فرمایا" اے ابو مسعود خبردار ہو جاؤ، بے شک اللہ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی قدرت تم اس غلام پر رکھتے ہو"، میں نے عرض کیا" میں آئندہ کبھی غلام کو نہیں ماروں گا اور اے اللہ کے رسول یہ غلام اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہے"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تم ایسا نہ کرتے تو آگ تم کو جلاتی"۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے، زوجین کے حقوق ادا کرتے رہیئے، کسی پر ظلم و زیادتی نہ کیجئے، آپ جتنا کسی محکوم پر قدرت رکھتے ہیں، اللہ تعالےٰ اس سے زیادہ قدرت آپ پر رکھتا ہے، وہ جب چاہے آپ کو سزا دے سکتا ہے، اس کے غضب سے بچنے کی کوشش کرتے رہیئے۔

عورتوں کو چاہیئے کہ وہ طلاق کے بعد پاکی اور ناپاکی کے تین دور کی مدّت تک عدّت میں بیٹھیں، اس مدّت میں کسی سے نکاح نہ کریں، پیٹ میں اگر حمل ہے تو اس کو نہ چھپائیں، وہ لوگوں سے چھپا سکتی ہیں، اللہ تعالےٰ سے نہیں چھپا سکتیں، اگر اللہ تعالےٰ اور قیامت کے دن پر ان کا ایمان ہے تو انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اس چھپانے کے نتیجے میں اللہ تعالےٰ قیامت کے دن انہیں سزا دے سکتا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ
اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ وَلَا يَحِلُّ
لَكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ
شَيۡـًٔا اِلَّاۤ اَنۡ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيۡمَا
حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا
يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ تِلۡكَ
حُدُوۡدُ اللّٰهِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا وَمَنۡ
يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿٢٢٩﴾

ترجمہ طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے (دو مرتبہ کی طلاق کے بعد تک شوہروں کو اختیار رہتا ہے کہ) معروف کے مطابق (اپنی بیویوں کو) اپنی زوجیت میں رہنے دیں یا (تیسری طلاق دے کر) بھلائی کے ساتھ (ان کو) رخصت کر دیں اور (اے لوگو) تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ جو کچھ مہر تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو، سوائے اس صورت کے کہ میاں بیوی دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اگر (واقعی) تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ایسی صورت میں اگر بیوی (شوہر سے طلاق حاصل کرنے کے لئے) فدیہ میں شوہر کو کچھ دیدے (اور شوہر وہ مال لے کر بیوی کو طلاق دیدے) تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور (یہ اچھی طرح جان لو) جو شخص بھی اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے تو ایسے ہی لوگ گنہگار ہیں (۲۲۹)

معانی و مصادر (اِمْسَاکٌ) اَمْسَکَ، یُمْسِکُ، اِمْسَاکٌ (باب افعال) ردکنا [مَسْکٌ (ن وض) = مضبوطی سے پکڑ لینا]۔

(تَسْرِیْحٌ) سَرَّحَ، یُسَرِّحُ، تَسْرِیْحٌ (باب تفعیل) چھوڑنا۔

(حُدُوْد) حَدَّ، یَحُدُّ، حَدٌّ (ن) حد بنانا، عورت کا سوگ کرنا۔

(جُنَاح) جَنَحَ، یَجْنَحُ، جُنُوْحٌ (ن وف وض) مائل ہونا۔

(اِفْتَدَت) اِفْتَدٰی، یَفْتَدِیْ، اِفْتِدَاءٌ (باب افتعال) فدیہ دینا۔

(لَا تَعْتَدُوْا) اِعْتَدٰی، یَعْتَدِیْ، اِعْتِدَاءٌ (باب افتعال) حد سے تجاوز کرنا، ظلم کرنا۔

(یَتَعَدَّ) تَعَدّٰی، یَتَعَدّٰی، تَعَدِّیْ (باب تفعّل) حد سے تجاوز کرنا، ظلم کرنا۔

(ظٰلِمُوْنَ) ظَلَمَ، یَظْلِمُ، ظُلْمٌ و مَظْلَمَۃٌ (ض) کسی چیز کو بے محل رکھنا، ظلم کرنا، حق تلفی کرنا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے رجعی طلاقوں کی حد مقرر کر دی، اللہ تعالےٰ نے فرمایا رجعی طلاقوں کی تعداد صرف دو ہے، اس کے بعد اگر رکھنا چاہو تو روک لو اگر رکھنا نہ چاہو تو (تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ) تیسری طلاق دے کر رخصت کر دو، رجعی طلاقوں کی اگر گنتی محدود نہ کی جاتی تو عورتوں کے لئے بڑی پریشانی ہوتی، شوہر چاہتے تو ان کو پریشان کرنے کے لئے بار بار طلاق دیتے اور بار بار عدّت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتے۔ اللہ تعالےٰ نے مردوں سے بار بار طلاق اور رجعت کے حق کو چھین کر عورتوں پر احسان عظیم کیا اور ان کو ایک بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔

عورتوں پر دوسرا احسان اللہ تعالےٰ نے یہ کیا کہ طلاق کے وقت مردوں کو مہر میں سے کچھ رقم واپس لینا حرام کر دیا اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ شَیْئًا) اے شوہرو، تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ بھی واپس لو۔

عورتوں پر تیسرا احسان اللہ تعالےٰ نے یہ کیا کہ ان کو بھی طلاق لینے اور مرد سے چھٹکارا حاصل کرنے کا

اختیار دیا، نکاح شوہر اور بیوی کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے، وہ مہر کی ایک مقررہ رقم کے بدلے تمام عمر اس کی بیوی بننے کا عہد کرتی ہے، لیکن اگر درمیان میں وہ اس عہد کو توڑنا چاہتی ہے تو اس کو اختیار دیا کہ وہ جب چاہے معاہدہ کو کالعدم کرنے کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ معاہدۂ نکاح کی رُو سے مہر کی رقم پوری زندگی بیوی بن کر گذارنے کے لئے دی جاتی ہے، اب اگر وہ پوری زندگی بیوی بن کر رہنا نہیں چاہتی تو اُسے پورا مہر لینے کا کیا حق ہے، ایسی صورت میں عورت کو اختیار دیا کہ خلع حاصل کرنے کے لئے وہ مہر یا مہر میں سے کچھ رقم شوہر کو واپس کردے، ایسی صورت میں اللہ تعالےٰ نے شوہر کو اجازت دی کہ وہ مہر یا مہر میں سے کچھ رقم واپس لے سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا اَعْتِبُ (وَفِيْ رِوَايَةٍ مَا اَنْقِمُ) عَلَيْهِ فِيْ خُلُقٍ وَلَا دِيْنٍ وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ وَّ لٰكِنِّيْ لَا اُطِيْقُهٗ) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهٗ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً (صحیح بخاری کتاب الطلاق باب الخلع جزء ۶ ص) وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ (رواہ الترمذی وصححہ، ابواب الطلاق باب ماجاء فی الخلع جزء اول ص۳۶۸) وفی روایۃ اَمَرَهَا اَنْ تَتَرَبَّصَ حَيْضَةً وَاحِدَةً فَتَلْحَقَ بِاَهْلِهَا (رواہ النسائی کتاب الطلاق باب عدۃ المختلعۃ جلد ۲ ص۹۵ وسندہ صحیح۔ نیل ۶/۲۱)

ثابت بن قیس کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، انہوں نے کہا "اے اللہ کے رسول میں ثابت بن قیس کے نہ خُلق میں کوئی برائی دیکھتی ہوں اور نہ ان کے دین میں کوئی خرابی دیکھتی ہوں لیکن میں انہیں برداشت نہیں کرسکتی اور میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں (لہٰذا میں خلع چاہتی ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم اس کا باغ (جو اس نے تم کو مہر میں دیا تھا) واپس کردوگی"؟ انہوں نے کہا ہاں (واپس کردوں گی)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت سے فرمایا باغ لے لو اور انہیں ایک طلاق دے دو (صحیح بخاری) پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ وہ ایک اذیّت ماہانہ کی مدّت تک عدّت میں بیٹھیں (ترمذی) اور اپنے میکے چلی جائیں (نسائی)

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ:۔

۱۔ عورت ناپسندیدگی کی صورت میں بھی طلاق لے سکتی ہے،

۲۔ خُلع کی صورت میں شوہر پورا مہر واپس لے سکتا ہے،
۳۔ خُلع کے بعد عورت اپنے میکے چلی جائے،
۴۔ خُلع کی عدّت ایک اذیّت ماہانہ ہے۔
۵۔ خلع میں ایک ہی طلاق دی جائے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ....) یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو، یہ اللہ تعالےٰ کے احکام ہیں، ان کی خلاف ورزی نہ کرو، اور جو شخص اللہ تعالےٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ ظالم شمار کیا جائے گا (اور اپنے ظلم کی سزا پائے گا)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ — اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

(الشوریٰ۔ ۴۰)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ — ظالموں کے لئے اللہ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(حٰمٓ اٰتٰی۔ ۳۱)

عمل

اے لوگو، ظلم نہ کیجئے، کسی کی حق تلفی نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہ کیجئے، میاں بیوی کے اختیارات کا احترام کیجئے، ان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے دئے ہوئے اختیارات کو استعمال کرنے کے معاملہ میں رکاوٹ نہ بنیئے۔ اے ایمان والو، دو طلاق کے بعد اگر آپ بیوی کو چھوڑنا چاہیں تو تیسری طلاق دے کر بھلائی کے ساتھ چھوڑ دیجئے۔

اے ایمان والو، مہر میں سے کچھ بھی واپس نہ لیجئے سوائے اس صورت کے کہ بیوی علیٰحدہ ہونا چاہے۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى
تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ
ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ
حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۲۳۰﴾

ترجمہ پھر اگر شوہر (اپنی) بیوی کو (تیسری) طلاق دیدے تو (اب) وہ بیوی اُس شوہر کے لئے حلال نہیں (وہ نہ اس سے رجوع کر سکتا ہے اور نہ عدّت گذرنے کے بعد نکاح کر سکتا ہے) جب تک وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے، پھر اگر دوسرا شوہر طلاق دیدے تو اس عورت اور اس کے پہلے شوہر پہ کوئی گناہ نہیں اگر وہ آپس میں رجوع کر لیں (یعنی آپس میں دوبارہ نکاح کر لیں) بشرطیکہ ان دونوں کو یقین ہو کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے (یعنی اللہ کی طرف سے مقررہ کردہ حقوق ادا کر سکیں گے، کوئی کسی کی حق تلفی نہیں کریگا) اور (خبردار ہو جاؤ) یہ اللہ کی حدیں ہیں جن کو اللہ اُن لوگوں کے لئے وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے جو علم (و دانش) سے بہرہ ور ہیں (اس لئے کہ وہی ان حدوں کی حکمتوں کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں)

معانی و مصادر (تَنْكِحَ) نَكَحَ، يَنْكِحُ، نِكَاحٌ و نَكْحٌ (ن و ف) نکاح کرنا۔
(يَتَرَاجَعَا) تَرَاجَعَ، يَتَرَاجَعُ، تَرَاجُعٌ (باب تفاعل) باہم ایک دوسرے سے رجوع کرنا۔
(يُبَيِّنُ) بَيَّنَ، يُبَيِّنُ، تَبْيِينٌ (باب تفعیل) ظاہر کرنا و ظاہر ہونا، واضح کرنا یا واضح ہونا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالےٰ نے شوہر کو ایک طلاق اور دو طلاقوں کے بعد رجوع کرنے کا حق دیا، اس آیت میں فرمایا (فَاِنْ طَلَّقَهَا) پھر اگر وہ دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق بھی دیدے تو اب وہ بیوی اس شوہر کیلئے حلال نہیں، اب نہ وہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ نکاح کر سکتا ہے (حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ) یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ پھر اگر وہ طلاق دیدے تو یہ عورت اور اس کا پہلا شوہر دونوں ایک دوسرے سے رجوع کر سکتے ہیں اور دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں لیکن اس نکاح کی شرط یہ ہے کہ (اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ) ان دونوں کو یقین ہو کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق بحسن وخوبی ادا کر سکیں گے، معروف کے مطابق زندگی گذار سکیں گے اور اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ حقوق کی خلاف ورزی نہیں کریں گے، اگر یہ یقین نہ ہو تو نکاح نہیں کرنا چاہیئے تاکہ دوبارہ وہی ناخوشگوار صورت پیش نہ آئے جو پہلے پیش آئی تھی اور جس کے نتیجہ میں طلاق واقع ہوئی تھی۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں:۔

طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهٗ فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهٗ وَكَانَتْ مَعَهٗ مِثْلَ الْهُدْبَةِ فَلَمْ تَصِلْ مِنْهُ اِلٰى شَيْءٍ تُرِيْدُهٗ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ طَلَّقَهَا فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ زَوْجِيْ طَلَّقَنِيْ وَاِنِّيْ تَزَوَّجْتُ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَدَخَلَ بِيْ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ اِلَّا مِثْلُ الْهُدْبَةِ فَلَمْ يَقْرَبْنِيْ اِلَّا هَنَةً وَّاحِدَةً لَمْ يَصِلْ مِنِّيْ اِلٰى شَيْءٍ فَاَحِلُّ لِزَوْجِيْ الْاَوَّلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلِّيْنَ لِزَوْجِكِ الْاَوَّلِ حَتّٰى يَذُوْقَ الْاٰخَرُ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهٗ (صحیح بخاری کتاب الطلاق باب من قال لامرأتہ انت علیّ حرام جزء ۷، ص۵۶ وصحیح مسلم کتاب النکاح باب لا تحل المطلقۃ ثلثا لمطلقہا حتی تنکح زوجا غیرہ جزء اول ص۴۶۵ واللفظ للبخاری)

ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا لیکن وہ شوہر حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہ تھا۔ وہ اس عورت سے صحبت نہ کر سکا اور اس نے کچھ عرصہ بعد اسے طلاق دے دی، وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول، میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی، میں نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا، لیکن وہ حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، وہ ایک مرتبہ سے زیادہ مجھ سے خلوت نہ کر سکا اور اس میں بھی وہ صحبت نہ کر سکا، تو کیا میں اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے پہلے شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتیں جب تک دوسرا شوہر تمہارا مزا نہ چکھ لے اور تم اس کا مزا نہ چکھ لو (یعنی جب تک وہ صحبت نہ کر لے)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں :۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ (رواہ الترمذی وصححہ۔ کتاب النکاح باب ماجاء فی المحلل والمحلل لہٗ جزء اول ص۲۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کرنے والے اور جس کے لئے حلال کی جائے دونوں پر لعنت کی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص اپنی مطلقہ بیوی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے اس لئے کرائے کہ وہ نکاح کرکے طلاق دیدے اور پھر وہ عورت اُس کے لئے حلال ہو جائے تو نکاح کرنے والا اور نکاح کرانے والا دونوں ملعون ہیں۔

الغرض پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کی چار شرطیں ہیں :۔

۱۔ دوسرا شوہر اُس عورت کو اتفاقاً طلاق دیدے،

۲۔ دوسرا شوہر اس سے صحبت کر چکا ہو اور پھر طلاق دی ہو،

۳۔ دوسرے شوہر نے اس لئے نکاح نہ کیا ہو کہ نکاح کے بعد طلاق دے کر وہ اس عورت کو پہلے شوہر کے لئے حلال کر دے۔

۴۔ اس عورت کو اور پہلے شوہر کو یقین ہو کہ اب وہ اللہ تعالےٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ) یہ اللہ تعالےٰ کی حدیں ہیں جن کو وہ اہل علم (ودانش) کے لئے وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہا ہے، اس لئے کہ وہی ان حدوں کے رموز اور حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ دوسرے شوہر سے نکاح اور صحبت کی شرط لگانا اس میں تمام مَردوں کے لئے عبرت کا سامان ہے، وہ طلاق سے محض اس خیال سے باز رہیں گے کہ وہ عورت سے دوبارہ نکاح نہ کر سکیں گے جب تک دوسرا شوہر اس سے صحبت نہ کر لے، یہ چیز ان کے لئے باعث غیرت ہو گی، وہ کب چاہیں گے کہ ان کی بیوی کسی دوسرے مرد کے پاس جائے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (الاعراف - ۳۲)

اسی طرح ہم اہل علم کے لئے اپنی آیات وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (حٰمٓ السجدۃ - ۳)

عربی زبان میں یہ قرآن (وہ) کتاب ہے جس کی آیتیں علم والوں کے لئے وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں۔

الغرض اللہ تعالےٰ کے احکام کی مصلحتوں اور حکمتوں کو اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں اور جب اہل علم سمجھ

تیں گے تو وہ بے علم لوگوں کو سمجھا دیں گے اس طرح احکام الٰہی کی مصلحتیں سب کو معلوم جائیں گی۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے احکام اور اس کی حکمتوں کو سمجھنے کی کوشش کیجئے، اور اگر اللہ تعالےٰ کے احکام کی حکمتیں آپ کی سمجھ میں نہ آئیں تب بھی ان احکام پر عمل کرنا نہ چھوڑیئے بلکہ مستقل مزاجی اور استقامت کے ساتھ ان پر عمل کرتے رہیئے۔ طلاقیں سوچ سمجھ کر دیجئے، تیسری طلاق کے عواقب سے عبرت حاصل کیجیئے، اگر اتفاق سے آپ تیسری طلاق دے دیں تو کسی دوسرے سے اس لئے نکاح نہ کرایئے کہ وہ نکاح ہی اس لئے کرے کہ طلاق دے کر آپ کے لئے اس عورت کو حلال کر دے۔ نکاح کے وقت اگر کسی معینہ وقت پر طلاق دینے کی نیت ہو تو وہ نکاح نہیں ہوتا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۔
(النساء ۔ ۲۴)

نکاح کرنے والے، عورت کو اپنی زوجیت میں قید رکھنے کی نیت سے نکاح کریں نہ کہ شہوت رانی کے لئے۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ
فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ
بِمَعْرُوفٍ وَّلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا
لِّتَعْتَدُوا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ
ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ
اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ
وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٣١﴾

ترجمہ اور (اے مؤمنین) جب تم عورتوں کو (ایک مرتبہ یا دو مرتبہ) طلاق دو اور جب ان کی عدّت اختتام کو پہنچنے لگے تو انہیں دستور کے مطابق اپنی زوجیت میں رہنے دو یا دستور کے مطابق انہیں رخصت کر دو اور مخالفت کی وجہ سے انہیں اس لئے اپنی زوجیت میں نہ روکے رکھو کہ ان پر ظلم و زیادتی کرو اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کریگا، اللہ کی آیات (و احکام) کو مذاق نہ بناؤ، اللہ کی نعمت کو جو اس نے تم پر کی ہے اور کتاب و حکمت کی جو باتیں تم پر نازل کی ہیں انہیں یاد کرو، اللہ سے ڈرتے رہو اور خبردار ہو جاؤ کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے (۲۳۱)

معانی و مصادر (اَجَل) اَجِلَ، یَأْجَلُ، اَجَلٌ (س) وقت مقرر کرنا [اَجَلٌ = مقررہ وقت یعنی عدت]

(ضِرَارًا) ضَارَّ، یُضَارُّ، ضِرَارٌ و مُضَارَّۃٌ (باب مفاعلۃ) نقصان پہنچانا، مخالفت کرنا۔

(هُزُوًا) هَزَأَ، یَهْزَأُ، هُزْأٌ، هُزْءٌ و هُزُوٌ و مَهْزَأَۃٌ (ف، س) مذاق کرنا۔

(یَعِظُ) وَعَظَ، یَعِظُ، وَعْظٌ، و عِظَۃٌ (ض) نصیحت کرنا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے عورتوں کی ایک اور مصیبت کا سدّباب کیا ہے، آیت کے سیاق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے طلاق دینے اور پھر رجوع کر لینے کو مذاق بنا رکھا تھا، ایک طلاق دے کر پھر اُسے چھوڑ دیتے یہاں تک کہ جب عدّت کے تین مہینے یا تین قروء ختم ہونے لگتے تو اس سے رجوع کر لیتے۔ پھر اگلے طُہر میں دوسری طلاق دے دیتے اور پھر جب تین مہینے یا تین قروء گذرنے لگتے تو رجوع کر لیتے پھر اگلے طُہر میں تیسری طلاق دیتے، اس طرح عدّت کی مدّت طویل ہو کر ۹ مہینے یا ۹ قروء ہو جاتی، یہ چیز عورتوں کے لئے بڑی مصیبت تھی، مرد یہ کام اس لئے کرتے تھے کہ ان کو اپنی بیویوں سے مخالفت ہوتی تو یہی نہیں کہ وہ ان کی عدّت میں اضافہ کرتے بلکہ مزید مدّت کے لئے وہ ان کو اپنے گھر میں روک کر ان کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے، ان کی حق تلفی کرتے، ان پر زیادتی کرتے، اللہ تعالےٰ کو یہ بات پسند نہ آئی، اس نے عورتوں پر نظرِ رحمت فرمائی اور مردوں کو سختی سے تنبیہ کر دی، اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے ایمان والو، جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو اور ان کی عدّت اختتام کے قریب پہنچ جائے تو پھر انہیں روکنا ہے تو دستور کے مطابق رجوع کر کے انہیں روک لو، رجوع کے وقت ان پر ظلم و ستم ڈھانے کی نیت نہ ہو، ان کے حقوق کی ادائیگی کا پکا ارادہ ہو، اگر ایسا ارادہ نہ ہو تو پھر دستور کے مطابق انہیں رخصت کر دو (وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا) محض مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے انہیں نہ روکو (لِتَعْتَدُوا) تاکہ انہیں روک کر پھر ظلم و زیادتی کرو (وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ) اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنی جان پر ظلم کریگا، اس کا نتیجہ اُسے آخرت میں بھگتنا پڑیگا، اللہ تعالےٰ کے احکام حکمت سے پُر ہیں، اُن میں مرد و عورت دونوں کیلئے آسانیاں ہیں، دونوں کے لئے سہولتیں ہیں، ان پر عمل کر کے وہ پھر از سرِ نو اپنی زندگیوں کو خوشگوار بنا سکتے ہیں، یہ آسانیاں زندگیوں کو خوشگوار بنانے کے لئے ہیں نہ کہ ناخوشگوار زندگیوں میں اضافے کے لئے، مرد ان آسانیوں سے جو

مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے وہ اس مقصد کے بالکل خلاف اور منافی تھا جس مقصد کے لئے اللہ تعالےٰ نے ان آسمانیوں کو نازل فرمایا تھا، اللہ تعالےٰ کے احکام کو ان مقاصد کے خلاف استعمال کرنا جن مقاصد کے لئے وہ نازل ہوئے تھے اللہ تعالیٰ کی منشاء سے بغاوت کرنا ہے، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا، یہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ مذاق کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا) اللہ کی آیات (واحکام) کے ساتھ مذاق نہ کرو، ان پر اللہ تعالےٰ کی منشاء کے مطابق عمل کرو، اللہ تعالےٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے رسول مبعوث فرمایا، پھر کتاب وحکمت نازل فرمائی، رسول بھی نعمت اور کتاب وحکمت بھی نعمت، ان نعمتوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝

(البقرۃ - ۱۵۰ تا ۱۵۲)

(اے ایمان والو) لوگوں سے نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو، (میں چاہتا ہوں) کہ تم پر اپنی نعمت پوری کردوں تاکہ تم ہدایت پر چلتے رہو جیسے میں نے تم کو یہ نعمت بخشی کہ تم لوگوں میں تم ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، تمہارے دلوں کو پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں ایسی ایسی باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے لہذا تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا، میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنی دو نعمتوں کا ذکر فرمایا، ایک رسول کی بعثت اور دوسری وہ نصیحت جو اللہ تعالےٰ نے کتاب وحکمت کی شکل میں نازل فرمائی اور جس کی تکمیل کا وعدہ فرمایا۔

آیت زیر تفسیر میں بھی اللہ تعالےٰ نے ان دونوں نعمتوں کا ذکر فرمایا، ان کو یاد کرنے کا حکم دیا اور پھر ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا (يَعِظُكُمْ بِهٖ) کتاب وحکمت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت فرمارہا ہے کہ احکام الٰہی پر چلو، احکام الٰہی کا مذاق نہ اڑاؤ، اللہ تعالےٰ کی منشاء کے خلاف کام نہ کرو (وَاتَّقُوا اللّٰهَ) اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو (وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ) اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ کو ہر چیز کا علم ہے، اُسے تمہاری نیتوں کا علم ہے، اگر تم نے بدنیتی سے بیویوں کو روکا تو تمہاری بدنیتی کا علم اللہ تعالےٰ کو ہو جائیگا، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، لہذا اللہ تعالےٰ سے ڈر جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالےٰ کی منشاء کے خلاف اس کے احکام پر عمل کرنا اور بیویوں پر ظلم وستم کرنا تمہارے لئے باعث عذاب بن جائے۔

عمل

اے لوگو، بیویوں کو نہ ستائیے، اگر انہیں زوجیت میں رکھنا ہے تو معروف کے مطابق روک لیجئے، اگر چھوڑنے کی نیت ہے تو پھر معروف کے مطابق چھوڑ دیجئے، انہیں پریشان کرنے کے لئے ان کی عدّت کو نہ بڑھائیے، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے، اس کی آیتوں کو مذاق نہ بنائیے، اس کے احکام پر اس کی منشاء کے مطابق عمل کیجئے، اس کے احکام کا منشاء آسانیاں پیدا کرنا ہے نہ کہ مصائب میں اضافہ کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور کتاب وحکمت کے نزول کو نعمت سمجھیئے اور ان کا شکر ادا کیجئے اور ان کا شکر یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام پر نیک نیتی سے عمل کیا جائے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ
اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ
يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى
لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) جب تم عورتوں کو طلاق (رجعی) دو اور ان کی عدّت پوری ہو جائے تو اگر میاں بیوی (دونوں) معروف کے ساتھ (دوبارہ نکاح کرنے پر) رضامند ہو جائیں تو (ان مطلقہ) عورتوں کو اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو، اس حکم سے اس کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے، یہ تمہارے لئے بہت اچھی اور بہت پاکیزگی کی بات ہے، اللہ تعالےٰ جانتا ہے (کہ اس میں کیا مصلحت ہے) تمہیں (اس کی مصلحت کا) علم نہیں ﴿۲۳۲﴾

معانی ومصادر

(لَا تَعْضُلُوْا) عَضَلَ، یَعْضُلُ، عَضْلٌ (ن) روکنا، عورت کو نکاح سے روکنا۔

(تَرَاضَوْا) تَرَاضٰی، یَتَرَاضٰی، تَرَاضٍ (باب تفاعل) باہم رضامند ہونا۔

(اَزْکٰی) زَکَا، یَزْکُوْ، زَکَاءٌ وزُکُوٌّ وزَکِیَ، یَزْکٰی، زَکَاءٌ (ن وس) بڑھنا، نشوونما پانا، اچھا ہونا، پاکیزہ ہونا۔

(اَطْهَرُ) طَهَرَ، یَطْهُرُ وطَهُرَ، یَطْهُرُ، طُهْرٌ وطَهُوْرٌ وطَهَارَةٌ (ن، ک) پاک ہونا۔

(یَعْلَمُ) عَلِمَ، یَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، پہچاننا۔

شانِ نزول

حضرت مَعْقِلُ بْنُ یَسَارؓ فرماتے ہیں:۔

زَوَّجْتُ اُخْتًا لِیْ مِنْ رَجُلٍ فَطَلَّقَهَا حَتّٰی اِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا جَاءَ یَخْطُبُهَا فَقُلْتُ لَهٗ زَوَّجْتُكَ وَفَرَشْتُكَ وَاَکْرَمْتُكَ فَطَلَّقْتَهَا ثُمَّ جِئْتَ تَخْطُبُهَا لَا وَاللّٰهِ لَا تَعُوْدُ اِلَیْكَ اَبَدًا وَكَانَ رَجُلًا لَا بَاْسَ بِهٖ وَكَانَتِ الْمَرْاَةُ تُرِیْدُ اَنْ تَرْجِعَ اِلَیْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰیَةَ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ فَقُلْتُ الْاٰنَ اَفْعَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَزَوَّجَهَا اِیَّاهُ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب من قال لا نکاح الا بولی جزء ۷ ص ۲)

میں نے اپنی بہن کا ایک شخص سے نکاح کر دیا، اس نے اُس کو طلاق دے دی، جب عدّت گذر گئی تو وہ (میرے پاس) آیا اور نکاح کا پیغام دیا، میں نے اُس سے کہا میں نے تمہارا نکاح کیا، تمہیں فرش دیا اور تمہاری عزّت افزائی کی، تم نے اُسے طلاق دے دی، اب تم پھر اس سے نکاح کا پیغام دینے آگئے، نہیں، اللہ کی قسم وہ تمہارے پاس کبھی نہیں آسکتی، اس شخص میں کوئی برائی نہیں تھی اور میری بہن بھی اس کے پاس واپس جانا چاہتی تھی (لیکن میں مانع تھا) اللہ تعالےٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی، میں نے کہا اے اللہ کے رسول اب میں نکاح کر دوں گا، الغرض انہوں نے اپنی بہن کا نکاح اُس شخص سے کر دیا۔

تفسیر

اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اے ایمان والو) جب تم عورتوں کو طلاق (رجعی) دو، پھر ان کی عدّت ختم ہو جائے تو ان کو اپنے شوہروں سے (دوبارہ) نکاح کرنے سے نہ روکو (اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ) بشرطیکہ وہ دونوں معروف کے مطابق دوبارہ نکاح کرنے پر رضامند ہوں (ذٰلِكَ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ) اس حکم کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت کی جارہی ہے جو اللہ تعالےٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، جو شخص اللہ تعالےٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ضرور اس حکم کو مان لیگا اور نصیحت کو قبول کرے گا کیونکہ ایمان باللہ اور ایمان بالقیامت اس کے دل میں ڈ

پیدا کریگا اور ڈر کی وجہ سے وہ کبھی اللہ تعالےٰ کی نافرمانی نہیں کریگا، البتہ وہ شخص نصیحت حاصل نہیں کرسکتا جو اللہ تعالےٰ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا یا ایمان رکھتا ہے تو برائے نام۔ پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ) انہی شوہروں سے دوبارہ نکاح کردینا بہتر ہے اور زیادہ پاکیزگی کی بات ہے، رہی یہ بات کہ اس میں کیا بہتری ہے اور کیا پاکیزگی ہے تو اس سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تم نہیں جانتے، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے جاننے کی نفی کردی لہٰذا ہمیں اس کی مصلحتوں اور پاکیزگیوں پر تفکر و تدبر کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر ہم تفکر و تدبر کریں تو بھی ان مصلحتوں اور پاکیزگیوں کو نہیں جان سکتے۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے عدّت گذرنے کے بعد مطلقہ عورت سے دوبارہ نکاح کرنے کی اجازت دی، یہ اجازت تین طلاق کے بعد تو ہو نہیں سکتی اس لئے کہ تین طلاق کے بعد جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ ہو اور وہ طلاق نہ دیدے، پہلے شوہر سے نکاح نہیں ہوسکتا، لہٰذا اس آیت میں وہ مطلقہ عورت مراد ہے جس کو ایک طلاق دی گئی ہو یا دو طلاقیں دی گئی ہوں اگر ایسی مطلقہ عورت کی عدّت گذر جائے تو رجوع نہیں ہوسکتا اس لئے کہ رجوع کا حق عدّت کی مدّت کے اندر ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ۔ (البقرۃ - ۲۲۸)

شوہر عدّت کے زمانہ میں اپنی مطلقہ بیویوں کو لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں۔

اگر طلاق رجعی کے بعد عدّت کی مدّت گذر جائے تو دوبارہ نکاح ہوگا اور یہی اس آیت کا مفہوم ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے عورتوں کے ولیوں کو حکم دیا کہ وہ طلاق رجعی کے بعد عدّت گذر جانے کی صورت میں مطلقہ عورتوں کو اپنے شوہروں سے دوبارہ نکاح کرنے سے نہ روکیں۔

عمل

اے لوگو، جو عورتیں آپ کی ولایت میں ہیں اگر انہیں طلاق رجعی دے دی جائے اور عدّت کی مدّت گذر جائے، پھر اگر وہ اپنے شوہروں سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو انہیں نکاح کرنے سے نہ روکیئے اللہ تعالےٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کا تقاضا یہی ہے، اس تقاضے کو پورا کرکے صحیح معنوں میں مؤمن بنیئے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ
حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ
الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ
وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ
نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ
بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ
عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ
اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا
وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَ

اِنۡ اَرَدۡتُّمۡ اَنۡ تَسۡتَرۡضِعُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِذَا سَلَّمۡتُمۡ مَّاۤ
اٰتَيۡتُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۲۳۳﴾

ترجمہ اور (مطلقہ) مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، (مطلقہ عورتوں پر یہ پابندی) اس شخص کی خاطر (عائد کی جارہی) ہے جو دودھ پلانے کی مدّت کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ (دودھ پلانے کی مدّت میں) ان مطلقہ عورتوں کے کھانے اور کپڑے کی ذمّہ داری بچّہ کے باپ پر معروف و دستور کے مطابق ہوگی، کسی شخص کو ایسی تکلیف نہ دی جائے جو اس کی طاقت سے باہر ہو: نہ ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائے اور نہ باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائے اور (اگر باپ نہ ہو تو باپ کے) وارث پر (ماں کے کھانے اور کپڑے کی) ذمّہ داری ویسی ہی ہوگی (جیسی باپ پر ہوتی)۔ اگر ماں اور باپ آپس کی رضامندی اور مشورہ سے بچہ کا دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اور (اے لوگو) اگر تم اپنی اولاد کو (ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے) دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ تم (ان دودھ پلانے والی عورتوں کو) دستور کے مطابق (ان کی) مقررہ اجرت پوری ادا کرو، اللہ سے ڈرتے رہو، اور (اس بات کو اچھی طرح) سمجھ لو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے ﴿۲۳۳﴾

معانی و مصادر (یُرْضِعْنَ) اَرْضَعَ، یُرْضِعُ، اِرْضَاعٌ (باب افعال) دودھ پلانا۔
(رَضَاعَۃٌ) رَضِعَ، یَرْضَعُ، رَضْعٌ وَرَضِعٌ وَرِضَاعٌ وَرِضَاعَۃٌ (س، ف، ض) دودھ پینا، بچہ کا چھاتی چوسنا۔
(وَالِدَات، مَوْلُوْد) وَلَدَ، یَلِدُ، لِدَۃٌ وَوِلَادٌ وَوِلَادَۃٌ وَاِلَادَۃٌ وَمَوْلِدٌ (ض) جننا۔

(كِسْوَةٌ) كَسَا، يَكْسُوْ، كَسْوٌ (ن) پہنانا [كِسْوَةٌ = لباس]
(تُكَلَّفُ) كَلَّفَ، يُكَلِّفُ، تَكْلِيْفٌ (باب تفعیل) ایسے کام کا حکم دینا جو شاق گذرے۔
(وُسْعٌ) وَسِعَ، يَوْسَعُ، وَسْعٌ (ف) کشادگی کرنا اور زیادہ کر دینا۔
(وَارِث) وَرِثَ، يَرِثُ، وِرْثٌ و اِرْثٌ و اِرْثَةٌ وِرِثَةٌ و تُرَاثٌ (ج) وارث ہونا۔
(فِصَالٌ) فَاصَلَ، يُفَاصِلُ، مُفَاصَلَةٌ و فِصَالٌ (باب مفاعلة) چھوڑ دینا [فِصَالٌ = دودھ چھڑانا]۔
(تَشَاوُرٍ) تَشَاوَرَ، يَتَشَاوَرُ، تَشَاوُرٌ (باب تفاعل) باہم مشورہ کرنا۔
(تَسْتَرْضِعُوْا) اِسْتَرْضَعَ، يَسْتَرْضِعُ، اِسْتِرْضَاعٌ (باب استفعال) دودھ پلوانا۔
(سَلَّمْتُمْ) سَلَّمَ، يُسَلِّمُ، تَسْلِيْمٌ (باب تفعیل) سلام کرنا۔ دے دینا، راضی ہونا، مطیع ہونا۔
(بَصِيْرٌ) بَصُرَ، يَبْصُرُ، بَصَرٌ و بَصَارَةٌ (س ك) دیکھنا، علم ہونا۔

تفسیر جب کسی عورت کو ایسی حالت میں طلاق دی جائے کہ اس کی گود میں شیر خوار بچہ ہو اور وہ اس کو دودھ پلاتی ہو تو اگر اس بچہ کا باپ یہ چاہے کہ اس کی مطلقہ بیوی اس بچہ کو اس وقت تک دودھ پلائے جب تک مدّت رضاعت پوری نہ ہو جائے تو ایسی صورت میں اس عورت کو چاہیئے کہ مدّت رضاعت پوری کرے اور اس بچہ کو جب تک دو سال پورے نہ ہو جائیں دودھ پلاتی رہے، مثلاً اگر طلاق کے وقت بچہ کی عمر ایک سال دو ماہ کی ہے تو اس کی مدّت رضاعت دس ماہ باقی ہیں، اگر شوہر چاہتا ہے کہ اس کی مطلقہ بیوی مدّت رضاعت کو پوری کرے اور دس مہینہ اور دودھ پلائے تو مطلقہ بیوی پر لازم ہے کہ وہ اس مدّت کے اختتام تک دودھ پلائے، دودھ پلانے کی مدّت میں بچہ کے باپ پر لازم ہے کہ وہ بچہ کی ماں کے کھانے اور کپڑے کے اخراجات برداشت کرے (بِالْمَعْرُوْفِ) لیکن یہ اخراجات زمانہ کے دستور اور خاندانی رسم و رواج کے مطابق ہوں، ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے مقررہ حدود سے تجاوز کر کے فضول خرچی کی حد تک پہنچ جائیں اور نہ یہ کہ باپ کی وسعت سے زیادہ ہوں اس لئے کہ (لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا) کسی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے (لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ) نہ ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے تکلیف پہنچائی جائے اور نہ باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے تکلیف پہنچائی جائے (وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ) اگر باپ نہیں ہے تو وارث پر لازم ہے کہ وہ اسی کے مثل اخراجات برداشت کرے، ماں یا باپ کو اختیار نہیں کہ وقت مقررہ سے پہلے بچہ کا دودھ چھڑا دیں ہاں (اِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا) اگر دونوں آپس کی رضامندی اور باہمی مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو پھر ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اگر ان میں سے کوئی ایک آپس کی رضامندی اور باہمی مشورہ کے بغیر دودھ چھڑائے تو وہ گناہگار ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

(وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا) اگر تم شرع سے یہ چاہو کہ ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے دودھ پلواؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ (اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ) دودھ پلانے والی کو معروف کے مطابق مقرر کردہ اجرت دے دو (وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ) اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو، تم میں سے کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے، کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرے، کسی کو بے جا تکلیف نہ پہنچائے، اور نہ کسی کا نقصان کرے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالےٰ اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے وہ ضرور اس کی سزا دیگا، وہ اس کی گرفت سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔

آیت زیرِ تفسیر سے ثابت ہوا کہ دودھ پلانے کی کامل مدّت دو سال ہے، اس مدّت سے زیادہ نہ ماں کو اختیار ہے کہ وہ دودھ پلانے کی خاطر بچے کو رد کے رکھے اور اپنا نان نفقہ باپ سے طلب کرے اور نہ باپ کو اختیار ہے کہ وہ ماں کو دو سال سے زیادہ دودھ پلانے کی تکلیف دے۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دو سال تک دودھ پلانا لازمی نہیں، اگر ماں اور باپ آپس کے مشورہ اور باہمی رضامندی سے دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا چاہیں تو وہ چھڑا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ۔ (لقمٰن ۔ ۱۴) — بچہ کا دودھ چھڑانا دو سال کے اندر ہوتا ہے

اگر مطلقہ بیوی کے دوسرا نکاح کرنے یا کسی اور وجہ سے باپ اور اس کی مطلقہ بیوی میں اختلاف ہو جائے تو پھر باپ کو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى۝ (الطلاق ۔ ۶) — اور اگر تم میں اختلاف ہو جائے تو پھر کوئی اور عورت باپ کی خاطر (اس بچہ کو) دودھ پلائے۔

نوٹ:۔ رضاعت کے جملہ مسائل انشاء اللہ سورۃ الطلاق کی تفسیر میں بیان کئے جائیں گے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے، نہ کسی کا نقصان کیجئے اور نہ کسی پر زیادتی، جو فرائض آپ کے ذمّہ ہیں انہیں بحسن و خوبی ادا کرتے رہیئے۔

مطلقہ ماؤں کو دو سال تک دودھ پلانے سے انکار کرنا نہیں چاہیئے، باپوں کو چاہیئے کہ وہ رضاعت کے زمانہ میں ان کے اخراجات برداشت کریں، اگر باپ نہ ہوں تو وارث برداشت کریں۔ اگر آپ ماؤں کے علاوہ کسی دوسری عورت سے دودھ پلوائیں تو اُسے اس کی مقررہ مزدوری ادا کیجئے۔

اے لوگو، اسی طرح ہر مزدور کو اس کی پوری اجرت دیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ — اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "تین آدمی ایسے ہیں جن کا

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ اَعْطٰى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ وَرَجُلٌ اسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ (صحیح بخاری کتاب الاجارۃ باب اثم من منع اجرالاجیر جزء ۳ صـ۱۱۱)

میں قیامت کے دن دشمن ہوں گا، ایک وہ شخص جو میرا نام لے کر عہد کرے پھر اس کو توڑ دے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی آزاد کو (پکڑ کر) بیچے اور اس کی قیمت کھا جائے، اور تیسرا وہ شخص جو کسی مزدور کو اجرت پر رکھے، پھر اس سے مزدوری تو پوری لے لے لیکن اس کی اُجرت اُسے نہ دے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ
اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ
اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) تم میں سے جن مردوں کا انتقال ہو جائے اور وہ (اپنے بعد) اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو ان بیویوں کو اپنے (دوسرے نکاح کے معاملہ میں) چار مہینے دس دن توقف کرنا چاہیئے، جب یہ مدت پوری ہو جائے تو پھر (اے ایمان والو) تم پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ اپنے معاملے میں معروف کے مطابق کوئی کام کرلیں (یعنی دوسرا نکاح کرلیں اور اے ایمان والو خبردار ہو جاؤ کہ) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہوتا ہے (اگر تم بلاوجہ ان کو نکاح سے باز رکھو گے تو اللہ تعالےٰ کو اس کا علم ہوگا پھر اگر وہ چاہے گا تو تم کو اس کی مناسب سزا دے گا) ﴿۲۳۴﴾

معانی ومصادر

(یُتَوَفَّوْنَ) تَوَفّٰی، یَتَوَفّٰی، تَوَفِّیٌ (باب تفعل) پورا حق دینا، پورا حق لینا، پورا کرنا، گننا، سُلا دینا، موت دینا۔

(یَذَرُوْنَ) وَذَرَ، یَذِرُ، وَذْرٌ (ف) کاٹنا، چھوڑنا۔

(یَتَرَبَّصْنَ) تَرَبَّصَ، یَتَرَبَّصُ، تَرَبُّصٌ (باب تفعل) انتظار کرنا، توقف کرنا۔
(خَبِیْرٌ) خَبُرَ، یَخْبُرُ، خِبْرٌ و خِبْرَۃٌ و مَخْبُرَۃٌ (ک ف) کسی چیز کی حقیقت کا علم ہونا۔

تفسیر مطلقہ عورتوں کی عدّت کا بیان اوپر گذر چکا ہے، اس آیت میں اللہ نے بیوہ عورتوں کی عدّت بتائی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ بیوہ عورتیں چار مہینہ دس دن عدّت میں بیٹھیں۔ چار مہینے اور دس دن گذر جانے کے بعد اگر وہ اپنے نکاح کے سلسلہ میں معروف باتیں کریں تو کر سکتی ہیں، ان کے ایسا کرنے پر ان کے ولیوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا، اگر عدّت کے زمانہ میں یا عدّت گذرنے کے بعد وہ کوئی غیر معروف کام کریں گی یا عدّت گذر جانے کے بعد ان کے اولیاء ان کو معروف طریقہ پر نکاح کرنے سے روکیں گے تو ان اعمال کی اللہ تعالےٰ کو خبر ہوگی اور اگر وہ چاہے گا تو غیر معروف کام کرنے والے کو مناسب سزا دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ فَاِنَّھَا تُحِدُّ عَلَیْہِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّ عَشْرًا (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب حدّ المرأۃ علٰی غیر زوجھا جزء ۲ ص۹۹ وصحیح مسلم کتاب الطلاق باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ جزء اول ص۴۷۶)

کسی عورت کے لئے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ کسی میّت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کے، اس لئے کہ اس پر اُسے چار مہینہ دس دن سوگ کرنا لازمی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیوہ عورت کو عدّت کے زمانہ میں سوگ کرنا چاہیئے یعنی بناؤ سنگار نہیں کرنا چاہیئے۔

حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں:۔

جَاءَتِ امْرَأَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ابْنَتِیْ تُوُفِّیَ عَنْھَا زَوْجُھَا وَقَدِ اشْتَکَتْ عَیْنُھَا اَفَنَکْحُلُھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا کُلَّ ذٰلِکَ یَقُوْلُ لَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ھِیَ اَرْبَعَۃُ اَشْھُرٍ وَّعَشْرٌ وَقَدْ کَانَتْ اِحْدَاکُنَّ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ تَرْمِیْ بِالْبَعَرَۃِ عَلٰی رَأْسِ الْحَوْلِ قَالَ حُمَیْدٌ

ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا "اے اللہ کے رسول، میری بیٹی کا شوہر مر گیا ہے اور اس کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں تو کیا میں اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا سکتی ہوں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا "نہیں"، پھر آپ نے فرمایا "اب تو چار مہینہ دس دن ہی کی عدّت ہے، ایّام جاہلیت میں (تو ایک سال کی عدّت ہوتی تھی) ایک سال کے بعد عورت مینگنی پھینک کر عدّت سے باہر نکلتی تھی" حمید کہتے

فَقُلْتُ لِزَيْنَبَ وَمَا تَرْمِي بِالْبَعَرَةِ عَلٰى رَأْسِ الْحَوْلِ فَقَالَتْ زَيْنَبُ كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا وَ لَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا وَلَمْ تَمَسَّ طِيبًا حَتّٰى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ ثُمَّ تُؤْتٰى بِدَابَّةٍ حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَائِرٍ فَتَفْتَضُّ بِهٖ فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطٰى بَعَرَةً فَتَرْمِي ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَاءَتْ مِنْ طِيبٍ أَوْ غَيْرِهٖ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَمْكُثُ فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا أَوْ شَرِّ بَيْتِهَا فَإِذَا كَانَ حَوْلٌ فَمَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بِبَعَرَةٍ (صحیح بخاری کتاب الطلاق باب تحدّ المتوفی عنہا زوجہا اربعۃ اشہر وعشرًا جزء ۶ ص۷۰ و صحیح مسلم کتاب الطلاق باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ جزء اول ص۴۸۵)

ہیں میں نے زینبؓ سے پوچھا سال کے بعد مینگنی پھینکنے کا کیا مطلب ہے؟ زینبؓ نے فرمایا "عورت کا جب خاوند مرجاتا تھا تو وہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں خراب کپڑے پہن کر بیٹھ جاتی تھی اور خوشبو نہیں لگاتی تھی یہاں تک کہ ایک سال گذرے، پھر کوئی جانور گدھا یا بکری یا پرندہ لایا جاتا، پھر وہ عورت اس پہ (ہاتھ) پھیرتی، بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ وہ جانور زندہ بچتا ورنہ اکثر مرجاتا تھا، پھر وہ اس کوٹھڑی سے نکلتی پھر اُسے مینگنی دی جاتی، وہ مینگنی پھینکتی پھر وہ جو خوشبو وغیرہ چاہتی لگاتی (ایک اور روایت میں ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کُتّا اس کے پاس سے گذرتا تو وہ اس کے مینگنی مارتی تھی۔

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ بیوہ کو عدّت میں سرمہ لگانا نہیں چاہیئے خواہ آنکھیں ہی کیوں نہ دکھتی ہوں۔

ایّام جاہلیت میں بیوہ کے عدّت گذارنے کا جو طریقہ تھا وہ نہایت معیوب اور ظالمانہ تھا، عدّت کی مدّت ایک سال تھی، اللہ تعالےٰ نے عورتوں پر یہ ایک اور احسان کیا کہ عدّت کی مدت کو کم کرکے چار مہینہ دس دن کر دیا اور عدّت گذارنے کے ظالمانہ طریقہ کو منسوخ فرمادیا۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ
مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي
أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ
وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن
تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا
عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ
أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي
أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ
اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٣٥﴾

ترجمہ اور (اے مؤمنین، بیوہ عورتوں کو عدّت کے زمانہ میں نکاح کا پیغام نہ دو، ہاں) اگر پیغام نکاح کے سلسلہ میں کنایۃً کوئی بات کہہ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور اگر نکاح کے ارادہ کو دل میں چھپاؤ (تو بھی کوئی حرج نہیں)۔ یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ تم ان کا ذکر کرو گے (خواہ دل میں کرو یا کسی کے سامنے زبان سے کرو اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں) لیکن خفیہ طور پر ان سے کوئی عہد و پیمان نہ کرو سوائے اس کے کہ کوئی معروف بات (کنایۃً) کہہ دو (جیسا کہ تمہیں بتایا جا چکا ہے) اور (دیکھو) جب تک عدّت کا زمانہ پورا نہ ہو جائے نکاح کی بات کو پکّا کرنے کے لئے کوئی جد و جہد نہ کرنا اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ (سے تم کوئی عملی جد و جہد چھپا نہیں سکو گے اس لئے کہ وہ) تو ان باتوں کو بھی جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہوتی ہیں، لہٰذا اس سے ڈرتے رہو (وہ جب چاہے تمہاری گرفت کر سکتا ہے) اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ (اگر اتفاقاً نادانی سے کوئی غلطی ہو گئی تو اللہ اُسے معاف کر دے گا اس لئے کہ) اللہ بخشنے والا اور (بڑا) بردبار ہے (۲۳۵)

معانی و مصادر

(عَرَّضْتُمْ) عَرَّضَ، یُعَرِّضُ، تَعْرِیْضٌ (باب تفعیل) کنایۃً کوئی بات کہنا (صراحتاً نہ کہنا)

(خِطْبَة) خَطَبَ، یَخْطُبُ، خَطْبٌ و خِطْبَةٌ (ن) نکاح کا پیغام بھیجنا۔

(اَکْنَنْتُمْ) اَکَنَّ، یُکِنُّ، اِکْنَانٌ (باب افعال) چھپانا۔

(تَذْکُرُوْنَ) ذَکَرَ، یَذْکُرُ، ذِکْرٌ و تَذْکَارٌ (ن) اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید بیان کرنا، یاد کرنا، بیان کرنا،

(لَا تُوَاعِدُوْا) وَاعَدَ، یُوَاعِدُ، مُوَاعَدَةٌ (باب مفاعلہ) آپس میں عہد و پیمان کرنا۔

(لَا تَعْزِمُوْا) عَزَمَ، یَعْزِمُ، عُزْمٌ و مَعْزِمٌ و عَزِیْمٌ و عَزِیْمَةٌ و عَزْمَانٌ پختہ ارادہ کرنا، کسی کام کے لئے کوشش کرنا۔

(عُقْدَةُ) عَقَدَ، یَعْقِدُ، عَقْدٌ (ض) گرہ لگانا، معاہدہ کرنا [عُقْدَةٌ = گرہ، وجوب، مضبوطی]۔

(اَجَلُ) اَجِلَ، یَاْجَلُ، اَجَلٌ (س) مؤخر کرنا، وقت مقرر کرنا۔

(اِحْذَرُوْا) حَذِرَ، یَحْذَرُ، حِذْرٌ و مَحْذُوْرَةٌ (س) ڈرنا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے بیوہ عورتوں پر یہ پابندی عائد کی کہ ایّام عدّت میں وہ نکاح نہ کریں۔ مردوں پر یہ پابندی عائد کی کہ وہ ایّام عدّت میں بیوہ سے نکاح کے سلسلہ میں کوئی عملی قدم نہ اٹھائیں، نہ صراحتاً نکاح کا پیغام دیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔ اے مؤمنین (وَلَاجُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ) اگر تم کنایۃً نکاح کا پیغام دو (اَوْ اَکْنَنْتُمْ فِیْ اَنْفُسِکُمْ) یا نکاح کے ارادہ کو دل میں چھپائے رکھو تو تم پر کوئی گناہ نہیں (عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّکُمْ سَتَذْکُرُوْنَهُنَّ) اللہ تعالےٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ تمہاری زبان پر ان کا ذکر آئیگا، دلوں میں انکا خیال گذرے گا (تو یہ دونوں باتیں تمہارے لئے جائز ہیں) لیکن ایسا نہ کرنا کہ ایام عدّت میں خفیہ طور پر ان سے

نکاح کا عہد و پیمان کرلو (اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا) سوائے اس کے کہ کوئی معروف بات کہہ دو (جس میں نکاح کے پیغام کی صراحت نہ ہو بلکہ کنایہ و تعریض ہو جس کی اجازت تم کو پہلے دی جا چکی ہے، مثلاً یہ کہہ دو کہ میرا بھی نکاح کا ارادہ ہے) اور اے ایمان والو، جب تک عدّت کی مدّت پوری نہ ہو جائے نکاح کی مضبوطی کے لئے کوئی جدوجہد نہ کرو، کوئی عملی قدم نہ اٹھاؤ اور اگر تم نے خفیہ طور سے بھی اس سلسلہ میں کوئی قدم اٹھایا تو اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ کو تو معلوم ہو جائیگا، اس سے تم نہیں چھپا سکو گے کیونکہ (اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ) وہ تو دلوں کے ارادوں کو بھی جانتا ہے اور جو دلوں کے ارادہ کو جانتا ہو بھلا اس سے عمل کا چھپانا کس طرح ممکن ہے، تمہاری عملی جدّوجہد اللہ تعالےٰ کو ضرور معلوم ہو جائے گی اور پھر وہ تمہاری گرفت کرے گا (فَاحْذَرُوْهُ) لہذا اس سے ڈرتے رہو اور اس کی مرضی کے خلاف قصداً کوئی قدم نہ اٹھاؤ ہاں اگر نادانی سے کوئی غلطی ہو جائے تو (اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ) اللہ تعالےٰ معاف کر دیگا کیونکہ وہ بہت درگذر کرنے والا اور بہت حلم والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ○

(الشوریٰ - ۳۰)

جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہاری ہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتی ہے اور تمہاری بہت سی بداعمالیوں کو تو اللہ تعالےٰ ویسے ہی معاف کر دیتا ہے (یہ اس کا حلم ہے کہ کوئی سزا نہیں دیتا)۔

عمل

اے ایمان والو! بیوہ عورتوں سے ان کی عدّت کے زمانہ میں نکاح کا کوئی خفیہ معاہدہ نہ کیجئے بلکہ صریح الفاظ میں نکاح کا پیغام بھی نہ دیجئے، ہاں اگر آپ کنایۃً کوئی بات کہہ دیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اے لوگو، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے احکام کی خلاف ورزی کی وجہ سے آپ پر عذاب نازل ہو جائے، اور اللہ تعالےٰ کی رحمت و مغفرت سے ناامید بھی نہ ہو جائیے، اس لئے کہ وہ بہت معاف کرنے والا اور بہت بردبار ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ
مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ
فَرِيضَةً وَّمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ
قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا
بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۳۶﴾
وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ
تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ
فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ
يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَا الَّذِي بِيَدِهِ

عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ
لِلتَّقْوٰى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ
اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم (اپنی) بیویوں کو اس حالت میں طلاق دو کہ تم نے نہ اُن کو ہاتھ لگایا ہو اور نہ مہر مقرر کیا ہو، (ہاں یہ بات پھر بھی ضروری ہے کہ جب تم انہیں طلاق دے کر رخصت کرو تو) انہیں کچھ مال و متاع دے دو، وسعت والا اپنی حیثیت کے مطابق دے اور تنگ دست آدمی اپنی حیثیت کے مطابق دے (بہر حال ہر ایک کو) معروف کے مطابق (کچھ مال ضرور دینا چاہیئے)، نیکی کرنے والوں پر اس مال کا دینا ضروری ہے ﴿۲۳۶﴾ اور (اے ایمان والو) اگر تم اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دو لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو ان کو (رخصت کرتے وقت) آدھا مہر دو سوائے اس صورت کے کہ بیویاں خود معاف کر دیں یا (ان کا) ولی معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ لگانا ہے اور (اے ایمان والو ایسی صورت میں) اگر تم معاف کر دو تو یہی تقویٰ کے قریب ہے، (اور اے ایمان والو) آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو فراموش نہ کرو، بے شک اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے (اگر تم احسان کرو گے تو اللہ تمہیں اس کا اجر دیگا اور اگر زیادتی کرو گے تو تمہیں اس کی سزا دیگا) ﴿۲۳۷﴾

معانی و مصادر

(تَمَسُّوْ) مَسَّ، یَمَسُّ، مَسٌّ و مَسِیْسٌ (ن وف) چھونا۔
(تَفْرِضُوْا) (فَرِیْضَةً) فَرَضَ، یَفْرِضُ، فَرْضٌ (ض) مقرر کرنا، واجب کرنا [فَرِیْضَةٌ = فرض، اس کی جمع فرائض ہے]
(مَتِّعُوْا) مَتَّعَ، یُمَتِّعُ، تَمْتِیْعٌ (باب تفعیل) نفع پہنچانا، مطلقہ عورت کو مال دینا۔
(مُوْسِعُ) اَوْسَعَ، یُوْسِعُ، اِیْسَاعٌ (باب افعال) وسعت والا ہونا، غنی ہونا، وسعت دینا۔
(قَدَرُ) قَدَرَ، یَقْدِرُ، قَدَرٌ و قَدْرٌ (ن، ض) تعظیم کرنا، تقسیم کرنا، رزق تنگ کرنا
قَدَرٌ = طاقت۔

(مُقْتِرُ) اَقْتَرَ، يُقْتِرُ، اِقْتَارٌ (باب افعال) کسی کا مال کم ہونا، خرچ تنگ کرنا۔
(حَقًّا) حَقَّ، يَحِقُّ، حَقٌّ (ض) واجب ہونا۔
حَقَّ، يَحُقُّ، حَقٌّ (ن) واجب کرنا۔
(يَعْفُوْنَ) (يَعْفُوْ) عَفَا، يَعْفُوْ، عَفْوٌ (ن) معاف کرنا، زیادہ کرنا، زیادہ ہونا۔
(عُقْدَةُ) عَقَدَ، يَعْقِدُ، عَقْدٌ (ض) گرہ لگانا، پکا کرنا، معاہدہ کرنا (عُقْدَةٌ = گرہ، مضبوطی)۔
(اَقْرَبُ) قَرِبَ، يَقْرَبُ وقَرُبَ، يَقْرُبُ، قُرْبٌ وقُرْبَانٌ (س، ك) قریب ہونا۔
(تَقْوٰى) اِتَّقٰى، يَتَّقِيْ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا (تقوی اس مصدر سے اسم ہے)۔
(لَا تَنْسَوْا) نَسِيَ، يَنْسٰى، نَسْيٌ ونِسْيَانٌ ونَسَايَةٌ ونَسْوَةٌ (س) بھولنا۔
(فَضْلٌ) فَضَلَ، يَفْضُلُ وفَضِلَ يَفْضَلُ، فَضْلٌ (ن، س) باقی رہنا، فاضل ہونا، فضل میں غالب کرنا۔

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے طلاق کی دو قسموں کا ذکر کیا ہے، ایک یہ کہ نکاح ہو گیا لیکن مہر مقرر کرنے اور صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی، دوسری یہ کہ نکاح ہو گیا اور مہر بھی مقرر کر دیا لیکن صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی۔

اللہ تعالےٰ نے ان دونوں قسم کی طلاقوں کو جائز قرار دیا البتہ پہلی صورت میں بیوی کو رخصت کرتے وقت اپنی حیثیت کے مطابق کچھ مال دینے کا حکم دیا اور دوسری صورت میں بیوی کو رخصت کرتے وقت آدھا مہر ادا کرنے کا حکم دیا گویا اللہ تعالےٰ کی طرف سے عورتوں پر یہ دو مزید احسان کئے گئے۔

نوٹ:۔ آیت ۲۳۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر کا مقرر کرنا نکاح کے لئے شرط نہیں اگرچہ ضروری ہے جیسا کہ ہم انشاء اللہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۲۴ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

اسلام سے پہلے عورتوں پر نکاح، طلاق، ایلاء، عدّت، رضاعت وغیرہ کے سلسلہ میں جو مظالم ڈھائے جاتے تھے اللہ تعالےٰ نے ان کا کلیۃً خاتمہ کر دیا اور صرف مظالم و مصائب ہی کا خاتمہ نہیں کیا بلکہ ایسے احکام کا بھی نفاذ فرمایا جن سے ان کی زندگیاں خوشگوار ہو جائیں۔

مندرجہ بالا طلاق کی دو قسموں میں سے پہلی قسم کے متعلق اللہ تعالےٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ (الاحزاب - ۴۹)

اے ایمان والو، جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو، پھر ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدّت نہیں کہ تم اُسے پورا کراؤ، ہاں انہیں کچھ مال دے دو اور پھر بخیر و خوبی رخصت کر دو۔

مال و متاع دینے کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے ایک شرط بھی لگا دی اور وہ یہ کہ (مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ)

مال ومتاع معروف ودستور کے مطابق دیا جائے، نہ حیثیت سے کم اور نہ حیثیت سے زیادہ، (عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ) خوشحال اور فارغ البال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق دے (وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ) تنگ دست آدمی اپنی مقدرت کے مطابق دے، پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ) نیک لوگوں پر مطلقہ عورتوں کو کچھ مال ومتاع دینا فرض ہے۔

طلاق کی دوسری قسم کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ) اگر مہر مقرر کر دیا ہے تو رخصت کرتے وقت مطلقہ عورت کو آدھا مہر دو، مردوں پر نصف مہر کی ادائیگی فرض ہے، اس سے وہ بچ نہیں سکتے (اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ) سوائے اس صورت کے کہ مطلقہ عورتیں اس مہر کو معاف کر دیں (اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ) یا ان مطلقہ عورتوں کے ولی جن کو (ان عورتوں کا) نکاح کرنے کا اختیار ہے معاف کر دیں، معافی کی بس یہی دو صورتیں ہیں، مطلقہ عورت معاف کرے یا اس کا ولی۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عورت کے نکاح میں اس کے ولی کی اجازت کو بھی دخل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ (جامع ترمذی کتاب النکاح باب ماجاء لانکاح الا بولی جزء اول ص۳۳۵ و سندہ صحیح نیل الاوطار جزء ۶ ص۱۰۱ و ص۱۰۲)

بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا۔

لیکن ولی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ زبردستی نکاح کر دے بلکہ اس سلسلہ میں عورت کی مرضی بھی ضروری ہے اور ولی کا فرض ہے کہ وہ عورت کی مرضی معلوم کرے، خواہ عورت کنواری ہو یا بیوہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لَا تُنْكَحُ الْاَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ اِذْنُهَا؟ قَالَ اَنْ تَسْكُتَ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب لا ینکح الاب وغیرہ البکر والثیب اِلَّا برضاھا جزء ۷، ص۲۳ و صحیح مسلم کتاب النکاح باب استئذان الثیب فی النکاح جزء اول ص۴۹۲)

بیوہ کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے مشورہ نہ کر لیا جائے اور کنواری کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے اجازت نہ لے لی جائے، لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول، اس سے اجازت کیسے لی جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا خاموش رہنا اس کی اجازت ہے۔

بیوہ عورت کو اپنے نکاح کے معاملہ میں ولی سے زیادہ اختیار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

أَلْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا (صحیح مسلم کتاب النکاح باب استئذان الثیب فی النکاح جزء اول ص۵۹۲)

بیوہ اپنے نفس کے معاملہ میں اپنے ولی سے زیادہ حق دار ہے۔

ولی اگر بیوہ کی مرضی کے خلاف نکاح کردے تو وہ نکاح فسخ کردیا جائے گا حضرت خنساءؓ فرماتی ہیں:۔

أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهُ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب اذا زوج ابنته وهی کارهة جزء ۷ ص۲۳)

ان کے والد نے ان کا نکاح کردیا، وہ بیوہ تھیں، انہیں وہ نکاح ناپسند تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، آپ نے والد کے نکاح کو ردّ کردیا۔

باپ کو کنواری لڑکی سے بھی اجازت لینا ضروری ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالْبِكْرُ يَسْتَأْذِنُهَا أَبُوهَا فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا (صحیح مسلم کتاب النکاح باب استئذان الثیب فی النکاح جزء اول ص۵۹۲)

باپ کو چاہئے کہ کنواری لڑکی سے اس کے نکاح کے سلسلہ میں اجازت لے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق نصف مہر کی معافی مطلقہ عورت کے اختیار میں ہے یا اس کے ولی کے اختیار میں، پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى) کہ اگر تم وہ نصف مہر معاف کردو تو یہ تقوے کے قریب ہے اس لئے کہ جب شوہر نے بیوی کو ہاتھ نہیں لگایا تو یہی بات زیادہ اچھی ہے کہ شوہر پر کوئی بار نہ ڈالا جائے، اُس پر احسان کیا جائے اور اے ایمان والو (وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ) آپس میں ایک دوسرے پر احسان کرنے سے غافل نہ رہا کرو بلکہ ایک دوسرے پر احسان کرتے رہا کرو، بیشک اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے، وہ تمہیں ایک دوسرے پر احسان کرنے کی جزاء دے گا، تمہارا احسان کرنا ضائع نہیں کریگا، تم احسان کروگے تو اللہ تعالےٰ تم پر احسان کریگا۔

عورتوں کو نکاح کرتے ہی فوراً طلاق دے دینا عورتوں کی بدنامی کا سبب ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ بعض مرد محض عورتوں کو بدنام کرنے یا ان کو اور ان کے ولیوں کو پریشان کرنے کے لئے نکاح کریں اور بعد میں طلاق دے دیں، اس قسم کے نکاح کا سدّباب کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے مردوں پر ایک پابندی عائد کردی وہ یہ کہ وہ بہر صورت مطلقہ عورتوں کو رخصت کرتے وقت کچھ نہ کچھ مال ضرور دیں، اگر مہر مقرر نہیں کیا ہے تو وہ اپنی حیثیت کے مطابق مال دیں اور اگر مہر مقرر کردیا ہے تو نصف مہر ادا کریں۔

عمل

اے لوگو، محض عورتوں کو پریشان کرنے کے لئے نکاح نہ کیجئے، اگر نکاح کرلیا ہے اور پھر طلاق دینا

ناگزیر ہو گیا ہے تو ان مطلقہ عورتوں کو ان کے واجبات جو اللہ تعالےٰ نے مقرر کر دئے ہیں ادا کیجئے، مطلقہ عورت کسی قسم کی بھی ہو بغیر اُسے کچھ دئے رخصت نہ کیجئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝

(تمام) مطلقہ عورتوں کو دستور کے مطابق کچھ نہ کچھ مال دینا متّقیوں پر فرض ہے۔

(البقرۃ - ۲۴۱)

اے لوگو، آپس میں ایک دوسرے پر احسان کیا کیجئے۔

آیات نمبر ۲۲۸ تا ۲۳۷ کا خلاصہ

گذشتہ چند آیات میں اللہ تعالےٰ نے طلاق، خلع، عدّت وغیرہ کے مسائل کو بیان کیا، ذیل میں ہم ان کا خلاصہ دے رہے ہیں اور اس سلسلہ میں جو مزید مسائل ہیں ان کا بھی ذکر کریں گے۔

طلاق

طلاق کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل احکام گذر چکے ہیں۔

(۱) مطلقہ عورتیں عدّت گذرنے کے بعد نکاح کریں،

(۲) مطلقہ عورتوں کے پیٹ میں اگر بچّہ ہے تو اُسے نہ چھپائیں،

(۳) اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو عدّت کی مدّت کے اندر شوہروں کو اپنی مطلقہ بیویوں سے رجوع کرنے کا اختیار ہے،

(۴) اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہوں اور عدّت کی مدّت گذر جائے تو اگر دونوں میاں بیوی راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے، ولی کو نکاح سے روکنے کا اختیار نہیں،

(۵) اگر تین طلاقیں دے دی ہوں تو پھر نہ رجوع ہو سکتا ہے اور نہ عدّت گذرنے کے بعد نکاح ہو سکتا ہے، ہاں اگر وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح کرے اور وہ شوہر جماع کے بعد اسے طلاق دیدے تو پھر وہ عورت اور پہلا شوہر دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں بشرطیکہ ان دونوں کو یقین ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حدود کو برقرار رکھ سکیں گے،

(۶) طلاق پاکی کے زمانہ میں دینی چاہیئے یا حمل کے زمانہ میں،

(۷) اگر اذیّت ماہانہ میں طلاق دے تو رجوع کرے،

(۸) تین طلاقیں اس طرح دی جائیں کہ ایک طہر میں صرف ایک طلاق دی جائے، اسی طرح دوسری طلاق دوسرے طہر میں اور تیسری طلاق تیسرے طہر میں،

(۹) جس طہر میں جماع کیا ہو اس طہر میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو،

(۱۰) طلاق، عدّت (یعنی طہر) کے شروع میں دی جائے،

(۱۱) ایک طہر میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوں گی،

(۱۲) رجوع کرتے وقت یا طلاق دیتے وقت دو عادل مسلم گواہ کرے،

(۱۳) مطلقہ عورتوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ کچھ مال و متاع دے کر رخصت کرے،

(۱۴) شوہر مطلقہ عورت سے مہر واپس نہیں لے سکتا،

(۱۵) رجعی طلاقوں کی تعداد صرف دو ہے،

(۱۶) پہلے شوہر کے لئے مطلقہ بیوی کو حلال کرنے کے لئے نکاح نہ کیا جائے، ایسا نکاح نہ نکاح ہوگا اور نہ وہ بیوی پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی،

(۱۷) عورتوں پر ظلم و زیادتی کرنے کی نیت سے بار بار رجوع نہ کرے،

(۱۸) اگر شوہر اپنے بچہ کو اپنی مطلقہ بیوی سے دودھ پلوانا چاہئے تو مطلقہ بیوی کو دودھ پلانا چاہیئے، اور اگر اس کے مشورے سے دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا چاہے تو کوئی حرج نہیں۔ دودھ پلانے کے زمانہ میں شوہر اپنی مطلقہ بیوی کے اخراجات برداشت کرے،

(۱۹) اگر بیوی کو اس حالت میں طلاق دے کہ نہ اس کو ہاتھ لگایا ہو اور نہ مہر مقرر کیا ہو تو رخصت کے وقت اپنی حیثیت اور معروف کے مطابق کچھ مال دے، اگر مہر مقرر کر دیا ہو تو نصف مہر دے، اگر بیوی یا اس کا ولی اس نصف مہر کو معاف کر دے تو بہتر ہے۔

عدّت

عدّت کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل احکام گذر چکے ہیں۔

(۱) مختلف عورتوں کی عدّت مندرجہ ذیل ہے:-

عورتوں کی اقسام	عدّت کی مدّت
(الف) وہ مطلقہ عورت جس کو اذیّت ماہانہ آتی ہو	طہر و ناپاکی کے تین دور
(ب) وہ مطلقہ عورت جس کو اذیت ماہانہ آنا بند ہو جائے	تین مہینے
(ت) وہ مطلقہ عورت جس کو اذیّت ماہانہ آنی شروع نہ ہوئی ہو	تین مہینے
(ث) وہ مطلقہ عورت جو حاملہ ہو	وضع حمل تک

(ج) وہ عورت جس نے خلع لی ہو . . . . . ایک اذیّت ماہانہ

(ح) وہ عورت جس کا شوہر مر جائے . . . . . چار مہینے دس دن

(خ) وہ عورت جس کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی گئی ہو... کوئی عدّت نہیں

(۲) بیوہ عورت عدّت کے زمانہ میں بناؤ سنگھار نہ کرے، نہ سرمہ لگائے اگرچہ آنکھیں دکھتی ہوں۔

(۳) بیوہ عورتوں کو عدّت کے زمانہ میں نکاح کا پیغام نہ بھیجے، کنایۃً کوئی بات کہہ دے تو مضائقہ نہیں،

اب ہم عدّت کے سلسلہ میں مزید احکام نقل کرتے ہیں۔

(۴) بیوہ عورت نہ زیور پہنے، نہ خضاب لگائے نہ خوشبو لگائے، نہ رنگا ہوا کپڑا پہنے سوائے اس کپڑے کے جو بُننے سے پہلے رنگا گیا ہو، البتہ بیوہ عورت جب اذیّت ماہانہ کے بعد نہائے تو پاکی کے لئے خون کے مقامات پر خوشبو کا پھویا لگا سکتی ہے۔

حضرت اُمّ عطیہؓ کہتی ہیں:۔

كُنَّا نُنْهٰى ان نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَلَا نَكْتَحِلَ وَلَا نَتَطَيَّبَ وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَّصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ اِذَا اغْتَسَلَتْ اِحْدَانَا مِنْ مَّحِيْضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتِ اَظْفَارٍ (صحیح بخاری کتاب الطلاق باب القسط للحادۃ عند الطہر جزء ۷، ص۴۸ و صحیح مسلم کتاب الطلاق باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ جزء اول ص۴۸۶)

ہمیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) منع کیا جاتا تھا کہ کسی میّت پر تین دن سے زیادہ سوگ کریں سوائے شوہر کے، شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن سوگ کریں اور عدّت کے زمانے میں نہ سرمہ لگائیں، نہ خوشبو لگائیں اور نہ رنگا ہوا کپڑا پہنیں سوائے اس کپڑے کے جو بُننے سے پہلے رنگا گیا ہو، البتہ ہمیں اس بات کی اجازت تھی کہ جب اذیّت ماہانہ کے بعد نہائیں تو خوشبو کے ایک پھوئے کو خون کے مقامات پر پھیر لیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ . . . . . وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ (رواہ ابوداؤد کتاب الطلاق باب فیما یجتنب المعتدۃ فی عدتہا جزء اول ص۳۲۲ ورجالہ ثقات۔ نیل ۲۵۲ وسندہ صحیح)

بیوہ نہ زرد کپڑا پہنے . . . . . نہ زیور پہنے اور نہ خضاب لگائے۔

⑤ ایک یا دو طلاق کے بعد مطلقہ عورت کو عدّت کے زمانہ میں اپنے گھر سے نہ نکالے اور نہ وہ خود نکلے البتہ اگر وہ کھلی بے حیائی کرے تو نکال دینا چاہیئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (الطلاق۔ ۱)

مطلقہ عورتوں کو ان کے گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ نکلیں، سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بیحیائی کریں (تو انہیں نکال دو)۔

⑥ تیسری طلاق کے بعد وہ شوہر کے گھر سے منتقل ہو جائیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ (البقرۃ - ۲۲۹)

طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے، پھر اس کے بعد یا تو معروف کے مطابق اپنی زوجیت میں رہنے دو یا (تیسری طلاق دے کر) بحسن و خوبی رخصت کر دو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۔ (الطلاق۔ ۲)

(طلاق رجعی کے بعد) جب وہ عدّت کے اختتام کو پہنچ جائیں تو انہیں معروف کے مطابق اپنی زوجیت میں رہنے دو یا معروف کے مطابق رخصت کر دو۔

⑦ مطلقہ عورتوں کو اگر حمل ہو تو وضع حمل تک ان کا خرچ اپنی حیثیت کے مطابق برداشت کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق۔ ۶)

اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کا خرچ دیتے رہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ۔ (الطلاق۔ ۷)

صاحب حیثیت اپنی حیثیت کے مطابق خرچ دے اور جو تنگ دست ہو تو جو کچھ اللہ نے اُسے دیا ہے اس میں سے خرچ دے۔

⑧ اگر وضع حمل عدّت کی دوسری مقررہ مدتوں سے پہلے واقع ہو جائے تو وضع حمل ہوتے ہی عدّت ختم ہو جائیگی۔

حضرت مسورؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَتْهُ

سبیعہ اسلمیہ کو ان کے شوہر کے انتقال کے چند روز بعد وضع حمل ہوا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے نکاح کی اجازت

اَنْ تَنْكِحَ فَاذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ (صحیح بخاری کتاب الطلاق باب واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن جزء ۷ ص۷۳ و صحیح مسلم کتاب الطلاق باب انقضاء عدۃ المتوفی عنها زوجها وغیرها بوضع الحمل جزء اول ص۴۷۶ ولکنه من روایة امرسلمة واللفظ للبخاری)

طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نکاح کی اجازت دیدی، لہذا انہوں نے نکاح کرلیا۔

⑨ دوطلاقوں تک شوہر پر فرض ہے کہ عدّت کے زمانہ میں عورت کو اپنے گھر میں رکھے اور اس کا خرچ برداشت کرے، تیسری طلاق کے بعد نہ شوہر پر اس کو اپنے گھر میں رکھنا فرض ہے اور نہ اس کا خرچ برداشت کرنا فرض ہے۔

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا قَالَ لَيْسَ لَهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةٌ (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها جزء اول ص۴۷۱)

فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کو تین طلاقیں دے دی گئی ہوں اس کے لئے (شوہر کے ہاں) نہ جائے سکونت باقی رہی اور (نہ شوہر کے ذمہ اس کے) اخراجات ہیں۔

⑩ عورت جہاں عدّت گذارے وہاں سے عدّت کے زمانہ میں باہر نہ نکلے البتہ اگر ضرورتاً نکلے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

طُلِّقَتْ خَالَتِيْ فَاَرَادَتْ اَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ اَنْ تَخْرُجَ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلٰى فَجُدِّيْ نَخْلَكِ فَاِنَّكِ عَسٰى اَنْ تَصَدَّقِيْ اَوْ تَفْعَلِيْ مَعْرُوْفًا (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب جواز خروج المعتدۃ البائن جزء اول ص۴۷۳)

میری خالہ کو طلاق دی گئی، انہوں نے اپنے درختوں میں سے کھجور توڑ کر لانے کا ارادہ کیا، ایک شخص نے ان کو اس ارادہ پر زجر و توبیخ کی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں (اور آپ سے دریافت کیا) آپ نے فرمایا کیوں نہیں، نکلو، کھجوریں توڑ کر لاؤ ہوسکتا ہے کہ تم صدقہ دو یا اور کوئی معروف کام کرو۔

⑪ بیوہ عورت عدت کا زمانہ اپنے شوہر کے گھر میں گذارے یا اُس گھر میں گذارے جہاں اسے شوہر کی موت کی خبر ملے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فریعہؓ سے فرمایا:۔

اُمْكُثِيْ فِيْ بَيْتِكِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ (ترمذی ابواب الطلاق باب ماجاء این تعتد المتوفی عنها زوجها وصححه جزء ۱/۳۷۵)

تم اپنے گھر میں رہو جب تک عدّت ختم نہ ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اُمْكُثِيْ فِي الْبَيْتِ الَّذِيْ اَتَاكِ فِيْهِ نَعْيُ زَوْجِكِ (رواه الحاكم سنده صحيح ـ المستدرك جزء ۲ ص ۲۰۸)

اسی گھر میں رہو جہاں تمہیں اپنے شوہر کی وفات کی خبر پہنچی۔

(۱۲) عدّت کی مدّت کا حساب رکھے۔

وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ (الطلاق ـ ۱)

عدت (کے ایام) کا شمار رکھو۔

خلع

خلع کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل احکام گذر چکے ہیں۔

(۱) عورت کو اختیار ہے کہ اگر وہ شوہر کو پسند نہیں کرتی تو طلاق لے لے،

(۲) عورت کو چاہئے کہ طلاق لیتے وقت پورا مہر یا کچھ مہر معاف کر دے ایسی صورت میں شوہر کو اجازت ہے کہ وہ کل مہر یا مہر کا کوئی جزء بیوی سے لے لے،

(۳) خلع میں ایک طلاق دی جائے۔

(۴) خلع کی عدت ایک اذیت ماہانہ ہے۔

(۵) خلع کے بعد عورت اپنے میکے چلی جائے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

ترجمہ تمام نمازوں کی مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کرتے رہو، خصوصاً بیچ والی نماز (یعنی نماز عصر) کی اور (نماز میں) اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو۔ ﴿۲۳۸﴾

معانی ومصادر (حَافِظُوْا) حَافَظَ، يُحَافِظُ، مُحَافَظَةٌ (باب مفاعلہ) مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کرنا۔

(وُسْطٰى) وَسَطَ، يَسِطُ، وَسْطٌ و سِطَةٌ (ض) بیچ میں ہونا یا بیٹھنا (اسم تفضیل اَوْسَط ہے۔ اَوْسَط کا مؤنث وُسْطٰى ہے)۔

(قُوْمُوْا) قَامَ، يَقُوْمُ، قَوْمٌ و قَوْمَةٌ وقِيَامٌ و قَامَةٌ (ن) کھڑا ہونا، اعتدال کرنا۔

(قٰنِتِيْنَ) قَنَتَ، يَقْنُتُ، قُنُوْتٌ (ن) اطاعت کرنا، نماز میں کھڑا ہونا، بات سے رک جانا۔

شانِ نزول حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں:۔

كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ، يُكَلِّمُ اَحَدُنَا اَخَاهُ فِيْ حَاجَتِهٖ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ

(صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص ۳۸ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ جزء اول ص ۲۱۹)

ہم نماز میں بات کر لیا کرتے تھے، آدمی اپنے بھائی سے اپنی ضرورت کی بات کر لیا کرتا تھا، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی تو ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کی محافظت کا حکم دیا، محافظت سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازوں کی مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کی جائے، نمازیں دائمی طور پر مسلسل پڑھی جائیں، درمیان میں کوئی نماز چھوڑی نہ جائے، ان کے اوقات اور ارکان کی حفاظت کی جائے۔

نمازوں کو دائمی طور پر مسلسل پڑھنے کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○
(المؤمنون - ۹ تا ۱۱)

وہ مومن فلاح پائیں گے جو اپنی نمازوں کی مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کرتے ہیں، یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ○
(المعارج - ۲۴ و ۳۵)

نمازی تو در حقیقت وہ ہیں جو اپنی نماز کی مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کرتے ہیں، ایسے ہی لوگ جنت میں عزت کے ساتھ رہیں گے۔

مندرجہ بالا آیات میں نمازوں کی حفاظت کا حکم باب "مفاعلہ" میں دیا گیا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کبھی نماز پڑھنا اور کبھی چھوڑ دینا نجات کے لئے کافی نہیں، نمازی درحقیقت وہ ہیں جو دائمی طور پر نماز ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ○ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ○ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ○ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ○
(المعارج - ۱۹ تا ۲۳)

بے شک انسان بڑا بے صبرا پیدا کیا گیا ہے، جب اُسے کوئی برائی پہنچتی ہے تو واویلا کرتا ہے اور جب کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو ہاتھ روک لیتا ہے البتہ (ان برائیوں سے) وہ نمازی مستثنیٰ ہیں جو اپنی نماز پر مداومت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ پڑھتے ہیں۔

نماز کے ارکان کی محافظت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ جزء اول ص۱۶۲)

نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

نماز کے اوقات کی حفاظت بھی ضروری ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○ (النسآء - ۱۰۳)

بے شک نماز مؤمنین پر اوقات مقررہ میں ادا کرنا فرض ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں :۔

سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال

ئُ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِہَا (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب فضل الصلوۃ لوقتہا جزء اول ص۱۲ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال جزء ۱ ص۴۹)

کیا "تمام اعمال میں اللہ کو سب سے زیادہ کونسا عمل محبوب ہے"؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز اپنے وقت پر"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

صَلُّوا الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِہَا (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب کراہیۃ تاخیر الصلوۃ عن وقتہا المختار جزء اول ص۲۵۹)

نماز کو اس کے وقت پر پڑھو۔

نماز کے اوقات اور ارکان سے غافل رہنے والے درحقیقت نمازی ہی نہیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ○ اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِہِمْ سَاھُوْنَ ○ اَلَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ ○ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ○ (ارأیت الذی - ۴ تا ۷)

ایسے نمازیوں کے لئے دوزخ ہے۔ جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور جو برتنے کی چیز عاریۃً دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔

نمازوں کو ضائع کرنے والے دوزخی ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِہِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ○ (مریم - ۵۹)

ان (نیک) لوگوں کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا اور (اپنی) خواہشات کی پیروی کرنے لگے، ایسے لوگ عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے۔

تمام نمازوں کی محافظت کا حکم دینے کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے بیچ والی نماز یعنی نماز عصر کی محافظت کا خاص طور پر حکم دیا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی) بیچ والی نماز کی (خاص طور پر) محافظت کرو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا کَانَ یَوْمَ الْاَحْزَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَلَاَ اللّٰہُ بُیُوْتَہُمْ وَقُبُوْرَہُمْ نَارًا، شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی حِیْنَ (حَتّٰی) غَابَتِ الشَّمْسُ

جب جنگ احزاب ہوئی تو ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان کافروں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھرے انہوں نے ہمیں بیچ والی نماز سے روک دیا یہاں تک کہ

بخاری کتاب الجہاد باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمۃ جزء ۴ ص۵۲ ومسلم کتاب الصلوٰۃ باب التغلیظ فی تفویت صلوٰۃ العصر جزء اول ص۲۵۱)

سورج غروب ہوگیا۔
صحیح مسلم کی ایک روایت میں آپؐ کے یہ الفاظ ہیں، ہمیں بیچ والی نماز یعنی نماز عصر سے روک دیا۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ عَنِ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی صَلَاۃِ الْعَصْرِ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

حَبَسَ الْمُشْرِکُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ حَتّٰی احْمَرَّتِ الشَّمْسُ اَوِ اصْفَرَّتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی صَلَاۃِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰہُ اَجْوَافَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا اَوْ قَالَ حَشَا اللّٰہُ اَجْوَافَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الدلیل لمن قال الصلوٰۃ الوسطیٰ ھی صلوٰۃ العصر جزء اول ص۲۵۲)

مشرکین نے (خندق کی لڑائی میں ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عصر سے روک دیا (جنگ کی شدّت کی وجہ سے مہلت نہ مل سکی کہ آپ نماز عصر ادا کرتے اور نماز خوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا) یہاں تک کہ سورج زرد ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انہوں نے ہمیں بیچ والی نماز (یعنی) نماز عصر سے روک دیا، اللہ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھرے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ بیچ والی نماز عصر کی نماز ہے، عصر کی نماز کی حفاظت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلَّذِیْ تَفُوْتُہٗ صَلَاۃُ الْعَصْرِ کَاَنَّمَا وُتِرَ اَھْلَہٗ وَمَالَہٗ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اثم من فاتتہ العصر جزء اول ص۱۲۵ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التغلیظ فی تفویت صلاۃ العصر جزء اول ص۲۵۱)

جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کے اہل وعیال اور مال سب لوٹ لیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ تَرَکَ صَلَاۃَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب من ترک العصر جزء اول ص۱۲۵)

جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کا عمل ضائع ہوگیا

نمازوں کی محافظت کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ)

کے سامنے ادب سے کھڑے ہوا کرو، نماز کے آداب میں سے یہ ہے کہ نماز میں کسی سے بات نہ کرے (جیسا کہ مسلم کے حوالہ سے اوپر گذرا) حتّٰی کہ کسی کے سلام تک کا جواب نہ دے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب لایرد السلام فی الصلوٰۃ جزء ۲ ص۸۳ وروی مسلم فی صحیحہ نحوہٗ کتاب الصلوٰۃ باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ جزء اول ص۲۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے، میں آپ کو سلام کرتا، آپ میرے سلام کا جواب دیا کرتے تھے، پھر جب ہم (حبشہ سے) واپس آئے میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا اور فرمایا "بے شک نماز میں شغل ہوتا ہے" (یعنی نمازی اللہ تعالےٰ کی طرف مشغول ہوتا ہے)۔

البتہ نماز میں ہاتھ کے اشارہ سے سلام کا جواب دینا سنت ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں:۔

قُلْتُ لِبِلَالٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِيْنَ كَانُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ (رواہ الترمذی وصححہٗ۔کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الاشارۃ فی الصلوٰۃ جلد اول ص۱۱۹)

میں نے بلالؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نماز میں سلام کیا جاتا تو آپ کس طرح جواب دیتے تھے، بلالؓ نے کہا ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَ التَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب تحریم الکلام فی الصلاۃ جزء اول ص۲۱۸)

نماز میں لوگوں سے گفتگو جائز نہیں، نماز تو بس تسبیح، تکبیر اور قرأۃ قرآن (کے لئے) ہے

نماز کے بقیہ آداب یہ ہیں

(۱) نماز خضوع وخشوع کے ساتھ ادا کرے، نماز کے تمام ارکان میں عاجزی وانکساری کا اظہار ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○

(المؤمنون - ۱و۲)

ان مؤمنین کو فلاح نصیب ہوگی جو اپنی نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

(۲) نماز کو انتہائی خوبصورتی اور ادب کے ساتھ ادا کرے :۔

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا :۔

مَا الْاِحْسَانُ ؟

احسان کسے کہتے ہیں ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان جزء اول ص۲ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب الایمان ۱/۲۲ تا ۲۴)

(احسان یہ ہے) کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال تو رکھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَلَا تُحَسِّنُ صَلَاتَكَ ؟ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الامر بتحسین الصلوٰۃ ۱/۱۸۳)

تم اپنی نماز کو حسین کیوں نہیں بناتے ؟

(۳) نماز میں بالکل ساکن رہے، حرکت نہ کرتا رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ جزء اول ص۱۸۴)

نماز میں ساکن رہو۔

(۴) نماز میں نہ کپڑے سمیٹے، نہ بال سمیٹے اور نہ بالوں کا جوڑا باندھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اُمِرْنَا اَنْ نَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَ لَا نَكُفَّ ثَوْبًا وَّلَا شَعْرًا (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب السجود علی سبعۃ اعظم جزء اول ص۲۰۶ و باب لا یکف ثوبہ فی الصلوٰۃ جزء ۱ ص۲۰۷ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب اعضاء السجود ۱/۲۰۳)

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ کپڑا سمیٹیں اور نہ بال سمیٹیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں :۔

اَنَّهٗ رَاٰی عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ الْحَارِثِ یُصَلِّیْ وَ رَأْسُهٗ مَعْقُوْصٌ مِّنْ وَّرَائِهٖ فَقَامَ فَجَعَلَ یَحُلُّهٗ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَالَكَ وَرَأْسِیْ فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِیْ یُصَلِّیْ وَهُوَ مَكْتُوْفٌ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب اعضاء السجود جزء اول ص۲۰۳)

انہوں نے عبداللہ بن حارث کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، وہ اپنے پیچھے بالوں کا جوڑا باندھے ہوئے تھے، ابن عباس کھڑے ہوئے اور ان کے بالوں کو کھولنے لگے، جب عبداللہ بن حارث نماز پڑھ چکے تو وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے "تم کو میرے بالوں سے کیا مطلب تھا" ابن عباسؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا "اس طرح نماز پڑھنا اس آدمی کی مثل ہے جو نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں"۔

(۵) نماز میں کسی طرف متوجہ نہ ہو، نہ نمازی کے سامنے ایسی کوئی چیز ہو جو اُسے متوجہ کرے مثلاً نقش ونگار والی جانماز ہو اور نہ نقش ونگار والے کپڑے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں :۔

صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ خَمِیْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ فَنَظَرَ اِلٰی اَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِیْصَتِیْ هٰذِهٖ ..... فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِیْ اٰنِفًا عَنْ صَلَاتِیْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا صلّی فی ثوب لہ اعلام جزء اول ص۱۰۴ و ص۱۰۵ وصحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب کراھۃ الصلوٰۃ فی ثوب لہ اعلام ۱/۲۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نقش ونگار والی چادر میں نماز پڑھی، آپ نے اس کے نقش و نگار کو ایک نظر دیکھا، نماز کے بعد فرمایا اس کو لے جاؤ، ..... اس نے تو مجھے اس وقت اپنی طرف مشغول کر لیا (ہوتا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّكُوْنَ فِی الْبَیْتِ شَیْءٌ یُشْغِلُ الْمُصَلِّیْ (مسند امام احمد، بلوغ الامانی جزء ۳ ص۶۷ وسندہ صحیح، صلاۃ النبی لناصر الدین الالبانی ص۸۰)

(اللہ کے) گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں ہونی چاہیئے جو نمازی کو مشغول کرے۔

(۶) نماز میں ہاتھ ٹکا کر نہ بیٹھے۔

سرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّجْلِسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلٰوةِ وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلٰى يَدِهٖ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب کراھیۃ الاعتماد علی الید فی الصلوٰۃ جزء اول ص۱۲۹ وسندہٗ صحیح ۔ مرعاۃ جلد ۱ ص۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ہاتھ ٹکا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

(۷) جب کھانا حاضر ہو یا پیشاب، پاخانہ لگ رہا ہو تو نماز نہ پڑھے بلکہ پہلے کھانا کھالے ۔ پیشاب، پاخانہ سے فارغ ہو جائے پھر نماز پڑھے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

لَاصَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب کراھۃ الصلوٰۃ بحضرۃ الطعام جزء اول ص۲۲۵)

جب کھانا حاضر ہو تو نماز نہ پڑھے اور نہ ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ پیشاب پاخانہ کو روک رکھا ہو۔

(۸) نماز میں کوئی کام نہ کرے ۔

عَنْ مُعَيْقِيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب مسح الحصا فی الصلوٰۃ جزء ۲ ص۸۰ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب کراھۃ مسح الحصی جزء اول ص۲۲۲ وفی روایۃ ان کُنتَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً (صحیح مسلم)

حضرت معیقیب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سجدہ کی جگہ مٹی برابر کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اگر تمہیں ایسا کرنا ہی ہو تو ایک مرتبہ کر سکتے ہو (صحیح بخاری و صحیح مسلم) صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر ایسا کرنا ضروری ہی ہو تو ایک مرتبہ کر سکتے ہو۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک ضروری نہ ہو کوئی حرکت نہ کرے اور جب ضروری ہو تو پھر بھی ایک ہی مرتبہ کرے بار بار نہیں۔

(۹) نماز میں نگاہیں نیچی رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَآءِ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهٗ فِيْ

لوگوں کا کیا حال ہے کہ نماز میں اپنی نگاہیں اوپر اٹھاتے ہیں، پھر اس سلسلہ میں آپ نے بہت

ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب رفع البصر الی السمآء فی الصلوٰۃ $\frac{1}{191}$ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب النہی عن رفع البصر الی السمآء فی الصلوٰۃ $\frac{1}{184}$ واللفظ للبخاری)

سخت تنبیہ کی اور فرمایا لوگ ایسا کرنے سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں اچک لی جائیں گی۔

(۱۰) نماز میں اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الالتفات فی الصلوٰۃ $\frac{1}{192}$)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں منہ موڑنے اور اِدھر اُدھر دیکھنے کے متعلق سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شیطان کی لُوٹ ہے جو وہ بندے کی نماز میں سے لوٹ لیتا ہے۔

(۱۱) نماز میں جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے اُسے روکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ (صحیح مسلم کتاب الزھد باب تشمیت العاطس وکراھۃ التثاؤب جزء ۲ صـ۵۹۵)

جب تم میں سے کسی کو نماز میں جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے اُسے روکے۔

نوٹ:۔ نماز میں لباس کے متعلق جو آداب ہیں ہم انہیں انشاء اللہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳۱ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

عمل

اے ایمان والو نماز کے اوقات، آداب و ارکان کی حفاظت کیجئے، حسن و خوبی، سکون و اطمینان، عاجزی و انکساری، خضوع و خشوع اور حضورِ قلب کے ساتھ نماز ادا کیجئے، جو شخص اچھے اور کامل وضوء کے ساتھ نماز کو اس کے وقت پر ادا نہ کرے، اور رکوع و خشوع کو پورا نہ کرے (یعنی اطمینان اور عاجزی کے ساتھ نماز نہ پڑھے)، اس کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے بخشش کا کوئی وعدہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ عَزَّوَ

اللہ عزوجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جس نے

جَلَّ ،علیٰ اَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ وَصَلّٰهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدًا اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی المحافظۃ علی الصلوٰت جزء اول ص۶۷ وسندہ صحیح - مرعاۃ جزء اول ص۳۷۷)

ان کے لئے اچھا وضوء کیا، ان کو وقت پر ادا کیا اور ان کے رکوع و خشوع کو پورا کیا تو اللہ (تعالیٰ) کا اس کے لئے وعدہ ہے کہ اُسے بخش دے گا اور جو ایسا نہیں کریگا اللہ (تعالیٰ) کا اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں خواہ بخشے خواہ عذاب کرے۔

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا
فَإِذَآ أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا
عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٩﴾

ترجمہ پھر اگر تمہیں (دشمن کا) خوف ہو (اور تم نماز کو اس کے پورے آداب کے ساتھ ادا نہ کرسکو) تو پیدل یا سواری پر (جس طرح ہوسکے نماز پڑھ لو) پھر جب تمہیں امن نصیب ہو تو اللہ کا ذکر اُسی طریقہ سے کرو جس طریقہ سے اللہ نے تمہیں سکھایا ہے اور جس کو تم (پہلے) نہیں جانتے تھے ﴿۲۳۹﴾

معانی ومصادر (خِفْتُمْ) خَافَ، يَخَافُ، خَوْفٌ وخَيْفٌ و مَخَافَةٌ وخِيفَةٌ (ف) ڈرنا۔

(رِجَالًا) رَجِلَ، يَرْجَلُ، رَجَلٌ (س) پیدل چلنا۔ (رِجَالٌ = رَاجِلٌ کی جمع، پیدل چلنے والے)۔

(رُكْبَانًا) رَكِبَ، يَرْكَبُ، رُكُوبٌ و مَرْكَبٌ (س) سوار ہونا (رُكْبَانٌ = رَاكِبٌ کی جمع، سوار)۔

(أَمِنْتُمْ) أَمِنَ، يَأْمَنُ، أَمْنٌ و أَمَنٌ و أَمَانٌ و أَمَنَةٌ (س) امن میں ہونا، مطمئن ہونا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز کے ارکان وآداب کی حفاظت کا حکم دیا لیکن آداب کی کامل رعایت بحالت جنگ نہیں ہوسکتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے بندوں پر تخفیف فرمادی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا) پیدل یا سواری پر (جس طرح ہوسکے) نماز پڑھ لو اس حکم ورعایت کا تقاضا یہ ہے کہ نماز کو وقت مقررہ سے مؤخر کرنے کی اجازت نہیں نماز کو ہر حال میں اس کے وقت پر پڑھنا ضروری ہے۔ خضوع وخشوع ہو یا نہ ہو، صحیح طریقہ سے ارکان کی ادائیگی ہو یا نہ ہو، جماعت سے نماز پڑھ سکو یا نہ پڑھ سکو، غرض یہ کہ کچھ بھی ہو، نماز کو ہر حال میں اس کے وقت پر پڑھنا ہوگا، گویا نماز کے تمام متعلقات میں سب سے زیادہ ضروری اور اہم نماز کا وقت ہے۔ نماز کا وقت کسی حالت میں نہ ٹلنا چاہئے خواہ حالات کیسے ہی ناسازگار ونازک کیوں نہ ہوں،

حتیٰ کہ نماز کے شرائط بھی اگر پورے نہ ہوں تو ہر حالت میں نماز وقت پر ہی پڑھنی ہوگی۔

حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں :۔

كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ..... فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ (صحیح بخاری کتاب التیمم باب الصعید الطیّب وضوء المسلم جزء اول ص۹۲)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ..... آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، جب آپ نے نماز پڑھ کر منہ پھیرا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص علیحدہ بیٹھا ہوا ہے، اُس نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تمہیں کس چیز نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے باز رکھا؟ اس نے کہا "میں جنابت سے تھا اور (نہانے کے لئے) پانی نہیں تھا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر مٹی (سے تیمم کرنا) ضروری ہے، تیمم تمہارے لئے کافی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے وقت کو اتنی اہمیّت حاصل ہے کہ اگر پانی نہ ہو اور نماز کا وقت جا رہا ہو تو وضوء اور غسل کے بجائے تیمم کر کے وقت پر نماز پڑھنی ہوگی۔

تیمم کا حکم پانی کی عدم موجودگی میں تندرست کو اور بیماری کی حالت میں بیمار کو اسی تقاضے کو پورا کرتا ہے، نہ تندرست کو پانی کا انتظار کرنا چاہیئے اور نہ بیمار کو شفایاب ہونے کا بلکہ جس طرح ممکن ہو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملی ہوئی رعایت کی روشنی میں نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لینا چاہیئے۔

(نوٹ :۔ نماز کے اوقات اور نماز خوف پڑھنے کی دوسری صورتوں کی تفصیل ہم انشاء اللہ بالترتیب سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۰۳ اور آیت نمبر ۱۰۲ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

جنگ کی شدّت میں پیدل اور سواری پر نماز کی اجازت دے کر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَإِذَا أَمِنتُمْ) جب تم امن سے ہو، دشمن کا کوئی خطرہ نہ ہو، زندگی چین و اطمینان سے گذر رہی ہو تو (فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ) نماز اُسی طریقہ سے ادا کرو جس طریقہ سے اللہ تعالےٰ نے تمہیں سکھائی ہے یعنی بحالت امن نماز کو پورے ارکان، خضوع و خشوع، سکون و اطمینان اور کامل آداب کے ساتھ ادا کرو، اے ایمان والو، یہ وہ طریقہ ہے جس کو تم پہلے نہیں جانتے تھے، یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ اس نے نماز کا طریقہ سکھا دیا اور ایک خاص طریقہ مقرر کر کے تم کو اختلاف و افتراق سے بچا لیا۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں کہیں نماز کے طریقہ کی تعلیم نہیں دی، پھر بھی تعلیم کے فعل کو اپنی طرف

منسوب فرمایا، نماز کا یہ طریقہ جو اللہ تعالےٰ نے سکھایا احادیث میں ملتا ہے اور کیونکہ نماز کا طریقہ اللہ تعالےٰ نے سکھایا ہے لہٰذا احادیث میں جو طریقہ دیا ہوا ہے وہ سب من جانب اللہ ہے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے احکام صرف قرآن مجید ہی کے ذریعہ نازل نہیں ہوتے تھے بلکہ اور طریقے سے بھی نازل ہوتے تھے، اسی طریقہ کو حدیث کہتے ہیں، گویا حدیث بھی منجانب اللہ وحی ہے اور منزل من اللہ ہے۔

اللہ تعالےٰ نے نماز کو فرض کیا اور آیت زیر تفسیر میں اس کے طریقہ کو بھی فرض کر دیا لہٰذا وہ طریقہ جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی سب کا سب فرض ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃً جزء اول ص۱۶۲)

نماز اُسی طریقہ سے پڑھو جس طریقہ سے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنت کے مطابق نماز پڑھنے کا حکم دے کر نماز کے طریقہ کو فرض کر دیا۔

اسی مقررہ طریقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (النسآء - ۱۰۳)

(جنگ کے بعد) جب تم مطمئن ہو جاؤ تو پھر نماز کو قائم کرو (یعنی نماز کو اسی طریقہ سے پڑھو جس طریقہ سے امن کی حالت میں نماز پڑھی جاتی ہے، امن کی حالت میں اس طریقہ سے نماز نہ پڑھو جس طریقہ سے جنگ کی حالت میں نماز پڑھی جاتی ہے)

الغرض نماز کا طریقہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور سنن سے ثابت ہے فرض ہے، جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نماز نہیں پڑھتا اس کی نماز نماز ہی نہیں اس لئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے سکھائے ہوئے طریقہ کے مطابق نہیں۔ اب ہم نماز پڑھنے کا طریقہ بیان کرتے ہیں۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

(۱) جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو اپنی زینت کی چیزیں پہن لے، یعنی اچھا صاف ستھرا کپڑا لباس پہن لے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مذٰذِٰرِ يٰبَنِيٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ
(الاعراف - ۳۱)

ہر نماز کے وقت اپنی زینت کی چیزیں پہن لیا کرو۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ عَلَيْهِ ثِيَابَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب نسخ الوضوء مما مست النار جزء اول ص۱۵۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے (تمام) کپڑے پہن لئے، پھر نماز کے لئے باہر تشریف لے گئے۔

(۲) پھر کعبہ کی طرف منہ کر کے سیدھا باادب کھڑا ہو جائے، نہ آگے کی طرف جھکے اور نہ پیچھے کی طرف۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (البقرة - ۱۴۴)

(نماز میں) مسجد حرام کی طرف منہ کر لیا کرو۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ اِعْتَدَلَ قَائِمًا (ابن ماجة كتاب الصلوٰة باب رفع اليدين اذا ركع، جزء اول ص۲۸۳ ورواه الترمذی فی كتاب الصلوٰة فی باب ماجاء فی وصف الصلوٰة وصحه - جزء اول ص۹۶) وفی روایة حَتّٰى يَقِرَّ كُلُّ عَظْمٍ مِنْهُ فِيْ مَوْضِعِهٖ مُعْتَدِلًا (ابوداؤد كتاب الصلوٰة باب افتتاح الصلوٰة جزء اول ص۱۱۳ وابن ماجة كتاب الصلوٰة باب اتمام الصلوٰة جزء اول ص۳۲۸ وسنده صحيح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو سیدھے کھڑے ہوتے یہاں تک کہ ہر ہڈی حالت اعتدال میں اپنی اپنی جگہ پر آجاتی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ (البقرة - ۲۳۸)

اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے ہوا کرو۔

(۳) پھر اقامت کہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَاَقِمْ (ابوداؤد كتاب الصلوٰة باب

پھر اقامت کہو۔

صلوٰۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع عن رفاعۃؓ جزء اول ص۱۳۲ وترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی وصف الصلوٰۃ جزء اول ص۹۶ وسندہ صحیح ۔ التعلیقات لاحمد شاکر علی الترمذی)

(۴) پھر سر جھکائے اور نگاہیں نیچی کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

إِذَا نَزَلَتْ "اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ" فَطَأْطَأَ رَاسَهٗ (رواہ الحاکم جزء ۲ ص۳۹۳ وسندہ صحیح نیل الاوطار جزء ۲ ص۱۵۹)

جب یہ آیت نازل ہوئی "اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر جھکا دیا۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهٗ فِيْ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ جزء اول ص۱۹۱ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب النہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ جزء اول ص۱۸۱ واللفظ للبخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کا کیا حال ہے کہ نماز میں اپنی نگاہیں اوپر اٹھاتے ہیں" پھر اس سلسلہ میں آپ نے سخت تنبیہ کی، پھر آپ نے فرمایا: "لوگ ایسا کرنے سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں اچک لی جائیں گی"۔

(۵) پھر دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہاتھ کندھوں یا کانوں کے اوپر کے حصّہ کے سامنے آجائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب رفع الیدین اذا

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ ان دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے سامنے کر لیتے۔

لبر واذا رکع جزء اول ص۱۸۷ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب رفع الیدین جزء اول ص۱۶۵) وفی روایۃ لہ حتی یحاذی منکبیہ

حضرت مالک بن حویرثؓ فرماتے ہیں :۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِہِمَا اُذُنَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِہِمَا فُرُوْعَ اُذُنَیْہِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب رفع الیدین جزء اول ص۱۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ اکبر کہتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ ان کو اپنے دونوں کانوں یا کانوں کے اوپر کے حصّہ کے سامنے کر لیتے۔

(۶) انگلیوں کو کھول دے، موڑے نہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں :۔

اِذَا کَبَّرَ لِلصَّلٰوۃِ نَشَرَ اَصَابِعَہٗ (ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب فی نشر الاصابع عند التکبیر جزء اول ص۷۹ وسندہ صحیح۔ التعلیقات لاحمد محمد شاکر علی الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے اللہ اکبر کہتے تو انگلیاں کھول دیتے۔

(۷) انگلیوں کو نہ بالکل ملائے اور نہ ان میں تفریق کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں :۔

لَمْ یُفَرِّجْ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ وَلَمْ یَضُمَّہَا (صحیح ابن خزیمۃ کتاب الصلوٰۃ باب نشر الاصابع عند رفع الیدین فی الصلاۃ وسندہ صحیح جزء اول ص۳۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ انگلیوں کو ملاتے اور نہ ان میں تفریق کرتے تھے۔

(۸) پھر اللہ اکبر کہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَکَبِّرْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب استواء الظہر فی الرکوع جزء اول ص۱۰۲ وصحیح مسلم باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ جزء اول ص۱۶۹)

جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو۔

(۹) پھر سیدھے ہاتھ کو الٹی ذراع پر رکھ لے اور سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ کو پکڑ لے پھر ہاتھوں کو سینہ پر رکھ لے

حضرت وائلؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ اَخَذَ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب تفریع استفتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۲ وسندہ صحیح وفی روایۃ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ (ابوداؤد جزء اول ص۱۱۲ وسندہ صحیح، تسہیل القاری شرح صحیح بخاری جزء ۳ ص۸۳۸)

تکبیر تحریمہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ کو پکڑ لیا، آپ نے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی کلائی، پہنچے اور کلائی پر رکھا۔

حضرت ہلبؓ کہتے ہیں:۔

كَانَ (رسول الله صلى الله عليه وسلم) يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ (رواه احمد. يلوغ ۳/۱۴۲ وسنده صحيح. التعليقات لاحمد شاكر على الترمذى باب ماجاء فى الانصراف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کو سینے پر رکھتے تھے۔

حضرت سہلؓ کہتے ہیں:۔

كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِى الصَّلٰوةِ (صحيح بخارى كتاب الصلوٰة باب وضع اليمنى على اليسرى جزء اول ص۱۸۸)

لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں ہر شخص اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی ذراع پر رکھے۔ (نوٹ:۔ بیچ کی انگلی کے سرے سے کہنی تک کے حصّہ کو ذراع کہتے ہیں)

(۱۰) پھر مندرجہ ذیل ثنا و تعوّذ پڑھے:۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا۔

ترجمہ:۔ اے اللہ تو پاک ہے اور تو اپنی حمد کے ساتھ (تمام کمزوریوں سے منزہ ہے) تیرا نام بابرکت

ہے، تیری بزرگی بلند ہے، تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے بزرگی والا، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے بزرگی والا۔ اللہ سب سے بڑا ہے بزرگی والا۔

پھر یہ پڑھے:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ۔

ترجمہ:۔ میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں جو سننے والا جاننے والا ہے شیطان مردود سے، اس کے خبط سے، اُس کے تکبّر سے اور اس کی شعر و شاعری سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يُكَبِّرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَيَحْمَدُهٗ وَيُمَجِّدُهٗ (نسائی عن رفاعة وسنده صحيح۔ كتاب الصلوٰة باب الرخصة فى ترك الذكر فى السجود جزء اول ص۱۲۷)

پھر نمازی اللہ عزوجل کی بڑائی بیان کرے، اس کی حمد کرے اور اس کی بزرگی بیان کرے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحٰنَكَ ..... (ابوداؤد كتاب الصلوٰة باب من رأى الاستفتاح بِسُبْحٰنَكَ جزء اول ص۱۱۲ وسنده صحيح التعليقات لاحمد محمد شاكر على الترمذى والتعليقات لمحمد ناصر الدين الالبانى على مشكوٰة المصابيح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر یہ دعا پڑھتے:۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ..... الخ

نوٹ:۔ رات اور دن کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں۔

(۱۱) پھر خفیہ آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے، پھر بلند آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھے، پھر بلند آواز سے آمین کہے

حضرت نعیمؒ کہتے ہیں:۔

صَلَّيْتُ وَرَاءَ اَبِىْ هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ حَتّٰى اِذَا

میں نے ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی، پھر سورۂ فاتحہ

بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقَالَ اٰمِينَ فَقَالَ النَّاسُ اٰمِينَ . . . . اِذَا سَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ اِنِّي لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (نسائی کتاب الصلوٰۃ باب قراءۃ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم جزء اول ص۱۰۵ وسندہٗ صحیح - نیل الاوطار جزء ۲ ص۱۶۹)

پڑھی پھر آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی .. .... جب سلام پھیرا تو فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نماز کے لحاظ سے تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں:۔

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب حجۃ من قال لا یجہر بالبسملۃ جزء اول ص۱۷)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان کے پیچھے نماز پڑھی، میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے نہیں سنا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو خفیہ آواز سے پڑھنا مسلسل عمل ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی مندرجہ بالا حدیث میں مسلسل عمل کا ثبوت نہیں۔ غالباً انہوں نے تعلیماً بلند آواز سے پڑھی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب وجوب القراءۃ ۱/۱۹۲ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب وجوب قراءۃ الفاتحہ ۱/۱۶۷)

جو شخص سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

حضرت وائلؓ کہتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَأَ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ اٰمِينَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ (رواہ ابوداؤد فی کتاب الصلوٰۃ باب التامین وراء الامام ۱/۱۴۱ وسندہٗ صحیح - بلوغ ۳/۲۰۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وَلَا الضَّالِّينَ کہتے تو آمین کہتے اور اس کے ساتھ آواز کو بلند کرتے۔

(۱۲) پھر قرآن مجید میں سے جو بآسانی پڑھ سکے پڑھے۔

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں:۔

اُمِرْنَا اَنْ نَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سورۂ فاتحہ پڑھیں اور جو

تَيَسَّرَ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب من ترك القراءة فی صلاته جزء اول ص۱۶۵ وسندہ صحیح - نیل الاوطار جزء ۲ ص۱۷۹)

کچھ آسانی سے پڑھ سکیں۔

(۱۳) قرأت کے بعد دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھائے جس طرح ابتداء میں اٹھائے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ (صحیح بخاری باب رفع الیدین جزء اول ص۱۸۷ وصحیح مسلم باب استحباب رفع الیدین جزء اول ص۱۶۵ واللفظ للبخاری) وفی روایۃ عَنْ مَالِكٍؓ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا اُذُنَيْهِ (صحیح مسلم جزء اول ص۱۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے سامنے کر لیتے۔ اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تب بھی اسی طرح کرتے (صحیح بخاری و صحیح مسلم) مالک بن حویرث کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کو کانوں کے سامنے کر لیتے۔ (صحیح مسلم)

(۱۴) پھر اللہ اکبر کہے اور رکوع کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التکبیر اذا قام من السجود جزء اول ص۱۱۲ وصحیح مسلم باب اثبات التکبیر جزء اول ص۱۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو اللہ اکبر کہتے۔

(۱۵) پھر اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھے اور مضبوطی سے گھٹنوں کو پکڑ لے۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

وَيَضَعُ رَاحَتَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۳ وسندہ صحیح) وفی روایۃ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَاَنَّهٗ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا (ابوداؤد جزء اول ص۱۱۲ وسندہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر (اس طرح) رکھتے گویا کہ گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔

(۱۶) انگلیوں کو کھول دے۔

حضرت وائلؓ کہتے ہیں:۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا رَکَعَ فَرَّجَ اَصَابِعَہٗ (صحیح ابن خزیمۃ کتاب الصلوٰۃ باب تفریج اصابع الیدین فی الرکوع وسندہ صحیح جزء اول ص۳۰۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے انگلیوں کو کھول دیتے۔

(۱۷) دونوں ہاتھوں کو کمان کے چلّے کی طرح تان لے اور کہنیوں کو پہلو سے علیٰحدہ رکھے، پیٹھ کو سیدھا رکھے، سر کو نہ جھکائے اور نہ اٹھائے بلکہ پیٹھ کے برابر رکھے۔

حضرت ابو حمیدؓ کہتے ہیں:۔

وَوَتَّرَ یَدَیْہِ فَتَجَافٰی عَنْ جَنْبَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ ثُمَّ یَعْتَدِلُ فَلَا یَنْصَبُّ رَاْسَہٗ وَلَا یُقْنِعُ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۳ وصلاۃ وسندہٗ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں کو تان لیتے، کہنیوں کو پہلو سے علیٰحدہ رکھتے، پھر بالکل سیدھے ہو جاتے، نہ سر کو نیچا کرتے اور نہ اونچا۔

(۱۸) پھر اطمینان سے رکوع میں ٹھہرے اور یہ تسبیح پڑھے:۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ

ترجمہ:۔ پاک ہے میرا ربّ عظمت والا۔

یا یہ تسبیح پڑھے۔

سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْعَظَمَۃِ۔

ترجمہ:۔ پاک ہے (وہ اللہ جو) بڑی قدرت والا، بڑی سلطنت والا اور بڑی بزرگی اور عظمت والا (ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاکِعًا (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب استواء الظہر فی الرکوع جزء اول ص۲۰۱ وصحیح مسلم باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ جزء اول ص۱۶۹)

پھر رکوع کرو یہاں تک کہ رکوع میں اطمینان حاصل ہو جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَاَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ عَزَّ وَجَلَّ (صحیح مسلم باب النہی عن قراءۃ القرآن فی الرکوع جزء اول ص۱۹۹)

رکوع میں (اپنے) ربّ عزوجل کی عظمت بیان کرو۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں:۔

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ ..... ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل۔ جزء اول ص۳۱۲)

میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ..... آپ نے رکوع کیا تو آپ یہ پڑھتے رہے:۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ۔

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں:۔

قُمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَكَعَ مَكَثَ قَدْرَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَيَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَةِ۔ (رواہ النسائی باب الذکر فی الرکوع ۱/۱۱۹ وسندہ صحیح۔ التعلیقات علی المشکوٰۃ للالبانی جزء اول ص۲۷۸)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہوا تو جب آپ نے رکوع کیا تو سورۂ بقرہ پڑھنے کی مقدار کے برابر رکوع میں ٹھہرے اور آپ رکوع میں یہ پڑھ رہے تھے:۔ سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَةِ

(۱۹) پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ (جو اللہ کی تعریف کرتا ہے اللہ اس کی سُن لیتا ہے) کہتا ہوا سر اٹھائے اور سیدھا کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ ریڑھ کی ہر ہڈی حالت اعتدال میں اپنی جگہ پر آجائے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ (صحیح بخاری باب التکبیر اذا قام من السجود جزء اول ص۱۱۲ وصحیح مسلم باب اثبات التکبیر ۱/۱۶۶)

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے اپنی پیٹھ اٹھاتے تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے۔

حضرت ابوحمید کہتے ہیں:۔

اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ اِسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهٗ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب سنۃ الجلوس فی التشہد جزء اول ص۲۰۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ریڑھ کی ہر ہڈی اپنے مقام پر آجاتی۔

(۲۰) سیدھا کھڑا ہونے کے بعد دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھائے جس طرح شروع نماز میں اٹھائے تھے اور یہ ثناء پڑھے :۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

(اے اللہ، اے ہمارے ربّ، تو ہی ہر قسم کی تعریف کا مستحق ہے)۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں :۔

ثُمَّ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا مَنْكِبَیْهِ مُعْتَدِلًا (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۳ وسندہ صحیح) وفی روایۃ عن مالکؓ حتی یُحَاذِیَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَیْهِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب رفع الیدین $\frac{1}{165}$)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سیدھے ہو جاتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے کندھوں کے سامنے کر لیتے۔ مالکؓ کی روایت میں ہے کہ ہاتھوں کو کانوں کے اوپر کے حصے کے سامنے کر لیتے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں :۔

كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ (صحیح بخاری باب مایقول الامام ومن خلفہ جزء اول ص۱۰۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو یہ پڑھتے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

(۲۱) پھر یہ ثناء پڑھے اور قومہ میں اطمینان سے کھڑا رہے :۔

مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ، اَھْلَ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

ترجمہ:۔ (یہ تعریف تیرے لئے ہے) آسمانوں اور زمین کو بھر کر اور اُس کے بعد اُس چیز کو بھر دینے کو تو بھرنا چاہیے۔ اے ثناء و بزرگی والے جو کچھ اس بندے نے کہا تو ہی اس کا حقدار ہے اور ہم سب تیرے بندے ہیں۔ اے اللہ جو تو دے اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اُسے کوئی دینے والا نہیں، اور کسی بزرگ شخص کی بڑائی و بزرگی اُس کو تیرے ہاں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ ..... وفی روایۃ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (صحیح مسلم باب مایقول اذا رفع رأسہ من الرکوع جزء اول ص۱۹۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعاء پڑھتے:۔

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ يَا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ .....

(نوٹ:۔ صحیح مسلم کے ایک نسخہ میں وَالْاَرْضِ کے بجائے وَمِلْءَ الْاَرْضِ ہے)

حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں:۔

كَانَ اَنَسٌ يَنْعَتُ لَنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يُصَلِّيْ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ نَسِيَ (صحیح بخاری باب الطمانینۃ حین یرفع راسہ من الرکوع جزء اول ص۱۰۲ وصحیح مسلم باب اعتدال ارکان الصلوۃ جزء اول ص۱۹۷ واللفظ للبخاری)

حضرت انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر بتایا کرتے تھے، جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو کافی دیر کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم کہتے وہ بھول گئے۔

(۲۲) پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے، سجدہ میں پیشانی و ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے پنجے زمین پر ٹکائے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِيْ سَاجِدًا (صحیح بخاری باب یھوی بالتکبیر حین یسجد جزء اول ص۱۰۳ وصحیح مسلم باب اثبات التکبیر فی کل خفض جزء اول ص۱۶۶ و اللفظ لمسلم)

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کے لئے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَی الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰی اَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ (صحیح بخاری باب السجود علی الانف جزء اول ص۲۰۶ وصحیح مسلم باب اعضاء السجود جزء اول ص۲۰۳)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، پیشانی پر آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنی ناک کی طرف بھی اشارہ فرمایا، دونوں ہاتھوں پر، دونوں گھٹنوں پر اور دونوں پنجوں پر۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ سَجَدَ فَاَمْكَنَ اَنْفَهٗ وَجَبْهَتَهٗ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۲ وسندہ صحیح)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے پھر اپنی ناک اور پیشانی کو ٹکاتے۔

(۲۳) ہتھیلیاں اور ہاتھ کی انگلیاں نہ سکیڑے بلکہ ان کو پھیلا دے، انگلیوں کو ملالے اور ان کو قبلہ رُخ رکھے اور دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کرے۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

فَسَجَدَ فَاعْتَصَبَ عَلٰی كَفَّيْهِ (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۲ وسندہ صحیح)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اپنی ہتھیلیوں کو (زمین پر) جما کر رکھا۔

حضرت وائلؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَجَدَ ضَمَّ اَصَابِعَهٗ (صحیح ابن خزیمۃ جزء اول ص۳۲۱ کتاب الصلوٰۃ باب اباحۃ وضع الیدین فی السجود حذاء الاذنین وسندہ صحیح۔ صلوٰۃ النبی للالبانی ص۱۴۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنی انگلیوں کو ملا لیا کرتے تھے۔

اِسْتَقْبَلَ بِكَفَّيْهِ وَاَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ (رواہ البیہقی ۲/۱۱۳ وسندہ صحیح۔ صلاۃ النبی للالبانی ص۱۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو قبلہ رُو کر لیا کرتے تھے۔

حضرت وائلؓ کہتے ہیں:۔

فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ (صحیح مسلم باب وضع یدہ الیمنی علی الیسری جزء اول ص۱۷۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا (یعنی سر کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا)۔

(۲۴) دونوں کہنیوں کو بلند رکھے، بغلوں کو کھلا رکھے، ہاتھوں، کلائیوں اور بازوؤں کو اتنا کشادہ رکھے کہ بکری کا بچہ ان کے نیچے سے نکل سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ (صحیح مسلم باب الاعتدال فی السجود ۱/۲۴۴)

جب تم سجدہ کرو تو دونوں ہتھیلیوں کو (زمین پر) رکھو اور دونوں کہنیوں کو بلند رکھو۔

حضرت عبداللہ بن مالکؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰی يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب یبدی ضبعیہ جزء اول ص۱۰۵)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو (سجدہ میں) اپنے دونوں ہاتھوں کو کشادہ کرتے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ لَوْ شَاءَتْ بَهْمَةٌ اَنْ تَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ (صحیح مسلم باب ما یجمع صفۃ الصلوٰۃ جزء اول ص۲۰۴) وفی روایۃ ان تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتْ (ابوداؤد باب صفۃ السجود جزء اول ص۱۳۷ وسندہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے (تو اپنے ہاتھوں کو اتنا کشادہ رکھتے کہ) اگر ہاتھوں کے نیچے سے بکری کا بچہ نکلنا چاہتا تو نکل جاتا۔

(۲۵) بیٹھ کو سیدھا رکھے، قدموں کو کھڑا رکھے، ایڑیوں کو ملائے اور پاؤں کی انگلیوں کو موڑ کر قبلہ رو کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تُجْزِئُ صَلٰوةُ الرَّجُلِ حَتّٰی يُقِيْمَ ظَهْرَهٗ فِی الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ (ابوداؤد باب صلوۃ من لایقیم صلبہ فی الرکوع جزء اول ص۱۳۱ وسندہ صحیح۔ نیل الاوطار جزء ۲ ص۲۱۲)

کسی آدمی کی نماز کفایت نہیں کرتی جب تک وہ رکوع و سجود میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

فَقَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهٗ فَوَقَعَتْ يَدِیْ عَلٰی بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ

ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا تو میں نے آپ کو (ہاتھ سے) ٹٹولا، میرا ہاتھ آپ کے تلووں پر پڑ گیا، آپ اس وقت

وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ما یقال فی الرکوع والسجود جزء اول ص۲۰۲) وفی روایۃٍ فَوَجَدْتُّهٗ سَاجِدًا رَاصًّا عَقِبَيْهِ (صحیح ابن خزیمۃ جزء اول ص۳۲۸ و سنن بیہقی جزء ۲ ص۱۱۶ وسندہ صحیح۔ صحیح ابن خزیمۃ جزء اول ص۳۲۸)

سجدہ کر رہے تھے اور آپ کے قدم کھڑے ہوئے تھے (صحیح مسلم) ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ کو سجدہ کرتے ہوئے پایا، آپ کی ایڑیاں ملی ہوئی تھیں۔ (صحیح ابن خزیمہ)۔

حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

فَاِذَا سَجَدَ ..... وَاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب سنۃ الجلوس ۱/۱۱۰)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو پاؤں کی انگلیوں کو (موڑ کر) قبلہ رُو کر لیتے۔

(۲۶) پھر اطمینان سے سجدہ کرے اور سجدہ میں یہ دعاء پڑھے۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ۔

ترجمہ:۔ (اے اللہ، اے ہمارے ربّ، تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، مجھے بخش دے)

یا یہ دعاء پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ كُلَّهٗ، دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ

ترجمہ:۔ اے اللہ میرے تمام گناہ معاف کر دے، چھوٹے اور بڑے، اگلے اور پچھلے، ظاہر اور پوشیدہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِی الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ (صحیح مسلم باب النہی عن قراءۃ القرآن فی الرکوع جزء اول ص۱۹۹)

سجدوں میں خوب دعاء مانگو، قریب ہے کہ تمہاری دعاء قبول کی جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِیْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ (صحیح بخاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے رکوع اور سجود میں یہ دعاء پڑھا کرتے تھے سُبْحٰنَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ۔

باب التسبیح والدعاء فی السجود جزء اول ص۲۰۷ و
صحیح مسلم باب مایقال فی الرکوع ۱/۲۰۱)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں :۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ سُجُوْدِہٖ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّہٗ، دِقَّہٗ وَجِلَّہٗ وَاَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ وَسِرَّہٗ (صحیح مسلم باب مایقال فی الرکوع والسجود جزء اول ص۲۰۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدوں میں یہ دعاء پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّہٗ دِقَّہٗ وَجِلَّہٗ وَاَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ وَسِرَّہٗ۔

(۲۷) پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سر اٹھائے اور الٹے پاؤں کو بچھا کر اس پر سیدھا بیٹھ جائے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجائے، سیدھے پاؤں کی پشت کو قبلہ کی طرف کرلے، سیدھے ہاتھ کو سیدھے گھٹنے پر رکھے اور الٹے ہاتھ کو الٹے گھٹنے پر رکھے۔

حضرت ابوسلمہؓ کہتے ہیں :۔

ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ مِنَ السُّجُوْدِ ..... ثُمَّ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَقْرَبُکُمْ شَبَھًا بِصَلَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری باب یھوی بالتکبیر حین یسجد جزء اول ص۲۰۳ وصحیح مسلم باب اثبات التکبیر فی کل خفض ورافع جزء اول ص۱۶۶ واللفظ للبخاری)

حضرت ابوہریرہؓ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے.... پھر (سلام کے بعد) فرماتے کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

حضرت ابوحمیدؓ فرماتے ہیں :۔

ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ وَیَثْنِیْ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَیَقْعُدُ عَلَیْھَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ حَتّٰی رَجَعَ کُلُّ عَظْمٍ فِیْ مَوْضِعِہٖ حَتّٰی فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَاَقْبَلَ بِصَدْرِ الْیُمْنٰی عَلٰی قِبْلَتِہٖ وَوَضَعَ کَفَّہُ الْیُمْنٰی عَلٰی رُکْبَتِہِ الْیُمْنٰی وَکَفَّہُ الْیُسْرٰی عَلٰی رُکْبَتِہِ الْیُسْرٰی (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ وسنتہ صحیح جزء اول ص۱۱۳ و۱۱۴)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھاتے، الٹے پاؤں کو دوہرا کرتے، پھر اس کو بچھاتے اور اس پر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی، پھر جب آپ فارغ ہوتے تو الٹے پیر کو بچھاتے، سیدھے پاؤں کی پشت کو قبلہ کی طرف کرتے۔ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی کو سیدھے گھٹنے پر رکھتے اور الٹے ہاتھ کی ہتھیلی کو الٹے گھٹنے پر رکھتے۔

(۲۸) ہاتھوں کا کچھ حصّہ ران پر بھی ہو، الٹے ہاتھ کو الٹے گھٹنے پر پھیلا کر اُسے پکڑ لے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى ..... وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى (صحیح مسلم باب صفة الجلوس فی الصلوٰة جزء اول ص۲۳۵)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھتے تو اپنی سیدھی ہتھیلی سیدھی ران پر اور الٹی ہتھیلی الٹی ران پر رکھ لیا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى بَاسِطُهَا عَلَيْهَا (صحیح مسلم باب صفة الجلوس جزء اول ص۲۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الٹے ہاتھ کو الٹے گھٹنے پر رکھتے اور اس کو گھٹنے پر پھیلا دیتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں:۔

وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرٰى رُكْبَتَهُ (صحیح مسلم باب صفة الجلوس جزء اول ص۲۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الٹے ہاتھ کی ہتھیلی سے اپنے گھٹنے کو پکڑ لیتے۔

(۲۹) سیدھے پاؤں کو کھڑا رکھے اور اس کی انگلیوں کو موڑ کر قبلہ رُو کر لے۔ سیدھے ہاتھ کی کہنی کو تنا ہوا رکھے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنٰى وَاسْتِقْبَالُهُ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرٰى (نسائی کتاب الصلوٰة باب الاستقبال باطراف اصابع القدم القبلة عند القعود جزء اول ص۱۳۱ وسندہ صحیح۔ صلاة النبی للالبانی ص۱۶۱)

نماز میں سنت یہ ہے کہ سیدھے پاؤں کو کھڑا کرے اس کی انگلیوں کو قبلہ رُو کرے اور اُلٹے پاؤں پر بیٹھے۔

حضرت وائلؓ فرماتے ہیں:۔

وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى (ابوداؤد ابواب تفریع استفتاح الصلوٰة جزء اول ص۱۱۲ وصحیح ابن خزیمة وسندہ صحیح ابن خزیمة جزء اول ص۳۵۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سیدھی کہنی کو اپنی سیدھی ران پر تان لیا کرتے تھے۔

(۳۰) سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے کو بیچ کی انگلی پر اس طرح رکھے کہ انگوٹھا انگشت شہادت کی جڑ کے قریب ہو، انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنائے، انگشت شہادت کو بلند کر کے (توحید کا) اشارہ کرے، بیچ کی انگلی، چھوٹی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی کو موڑ لے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

وَعَقَدَ ثَلَاثَةً وَخَمْسِيْنَ وَاَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَبَضَ اَصَابِعَهٗ كُلَّهَا (صحیح مسلم باب صفة الجلوس جزء اول ص۲۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو ۵۳ کا ہندسہ بناتے، تمام انگلیوں کو موڑ لیتے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔

حضرت ابن زبیرؓ فرماتے ہیں:۔

وَوَضَعَ اِبْهَامَهٗ عَلٰی اِصْبَعِهِ الْوُسْطٰی۔ (صحیح مسلم باب صفة الجلوس $\frac{1}{234}$)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا انگوٹھا اپنی بیچ کی انگلی کے اوپر رکھتے۔

(۳۱) انگشت شہادت کا رُخ قبلہ کی طرف رکھے اور دعاء کے وقت اُسے ہلاتا رہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَشَارَ بِاِصْبَعِهِ الَّتِیْ تَلِی الْاِبْهَامَ اِلَی الْقِبْلَةِ (رواہ ابن خزیمة وسندہٗ صحیح۔ صحیح ابن خزیمة جزء اول ص۳۵۵ و ص۳۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انگشت شہادت سے قبلہ کی طرف اشارہ کرتے۔

حضرت وائلؓ فرماتے ہیں:۔

یُحَرِّكُهَا، یَدْعُوْ بِهَا (رواہ ابن خزیمة وسندہٗ صحیح۔ صحیح ابن خزیمة جزء اول ص۳۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انگلی کو ہلاتے تھے اور اس کے ساتھ دعاء کرتے تھے۔

(۳۲) اس جلسہ میں اطمینان سے کافی دیر تک بیٹھا رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا (صحیح بخاری باب استواء الظهر فی الرکوع جزء اول ص۱۰۱ صحیح مسلم باب وجوب قراءة الفاتحة $\frac{1}{169}$)

پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

اِنِّیْ لَاٰلُوْ اَنْ اُصَلِّیَ بِكُمْ كَمَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِنَا ..... كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتّٰی یَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِیَ وَبَیْنَ

میں تمہیں اسی طریقہ سے نماز پڑھاؤنگا جس طریقہ سے میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے ..... وہ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ...

السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المکث بین السجدتین جزء ۱ ص ۱۱۰ وصحیح مسلم باب اعتدال ارکان الصلوٰۃ جزء اول ص ۱۹۷ واللفظ للبخاری)

کہنے والا کہتا کہ بھول گئے اور دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھتے کہ کہنے والا کہتا بھول گئے۔

(۳۳) اس جلسہ میں یہ دعاء پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْفَعْنِيْ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت دے، مجھے ہدایت دے، مجھے رزق عطاء فرما، میری (حالت کی) اصلاح فرما اور مجھے بلندی عطاء فرما۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ (ابوداؤد باب الدعاء بين السجدتين جزء اول ص ۱۳۱) وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاجْبُرْنِيْ (ترمذی باب ما يقول بين السجدتين جزء اول ص ۹) وفی رواية وَارْفَعْنِيْ (ابن ماجة باب ما يقول بين السجدتين جزء اول ص ۲۹) و سندہ صحیح (صلاۃ النبی للالبانی ص ۱۶۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ۔ ایک روایت میں وَاجْبُرْنِيْ اور ایک روایت میں وَارْفَعْنِيْ بھی ہے۔

(۳۴) پھر اللہ اکبر کہہ کر دوسرا سجدہ کرے، دوسرے سجدے کے بعد پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سر اٹھائے۔

حضرت ابوسلمہ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ ..... اِنِّيْ لَاَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری

حضرت ابوہریرہؓ تکبیر کہتے جب (دوسرا) سجدہ کرتے ..... پھر (سلام کے بعد) فرماتے کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

باب یکبر حین یسجد جزء اول
ص۲۰۳ وصحیح مسلم باب اثبات التکبیر
فی کل خفض ورفع ۱/۱۶۶ واللفظ للبخاری)

(۳۵) پھر اوپر بتائے ہوئے طریقہ سے اطمینان کے ساتھ سیدھا بیٹھ جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا (صحیح بخاری کتاب الاستئذان باب من ردّ فقال علیک السلام جزء ۸ ص۶۹)

پھر تم اطمینان سے سجدہ کرو، پھر اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔

حضرت مالک بن حویرثؓ کہتے ہیں:۔

إِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا (صحیح بخاری باب من استوی قاعداً فی وتر من صلاته ۱/۲۰۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاق رکعت پڑھ چکتے تو کھڑے نہ ہوتے جب تک سیدھے نہ بیٹھ جاتے۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا (وفی روایة الترمذی وَاعْتَدَلَ) حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ إِلٰى مَوْضِعِهِ (وفی روایة الترمذی ثُمَّ نَهَضَ) [ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰة جزء اول ص۱۱۳ و رواہ الترمذی فی باب ماجاء فی وصف الصلوٰة وصححه۔ جزء اول ص۹۶)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر کہتے اور سر اٹھاتے، پھر آپ الٹے پاؤں کو دوہرا کر کے اس پر سیدھے بیٹھ جاتے، یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آتی پھر آپ کھڑے ہو جاتے۔

نوٹ:۔ خط کشیدہ الفاظ صرف ترمذی میں ہیں۔

(۳۶) پھر دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے اور سیدھا کھڑا ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا (صحیح بخاری ب الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیًا

پھر اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔

ی الایمان جزء ۸ ص۱۶۹)

حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں :۔

اِعْتَمَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ وَ هُوَ يَقُوْلُ اُرِيْدُ اَنْ اُرِيَكُمْ كَيْفَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ (صحیح بخاری باب کیف یعتمد علی الارض جزء اول ص۲۰۹)

حضرت مالک بن حویرثؓ زمین پر سہارا لیتے پھر کھڑے ہوتے تھے اور وہ فرماتے تھے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں بتاؤں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(۳۷) پھر دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کے مثل پڑھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا (صحیح بخاری باب استواء الظہر جزء اول ص۲۰۱ و صحیح مسلم باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ ۱/۱۶۹)

پھر اپنی پوری نماز میں اسی طرح کرو۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں :۔

ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الْاُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۳ وسندہ صحیح)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے۔

(۳۸) جب دوسری رکعت پڑھ چکے تو اسی طرح بیٹھ جائے جس طرح پہلی رکعت میں بیٹھا تھا اور اسی طرح انگلی سے اشارہ کرے۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں :۔

فَاِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى (صحیح بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشہد جزء اول ص۲۰۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت میں بیٹھتے تو الٹے پاؤں پر بیٹھتے اور سیدھا پاؤں کھڑا رکھتے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

اِذَا قَعَدَ فِي التَّشَهُّدِ ..... اَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ (صحیح مسلم باب صفۃ الجلوس جزء اول ص۲۳۵)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں بیٹھتے تو انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔

(۳۹) پھر اس قعدہ میں پوشیدہ آواز سے تشہد پڑھے، تشہد کے الفاظ یہ ہیں :۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبٰتُ اَلسَّلَامُ

عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ
اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

ترجمہ:۔ تمام عبادتیں، نمازیں اور پاکیزہ کلمات اللہ کے لئے ہیں، اے نبی آپ پر سلام ہو، آپ پر اللہ تعالےٰ کی رحمت اور برکت نازل ہو۔ سلام ہم پر بھی ہو اور اللہ کے صالح بندوں پر بھی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی الٰہ نہیں سوائے اللہ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يُّخْفِيَ التَّشَهُّدَ (ابوداؤد باب اخفاء التشهد جزء اول ص۱۲۹ وسنہ صحیح۔ مرعاۃ جلد اول ص۶۷۳)

تشہد کا خفیہ آواز سے پڑھنا سنت ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ (صحیح مسلم باب ما یجمع صفة الصلاة جزء اول ص۲۰۵ وفی جامع الاصول "ابوالجوزاء سمع من عائشة" مرعاۃ جلد اول ص۵۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر تشہد پڑھتے تھے۔

(۴۰) پھر اللہ اکبر کہتا ہوا تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد دونوں ہاتھوں کو اُسی طرح اٹھائے جس طرح شروع نماز میں اٹھائے تھے۔

حضرت نافع کہتے ہیں:۔

اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین جزء اول ص۱۸۸)

ابن عمر جب نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے، جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے، جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے، اور جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور وہ کہتے تھے کہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۳ وسندہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے۔

(۴۱) پھر تیسری رکعت بھی اُسی طریقہ سے پڑھے جس طریقہ سے دوسری رکعت پڑھی تھی۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ بَقِيَّةِ صَلٰوتِهٖ (ابو داؤد باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۳ وسندہ صحیح)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقی نماز بھی اسی طرح پڑھتے۔

(۴۲) جب تیسری رکعت کے دونوں سجدے کر چکے تو اسی طرح بیٹھ جائے جس طرح پہلی رکعت میں بیٹھا تھا، سیدھا بیٹھنے کے بعد کھڑا ہو جائے۔

حضرت مالک بن حویرثؓ فرماتے ہیں:۔

اِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا (صحیح بخاری باب من استوٰی قاعدًا فی وتر من صلاتہ جزء ا ص۲۰۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاق رکعت پڑھ چکتے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے جب تک سیدھے نہ بیٹھ جاتے۔

(۴۳) پھر چوتھی رکعت بھی اُسی طریقہ سے پڑھے جس طریقہ سے تیسری رکعت پڑھی تھی۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ بَقِيَّةِ صَلٰوتِهٖ (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۳ وسندہ صحیح)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقی نماز بھی اسی طرح پڑھتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا (صحیح بخاری باب استواء الظہر جزء ا ص۲۰۱)

پھر اپنی پوری نماز میں یہی کرو (یعنی جس طرح پہلی رکعت پڑھو اسی طرح تمام رکعتیں پڑھو)

حضرت رفاعہؓ کہتے ہیں۔

فَوَصَفَ الصَّلٰوةَ هٰكَذَا اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ (ابوداؤد باب صلوٰۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع جزء اول ص۱۳۲ وسندہ صحیح۔ تعلیقات احمد محمد شاکر علی الترمذی)

پھر چاروں رکعتوں کی ترکیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بتائی۔

(۴۴) جب چوتھی رکعت کے دونوں سجدے کر چکے تو بطور تورّک کے سیدھا بیٹھ جائے یعنی بایاں کولہا زمین پر ٹکائے، الٹے پاؤں کو باہر نکال کر دونوں پاؤں ایک طرف کرے، سیدھے پاؤں کو کھڑا رکھے، اگر پہلی، دوسری یا تیسری رکعت پر سلام پھیرنا ہو تو پھر ان رکعتوں میں بھی بیٹھنے کی کیفیت یہی ہوگی۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

اِذَا جَلَسَ فِی الرَّکْعَةِ الْاٰخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْاُخْرٰی وَقَعَدَ عَلٰی مَقْعَدَتِهٖ (صحیح بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشہد جزء اول ص۱۱۴ وفی روایۃ اِذَا کَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِیْ فِیْهَا التَّسْلِیْمُ اَخَّرَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَقَعَدَ مُتَوَرِّکًا عَلٰی شِقِّهِ الْاَیْسَرِ (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ ۱/۱۱۳ وسندہ صحیح۔)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رکعت میں بیٹھتے تو الٹے پاؤں کو آگے نکالتے، سیدھے پاؤں کو کھڑا کرتے اور اپنی بیٹھک پر بیٹھ جاتے (صحیح بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ جب وہ رکعت ہوتی جس میں سلام پھیرا جاتا ہے تو الٹے پاؤں کو مؤخر کرتے اور بطور تورّک کے الٹے کولہے پر بیٹھ جاتے (ابوداؤد)

(۴۵) پھر تشہد پڑھے (تشہد کے الفاظ ص۸۹۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

وَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ التَّحِیَّةَ (صحیح مسلم باب ما یجمع صفۃ الصلوٰۃ ۱/۲۰۵ وفی جامع الاصول "ابوالجوزاء سمع من عائشۃ" مرعاۃ جلد اول ص۵۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر تشہد پڑھتے تھے۔

(۴۶) تشہد (یعنی التحیات) کے بعد یہ دعاء پڑھے:۔

اَحْسَنُ الْکَلَامِ کَلَامُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:۔ سب سے بہتر کلام اللہ تعالےٰ کا کلام ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

تشہد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يَقُوْلُ فِيْ صَلٰوتِهٖ بَعْدَ التَّشَهُّدِ "اَحْسَنُ الْكَلَامِ ..... الخ" (نسائی کتاب الصلوٰۃ باب نوع اٰخر من الذکر بعد التشہد جزء اول ص۱۲۷، رجالہ ثقات، مرعاۃ جلد اول ص۱۷۲ وسندہ صحیح)

یہ دعاء پڑھتے تھے "اَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

(۴۷) پھر یہ درود پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد پر رحمت نازل فرما، جس طرح تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر نازل فرمائی تھی، بیشک تو تعریف والا، بزرگی والا ہے اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر نازل فرمائی تھی، بیشک تو تعریف والا، بزرگی والا ہے۔

حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں:۔

سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ ..... الخ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان فی المشی جزء ۴ ص۱۷۸)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ اہل بیت پر ہم کس طرح درود بھیجیں، یہ تو اللہ نے بتا دیا کہ سلام کیسے بھیجیں (لیکن درود بھیجنے کا طریقہ نہیں بتایا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ ..... الخ

(۴۸) پھر یہ دعاء پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ

ترجمہ:۔ اے اللہ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں دوزخ کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجّال کے فتنہ کے شر سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا تَشَھَّدَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنْ اَرْبَعٍ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ..... الخ (صحیح مسلم باب مایستعاذ منہ فی الصلوٰۃ ۱/۲۳۷)

جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھ چکے تو چار باتوں سے اللہ کی پناہ طلب کرے (یعنی اس طرح) کہے اَللّٰھُمَّ..... الخ

(۴۹) پھر سیدھی طرف منہ کرے حتیٰ کہ پیچھے والوں کو دایاں رخسار نظر آسکے، پھر اپنے پاس والے کی طرف متوجہ ہو کر کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ یا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

پھر اسی طرح بائیں طرف متوجہ ہو کر کہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہِ الْاَیْمَنِ وَعَنْ یَّسَارِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہِ الْاَیْسَرِ۔ (نسائی باب کیف السلام علی الشمال جزء اول ص۱۲۹ ورواہ الترمذی فی باب ماجاء فی التسلیم فی الصلوٰۃ وصححہ جزء اول ص۹۲و۹۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی طرف سلام پھیرتے تو چہرے کو اتنا موڑتے کہ آپ کے داہنے رخسار کی سفیدی نظر آتی پھر آپ کہتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ، اسی طرح جب آپ بائیں طرف سلام پھیرتے تو آپ کے بائیں رخسار کی سفیدی نظر آتی اور آپ کہتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں:۔

کُنْتُ اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَعَنْ یَّسَارِہٖ حَتّٰی اَرٰی بَیَاضَ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو اپنے دائیں اور بائیں سلام کرتے، میں آپ کے

خدِّہٖ (صحیح مسلم باب السلام للتحلیل جزء اول ص۲۳۵)

رخسار (مبارک) کی سفیدی کو دیکھ لیا کرتا تھا۔

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں:۔

صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَعَنْ شِمَالِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی السلام جزء اول ص۱۵۱ وسندہ صحیح - نیل الاوطار ۲/۲۵۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے، آپ داہنی طرف کہتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اور بائیں طرف کہتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا سَلَّمَ اَحَدُکُمْ فَلْیَلْتَفِتْ اِلٰی صَاحِبِہٖ وَفِی رِوَایَۃٍ ثُمَّ یُسَلِّمُ عَلٰی اَخِیْہِ (صحیح مسلم باب الامر بالسکون ۱/۱۸۵)

جب تم میں سے کوئی سلام پھیرے تو اپنے ساتھ والے کی طرف منہ موڑے پھر اپنے بھائی کو سلام کرے۔

(۵۰) سلام کو زیادہ نہ کھینچے بلکہ مختصر کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّۃٌ (ابوداؤد باب حذف السلام جزء اول ص۱۵۱ وراوہ الترمذی فی باب ماجاء ان حذف السلام سنۃ وصححہ جزء اول ص۹۳)

سلام کا مختصر کرنا سنت ہے۔

الغرض یہ ہے وہ طریقہ نماز جو اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت مسلمین کو سکھایا، پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (مَالَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ) یہ وہ طریقہ ہے جس کو تم (پہلے) نہیں جانتے تھے،۔

عمل

اے لوگو، نماز کو ہرگز نہ چھوڑیئے، اس کو اس کے وقت پر ادا کیجئے حتیٰ کہ جنگ کے دوران بھی جس طرح ہو سکے نماز کو وقت پر ادا کرتے رہیئے۔

اے لوگو، نماز کو اسی طریقہ سے ادا کیجئے جس طریقہ سے اللہ تعالےٰ نے سکھائی ہے، اس طریقہ کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے بتایا تو آپ جان گئے، اب اگر جاننے کے بعد آپ اس طریقہ سے ادا نہیں کرینگے تو یہ اللہ تعالےٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہوگی، ایسا ہرگز نہ کیجئے، اپنے فرقہ وارانہ طریقوں کو چھوڑ دیجئے اور اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے طریقے سے نماز ادا کیجئے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا
اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ
اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) تم میں سے جو لوگ (ایسی حالت میں) وفات پائیں کہ وہ (اپنے بعد بیوہ) عورتیں چھوڑ کر جا رہے ہوں اور انہوں نے (مرتے وقت) یہ وصیّت کی ہو کہ ان کی بیویوں کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور انہیں (ان کے گھر سے) نہ نکالا جائے (تو اس وصیّت کی کوئی حیثیت نہیں اگر وہ عدّت کے بعد) گھر سے نکل جائیں اور اپنے حق میں کوئی معروف کام کر لیں (یعنی نکاح کر لیں) تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور (اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ، اگر تم نے زبردستی ان کو نکلنے اور نکاح کرنے سے باز رکھا تو) اللہ (بہت) زبردست ہے (وہ تم کو سزا دے سکتا ہے) اور وہ حکیم ہے (اس کا حکم ہے کہ بیوہ چار مہینے دس دن عدت میں بیٹھے اسی میں حکمت ہے) ﴿۲۴۰﴾

معانی و مصادر (یُتَوَفَّوْنَ) تَوَفّٰی، یَتَوَفّٰی، تَوَفِّیٌ (باب تفعّل) پورا دینا، پورا لینا، مدّت کو پہنچ جانا، پورا کرنا، گننا، روح قبض کر لینا۔

(یَذَرُوْنَ) وَذَرَ، یَذَرُ، وَذْرٌ (ف) چھوڑنا، قطع کرنا۔
(وَصِیَّۃ) اَوْصٰی، یُوْصِیْ، اِیْصَاءٌ (باب افعال) وصیت کرنا، [وَصِیَّۃٌ اس مصدر سے اسم ہے]
(مَتَاعٌ) تَمَتَّعَ، یَتَمَتَّعُ، تَمَتُّعٌ (باب تفعّل) فائدہ اٹھانا [مَتَاعٌ = باقی رہنے والا مال]
(جُنَاحَ) جَنَحَ، یَجْنَحُ، جُنُوْحٌ (ض ن ف) جھک جانا، (جُنَاح = گناہ)

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے عورتوں پر ایک احسان فرمایا وہ یہ کہ شوہروں کی وصیت کے مطابق انہیں ایک سال تک شوہروں کے گھروں میں رہنے کی جو پابندی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو کالعدم قرار دیا، شوہروں کی وصیت اگرچہ نیک نیتی پر مبنی ہوتی تھی، وہ اپنی بیوہ بیویوں کے لئے ازراہِ احسان یہ وصیت کر جاتے تھے کہ انہیں ایک سال تک اخراجات بھی دئے جائیں اور جائے سکونت بھی دی جائے لیکن یہ وصیت نیک نیتی کے باوجود بیواؤں پر ایک قسم کا بوجھ بھی ہو سکتی تھی، اللہ تعالےٰ نے ان کے اس بوجھ کو ان پر سے اتار دیا اور انہیں اجازت دی کہ عدت کے بعد وہ گھر سے باہر جا سکتی ہیں اور نکاح بھی کر سکتی ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○

(البقرۃ - ۲۳۴)

اور (اے ایمان والو) تم میں سے جن مردوں کا انتقال ہو جائے اور وہ (اپنے بعد) اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو ان بیویوں کو اپنے (دوسرے نکاح کے معاملہ میں) چار مہینے دس دن توقف کرنا چاہئے۔ جب یہ مدّت پوری ہو جائے تو پھر (اے ایمان والو) تم پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ اپنے معاملہ میں معروف کے مطابق کوئی کام کر لیں (یعنی اپنا نکاح کر لیں) اور (اے ایمان والو) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہوتا ہے (اگر اس مدّت کے بعد تم بلاوجہ ان کو نکاح سے باز رکھو گے اور ان کو گھر سے نہ نکلنے دو گے تو اللہ تعالےٰ کو اس کا علم ہو گا اور وہ تمہیں اس ظلم و زیادتی کی سزا دے گا)۔

اللہ تعالےٰ نے بیواؤں پر چار مہینے دس دن کی جو پابندی لگائی اس میں تو یقیناً مصلحت اور حکمت ہے لیکن اس مدّت پر مزید اضافہ نیک نیتی کے باوجود حکمت پر مبنی نہیں اس لئے اللہ تعالےٰ نے

اس اضافہ کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے کالعدم قرار دیا۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے ضابطوں پر عمل کیجئے، اپنی طرف سے ضابطے نہ بنائیے۔ بلاوجہ کسی پر پابندی عائد نہ کیجئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ (البقرۃ - ۱۸۵)

اللہ تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے، سختیاں نہیں چاہتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب الدین یسر جزء اول ص۱۶) بے شک دین آسان ہے۔

دین میں مشکلات پیدا نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ نے ایامِ جاہلیت کے رسم و رواج کے بوجھ اُتار پھینکے، اب اُسی جیسے بوجھ دوبارہ نہ لادیئے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ۔ (الاعراف - ۱۵۷)

رسول ان پر سے ان کے بوجھ اتار کر پھینک رہے ہیں۔

بیوہ پر یہ کتنی بڑی مصیبت تھی کہ وہ ایام جاہلیت کے رسم و رواج کے مطابق ایک سال تک ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں رہتی تھی، ایک سال بعد اس کو اس کوٹھڑی سے نکالا جاتا تھا، اسی طرح یہ بھی ایک تکلیف دہ پابندی تھی کہ بیوہ کو شوہر کی وصیت کے مطابق ایک سال تک گھر سے نہ نکلنے دیا جاتا تھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کی ہدایت کے مطابق ان بوجھوں کو اتار کر پھینک دیا، لہٰذا اے لوگو، اب پھر قومی و خاندانی رسم و رواج کے بندھنوں میں مسلمین کو نہ جکڑیئے، انہیں اس سادہ دین پر عمل کرنے دیجئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور ان آسانیوں سے فائدہ اٹھانے دیجئے جو اللہ تعالےٰ کے دین نے اللہ تعالےٰ کے بندوں کو عطاء فرمائی ہیں۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا
عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾

ترجمہ مطلقہ عورتوں کو معروف کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور دیا جائے، یہ متقین پر لازم ہے (۲۴۱) اس طرح اللہ اپنے احکام کو وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے تاکہ تم (اچھی طرح) سمجھ جاؤ۔ (۲۴۲)

معانی ومصادر (مُطَلَّقٰتِ) طَلَّقَ ، يُطَلِّقُ ، تَطْلِيْقٌ (باب تفعیل) طلاق دینا، چھوڑ دینا۔

(حَقًّا) حَقَّ ، يَحِقُّ ، حَقٌّ (ض) ثابت ہونا، واجب ہونا۔ حَقَّ ، يَحُقُّ ، حَقٌّ (ن) واجب کرنا، ثابت کرنا۔

(يُبَيِّنُ) بَيَّنَ ، يُبَيِّنُ ، تَبْيِيْنٌ (باب تفعیل) واضح ہونا، واضح کرنا۔

تفسیر مطلقہ عورتوں کو اخراجات ومال ومتاع دینے کی کئی صورتیں ہیں:۔

مطلقہ عورتوں کے حقوق

(۱) وہ مطلقہ عورتیں جن کو طلاق رجعی دی گئی ہو، یعنی جن کو ایک طلاق دی گئی ہو یا دو طلاقیں دی گئی ہوں، ایسی عورتوں کو عدّت کے زمانہ میں خرچ دینا شوہروں پر لازم ہے۔

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا قَالَ لَيْسَ لَهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها۔ جزء اول ص۴۸۱)

فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے متعلق جس کو تین طلاقیں دے دی گئی ہوں فرمایا کہ اس کے لئے (شوہر کے ہاں) نہ جائے سکونت باقی رہی اور (نہ شوہر کے ذمہ) اس کے اخراجات ہیں۔

(۲) ایسی عورتیں جن کو طلاق اور عدّت کے بعد رخصت کیا جا رہا ہو۔

ایسی عورتوں کو بھی کچھ نہ کچھ دینا چاہیئے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (البقرۃ - ۲۲۹) یا احسان کے ساتھ انہیں رخصت کر دو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (البقرۃ - ۲۳۱) یا معروف و دستور کے مطابق انہیں رخصت کر دو۔

اِن آیات کا منشاء یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسی عورتوں کو رخصت کے وقت کچھ دیا جائے۔

اوپر کی دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ طلاق رجعی ہو یا غیر رجعی عدت کے بعد رخصت کرتے وقت بیوی کے اخراجات تو شوہر کے ذمّہ باقی نہیں رہتے البتہ اس وقت بھی اُسے کچھ نہ کچھ دینا ضروری ہوتا ہے تاکہ رخصت کے بعد وہ فوراً پریشانی کا شکار نہ ہو۔ عورت پر یہ اسلام کا بہت بڑا احسان ہے۔

(۳) ایسی عورتیں جو طلاق کے بعد بچّہ کو دودھ پلائیں:۔

ایسی عورتوں کو رضاعت کے زمانہ میں شوہر کی طرف سے کھانے (پینے) اور کپڑے کے اخراجات ملنے چاہئیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرۃ - ۲۳۳) (رضاعت کے زمانہ میں) مطلقہ ماؤں کے کھانے اور کپڑے کا خرچ باپ کے ذمّہ ہے۔

(۴) وہ مطلقہ عورتیں جن کو نکاح کے بعد نہ ہاتھ لگایا ہو اور نہ نکاح کے وقت مہر مقرر کیا ہو:۔

ایسی عورتوں کو رخصت کے وقت کچھ نہ کچھ مال دینا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (البقرۃ - ۲۳۶) انہیں کچھ نہ کچھ مال (ضرور) دو، وسعت والا اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دے، الغرض معروف کے مطابق انہیں کچھ نہ کچھ دینا نیکی کرنے والوں پر لازم ہے۔

(۵) وہ مطلقہ عورتیں جن کو مہر مقرر کرنے کے بعد ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو:۔

ایسی عورتوں کو نصف مہر دینا چاہیئے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ (البقرۃ - ۲۳۷) اگر تم عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو اور تم نے (نکاح کے وقت) مہر مقرر کر دیا ہو تو (رخصت کے وقت) نصف مہر دو۔

(۶) وہ مطلقہ عورتیں جو حاملہ ہوں:۔

ایسی عورتوں کو وضع حمل تک خرچ دیا جائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ اور اگر مطلقہ عورتیں حمل سے ہوں تو جب تک

حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۔ وضع حمل نہ ہو ان کا خرچ ادا کرو۔

(الطلاق ۔ ۶)

غرض یہ کہ مطلقہ عورتوں کو ہر حال میں کچھ نہ کچھ دینا ضروری ہے (حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ) متقین پر یہ چیز لازم ہے۔ آگے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ) اس طرح اللہ تعالےٰ اپنے احکام کو وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہا ہے (لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ) تاکہ تم اچھی طرح سمجھ جاؤ اور پھر مطلقہ عورتوں کے معاملہ میں کسی قسم کی حق تلفی نہ کرو۔

گذشتہ آیات میں اللہ تعالےٰ نے مطلقہ عورتوں کے حقوق کو علیٰحدہ علیٰحدہ بیان کر دیا تھا، اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے تمام احکام کو سمیٹتے ہوئے خلاصہ بیان کیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہر قسم کی مطلقہ عورتوں کا کچھ حق ہے جو انہیں مال و متاع کی صورت میں رخصت کے وقت ادا کیا جائے"۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے واضح احکام پر عمل کیجئے، ان میں اپنی طرف سے پیچیدگی نہ پیدا کیجئے، فقہی موشگافیوں سے بچئے، حیلے نہ نکالئے، مطلقہ عورتوں کو معروف کے مطابق ان کے حق ادا کرتے رہئے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ
دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ
الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا
ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ
عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٢٤٣﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٤٤﴾

ترجمہ (اے رسول) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے، اللہ نے ان سے کہا "مرجاؤ" (وہ مرگئے)، اللہ نے انہیں پھر زندہ کردیا، بے شک اللہ لوگوں پر فضل (وکرم) کرتا رہتا ہے (تاکہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتے رہیں) لیکن اکثر

لوگ شکر ادا نہیں کرتے (۲۴۳) اور (اے ایمان والو) اللہ کے راستہ میں جنگ کرتے رہو اور (یہ بات اچھی طرح) جان لو کہ بے شک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے (۲۴۴)

معانی و مصادر

(تَرَ) رَأْیٌ، یَرٰی، رَأْیٌ وَرُؤْیَۃٌ وَرَاءَۃٌ وَرِئْیَانٌ (ف) دیکھنا۔

(دِیَار) دَارَ، یَدُوْرُ، دَوْرٌ وَدَوَرَانٌ (ن) چکر لگانا (دِیَار = دَارٌ کی جمع۔ گھر، شہر)

(اُلُوْفٌ) اَلَفَ، یَأْلِفُ، اَلْفٌ (ض ن) ہزار کی تعداد میں کوئی چیز دینا (اُلُوْفٌ = آلَاف = اَلْفٌ کی جمع = ہزار)

(حَذَر) حَذِرَ، یَحْذَرُ، حَذَرٌ وَحِذْرٌ وَمَحْذُوْرَۃٌ (س) ڈرنا۔

(فَضْل) فَضَلَ، یَفْضُلُ، فَضْلٌ (س ن) بچ جانا، زیادہ کرنا، زیادہ ہونا (فَضْلٌ = رحمت، احسان)

(یَشْکُرُوْنَ) شَکَرَ، یَشْکُرُ، شُکْرٌ وشُکُوْرٌ وشُکْرَانٌ (ن) شکر ادا کرنا، قدر دانی کرنا۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ نے اپنے راستہ میں جنگ کا حکم دینے سے پہلے بطور تمہید کے ایک شہر کے لوگوں کا حال بیان کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے رسول) کیا آپ کو ان لوگوں کا حال نہیں معلوم جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے اپنے گھروں کو چھوڑ کر باہر نکل گئے یا اپنے شہر کو چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے، انہوں نے سوچا کہ شاید شہر کو چھوڑ دینے کے بعد وہ شہر میں آنے والی مہلک آفت سے بچ جائیں گے اور اس طرح موت سے انہیں نجات مل جائے گی، لیکن ان کا یہ خیال صحیح نہیں نکلا، اللہ تعالیٰ کو یہ بتانا مقصود تھا کہ موت و زیست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ کسی جگہ بھی مار سکتا ہے اور اگر چاہے تو موت کے بعد بھی زندگی عطاء کر سکتا ہے، الغرض جب وہ لوگ دوسری جگہ پہنچ گئے تو موت نے انہیں وہاں بھی نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ سب مر گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا کہ اس مختصر تنبیہ کے بعد انہیں پھر زندہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل و کرم کرتا ہی رہتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ بیان کر کے تمام لوگوں کو نصیحت کا ایک پیغام دیا، اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ:

(۱) موت و زیست اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے،

(۲) موت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس وقت موت آ کر رہتی ہے خواہ موت سے بچنے کے لئے کیسی ہی تدبیر کیوں نہ کرے،

(۳) اللہ تعالیٰ موت کے بعد بھی زندہ کر سکتا ہے تو یہ اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ موت میں سے نکال لائے، یقیناً وہ ایسے مواقع سے زندہ بچا کر لا سکتا ہے جہاں بظاہر

نظر آں ہو۔

موت کے بعد زندہ کرنے کا یہ دوسرا واقعہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، پہلا واقعہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۳ میں گذر چکا ہے۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ (وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ) اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جنگ کرو، جنگ سے بچنے کے لئے بہانے تلاش نہ کرو، یہ نہ خیال کرو کہ جنگ میں نہیں جاؤ گے تو موت سے بچ جاؤ گے، نہیں، یہ خیال غلط ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا۔

(اٰل عمران - ۱۴۵)

کسی شخص کے اختیار میں نہیں کہ وہ بغیر اللہ کے حکم کے مرجائے، موت کا وقت مقرر ہے (وہ ٹل نہیں سکتا)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ۔

(اٰل عمران - ۱۵۴)

لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے (یعنی نہ میدانِ جنگ میں آتے، نہ قتل ہوتے) اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہی رہتے تب بھی جن لوگوں کی تقدیر میں قتل ہونا لکھا ہوتا وہ (ضرور کسی نہ کسی بہانے سے) اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے (اور قتل ہوجاتے)۔

ایک اور موقع پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(اٰل عمران - ۱۶۸)

وہ منافقین جو گھر میں بیٹھے رہے (اور جنگ میں نہیں گئے) اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ یہ لوگ (جنہوں نے جنگ میں شرکت کی اور مارے گئے) اگر ہمارا کہنا مان لیتے (اور کسی بہانے سے جنگ میں شرکت نہ کرتے) تو قتل نہ ہوتے (ہمارا کہنا نہیں مانا اس لئے قتل ہوئے، اے رسول) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم واقعی اس دعوی میں سچے ہو تو اب اپنی موت کو ٹال دو (تمہیں موت نہ آنے پائے)۔

لیکن موت ٹلنے والی نہیں، وہ تو آکر رہے گی، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ (النسآء - ۷۸)

(اے لوگو) تم کو موت آکر رہے گی خواہ تم کتنے ہی مضبوط برجوں میں کیوں نہ (محفوظ) ہو۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے بستی والوں کے اس قصّہ کو سنا کر ایمان والوں کی ہمت بڑھائی، اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے راستے میں لڑو اور موت سے بے خوف ہو جاؤ، موت تو اپنے وقت پر آئے گی، اگر موت نہیں آئی تو انتہائی خطرناک مواقع سے بچ کر تم نکل آؤ گے اور اگر موت آگئی ہے تو گھر پر بھی نہیں چھوڑے گی، موت کا ڈر فضول اور لاحاصل ہے، موت سے نہ ڈرنا ہی بہادری ہے اور موت سے ڈرنا بزدلی ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا جو لوگ جنگ میں نہ جانے کے لئے بہانے تلاش کرتے ہیں، خود بھی جنگ میں شریک نہیں ہوتے اور دوسروں کو بھی ورغلاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ ان کے یہ بہانے بھی سُن رہا ہے اور ان کا ورغلانا بھی سُن رہا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ "سمیع" ہے، وہ ہر شخص کی ہر بات سن لیتا ہے خواہ وہ کتنا ہی چھپا کر کیوں نہ کہے اور اللہ تعالیٰ تو دلوں کا حال بھی جانتا ہے کیونکہ وہ "علیم" ہے اُسے معلوم ہے کہ کون جھوٹے عذر و بہانے پیش کر رہا ہے اور کون واقعی مجبور ہے۔ ایسی صورت میں بجائے موت کے، ڈرنا اس سے چاہئے جو حقیقت حال سے واقف ہے اور پھر سزا و جزا دینے کا اختیار رکھتا ہے۔

عمل

اے لوگو، موت سے نہ ڈریئے، جہاد فی سبیل اللہ سے پہلو تہی اختیار نہ کیجئے بلکہ دل کی خوشی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں نکل کھڑے ہوئیے، جان جاتی ہے تو جانے دیجئے، یہ جان وقت مقررہ پر ہی جا رہی ہے، جنگ کرنے کی وجہ سے اپنے وقت سے پہلے نہیں جا رہی۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا
حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً
وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ وَ اِلَیْهِ
تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾

ترجمہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے؟ (جو شخص اللہ کو قرض حسنہ دیگا) تو اللہ اس کو (قیامت کے روز) اس کے بدلہ میں کئی گنا ثواب دیگا اور (اے ایمان والو، یہ نہ سمجھ لینا کہ اللہ کو قرض حسنہ دینے سے تم مفلس ہو جاؤ گے، رزق کی تنگی و کشادگی تو) اللہ تعالےٰ (کے ہاتھ میں ہے وہی) روزی تنگ کرتا ہے اور فراخ کرتا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (تو وہاں بھی اسی سے کام پڑیگا، وہی تمہیں اجر و ثواب دیگا)۔ ﴿۲۴۵﴾

معانی و مصادر ذَا = یہ۔ اس کے پہلے "ھا" تنبیہ کا لگا کر "ھٰذَا" بنا لیتے ہیں۔
(یُقْرِضُ) اَقْرَضَ، یُقْرِضُ، اِقْرَاضٌ (باب افعال) قرض دینا، اگر اس کے بعد مِنْہُ لگا دیا جائے تو معنی ہوں گے قرض لینا۔
(قَرْضًا) قَرَضَ، یَقْرِضُ، قَرْضٌ (ض) کاٹنا، پار کرنا (قرض = قرضہ)۔
(حَسَنٌ) حَسَنَ، یَحْسُنُ، حُسْنٌ (ن ک) خوبصورت ہونا، (حَسَنٌ = اچھا)۔
(یُضَاعِفُ) ضَاعَفَ، یُضَاعِفُ، ضِعَافٌ و مُضَاعَفَةٌ (باب مفاعلہ) دوگنا کرنا۔
(اَضْعَافًا) ضَعَفَ، یَضْعَفُ، ضَعْفٌ (ف) دوگنا کرنا، زیادہ کرنا۔ (اَضْعَاف = ضِعْفٌ کی جمع، مثل)
(كَثِیْرَةً) كَثُرَ، یَكْثُرُ، كَثْرَةٌ وكَثَارَةٌ (ک) زیادہ ہونا۔
(یَقْبِضُ) قَبَضَ، یَقْبِضُ، قَبْضٌ (ض) ہاتھ سے روکنا، انگلیاں ملا لینا، تنگی کرنا۔

(یَبْصُطُ) بَسَطَ ، یَبْسُطُ ، بَسْطٌ (ن) پھیلانا ، وسعت دینا۔
(تُرْجَعُوْنَ) رَجَعَ ، یَرْجِعُ ، رَجْعٌ (ض) لوٹنا ، لوٹانا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالےٰ نے قتال فی سبیل اللہ کا حکم دیا، کیونکہ قتال میں روپیہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے لہذا اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے فی سبیل اللہ روپیہ خرچ کرنے کی ترغیب دی، اللہ تعالےٰ مؤمنین سے دنیا میں روپیہ طلب کرتا ہے اور آخرت میں اس کی ادائیگی کا وعدہ کرتا ہے، دنیا میں اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنا گویا اللہ تعالےٰ کو قرض دینا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا) کون ہے جو اللہ تعالےٰ کو اچھا قرض دے، اچھی چیز اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرے، خلوص اور نیک نیتی سے دے، ریا اور نام ونمود کو اس میں کوئی دخل نہ ہو (فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً) تو اللہ تعالےٰ اس کو قیامت کے روز اس قرضہ کا کئی گنا ثواب عطاء کریگا۔

جو مال اللہ تعالےٰ مؤمنین سے طلب کرتا ہے وہ درحقیقت اُسی کا دیا ہوا ہے، اس چیز کو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بار بار دوہرایا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۔ (البقرۃ - ۳)

متقی وہ ہیں جو ہمارے دئے ہوئے مال میں سے (ہمارے راستہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ○ (فاطر - ۲۹)

جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور پر اور علانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ضائع نہیں ہوگی۔

اس مضمون کی تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳ کی تفسیر ص۱۰۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دینا اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایک قسم کی تجارت ہے، اس تجارت میں نقصان کبھی نہیں ہو سکتا، زر اصل مع منافع کے جو زر اصل کا کئی گنا ہوگا قیامت کے دن واپس مل جائیگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔ (التوبۃ - ۱۱۱)

اللہ نے جنت کے بدلہ مؤمنین سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو خرید لیا ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ اپنے دئے ہوئے مال میں سے ہم سے قرض مانگ کر ہماری عزت افزائی فرمارہا ہے۔ یہ کتنی بڑی خوش نصیبی کی بات ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ ہی کے دئے ہوئے مال میں سے اُسے قرض دیں اور پھر کئی گنا بدلہ اس سے وصول کریں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ○

(الحدید - ۱۸)

اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے مردوں اور عورتوں کو یعنی ان لوگوں کو جو اللہ کو قرض حسنہ دیتے ہیں کئی گنا ثواب اور باعزت اجر عطاء کیا جائے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ○

(التغابن - ۱۷)

اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دوگے تو اللہ اس کو تمہارے لئے کئی گنا کردیگا اور تمہارے گناہ معاف فرمادیگا، کیونکہ وہ قدردان بھی ہے اور بردبار بھی (وہ نیکیوں کی قدر کرتا ہے اور برائیوں سے درگذر فرماتا ہے)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ○

(الحدید - ۱۱)

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے، (جو شخص اللہ کو قرض حسنہ دے گا) تو اللہ اس کو اس کے لئے کئی گنا کردے گا اور اس کو عزت والا صلہ عطاء فرمائے گا۔

اوپر کی تمام آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے قرض حسنہ دینے کی ترغیب دی لیکن ایک جگہ قرض حسنہ کا حکم دے کر اس کو فرض کردیا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔

اے ایمان والو، نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو۔

(المزمل - ۲۰)

یہ قرض حسنہ جس کو اللہ نے فرض کردیا اس میں تمام مالی فرائض شامل ہیں مثلاً زکوٰۃ، زکوٰۃ الفطر، ماں باپ، اہل وعیال اور اقرباء کے حقوق اور جہاد کے اخراجات وغیرہ وغیرہ۔

الغرض اللہ تعالےٰ کو قرض حسنہ دینا تمام مؤمنین پر فرض ہے، اس قرض کا ثواب اللہ تعالےٰ کے ہاں کئی گنا ہوکر ملے گا،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

(البقرۃ - ۲۶۱)

جو لوگ اللہ کے راستہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان (کے دئے ہوئے مال) کی مثال اس دانہ جیسی ہے جس سے سات بالیں اُگیں، ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے ثواب کو کئی گنا کر دیتا ہے، وہ بڑا وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دئے ہوئے مال کا بدلہ سات سو گنے تک پہنچ جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی وسیع کرم نوازی ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے قرض مانگتا ہے، اس لئے نہیں کہ وہ محتاج ہے اور نہ اس لئے کہ وہ ظالم ہے، ان سے لے کر اُن کے مال کو ضائع کر دے، ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی کی حق تلفی کرے، وہ قرضہ واپس کرے گا اور کئی گنا کر کے واپس کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يَنْزِلُ اللّٰهُ فِي السَّمَآءِ الدُّنْيَا لِشَطْرِ اللَّيْلِ اَوْلِثُلُثِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَيَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ اَوْيَسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ مَنْ يُّقْرِضُ غَيْرَ عَدِيْمٍ وَلَا ظَلُوْمٍ وَّ فِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ مَنْ يُّقْرِضُ غَيْرَ عَدُوْمٍ وَلَا ظَلُوْمٍ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی أخر اللیل جزء اول ص۳۰۴)

جب آدھی یا تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعاء کرے میں اس کی دعاء قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے طلب کرے میں اس کو دوں؛ پھر دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتا ہے کون ہے جو ایسی ہستی کو قرض دے جو نہ محتاج ہے اور نہ ظالم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ وَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهٖ كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لا یقبل اللہ صدقۃ من غلول جزء ۲ ص۱۳۴ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب قبول

اللہ صرف پاک مال قبول فرماتا ہے تو جس شخص نے پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ دیا تو اللہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اس کی اس طرح نشوونما کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچہ کی نشوونما کرتا ہے یہاں تک کہ وہ کھجور پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔

الصدقۃ من الکسب الطیب جزء اول ص۴۰۵
واللفظ للبخاری)

الغرض اللہ تعالےٰ کو قرض حسنہ دینے کا بڑا ثواب ہے، اللہ تعالےٰ ثواب کو دئے ہوئے مال کا کئی گنا کر دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ) اللہ ہی رزق میں تنگی کرتا ہے اور اللہ ہی رزق میں کشادگی عطاء فرماتا ہے، اللہ تعالےٰ کو قرض دے کر کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ معیشت تنگ ہو جائے گی۔ معیشت کی تنگی و فراخی اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ جس وقت چاہے اور جس کے لئے چاہے روزی تنگ کر سکتا ہے اور فراخ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (الرعد ۔ ۲۶)

اللہ جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ۔ (سبا ۔ ۳۶)

(اے رسول) کہہ دیجئے بے شک میرا ربّ جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے

اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دینے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ مال میں برکت ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالےٰ فاما من اعطی واتقی جزء ۲ ص۱۴۲ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فی المنفق والممسک جزء اول ص۳۲۲)

ہر دن جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک اس طرح کہتا ہے "اے اللہ خرچ کرنے والے کو اور دے" اور دوسرا اس طرح کہتا ہے "اے اللہ روکنے والے کے مال کو تلف کر دے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء سے فرمایا:۔

اِنْفَحِيْ اَوِ انْضَحِيْ اَوِ انْفِقِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الانفاق جزء اول ص۳۱۱ و صحیح بخاری

خرچ کرتی رہو، گن گن کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی گن گن کر دیگا، (مال کو) روک کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تم سے (ہاتھ) روک لے گا۔

ب الزكوة باب الصدقة فيما استطاع
وباب التحريض على الصدقة جزء دوم
من ۱۲۰ و ۱۲۱ واللفظ لمسلم)

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (دنیا کی فراخی اور تنگی کا خیال چھوڑو، یہاں کی زندگی اور مال و متاع عارضی ہے) وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ تمہیں یہاں سے ایک دن جانا ہے اور اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش ہونا ہے، تو کیوں نہ اس کے راستہ میں خرچ کر کے اس کو خوش کرو اور اُس سے باقی رہنے والا اجر و ثواب حاصل کرو۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہیئے۔ یہ خیال نہ کیجیئے کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرنے سے آپ مفلس ہو جائیں گے، نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور زیادہ دے گا۔

اے لوگو، یاد رکھیئے کہ آپ کو ایک دن اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب و کتاب دینا ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ وہاں آپ کامیاب ہوں تو دنیا میں اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کی کوشش کرتے رہیئے اور اللہ تعالےٰ کے راستہ میں مال خرچ کرتے رہیئے، اس لئے کہ مال خرچ کرنے کا ثواب اللہ تعالےٰ نے بہت زیادہ رکھا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ
ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا
نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا
مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ
عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ
وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٤٦﴾ وَقَالَ

لَهُمُ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ
طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ
الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ
مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ
قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَ
زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ
وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَ
اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ لَهُمْ
نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى
وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ
بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ
بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ
مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ
اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ

فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا
جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ
وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ
أَنَّهُم مُّلَاقُوا اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ
قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ
اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾ وَلَمَّا
بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا
رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ

أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكَافِرِينَ ﴿٢٥٠﴾ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ
وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ
الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ
وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ
اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٢٥١﴾

ترجمہ (اے رسول) کیا آپ نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا "آپ ہمارے لئے ایک سپہ سالار مقرر کر دیجئے تاکہ ہم (اس کی ماتحتی میں) اللہ کے راستہ میں جنگ کریں" نبی نے فرمایا "کیا تم سے یہ امید ہے کہ اگر تم پر لڑائی فرض کر دی جائے تو تم لڑائی (سے پہلو تہی اختیار) نہ کرو؟" انہوں نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کے راستے میں نہیں لڑیں حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دیا گیا اور ہمارے بچوں کو ہم سے چھین لیا گیا" پھر (ہوا یہی کہ) جب ان پر لڑنا فرض کر دیا گیا تو سوائے چند کے سب اپنے قول و قرار سے پھر گئے

(بہرحال) اللہ تعالٰے ایسے ظالموں سے خوب واقف ہے (ایک وقت آئے گا کہ وہ ان کو اس سرکشی کی سزا دیگا) (۲۴۶) ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے تم پر طالوت کو سپہ سالار مقرر کیا ہے، وہ لوگ کہنے لگے "ان کو ہم پر سپہ سالاری کیسے مل سکتی ہے؟ سپہ سالاری کے ان سے زیادہ مستحق تو ہم ہیں، اُن کو تو مال و دولت میں بھی وسعت نہیں دی گئی (کہ اسی کی وجہ سے ہم ان کو سپہ سالاری کا مستحق سمجھ لیں)" نبی نے فرمایا، "اللہ نے ان کو تم پر (سپہ سالاری کے لئے) منتخب کیا ہے اور ان کو علم و جسم میں بھی (تم پر) فوقیت دی ہے اور اللہ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، وہ وسعت والا، جاننے والا ہے (وہ جانتا ہے کہ کون کس چیز کا زیادہ مستحق ہے اور کون کس کام کی زیادہ اہلیت رکھتا ہے)" (۲۴۷) پھر ان کے نبی نے ان سے کہا: "(اگر تمہیں ان کی سپہ سالاری میں شک ہے تو اللہ نے) ان کی سپہ سالاری کی ایک نشانی بھی (مقرر کر دی) ہے وہ یہ کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے ربّ کی طرف سے سکینہ ہے اور جس میں آلِ موسٰی اور آلِ ہارون کی چھوڑی ہوئی چیزوں میں سے باقی بچی ہوئی چیزیں رکھی ہوئی ہیں، اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے (اور تمہارے سپرد کر دیں گے)، اگر تم مؤمن ہو تو اس (صندوق کے آجانے) میں تمہارے لئے (طالوت کی سپہ سالاری کی ایک بہت بڑی) نشانی ہے" (۲۴۸) (الغرض بنی اسرائیل نے خوشی یا ناخوشی سے طالوت کی سپہ سالاری کو تسلیم کر لیا) پھر جب طالوت اپنے لشکروں کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے اپنے لشکروں سے کہا: "اللہ ایک دریا کے ذریعہ تمہاری آزمائش کرنے والا ہے، جو شخص اس میں سے پانی پئے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا اور جو شخص (اس میں سے) پانی نہیں پئے گا اس کا مجھ سے تعلق باقی رہے گا، مگر (ہاں) اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلّو پانی لے (کر پی) لے (تو کوئی حرج نہیں)"، پھر (جب وہ اُس دریا پر پہنچے تو) سوائے چند آدمیوں کے سب نے اس میں سے (خوب سیر ہو کر) پانی پیا، پھر جب طالوت اور ان کے ساتھ جو ایمان والے تھے اُس دریا کے پار ہو گئے تو ان لوگوں (کی اکثریت) نے کہا کہ آج تو ہم میں (کافروں کے بادشاہ) جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں، (یہ سن کر) ان لوگوں نے جن کو یقین تھا کہ وہ (ایک دن) اللہ سے ملاقات کرنے والے ہیں (ہمت نہیں ہاری، انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے) کہا: "بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ اللہ کے حکم سے چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آئی ہے (لہٰذا اللہ کے بھروسہ پر ثابت قدمی کے ساتھ لڑو) اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے" (۲۴۹) پھر جب ان لوگوں کا جالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے اس طرح دعاء کی: "اے ہمارے ربّ ہمیں استقامت عطاء فرما، ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کی افواج کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما" (۲۵۰) پھر مؤمنین نے (کافروں سے جنگ کی اور) اللہ کے حکم سے انہیں شکست دی، داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا، پھر اللہ تعالٰے نے داؤد کو بادشاہت دی، حکمت عطا فرمائی اور جو کچھ چاہا انہیں سکھایا (اس طرح اللہ نے کافروں اور مفسدوں کی قوّت توڑ دی اور انہیں پامال کر دیا)

اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ نہ دفع کرتا رہے تو ملک بدامنی کا شکار ہو جائے لیکن اللہ اہلِ عالم پر بڑا مہربان ہے (کہ بدامنی کا سدِّ باب کرتا رہتا ہے) (۲۵۱)

معانی و مصادر

(اِبْعَثْ) بَعَثَ، یَبْعَثُ، بَعْثٌ، تَبْعَاثٌ (ف) کھڑا ہونا، بھیجنا، مقرر کرنا۔
(عَسَیْتُمْ) عَسٰی فعل جامد ہے۔ قریب ہونا۔
(تَوَلَّوْا) تَوَلّٰی، یَتَوَلّٰی، تَوَلِّیٌ (باب تفعّل) متولّی ہونا، دوست بنانا، منہ پھیرنا۔
(یُؤْتَ) اٰتٰی، یُؤْتِیْ، اِیْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔
(سَعَةٌ) (وَاسِعٌ) وَسِعَ، یَسَعُ و یَسِعُ، سَعَةٌ (س ح) کشادہ کرنا، کشادہ ہونا۔ احاطہ کرنا (مادہ وس ع ہے)
(اِصْطَفٰی) اِصْطَفٰی، یَصْطَفِیْ، اِصْطِفَاءٌ (باب افتعال) چننا، منتخب کرنا۔
(بَسْطَة) بَسَطَ۔ یَبْسُطُ، بَسْطٌ (ن) بچھانا، دراز کرنا، باوسعت ہونا (بَسْطَةٌ = قوت، کمال، کشائش)۔
(تَابُوْت) تَابُوْت = لکڑی کا صندوق۔
(سَکِیْنَةٌ) سَکَنَ، یَسْکُنُ، سُکُوْنٌ (ن) ٹھہر جانا، قرار پکڑنا (سَکِیْنَةٌ = وقار، طمانیت)۔
(بَقِیَّةٌ) بَقِیَ، یَبْقٰی، بَقَاءٌ و بَقٰی، یَبْقِیْ، بَقْیٌ (ض س) باقی رہنا (بَقِیَّةٌ = بچی ہوئی چیز)۔
(فَصَلَ) فَصَلَ، یَفْصِلُ، فُصُوْلٌ (ن) شہر سے نکلنا یا روانہ ہونا۔
(مُبْتَلِیْ) اِبْتَلٰی، یَبْتَلِیْ، اِبْتِلَاءٌ (باب افتعال) آزمانا۔
(اِغْتَرَفَ) اِغْتَرَفَ، یَغْتَرِفُ، اِغْتِرَافٌ (باب افتعال) چُلّو لینا۔
(جَاوَزَ) جَاوَزَ، یُجَاوِزُ، مُجَاوَزَةٌ و جِوَازٌ (باب مفاعلہ) پار کرنا، معاف کرنا۔
(مُلٰقُوْا) لَاقٰی، یُلَاقِیْ، لِقَاءٌ و مُلَاقَاةٌ (باب مفاعلہ) ملاقات کرنا (مُلَاقٍ = ملاقات کرنے والا۔ اس کی جمع مُلْقُوْن ہے)۔
(بَرَزُوْا) بَرَزَ، یَبْرُزُ، بُرُوْزٌ (ن) فضاء میں آنا۔ بَرَزٌ (ن) ظاہر ہونا۔
(اَفْرِغْ) اَفْرَغَ، یُفْرِغُ، اِفْرَاغٌ (باب افعال) ڈالنا، خالی کرنا، بہانا۔
(هَزَمَ) هَزَمَ، یَهْزِمُ، هَزْمٌ (ض) شکست دینا، قتل کرنا۔

تفسیر

سیاقِ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت سے کچھ عرصہ پہلے بنی اسرائیل پر کافروں کا غلبہ ہو گیا۔ دشمن نے ان کو ان کے ملک سے نکال دیا، ان کے بچے چھین لئے، اس صندوق پر جس میں سکینہ اور آل موسیٰ و آل ہارون کے متروکات تھے قبضہ کر لیا اور بنی اسرائیل کو جلا وطنی کی زندگی پر مجبور کر دیا۔ آخر کچھ عرصہ بعد بنی اسرائیل کو اپنا کھویا ہوا ملک اور بچے دوبارہ حاصل کرنے کا خیال آیا، انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام سے کہا کہ کوئی سپہ سالار مقرر کر دیجئے

تاکہ اس کے ماتحت ہو کر ہم اللہ تعالےٰ کے راستہ میں کافروں سے جنگ کریں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کی خصلت سے واقف تھے، انہیں معلوم تھا کہ بنی اسرائیل گذشتہ زمانہ میں کس کس طرح جنگ سے پہلوتہی کرتے رہے تھے اس لئے انہوں نے کہا "اے بنی اسرائیل تم سے کچھ بعید نہیں کہ جب تم کو لڑائی کا حکم مل جائے تو (اپنی پرانی عادت کے مطابق) تم لڑائی سے انکار کر دو" بنی اسرائیل نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم نہ لڑیں جبکہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دیا گیا ہے، ہمارے بچوں کو ہم سے چھین لیا گیا ہے"۔ الغرض جب بنی اسرائیل نے اطمینان دلایا تو ان کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے حضرت طالوت کو سپہ سالار مقرر کر دیا، بنی اسرائیل نے حضرت طالوت کے تقرر پر اعتراض کیا تو ان کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے اعتراض کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ان کا انتخاب اللہ تعالےٰ نے کیا ہے، اللہ تعالےٰ نے ان کو علم اور جسم تم سے زیادہ دیا ہے اور ان کی سپہ سالاری کی نشانی بھی مقرر فرما دی ہے وہ یہ کہ تابوت سکینہ کو فرشتے اٹھا کر لے آئیں گے اور تمہارے حوالے کر دیں گے۔ الغرض بنی اسرائیل نے حضرت طالوت کی سپہ سالاری کو قبول کر لیا، جب حضرت طالوت مع اپنی افواج کے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک دریا پڑا، حضرت طالوت نے حکم دیا کہ اس دریا میں سے ایک چلّو سے زیادہ کوئی پانی نہ پیئے لیکن بنی اسرائیل میں سے اکثر لوگوں نے نافرمانی کی اور خوب سیر ہو کر پانی پی لیا، پانی زیادہ پی لینے کی وجہ سے وہ لڑنے کے قابل نہ رہے اور ان کی اکثریت نے لڑنے سے انکار کر دیا، بہت تھوڑے لوگوں نے اللہ کے بھروسہ پر جنگ کی، اللہ تعالےٰ نے انہیں فتح عطاء فرمائی۔

اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جنگ پر ابھارنے کے لئے پہلے اللہ تعالےٰ نے ان ہزاروں آدمیوں کا قصہ سنایا جو موت کے ڈر سے بستی کو چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے گئے اور انہیں وہاں موت آ گئی، اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ موت و زیست تو میرے ہاتھ میں ہے، موت کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ اپنے وقت سے پہلے نہیں آتی، لہٰذا موت سے بے خوف ہو جاؤ اور بے باکانہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں لڑتے رہو۔

پھر اللہ تعالےٰ نے جنگ کا حکم دیا اور اس کے بعد اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا، اس لئے کہ بغیر مال و دولت کے جنگ کی تیاری مشکل ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کا واقعہ سنا کر مزید ہمت افزائی کی، اللہ تعالےٰ نے بتایا کہ جنگ سے ڈرنا نہیں چاہیئے، قلت و کثرت کی پرواہ کئے بغیر اللہ تعالےٰ کے راستہ میں محض اللہ تعالےٰ کے بھروسہ پر جنگ کرنی چاہیئے، اللہ تعالےٰ نے بتایا کہ کس طرح اللہ تعالےٰ نے ایک چھوٹی سی جماعت کو ایک بہت بڑی فوج پر فتح عنایت فرمائی، اسی طرح اللہ تعالےٰ ہر زمانہ میں اللہ تعالےٰ کے راستہ میں لڑنے والوں کو فتح عنایت کرتا رہے گا۔

بنی اسرائیل کے اس قصہ سے ہمیں اور بھی بہت سے سبق ملتے ہیں جو ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں:۔

(۱) جنگ کے لئے کسی سپہ سالار کا ہونا ضروری ہے۔

(۲) سپہ سالار کا عالم ہونا ضروری ہے۔ وہ علوم دینیہ سے بھی واقف ہو، اُسے حکومت کرنے کے گُر، مملکت کے رُموز، سیاست کے اصول اور فنونِ حرب وغیرہ سے واقف ہونا ضروری ہے۔

(۳) سپہ سالار کو جسم کے لحاظ سے تنومند، تندرست، طاقت ور، عقل مند، دور اندیش اور بہادر ہونا ضروری ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ ۔ اللہ تعالےٰ (نیک) لوگوں کے ذریعہ (مفسد) لوگوں کو دفع کرتا رہتا ہے، اسی چیز کو اللہ تعالےٰ ایک اور جگہ اس طرح بیان کرتا ہے:۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ (الحج ۔ ۴۰)	اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ دفع نہ کرتا تو خانقاہیں، گرجے، عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے گرادی جاتیں اور جو شخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے اللہ ضرور اس کی مدد کرتا ہے، بے شک اللہ قوی اور (سب پر) غالب ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خانقاہوں اور عبادت خانوں کا انہدام فساد فی الارض میں شمار ہوتا ہے، جب تک کوئی قوم مسلم نہیں ہوتی اس وقت تک اس کی خانقاہیں اور اس کے عبادت خانوں کو ڈھانا جائز نہیں۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے احکام پر فوراً عمل کیا کیجئے، اللہ تعالےٰ کے احکام پر کسی قسم کا اعتراض یا شک و شبہ نہ کیا کیجئے، حکمران اُسے بنائیے جو علم و جسم کے لحاظ سے حکمرانی کی اہلیت رکھتا ہو اور پھر اس کے انتظامی احکام پر سختی سے عمل کیا کیجئے۔

دشمن سے مقابلہ ہو تو بے باک ہو کر لڑیئے، اپنی قلت سے نہ گھبرائیے، بہت سی قلیل جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر فتح یاب ہو جایا کرتی ہیں، اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھیئے اور ثابت قدم

رہیئے، اللہ تعالےٰ اپنے نیک بندوں کی مدد فرماتا ہے اوران کے ذریعہ مفسد لوگوں کو ملیا میٹ کرتا رہتا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ آپ ہی کے ہاتھوں مفسد لوگوں کو ملیا میٹ کرنے کا فیصلہ کرچکا ہو اور یہ فضیلت وسعادت آپ کو نصیب ہوجائے۔ جب جنگ ہو تو اللہ تعالےٰ سے صبر واستقامت اور نصرت کی دعاء مانگیئے اور یہ یقین رکھیئے کہ فتح بغیر اس کے اذن کے نہیں مل سکتی۔ فتح دینے والا صرف وہ ہے، نہ کہ مادّی قوّتیں۔ مادّی قوتیں خوب جمع کیجیئے لیکن بھروسہ ان پر نہ کیجئے بلکہ بھروسہ اس پر رکھیئے جو ان مادّی قوّتوں کا خالق ومالک ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ
بِالْحَقِّ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٥٢﴾
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ، مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ
بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى
ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ
بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ
مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ

وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ
مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا
اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا
يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾

ترجمہ (اے رسول) یہ اللہ کی (یعنی ہماری) آیتیں ہیں جو ہم آپ کو حق کے ساتھ پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ رسولوں میں سے ایک رسول ہیں ﴿۲۵۲﴾ یہ رسول ایسے ہیں کہ ان میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض وہ ہیں جن کے اللہ نے مرتبے بلند کئے، اور عیسٰی بن مریم کو ہم نے معجزات عطاء فرمائے اور جبرئیل کے ذریعہ ان کی مدد فرمائی (ان نبیوں کے گذر جانے کے بعد لوگوں نے اختلاف کیا اور آپس میں لڑنے لگے) اور اگر اللہ چاہتا تو نبیوں کے بعد آنے والے لوگ کھلی نشانیاں آنے کے بعد آپس میں نہ لڑتے لیکن (انہوں نے کھلی نشانیوں کو تسلیم نہیں کیا) اور اختلاف پر جمے رہے۔ پھر ان میں سے بعض لوگ ایمان لے آئے (اور حق کو تسلیم کرلیا) اور بعض نے (پھر بھی) انکار کیا، (یہ سب کچھ اللہ تعالٰے کی مشیّت کے مطابق ہوتا رہا) اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ آپس میں نہ لڑتے، لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (اور سب کچھ اس کے قوانین فطرت کے مطابق ہوتا رہتا ہے) ﴿۲۵۳﴾

معانی ومصادر (تَتْلُوْا) تَلَا. يَتْلُوْ، تِلَاوَةٌ (ن) پڑھنا۔
(دَرَجٰت) دَرَجَ، يَدْرِجُ، دُرُوْجٌ و دَرَجَانٌ (ض ن) سیڑھی پر چڑھنا، ایک منزل پر دوسری منزل بنانا (دَرَجَة = سیڑھی، اس کی جمع درجات ہے)۔
(اَيَّدْنَا) اَيَّدَ، يُؤَيِّدُ، تَاْيِيْدٌ (باب تفعیل) قوت دینا، تائید کرنا۔
(قُدُّوْس) قَدُسَ، يَقْدُسُ، قُدْسٌ و قُدُوْسٌ (ك) پاک اور بابرکت ہونا۔

(اِقْتَتَلَ) (اِقْتَتَلُوْا) اِقْتَتَلَ ، یَقْتَتِلُ ، اِقْتِتَالٌ ، (باب افتعال) آپس میں لڑنا۔
(یُرِیْدُ) اَرَادَ ، یُرِیْدُ ، اِرَادَۃٌ (باب افعال) چاہنا ، ارادہ کرنا ، (مادّہ "ردد" ہے)۔

تفسیر آیات زیرِ تفسیر میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ) یہ اللہ تعالےٰ کی آیات ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے اپنے احکام نازل فرمائے ہیں اور نصیحت اور ہمت افزائی کے لئے کچھ قصّے بھی بیان فرمائے ہیں ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے رسول) ہم ان آیات کو سچائی کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سُنا رہے ہیں ، یہ بالکل سچ ہیں ، ان میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے ، اس چیز کو اللہ تعالےٰ نے بار بار دوہرایا ہے ، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ۔ (اٰل عمران ۔ ۱۰۸) (الجاثیہ ۔ ۶)
یہ اللہ کی آیات ہیں جو (اے رسول) ہم آپ کو پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ ○ (اٰل عمران ۔ ۵۸)
(اے رسول) یہ (اللہ کی) آیات اور پُر از حکمت نصیحتیں جو ہم آپ کو پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ (اے رسول) اللہ تعالےٰ کی آیاتِ بیّنات ، ہدایت کے روشن دلائل اور گذشتہ امتوں کے قصّے جو صحیح طور پر آپ پر وحی کئے جا رہے ہیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ (اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ) آپ بلا شک و شبہ اللہ تعالےٰ کے رسولوں میں سے ہیں ، اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا ثبوت دیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسم کی تسلی بھی دی کہ لوگ آپ کی نبوّت کو تسلیم کریں یا نہ کریں بہر حال اللہ تعالےٰ کی وحی ہی آپ کی نبوّت کی شہادت کے لئے کافی ہے ، اللہ تعالےٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک آپ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں ، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ○ (النسآء ۔ ۷۹)
(اے رسول) ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ (اکیلا) گواہ کافی ہے (کہ آپ اللہ کے رسول ہیں)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ○
(الفتح ۔ ۲۸)
وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرے اور اللہ (اکیلا) گواہ کافی ہے۔

اللہ تعالےٰ ایک اور جگہ اس طرح گواہی دیتا ہے :۔

يٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ○ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○

(یٰسٓ - ۱ تا ۳)

یٰسٓ ، قرآنِ حکیم کی قسم آپ بے شک رسولوں میں سے ہیں۔

الغرض پہلے اللہ تعالےٰ نے ثابت کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالےٰ کے رسولوں میں سے ہیں، پھر ان رسولوں کے درجات اور فضائل کا ذکر فرمایا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ) یعنی ہم نے سب رسولوں کے درجے یکساں نہیں بنائے بلکہ بعض رسولوں کو ہم نے بعض پر فضیلت دی۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ○

(بَنِیْٓ اسرآءیل - ۵۵)

ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے ایک مجمل خبر دی کہ بعض رسول بعض رسولوں سے افضل ہیں، ان رسولوں کے نام کی صراحت نہیں کی کہ کون سے رسول افضل ہیں، اس سلسلہ میں مؤمنین کو بھی روک دیا گیا کہ وہ خود کسی رسول کو کسی دوسرے رسول پر فضیلت نہ دیں کیونکہ جس رسول کو مفضول قرار دیا جائیگا اس سے اُس کی توہین کا ایک پہلو نکلے گا اور اللہ تعالےٰ کو کسی رسول کی ذرا سی بھی توہین گوارا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

لَاتُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَآءِ اللّٰهِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالےٰ وَ اِنَّ يُوْنُسَ لمن المرسلین جزء ۴ ص ۱۹۲ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسٰی جزء ۲ ص ۲۴۵)

اللہ کے نبیوں کے درمیان (ایک کو دوسرے پر) فضیلت نہ دو۔

پھر اللہ تعالےٰ نے ان فضائل کا ذکر کیا جن کی وجہ سے کسی نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ) بعض رسول ایسے ہیں جن سے اللہ تعالےٰ نے کلام کیا اور یہ کلام کرنا ہی وجہ فضیلت بن گیا مثلاً قرآن مجید میں جگہ جگہ ذکر ملتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام سے بات کی، اسی طرح سے موسٰی علیہ السلام سے بات کرنے کا ذکر بھی بار بار آیا ہے بلکہ موسٰی علیہ السلام کے اس شرف کا تو اللہ تعالےٰ نے صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ○ (النسآء - ۱۶۴)

اللہ نے موسٰی سے (خوب) باتیں کیں۔

معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالےٰ سے ہم کلام ہونا بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری وجہ فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا (وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ) اللہ تعالےٰ نے بعض رسولوں کے درجات بلند کئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○

(الاحزاب - ۷)

(اور وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور (اے رسول،) ہم نے آپ سے بھی اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ سے بھی عہد لیا اور ہم نے ان (سب) سے بڑا مضبوط عہد لیا۔

اس آیت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ان کی رفعت کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ۔

(الشوریٰ - ۱۳)

اللہ نے تمہارے لئے دین کا وہی سیدھا اور واضح راستہ مقرر فرمایا جس کی وصیت نوح کو کی تھی اور جس کی وحی (اے رسول) ہم نے آپ کی طرف بھیجی اور جس کی وصیت ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی وہ یہ کہ (اسی) دین کو قائم کرنا اور اس میں کسی قسم کا افتراق و اختلاف نہ کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب

ان پانچوں رسولوں میں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ کیا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سبا - ۲۸)

(اے رسول) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(الاحزاب - ۴۰)

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور (تمام) نبیوں کے ختم کرنے والے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○

(الم نشرح - ۴)

اور (اے رسول) ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○

(بنی اسرآئیل - ۷۹)

قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

انا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ اَوَّلُ مَنْ یُنْشَقُّ عَنْہُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تفضیل نبینا صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع الخلائق جزء ۲ ص۲۵۱)

میں قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری ہی قبر کھولی جائے گی، سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت سُنی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا اول الناس یشفع فی الجنۃ ۱/۱۰۵)

سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤنگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (صحیح بخاری باب تفسیر سورۃ اسراء جزء ۶ ص۱۰۵ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا جزء اول ص۱۰۴)

میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

حدیث شفاعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل محشر نوح علیہ السلام سے اس طرح خطاب کریں گے۔

اِنَّکَ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ وَقَدْ سَمّٰکَ اللّٰہُ عَبْدًا شَکُوْرًا (صحیح بخاری باب تفسیر سورۃ بنی اسرائیل جزء ۶ ص۱۰۶ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا جزء اول ص۱۰۳۔ صحیح مسلم میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں)

آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں، اللہ نے آپ کو عبد شکور لقب دیا ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل۔۳)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَ اتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا ۝ (النسآء ۔ ۱۲۵)

اللہ نے ابراہیم کو (اپنا) دوست بنایا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۝
(اٰل عمران ۔ ۹۵)

ابراہیم کی ملّت کی پیروی کرو جن کی توجہ صرف ایک (اللہ کی) طرف تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ (صحیح بخاری کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ المائدۃ) جزء ۶ ص۶۹)

قیامت کے دن مخلوق میں سب سے پہلے جن کو کپڑے پہنائے جائیں گے وہ ابراہیم ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝
(طٰہٰ ۔ ۴۱)

(اے موسیٰ) میں نے تمہیں اپنی ذات (خاص) کے لئے بنایا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا (مریم ۔ ۵۱)

بے شک موسیٰ (بڑے) برگزیدہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلنَّاسُ يُصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰى اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ اَفَاقَ قَبْلِيْ اَمْ جُوْزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّوْرِ۔
(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ وواعدنا موسیٰ ثلاثین لیلۃ جزء ۴ ص۱۸۶ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام جزء ۲ ص۳۴۵ واللفظ للبخاری)

قیامت کے روز تمام لوگ بیہوش ہو جائیں گے، سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑے ہوئے کھڑے ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا کوہ طور پر ان کی بے ہوشی اس کا بدلہ ہو گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝
(اٰل عمران ۔ ۴۶)

(عیسیٰ) دنیا اور آخرت میں بڑے باعزت اور مقربین (خاص) میں سے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ (النسآء۔ ۱۷۱)

مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے روح ہیں۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (صٓ۔ ۷۵)

(اللہ نے) کہا: اے ابلیس جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے باز رکھا۔

حدیث شفاعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اہل محشر آدم علیہ السلام کو اس طرح خطاب کریں گے:۔

اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ وَاَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ انا ارسلنا نوحًا جزء۴ ص۱۶۴ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا جزء اول ص۱۰۳۔ خط کشیدہ عبارت صحیح مسلم میں نہیں ہے)

آپ ابوالبشر ہیں۔ اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا، آپ میں اللہ نے اپنی روح پھونکی، اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا انہوں نے آپ کو سجدہ کیا اور اللہ نے آپ کو جنت میں ٹھہرایا۔

حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

اللہ تعالےٰ یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری دیتا ہوا فرماتا ہے:۔

سَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (آل عمران۔۳۹)

یحییٰ سردار، عفت مآب اور صالحین میں سے (اللہ کے) نبی ہوں گے۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ○ (یوسف۔۲۴)

بیشک یوسف ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں :۔

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقٰھُمْ لِلّٰہِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ ھٰذَا نَسْئَلُکَ قَالَ فَیُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰہِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰہِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰہِ ابْنِ خَلِیْلِ اللّٰہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ الْکَرِیْمُ ابْنُ الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْمِ یُوْسُفُ ابْنُ یَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرٰھِیْمَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا ۝ جزء ۴ ص۱۷ وباب قول اللہ تعالیٰ لقد کان فی یوسف و اخوتہ آیٰت للسائلین جزء ۴ ص۱۸۱ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل یوسف علیہ السلام جزء ۲ ص۲۴۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا : لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت کون ہے، آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو، لوگوں نے کہا ہم آپ سے یہ سوال نہیں کر رہے، آپ نے فرمایا: تو پھر یوسف ہیں جو اللہ کے نبی ہیں، نبی کے بیٹے، نبی کے پوتے خلیل اللہ کے پڑپوتے ہیں (دوسری روایت میں اس طرح ہے) کریم وہ ہیں، یعنی عزت والے وہ ہیں جو کریم کے بیٹے، کریم کے پوتے اور کریم کے پڑپوتے ہیں یعنی یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے بعض رسولوں کے بعض درجات کو بذریعہ وحی ہمیں بتادیا، ہمیں بس اللہ تعالیٰ ہی کے الفاظ میں ان رسولوں کے درجات کا بیان کرنا جائز ہے، انبیاء علیہم السلام کا باہمی مقابلہ کرنا جائز نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا خاص طور پر ذکر کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ) ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلے دلائل و معجزات دئے اور روح القدس سے ان کو قوت و مدد دی۔

روح القدس، حضرت جبرئیل کو کہتے ہیں۔ ان الفاظ کی تشریح تفصیل کے ساتھ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۷ کی تفسیر میں ص۳۲۵ پر گذر چکی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی تفصیل ہم انشاء اللہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۴۹ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِیْنَ .....) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انبیاء علیہم السلام کے متبعین، ان کی وفات کے بعد، جب کہ ان کے پاس کھلے دلائل پہنچ چکے تھے، نہ لڑتے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی تھی کہ وہ لڑیں، انہوں نے اپنے اندر ایسی صفات پیدا کرلیں اور ایسے عمل کرتے رہے جن کا لازمی نتیجہ جنگ و جدال تھا، ان میں سے ایک تو یہ بات تھی کہ (وَلٰکِنِ اخْتَلَفُوْا)

کھلے دلائل کے باوجود وہ اپنے اختلافات پر اڑے رہے، انہوں نے اختلاف کو چھوڑ کر حق کو قبول نہیں کیا۔ ان میں ضد و ہٹ دھرمی پیدا ہو گئی، ضد و ہٹ دھرمی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آدمی حق کو قبول نہیں کرتا اور ضد و ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت قرار دیتا ہے، ہدایت و گمراہی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ قوانین فطرت مقرر ہیں، جو شخص ان قوانینِ فطرت کے مطابق اپنے آپ کو گمراہی کی طرف ڈال دیتا ہے تو ان قوانین فطرت کے نتائج کی وجہ سے اللہ تعالےٰ اُسے اپنی مشیت قرار دیتا ہے، قصور ان کا اپنا ہوتا ہے کہ وہ ضد اور ہٹ دھرمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، نہ وہ ضد و ہٹ دھرمی کرتے اور نہ گمراہی میں مبتلا ہو کر باہمی جنگ و جدال کرتے۔ بہرحال یہی ہوتا رہا (فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ) بعض لوگ دلائل کو دیکھ کر ایمان لے آئے، حق کو قبول کر لیا لیکن (وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ) بعض لوگوں نے دلائل کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ ان کا انکار کیا اور اختلاف جاری رکھا، اختلاف کے ساتھ آپس میں جنگ بھی کرتے رہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا) اگر اللہ چاہتا تو جنگ نہ کرتے، اس جملہ میں اللہ تعالےٰ نے پھر اسی مشیت کے اصول کی طرف اشارہ کیا ہے، یعنی ان کی ضد کے نتیجہ میں لڑائی جاری رہی، اگر وہ ضد نہ کرتے اور حق کو قبول کر لیتے تو پھر اللہ تعالےٰ کی مشیت یہی ہوتی کہ لڑائی ختم ہو جائے (وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ) لیکن اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کی مشیت اور مقررہ قوانین کے نتیجے پورے ہو کر رہتے ہیں، انہیں کوئی روک نہیں سکتا۔

کھلے دلائل کے آجانے کے بعد اختلاف پر قائم رہنے کا ذکر اللہ تعالےٰ نے کئی جگہ کیا ہے، تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳ کی تفسیر صفحہ ۷۴۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ) کے سلسلہ میں ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ۔ (البقرۃ ۔ ۲۱۳)

پھر جو لوگ (ان دلائل پر) ایمان لے آئے تو اللہ نے ان کو اپنے حکم سے اُس امرِ حق میں جس میں وہ اختلاف کرتے تھے راہِ حق دکھا دی۔

یعنی جن لوگوں نے دلائل کو تسلیم کر لیا ان کا اختلاف ختم ہو گیا اور وہ راہِ راست پر آ گئے۔

عمل

اے لوگو، رسولوں کے فرقِ مراتب پر ایمان لائیے لیکن ان کا آپس میں مقابلہ نہ کیجئے، نہ ایسے شعر لکھیئے جن میں ایک نبی کی برتری ہو اور دوسرے کی توہین کا پہلو نکلتا ہو، نہ ایسے شعر پڑھیئے جن میں دو نبیوں کے مابین اس قسم کا مقابلہ کیا گیا ہو، ایسے شعراء سے جنہوں نے اس قسم کا مقابلہ کیا ہے خصوصاً ان شعراء سے جنہوں نے نبیوں کا مقابلہ امتیوں سے کر کے نبیوں کی سخت توہین کی ہے سخت بیزاری کا اظہار کیجئے، اُن کے اشعار کو دریا بُرد کر دیجئے، انبیاء علیہم السلام کی شان میں کسی قسم کی گستاخی یا بے (بقیہ)

یا اہانت کو ہرگز برداشت نہ کیجئے۔

انبیاء علیہم السلام کے جو فضائل قرآن وحدیث میں موجود ہیں بس انہی کو بیان کر دیجئے، اپنی طرف سے کمی وبیشی نہ کیجئے۔

حق جہاں کہیں بھی مل جائے فوراً قبول کیجئے، دلائل کا انکار کر کے کفر نہ کیجئے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا
رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ
يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا
شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾

ترجمہ اے ایمان والو، قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید وفروخت ہوگی، نہ دوستی (کام آئے گی) اور نہ سفارش (کا کسی کو اختیار ہوگا) ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے رہو ﴿۲۵۴﴾

معانی ومصادر (بَيْعٌ) بَاعَ، يَبِيْعُ، بَيْعٌ و مَبِيْعٌ (ض) خریدنا، بیچنا۔
(خُلَّةٌ) خَالَّ، يُخَالُّ، مُخَالَّةٌ وخِلَالٌ (باب مفاعلة) دوست بنانا (خُلَّةٌ = دوستی)۔
(شَفَاعَةٌ) شَفَعَ، يَشْفَعُ، شَفَاعَةٌ (ف) سفارش کرنا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ) جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو، ہاتھ روک کر نہ بیٹھ جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

قَالَ اللّٰهُ اَنْفِقْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَيْكَ
(صحیح بخاری کتاب النفقات باب فضل النفقة جزء ۷ صفحہ ۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم، (میرے راستہ میں) خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء سے فرمایا تھا:۔

اِنْفَحِيْ اَوِ انْضَحِيْ اَوِ انْفِقِيْ وَلَا تُحْصِيْ
فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ

خرچ کرتی رہو، گن گن کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی گن گن کر دیگا اور (مال کو) روک کر نہ رکھو ورنہ

اللہ تعالےٰ بھی تم سے (ہاتھ) روک لے گا۔

يَدَكَ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الانفاق جزء اول ص۳۱۱ و صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ وباب الصدقۃ فیما استطاع جزء ۲ ص۱۳۰ و ۱۴۱ واللفظ للمسلم)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

(المنفقون - ۱۰)

جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے تو اُس وقت وہ اس طرح کہے: اے میرے ربّ، تو نے کچھ دن اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ و خیرات کرکے صالحین میں سے ہو جاتا۔

غرض یہ کہ متعدد آیات میں اللہ تعالےٰ نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور صدقہ وخیرات کی ترغیب دی ہے اور یہ بھی اللہ تعالےٰ نے بار بار فرمایا ہے۔ "یہ مال و دولت ہمارا دیا ہوا ہے یعنی ہماری ہی توفیق اور فضل سے تم نے یہ مال کمایا ہے۔ (لہٰذا ہمارا شکر کرو) اور ہمارے نام پر خرچ کرو۔"

(نوٹ) اس مضمون کا تفصیلی بیان سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳ کی تفسیر میں ص۱۰۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ مال و دولت اللہ تعالےٰ کے راستہ میں قیامت کا دن آنے سے پہلے خرچ کرو، اس سے مراد یہی ہے کہ موت آنے سے پہلے خرچ کرو، موت کے بعد تو تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ (صحیح مسلم کتاب الوصیۃ باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ جزء ۲ ص۱۴)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین عملوں کے: صدقہ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا صالح اولاد جو اس کے لئے دعاء کرے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے قیامت کے دن کی خصوصیات بتائیں:۔

پہلی خصوصیت یہ بتائی کہ اس دن خرید و فروخت نہیں ہوگی، اس دن نہ کوئی روپیہ دے کر جنت خرید سکتا ہے اور نہ دوزخ سے بچ سکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ

جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر ہی کی حالت میں مرگئے

فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○

اگر وہ اپنے فدیہ میں زمین بھر کر بھی سونا دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائیگا، ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(آل عمران ۔ ۹۱)

اللہ تعالےٰ نے قیامت کے دن کی دوسری خصوصیت یہ بتائی کہ اس دن کسی کی دوستی کام نہ آئے گی اور نہ کوئی دوست کسی دوست کے کام آسکے گا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ○

کوئی دوست کسی دوست کا پرسان حال نہ ہو گا۔

(المعارج ۔ ۱۰)

قیامت کے دن کی تیسری خصوصیت یہ بتائی کہ اس دن کسی کی سفارش کام نہ آئے گی اور نہ کوئی کسی کی سفارش کر سکے گا، کسی کو کسی کی سفارش کا اختیار نہ ہوگا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا

(الزمر ۔ ۴۴)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ شفاعت کلیۃً اللہ کے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ۔

(طٰہٰ ۔ ۱۰۹)

قیامت کے دن کسی کو (کسی کی) شفاعت نفع نہیں دے گی مگر ہاں جس کو اللہ (شفاعت کی) اجازت دیدے (تو اس کی شفاعت نفع دے سکتی ہے)۔

قیامت کے دن کی پہلی دو خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ○

(ابراھیم ۔ ۳۱)

اے رسول، میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جو ایمان لے آئے ہیں کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہیں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ) کافر ہی (درحقیقت) ظالم ہیں، انہوں نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کفر کر کے اپنی جانوں پر اتنا بڑا ظلم کیا ہے کہ اس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ انہوں نے کفر کر کے اتنا بڑا ظلم یا گناہ کیا کہ اس سے بڑا کوئی ظلم یا گناہ نہیں، انہوں نے کفر کر کے اللہ تعالیٰ کے دائمی عذاب کو مول لیا، یہی درحقیقت (بہت بڑے) ظالم ہیں، نہ کہ ایمان والے، اس لئے کہ ایمان والے اگر دوزخ میں گئے بھی تو کبھی نہ کبھی دوزخ سے نکل آئیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
یَدْخُلُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ الْجَنَّۃَ وَاَھْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَخْرِجُوْا مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ فَیُخْرَجُوْنَ مِنْھَا۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب تفاضل اھل الایمان فی الاعمال جزء اول ص۱۲)

جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے پھر اللہ تعالےٰ فرمائیگا ان لوگوں کو نکالو جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو پھر (اس حکم کی تعمیل میں) وہ لوگ دوزخ سے نکالے جائیں گے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہیئے، معلوم نہیں کہ موت کس وقت آجائے اور سب ارادے خاک میں مل جائیں، قیامت کے دن سے ڈرتے رہیئے، وہ دن بڑا ہولناک ہے، اس دن نہ دوستی کام آئے گی اور نہ کسی کی سفارش، اُس دن تو بس اللہ تعالیٰ ہی کام آسکتا ہے، لہذا اُسے راضی کر لیجئے، کافروں جیسے نہ بن جائیے، وہ بہت بڑے ظالم ہیں، قیامت سے بے خوف ہو کر آپ کہیں ان کی طرح کفر نہ کر بیٹھیئے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ
لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ
ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ
اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ
هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿٢٥٥﴾

ترجمہ اللہ (ہی الٰہ ہے)، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اُسی کا ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اُس سے (کسی کی) سفارش کر سکے، وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے، وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ جتنا وہ خود (بتانا) چاہے، اس کی کرسی نے آسمانوں کا اور زمین کا احاطہ کر رکھا ہے، آسمانوں اور زمین کی حفاظت سے اللہ تعالیٰ کو تکان نہیں ہوتی، وہ بہت بلند و بالا اور عظمت والا ہے (۲۵۵)

معانی و مصادر

(حَیٌّ) حَیِیَ، یَحْیٰی، حَیَاۃٌ (س) زندہ ہونا (حَیٌّ = زندہ)

(قَیُّوْمٌ) قَامَ، یَقُوْمُ، قَوْمٌ وقَوْمَۃٌ وقِیَامٌ وقَامَۃٌ (ن) کھڑا ہونا۔ (قَیُّوْمٌ = قَیَّامٌ = وہ جس کی ابتداء نہ ہو اور بذاتِ خود قائم ہو، ہمیشہ قائم رہنے والا اور قائم رکھنے والا)

(سِنَۃٌ) وَسِنَ، یَوْسَنُ، وَسَنٌ وسِنَۃٌ (س) اونگھ آنا۔

(نَوْمٌ) نَامَ، یَنَامُ، نَوْمٌ ونِیَامٌ (ف) سونا۔

(خَلْفَ) خَلَفَ، یَخْلِفُ، خَلْفٌ (ض) پیچھے رہ جانا، خلیفہ ہونا۔

(شَآءَ) شَاءَ، یَشَاءُ، شَیْءٌ ومَشِیْئَۃٌ ومَشَاءَۃٌ ومَشَائِیَۃٌ (ف) چاہنا۔

(وَسِعَ) وَسِعَ، یَسَعُ و یَسِعُ، سَعَۃٌ (س و ح) کشادہ ہونا، کشادہ کرنا، احاطہ کرنا۔

(یَئُوْدُ) اٰدَ، یَئُوْدُ، اَوْدٌ و اُوُوْدٌ (ن) گراں ہونا۔

(حِفْظٌ) حَفِظَ، یَحْفَظُ، حِفْظٌ (س) حفاظت کرنا، نگرانی کرنا۔

(عَلِیٌّ) عَلِیَ، یَعْلٰی، عَلَاءٌ وعَلَا، یَعْلُوْ، عُلُوٌّ (ن س) بلند ہونا، غالب ہونا (عَلِیٌّ = بلند و بالا، شریف)۔

تفسیر

فضیلت

یہ آیت آیۃ الکرسی کہلاتی ہے، یہ قرآن مجید کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت ہے۔

حضرت ابی ابن کعبؓ کہتے ہیں :۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰیَۃٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ مَعَکَ اَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ یَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰیَۃٍ مِنْ کِتَابِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا اے ابو منذر، تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت کونسی ہے؟ حضرت ابیؓ نے جواب دیا "اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں" رسول اللہ

اللّٰهِ مَعَكَ اَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ قَالَ فَضَرَبَ فِيْ
صَدْرِيْ وَقَالَ وَاللّٰهِ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ
اَبَا الْمُنْذِرِ. (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ
باب فضل سورۃ الکہف و آیۃ
الکرسیّ، جلد اول ص۳۲۳)

صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا" اے ابو منذر تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت کونسی ہے؟" میں نے کہا: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر (ہاتھ) مارا اور فرمایا، اللہ کی قسم، اے ابو منذر، تمہیں علم مبارک ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

وَكَّلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِيْ اٰتٍ فَجَعَلَ
يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ وَقُلْتُ
وَاللّٰهِ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ
عِيَالٌ وَلِيْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ
عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ
الْبَارِحَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا
حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهٗ
فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ
كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ
لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّهٗ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهٗ فَجَاءَ يَحْثُوْ
مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ
اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ دَعْنِيْ فَاِنِّيْ مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا
اَعُوْدُ فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ فَاَصْبَحْتُ
فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ قُلْتُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکوٰۃ رمضان یعنی فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا (رات کو) ایک شخص آیا اور غلّہ میں سے لپ بھر کر لے جانے لگا، میں نے اُسے پکڑ لیا اور اس سے کہا: اللہ کی قسم میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا، اس نے کہا میں محتاج اور کثیر العیال ہوں اور مجھے (غلہ کی سخت) ضرورت ہے۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو ہریرہؓ تمہارے قیدی نے رات کو کیا کیا؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول، اس نے سخت ضرورت اور کثیر العیال ہونے کی شکایت کی، مجھے اس پر رحم آگیا، میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس نے تم سے جھوٹ کہا اور وہ پھر آئیگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا، میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا، وہ آیا اور لپ بھر کر غلّہ لے جانے لگا، میں نے اُسے پکڑ لیا، میں نے کہا میں تجھ کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤنگا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو، میں محتاج، کثیر العیال

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ اَمَا اِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ فَجَاءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اٰخِرُ ثَلٰثِ مَرَّاتٍ اَنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِيْ اُعَلِّمْكَ كَلِمٰتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا قُلْتُ مَا هُوَ قَالَ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ حَتّٰى تَخْتِمَ الْاٰيَةَ فَاِنَّكَ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ اَنَّهُ يُعَلِّمُنِيْ كَلِمٰتٍ يَنْفَعُنِي اللّٰهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ مَا هِيَ قُلْتُ قَالَ لِيْ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ اَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَقَالَ لِيْ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ وَكَانُوْا اَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلٰثِ لَيَالٍ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ۔

[رواه البخاری تعليقًا فی كتاب الوكالة

ہوں، میں اب نہیں آؤنگا۔ مجھے اس پر رحم آگیا میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہؓ رات کو تمہارے قیدی نے کیا کیا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول، اس نے شدید حاجت اور کثیر العیال ہونے کی شکایت کی، مجھے رحم آگیا، میں نے اُسے چھوڑ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ کہا، وہ پھر آئے گا۔ میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا، وہ آیا اور لپ بھر کر غلہ لینے لگا، میں نے اُسے پکڑ لیا، میں نے کہا میں تجھ کو ضرور رسول اللہ کے پاس لے جاؤنگا، یہ تیسری مرتبہ ہے کہ تو کہتا ہے میں نہیں آؤنگا اور پھر آجاتا ہے۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جس کے ذریعہ اللہ تمہیں نفع دیگا۔ میں نے کہا: وہ کیا کلمات ہیں؟ اس نے کہا: جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیۃ الکرسی (یعنی) اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ سے آخر آیت تک پڑھ لیا کرو، اس کے پڑھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ صبح تک تم پر اللہ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا رہے گا اور شیطان تمہارے قریب بھی نہ آسکے گا۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا، صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے ابوہریرہؓ رات کو تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول اس نے کہا میں تم کو ایسے کلمات سکھاؤں گا جن کے ذریعہ اللہ تمہیں نفع دیگا۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کلمات کیا ہیں میں نے کہا: اس نے مجھ سے کہا جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیۃ الکرسی شروع سے آخر تک پڑھ لیا کرو یعنی اللہ

فی باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا فاجاز الموکل فھو جائز جزء ۳ ص ۱۳۲ ووصلہ النسائی فی عمل الیوم واللیلۃ (فتح الباری) وسندہ صحیح]

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (سے آخر تک) اس کے پڑھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ صبح تک تم پر اللہ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا رہے گا اور شیطان تمہارے قریب بھی نہ آسکے گا۔ کیوں کہ صحابہ کرام خیر کے بڑے حریص تھے (لہذا اس خیر کی خاطر ابوہریرہ نے اسے چھوڑ دیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تم سے سچ کہا اگرچہ وہ بڑا جھوٹا ہے، تمہیں معلوم ہے کہ تین رات تک تم کس سے باتیں کرتے رہے، میں نے کہا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان تھا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ) اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، الٰہ صرف ایک ہے، دوسرا کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ (البقرۃ - ۱۶۳)

(اے لوگو) تمہارا الٰہ تو بس ایک الٰہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ۔ (اٰل عمران - ۶۲)

اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَھُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ (القصص - ۷۰)

وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

نوٹ:۔ الوہیت کے سلسلہ میں مزید تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۳ کی تفسیر ص ۵۲۷ پر ملاحظہ فرمائیے

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ) اللہ تعالےٰ زندہ ہے، قائم رہنے والا ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، نہ اس کی کوئی ابتداء ہے اور نہ کوئی انتہاء۔

اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے:۔

ھُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ (حٰمٓ المؤمن - ۶۵)

وہ زندہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ قَبْلَہٗ (صحیح بخاری

اللہ (ہمیشہ سے) ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔

کتاب التوحید باب وکان عرشہ علی الماء

جزء ۹ ص ۱۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعاء کیا کرتے تھے:۔

اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ (صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وھو العزیز الحکیم جزء ۹ ص ۱۴۳)

(اے اللہ) میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں تیرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، تو وہ ہے کہ جس کو موت نہیں آتی، جنات اور انسان تو مرتے رہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء بھی مانگا کرتے تھے:۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر باب التعوذ من شر ما عمل جزء ۲ ص ۴۸۰)

اے اللہ میں تیرے لئے اسلام لاتا ہوں، تجھ پر ایمان لاتا ہوں، تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں، تیری طرف رجوع کرتا ہوں، اور تیری مدد سے لڑتا ہوں اے اللہ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تو مجھے گمراہ کردے، تو حیّ ہے جس کو موت نہیں آتی اور جنات اور انسان تو مرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ زندہ ہے، زندہ رہنے والا ہے، قائم ہے قائم رہنے والا ہے اور قائم رکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا (فاطر۔ ۴۱)

اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ کہیں اپنی جگہ سے ٹل نہ جائیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ) اللہ تعالیٰ کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، اگر اللہ تعالیٰ کو اونگھ یا نیند آجائے تو نظامِ کائنات کیسے چل سکتا ہے؟ اونگھ یا نیند ایک قسم کی غفلت ہے، اللہ تعالیٰ غفلت سے پاک ہے، وہ ہر وقت نگراں ہے، کسی وقت غافل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (اٰل عمران۔ ۹۹)

اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (ابراھیم۔ ۴۲)

یہ ہرگز خیال نہ کرنا کہ ظالم جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس سے غافل ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۔ (یونس ۔ ۶۱)

جب تم کسی بھی عمل میں مصروف ہوتے ہو تو ہم تم پر نگران ہوتے ہیں۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ) اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ آسمانوں کی اور زمین کی تمام اشیاء کا وہ واحد مالک ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (البقرۃ ۔ ۲۸۴)
(آل عمران ۔ ۱۰۹، ۱۲۹)
(النساء ۔ ۱۲۶، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۷۰)

جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ کا ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ) کون ہے جو اللہ تعالےٰ کے ہاں بغیر اس کی اجازت کے سفارش کر سکے، یعنی بغیر اجازت کے کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ (یونس ۔ ۳)

بغیر اللہ تعالےٰ کی اجازت کے کوئی سفارش کرنے والا نہیں۔

نوٹ :۔ شفاعت کے سلسلہ میں مزید تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۸ کی تفسیر میں صـ۲۴۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے، اسے آگے پیچھے ہر چیز کا علم ہے، آگے پیچھے اس کے لئے برابر ہے۔ وہ ہر چیز کو جانتا ہے خواہ وہ چیز کہیں بھی ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۔ (الاعراف ۔ ۸۹)

ہمارے رب کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ○ (طٰہٰ ۔ ۹۸)

تمہارا اِلٰہ تو بس اللہ ہے، اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں، اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ○

بے شک اللہ نے (اپنے) علم سے ہر چیز کا احاطہ

(الطلاق ۔ ۱۲) کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو علم ہے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہو رہا ہے اور جو کچھ لوگوں کے پیچھے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان اعمال کا بھی علم ہے جو لوگوں نے اپنے مرنے سے پہلے آگے بھیج دئے اور ان اعمال کا بھی علم ہے جو وہ بعد میں چھوڑ آئے، اللہ تعالےٰ کو ان کے صدقات جاریہ کا بھی علم ہے اور اچھے اور برے ان تمام اعمال کا بھی علم ہے جو انہوں نے جاری کئے اور اب ان کی موت کے بعد دوسرے عمل کر رہے ہیں، ایک دن آئے گا کہ اس دن اللہ تعالےٰ لوگوں کو ان تمام اعمال کی خبر دیگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ○ (القیٰمۃ ۔ ۱۳)

اس دن انسان کو وہ تمام اعمال جو اس نے (موت سے پہلے اپنے) آگے بھیجے تھے اور جو (موت کے بعد) پیچھے چھوڑ آیا تھا سب بتا دئے جائیں گے۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ) اللہ تعالےٰ کے علم میں سے لوگ کسی بھی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے، اللہ تعالےٰ کی باتوں کو کوئی نہیں جان سکتا مگر جتنا وہ خود بتا دے، جتنا وہ بتانا چاہتا ہے بتا دیتا ہے، اس سے زیادہ کا کسی کو علم نہیں، اللہ تعالےٰ کے علم کی کوئی انتہاء نہیں۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ) اللہ تعالےٰ کی کرسی نے آسمانوں کا اور زمین کا احاطہ کر رکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا) آسمانوں اور زمین کی حفاظت سے اللہ تعالیٰ تھکتا نہیں۔ اللہ تعالےٰ پہ آسمانوں اور زمین کی نگرانی بار نہیں گذرتی۔

(وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ) وہ بہت بلند و بالا اور عظمت والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ○ (الشوریٰ ۔ ۴)

آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے، وہ بلند و بالا اور عظمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فتعلى الله الملك الحق۔ (طٰہٰ ۔ ۱۱۴)

اللہ جو بادشاہ برحق ہے بلند و بالا ہے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے، وہ آپ سے غافل نہیں ہے، اُسے سب خبر ہے کہ آپ کیا کر رہے ہیں، وہی ایک ہستی ہے جسے موت نہیں آتی، کائنات کا نظام وہی اکیلا چلا رہا ہے اور وہ تھکتا نہیں، اس کے ہاں کوئی شخص بغیر اس کی اجازت کے سفارش نہیں کر سکتا لہذا ان لوگوں کے دھوکے میں نہ آئیے جو بخشوانے کی ضمانت دیتے ہیں، صرف اسی شخص کے لئے سفارش کی اجازت ہوگی جسے اللہ تعالیٰ بخشنا چاہے گا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ
الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ
بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ
فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى
لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

ترجمہ دین (اسلام کو منوانے) میں (کسی پر) جبر نہیں (کیا جائے)، ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممیّز ہو چکی ہے (جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے)، ہاں جو شخص طاغوت (یعنی غیر اللہ کے الٰہ ہونے) کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا، وہ حلقہ ایسا ہے کہ کبھی نہیں ٹوٹے گا اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے ﴿۲۵۶﴾

معانی ومصادر (اِكْرَاهَ) اَكْرَهَ، يُكْرِهُ، اِكْرَاهٌ (باب افعال) زبردستی کرنا، جبر کرنا۔
(دِيْنٌ) دَانَ، يَدِيْنُ، دِيْنٌ ودِيَانَةٌ (ض) دین قبول کرنا۔
(تَبَيَّنَ) تَبَيَّنَ، يَتَبَيَّنُ، تَبَيُّنٌ (باب تفعّل) واضح ہونا۔
(رُشْدٌ) رَشَدَ، يَرْشُدُ، رُشْدٌ ورَشَادٌ (ن) ہدایت پانا۔ (رُشْدٌ = ہدایت)
(غَيٌّ) غَوٰى، يَغْوِيْ، غَيٌّ (ض) گمراہ ہونا (غَيٌّ = گمراہی)
(طاغوت) طَغَا، يَطْغُوْ، طُغْوٌ وطُغْوَانٌ (ن) حد سے نکل جانا (طاغوت = اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام معبود، شیطان، سرکش)
اِسْتَمْسَكَ) اِسْتَمْسَكَ، يَسْتَمْسِكُ، اِسْتِمْسَاكٌ (باب استفعال) لٹک جانا،

کِ جانا، روک لینا۔
(عُرْوَۃ) عَرَا، یَعْرُوْ، عَرْوٌ (ن) حلقہ بنانا، کاج بنانا (عُرْوَۃٌ = حلقہ)
(وُثْقٰی) وَثُقَ، یَوْثُقُ، وَثَاقَۃٌ (ک) مضبوط ہونا۔ (اَوْثَقُ اسم تفضیل ہے اور اس کا مؤنث وُثْقٰی ہے)۔
(اِنْفِصَام) اِنْفَصَمَ، یَنْفَصِمُ، اِنْفِصَامٌ (باب انفعال) ٹوٹنا۔

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَتِ الْمَرْاَةُ تَكُوْنُ مِقْلَاةً فَتَجْعَلُ عَلٰى نَفْسِهَا اِنْ عَاشَ لَهَا وَلَدٌ اَنْ تُهَوِّدَهٗ فَلَمَّا اُجْلِيَتْ بَنُو النَّضِيْرِ كَانَ فِيْهِمْ مِنْ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ فَقَالُوْا لَا نَدَعُ اَبْنَآءَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الاسیر یکرہ علی الاسلام جزء ۲ ص ۹ وسندہ صحیح)

(اسلام قبول کرنے سے پہلے جب انصار میں سے کسی عورت کے بچے زندہ نہ رہتے تو وہ یہ نذر مان لیتی تھی کہ اگر بچہ زندہ رہا تو وہ اس کو یہودی بنا دے گی، پھر جب بنو نضیر کو (جو یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا) جلاوطن کیا گیا تو ان میں انصار کے کئی لڑکے تھے۔ انصار نے کہا ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے (ہم ان کو زبردستی مسلم بنائیں گے) اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ .... دین منوانے میں کسی پر جبر نہ کیا جائے۔ ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممیز ہو چکی ہے۔

تفسیر

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے کسی کو جبراً مسلم بنانے کی ممانعت کر دی، اس لئے کہ جبراً اسلام قبول کرنے والے کی نیت میں خلوص نہیں ہوتا، اس کا دل ایمان سے خالی ہوتا ہے اور زبان سے محض سنانے کے لئے ایمان کا اقرار کرتا ہے۔ ایسا ایمان جو دل میں نہ ہو محض زبان پر ہو ایمان نہیں کہلاتا لہٰذا جبراً کسی کو مسلم بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ایسی حالت میں وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی کافر اور نورِ ہدایت سے محروم رہتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ (الزمر۔ ۲۲)

کیا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو اور وہ اپنے رب کی طرف سے آئے ہوئے نور (ہدایت) پر ہو (اس جیسا ہو سکتا ہے جس کے سینہ میں سختی ہو اور اسلام کے لئے دل میں کوئی جگہ نہ ہو)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ۔

جس شخص کو اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

(الانعام۔ ۱۲۵)

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام شرح صدر کے ساتھ قبول کرے تو فائدہ ہے ورنہ کوئی فائدہ نہیں۔ زبردستی اسلام قبول کروانے سے اسلام قبول کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہوتا، لہٰذا وہ ہدایت کی روشنی سے محروم ہی رہتا ہے۔ کیونکہ ایسا اسلام آخرت میں مفید نہیں لہٰذا جبراً کسی کو مسلم بنانے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ) ہدایت اور گمراہی ایک دوسرے سے ممتاز ہو چکی ہیں، لہٰذا جس کو ہدایت قبول کرنی ہے وہ بصیرت کے ساتھ ہدایت قبول کرے، ہدایت کو ہدایت سمجھ کر قبول کرے، جو شخص ہدایت کو ہدایت سمجھ کر قبول کرتا ہے وہی درحقیقت ہدایت پر ایمان لاتا ہے، جو شخص ہدایت کو ہدایت نہیں سمجھتا لیکن کسی دوسرے کی زبردستی سے اس کو محض زبان سے ہدایت تسلیم کر لیتا ہے تو یہ تسلیم کرنا لایعنی ہے اور اس کا مسلم بنانا بیکار ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ .....) جس شخص نے غیر اللہ کی الوہیت کا انکار کر دیا اور شرح صدر سے ایمان لے آیا تو اس نے اسلام کے حلقہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ (لَا انْفِصَامَ لَهَا) یہ حلقہ ٹوٹنے والا نہیں۔ آیت کا مطلب صاف ہے کہ جب تک کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے علاوہ دوسرے معبودوں کا انکار نہ کرے، پوری طرح توحید پر قائم نہ ہو جائے، صرف اللہ تعالےٰ اکیلے کو الٰہ برحق، معبودِ حقیقی، حاکم و مطاع، شارع و قانون ساز، مشکل کشا و حاجت روا، سمیع و بصیر، نگران و ناظر، محی و ممیت، قدیر و عزیز، عالم الغیب والشہادہ، نذر و قربانی کا مستحق، حی و قیوم، رازق و مستعان، امیدوں کا ملجا و ماویٰ، ڈر اور خوف کا حق دار، مغفرت اور شفاعت کا مالک، نورِ ہدایت کا منبع نہ سمجھے اس وقت تک وہ صحیح معنوں میں مؤمن نہیں اور جو شخص توحید کی ان تمام شرائط کے ساتھ ایمان لے آئے اور اسلام قبول کرلے تو پھر اس نے اسلام کے مضبوط حلقہ کو پکڑ لیا اور اب وہ اس حلقہ کے ذریعہ رفعت و بلندی حاصل کر کے ابدی نعمتیں حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں:۔

رَأَيْتُ كَاَنِّيْ فِيْ رَوْضَةٍ، وَسَطَ الرَّوْضَةِ عَمُوْدٌ، فِيْ اَعْلَى الْعَمُوْدِ عُرْوَةٌ، فَقِيْلَ لِيْ اِرْقَهْ، قُلْتُ لَا اَسْتَطِيْعُ، فَاَتَانِيْ وَصِيْفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِيْ فَرَقِيْتُ فَاسْتَمْسَكْتُ

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں، باغ کے وسط میں ایک ستون ہے، اس ستون کے اعلیٰ حصہ پر ایک حلقہ ہے، کسی نے مجھ سے کہا اس پر چڑھو، میں نے کہا میں نہیں چڑھ سکتا،

بِالْعُرْوَةِ فَانْتَبَهْتُ وَاَنَا مُسْتَمْسِكٌ بِهَا فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ رَوْضَةُ الْاِسْلَامِ وَذٰلِكَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى لَا تَزَالُ مُسْتَمْسِكًا بِالْاِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوْتَ۔ (صحیح بخاری کتاب التعبیر باب التعلیق بالعروۃ، ص۱۰۹۲)

اتنے میں ایک خادم آیا، اس نے میرے کپڑے اٹھائے، پھر میں اس ستون پر چڑھ گیا اور اس حلقہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا، جب میں جاگا تو اس وقت تک میں اس حلقہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، آپ نے فرمایا: وہ باغ اسلام کا باغ ہے، وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ حلقہ العروۃ الوثقیٰ یعنی مضبوط حلقہ ہے، (اور اے عبداللہ) تم اسلام کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے یہاں تک کہ تمہیں موت آئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ "العروۃ الوثقیٰ" اسلام کے ستون کی بلندی پر وہ حلقہ ہے جس کو مضبوطی سے پکڑ لینے کا مطلب اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا ہے، جو شخص تمام مصائب کو جھیلتا ہوا، اسلام پر پوری طرح عمل کرتے ہوئے اسلام کے حلقہ کو مضبوطی سے پکڑے تو پھر وہ کامیاب ہو گیا، اب اسلام سے اس کا رشتہ منقطع نہیں ہو سکتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ" اللہ سننے والا جاننے والا ہے، جو لوگ اسلام کے لئے کسی پر جبر کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو سن لے گا اور ان کے جبر و اکراہ کی انہیں سزا دے گا کیونکہ انہوں نے جبر و اکراہ کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور جو لوگ بغیر شرح صدر کے ایمان کا اقرار کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ کو ان کی نیت کا علم ہو جائیگا، اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ایمان کا کوئی معاوضہ نہیں دیگا۔

عمل

اے لوگو، کسی کو زبردستی مسلم نہ بنائیے، اسلام کے حلقہ کو مضبوطی سے پکڑ لیجئے، توحید و حنیفیت کے ساتھ تمام لوگوں سے اپنی توقعات منقطع کر لیجئے اور صرف اللہ تعالیٰ سے لو لگائیے، اسی کے احکام پر چلیئے، اسی کے قانون کو مانیئے، اس کے احکام اور قوانین کے خلاف تمام احکام اور قوانین کا سختی سے انکار کیجئے۔ اگر آپ نے ایسا کر لیا تو پھر آپ اسلام پر مضبوطی سے جم گئے، اب انشاء اللہ آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آسکتی، استقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکتا۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ
يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى
الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

ترجمہ ایمان والوں کا دوست اللہ ہے جو انہیں (گمراہی کی) تاریکیوں سے نکال کر نورِ (ہدایت) کی طرف لے آتا ہے اور کافروں کے دوست شیطان ہیں جو انہیں نورِ (ہدایت) سے نکال کر (گمراہی کی) تاریکیوں کی طرف لے آتے ہیں، یہ لوگ (جو شیطان کے بہکانے سے گمراہی کی تاریکیوں میں آجاتے ہیں) دوزخی ہیں اور یہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۵۷﴾

معانی ومصادر (وَلِيٌّ) وُلیٰ وَوَلِیُ، یَلِیْ، وَلِیٌّ (من ح) قریب ہونا (وَلِیٌّ = قریب، دوست، مددگار، پڑوسی، والی، کفیل، تابع)۔
(ظُلُمٰت) ظَلِمَ، یَظْلَمُ، ظَلْمٌ (س) تاریک ہونا۔
(خٰلِدُوْنَ) خَلَدَ، یَخْلُدُ، خُلُوْدٌ (ن) ہمیشہ رہنا۔

تفسیر ظلمات سے گمراہیاں اور نور سے ہدایت مراد ہے، قرآن مجید میں ظلمات ہر جگہ جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے اور نور ہر جگہ واحد کے صیغے ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ گمراہی تو کئی قسم کی ہو سکتی ہے لیکن ہدایت کئی قسم کی نہیں ہو سکتی، وہ ایک ہی ہوتی ہے اور وہ صرف وحی ہوتی ہے، دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شیطانی راستے تو بہت سے ہو سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا راستہ صرف ایک ہے اور وہ صراط مستقیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

(الانعام - ۱۵۴)

یہ میرا سیدھا راستہ ہے، (بس) اس کی پیروی کرو اور (دوسرے) راستوں پر نہ چلنا ورنہ تم اللہ کے راستہ سے علیحدہ ہو جاؤ گے، اللہ تم کو اس بات کا حکم دیتا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ○

(النحل - ۹)

اللہ تک تو صرف سیدھا راستہ پہنچتا ہے اور بعض راستے ٹیڑھے ہیں جو اس (سیدھے راستے) سے (نکال لئے گئے) ہیں (وہ اس تک نہیں پہنچتے، ان پر چلنے والے گمراہ ہوتے ہیں) اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو سیدھے راستہ پر چلاتا (لیکن وہ کسی پر جبر نہیں کرتا)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ○ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَیَهْدِیْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○

(المآئدۃ - ۱۵ و ۱۶)

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آگئی ہے، اس کتاب کے ذریعہ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور ان کو اپنے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف اور (غلط راستوں سے بچا کر) صراط مستقیم کی طرف لے آتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم تو ایک ہی ہے البتہ جن راستوں یا ذرائع سے گمراہیوں سے نکل کر صراط مستقیم تک پہنچا جائے وہ کئی ہو سکتے ہیں، ان راستوں یا ذریعوں کو معلوم کرنا انسان کی عملی جدوجہد اور اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا
(العنکبوت ۔ ۶۹)

جو لوگ ہمارے (راستے) میں جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کو (صراط مستقیم تک پہنچنے کے) راستے بتا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ○
(الاحزاب ۔ ۴۳)

وہ اللہ ہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (رحمت بھیجتے ہیں) تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے اور اللہ مؤمنین پر بڑا مہربان ہے۔

مندرجہ بالا دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کا ذکر ہے، پہلی آیت میں اس توفیق کا سبب انسان کی جدوجہد کو اور دوسری میں ایمان کو بتایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مؤمنین پر رحمت بھیجنا اور ان پر مہربان ہونا یہ گویا (اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) کی تفسیر ہے اور پھر تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آنا یہ دوستی اور رحمت ہی کا تقاضا ہے جو اللہ تعالیٰ پورا کرتا رہتا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ) کافروں کے دوست شیطان اور اللہ کے باغی ہوتے ہیں جو ان کو نور سے نکال کر گمراہیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ شیطان اور اللہ کے باغی ان ہی لوگوں کو اپنا دوست سمجھتے ہیں جو ان کا کہنا مانتے ہیں اور اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کا انکار کرتے ہیں۔

آیت زیرِ تفسیر سے معلوم ہوا کہ مؤمنین کا ولی، اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور کافروں کا ولی شیطان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤمنین کے ساتھ دوستی کا حق ادا کرتا ہے اور ان کو ہدایت پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے، اس کے برعکس شیطان دوستی کا حق ادا نہیں کرتا بلکہ کافروں کے لئے منزل مقصود تک پہنچنے کے تمام راستے مسدود کر دیتا ہے، شیطان کی دوستی درحقیقت دشمنی ہے لیکن اکثر لوگ اسے نہیں سمجھتے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ○
(بنی اسرآءیل ۔ ۵۳)

بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

افسوس ہے کہ انسان شیطان جیسے کھلے دشمن کو اپنا دوست سمجھتے ہیں اور اس سے ہوشیار نہیں رہتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے لہذا اسے دشمن

عَدُوًّا (فاطر ۔ ۶) سمجھو۔

اس تنبیہ کے باوجود اکثر لوگوں نے شیطان کو اپنا دوست سمجھ رکھا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، ایسے لوگ دوزخی ہیں اور (هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ) وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ (لم یکن الذین کفروا ۔ ۶)

اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ لوگ جو مشرک ہیں (یہ سب) دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے اور اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

نوٹ:۔ جنت و دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے سلسلہ میں تفصیلی معلومات کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵ کی تفسیر صـ۷۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔

عمل

اے لوگو، صحیح معنوں میں ایمان لائیے تاکہ اللہ تعالےٰ آپ کا دوست بن جائے اور آپ کو سیدھے راستے پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچا دے۔

شیطان کو اپنا دشمن سمجھیے اس کے بہکانے میں نہ آئیے، ورنہ نتیجہ بڑا خراب نکلے گا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ
فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ
إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي
يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي
وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ
اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ
فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ
الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥٨﴾

ترجمہ (اے رسول) کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا (جو اس وجہ سے گھمنڈ میں تھا) کہ اللہ نے اسے بادشاہت دی تھی وہ اپنے ربّ کے بارے میں ابراہیم سے جھگڑنے لگا۔ جب ابراہیم نے کہا میرا ربّ تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو وہ کہنے لگا کہ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں (لہذا میرے ربّ ہونے میں کیا شک ہے) ابراہیم نے کہا اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دے (اگر تو ایسا کر دے تو پھر تیری الوہیت کی کوئی دلیل ہو سکتی ہے، یہ مطالبہ سنکر) کافر حیران و متحیّر ہو گیا (لیکن اس نے پھر بھی اپنی غلطی تسلیم نہیں کی اور ہدایت پر چلنا قبول نہیں کیا اور وہ ہدایت پر چلتا بھی کیسے اس لئے کہ) اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت کے راستہ پر نہیں چلاتا (۲۵۸)

معانی و مصادر (مَرَای) سَاٰی، یَسْاٰی، سُؤْیَۃٌ وَسَاْیٌ وَسَاءَۃٌ وَسِئْیَانٌ (ف) دیکھنا۔

(حَاجَّ) حَاجَّ، یُحَاجُّ، مُحَاجَّۃٌ وَحِجَاجٌ (باب مفاعلہ) جھگڑنا۔

(فَاْتِ) اَتٰی، یَاْتِیْ، اِتْیَانٌ وَاَتْیٌ وَاِتْیَانَۃٌ (ض) آنا، اگر اس مصدر کے بعد حرف جار "ب" آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں "لانا" (فَاْتِ = فَ + اِیْتِ = پھر آ)۔

(بُھِتَ) بَھَتَ، یَبْھَتُ بَھْتٌ (ف) حیران کر دینا، مبہوت کر دینا، متحیّر کر دینا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر کا انجام بتایا تھا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک بادشاہ کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ کفر کے برے انجام سے بڑی سے بڑی بادشاہت بھی نہیں بچا سکتی۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّہٖٓ) اے رسول کیا آپ کو اس شخص کا حال نہیں معلوم جس نے ابراہیم (علیہ السلام) سے اپنے رب کے معاملہ میں بحث و مباحثہ، مناظرہ و مجادلہ کیا تھا، وہ سمجھتا تھا کہ وہ خود ہی رب ہے، وہی مالک اور وہی کارساز ہے، سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہ اس خیال میں اس لئے مگن تھا (اَنْ اٰتٰہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ) کہ اللہ نے اس کو بادشاہت عطاء فرمائی تھی، وہ ایک عظیم سلطنت کا فرمانروا تھا اور اپنی سلطنت میں جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ اس چیز نے اس کو غرور اور گھمنڈ میں مبتلا کیا لہٰذا اس نے اللہ تعالےٰ کے رب ہونے کا انکار کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اس بادشاہ کو جو سلطنت دی تھی وہ اللہ تعالےٰ نے دی تھی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جس کسی کو بادشاہت ملتی ہے اس کا دینے والا اللہ العلی العظیم ہی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (اٰل عمران ۔ ۲۶)

(اے رسول اپنے رب کی تعریف میں اس طرح) کہیئے اے اللہ، اے بادشاہت کے مالک، تو جس کو چاہے بادشاہت دے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے، تو جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلّت دے، ہر قسم کی بھلائی

تیرے ہاتھ میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

نہ کوئی کسی کو بادشاہت دے سکتا ہے اور نہ کوئی کسی سے بادشاہت چھین سکتا ہے، عزت و ذلت سب اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ (جب بحث شروع ہوئی تو) ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید کے ثبوت میں کہا کہ ربّ تو وہ ہے جس کے قبضہ میں موت و زیست ہے وہی مارتا ہے، وہی زندہ کرسکتا ہے (اے بادشاہ کیونکہ تو یہ کام نہیں کرسکتا لہذا تو ربّ نہیں ہوسکتا) بادشاہ نے ہٹ دھرمی کی اور ابراہیم علیہ السلام کے استدلال کو غلط معنیٰ پہنا کر کہنے لگا (اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ) (یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں) میں زندہ بھی کرسکتا ہوں اور مارتا بھی ہوں میں جس کو چاہوں قتل کرادوں اور جس کو چاہوں قتل سے بچاکر زندہ رہنے دوں، ابراہیم علیہ السلام اس کی ہٹ دھرمی کو سمجھ گئے، انہوں نے فوراً توحید پر ایک ایسی دلیل دی جس کی تاویل ناممکن تھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا، (میرا رب تو) اللہ (تعالےٰ ہے جو) مشرق سے سورج نکالتا ہے، (اے بادشاہ اگر تو واقعی ربّ ہے تو) تو سورج کو مغرب سے نکال کر دکھا، (فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ) یہ سوال سنکر وہ کافر بادشاہ مبہوت و لاجواب، حیران و متحیّر ہوگیا، اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس سوال کا کیا جواب دے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس دلیل کو سن کر وہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لے آتا لیکن ایسا نہیں ہوا، اس نے ظلم کیا، ناانصافی کی، ناحق ضد کی، ہٹ دھرمی سے وہ اپنی بات پر اڑا رہا تو اللہ تعالےٰ نے بھی اس کو راہ راست پر چلاکر منزل مقصود تک پہنچانا نہ چاہا اور یہ اللہ تعالےٰ کا قاعدہ ہے کہ (وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ) وہ ناانصاف، ہٹ دھرم لوگوں کو راہ راست پر چلاکر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا (اللہ تعالےٰ نے اس کو راہ راست بتائی لیکن وہ راہ راست پر نہیں آیا تو آخر اللہ تعالےٰ اس کو کیسے منزل مقصود پر پہنچاتا اور اس کو نجات دیتا، وہ اللہ تعالےٰ سے نہیں ڈرا لہذا وہ نجات نہ پاسکا، نجات تو انہیں ملتی ہے جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ○ (البقرۃ - ۲)

یہ کتاب ان لوگوں کو راہ راست پر چلاکر منزل مقصود تک لے جاتی ہے جو (اللہ تعالےٰ سے) ڈرتے رہتے ہیں۔

نوٹ:۔ ہدایت کے متعلق تفصیل سورۂ فاتحہ کی آیت ۵ اور سورۂ بقرہ کی آیت ۲ و ۶ و ۲۶ کی تفسیر میں ص ۷، ص ۹۳، ص ۱۲۱، ص ۱۸۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔

عمل

اے لوگو، اگر اللہ تعالےٰ آپ کو بڑائی و بزرگی عطا فرمائے تو اس پر گھمنڈ نہ کیجیئے، وہ جب چاہے

اُسے چھین بھی سکتا ہے ، توحید اور احکام الٰہی کے تسلیم کرنے میں کبھی ہٹ دھرمی سے کام نہ لیجئے بلکہ حق کا قبول کرنا ہی درحقیقت عزّ و شرف کا باعث ہے ، دنیا میں بھی عزّت اسی سے ملتی ہے اور آخرت میں بھی عزّت اسی سے ملتی ہے ، دنیا کی عارضی عزّت آپ کو حق کے تسلیم کرنے سے باز نہ رکھے ۔ جو شخص محض نادانی سے عزّت کی خاطر حق کو قبول نہیں کرتا اس کا بہت بُرا انجام ہوتا ہے ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ○

(البقرۃ - ۲۰۷)

اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے ڈر تو عزّت اس کو گناہ پہ آمادہ کرتی ہے (عزّت جانے کے خوف سے وہ حق کو تسلیم نہیں کرتا) ، ایسے آدمی کے لئے بس دوزخ کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے ۔

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ
خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ
يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا
فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ
بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ
لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ
قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ
إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ
يَتَسَنَّهْ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ

وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ
اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا
ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ
لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾

ترجمہ (اور اے رسول) یا اسی طرح (آپ نے اس شخص کو دیکھا) جو ایک بستی کے پاس سے گذرا، وہ بستی اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی، اس نے کہا: اللہ اس بستی کو مرنے کے بعد کیسے زندہ کریگا؟ اللہ نے اس کو سو سال تک کے لئے موت دیدی، پھر اُسے زندہ کردیا، اللہ تعالےٰ نے پوچھا تم کتنے عرصے تک (مُردہ) رہے۔ اس نے کہا ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم۔ اللہ نے کہا نہیں تم سو سال تک (مُردہ) رہے۔ اچھا (اب تم) اپنے کھانے، پینے کی چیزوں کو دیکھو (کہ اتنی مدت گذر جانے کے باوجود) وہ سڑیں نہیں اور اپنے گدھے کی طرف بھی نظر ڈالو (کہ وہ بالکل مُردہ ہوچکا ہے اور اس کی ہڈیاں الگ الگ اور بالکل بوسیدہ ہوچکی ہیں)، (یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے) کہ ہم تم کو لوگوں کے لئے (قیامت کے دن دوبارہ پیدا کرنے کی) نشانی بنائیں (اچھا اب تم گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھتے رہو کہ کیسے ہم ان کو اٹھا کر جوڑتے ہیں پھر کس طرح ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، (بالآخر) جب یہ سب کچھ اُس کے سامنے ظہور پذیر ہوا تو وہ کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے (اس کے لئے مُردہ بستی کو زندہ کرنا کیا مشکل ہے) ﴿۲۵۹﴾

معانی ومصادر (مَرَّ) مَرًّا، یَمُرُّ، مَرٌّ ومُرُوْرٌ ومَمَرٌّ (ن) جانا، گزرنا۔
(خَاوِیَۃٌ) خَوٰی، یَخْوِیْ، خَوَاءٌ (ض) گر پڑنا، خالی ہونا۔
(عُرُوْش) عَرَشَ، یَعْرُشُ، عَرْشٌ (ض، ن) لکڑی کا گھر بنانا، بنانا۔
(لَبِثَتَ) لَبِثَ، یَلْبَثُ، لُبْثٌ، لَبَثٌ ولُبَاثٌ ولَبَاثَۃٌ ولَبَثَانٌ (س) رہنا، مقیم ہونا۔
(طعام) طَعِمَ، یَطْعَمُ، طَعْمٌ وطَعَامٌ (س) کھانا، (طعام = کھانے کی چیز)۔
(شَرَاب) شَرِبَ، یَشْرَبُ، شُرْبٌ وشِرْبٌ ومَشْرَبٌ وتَشْرَابٌ (س) پینا۔ (شراب = پینے کی چیز جمع اَشْرِبَۃ)۔
(یَتَسَنَّہْ) تَسَنَّہَ، یَتَسَنَّہُ، تَسَنُّہٌ (باب تفعل) سڑنا۔ (سَنِہَ، یَسْنَہُ، سَنَہٌ = سڑنا)
(عِظَام) عَظَمَ، یَعْظُمُ، عَظْمٌ (ن) ہڈی کھلانا، (عِظَام = ہڈیاں، اس کا واحد عَظْمٌ ہے)
(نُنْشِزُہَا) اَنْشَزَ، یُنْشِزُ، اِنْشَازٌ (باب افعال) بلند کرنا، مردے کی ہڈیوں کو اٹھا کر ان کی جگہ پر رکھنا اور ایک دوسرے پر جمانا۔
(نَکْسُوْ) کَسَا، یَکْسُوْ، کَسْوٌ (ن) پہنانا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اللہ تعالےٰ کے مارنے کو تو سب روزمرّہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہیں لیکن مردے کو زندہ ہوتا کوئی نہیں دیکھتا کہ جس کو دیکھ کر قیامت کے دن دوبارہ پیدا ہونے کا یقین سب کو آجائے اور جن کو یقین ہے ان کو اطمینان ہو جائے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے دو واقعے بیان فرمائے جن میں مردوں کو زندہ کرنے کا ذکر ہے تاکہ جن کو قیامت کے دن دوبارہ پیدا ہونے کا یقین نہیں انہیں یقین آجائے اور جن کو یقین ہے انہیں اطمینان ہو جائے۔

ایک قصہ آیت زیر تفسیر میں اور دوسرا قصہ اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے پہلا قصہ اس طرح ہے کہ ایک بزرگ اپنے گدھے پر اپنے کھانے پینے کے سامان کے ساتھ کہیں چلے جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں وہ کسی ویران وتباہ شدہ بستی کے پاس سے گذرے، اس بستی کے مکانات کو دیکھا کہ تمام مکانات الٹے پڑے ہیں، فرش اوپر اور چھتیں نیچے ہیں، بستی میں کہیں زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے، دیکھ کر تعجب ہوا کہ اللہ تعالےٰ اس بستی کے لوگوں کو کس طرح زندہ کرے گا، لوگوں کے جسموں کا نام و نشان باقی نہیں رہا، مٹی میں مل کر سب مٹی ہو گئے، آخر جب یہ پیدا کئے جائیں گے تو اس کا طریقہ کار کیا ہوگا، ان کی پیدائش کن کن مراحل سے گذرے گی، اللہ تعالےٰ نے اس بزرگ کو موت دیدی، پھر سو سال کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے ان سے پوچھا کہ تم کتنے عرصہ مُردہ رہے۔ انہوں نے کہا ایک دن یا اس سے بھی کچھ کم۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا نہیں، تم سو سال مُردہ رہے۔ اچھا اب ہماری قدرت کی نشانیاں

دیکھو، ایک تو یہ کہ سو سال گذرنے کے بعد بھی تمہارے کھانے اور پینے کی چیزیں بدستور ویسی ہی ہیں، سڑیں نہیں، دوسرے یہ کہ تمہارا گدھا تمہارے سامنے زندہ ہوگا، تم دیکھتے رہو کہ کس طرح ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیوں کو اٹھا کر ایک دوسرے پر رکھتے ہیں، پھر کس طرح ان کو جوڑتے ہیں اور کس طرح ان پہ گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر جب یہ سب کچھ ان کے سامنے ہوا اور انہوں نے زندہ ہونے کے طریق کا رکا مشاہدہ کر لیا تو کہنے لگے میں تو جانتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پہ قادر ہے، اس کے لئے مُردہ بستی کو دوبارہ زندہ کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں۔

اُن بزرگ کے سو سال کے بعد دوبارہ زندہ ہونے سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دِن مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے، جن لوگوں کی زندگی میں یہ واقعہ پیش آیا ان کے لئے تو یہ واقعہ اطمینان بخش ثابت ہوا ہی لیکن بعد میں آنے والوں کے لئے ان کی شہادت بھی کافی اطمینان بخش ثابت ہوئی ہو گی۔

غرض یہ کہ ان بزرگ کو زندہ کر کے اللہ تعالےٰ نے ان کو آیۃً یعنی قدرت کی ایک نشانی بنا دیا، ان کی دوبارہ زندگی کو دیکھ کر قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے پر صرف یقین ہی میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ اطمینان ہو گیا۔

اس واقعہ سے اللہ تعالےٰ نے دو باتیں ثابت کیں: ایک مُردے کو دوبارہ زندہ کرنا، دوسرے کسی چیز کو تغیّر سے بچائے رکھنا۔ پہلی چیز قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا ثبوت بن گئی تو دوسری چیز اس بات کا ثبوت بن گئی کہ جنت کی نعمتوں میں کسی قسم کا تغیر نہیں آئے گا، وہ خراب نہیں ہوں گی اور نہ ان کا مزا بدلے گا۔

نوٹ:۔ موت کے بعد زندہ کرنے کا یہ چوتھا واقعہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے۔ اس سے پہلے تین واقعے سورۂ بقرہ کی آیات ۵۶، ۷۳ اور ۲۴۳ میں بیان کئے گئے ہیں

عمل

اے لوگو، قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے پر پختہ یقین رکھیئے، قیامت پہ پختہ یقین ہی آپ کو بے راہ روی سے بچا سکتا ہے۔

اے لوگو، جنت کی لازوال نعمتوں پہ بھی پختہ یقین رکھیئے، ان نعمتوں پہ پختہ یقین آپ کو نیک عمل کی طرف راغب کریگا۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ أَرِنِي
كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ أَوَلَمْ
تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ
لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً
مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ
ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ
جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ
سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ
حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾

ترجمہ (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے سلسلہ میں اس واقعہ پر غور کرو کہ) جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب، مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا، اللہ نے فرمایا (اے ابراہیم) تمہیں اس بات کا یقین نہیں؟ ابراہیم نے کہا یقین کیوں نہیں (یقین تو ہے) لیکن (اس لئے دیکھنا چاہتا ہوں) کہ میرے قلب کو اطمینان ہو جائے، اللہ نے فرمایا اچھا تو چار پرندے پکڑو، پھر انہیں اپنی طرف مائل کرو، پھر (ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے) ان میں سے ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو، پھر تم انہیں پکارو، وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور (یہ بات اچھی طرح) سمجھ لو کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ حکمت سے خالی کوئی کام نہیں ہوتا)۔ (۲۶۰)

معانی ومصادر (اَرِ) اَرٰی، یُرِیْ، اِرَائَۃٌ وِاِرَاءٌ۔ (باب افعال) دکھانا۔
(مَوْتٰی) مَاتَ، یَمُوْتُ، مَوْتٌ (ن) مرنا۔
(مَوْتٰی = مردے، مَیْتٌ کی جمع، مَیْتٌ کی دوسری جمع اموات ہے)۔
(یَطْمَئِنَّ) اِطْمَأَنَّ، یَطْمَئِنُّ، اِطْمِئْنَانٌ (باب اِفْعِلَالٌ۔ رباعی مزید فیہ) سکون حاصل کرنا، مطمئن ہو جانا۔ (ط م ء ن مادہ ہے)۔
(طَیْرٌ) طَارَ، یَطِیْرُ۔ طَیْرٌ وطَیَرَانٌ وطَیْرُوْرَۃٌ (ض) اُڑنا۔ (طَیْرٌ = طُیُوْرٌ واَطْیَارٌ = طَائِرٌ کی جمع = پرندے)
(صُرْ) صَارَ، یَصُوْرُ: صَوْرٌ (ض ن) مائل کرنا۔
(اُدْعُ) دَعَا، یَدْعُوْ، دُعَاءٌ ودَعْوٰی (ن) پکارنا، مدد مانگنا،
(سَعْیًا) سَعٰی، یَسْعٰی، سَعْیٌ (ف) عمل کرنا، دوڑنا، ارادہ کرنا، کوشش کرنا، کمانا۔

تفسیر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنے کے سلسلہ میں یہ دوسرا قصہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا اس واقعہ پر غور کرو، اس میں بھی تمہارے لئے دوبارہ زندہ ہونے کی نشانی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا "اے میرے رب مجھے یہ دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا" اللہ تعالےٰ نے فرمایا، کیا تمہیں اس بات پر ایمان نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا ایمان تو ہے لیکن دیکھنے سے دل کو (ذرا) اطمینان حاصل ہو جائے گا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تم چار پرندے لو، انہیں اپنے سے خوب ہلا لو (پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرو) اور ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں بلاؤ، وہ دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آجائیں گے۔ پھر تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح زندہ کرتا ہے،

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات پر بالکل شک نہیں تھا کہ اللہ تعالےٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے پوچھا (اَوَلَمْ تُؤْمِنْ) کیا تمہیں یقین نہیں ہے، تو ابراہیم علیہ السلام نے فوراً جواب دیا "بلیٰ" مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ زندہ کرے گا، اور وہ زندہ کرنے

لہ اگر ابراہیم علیہ السلام کو شک ہوتا تو پھر ہم شک کرنے کے زیادہ حقدار ہوتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ

(صحیح بخاری، الباب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص ۳۹)

جب ابراہیم نے کہا تھا اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا، اللہ نے پوچھا "کیا تمہیں یقین نہیں" تو اُس وقت ابراہیم نے کہا تھا "مجھے یقین ہے" (مجھے کسی قسم کا شک نہیں ہے اگر وہ شک کا اظہار کرتے تو پھر) ہم ان سے زیادہ شک کرنے کے حق دار ہوتے لیکن (انہوں نے شک کا اظہار نہیں کیا بلکہ یہ کہا) میں اس لئے دیکھنا چاہتا ہوں) کہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا شک کرنا ابراہیم علیہ السلام کے شک کرنے کے ساتھ مشروط تھا، کیونکہ شرط پوری نہیں ہوئی لہٰذا مشروط خود بخود کالعدم ہو گیا، یعنی ابراہیم علیہ السلام کو شک نہیں تھا، لہٰذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو بھی شک نہیں۔

قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے پر ہر مسلم کا ایمان ہے لیکن یہ ایمان بالغیب ہے، ابراہیم علیہ السلام نے اور ان بزرگ نے جن کا قصہ گذشتہ آیت میں بیان ہوا ہے مردوں کو اپنی آنکھوں سے زندہ ہوتے دیکھ لیا تو ان کو ایمان بالمشاہدہ بھی ہو گیا، اور یہ ان کی خصوصیت ہے۔

نوٹ :۔ موت کے بعد زندہ کرنے کا یہ پانچواں واقعہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، پہلے چار واقعے سورۂ بقرہ کی آیت ۵۶ و ۷۳ و ۲۴۳ و ۲۵۹ میں بیان کئے گئے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ) اے ابراہیم اسے اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے، وہ ہر کام کر سکتا ہے، اُسے ہر بات کی قدرت ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(یوسف - ۲۱)

اللہ اپنے کام پر غالب ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ○

(البروج - ۱۶)

وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اللہ یہ کر سکتا ہے کہ مردوں کو زندہ کرنے کا طریقہ تمام لوگوں کو دکھا دے، اور پھر وہ قیامت کے دن دوبارہ

زندہ ہونے پر یقین لے آئیں، لیکن وہ ایسا نہیں کرتا، وہ حکمت والا ہے، اس کے تمام کام حکمت سے ہوتے ہیں۔
اس کو ایمان بالغیب مطلوب ہے لہٰذا وہ ہر ایک کو غیب کی باتوں کا مشاہدہ نہیں کراتا۔

عمل

اے لوگو، دوبارہ زندہ ہونے پر پختگی کے ساتھ ایمان لائیے، اس دن آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر حساب و کتاب دینا ہوگا، اس کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیجئے، کوئی بات ایسی نہ کیجئے جس سے مالک یوم الدین ناراض ہو جائے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ
اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ
سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ، وَاللّٰهُ
يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾

ترجمہ جو لوگ اللہ کے راستہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے دانہ، (جب وہ زمین میں بو یا جاتا ہے تو) اس سے سات بالیں اُگتی ہیں، ہر بال میں سو دانے ہوتے ہیں (یعنی ایک دانے سے سات سو دانے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح اللہ کے راستہ میں دیا ہوا مال ثواب کے لحاظ سے سات سو گنا ہو جاتا ہے) اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (ثواب کو) کئی گنا کر دیتا ہے، اللہ بڑی وسعت والا ہے، (وہ جس کو چاہتا ہے فراخی سے ثواب عنایت فرماتا ہے)۔ اور وہ جاننے والا ہے (وہ اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ کس نے کس قدر خلوص سے مال دیا ہے لہٰذا جس قدر خلوص زیادہ ہوتا ہے اُسی قدر ثواب بھی وہ زیادہ دیتا ہے)۔ ﴿٢٦١﴾

معانی و مصادر

(مَثَلٌ) مَثَلَ ۔ يَمْثُلُ ، مُثُوْلٌ (ن) مثل ہونا۔
(حَبَّة) حَبَّةٌ = دانہ
(اَنْۢبَتَتْ) اَنْبَتَ ، يُنْبِتُ ، اِنْبَاتٌ (باب افعال) اُگنا، اُگانا۔

(سَنَابِلَ) (سُنْبُلَةٍ) سَنْبَلَ، يُسَنْبِلُ، سَنْبَلَةٌ (باب فَعْلَلَةٌ - رباعی مجرد) بال اگانا۔
(يُضٰعِفُ) ضَاعَفَ، يُضَاعِفُ مُضَاعَفَةٌ وضِعَافٌ (باب مفاعله) کئی گنا کرنا۔
(وَاسِعٌ) وَسِعَ، يَسَعُ ويَسِعُ، سَعَةٌ وسِعَةٌ (ح س) کشادہ ہونا، کشادہ کرنا۔
(عَلِيْمٌ) عَلِمَ، يَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، پہچاننا، ادراک کرنا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں مال و دولت کو فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی ترغیب دی، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جس طرح ایک دانہ بونے سے سات سو دانے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالےٰ کے راستہ میں ایک چیز دینے سے سات سو چیزوں کے دینے کا ثواب ملتا ہے، اللہ تعالیٰ ثواب کو کئی گنا کر دیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً

(البقرة - ۲۴۵)

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے (جو شخص اللہ کو قرض حسنہ دے گا یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کریگا) تو اللہ اس کا اجر کئی گنا کر دے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

(الحدید - ۱۸)

اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے مردوں اور عورتوں کو یعنی اللہ کو قرض حسنہ دینے والے لوگوں کو اللہ کئی گنا ثواب اور باعزت صلہ عطاء فرمائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ وَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهٖ كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ۔ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لا یقبل اللہ صدقۃ من غلول جزء ۲ ص۱۳۴ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب جزء اول ص۳۰۵)

اللہ صرف پاک مال قبول فرماتا ہے تو جس شخص نے پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ دیا تو اللہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اس کی اس طرح نشوونما کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچہ کی نشوونما کرتا ہے یہاں تک کہ وہ کھجور پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ایک شخص ایک اونٹنی لے کر آیا جس کے لگام لگی ہوئی تھی، اس نے کہا یہ اللہ کے راستہ میں صدقہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سَبْعُ مِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ۔ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب فضل الصدقۃ فی سبیل اللہ وتضعیفہا جزء ۲ ص۱۵۲)

ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو اس کے بدلہ میں سات سو اونٹنیاں ملیں گی جن میں سے ہر ایک کے لگام لگی ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام جزء اول ص۲۶۵ وروی البخاری نحوہ فی کتاب الرقاق باب من ہم بحسنۃ وزاد اِلٰی اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ۔ جزء ۸ ص۱۲۸)

بنی آدم کے ہر نیک عمل کا بدلہ دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام - ۱۶۰)

جو شخص کوئی نیکی کرے گا تو اسے اس کا دس گنا (ثواب) ملے گا۔

مندرجہ بالا آیت واحادیث سے ثابت ہوا کہ نیکی کا ثواب دس گنے سے شروع ہتا ہے اور پھر سات سو گنے تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ (وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ) اور پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اور بھی زیادہ ثواب عطاء کرتا ہے اس کے پاس ثواب کی کیا کمی ہے وہ (وَاسِعٌ) وسعت والا ہے، اور (عَلِيْمٌ) جاننے والا ہے کہ کون کس خلوص نیت سے اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دیتا ہے اور کس محنت سے کما کر اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے، وہ جانتا ہے کہ کون ثواب کا مستحق ہے اور کون ثواب کا مستحق نہیں ہے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہیئے، آپ کے دئے ہوئے مال کا آپ کو کئی گنا اجر ملے گا۔

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا
أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَّهُمْ
أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٦٢﴾
قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ
مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى،
وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ﴿٢٦٣﴾

ترجمہ جو لوگ اپنے مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد (لینے والے پر) نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ (اسے کسی قسم کی) تکلیف پہنچاتے ہیں تو ان کے رب کے پاس ان کا اجر و ثواب ہے۔ (ان) نہ (کسی قسم کا) خوف ہوگا اور نہ غم ﴿٢٦٢﴾ اچھی بات کہہ دینا اور (لینے والے کو) معاف کر دینا یا (اس سے) مغفرت

کرے) معافی مانگ لینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس صدقہ کے دینے کے بعد (لینے والے کو) تکلیف دی جائے، اللہ (کو تمہارے صدقہ کی کوئی پرواہ نہیں، وہ) غنی ہے (محتاج نہیں، وہ تمہاری خطاؤں کو معاف کرتا رہتا ہے کیونکہ وہ) حلیم و بردبار ہے (تمہیں بھی حلم و بردباری اختیار کرنی چاہیئے) (۲۶۳)

معانی و مصادر (یُتْبِعُوْنَ) اَتْبَعَ، یُتْبِعُ، اِتْبَاعٌ (باب افعال) پیچھے چلنا، پیچھے بھیجنا۔
(مَنَّ) مَنَّ، یَمُنُّ، مَنٌّ (ن) احسان کرنا، احسان جتانا، کاٹنا، (مِنَّةٌ بھی مصدر ہے لیکن اس کے معنیٰ صرف احسان جتانے کے ہیں)۔
(اَذٰی) اَذِیَ، یَاْذٰی، اَذًی و اَذَاۃٌ (س) تکلیف پانا۔
(اَجْرٌ) اَجَرَ، یَاْجِرُ، اَجْرٌ (ض ن) اجرت دینا۔
(یَتْبَعُ) تَبِعَ، یَتْبَعُ، تَبَعٌ و تَبَاعٌ و تَبَاعَۃٌ (س) پیچھے چلنا، پیروی کرنا۔
(غَنِیٌّ) غَنِیَ، یَغْنٰی، غِنًی (س) شادی کرنا، مقیم ہونا، مالدار ہونا (مَغْنًی بھی مصدر ہے لیکن معنی صرف مقیم ہونے کے ہیں، غَنَاءٌ و غُنْیَانٌ بھی مصدر ہیں لیکن معنی صرف مالدار ہونے کے ہیں)
(حَلِیْمٌ) حَلُمَ، یَحْلُمُ، حِلْمٌ (ک) معاف کر دینا، بردبار ہونا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تبارک و تعالےٰ نے صدقات کے اجر و ثواب کا ذکر فرمایا تھا، ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اس ثواب کو حاصل کرنے کے لئے کچھ شرائط مقرر کر دیں، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ) جو لوگ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔ (ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا) پھر اللہ کے راستہ میں دینے کے بعد نہ اللہ پر کسی قسم کا احسان رکھتے ہیں، اور نہ صدقات کے لینے والے انسانوں پر احسان رکھتے ہیں اور نہ ان سے کوئی خدمت لیتے ہیں جو صدقات کا عوض بن جائے، (وَّلَآ اَذًی) اور نہ صدقات لینے والے انسانوں کو کسی قسم کی تکلیف پہنچاتے ہیں، نہ دل آزار بات کہتے ہیں، اور نہ ان سے ایسا کوئی کام لیتے ہیں کہ ان کے لئے تکلیف کا باعث ہو اور وہ صدقات کے احسان کے دباؤ میں مروّتاً کرنے پر مجبور ہوں تو ایسے صدقہ دینے والوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں بڑا اجر و ثواب ہے، نہ انہیں وہاں کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم، وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں عیش و راحت، خوشی و شادمانی کی زندگی گزاریں گے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ) اچھی، مناسب اور نرم بات کہہ دینا، نہ دینے کے لئے کوئی معقول و شرعی عذر پیش کر کے سائل سے معافی مانگ لینا یا مانگنے والے کی کسی گستاخی کو معاف کر دینا یہ اُس صدقہ سے بہتر ہے جس صدقہ کے بعد احسان رکھا جائے یا لینے والے کو جسمانی تکلیف میں مبتلا کیا جائے یا دل آزار بات کہہ کر روحانی صدمہ پہنچایا جائے۔

نرمی سے بات کہنے کے سلسلہ میں ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ○

اور اگر آپ کو اپنے رب کی رحمت (اور آسودگی) کے انتظار میں جس کی آپ کو توقع ہو، مستحقین

سے اعراض کرنا پڑے (اور آسودگی ہو جانے پر دینے کا ارادہ ہو) تو ان سے اُس وقت کوئی نرم بات کہدیا کیجیے۔

نرمی سے بات کرنے اور معروف بات کہنے کے سلسلہ میں ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ○

جب میراث کی تقسیم کے وقت رشتہ دار، یتیم، مساکین آجائیں تو انہیں بھی اس میں سے کچھ دے دیا کرو اور ان سے نرم و مناسب بات کہا کرو۔

(النسآء - ۸)

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے دینے کے بعد بھی نرمی و شیریں کلامی سے بات کرنے کا حکم فرمایا تو ظاہر ہے کہ نہ دینے کی صورت میں تو اور بھی زیادہ شیریں کلامی اور مزید برآں معذرت کی ضرورت ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ) یہ جو کچھ تم دیتے ہو اپنے فائدہ کے لئے دیتے ہو، اللہ غنی ہے، وہ آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

آسمانوں اور زمین کے خزانے سب اللہ کے ہیں۔

(المنفقون - ۷)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔

آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

(زمر - ۶۳، الشوریٰ - ۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ (صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم الظلم جزء اول ص۳۲۹)

اے میرے بندوں، اگر تمہارے اگلے اور پچھلے جن و انس ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں پھر مجھ سے مانگنا شروع کریں، اور میں ہر انسان (اور جن) کو اس کی مانگی ہوئی چیز دے دوں تو جو خزانے میرے پاس ہیں ان میں کوئی کمی نہیں آئے گی مگر اتنی جتنی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے (سمندر کے پانی میں) کمی آتی ہے۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال و دولت کا محتاج نہیں، اُسے کسی چیز کی ضرورت نہیں، ضرورت تو تم کو ہے، تم اس کے محتاج ہو، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد - ۳۸)

اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○

(فاطر - ۱۵)

اے لوگو، تم اللہ کے محتاج ہو، اللہ تو غنی ہے اور تعریف والا ہے۔

اللہ تعالےٰ حلیم ہے، بردبار ہے، وہ بندوں کی خطاؤں کو معاف کرتا رہتا ہے، اے بندو، تمہیں بھی چاہیئے کہ تم اپنے بھائیوں کی خطائیں معاف کرتے رہو، اور ان کی کسی خطاء کی بنیاد پر ان کو صدقات دینے سے ہاتھ نہ روکو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(النور - ۲۲)

جو لوگ تم میں سے مال و دولت کے مالک ہیں وہ (ناراض ہو کر) اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں، اللہ کے راستہ میں ہجرت کرنیوالوں کو کچھ نہیں دیں گے، انہیں چاہیئے کہ معاف کر دیں، درگذر کریں۔ (اے ایمان والو) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے (اگر تم معاف کر دو گے تو) اللہ (تم کو معاف کر دیگا، کیونکہ وہ تو بڑا) غفور رحیم ہے۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالےٰ کے راستہ میں مال دے کر نہ اللہ تعالےٰ پر احسان رکھیئے اور نہ اللہ تعالےٰ کے بندوں پر، اور نہ مال دینے کے بعد لینے والوں کو کسی قسم کی روحانی یا جسمانی تکلیف پہنچایئے، اگر آپ کسی کو کچھ نہیں دے سکتے تو اچھی بات کہہ دیجیئے، نرمی سے سمجھا دیجیئے، معذرت کر لیجیئے، لینے والے کی خطاء کو معاف کر کے اُسے دیتے رہیئے، اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں اجر و ثواب ہے، وہاں آپ کو نہ خوف ہوگا، اور نہ آپ کبھی غمگین ہوں گے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا
صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى
كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ
وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ
تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ
صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ
مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾

ترجمہ اے ایمان والو، احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر اپنے صدقات کو اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو لوگوں کو دکھانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، اس کی مثال اس پتھر جیسی ہے جس پر خاک پڑی ہوئی ہو، پھر اس پر موسلا دھار بارش ہو اور وہ بارش اُسے دھو کر بالکل صاف کر دے (خاک کا نام و نشان باقی نہ رہے، ایسے ہی ریاء کار آدمی کا دیا ہوا اس کے نامۂ اعمال سے صاف ہو جاتا ہے، قیامت کے روز) ان لوگوں کو اپنے کمائے ہوئے مال پر کوئی قدرت نہیں ہوگی (کہ اس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کر سکیں) اللہ ایسے ناشکروں کو (کبھی) منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ (۲۶۴)

معانی و مصادر (لَاتُبْطِلُوْا) اَبْطَلَ، یُبْطِلُ، اِبْطَالٌ (باب افعال) ضائع کرنا، باطل کرنا۔
(رِئَآء) رَاءٰی یُرَائِیْ، مُرَاءَاۃٌ و رِئَاءٌ (باب مفاعلہ) دکھانا، ریاء کاری کرنا۔
(صَفْوَان) صَفَا، یَصْفُوْ، صَفْوٌ و صَفَاءٌ و صُفُوٌّ (ن) صاف ہونا (صَفْوَان: بڑا، صاف اور چکنا پتھر)۔
(وَابِلٌ) وَبَلَ، یَبِلُ، وَبْلٌ (ض) برسانا، (وابل: موسلا دھار بارش)۔
(صَلْدًا) صَلَدَ، یَصْلِدُ، صُلُوْدٌ (ض) زمین کا سخت ہو جانا جس پر کچھ نہ پیدا ہو سکے۔ (صَلْدٌ: ٹھوس اور چکنا پتھر جس پر کچھ نہ پیدا ہو سکے)۔
(یَقْدِرُوْنَ) قَدَرَ، یَقْدِرُ، قَدْرٌ و قُدْرَۃٌ و مَقْدُرَۃٌ و مِقْدَارٌ (س ض ن) قادر ہونا۔
(یَھْدِیْ) ھَدٰی، یَھْدِیْ، ھُدًی۔ ھَدْیٌ و ھِدْیَۃٌ و ھِدَایَۃٌ (ف) راستہ بتانا، راستہ پر چلا کر منزل مقصود پر پہنچانا۔

تفسیر اوپر آیت ۲۶۲ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ صرف وہ صدقات نفع بخش ہیں جن کو دینے کے بعد نہ احسان جتایا جائے، اور نہ لینے والے کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرما دیا کہ وہ صدقات ضائع ہو جاتے ہیں جن کا احسان جتایا جائے یا جن کو دینے کے بعد لینے والے کو تکلیف پہنچائی جائے، ان صدقات کو اللہ تعالیٰ نے ریاء کار آدمی کے صدقات کے مثل قرار دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَہٗ رِئَآءَ النَّاسِ) صدقہ دے کر احسان جتانے والا یا تکلیف پہنچانے والا بالکل ایسا ہی ہے جیسے وہ شخص جو لوگوں کو دکھانے کے لئے مال خرچ کرے تاکہ لوگ اُسے فیاض کہیں، دنیا والے اس کی تعریف کریں، مال دیتے وقت اس کی نیت نام و نمود کی ہو، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضوان حاصل کرنے کی نیت نہ ہو، بلکہ بالکل اس طرح خرچ کرے جس طرح ایک کافر خرچ کرتا ہے کہ جس کا نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو اور نہ یوم آخرت پر، خرچ کرتے وقت اس کو یہ امید نہ ہو کہ یہ مال قیامت کے روز اس کے کام آئے گا، ایسے شخص کا دیا ہوا مال ضائع ہو جائیگا، اور قیامت کے روز اس کے کچھ کام نہ آئیگا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ بے ایمان آدمی کا صدقہ ضائع ہو جاتا ہے، آخرت میں اس کے کام نہیں آتا بالکل اسی طرح ایمان دار آدمی کا صدقہ بھی ضائع ہو جاتا ہے، اگر وہ نام و نمود کے لئے دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يُّرَائِيْ يُرَائِي اللّٰهُ بِهٖ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ جزء ۸ ص۱۳۰ وصحیح مسلم کتاب الزھد باب من شرک فی عملہ غیر اللہ جزء ۲ ص۵۹۳)

جو شخص سنانے کے لئے عمل کرے گا، اللہ اس کے بدلہ میں (قیامت کے روز اس کی ذلت) سنائے گا اور جو شخص دکھانے کے لئے عمل کریگا اللہ (قیامت کے روز) اس کے بدلہ میں (اس کی ذلت کو) آشکار کرے گا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ (صحیح مسلم کتاب الزھد باب من اشرک فی عملہ غیر اللہ جزء ۲ ص۵۹۳)

اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے :۔ میں تمام شرکاء سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں، جو شخص ایسا عمل کرے جس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو شریک کرے تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔

(یعنی اس کے عمل کو قبول نہیں کرتا، اس کو اور اس کے عمل کو دوسرے ہی کے لئے چھوڑ دیتا ہوں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

رَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُّنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب من قتل للریاء والسمعۃ جزء ۲ ص۱۵۷)

(قیامت کے دن جس شخص کا سب سے پہلے فیصلہ ہوگا وہ) ایک شخص ہوگا جسے اللہ نے ہر قسم کا مال دیا ہوگا وہ اللہ کے پاس لایا جائے گا، پھر اللہ اُسے اپنی تمام نعمتیں دکھائے گا، وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا، پھر اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا، وہ کہے گا میں نے ایسی کوئی مد جس میں خرچ کرنا تجھے پسند تھا نہیں چھوڑی کہ اس میں تیری رضاء کے لئے خرچ نہ کیا ہو۔ اللہ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے تو نے اس لئے خرچ کیا کہ تجھے سخی کہا جائے، تجھے سخی کہا گیا (تجھے بدلہ مل گیا) پھر حکم دیا جائیگا اور اُسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

ثَلَاثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ..... قَالَ الْمُسْبِلُ (وفی روایۃ المُسْبِلُ

تین آدمی ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن نہ بات کرے گا، نہ ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا..... ایک تو وہ جو اپنا ازار لٹکاتا

إِزَارَهُ) وَالْمَنَّانُ (وفی روایۃ الْمَنَّانُ الَّذِیْ لَا یُعْطِیْ شَیْئًا إِلَّا مَنَّهُ) وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب غلظ تحریم اسبال الازار .....جزء اوّل ص۵۷)

ہے، دوسرا وہ کہ جب کوئی چیز (کسی کو) دیتا ہے تو اس کا احسان رکھتا ہے، اور تیسرا جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنے والا۔

الغرض نام و نمود کے لئے دینے کا کوئی ثواب نہیں اور جس طرح نام نمود کے لئے دینے کا کوئی ثواب نہیں اسی طرح دینے کے بعد احسان جتائے یا تکلیف پہنچائے تو اس دینے کا بھی کوئی ثواب نہیں بلکہ اُلٹا عذاب ہوگا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کے دئے ہوئے مال کی بربادی کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ .....) جس طرح کسی چکنے پتھر پر کچھ خاک پڑی ہو، پھر موسلا دھار بارش ہو تو وہ تمام خاک صاف ہو جائے، اور پتھر پھر صاف اور چکنا نکل آئے، اسی طرح ان لوگوں کے صدقات احسان، ایذاء دہی اور ریاکاری کی وجہ سے ان کے نامۂ اعمال سے دھو دئے جاتے ہیں، نامۂ اعمال صاف اور سادہ رہ جاتا ہے اس میں ان کے یہ صدقات باقی نہیں رہتے، اور جب باقی نہیں رہتے تو ان کا ثواب بھی باقی نہیں رہتا۔ ان کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے (لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا) جو کمائی انہوں نے کی تھی یعنی صدقہ دے کر جو نیکی انہوں نے بزعم خود کمائی تھی اب اس کا کوئی ثواب حاصل کرنے پر انہیں قدرت نہیں ہوگی، انہیں منزل مقصود یعنی جنت نہیں ملے گی اس لئے کہ (وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ) اللہ تعالےٰ ناشکر گذار قوم کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا، انہوں نے اللہ تعالےٰ کے دئے ہوئے مال کا شکر ادا نہیں کیا یعنی اس کو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر خرچ نہیں کیا تو اب جنت انہیں کیسے مل سکتی ہے، وہ جنت سے محروم رہیں گے۔

عمل

اے لوگو، خلوص نیت کے ساتھ صرف اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کے لئے اپنے مال اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کیا کیجئے، نہ کسی پر احسان رکھیئے اور نہ کسی کو تکلیف پہنچایئے اور نہ نام و نمود اور ریاکاری کے لئے دیجئے، جو شخص دے کر احسان رکھے یا کسی کو تکلیف پہنچائے یا ریاکاری کے لئے دے تو اس کا دیا ہوا مال ضائع ہو جاتا ہے، اور بالکل اسی طرح ضائع ہو جاتا ہے جس طرح ایک بے ایمان آدمی کا دیا ہوا مال ضائع ہو جاتا ہے، بے ایمان آدمی جب خرچ کرتا ہے تو اس کی نیت اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کی نہیں ہوتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان ہی نہیں ہوتا تو وہ اُس کو خوش کیا کرے گا، لہٰذا اس کا دیا ہوا مال ضائع نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا، اے لوگو، آپ اس شخص کی طرح اپنے دیئے ہوئے مال کے ثواب کو ضائع نہ کیجئے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ
اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ
فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

ترجمہ اور (اے رسول) جو لوگ اللہ کی رضا جوئی اور خلوص نیت سے اپنے مال خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس باغ جیسی ہے جو کسی بلند مقام پر واقع ہو، جب اس باغ پر بارش ہو تو وہ دُگنے پھل لائے، اور اگر بارش نہ ہو تو (پھل لانے کے لئے) پھوار (ہی کافی ہے) اور (اے ایمان والو، خبردار ہو جاؤ) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔ ﴿۲۶۵﴾

معانی ومصادر (اِبْتِغَآء) اِبْتَغٰى، يَبْتَغِيْ، اِبْتِغَآءٌ (باب افتعال) طلب کرنا، جستجو کرنا۔
(مَرْضَات) رَضِيَ۔ يَرْضٰى، رِضًى وَرِضْوَانٌ وَمَرْضَاةٌ (س) راضی ہونا۔
(تَثْبِيْت) ثَبَتَ، يُثَبِّتُ، تَثْبِيْتٌ (باب تفعیل) ثابت کرنا، دلائل سے مؤکد کرنا۔
(رَبْوَة) رَبَا، يَرْبُوْ، رَبْيًا وَرُبُوٌّ (ن) زیادہ ہونا، بلند کرنا (رَبْوَةٌ = سطح مرتفع۔ ٹیلا)
(طَلٌّ) طَلَّ، يَطُلُّ، طَلٌّ (ن) ہلکی بارش برسانا (طَلٌّ = پھوار)۔

(اٰتٰی) اٰتٰی، یُؤْتِیْ، اِیْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔
(اُکُل) اَکَلَ، یَاْکُلُ، اَکْلٌ وَمَاْکَلٌ (ن) کھانا (اُکُل: پھل، کھانے کی چیز)۔
(بَصِیْرٌ) بَصُرَ، یَبْصُرُ وَبَصِرَ، یَبْصَرُ، بَصْرٌ (س ک) دیکھنا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں ان لوگوں کے صدقات کے ضائع ہونے کا ذکر تھا، جو صدقہ دے کر احسان رکھتے ہیں یا تکلیف پہنچاتے ہیں یا نام ونمود کے لئے دیتے ہیں، اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کے صدقات کا ذکر کیا جو اپنے صدقات کو خالص اللہ تعالےٰ کی رضاجوئی کے لئے دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ (وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ) ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضاء کے لئے خرچ کرتے ہیں، اور (تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ) جو اپنے دلوں (اور نیتوں) سے اس مال کو (خالص اللہ تعالےٰ کے لئے ہونا) ثابت کرتے ہیں، یعنی خلوص نیت سے دیتے ہیں، (کَمَثَلِ جَنَّۃٍۢ بِرَبْوَۃٍ) اُس باغ جیسی ہے جو کسی سطح مرتفع پر واقع ہو جس کو نہ انسانوں کے قدم پامال کرسکیں اور نہ جانور کھا کر اجاڑ سکیں جب اس باغ پر زور کی بارش ہو تو اس میں دگنا پھل پیدا ہو اور اگر زور کی بارش نہ ہو صرف پھوار ہی ہو تب بھی وہ پھل لاتا ہے، کسی حالت میں بھی وہ باغ پھلوں سے محروم نہیں رہتا، یہ سب کچھ اس باغ کے محل وقوع کی خوبی ہے، کہ بارش کی کمی وزیادتی کا اس کے پھلوں پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، اس کی زمین اتنی مرتفع اور زرخیز ہے کہ معمولی سی بارش سے بھی اس میں خوب پھل پیدا ہوتے ہیں اور اگر بارش زیادہ ہو تو پھر پھلوں کی مقدار اور بھی زیادہ ہوجاتی ہے۔

اس مثال میں اللہ تعالےٰ نے انسان کو باغ سے خلوص نیت کو باغ کے محل وقوع (اور زرخیزی) سے اور مال کی کثرت وقلت کو بارش اور پھوار سے تشبیہ دی ہے، جس طرح باغ کے محل وقوع اور زرخیزی کی وجہ سے بارش کی زیادتی اور کمی کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، ہر حال میں پھل پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح انسان کے خلوص نیت کی وجہ سے مال کی کثرت وقلت کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، اگر نیت میں خلوص ہے تو بہت مال کا بھی ثواب ملتا ہے، کم مال کا بھی ثواب ملتا ہے، مال کی کثرت ہو یا قلت انسان ثواب سے کسی حالت میں محروم نہیں رہتا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْھُمْ سَخِرَ اللّٰہُ مِنْھُمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (التوبۃ۔ ۷۹)

جو لوگ ان مؤمنین پر جو دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ اور ان مؤمنین پر جو اپنی محنت مزدوری میں سے دیتے ہیں طنز کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں (وہ بچ کر کہیں نہیں جا سکتے) اللہ ان کو مذاق کی سزا دے گا۔ ان کیلئے دردناک عذاب (تیار) ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کو زیادہ دینے والے اور کم دینے والے دونوں محبوب ہیں بشرطیکہ دونوں کی نیتوں میں خلوص ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

(التوبة ۔ ۱۲۱)

جو کچھ تھوڑا یا بہت یہ لوگ خرچ کرتے ہیں یا (اللہ کے راستہ میں) کوئی وادی طے کرتے ہیں تو یہ سب لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کے اعمال کا انہیں اچھا بدلہ دے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ جزء ۲ ص۱۳۶ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ جزء اوّل ص۴۰۶)

دوزخ سے بچو خواہ آدھی کھجور (دے کر) ہی سہی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا تھوڑا سا دیا ہوا مال بھی قیامت کے دن نفع بخش ہوگا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ) اے ایمان والو، ہر کام خلوص نیت سے کرنا، یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے کاموں سے اللہ تعالےٰ بے خبر ہے، نہیں، وہ تمہارے تمام اعمالوں کو دیکھ رہا ہے، اگر تمہارے اعمال میں خلوص ہوگا تو تمہیں اس کا اجر دے گا اور اگر خلوص نہیں ہوگا تو اس کا کوئی اجر تم کو نہیں دے گا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○

(آل عمران ۔ ۹۲)

جو چیز بھی تم صرف کروگے، اللہ اس سے واقف ہوگا۔

عمل

اے لوگو، کم ہو یا زیادہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں محض اللہ تعالےٰ کی رضاجوئی کے لئے خرچ کرتے رہیئے۔ اگر خلوص نیت سے آپ دیں گے تو زیادہ مال تو نفع بخش ہوگا ہی کم مال بھی نفع بخش ہوگا۔

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ
مِّنْ نَّخِيلٍ وَّأَعْنَابٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ لَهُ فِيهَا مِنْ
كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ
وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَأَصَابَهَآ
إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ،
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْأٰيٰتِ
لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٦٦﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، جس میں نہریں بہ رہی ہوں اور جس میں ہر قسم کے پھل موجود ہوں، بڑھاپا اُسے آگیا ہو اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں، ایسی حالت میں ایسا بگولا چلے جس میں آگ بھری ہو اور وہ

آگ اس باغ کو جلا ڈالے۔ (یقیناً تم میں سے کوئی اِسے پسند نہیں کرے گا، تو بتاؤ اگر اسی طرح قیامت کے دن تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں تو کیا تم اسے پسند کرو گے) الغرض اللہ اپنی آیات کو وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو (اور اپنے اعمال کو بربادی سے بچاؤ)۔

معانی و مصادر (یَوَدُّ) وَدَّ، یَوَدُّ، وُدٌّ و وِدَادٌ و وَدَادَةٌ و مَوَدَّةٌ و مَوْدِدَةٌ و مَوْدُودَةٌ (ف) پسند کرنا، محبت کرنا۔

(نَخِیْل) نخیل: کھجور کا درخت۔ نَخْلٌ، ایک درخت کو نَخْلَةٌ یا نَخِیْلَةٌ کہتے ہیں۔

(تَجْرِیْ) جَرَی، یَجْرِیْ، جَرْیٌ، وجَرَیَانٌ وجِرْیَةٌ (ض) بہنا، جاری ہونا۔

(کِبَرٌ) کَبِرَ، یَکْبَرُ، کِبَرٌ و مَکْبُرٌ (س) بوڑھا ہونا (کِبَرٌ = بڑھاپا)

(ضُعَفَاءُ) ضَعَفَ، یَضْعُفُ، ضُعْفٌ و ضَعْفٌ، یَضْعُفُ، ضَعَافَةٌ و ضَعَافِیَةٌ (ن و ک) کمزور ہونا (ضُعَفَاء: ضِعَافٌ = ضَعِیْفَةٌ = ضعیف کی جمع)

(اِعْصَارٌ): بگولا، ج اَعَاصِیْر و اَعَاصِیْر۔

(اِحْتَرَقَتْ، اِحْتَرَقَ، یَحْتَرِقُ، اِحْتِرَاقٌ (باب افتعال) جل جانا۔

(تَتَفَکَّرُوْنَ) تَفَکَّرَ، یَتَفَکَّرُ، تَفَکُّرٌ (باب تفعّل) غور و فکر کرنا۔

تفسیر اوپر آیت ۲۶۴ میں اللہ تعالیٰ نے اُن صدقات کی بربادی کا ذکر کیا جن صدقات کے دینے کے بعد احسان رکھا جائے، تکلیف پہنچائی جائے یا جن صدقات کو ریاکاری کے ساتھ دیا جائے بالکل یہی حال تمام اعمال کا ہے، جب کوئی شخص اپنے نیک عملوں کا دوسرے پر احسان رکھے یا اپنے نیک عملوں پر فخر و عُجب کرے، یا اپنے نیک اعمال کو نام و نمود کے لئے کرے یا ساری عمر نیک عمل کرے اور آخر میں شیطان کا تابع اور اللہ تعالیٰ کا باغی بن جائے تو ایسے آدمی کے تمام نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں، میدان محشر میں اس کو ان کا کوئی اجر نہیں ملتا، آدمی حسرت و یاس کے ساتھ ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔

آیت زیر تفسیر میں عملوں کی اس بربادی کو اللہ تعالیٰ ایک مثال کے ذریعہ سمجھاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِیْهَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ) اگر تم میں سے کسی شخص کے پاس ایک باغ ہو جس میں نہریں جاری ہوں اور اس میں ہر قسم کے پھل ہوں (وَاَصَابَهُ الْکِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ) وہ شخص بوڑھا ہو چکا ہو، بچے اس کے چھوٹے چھوٹے ہوں، نہ وہ خود کمانے کے قابل ہو اور نہ بچے تو کیا وہ شخص پسند کرے گا کہ ایسی حالت میں (فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ) آگ کا ایک بگولا آئے اور وہ باغ جل کر تباہ ہو جائے، یقیناً کوئی شخص اس بات کو پسند نہیں کرے گا، ایسے حالات میں باغ کی تباہی کا منظر اس کے لئے سخت صدمہ کا باعث ہوگا، بالکل ایسا ہی صدمہ اس شخص کو ہوگا جس کے تمام نیک اعمال میدان محشر میں تباہ و برباد ہو جائیں اور ایسی حالت میں تباہ و برباد ہو جائیں کہ آئندہ نیک عمل کرنے کی کوئی توقع باقی نہ رہی ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝

اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

(محمد - ۳۳)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام زندگی اللہ اور رسول کی اطاعت میں گذارو، جو عمل اللہ اور رسول کی اطاعت کے تحت نہیں ہوگا وہ عمل خواہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو برباد ہو جائیگا، اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ فِيْمَا يَرَى النَّاسُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنَّهٗ لَمِنْ اَهْلِ النَّارِ، وَيَعْمَلُ فِيْمَا يَرَى النَّاسُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِخَوَاتِيْمِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ بِالْخَوَاتِيْمِ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب الاعمال بالخواتیم جزء ۸ ص۱۲۸ و ص۱۲۹ وکتاب القدر باب العمل بالخواتیم جزء ۸ ص۱۵۵ وروی مسلم نحوہٗ فی کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسہٗ جزء اول ص۶۰)

بندہ لوگوں کی نگاہ میں جنتیوں کے سے عمل کرتا ہے، حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے، اور بعض بندہ لوگوں کی نگاہ میں دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہے، حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے، اعمال کا دارومدار تو آخری وقت کے اعمال پر ہے۔

نوٹ :- صحیح مسلم میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخری وقت عمل وعقیدہ خراب ہو جانے سے تمام زندگی کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ ...) اس طرح اللہ تعالےٰ اپنی آیات کو وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے، اور مثالیں دے کر سمجھا رہا ہے تاکہ تم لوگ اپنے اعمال کے متعلق غور وفکر کر سکو، اور ان کو قیامت کے روز ضائع ہونے بچا سکو۔

عمل

اے لوگو، نیک عمل کرتے رہیئے اور ان میں ایسی چیز کی ملاوٹ نہ کیجئے جس سے سارے اعمال بیکار ہو جائیں مثلاً کفر وشرک، فخر وعُجب، ریاکاری اور نام ونمود۔ اے لوگو، خاتمہ بالخیر ہونے کی کوشش کیجئے، ایسا نہ ہو کہ آخر وقت خراب ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران - ۱۰۲)

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا
مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ
اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا
تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ
وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ
تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾

ترجمہ اے ایمان والو، جو پاک مال تم کماتے ہو اور جو پیداوار ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اس میں سے (اللہ تعالیٰ کے راستہ میں) خرچ کرو اور (دیکھو جب تم اللہ کے راستہ میں خرچ کیا کرو تو) ایسا نہ کیا کرو کہ اپنے مال میں سے ناپاک اور ناکارہ چیز کا قصد کرو (اور پھر) اس میں سے خرچ کرو اور (یہ ایک حقیقت ہے کہ) اگر وہ چیز تمہیں دی جائے تو تم کبھی اُسے نہ لوگے سوائے اس صورت کے کہ اس کو لیتے وقت اپنی آنکھیں بند کر لو اور (اے ایمان والو اس بات کو اچھی طرح) جان لو کہ اللہ غنی ہے (مالدار اور لاپرواہ ہے اُسے تمہارے دینے کی کوئی حاجت نہیں) وہ تعریف والا ہے (اور اپنے لئے ایسی چیز کو پسند کرتا ہے جو قابل تعریف ہو)۔ ﴿٢٦٧﴾

معانی ومصادر (طَيِّبٰتِ) طَابَ، يَطِيبُ، طِيبٌ وطَابٌ وطِيبَةٌ وتَطْيَابٌ (ض) اچھا ہونا، پاکیزہ ہونا، (طَيِّبَات: طَيِّبَةٌ کی جمع: پاکیزہ چیزیں)۔

(تَيَمَّمُوْا) تَيَمَّمَ، يَتَيَمَّمُ، تَيَمُّمٌ (باب تفعّل) ارادہ کرنا (مادّہ "ی م م" ہے)

(خَبِيث) خَبُثَ، يَخْبُثُ، خُبْثٌ وخَبَاثَةٌ (ك) بُرا ہونا، خبیث ہونا، ناپاک ہونا۔

(آخِذِی) اَخَذَ، يَاْخُذُ، اَخْذٌ (ن) لینا، پکڑنا،

(غَنِیٌّ) غَنِیَ، يَغْنٰی، غِنًی وغَنَاءٌ وغُنْيَانٌ (س) مالدار ہونا۔

شان نزول حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

نَزَلَتْ فِيْنَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ كُنَّا اَصْحٰبَ نَخْلٍ فَكَانَ الرَّجُلُ يَاْتِیْ مِنْ نَخْلِهٖ عَلٰی قَدْرِ كَثْرَتِهٖ وَقِلَّتِهٖ وَكَانَ الرَّجُلُ يَاْتِیْ بِالْقِنْوِ وَالْقِنْوَيْنِ فَيُعَلِّقُهٗ فِی الْمَسْجِدِ وَكَانَ اَهْلُ الصُّفَّةِ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ فَكَانَ اَحَدُهُمْ اِذَا جَاءَ اَتَی الْقِنْوَ فَضَرَبَهٗ بِعَصَاهُ فَيَسْقُطُ الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ فَيَاْكُلُ وَكَانَ نَاسٌ مِمَّنْ لَا يَرْغَبُ فِی الْخَيْرِ يَاْتِی الرَّجُلُ بِالْقِنْوِ فِيْهِ الشِّيْصُ وَالْحَشَفُ وَبِالْقِنْوِ قَدِ انْكَسَرَ فَيُعَلِّقُهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ قَالَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اُهْدِیَ اِلَيْهِ مِثْلَ مَا اَعْطٰی لَمْ يَاْخُذْهُ اِلَّا عَلٰی اِغْمَاضٍ اَوْ حَيَاءٍ قَالَ فَكُنَّا بَعْدَ ذٰلِكَ يَاْتِیْ اَحَدُنَا بِصَالِحِ مَا عِنْدَهٗ (رواہ الترمذی فی ابواب التفسیر وصححہ ۲/۳۳۴ واخرجہ الحاکم ج ۲ ص ۲۸۵ وقال صحیح علی

یہ آیت ہم گروہ انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے، ہم کھجوروں والے تھے، (ہم میں سے) ہر ایک آدمی اپنی کھجوروں میں سے کثرت اور قلت کے موافق کھجوریں لے کر آتا تھا اور کوئی ایک خوشہ یا دو خوشے لے کر آتا تھا اور اس کو مسجد میں لٹکا دیا کرتا تھا اور اہلِ صُفّہ کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تھا، ان میں سے جب کوئی آتا تو خوشے کے پاس آکر اس کو عصا سے ایک ضرب لگاتا، تو اس میں سے تر اور خشک کھجوریں گر پڑتی تھیں، جنہیں وہ کھا لیا کرتا تھا اور جن کو نیکی کرنے کی کوئی رغبت نہیں تھی ان میں سے بعض لوگ ایسے خوشے لے کر آتے جن میں ردّی اور ناقص کھجوریں ہوتیں اور ایسے خوشے لے آتے جو ٹوٹے پھوٹے ہوتے تھے، وہ ان خوشوں کو لٹکا دیا کرتے تھے، اللہ تبارک وتعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا الخ اے ایمان والو، جو مال تم کماتے ہو اور جو غلہ وغیرہ ہم تمہارے لئے زمین سے پیدا کرتے ہیں، ان میں سے پاک مال (اللہ تعالےٰ کے راستہ میں) خرچ کرو اور بُری چیز دینے کا قصد نہ کرو، کہ اگر وہ تم کو دی جائے۔ تو تم اُسے نہ لوگے سوائے اس صورت کے کہ تم چشم پوشی

شرط مسلم واقرہ الذہبی واخرج الحاکم ج ۲ ص ۲۸۴ من حدیث جابرؓ وسہل بن حنیف نحوہ وقال صحیح علی شرط الشیخین واقرہ الذہبی)

کرو (پھر) فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو ایسا ناکارہ ہدیہ بھیجا جائے جیسا اس نے دیا ہے تو وہ اُسے نہیں لے گا، سوائے اس کے کہ چشم پوشی کرے یا (واپس کرتے ہوئے) شرم آئے، حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد پھر ہم میں سے ہر ایک اچھی کھجور لاتا جو اس کے پاس موجود ہوتی۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ اے ایمان والو، زراعت ہو یا زراعت کے علاوہ تمہاری دوسری کمائی ہو، ان دونوں میں سے جب تم اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دو تو عمدہ اور پاکیزہ چیز دو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

(آل عمران - ۹۲)

اے ایمان والو، تم نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اللہ کے راستہ میں وہ مال نہ دو جو تمہیں محبوب ہے اور جو چیز بھی تم (اللہ کے راستہ میں) دو گے تو اللہ اس سے بخوبی واقف ہوگا (تمہارا دیا ہوا صدقہ ضائع نہیں ہوگا)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ

(البقرة - ۲۱۹)

(اے رسول) لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں، آپ کہہ دیجئے کہ بہترین اور پاکیزہ مال خرچ کیا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لا یقبل اللہ صدقۃ من غلول جزء ۲ ص ۱۳۴ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب جزء ۱/۲ ص ۳۰۵)

اللہ تعالےٰ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب جزء اوّل ص ۴۰۶)

اے لوگو، اللہ پاکیزہ ہے اور وہ کوئی مال قبول نہیں کرتا سوائے اس مال کے جو پاکیزہ ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے یہ بھی فرمایا "اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ"، ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا، یعنی زمین کی تمام پیداوار اللہ تعالےٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ

کیا تم نے دیکھا کہ جو کچھ تم بوتے ہو، اُسے تم اگاتے

اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ○ ہو یا ہم اُگاتے ہیں۔

(الواقعة ۔ ۶۳ و ۶۴)

مطلب یہ ہے کہ انسان کا کام صرف بیج ڈالنا ہے، پھر اس بیج کو اُگا کر درخت بنانا یہ سب اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اللہ تعالےٰ اپنے ہی اُگائے ہوئے مال سے صدقہ طلب کرتا ہے، خود دیتا ہے، اور پھر خود ہی اس دئے ہوئے مال میں سے اپنے نام پر دینے کا حکم یا ترغیب دیتا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ اے ایمان والو، جو مال ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے (ہمارے نام پر) خرچ کرو۔

(البقرۃ ۔ ۲۵۴)

الغرض سب کچھ اللہ تعالےٰ کا دیا ہوا ہے، وہ خود دیتا ہے پھر خود ہی اپنے دئے ہوئے مال میں سے طلب کرتا ہے، خوش نصیب ہے وہ انسان جو اللہ تعالےٰ کی اس کرم نوازی کا شکریہ ادا کرے، اس کے راستہ میں مال دے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی مال میں سے ہم سے صدقہ طلب کیا، یہ ہماری عزت افزائی ہے، اور پھر اس مال پر اجر و ثواب دے گا اور وہ بھی بے حساب، یہ اس کی ذرّہ نوازی اور بے پایاں فضل و رحمت ہے۔

نوٹ:۔ تفصیل کیلئے سورۂ بقرہ کی آیت ۳ کی تفسیر ص ۱۰۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اچھا عمدہ اور پاکیزہ مال خرچ کرنے کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالےٰ فرمایا (وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ) اور خبیث، ناکارہ اور ناپاک چیز کا ارادہ نہ کرنا (کہ) اس میں سے تم (اللہ تعالےٰ کے نام) خرچ کرو (وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ) اور اگر ایسی چیز تم کو دی جائے تو تم خود بھی قبول نہ کرو، (اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ) سوائے اس صورت کہ اس کو لیتے وقت چشم پوشی اختیار کرو، آنکھیں بند کرلو، آنکھوں دیکھتے تم ردّی اور ناکارہ چیز کبھی نہیں لوگے۔ تو پھر ایسی چیز اللہ تعالےٰ کے نام کیوں دیتے ہو، اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ پاکیزہ ہے، وہ غنی ہے، مالدار ہے، لاپرواہ ہے، اُسے تمہاری چیز کی کیا ضرورت ہے، وہ حمد و ستائش والا ہے، وہ تمام خوبیوں کا مالک ہے بھلا وہ ناکارہ چیز کیوں قبول کرنے لگا، وہ تو خوبی اور تعریف والی چیز ہی قبول کرتا ہے، وہ بڑی شان والا ہے لہٰذا اس کے نام پر شاندار چیز ہی دیا کرو۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کے نام پر عمدہ اور محبوب چیز دیا کیجئے، جو چیز آپ کے لئے ناکارہ ہو اُسے اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ دیا کیجئے، باسی سڑی ہوئی چیز اللہ تعالےٰ کے نام پر دینے کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ
بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ
مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ
وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٨﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) شیطان تم کو تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے (اس کے بہکائے میں نہ آجانا) اللہ تم سے اپنی مغفرت اور (اپنے) فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ (کے پاس فضل و مغفرت کی کیا کمی ہے وہ) بڑی وسعت والا اور بہت جاننے والا ہے (وہ جانتا ہے کہ کون اسکی مغفرت اور اس کے فضل کا مستحق ہے، اور کس حد تک مستحق ہے) ﴿٢٦٨﴾

معانی و مصادر (یَعِدُ) وَعَدَ، یَعِدُ، وَعْدٌ و عِدَۃٌ و مَوْعِدٌ و مَوْعِدَۃٌ و مَوْعُوْدٌ و مَوْعُوْدَۃٌ (ض) وعدہ کرنا
(فَقْر) فَقَرَ، یَفْقُرُ، فَقَارَۃٌ (ك) محتاج ہونا۔
(فَحْشَآء) فَحُشَ، یَفْحُشُ، فُحْشٌ و فَحَاشَۃٌ (ك) بے حیا ہونا (فَحْشَآءُ = بہت بڑی بے حیائی)
(فَضْل) فَضَلَ، یَفْضُلُ، فَضْلٌ (س ن) بچ جانا۔ زیادہ کرنا (فَضْلٌ = احسان)
(وَاسِعٌ) وَسَعَ، یَوْسَعُ، وَسْعٌ (ف) وسعت دینا، زیادہ کر دینا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمدہ اور پاکیزہ مال خرچ کرنے کا حکم دیا تھا، لیکن عمدہ اور پاکیزہ مال دینا فطرتاً کچھ بار گذرتا ہے، طرح طرح کے وسوسے پیدا ہوتے ہیں، یہ تمام وسوسے شیطانی ہوتے ہیں، شیطان ڈراتا ہے کہ عمدہ مال اگر تم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دوگے تو پھر تمہارے پاس کیا رہے گا، تم مفلس ہو جاؤ گے، اس کے علاوہ وہ بے حیائی کی ترغیب بھی دیتا ہے، وہ دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں تم دوگے تو پھر بے حیائی کے کاموں پر خرچ کرنے کے لئے کیا بچے گا، زندگی کا لطف کس طرح حاصل کرسکو گے، اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو شیطان کی دشمنی سے متنبہ کر دیا، ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُورًا ۝

(النسآء - ۱۲۰)

شیطان لوگوں کو وعدہ دیتا ہے اور ان کو (طرح طرح کی) امیدیں دلاتا ہے حالانکہ شیطان کا وعدہ سوائے دھوکے اور فریب کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُورًا ۝

(بنی اسرآئیل - ۶۴)

شیطان جو وعدے بھی انسانوں سے کرتا ہے وہ سوائے دھوکا اور فریب کے اور کچھ نہیں ہوتے۔

شیطان کے فریب میں نہیں آنا چاہیئے، اس کے وعدے جھوٹے ہوتے ہیں، برخلاف اس کے اللہ تعالےٰ کے وعدے سچے ہوتے ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا) اللہ تعالےٰ مغفرت اور فضل وزیادتی کا وعدہ کرتا ہے، اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دوگے تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنی مغفرت سے بھی سرفراز فرمائیگا اور تم پر اپنا فضل وکرم بھی کرے گا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ وَمَآ أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

(سبا - ۳۹)

اے رسول، کہہ دیجئے کہ بے شک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے اور (اے لوگو) جو کچھ بھی تم (اللہ کے راستہ میں) خرچ کروگے اللہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالےٰ فاما من اعطی واتقی جزء ۲ ص۱۴۲ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فی المنفق والممسک جزء اول ص۳۰۴)

ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک اس طرح دعاء کرتا ہے "اے اللہ خرچ کرنے والے کو اور زیادہ دے" اور دوسرا اس طرح بددعا کرتا ہے "اے اللہ (ہاتھ) روکنے والے کے مال کو تلف کر دے"۔

الغرض اللہ تعالےٰ صدقات وخیرات کا ثواب دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی دے گا، وہ واسع ہے اس کے پاس مال ودولت کی کمی بھی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يَدُ اللّٰهِ مَلْأٰى لَا يَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اَرَءَيْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَغِضْ مَا فِيْ يَدِهٖ (صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالےٰ لما خلقت بیدیّ جزء ۹ ص۱۵ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی النفقۃ جزء اول ص۳۹۹ واللفظ للبخاری)

اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات اور دن خرچ کرنا اسے کم نہیں کرتا، کیا تم نے دیکھا (نہیں) کہ جو کچھ اس نے آسمان اور زمین کی پیدائش کے وقت سے اب تک خرچ کیا ہے تو اس نے جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اسے کم نہیں کیا۔

اللہ تعالےٰ کے وعدے سچے ہوتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالےٰ کے وعدوں پر کلّی اعتماد کر کے اللہ تعالےٰ کے راستے میں خوب خرچ کرنا چاہیئے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دل کھول کر خرچ کیجئے تاکہ اللہ تعالےٰ آپ کے مال میں برکت عطاء فرمائے، اللہ تعالےٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے ہاتھ نہ روکیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالےٰ بھی ہاتھ روک لے یا آپ کے مال کو تلف کر دے اور آپ ہاتھ ملتے رہ جائیں جس طرح باغ والے ہاتھ ملتے رہ گئے جنہوں نے آپس میں کہا تھا۔

اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ○ (نٓ - ۲۴)

آج تمہارے پاس کوئی مسکین نہ آنے پائے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ :-

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ○ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ○ (نٓ - ۱۹ و ۲۰)

ابھی وہ سو ہی رہے تھے کہ (راتوں رات) آپ کے ربّ کی طرف سے ایک آفت آئی، اور اس باغ کو ایسا کر دیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی (باغ اجڑ گیا اور وہ پھلوں سے محروم ہو گئے)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ (نٓ - ۳۳)

عذاب اس طرح آتا ہے، اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑا ہے کاش لوگ اس بات کو جان لیتے۔

الغرض اے لوگو، اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں نہ دینے سے تباہی آتی ہے، آپ تباہی سے بچنے کی کوشش کرتے رہیئے۔ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دیتے رہیئے تاکہ اللہ تعالےٰ آپ کو دیتا رہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسماءؓ سے فرماتے ہیں :-

لَا تُحْصِیْ فَیُحْصِیَ اللّٰہُ عَلَیْکِ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ جزء ۲ ص۱۴۰ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الانفاق جزء اوّل ص۳۱۱)

گن گن کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی گن گن کر دے گا۔

(اے لوگو) اگر آپ اللہ تعالےٰ کے راستے میں دیتے رہیں گے، تو اللہ تعالےٰ بھی آپ کو دیتا رہے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْکَ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی النفقہ جزء اول ص۳۹۹)

اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے: "اے ابن آدم (میرے راستہ میں) خرچ کر (اگر تو ایسا کرے گا تو) میں تجھ پر خرچ کروں گا۔"

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ
يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ
خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ
أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

ترجمہ اللہ جس کو چاہتا ہے حکمت و دانائی دیتا ہے اور (اے رسولؐ) جس کو حکمت و دانائی مل گئی تو اس کو خیر کثیر مل گئی، اور نصیحت تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو دانا و عقلمند ہوتے ہیں۔ (۲۶۹)

معانی و مصادر (حِكْمَة) حَكُمَ، يَحْكُمُ، حِكْمَةٌ (ك) حکیم ہونا، باحکمت ہونا۔
(يُؤْتِي، يُؤْتَ، أُوْتِيَ) أَتٰى، يُؤْتِي، إِيْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔
(كَثِيْرًا) كَثُرَ، يَكْثُرُ، كَثْرَةٌ وكَثَارَةٌ (ك) زیادہ ہونا۔
(يَذَّكَّرُ) إِذَّكَّرَ، يَذَّكَّرُ، إِذَّكُّرٌ (باب إِفْتَعُل) نصیحت حاصل کرنا۔
(اَلْبَاب) لَبِبَ، يَلْبَبُ، لُبٌّ ولَبَابَةٌ (س) عقلمند ہونا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ) اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے حکمت و دانائی عطا فرماتا ہے، اللہ تعالےٰ کے قوانین کے مطابق جو شخص بھی خلوص کے ساتھ جدّوجہد کرتا ہے، اللہ تعالےٰ اسے اُس کی جدّوجہد کا صلہ عطا فرماتا ہے مَنْ يَّشَآءُ سے یہی مراد ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (العنکبوت - ۶۹)

جو لوگ ہمارے (راستہ) میں جدّوجہد کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنے راستے بتا دیتے ہیں اور (خبردار ہو جاؤ کہ) اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جدّوجہد ہو، جدّوجہد میں خلوص ہو اور نیکیوں کی طرف رغبت ہو تو

اللہ تعالیٰ بھی ساتھ دیتا ہے، کوشش کرنے والے کی کوشش کو رائیگاں نہیں کرتا، بلکہ صراطِ مستقیم کی طرف اس کی رہنمائی کر دیتا ہے۔

حکمت کے معنیٰ دانائی، عقل و سمجھ بوجھ کے ہیں، جس شخص میں اتنی سمجھ بوجھ اور عقل و دانائی ہو کہ اپنے اخروی نفع و نقصان کو پہچان سکے، اور پھر نقصان سے بچ کر نفع حاصل کرنے کی کوشش کرے تو ایسا شخص انشاءاللہ آخرت میں ضرور کامیاب ہوگا، اسی لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا) اور جس شخص کو دانائی مل گئی تو اُسے خیر کثیر مل گئی اور یہ چیز بالکل ظاہر ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ اور اپنے اُخروی نفع و نقصان کی تمیز کی صلاحیت جس شخص کو مل گئی تو پھر آخرت میں اس کی کامیابی یقینی ہے اور اس کامیابی کے بعد پھر جنت کی تمام نعمتیں اس کے حصہ میں آجائیں گی، گویا دانائی کی بدولت ہی وہ شخص خیر کثیر کا مستحق ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَاحَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٍ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٍ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا (صحیح بخاری کتاب العلم و باب الاغتباط فی العلم و الحکمۃ جزء اوّل ص۲۸)۔

دو شخصوں کے علاوہ کسی اور پر رشک نہیں کرنا چاہیئے ایک تو وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا ہو اور پھر اُسے حق (کے کاموں) میں خرچ کرنے کی توفیق دی ہو اور ایک وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اس کے مطابق حکم دیتا ہو اور فیصلے کرتا ہو اور (دوسروں کو) اس کی تعلیم دیتا ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی علوم کی سمجھ بوجھ کو جس کے ذریعہ احکام الٰہی جاری کئے جائیں اور علوم دینیہ کی ترویج کی جائے حکمت کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (صحیح بخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیرًا جزء اوّل ص۲۷ و صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق جزء ۲ ص۱۶۲)

جس شخص کو اللہ خیر دینا چاہتا ہے اُسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔

یہ حدیث گویا اس آیت کی تفسیر ہے، مذکورۂ بالا دونوں احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دینی علوم میں سمجھ بوجھ حکمت ہے اور حکمت ایک خیر ہے، یہی وہ حکمت ہے جس کے ذریعہ وعظ و نصیحت کارگر ہوتی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ (اے رسول) اپنے رب کے راستہ کی طرف (لوگوں کو)

(النحل - ۱۲۵) حکمت کے ساتھ بلاؤ۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ) نصیحت تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو اہل دانش ہیں، جو دانشمندی اور دینی سمجھ بوجھ کے ساتھ اپنی اخروی فلاح و بہبود کا فکر کرتے ہیں اور اس فکر کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے رہتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ ○ نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو اہل عقل ہیں۔

(آل عمران - ۷)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ○ نصیحت تو عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔

(الرعد - ۱۹) (الزمر - ۹)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ○ (اے رسولؐ)، یہ کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے (بڑی) بابرکت ہے (اس کو ہم نے اس لئے نازل کیا ہے) تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر تدبر و تفکر کریں اور اہل دانش نصیحت حاصل کریں۔

(ص - ۲۹)

جن لوگوں میں دینی سمجھ بوجھ اور عقبیٰ کا فکر ہوتا ہے وہی درحقیقت نصیحت حاصل کرتے ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ○ بے شک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔

(الزمر - ۲۱)

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں اہل عقل کی علامتیں بھی بتائی ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ○ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا، سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ رَبَّنَا إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ○ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اہل دانش کے لئے نشانیاں ہیں یعنی ان لوگوں کے لئے جو اللہ کا ذکر کھڑے، بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) کرتے رہتے ہیں، جو آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں، جو اس طرح کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب، تو نے یہ تمام چیزیں بیکار نہیں بنائیں تو (لغو کام کرنے سے) پاک ہے (یہ ہماری آزمائش کے لئے ہیں، ہمیں آزمائش میں کامیاب کر) اور

ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○
رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ○

(آل عمران - ۱۹۰ تا ۱۹۴)

ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا، اے ہمارے ربّ جس کو تو نے دوزخ میں داخل کر دیا تو بس تو نے اُسے رسوا کر دیا اور (وہاں) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ اے ہمارے ربّ ہم نے ایک منادی کو ایمان کی دعوت دیتے ہوئے سنا (وہ کہہ رہا تھا) کہ اپنے ربّ پر ایمان لاؤ، ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے ربّ، ہمارے گناہوں کو معاف کر دے، ہماری برائیوں کو مٹا دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ پورا پورا اجر دے، اور اے ہمارے ربّ جن چیزوں کا تو نے اپنے رسولوں کے توسط سے وعدہ کیا ہے وہ ہمیں عطا فرما، اور ہمیں قیامت کے دن رسوائی سے بچا، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ اہل عقل وہ ہیں جو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں، جن کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف دامن گیر رہتا ہے، جو فکرِ آخرت میں گھلے جاتے ہیں، درحقیقت یہی لوگ ہیں جن پر نصیحت اثر کرتی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو آخرت کے ڈر سے فوراً نصیحت پر عمل کرنے لگتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ
اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ
وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

(الزمر - ۱۷ و ۱۸)

(اے رسول) میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو جب کوئی کلام سنتے ہیں تو اس کی اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقلمند ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل عقل وہ ہیں جو نیک عمل کرتے ہیں، اہل عقل وہ ہیں جو ہدایت یاب ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ○

(الطلاق - ۱۰)

اے عقل والو، (یعنی اے وہ لوگو) جو ایمان لے آئے ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نصیحت نازل کر دی ہے (اس نصیحت پر چلتے رہو)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عقلمند وہی ہیں جو ایمان والے ہیں۔

الغرض، جو عقلمند ہوگا اور جس میں دینی سمجھ بوجھ ہوگی وہ آخرت کی فکر میں رہے گا، پھر وہ ایمان بھی لائیگا نیک عمل بھی کرے گا اور ہر وقت اللہ تعالےٰ سے ڈرتا رہے گا، نصیحت ایسے ہی لوگ حاصل کرتے ہیں نہ کہ وہ لوگ جن میں نہ سوجھ بوجھ عقل ہو، اور نہ جن کے دلوں میں فکرِ آخرت ہو۔ ظاہر ہے کہ جس کو فکرِ آخرت

اور صحیح دینی سمجھ نہیں وہ کیا نصیحت حاصل کرے گا۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیئے۔ دینی سمجھ بوجھ اور مؤمنانہ فراست اپنے اندر پیدا کیجئے، آخرت کی فکر کو نہ بھلایئے، صحیح ایمان پیدا کیجئے، نیک عمل کرتے رہیئے، اور ذکر الٰہی میں مستغرق رہیئے، ایسی ہی صورت میں قرآن و حدیث کی نصیحتیں آپ کے لئے مفید ہو سکتی ہیں، اور اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے کہ جنت کی خیر کثیر حاصل کرنے کے لئے حکمت، دینی سمجھ بوجھ اور فکر آخرت بڑی ضروری چیز ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ
مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ وَ
مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اور جو کچھ تم نذر مانتے ہو اللہ کو اس کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ (لہٰذا خلوص نیت سے خرچ کیا کرو، اور خلوص نیت سے نذر مانا کرو، جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ ظالم ہیں) اور (قیامت کے دن) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ (۲۷۰)

معانی ومصادر (نَذَرَ تُمْ) نَذَرَ، يَنْذِرُ، نَذْرٌ و نُذُوْرٌ (ض ن) نذر ماننا، کسی غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینا۔

(اَنْصَار) نَصَرَ، يَنْصُرُ، نَصْرٌ (ن) مدد کرنا۔

تفسیر اوپر کی آیات میں اللہ تعالےٰ نے خرچ کرنے کی ترغیب دی اور ان شرائط کو بھی بیان کیا جن کی موجودگی میں صدقات قبول ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں سب سے بڑی شرط یہ بیان کی کہ دیتے وقت ریاء کاری کی نیت نہ ہو، خالص طور پر صرف اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور رضاجوئی کے لئے خرچ کرے اسی خلوص نیت پر زور دیتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے آیت زیر تفسیر میں فرمایا کہ جو کچھ تم خرچ کروگے یا جو کچھ تم نذر مانوگے (فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ) تو اللہ تعالےٰ کو تمہاری نیت کا علم ہو جائیگا، پھر جزا و سزا کا فیصلہ تمہاری نیت کے مطابق ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰى
(صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور، باب النیۃ فی الایمان جزء ۸ ص ۱۷۵ و صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیۃ جزء ۲ ص ۱۵۸)

بے شک تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے لہٰذا ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔

اللہ تعالےٰ کے ہاں خلوص نیت ہی پہنچتا ہے اور اسی کے ذریعہ اعمال قبول ہوتے ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔
(الحج - ۳۷)

اللہ (تعالےٰ) کے ہاں قربانی کے جانوروں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے، اس کے ہاں تو تمہارے (دل کا) تقویٰ پہنچتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم ظلم المسلم جزء ۲ ص ۳۲۴)

بے شک اللہ تمہارے چہروں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا، وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے (اور ایک روایت میں ہے کہ) آپ نے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلوص نیت کا مقام دل ہے، اور جب تک دل میں خلوص اور تقویٰ نہ ہو اعمال درجۂ قبولیت کو نہیں پہنچتے۔

نذر کسی ایسی چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینے کو کہتے ہیں، جو پہلے سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے واجب نہ ہو مثلاً کسی خوشی کے موقع پر اگر کوئی شخص بطور شکرانہ کے یہ نذر مانے کہ میں اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کے لئے فلاں وقت مسجد حرام میں جا کر اعتکاف کروں گا تو اب اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہوگا یا خوشی کے موقع پر یہ نذر مانے کہ میں بطور شکرانہ کے اتنا مال اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خیرات کروں گا، تو اب اتنا مال خیرات کرنا اس پر ضروری ہوگا، لیکن اس قسم کی نذر کہ اگر اللہ تعالےٰ نے میرا فلاں کام کر دیا تو میں اللہ تعالےٰ کے نام اتنا مال دوں گا، نہ ماننے اس قسم کی نذر لایعنی اور ممنوع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَنْذِرُوْا فَاِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْقَدَرِ شَيْئًا وَاِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ (صحیح مسلم عن ابی ہریرۃؓ کتاب النذر باب النہی عن النذر جزء ۲ ص ۱۷)

نذر نہ مانا کرو اس لئے کہ نذر تقدیری امور میں کچھ بھی نفع بخش نہیں، بس اس سے اتنا ہوتا ہے کہ بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ اِنَّهٗ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَّلٰكِنَّهٗ يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ (صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور باب الوفاء بالنذر جزء ۲ ص ۱۸۶ و صحیح مسلم کتاب النذر باب النہی عن النذر جزء ۲ ص ۱۷ واللفظ للبخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا۔ آپ نے فرمایا: نذر (تقدیری امور میں سے) کسی بھی چیز کو ٹال نہیں سکتی، البتہ اس کے ذریعہ بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔

نوٹ:۔ نذر کے جملہ مسائل ہم انشاءاللہ سورۂ دہر کی آیت ۷ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

الغرض صدقات وخیرات ہوں یا نذر ومنت ہو اللہ تعالےٰ کو نیتوں کا علم ہوتا ہے، اگر نیت میں خالص اللہ تعالےٰ کی رضاجوئی کا ارادہ نہ ہو تو یہ تمام صدقات وخیرات اور نذریں رائگاں ہوجاتی ہیں، بلکہ ایک قسم کا شرک لازم آتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ (صحیح مسلم کتاب الزھد باب من اشرک فی عملہ غیر اللہ جزء۲ ص۵۹۳)

میں تمام شرکاء سے زیادہ شرک سے بیزار ہوں جس نے ایسا کوئی عمل کیا کہ اس نے اس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو بھی شریک کرلیا تو میں اس کو بھی چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے شرک کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔

الغرض ریاء کاری ایک قسم کا شرک ہے اور شرک سب سے بڑا ظلم ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ (لقمٰن - ۱۳)

(لقمٰن نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا) بے شک شرک (بہت) بڑا ظلم ہے۔

الغرض جو لوگ اپنے صدقات میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں یا صدقات دوسروں کے نام دیتے ہیں، یا ریاء کاری کرتے ہیں یا اللہ تعالےٰ کے علاوہ دوسروں سے منتیں مانگتے ہیں، اور دوسروں کی نذر کرتے ہیں یہ سب ظلم کر رہے ہیں، (وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ) قیامت کے روز ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا جو شرک کی سزا سے ان کو بچا سکے یا ان کی حمایت کر سکے۔

عمل

اے لوگو، تمام خیراتیں اور تمام نذریں خالص اللہ تعالےٰ کی رضاجوئی کے لئے کیجئے، ریاء کاری کا کوئی شائبہ بھی آپ کے کسی عمل میں نہیں آنا چاہیئے ورنہ آپ کے تمام اعمال بیکار ہوجائیں گے۔

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ
وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَآءَ
فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن
سَيِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) اگر تم صدقات کو علانیہ طور پر دو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر پوشیدہ طور پر فقراء کو دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے، (ان صدقات کے ذریعہ) اللہ تمہاری برائیوں کو دور کردے گا اور (یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ تمہارے صدقات ضائع نہیں ہوگے اس لئے کہ) اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے (وہ ضرور تمہیں ان کی جزا دے گا)۔ ﴿۲۷۱﴾

معانی ومصادر (تُبْدُوا) اَبْدٰی، یُبْدِیْ، اِبْدَاءٌ (باب افعال) ظاہر کرنا۔
(نِعِمَّا) نَعِمَ، یَنْعَمُ و نَعَمَ، یَنْعَمُ، نَعْمَةٌ ومَنْعَمٌ (س وف ون) اچھا ہونا، خوشحال ہونا، (نِعِمَّا: نِعْمَ مَا - نِعِمَّا هِيَ = نِعْمَ مَا هِيَ = اچھی چیز ہے وہ)۔
(تُخْفُوْا) اَخْفٰی، یُخْفِیْ، اِخْفَاءٌ (باب افعال) چھپانا۔
(فُقَرَآء) فَقُرَ، یَفْقُرُ، فَقَارَةٌ (ك) محتاج ہونا۔
(یُکَفِّرُ) کَفَّرَ، یُکَفِّرُ، تَکْفِیْرٌ (باب تفعیل) چھپانا، کافر کہنا، مٹا دینا، دور کردینا، کفارہ ادا کرنا۔
(سَیِّاٰت) سَآءَ، یَسُوْءُ، سَوْآءٌ (ن) برا ہونا، (سَیِّئَةٌ = برائی، اس کی جمع سَیِّاٰت ہے)
(خَیْرٌ) خَارَ، یَخِیْرُ، خَیْرٌ (ض) بہتری کرنا، خیر والا ہونا (خَیْرٌ = بہتر، یہ اسم تفضیل اَخْیَرُ کا مخفف ہے، بہتری، مال)
(خَبِیْرٌ) خَبُرَ، یَخْبُرُ و خَبَرَ، یَخْبَرُ، خُبْرٌ وخِبْرَةٌ ومَخْبُرَةٌ (ك ف) جاننا، کسی چیز کی حقیقت و کُنہ سے واقف ہونا۔

تفسیر

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے صدقہ دینے کے دو طریقے بتائے :۔

(۱) علانیہ صدقہ دینا ۔
(۲) چھپا کر صدقہ دینا ۔

ان دونوں کو اللہ تعالےٰ نے اچھا بتایا، اگرچہ چھپا کر دینے کو بہتر بتایا ۔

اللہ تعالیٰ نے علانیہ اور خفیہ خرچ کرنے کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ کیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ○ (فاطر - ۲۹)

بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ضائع نہیں ہوگی ۔

اگرچہ علانیہ خرچ کرنا بھی اچھا اور باعث اجر ہے بشرطیکہ ریاءکاری کی نیت نہ ہو لیکن پوشیدہ طور پہ خرچ کرنا بہتر ہے، آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ کہہ کر اسی طرف اشارہ فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ ..... وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ بالیمین جزء ۲ ص ۱۳۸ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل اخفاء الصدقۃ جزء اول ص ۳۱۲)

سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس دن سوائے اسکے سایہ کے کہیں سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہے کہ جب وہ کوئی صدقہ دیتا ہے تو اس کو اتنا چھپا کر دیتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو نہیں معلوم ہوتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے یہ بھی فرمایا (وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ) کہ صدقہ خفیہ دو اور فقراء کو دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، فقراء کی تعریف کرتے ہوئے ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۔ (البقرۃ - ۲۷۳)

(تمہارے صدقات خاص طور پر اُن) فقراء کے لئے ہونے چاہئیں جو اللہ کے راستے میں روک لئے جاتے ہیں، (روزی کمانے کے لئے) وہ ملک میں کہیں آجا نہیں سکتے (وہ کسی سے سوال بھی نہیں کرتے اور) سوال نہ کرنے کی وجہ سے جاہل سمجھتا ہے کہ وہ مالدار ہیں ۔

اللہ تعالےٰ کے راستہ میں روکے جانے والے عموماً دو ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، مجاہد اور طلباء یہ لوگ

کسب معاش کے لئے وقت نہیں نکال سکتے، ان کے تمام اوقات اللہ تعالےٰ کے لئے وقف ہوتے ہیں، وہ اتنے خود دار ہوتے ہیں کہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو خاص طور پر کچھ نہ کچھ دیتے رہنا چاہیئے اور کیونکہ وہ خود دار ہوتے ہیں لہٰذا ان کو علانیہ دینے کے بجائے خفیہ طور پر دینا چاہیئے تاکہ ان کی خودداری میں فرق نہ آئے۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ) اگر تم فقراء کے جذبۂ خودداری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کو خفیہ طور پر اس طرح دو گے کہ اُن کی عزت برقرار رہے، ان کی محتاجی کا پردہ فاش نہ ہو تو اللہ تعالےٰ اس کے صلہ میں یہ کرے گا کہ تمہارے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا، اور تمہاری خطاؤں کو معاف کر دے گا، اور یہ نہ سمجھ لینا کہ خفیہ طور پر دینے سے تمہارے صدقات ضائع ہو جائیں گے نہیں (وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) اللہ تعالےٰ کو تمہارے تمام صدقات کا علم ہوتا ہے، خواہ تم علانیہ صدقہ دو یا پوشیدہ، اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ہوتا۔

عمل

اے لوگو، علانیہ بھی صدقہ دیتے رہیئے اور پوشیدہ طور بھی صدقہ دیتے رہیئے، البتہ پوشیدہ صدقہ دینا بہتر ہے، اس لئے کہ اس میں ریاکاری کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔ اور لینے والے کا جذبۂ خودداری مجروح نہیں ہوتا۔

علانیہ صدقہ اس لئے اچھا ہے کہ اس سے دوسروں کو ترغیب ہوتی ہے۔

ان فقراء کو جو اپنی خودداری کی وجہ سے اپنی محتاجی کو کسی پر ظاہر نہیں کرتے خفیہ طور پر ہی دیجئے آپ ان کی محتاجی پر پردہ ڈالیئے، اللہ آپ کے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا، اور آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا
مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا
تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ
اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۲۷۲

ترجمہ (اے رسول) ان لوگوں کو ہدایت کے راستہ پر چلا دینا آپ کی ذمہ داری نہیں (اور نہ یہ آپ کے اختیار میں ہے) البتہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کے راستہ پر چلا سکتا ہے (اُسے ہر قسم کی قدرت ہے) اور (اے ایمان والو) جو مال بھی تم خرچ کرو گے تو اس کا فائدہ تم ہی کو پہنچے گا، (اللہ تمہارے صدقات وخیرات کا محتاج نہیں، اس کو تو تمہارے دل کا تقویٰ اور خلوص نیت مطلوب ہے) لہٰذا جو کچھ تم خرچ کرو تو صرف اللہ کی رضا جوئی کے لئے (خرچ کرو) اور (یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اسی صورت میں تمہیں فائدہ پہنچے گا، اور اسی صورت میں) جو مال تم خرچ کرو گے تو تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور تم پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (۲۷۲)

معانی ومصادر (هُدٰى) هَدٰى، يَهْدِيْ، هُدًى وهُدًى وهِدْيَةٌ وهِدَايَةٌ (ض) راستہ بتانا، راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچانا۔

(وَجْه) وَجَهَ، يَجِهُ، وَجْهٌ (ض) وجیہ ہونا (وَجْهٌ: قصد، نیت، رضا، رضوان)۔

(یُوَفَّ) وَفّٰی، یُوَفِّیْ، تَوْفِیَۃٌ (باب تفعیل) پورا پورا دینا۔

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں :۔

كَانُوا يَكْرَهُونَ اَنْ يَرْضَخُوا لِاَنْسَابِهِمْ وَهُمْ مُشْرِكُونَ فَنَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ حَتّٰى بَلَغَ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ قَالَ فَرَخَّصَ لَهُمْ (رواہ ابن جریر ج ۳ ص۱۴ و رجالہ رجال الصحیح۔ الصحیح المسند من اسباب النزول لمقبل بن ھادی الوادعی ص۲۳ و رواہ الحاکم وسندہٗ صحیح المستدرک ج۲ ص۲۸۵)

صحابہؓ اپنے مشرک رشتہ داروں کو دینے سے کراہت کرتے تھے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ ..... الخ اللہ نے مشرکوں کو دینے کی اجازت دی۔

تفسیر

ہدایت کے دو معنیٰ ہیں :۔

(۱) راستہ بتانا،

(۲) راستہ پر چلا کر منزل مقصود پر پہنچانا۔

ان دونوں معنوں کی تفصیل سورۂ فاتحہ کی آیت ۵ کی تفسیر میں ص پر ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے معنوں کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً ہادی ہیں آپ صراط مستقیم کی نشاندہی کرتے ہیں، آپ ہی کا بتایا ہوا راستہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ راستہ ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (الشوریٰ - ۵۲)

(اے رسول) بے شک آپ سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

ان ہی معنوں میں اللہ تعالےٰ نے ہر نبی کو ہادی بنا کر بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ○ (الرعد - ۷)

اور (ہم نے) ہر قوم کے لئے ہادی (بھیجا)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ (الانبیاء - ۷۳)

ہم نے ان (نبیوں) کو امام بنایا تھا، وہ ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت کا راستہ بتاتے تھے۔

دوسرے معنوں کے لحاظ سے صرف اللہ تعالےٰ ہی ہادی ہے، وہی صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق دیتا ہے، وہی سیدھے راستہ پر چلاتا ہے اور پھر وہی منزل مقصود پر پہنچاتا ہے۔ وہی دلوں کا پھیرنے والا ہے، کوئی اور دلوں کو نہیں پھیر سکتا، عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

كَانَتْ يَمِيْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ (صحیح بخاری کتاب الایمان)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (بسا اوقات) اس طرح قسم کھاتے تھے "دلوں کو پھیرنے والے

والنذور باب كيف كانت يمين النبي صلى الله عليه وسلم جزء ۸ ص۱۶۰)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَاحِدٍ يُصَرِّفُهُ حَيْثُ شَاءَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ (صحیح مسلم کتاب القدر باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب جزء۲ ص۴۵۷)

بنی آدم کے قلوب اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان اس طرح ہیں جس طرح ایک دل وہ جدھر چاہتا ہے دل کو پھیر دیتا ہے، پھر آپ نے اس طرح دعا کی: "اے اللہ، اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی فرمانبرداری کی طرف پھیر دے"

دلوں کو پھیر کر ہدایت کی طرف لے آنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ۔ (القصص - ۵۶)

(اے رسول) آپ جس کو چاہیں ہدایت پر نہیں چلا سکتے، البتہ اللہ جس کو چاہے ہدایت پر چلا سکتا ہے۔

الغرض دلوں کا پھیرنا صحیح راستہ پر لے آنا اور اس پر چلانا اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، یہ باتیں کسی انسان کے بس میں نہیں ہیں لہٰذا کسی انسان پر یہ ذمہ داری ڈالی بھی نہیں جا سکتی کہ وہ دوسرے کو صحیح راستہ پر لے آئے اور صحیح راستہ پر چلائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ (لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ) اے رسول، یہ آپ کے فرائض میں سے نہیں کہ آپ لوگوں کو سیدھے راستہ پر لے آئیں پھر انہیں سیدھے راستہ پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچائیں، آپ پر یہ ذمہ داری ڈالی بھی کیسے جا سکتی ہے جبکہ یہ چیز آپ کے اختیار میں نہیں، آپ تو بس نصیحت کرتے رہیں، آپ نصیحت کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ○ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ○

(هل اتاك حديث الغاشية - ۲۱ و ۲۲)

(اے رسول) آپ نصیحت کرتے رہیں، آپ تو بس نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں (کہ ان کو ہدایت پر لانا آپ کی ذمہ داری ہو)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَلٰكِنَّ اللهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت پر لا سکتا ہے، یہ اسی کا کام ہے، اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کیا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ يَهْدِ اللهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِي۔ (الاعراف - ۱۷۸)

جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلِ اللهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ۔ (یونس - ۳۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یُّرِیْدُ ○ (الحج - ۱۶)

بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

الغرض ہدایت دینا اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے، اس کا چاہنا اس کی مشیت ہے اور یہ مشیت اس کے قوانین ہدایت کا دوسرا نام ہے، اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے کہ جس کو چاہے بغیر کسی وجہ کے ہدایت دے اور جس کو چاہے بغیر کسی وجہ کے گمراہ کر دے، جو شخص بھی اس کے قوانین ہدایت کے مطابق ہدایت طلب کرتا ہے، اللہ تعالےٰ اس کو ہدایت دیتا ہے اور جو شخص اس کے قوانین ہدایت سے سرکشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا یعنی دوسرے لفظوں میں اُسے گمراہ کر دیتا ہے یا گمراہ رہنے دیتا ہے، لہٰذا کسی شخص کو گمراہ کر دینے سے اللہ تعالےٰ پر کوئی الزام نہیں آتا اور نہ بندہ اپنے گمراہ رہنے کی ذمہ داری اللہ تعالےٰ پر ڈال سکتا ہے، سب کچھ اللہ تعالےٰ کے مقررہ قوانین و مشیت کے مطابق ہو رہا ہے، لہٰذا جو شخص بھی اس کے قوانین ہدایت پر چلتا ہے، اللہ تعالےٰ اس کو توفیق دیتا ہے اور وہ شخص ہدایت کو پا لیتا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ ○ (الرعد - ۲۷)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دے دیتا ہے۔

یہ رجوع اور انابت الی اللہ ہی وہ چیز ہے جو صراط مستقیم پر پہنچانے کا ذریعہ اور ہدایت کا سبب بنتی ہے اور اس سبب کا حاصل کرنا ہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ یُّضِلُّ۔ (النحل - ۳۷)

اللہ اُسے ہدایت نہیں دیتا جس کو وہ خود گمراہ کر دے۔

اس آیت میں گمراہ کرنے سے مراد یہی ہے کہ جو شخص وہ ذرائع اور وسائل اختیار نہ کرے جو حصول ہدایت کے لئے ضروری ہیں بلکہ ان سے راہِ فرار اختیار کرے تو پھر مشیت الٰہی کے عین مطابق وہ گمراہ رہتا ہے اور اپنی گمراہی کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔

الغرض ہدایت کے ذرائع اور وسائل کو حاصل کرنا یا نہ کرنا ہی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کا چاہنا ہے لہٰذا "اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے" کا مطلب یہ ہے جو شخص ان ذرائع اور وسائل کو اختیار نہیں کرتا، اللہ تعالےٰ اُسے گمراہ رکھتا ہے۔

ہدایت کے اٹل قانون کی طرف متوجہ کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے پھر انفاق فی سبیل اللہ کے اسی مضمون کی طرف عود کیا جس کا ذکر گذشتہ آیات میں چل رہا تھا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِکُمْ

جو مال بھی تم خرچ کرو گے تو اس کا فائدہ تم ہی کو پہنچے گا لہٰذا خلوص نیت کے ساتھ بہترین مال خرچ کرتے رہو تاکہ بہترین بدلہ تم کو مل سکے، یہ خیال نہ کرو کہ تم کسی کو مال دے کر اس کے دل کو پھیر دو گے، اور وہ ہدایت قبول کر لے گا یا تم کسی کو مال نہ دے کر اس کو مضطر کر دو گے اور وہ پریشان ہو کر ہدایت قبول کر لے گا، اس کی کوئی حقیقت نہیں اور کیونکہ کافروں کو صحیح راستہ پر لانا تمہاری ذمہ داری نہیں لہٰذا ان کو اس نیت سے مال نہ دینا کہ پریشان ہو کر اسلام قبول کر لیں گے، ٹھیک نہیں ان کو مال دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، بدستور دے سکتے ہو، اور دل کا پھیرنا اور ہدایت دینا تو یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، تم خواہ کسی کو بھی دو، تمہاری نیت یہ ہونی چاہیئے کہ تم اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے دے رہے ہو، اگر تمہاری یہ نیت ہوگی تو (یُوَفَّ اِلَیْکُمْ) تمہیں پورا پورا اجر مل جائیگا (وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ) تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا، اور نہ تمہارے اجر میں سے کسی قسم کی کمی کی جائے گی۔

عمل

اے لوگو، کسی کو راہ راست پر لانا آپ کی ذمہ داری نہیں، یہ نہ سمجھیئے کہ کسی کو راہِ راست پر لے آنا آپ کے اختیار میں ہے، آپ کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے، راہ راست پر لے آنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، آپ اپنا کام کرتے رہیئے اور نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیجئے۔

اے لوگو، جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کے نام دیتے ہیں۔ یہ آپ کے اپنے فائدے کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی فائدہ نہیں، اگر آپ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام پر کوئی صدقہ دیتے ہیں، تو آپ کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، اگر آپ کسی اور کو خوش کرنے کے لئے یا نام و نمود کے لئے دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے لئے کوئی اجر و ثواب نہیں۔

ضرورت مند کافروں سے مال نہ روکیئے، ان کو مال نہ دے کر انہیں اسلام لانے پر مجبور نہ کیجئے، اسلام کے سلسلہ میں جبر و اکراہ کی اجازت نہیں۔ کافروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے خوش کرنے کے لئے دیجئے، بشرطیکہ وہ آپ سے دین کے معاملہ میں نہ لڑیں، اور نہ آپ کو آپ کے گھروں سے نکالیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○ (الممتحنۃ - ۸)

جو (کافر) نہ تو تم سے دین کے معاملہ میں لڑتے ہیں اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالتے ہیں اللہ ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا
فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ
اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ، تَعْرِفُهُمْ
بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ
اِلْحَافًا، وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾

ترجمہ (تمہارے صدقات خاص طور پر اُن) فقراء کے لئے ہونے چاہئیں جو اللہ کے راستہ میں روک لئے جاتے ہیں، (روزی کمانے کے لئے) وہ ملک میں کہیں آجا نہیں سکتے، (وہ کسی سے سوال بھی نہیں کرتے اور) سوال نہ کرنے کی وجہ سے جاہل یہ سمجھتا ہے کہ وہ مالدار ہیں (حالانکہ وہ مالدار نہیں ہوتے) وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال بھی نہیں کرتے (کہ ان کے اس فعل سے ہی ان کو پہچان لیا جائے، البتہ اے رسول) آپ ان کو ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہیں، (اے ایمان والو) جو مال بھی تم خرچ کروگے (تو وہ ضائع نہیں ہوگا) وہ اللہ کے علم میں ہوگا (اور اللہ اس کا اجر دے گا) ﴿۲۷۳﴾

معانی ومصادر

(اُحْصِرُوْا) اَحْصَرَ، یُحْصِرُ، اِحْصَارًا (ن) روک لینا، قید کرلینا، (ضَرْبًا) ضَرَبَ، یَضْرِبُ، ضَرْبٌ (ض) ملنا، مارنا، بیان کرنا، سکہ بنانا، واجب کرنا، تجارت یا جہاد کے لئے نکلنا۔
(یَحْسَبُ) حَسِبَ، یَحْسَبُ، حِسْبَانٌ، ومُحْسِبَةٌ (س ح) گمان کرنا۔
(جَاهِلٌ) جَهِلَ، یَجْهَلُ، جَهْلٌ وجَهَالَةٌ (س) نہ جاننا، جاہل ہونا۔
(اَغْنِیَآءَ) غَنِیَ، یَغْنٰی، غِنًی وغَنَاءٌ وغُنْیَانٌ (س) مالدار ہونا۔
(تَعَفُّفٌ) تَعَفَّفَ، یَتَعَفَّفُ، تَعَفُّفٌ (باب تفعّل) ناجائز یا نامناسب بات سے رکنا یا رک جانا۔
(تَعْرِفُ) عَرَفَ، یَعْرِفُ، عِرْفَةٌ وعِرْفَانٌ ومَعْرِفَةٌ (ض) پہچاننا۔
(بِسِیْمَا) سَامَ، یَسُوْمُ، سَوْمٌ (ن) مال دکھانا وسودا کرنا (سِیْمَا: علامت، ہیئت)
(اِلْحَافًا) اَلْحَفَ، یُلْحِفُ، اِلْحَافٌ (باب افعال) سوال میں چمٹ جانا، الحاح کرنا۔ (لَحَفَ، یَلْحَفُ، لَحْفٌ (ف) لحاف سے ڈھانکنا)۔

تفسیر

یہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے راستے میں روکے جانے والے عموماً مجاہد اور طلباء ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ) خاص طور پر انہی لوگوں کے لئے اپنے صدقات وخیرات کو وقف کردو، خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کو دو اس لئے کہ یہ لوگ خاص طور پر صدقات کے مستحق ہیں، ایک تو اس وجہ سے کہ (لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ) یہ لوگ اپنے کاروبار کے سلسلہ میں کہیں آجا نہیں سکتے، تمام اوقات کو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں وقف کر دیتے ہیں، نہ مجاہد میدان جنگ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ طلباء مدرسہ چھوڑ سکتے ہیں دوسری وجہ ان کے مستحق ہونے کی یہ بھی ہے کہ تَعَفُّف، پاس عزت اور خودداری کی وجہ سے (لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا) یہ لوگ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔ (یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ) ان کی اس خودداری کی وجہ سے نادان لوگ انہیں مالدار سمجھتے ہیں حالانکہ وہ مالدار نہیں ہوتے (تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْ) تم انہیں ان کی ہیئت وعلامت اور ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہو کہ یہ ضرورت مند ہیں لہٰذا ان کو پہچان کر بغیر ان کے سوال کئے ان کو دیتے رہو (وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ) اور جو مال تم ان کو دوگے یا کسی اور کو دوگے وہ ضائع نہیں ہوگا۔ وہ اللہ تعالےٰ کے علم میں ہوگا، اور اللہ تعالےٰ ضرور تمہیں اس کا اجر دے گا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے،

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○

جو مال تم خرچ کروگے تو (اس کا ثواب) تمہیں پورا پورا دیا جائے گا۔ اور تم پر (کسی قسم کا) ظلم نہیں ہوگا۔

(البقرة - ۲۷۲)

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دیتے رہیئے، خاص طور پر ان لوگوں کو دیجئے جو اللہ تعالیٰ کے دین کے کاموں میں مشغول ہیں، انہیں کمانے کا وقت نہیں ملتا۔

اے لوگو، اگر آپ محتاج ہیں، ضرورت مند ہیں تو حتی الامکان سوال سے بچنے کی کوشش کیجئے، اللہ تعالےٰ نے سوال سے بچنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ
وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ
اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

ترجمہ جو لوگ اللہ کے راستہ میں رات اور دن پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے لئے ان کا اجر و ثواب ان کے ربّ کے پاس (محفوظ) ہے، انہیں (قیامت کے دن) نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿۲۷۴﴾

معانی و مصادر (سِرًّا) اَسَرَّ، يُسِرُّ، اِسْرَارٌ (باب افعال) چھپانا (سِرٌّ = بھید) (عَلَانِيَةً) عَلَنَ، يَعْلُنُ، عَلَنٌ و عَلَانِيَةٌ و عُلُوْنٌ (ض، ن، ك س) ظاہر کرنا۔
(يَحْزَنُوْنَ) حَزِنَ، يَحْزَنُ، حَزَنٌ (س) غمگین ہونا۔

تفسیر صدقات و خیرات کے سلسلہ میں متعدد آیات اوپر گذریں، آیت زیر تفسیر صدقات و خیرات کے سلسلہ میں اس مقام پر آخری آیت ہے، اس آیت میں صدقات و خیرات کی فضیلت کا ایک مختصر اور بہت جامع بیان ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستہ میں دن اور رات، علانیہ اور خفیہ خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں (بڑا) اجر و ثواب ہے، قیامت کے دن ایسے لوگوں کو نہ خوف ہوگا اور نہ کوئی غم ہوگا، اس مضمون کو اللہ تعالےٰ نے جگہ جگہ بیان کیا ہے، مثلاً اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

(عقلمند وہ لوگ ہیں) جو اپنے رب کی رضاء کی خاطر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو کچھ ہم

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ
السَّيِّئَةَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ○
(الرعد - ۲۲)

نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں اور برائی کو نیکی سے دور کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا گھر ہے (یعنی جنت انہی لوگوں کے لئے ہے)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ
وَلَا خِلٰلٌ ○
(ابراھیم - ۳۱)

(اے رسول) میرے مؤمن بندوں سے کہہ دیجئے کہ نماز قائم کریں، اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے رہیں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی (کام آئے گی)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا
وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ
تَبُوْرَ ○ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ
مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○
(فاطر - ۲۹ و ۳۰)

جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ضائع نہیں ہوگی، اس لئے کہ اللہ ان کو ان کا پورا اجر دیگا اور اپنے فضل سے اور بھی زیادہ کر دے گا، اللہ (بڑا) بخشنے والا اور (بڑا) قدردان ہے (وہ گناہوں کو معاف کرتا رہتا ہے اور نیکیوں کی قدر کرتا ہے، ان کی ناقدری نہیں کرتا)۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دن اور رات خرچ کرتے رہیئے، علانیہ بھی دیجیئے، لیکن ریاکاری کی نیت سے نہیں اور خفیہ طور پر بھی دیجیئے اور ثواب کے امیدوار رہیئے۔

اے لوگو، زکوٰۃ کے علاوہ تمام صدقات میں مندرجہ ذیل احکام الٰہی کی پابندی کیجیئے۔

صدقات کے متعلق احکامات الٰہی

صدقات کے متعلق مندرجہ ذیل احکام گذر چکے ہیں:۔

(۱) جس مال میں سے اللہ تعالےٰ نے صدقہ دینے کا حکم دیا ہے اس مال کے متعلق یہ عقیدہ رکھیئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کا دیا ہوا ہے۔ (البقرۃ-۳)۔

(۲) اقرباء، یتامٰی، مساکین، مسافر، سائلین کو دیتے رہیئے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اپنا مال خرچ کرتے رہیئے (البقرۃ-۱۷۷ و ۲۱۵)۔

(۳) اقرباء میں سب سے زیادہ حق ماں باپ کا سمجھیئے، ماں اور باپ میں سے ماں کا حق باپ سے تین درجہ زیادہ سمجھیئے (البقرۃ-۲۱۵ واحادیث برصـ۷۶۱)۔

(۴) سب سے پہلے اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کیجئے، پھر اقرباء پر پھر دوسرے لوگوں پر خرچ کیجئے (تفسیر البقرۃ صـ۲۱۵ واحادیث برصـ۷۶۱)۔

(۵) شوہر اور شوہر کے بچوں کو دینا جائز ہے، اس میں دوہرا اجر ہے (تفسیر البقرۃ-۲۱۵ واحادیث برصـ۷۶۲)۔

(۶) اپنے باپ کے دوستوں کو دینا بہت بڑا ثواب ہے (تفسیر البقرۃ-۲۱۵ واحادیث برصـ۷۶۳)۔

(۷) بیوہ کو دینے کا بھی بہت ثواب ہے (تفسیر البقرۃ-۲۱۵ واحادیث برصـ۷۶۳)۔

(۸) مسکین وہ ہے جس کی اتنی آمدنی نہ ہو جو اُسے کفایت کرے، جس کو کوئی مسکین نہ سمجھتا ہو اور جو لوگوں سے سوال نہ کرتا ہو (تفسیر البقرۃ-۲۱۵ واحادیث برصـ۷۶۳)

(۹) ان فقراء پر خرچ کیجئے جو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں روک لئے گئے ہوں، مثلاً مجاہدین اور طلباء (تفسیر البقرۃ-۲۱۵ و ۲۷۳)۔

(۱۰) جہاد میں خرچ کیجئے، اس سواری پر خرچ کیجئے جو جہاد کے لئے آپ نے رکھ چھوڑی ہو۔ (تفسیر البقرۃ-۲۱۵)۔

(۱۱) اللہ تعالےٰ کے راستہ میں بہترین اور حلال طریقہ سے کمایا ہوا مال خرچ کیجئے (البقرۃ-۲۱۹ واحادیث متعلقہ

(۱۲) اللہ تعالےٰ کے راستہ میں ناپاک، ناکارہ اور ردّی مال خرچ نہ کیجئے (البقرۃ-۲۶۷ واحادیث متعلقہ۔

(۱۳) اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دینے کے بعد لینے والے پر احسان نہ رکھیئے اور نہ اُسے کسی قسم کی تکلیف پہنچائیے اور نہ نام ونمود کے لئے دیجئے (البقرۃ-۲۶۴)

(۱۴) خلوص نیت سے اور صرف اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کے نام دیجئے۔ (البقرۃ-۲۶۵)۔

(۱۵) صدقات ظاہر اور خفیہ ہر طرح دئے جا سکتے ہیں، لیکن خفیہ دینے کا زیادہ ثواب ہے (البقرۃ۔ ۲۷۱، ۲۷۴)۔

(۱۶) ان فقراء کو جو اللہ تعالےٰ کے راستے میں روک لئے گئے ہوں اور جو خودداری کی وجہ سے کسی سے سوال بھی نہ کرتے ہوں ان کو دینے کا زیادہ ثواب ہے لیکن ایسے لوگوں کو خفیہ دینا چاہیئے (البقرۃ۔ ۲۷۱ و ۲۷۳)۔

(۱۷) اگر آپ مستحقین سے کسی بات پر ناراض ہو جائیں تو انہیں دینا بند نہ کریں بلکہ ان کے قصور معاف کر دیں اور دینا بدستور جاری رکھیں (البقرۃ۔ ۲۶۲ و ۲۶۳)۔

(۱۸) تھوڑا ہو یا بہت دیتے رہیئے (البقرۃ۔ ۲۶۵)۔

(۱۹) دینے میں بخل نہ کیجیئے، شیطان کے بہکاتے میں نہ آیئے۔ دینے میں برکت ہے اور نہ دینے میں حسرت (البقرۃ۔ ۲۶۸)۔

(۲۰) گن گن کر نہ رکھیئے اور نہ گن گن کر اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دیجیئے، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں بے حساب خرچ کرتے رہیئے، اللہ تعالےٰ بھی بے حساب دے گا (البقرۃ۔ ۲۶۸)۔

(۲۱) جو شخص اللہ تعالےٰ کے راستہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہو اس پر رشک کیجیئے (البقرۃ۔ ۲۹۶)۔

اب ہم صدقات کے متعلق مزید آداب لکھتے ہیں

(۲۲) علانیہ دینے میں اگر دوسروں کو ترغیب دینے کی نیت ہو تو علانیہ دیجیئے، اس میں ثواب بہت ملتا ہے

حضرت جریرؓ کہتے ہیں:۔

كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَدْرِ النَّهَارِ قَالَ فَجَاءَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بیٹھے ہوئے) تھے کہ اتنے میں کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جو ننگے پیر، ننگے بدن تھے، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کو مفلس دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا، آپ اندر تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے، پھر آپ نے بلال کو اذان کا حکم دیا، انہوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا: "اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اس سے

الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا وَالْاٰيَةَ الَّتِیْ فِی الْحَشْرِ اِتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِّنْ دِيْنَارِهٖ، مِنْ دِرْهَمِهٖ، مِنْ ثَوْبِهٖ، مِنْ صَاعِ بُرِّهٖ، مِنْ صَاعِ تَمْرَةٍ حَتّٰى قَالَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهٗ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰى رَاَيْتُ كُوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَّثِيَابٍ حَتّٰى رَاَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب الحث علی الصدقۃ جزء اول ص۳۲۰)

اس کا جوڑا پیدا کیا، پھر ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت (پیدا کر کے) ان کو (زمین میں) پھیلا دیا۔ اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے بھی ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگران ہے"۔ پھر آپ نے سورۂ حشر کی یہ آیت پڑھی: "(اے لوگو) اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ اس نے کل کے لئے کیا عمل کئے ہیں، اللہ سے ڈر جاؤ، ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے دینار میں سے، اپنے درہم میں سے، اپنے کپڑے میں سے، اپنے گیہوں کے صاع میں سے، کھجور کے صاع میں سے صدقہ دے"، حتی کہ آپ نے فرمایا کہ "(صدقہ دے) خواہ وہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو"۔ (یہ سن کر) ایک انصاری ایک تھیلی لایا جو اس سے بمشکل اٹھائی جا رہی تھی بلکہ وہ اس کے اٹھانے سے عاجز ہو گیا تھا، پھر لوگوں نے پے در پے صدقات لانے شروع کئے یہاں تک کہ میں نے کھانے اور کپڑوں کے دو ڈھیر دیکھے، پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اس طرح چمکنے لگا گویا وہ سونے کا بنا ہوا ہے، آپ نے فرمایا جس نے اسلام میں کسی اچھے طریقہ کو جاری کر دیا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے ان کے عمل کے ثواب کے برابر مزید ثواب اس کو ملے گا اور ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہ ہو گا اور جو شخص اسلام میں کسی بُرے طریقہ کو جاری کرے تو اس کا گناہ اس پر ہو گا اور اس کے بعد جو لوگ اس پر عمل کریں گے ان کے عمل کے گناہ کے برابر مزید گناہ اس پر ہو گا اور ان کے گناہوں میں

کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی اچھے عمل کو جاری کرنے کا بڑا ثواب ہے اور کسی بُرے عمل کو جاری کرنے کا بڑا گناہ ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ کسی اچھے عمل کو ایجاد کیا جائے۔ اچھے عمل کا ایجاد کرنا تو بدعت ہے لیکن کسی اچھے عمل کا جاری کرنا باعثِ اجر ہے۔ ایجاد وہ چیز کی جاتی ہے جو پہلے سے موجود نہ ہو اور جاری وہ چیز کی جاتی ہے جو پہلے سے موجود ہو لیکن اُس پر عمل رُکا ہوا ہو، اصطلاحی معنوں میں جس بدعت کو بدعت حسنہ کہا جاتا ہے وہ یقیناً گمراہی ہے یعنی کسی نیک کام کا ایجاد کرنا بہت بڑی گمراہی ہے اور کسی نیک کام کو جاری کر دینا بہت بڑی نیکی ہے۔

(۲۳) موت کا وقت آنے سے پہلے خرچ کیجئے، خصوصاً ایسے زمانہ میں خرچ کیجئے کہ آپ تندرست ہوں، زندگی اور خوشحالی کی امید ہو، فقر و فاقہ کا خوف ہو، حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:۔

جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ، تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَاْمَلُ الْغِنٰى وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب ای الصدقۃ افضل جزء ۲ ص۱۳۷ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ان افضل الصدقۃ صدقۃ الصحیح جزء اول ص۳۱۲)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا: اے اللہ کے رسول، کونسا صدقہ اجر کے لحاظ سے سب سے بڑا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اس حالت میں صدقہ دو کہ تم تندرست ہو، مال کی تمہیں حرص ہو، محتاجی کا ڈر ہو اور دولت مندی کی امید ہو اور اتنی تاخیر نہ کرو کہ جب جان نکل کر حلقوم تک پہنچ جائے تو اُس وقت تم یہ کہو کہ اتنا مال فلاں کو دے دینا، اتنا مال فلاں کو دے دینا اور (اس وقت وہ مال تمہارا کہاں رہا) وہ تو فلاں کا ہو گیا" (یعنی وارث اس کا مالک ہو گیا، اب دینے سے کیا فائدہ)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

(المنٰفقون - ۱۰)

جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے تو اس وقت وہ کہنے لگے: اے میرے ربّ تو نے مجھے اور تھوڑی سی مہلت کیوں نہ دیدی کہ میں صدقہ و خیرات کر کے نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔

(۲۴) اگر آپ غلطی سے غیر مستحق کو صدقہ دے دیں تو اس کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

قَالَ رَجُلٌ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰى سَارِقٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدَيْ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ، فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدَيْ غَنِيٍّ، فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰى غَنِيٍّ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ وَعَلٰى زَانِيَةٍ وَعَلٰى غَنِيٍّ فَأُتِيَ فَقِيْلَ لَهٗ أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ أَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهٗ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اذا تصدق علی غنی جزء ۲ ص۱۳۷ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ثبوت اجر المتصدق وان وقعت الصدقۃ فی ید غیر اھلھا جزء اول ص۳۰۹ واللفظ للبخاری)

ایک شخص نے کہا میں ضرور کچھ مال صدقہ کرونگا۔ (یہ کہہ کر) وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا، صبح کو لوگوں میں چرچا ہوا کہ چور کو صدقہ دیا گیا، اس شخص نے کہا: اے اللہ، سب تعریف تیرے ہی لئے ہے میں ضرور کچھ مال اور صدقہ دوں گا، الغرض وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا اور ایک زانیہ کے ہاتھ میں رکھ دیا، صبح کو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آج رات کو ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ، سب تعریف تیرے ہی لئے ہے (آج) زانیہ کو (صدقہ پہنچ گیا) میں ضرور کچھ مال اور صدقہ کروں گا۔ الغرض وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک مالدار کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح کو پھر لوگوں میں چرچا ہوا کہ مالدار کو صدقہ دیا گیا اس نے کہا: اے اللہ، سب تعریف تیرے ہی لئے ہے (میں نے) چور کو، زانیہ کو، مال دار کو (صدقہ دیدیا) پھر ایک شخص اس کے پاس آیا اور اس سے کہا تم نے چور کو جو صدقہ دیا تو امید ہے کہ وہ آئندہ چوری کرنے سے باز آجائے اور تم نے زانیہ کو جو صدقہ دیا تو امید ہے شاید وہ زنا سے باز آجائے اور تم نے مالدار کو جو صدقہ دیا تو امید ہے کہ شاید اُسے عبرت ہو اور وہ بھی جو کچھ اللہ نے اُسے دیا ہے اس میں سے (اللہ کے نام) خرچ کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک نیتی کے ساتھ اگر کسی غیر مستحق کو صدقہ دے دیا جائے تو صدقہ ضائع نہیں ہوتا۔

(۲۵) اگر بیوی شوہر کے مال میں سے صدقہ دے اور اس کی نیت نقصان پہنچانے کی نہ ہو تو اُسے بھی ثواب ملے گا اور شوہر کو بھی، اسی طرح خزانچی کو بھی ثواب ملے گا اور مالک کو بھی، کسی کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا اَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب من اَمَرخادمه بالصدقة ولم يناول بنفسه جزء ۲ ص۱۳۸ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اجر الخازن الامین جزء اول ص۴۰۹)

جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے کوئی چیز (اللہ کے نام) دے اور اس کی نیت نقصان پہنچانے کی نہ ہو تو اس کو دینے کا اجر ملے گا اور شوہر کو کمانے کا، اسی طرح خزانچی کو بھی اجر ملتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے اجر کو کم نہیں کرتے۔

(۲۶) سارا مال دے کر نہ بیٹھ جائیے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ○

(بنی اسرآءیل - ۲۹)

(اے رسول) نہ اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ (کر تنگ کر) لو اور نہ بالکل کھول ہی دو کہ پھر ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعبؓ سے فرمایا:۔

اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوة تبوك حديث كعب بن مالكؓ جزء ۶ ص۸ وصحیح مسلم کتاب التوبة باب حديث توبة كعب ابن مالك جزء ۲ ص۵۰۴)

اپنے بعض مال کو اپنے پاس روک لو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

(۲۷) جو مال ضرورت سے زیادہ ہو اس میں سے صدقہ دیجئے، یہ بہترین صدقہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

خَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لاصدقۃ الاعن ظہر غنیً جزء ۲ ص۱۳۹ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی جزء اول ص۳۱۳)

بہترین صدقہ وہ ہے جو غناء کی حالت میں دیا جائے (یعنی ایسی حالت میں دے کہ وہ خود ضرورت مند نہ ہو اس لئے کہ ایسی حالت میں دے کہ (جبکہ وہ خود ضرورتمند ہو خود کو بھی تکلیف میں مبتلا کریگا اور اپنے اہل وعیال کو بھی تکلیف میں مبتلا کرے گا)۔

(۲۸) کافر کو بھی صدقہ دیا جا سکتا ہے۔

حضرت اسماء کہتی ہیں:۔

قَدِمَتْ اُمِّیْ وَهِیَ مُشْرِكَةٌ فِیْ عَهْدِ قُرَيْشٍ وَمُدَّتِهِمْ ..... فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ وَهِیَ رَاغِبَةٌ (وفی نسخة وفی روایة اَفَاَصِلُهَا) قَالَ نَعَمْ صِلِیْ اُمَّكِ (صحیح بخاری کتاب الادب باب صلة المرأة امّها جزء ۸ ص۵ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین جزء اول ص۳۲۰ واللفظ للبخاری)۔

میری والدہ میرے پاس اس زمانہ میں آئیں جس زمانہ میں قریش سے صلح تھی اور معاہدہ ہو چکا تھا، وہ مشرکہ تھیں ..... میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری والدہ آئی ہوئی ہیں اور انہیں دین سے کوئی رغبت نہیں ہے، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں، اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرو"۔

(۲۹) تالیفِ قلوب کے لئے بھی صدقہ دیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنِّیْ اُعْطِیْ رِجَالًا حَدِيْثِیْ عَهْدٍ بِكُفْرٍ اَتَاَلَّفُهُمْ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الطائف جزء ۵ ص۲۰۱ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفة قلوبهم جزء اول ص۴۲۲)

میں ان لوگوں کو جو نیا نیا کفر چھوڑ کر آتے ہیں اس لئے مال دیتا ہوں کہ ان کی تالیف قلوب کروں (تاکہ ان کا دل ایمان پر مطمئن ہو جائے)۔

(۳۰) آلِ رسول کو صدقہ نہ دیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ترک استعمال آل النبی علی الصدقة جزء ۱/۳۴۳)

یہ (صدقات) نہ محمد کے لئے حلال ہیں اور نہ آل محمد کے لئے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

۳۱ - صدقہ کو دے کر واپس نہ لیجئے، نہ اُسے خرید لیجئے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:۔

حَمَلْتُ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاَضَاعَہُ الَّذِیْ کَانَ عِنْدَہٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِیَہٗ مِنْہُ وَظَنَنْتُ اَنَّہٗ بَائِعُہٗ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِہِ وَاِنْ اَعْطَاکَہٗ بِدِرْھَمٍ وَّاحِدٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِیْ صَدَقَتِہٖ کَالْکَلْبِ یَعُوْدُ فِیْ قَیْئِہٖ (صحیح بخاری کتاب الھبۃ باب لا یحل لاحد ان یرجع فی ھبتہ جزء ۳ صـ ۳۱۵)

میں نے ایک شخص کو اللہ کے راستہ میں ایک گھوڑا سواری کے لئے دیا، اُس نے اسے ضائع کر دیا، میں نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا اور میں نے یہ خیال کیا کہ وہ اس کو کم قیمت میں بیچ دے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، آپ نے فرمایا: "اسے نہ خریدنا اگرچہ وہ تمہیں ایک درہم ہی میں کیوں نہ دیدے، اس لئے کہ اپنے صدقہ کو دے کر لوٹانے والا اس کُتّے کی مثل ہے جو اپنی قے کو چاٹ لے"۔

نوٹ:۔ زکوٰۃ اور زکوٰۃ الفطر کے جملہ مسائل ہم انشاء اللہ سورۂ توبہ کی آیت ۱۰۳ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔ کوئی شخص زکوٰۃ اور زکوٰۃ الفطر کو خود مساکین وغیرہ پر خرچ نہیں کر سکتا بلکہ اسے چاہیئے کہ یہ دونوں چیزیں امیر کے حوالہ کر دے۔ امیر ہی ان کو غرباء و مساکین وغیرہ پر خرچ کر سکتا ہے۔

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبٰوا لَا يَقُومُونَ
إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ
الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ، ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ
قَالُوٓا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا،
وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا،
فَمَنْ جَآءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ
فَانْتَهٰى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ
إِلَى اللّٰهِ، وَمَنْ عَادَ فَأُولٰٓئِكَ
أَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٢٧٥﴾

ترجمہ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے کسی کو شیطان نے لپٹ کر خبطی بنا دیا ہو، ان کی یہ حالت اس لئے ہوگی کہ وہ (دنیا میں) کہا کرتے تھے کہ کاروبار بھی تو سود کے مثل ہے (اگر کاروبار جائز ہے تو سود جائز کیوں نہیں، لیکن ان کا یہ کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ) کاروبار کو اللہ نے جائز کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے (لہذا اب اس سلسلہ میں عقل سے فیصلہ نہیں ہوسکتا) تو (اب) جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچ گئی اور وہ باز آگیا تو جو اس نے پہلے لے لیا ہے وہ اس کا ہے۔ (اے لوگو) سود کا حکم اللہ ہی کی طرف (لوٹتا) ہے۔ لیکن جس نے (حرام ہونے کے بعد) پھر سود لینا شروع کر دیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (۲۷۵)

معانی ومصادر (یَاْکُلُوْنَ) اَکَلَ، یَاْکُلُ، اَکْلٌ ومَاْکَلٌ (ن) کھانا۔
(اَلرِّبٰوا) رَبَا، یَرْبُوْ، رِبَاءٌ ورُبُوٌّ (ن) بڑھنا، پھلنا پھولنا (رِبٰوا = زیادتی، سود)۔
(یَتَخَبَّطُ) تَخَبَّطَ، یَتَخَبَّطُ، تَخَبُّطٌ (باب تفعل) شدید ضرب لگانا، روندنا، شیطان کا اذیت کے ساتھ چھونا۔
(مَسَّ) مَسَّ، یَمُسُّ، مَسٌّ ومَسِیْسٌ (ن وف) چھونا، پہنچنا، اذیت پہنچانا (مَسٌّ = جنون)۔
(سَلَفَ) سَلَفَ، یَسْلُفُ، سَلَفٌ وسُلُوْفٌ (ن) گذر جانا، پہلے ہونا۔
(اِنْتَہٰی) اِنْتَہٰی، یَنْتَہِیْ، اِنْتِہَاءٌ (باب افتعال) نہایت کو پہنچنا، رُک جانا۔

تفسیر گذشتہ آیات میں اللہ تعالےٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور اس سلسلہ کے دوسرے مسائل کو بیان فرمایا، اللہ تعالےٰ کا منشاء یہ تھا کہ مستحقین پر خرچ کرتے رہو، ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے رہو، ان پر احسان کرو، لیکن احسان نہ جتاؤ، ان کو مال دو لیکن مال دے کر تکلیف نہ پہنچاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے سود کا ذکر فرمایا، سود احسان کی ضد ہے، سودی لین دین میں دوسرے پر رحم کرنے کے بجائے ظلم ہوتا ہے اور غریب وضرورت مند کی مجبوری سے بے جا فائدہ اٹھایا جاتا ہے، اسی لئے اللہ تعالےٰ کو سود سخت ناپسند ہے لہذا اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے سود کو مطلقاً حرام کر دیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) (لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ) اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان (یعنی جن) نے چھو کر یا لپٹ کر مخبوط الحواس یا دیوانہ بنا دیا ہو، وہ جب میدان محشر میں کھڑے ہوں گے تو اُن کی کیفیت بالکل ایک آسیب زدہ انسان کی سی ہوگی، وہ ایک قسم کی تکلیف میں حیران ومدہوش ہوں گے، ان کی حالت ان کے لئے نہ صرف تکلیف کا باعث ہوگی بلکہ رُسوا کن بھی ہوگی۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات انسانوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، جنّات کے تکلیف پہنچانے کو

اصطلاحاً آسیب کہا جاتا ہے، آسیب کے وجود کا عقیدہ محض وہم نہیں بلکہ حقیقت ہے، جنّات انسانوں کو مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچاتے ہیں مثلاً:۔

(۱) خبطی بنا دینا،
(۲) حیران کر دینا،
(۳) کسی مرض میں مبتلاء کرنا اور تکلیف پہنچانا،
(۴) کاہلی میں مبتلاء کرنا،
(۵) بھلا دینا،
(۶) بُرے خواب دکھانا،
(۷) دلوں میں وسوسہ ڈال کر ایمان و اعمال کو خراب کرنا۔

خبطی بنانا خبطی بنانے کے سلسلہ میں آیت زیر تفسیر نصّ قاطع ہے، ایک اور آیت سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ ○ (المؤمنون - ۹۷)

(اے رسول) آپ اس طرح دعاء کیا کیجئے: اے میرے ربّ میں شیطانوں کے جنون سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

حیران کر دینا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ (الانعام - ۷۱)

(اے رسول) کہہ دیجئے کیا ہم اللہ کے علاوہ ایسی ہستی کو پکاریں جو ہمیں نہ نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان اور کیا ہم اللہ کے ہدایت دینے کے بعد پھر الٹے پاؤں (گمراہی کی طرف) لوٹ جائیں (پھر تو ہماری مثال ایسی ہو گی) جیسے وہ شخص جس کو جنّات نے راستہ بھلا کر حیران کر دیا ہو۔

تکلیف یا کسی مرض میں مبتلا کرنا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ○ (صٓ - ۴۱)

(اے رسول) ہمارے بندے ایوبؑ کا ذکر کیجئے جب انہوں نے اپنے ربّ کو پکار کر کہا: "شیطان نے مجھے ایذا اور تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے" (تو مجھے شفا دے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ يَطْعُنُ الشَّيْطٰنُ فِيْ جَنْبَيْهِ بِاِصْبَعِهٖ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس جزء ۴ ص۱۵۱)

ہر بنی آدم جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اپنی انگلی اس کے دونوں پہلوؤں میں چبھوتا ہے، سوائے عیسیٰ بن مریم کے (ان کے پہلوؤں میں انگلی نہ چبھو سکا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
اِذَا اسْتَجْنَحَ اَوْ كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس جزء ۴ ص۱۵۰)

جب رات جھک آئے تو اپنے بچوں کو روک لیا کرو اس لئے کہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں۔

کاہلی میں مبتلا کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
اَلتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس ۲/۱۵۲)

جماہی شیطان کی طرف سے ہے۔

بھلا دینا

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ۔ (الکھف - ۶۳)

(موسیٰ کے نوجوان ساتھی نے) کہا آپ نے دیکھا (نہیں) کہ جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی (کا ذکر کرنا) بھول گیا مجھے اسکا آپ سے ذکر شیطان ہی نے بھلا دیا۔

بُرے خواب دکھانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطٰنِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس جزء ۴ ص۱۵۲)

نیک خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور پریشان خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

ایمان اور عمل خراب کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِيْ مِنَ الْاِنْسَانِ

شیطان انسان کے خون کے ساتھ گردش کرتا

مَجْرَى الدَّمِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس جزء۴ ص۱۵)

رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يَأْتِي الشَّيْطٰنُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتّٰى يَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَاِذَا بَلَغَهٗ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس ۲/۱۲۹)

شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ حتی کہ پھر وہ یہ کہتا ہے تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا، جب وہ یہ سوال کرے تو اس وقت اسے چاہیئے کہ اللہ سے پناہ طلب کرے اور اس خیال سے باز رہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اِخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُ الشَّيْطٰنُ مِنْ صَلَاةِ اَحَدِكُمْ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس جزء۴ ص۱۵۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرنے کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: "یہ شیطان کی لوٹ کھسوٹ ہے جو وہ تم میں سے کسی کی نماز میں سے لوٹ لیتا ہے"۔

الغرض شیطان کو انسانوں پر کچھ تصرفات حاصل ہیں، لیکن یہ تمام تصرفات اللہ تعالےٰ کی مشیت کے تابع ہوتے ہیں، اگر اللہ تعالےٰ نہ چاہے تو نہ جن نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ انسان۔ آیت زیر تفسیر میں جس تصرف کا بیان ہے وہ ان کا خبطی بنا دینا ہے۔ قیامت کے روز سود کھانے والوں پر خبط، دیوانگی اور مدہوشی طاری ہوگی اور یہ خاص طور پر اس وجہ سے ہوگی کہ انہوں نے حکم الٰہی کے سامنے قیاس کیا، اپنی عقل کو استعمال کر کے غلط نتیجہ پر پہنچے، انہوں نے کہا (اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا) آخر کاروبار بھی تو سود ہی کے مثل ہے، کاروبار میں بھی نفع ہوتا ہے اور سود میں بھی نفع ہوتا ہے، اگر کاروباری نفع جائز ہے تو سودی نفع جائز کیوں نہیں، اللہ تعالےٰ نے فرمایا "(اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا) اللہ نے کاروبار کو حلال کر دیا اور سود کو حرام کر دیا اور جب اللہ تعالےٰ کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ کر دے تو اس کے سلسلہ میں عقل سے حلال یا حرام کا فیصلہ کرنا لغو ہے بلکہ بے ایمانی ہے۔ کافروں نے کاروبار اور سود میں بس ایک وجہ مماثلت دیکھی یعنی نفع ہونا، دوسری چیزوں پر غور نہیں کیا جو کاروبار اور سود میں ایک دوسرے کی ضد ہیں مثلاً کاروبار میں نفع کمانے والا محنت کرتا ہے اور سود کا لینے والا کوئی محنت نہیں کرتا۔ مفت میں نفع حاصل کرتا ہے۔ کاروبار میں نفع میں ایک مقررہ رقم ہوتی ہے، وہ نفع وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا نہیں، برخلاف اس کے سود بڑھتا چلا جاتا ہے اور

غریب آدمی پستا چلا جاتا ہے، وہ غریب سے غریب تر ہو جاتا ہے گویا سود لینے والا مقروض کا خون چوستا رہتا ہے، غرض یہ کہ اللہ تعالےٰ کے علم میں جو کچھ ہے انسانی عقل اس کا ادراک نہیں کر سکتی، لہذا اس علیم و خبیر کے حکم پر بے چون وچرا ایمان لانا چاہیئے اور اس کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ اس کے حکم کی مصلحتیں اور حکمتیں وہی خوب جانتا ہے۔ دوسرا نہیں جان سکتا، پھر فرمایا (فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ) جس کے پاس اس کے ربّ کی نصیحت پہنچ گئی، اس کو اللہ تعالےٰ کا حکم معلوم ہو گیا اور (فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ) وہ ممانعت کا حکم سن کر باز آ گیا تو جو پہلے ہو چکا وہ ہو چکا، جو سود وہ پہلے لے چکا، وہ اس کا ہو گیا لیکن اب وہ آئندہ سود نہیں لے سکتا، (وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ) سود کا حکم اللہ تعالےٰ کی طرف لوٹتا ہے، سود کی حرمت کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف منتہی ہوتا ہے، اسی کو حلال و حرام کرنے کا اختیار ہے، کوئی شخص اپنی عقل سے حلال و حرام کا فیصلہ نہیں کر سکتا، اللہ تعالےٰ نے اس کی حرمت کا فیصلہ کر دیا لہذا (وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ) جو شخص اس حرمت کے فیصلہ کے بعد بھی سود لیتا ہے تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں، سود کھانے والے دوزخ میں جائیں گے اور (هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ) اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَاَخْرَجَانِيْ اِلٰى اَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِّنْ دَمٍ، فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلٰى وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهَرِ فَاِذَا اَرَادَ الرَّجُلُ اَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ فَرَدَّهٗ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَآءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا فَقَالَ الَّذِيْ رَاَيْتَهٗ فِي النَّهَرِ اٰكِلُ الرِّبَا (صحیح بخاری کتاب البیوع باب اٰکل الربا جزء ۳ ص۷۷)

میں نے آج رات کو دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے ارض مقدس کی طرف لے چلے، چلتے چلتے ہم ایک خون کے دریا پر پہنچے جس میں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اور اس کے کنارے پر ایک اور آدمی تھا جس کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے، وہ آدمی جو نہر کے اندر تھا جب آگے بڑھتا اور باہر نکلنا چاہتا تو وہ دوسرا آدمی اس کے منہ پر پتھر مار کر اسے اسی جگہ لوٹا دیتا جہاں وہ پہلے تھا، اسی طرح برابر ہوتا رہا، میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا وہ آدمی جس کو آپ نے نہر میں دیکھا سود کھانے والا ہے۔

حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں:۔

لَعَنَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَاٰكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهٗ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی اور گدوانے والی، سود کھانے والے اور سود دینے والے اور مصوّر پر لعنت کی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب ثمن الکلب جزء ۳ ص ۱۱۱)

حضرت ابو جحیفہؓ کہتے ہیں :۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْکَلْبِ وَ اٰکِلِ الرِّبَا وَمُوْکِلِہٖ (صحیح بخاری کتاب اللباس باب الواشمۃ جزء ۷ ص ۲۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت، کتّے کی قیمت، سود کھانے اور سود کھلانے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں :۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا ھُنَّ ؟ قَالَ الشِّرْکُ بِاللّٰہِ ، وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَکْلُ الرِّبَا وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ الْغٰفِلٰتِ ۔ (صحیح بخاری کتاب المحاربین باب رمی المحصنت جزء ۸ ص ۲۱۸ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الکبائر ۱/۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، صحابہؓ نے پوچھا "اے اللہ کے رسول، وہ کونسے گناہ ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، اللہ نے جس جان کو قتل کرنا حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن، مؤمن، غافل عورتوں پر تہمت لگانا"۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبَا وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَقَالَ ھُمْ سَوَآءٌ (صحیح مسلم کتاب البیوع باب لعن اٰکل الربا وموکلہ جزء اول ص ۱۹۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود دینے والے، سود کی تحریر لکھنے والے اور سودی لین دین کے گواہوں پر لعنت کی ہے، آپ نے فرمایا (گناہ میں) وہ سب برابر ہیں۔

عمل

اے لوگو، سود سے بچیئے، سود بہت بڑا گناہ ہے، سود کو تجارت پر قیاس نہ کیجئے، کسی چیز کو اپنی عقل سے حلال یا حرام نہ کیجئے، جو چیز اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال یا حرام کر دی تو اس کی حلت یا حرمت کو برضاء و رغبت تسلیم کیجئے، خواہ اس کی حکمت اور مصلحت آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ
لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

ترجمہ اللہ سود کو مٹا رہا ہے اور صدقات کو بڑھا رہا ہے (لہذا اب بھی جو شخص سود کا لین دین کرتا ہے تو وہ سوائے ناشکرے گنہگار کے اور کون ہو سکتا ہے) اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا (اور جس کو اللہ پسند نہیں کرتا اس کے لئے سوائے عذاب کے اور کیا ہے) ﴿۲۷۶﴾ البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے (پھر) انہوں نے نیک عمل کئے (خصوصًا) نماز پابندی سے پڑھتے رہے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے تو ایسے لوگوں کے لئے ان کے ربّ کے پاس ان کا اجر ہے، (قیامت کے دن) انہیں نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ غم ﴿۲۷۷﴾

معانی و مصادر (يَمْحَقُ) مَحَقَ، يَمْحَقُ، مَحْقٌ (ف) باطل کرنا، مٹانا، بے برکت کرنا۔

(يُرْبِي) اَرْبٰى، يُرْبِيْ، اِرْبَاءٌ (باب افعال) دئے ہوئے مال سے زیادہ لینا۔

(اَثِیْم) اَثِمَ، یَاْثَمُ، اِثْمٌ وَاَثَامٌ وَمَاْثَمٌ (س) گناہ گار (اَثِیْم = گناہگار)
(اٰتَوْا) اٰتٰی، یُؤْتِیْ، اِیْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ اپنے احکام کے ذریعہ سودی لین دین کو ختم کر رہا ہے اور صدقات کو بڑھا رہا ہے۔ صدقات کا بار بار حکم اور ترغیب یہ صدقات کو بڑھانے ہی کا ایک ذریعہ ہے۔ اسلامی نظامِ معیشت کی بنیاد صدقات اور احسان و ہمدردی پر ہے نہ کہ سود پر جو سراسر لعنت اور غریبوں کا خون چوسنے کے مترادف ہے اور جو شخص غریبوں کا خون چوستا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا، ان نعمتوں کے شکریہ میں اس کا فرض تھا کہ وہ محروم لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرتا، ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا، ان کو صدقات دیتا اور اگر صدقات نہیں دے سکتا تھا تو کم از کم بغیر سود کے قرض دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، اس نے اپنے فرائض کو ادا نہیں کیا، فرائض کو ادا نہ کر کے اس نے گناہ کیا، پھر سود لے کر اس نے مزید گناہ کیا، اس طرح وہ ناشکری کا بھی مرتکب ہوا اور گناہ کا بھی (وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ) اور اللہ ناشکرے گناہگار کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۔
(الروم- ۳۹)

جو سود تم اس لئے دیتے ہو کہ (اس کے ذریعہ سود کھانے والے) لوگوں کے مالوں میں اضافہ ہو تو اللہ کے نزدیک تو اضافہ نہیں ہوتا۔

سود خوار کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں کوئی اجر نہیں، بلکہ عذاب ہی عذاب ہے، البتہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے رہے مثلاً غریب لوگوں کے حقوق ادا کرتے رہے اور نماز اور زکوٰۃ کو خاص طور پر ادا کرتے رہے تو ان کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے، ایسے لوگوں کو قیامت کے دن نہ خوف ہوگا اور نہ غم۔

عمل

اے لوگو، بغیر سود کے لوگوں کو قرض دے کر ان پر احسان کیجئے، سود پر قرض دے کر ان کا خون نہ چوسئے، ایمان لا کر نیک عمل کیجئے، نماز پابندی سے ادا کیجئے، زکوٰۃ ادا کرتے رہئے، اگر آپ ایسا کریں گے تو اللہ تعالےٰ کے ہاں آپ کو اجر ملے گا اور وہاں آپ کو کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا
فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ
اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا
تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ
عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ
اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا
تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ
تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ
هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾

ترجمہ اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور اگر تم مؤمن ہو تو سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو ﴿۲۷۸﴾ اگر تم ایسا نہ کرو تو پھر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان سُن لو اور اگر تم (سود لینے سے) توبہ کر لو تو پھر تم اپنا رأس المال یعنی زر اصل لے سکتے ہو (زر اصل سے زیادہ کچھ نہیں لے سکتے اس طرح) نہ تم ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم ہوگا (دونوں میں سے کسی کا نقصان نہیں ہوگا) ﴿۲۷۹﴾ اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو اسے فراخی حاصل ہونے تک مہلت دو اور اگر قرض کی رقم بطور صدقہ ہی دے دو تو یہ تمہارے لئے اور بھی اچھا ہے بشرطیکہ تم (اسے باعث اجر و ثواب) سمجھو ﴿۲۸۰﴾ اور اس دن سے ڈرتے رہو جس دن تم سب اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور ان (میں سے کسی) پر ظلم نہیں ہوگا ﴿۲۸۱﴾

معانی و مصادر (ذَرُوْا) وَذَرَ، يَذَرُ، وَذْرٌ (ف) چھوڑنا۔
(بَقِيَ) بَقِيَ، يَبْقٰى، بَقَاءٌ (س) وَبَقٰى، يَبْقِيْ، بَقْيٌ (ض) باقی رہنا۔
(فَاْذَنُوْا) اَذِنَ، يَاْذَنُ، اَذْنٌ وَاَذَانٌ وَاَذَانَةٌ (س) جاننا، خبردار ہونا (اِئْذَنْ امر کا صیغہ ہے اور اس کی جمع اِئْذَنُوْا ہے جس کے معنٰی ہیں خبردار ہو جاؤ)
(حَارِبْ) حَرَبَ، يَحْرُبُ، حَرْبٌ (ن) کسی کا سارا مال چھین لینا (حرب = لڑائی)۔
(تُبْتُمْ) تَابَ، يَتُوْبُ، تَوْبٌ وَتَوْبَةٌ وَتَابَةٌ وَتَتْوِبَةٌ وَمَتَابٌ (ن) توبہ کرنا، نادم ہونا۔

ذو = والا (اس کا تثنیہ ذَوَانِ اور جمع ذَوُوْنَ ہے اس کا مؤنث ذَاتٍ ہے جس کا تثنیہ ذَوَاتَانِ اور جمع ذَوَاتٌ ہے)

(عُسْرَۃٌ) عَسِرَ، یَعْسَرُ، عُسْرٌ وعُسُرٌ وعَسَرٌ (س) وعَسُرَ، یَعْسُرُ، عُسْرٌ (ک) تنگ ہونا، سخت ہونا، مشکل ہونا۔

(نَظِرَۃٌ) اَنْظَرَ، یُنْظِرُ، اِنْظَارٌ (باب افعال) مہلت دینا (نَظِرَۃٌ = مہلت) نَظَرَ، یَنْظُرُ ونَظِرَ، یَنْظَرُ، نَظَرٌ ومَنْظَرَۃٌ ومَنْظَرٌ وتَنْظَارٌ ونَظَرَانٌ (ن، س) دیکھنا، مہلت دینا، مؤخر کرنا۔

(مَیْسَرَۃٍ) یَسَرَ، یَیْسُرُ، یُسْرٌ (ن) ویَسِرَ، یَیْسَرُ، یَسَرٌ (س) آسان ہونا۔ (مَیْسَرَۃٌ = سہولت، فراخی)۔

(تَصَدَّقُوْا) تَصَدَّقَ، یَتَصَدَّقُ، تَصَدُّقٌ (باب تفعل) صدقہ دینا۔

(تُوَفّٰی) وَفّٰی، یُوَفِّیْ، تَوْفِیَۃٌ (باب تفعیل) پورا پورا دینا (تُوَفّٰی = تُوَفِّیَ کا مجہول ہے)۔

تفسیر اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے سود کو مطلقاً حرام کر دیا آئندہ سود لینے کی کوئی صورت باقی نہیں چھوڑی، ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے غیر وصول شدہ سود کو بھی چھوڑ دینے کا حکم دیا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اِتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا... .....) اللہ تعالےٰ سے ڈر جاؤ اور سود میں سے جو غیر وصول شدہ سود باقی رہ گیا ہے اسے بھی نہ لو، اگر تم صحیح معنوں میں ایمان لے آئے ہو تو تمہیں یہ کرنا پڑیگا، ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے تمام احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دو، اس کے احکام کو برضاء ورغبت بجا لاؤ، اگر کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے احکام کو تسلیم کرنے سے انکار کرے یا تسلیم کرے لیکن دل سے نہیں یا اس کے احکام کو بجا لائے لیکن خندہ پیشانی سے نہیں تو اس کا ایمان فریب نفس کے سوا اور کچھ نہیں، اس کو اپنی بے ایمانی کا جائزہ لے کر صحیح معنوں میں ایمان لانا چاہیئے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ تَحْتَ قَدَمَیَّ	خبردار ہو جاؤ جاہلیت کی تمام باتیں میرے دونوں
مَوْضُوْعٌ وَدِمَاءُ الْجَاھِلِیَّۃِ مَوْضُوْعَۃٌ وَاِنَّ	قدموں کے نیچے پامال کر دی گئیں، جاہلیّت کے
اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَآئِنَا دَمُ ابْنِ رَبِیْعَۃَ	زمانہ کے تمام خون (میرے دونوں قدموں کے
ابْنِ الْحَارِثِ کَانَ مُسْتَرْضِعًا فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ	نیچے) پامال کر دیئے گئے ہیں (اب کوئی کسی سے
فَقَتَلَتْہُ ھُذَیْلٌ وَرِبَا الْجَاھِلِیَّۃِ مَوْضُوْعٌ	بدلہ نہیں لے سکتا) اور سب سے پہلا تاوان جو میں

وَاَوَّلُ رِبًا اَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ (صحیح مسلم کتاب الحج باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۱ و ص۵۱۲)

اپنے خونوں میں سے معاف کرتا ہوں ابن ربیعہ بن الحارث کا خون ہے جس کو قبیلہ ہذیل نے اس زمانہ میں قتل کیا تھا جب وہ قبیلۂ بنو سعد میں (ایام رضاعت میں) دودھ پیتا تھا اور جاہلیت کے زمانہ کے تمام سود (میرے دونوں قدموں کے نیچے) پامال کر دئے گئے ہیں اور سب سے پہلا سود جو میں باطل قرار دیتا ہوں ہمارے سودوں میں سے عباس بن عبد المطلب کا سود ہے، وہ پورا کا پورا چھوڑ دیا گیا ہے (اب کوئی کسی سے سود نہیں لے سکتا)۔

الغرض سود کی تمام بقایا رقمیں حرام قرار دی گئیں، جو لیا جا چکا ہے وہ لیا جا چکا اور جو نہیں لیا جا چکا وہ اب نہیں لیا جا سکتا، سودی کاروبار اللہ تعالےٰ کو اتنا ناپسند ہے کہ خلاف ورزی کرنے والوں کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے بہت سخت الفاظ استعمال فرمائے اور بہت سخت دھمکی دی، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ) اگر تم سود لینے سے باز نہیں آؤ گے تو پھر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے لئے اعلان جنگ ہے، تم جنگ کے لئے تیار رہو، اسلامی حکومت میں سودی کاروبار جاری رہے یہ نہیں ہو سکتا، اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو باغی قرار دے کر ان کے خلاف سخت کاروائی کرے اور اگر فوج کشی کی ضرورت پیش آجائے تو اس میں بھی کوتاہی نہ کرے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاِنْ تُبْتُمْ) اگر توبہ کر لو اور سود لینے سے باز آجاؤ (فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ) تو تم اپنا زر اصل لے سکتے ہو (لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ) نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے، نہ تمہاری حق تلفی ہو اور نہ قرضداروں کی، دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت کریں اور کوئی کسی کا نقصان نہ کرے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سود لینا ایک قسم کا ظلم ہے، اسی طرح کسی سے روپیہ قرض لے کر ادا نہ کرنا یا ادا تو کرنا لیکن پورا ادا نہ کرنا بھی ظلم ہے خصوصاً وہ شخص جو مالدار ہو اور قرضہ ادا نہ کرے وہ تو بہت بڑا ظالم ہے اس لئے کہ مال دار کا تو ادائیگی میں دیر لگانا ہی ظلم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ (صحیح بخاری کتاب فی الاستقراض باب مطل الغنی ظلم جزء ۳ ص۱۵۵ و صحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم مطل الغنی جزء اول ص۶۸۳) مالدار کا قرضہ کی ادائیگی میں دیر لگانا ظلم ہے۔

جو شخص قرض لے اور ادا کرنے کی نیت نہ رکھے وہ یقیناً بہت بڑا ظالم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں ۔

مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَهَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ (صحیح بخاری کتاب فی الاستقراض باب من اخذ اموال الناس یرید اداءھا جزء ۳ ص ۱۵۲)

جو شخص لوگوں سے قرضہ لے اور اس کی نیت اس کو ادا کرنے کی ہو تو اللہ اس کی طرف سے ادا کرادیگا اور جو شخص لوگوں سے قرضہ لے اور اس کی نیت اس کو تلف کرنے کی ہو تو اللہ اُسے تلف کردیگا۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں :۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اَنْ يُّسْلِفَهُ اَلْفَ دِيْنَارٍ فَقَالَ ائْتِنِيْ بِالشُّهَدَاءِ اُشْهِدُهُمْ فَقَالَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا قَالَ فَاْتِنِيْ بِالْكَفِيْلِ قَالَ كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضٰى حَاجَتَهُ ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَّرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْاَجَلِ الَّذِيْ اَجَّلَهُ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَاَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَاَدْخَلَ فِيْهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ وَّصَحِيْفَةً مِّنْهُ اِلٰى صَاحِبِهٖ ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا ثُمَّ اَتٰى بِهَا اِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِّيْ كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا اَلْفَ دِيْنَارٍ فَسَأَلَنِيْ كَفِيْلًا فَقُلْتُ كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا فَرَضِيَ بِكَ وَسَأَلَنِيْ شَهِيْدًا فَقُلْتُ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا فَرَضِيَ بِكَ وَاَنِّيْ جَهَدْتُّ اَنْ اَجِدَ مَرْكَبًا اَبْعَثُ اِلَيْهِ الَّذِيْ لَهٗ فَلَمْ اَقْدِرْ وَاِنِّيْ اَسْتَوْدِعُكَهَا فَرَمٰى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتّٰى وَلَجَتْ فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِيْ ذٰلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ اِلٰى بَلَدِهٖ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا، اس نے بنی اسرائیل میں سے ایک دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے، اس نے کہا گواہ لاؤ تاکہ میں انہیں گواہ بنالوں۔ اس نے کہا اللہ گواہ کافی ہے۔ اس نے کہا کوئی ضامن پیش کرو، اس نے کہا اللہ تعالیٰ ضمانت دینے کے لئے کافی ہے۔ اس نے کہا تم نے سچ کہا۔ پھر اس نے قرض مانگنے والے کو وہ رقم ایک وقت مقررہ تک کے لئے ادا کردی، پھر وہ قرضدار رقم لے کر بحری سفر کے لئے روانہ ہوگیا، اس نے اپنی ضرورت پوری کی، پھر سواری کو تلاش کیا تاکہ اس پر سوار ہوکر قرضخواہ کے پاس وقت مقررہ پر پہنچ جائے لیکن کوئی سواری نہیں ملی، پھر اس نے ایک لکڑی لی، اسے کھوکھلا کیا، پھر اس میں ایک ہزار دینار اور ایک خط لکھ کر رکھ دیا اور اس کے منہ کو مضبوطی کے ساتھ بند کردیا، پھر اس لکڑی کو لے کر سمندر کے کنارے آیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے دعاء کی "اے اللہ تو جانتا ہے میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تھے اس نے مجھ سے ضامن مانگا، میں نے کہا اللہ ضامن کافی ہے، اس نے گواہ مانگا میں نے کہا

فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِیْ کَانَ اَسْلَفَهٗ یَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْکَبًا جَاءَ بِمَالِهٖ فَاِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِیْ فِیْهَا الْمَالُ فَاَخَذَ لِاَهْلِهٖ حَطَبًا فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِیْفَةَ ثُمَّ قَدِمَ الَّذِیْ کَانَ اَسْلَفَهٗ فَاَتٰی بِالْاَلْفِ دِیْنَارٍ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِیْ طَلَبِ مَرْکَبٍ لِاٰتِیَکَ بِمَالِکَ فَمَا وَجَدْتُ مَرْکَبًا قَبْلَ الَّذِیْ اَتَیْتُ فِیْهِ قَالَ هَلْ کُنْتَ بَعَثْتَ اِلَیَّ بِشَیْءٍ قَالَ اُخْبِرُکَ اَنِّیْ لَمْ اَجِدْ مَرْکَبًا قَبْلَ الَّذِیْ جِئْتُ فِیْهِ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَدّٰی عَنْکَ الَّذِیْ بَعَثْتَ فِی الْخَشَبَةِ فَانْصَرِفْ بِالْاَلْفِ الدِّیْنَارِ رَاشِدًا (رواہ البخاری تعلیقا۔ فی کتاب البیوع باب الکفالة فی القرض جزء ۳ صـ۱۲۲ ووصله فی باب التجارة فی البحر جزء ۳ صـ۷۳ وانظر فتح الباری جزء ۵ صـ۲۰۳)

اللہ گواہ کافی ہے، وہ راضی ہو گیا، میں نے سواری کے لئے بہت کوشش کی لیکن سواری نہ مل سکی، اب میں یہ لکڑی تیرے سپرد کرتا ہوں" یہ کہہ کر اس نے لکڑی کو سمندر میں پھینک دیا، پھر وہ واپس آ گیا، اسی اثناء میں وہ پھر سواری تلاش کرنے لگا، وہ شخص جس نے قرض دیا تھا، سمندر کے کنارہ پر یہ دیکھنے آیا کہ شاید کوئی سوار اس کا مال لے کر آیا ہو تو اُسے وہ لکڑی ملی، وہ اُسے اپنے ایندھن کے لئے گھر لے آیا، جب اس نے اُسے چیرا تو اس کو اس کی رقم مل گئی اور خط بھی مل گیا، پھر وہ قرضدار بھی ایک ہزار دینار لے کر اس کے پاس پہنچ گیا، قرضدار نے کہا: اللہ کی قسم میں سواری کے لئے برابر کوشش کرتا رہا تاکہ تمہارا روپیہ تمہیں آکر ادا کر دوں لیکن کوئی سواری نہیں ملی، قرضخواہ نے کہا: کیا تم نے مجھے کوئی چیز بھیجی تھی، اس نے کہا میں نے تمہیں خبر تو دی کہ مجھے اس سے قبل کوئی سواری نہیں مل سکی، قرضخواہ نے کہا "بے شک اللہ نے تمہاری طرف سے وہ رقم ادا کر دی جو تم نے لکڑی میں رکھ کر بھیجی تھی اب تم یہ ایک ہزار دینار لے کر خوشی خوشی واپس جاؤ"۔

مذکورۂ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ اگر خلوص کے ساتھ قرضہ ادا کرنے کی نیت ہو تو اللہ تعالیٰ ادا کرا دیتا ہے۔

الغرض قرضدار کو جہاں تک ہو سکے قرضہ جلدی ادا کر دینا چاہیئے اور قرضخواہ کو صرف اپنا زر اصل لینا چاہیئے، سود نہیں لینا چاہیئے، یہ آیت اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ قرضخواہ زر اصل سے زیادہ کچھ نہیں لے سکتا یعنی سود مفرد بھی جسے سادہ سود بھی کہتے ہیں لینا قطعاً حرام ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ) اگر قرضدار تنگ دست ہو تو قرضخواہ کو چاہیئے کہ قرضدار کو فراخی تک کی مہلت دیدے، اُسے وقت مقررہ پر قرضہ ادا کرنے کے لئے مجبور نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔
مَاتَ رَجُلٌ فَقِيْلَ لَهٗ قَالَ كُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ فَاَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوْسِرِ وَاُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَغُفِرَ لَهٗ (صحیح بخاری کتاب فی الاستقراض باب حسن التقاضی جزء ۳ ص۱۵۳ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب فضل انظار المعسر جزء اول ص۶۸۲ واللفظ للبخاری)

ایک شخص کی وفات ہوئی تو اس سے پوچھا گیا (کہ تو کیا کیا کرتا تھا) اس نے کہا میں لوگوں سے خرید وفروخت کرتا تھا تو خوشحال کو مہلت دے دیا کرتا تھا اور تنگ دست پر تخفیف کر دیا کرتا تھا (یعنی قرضہ میں تخفیف کر دیا کرتا تھا) تو (اس بات پر) اس کو بخش دیا گیا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ) اور اگر تم قرضہ کو معاف کر دو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے (اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ) بشرطیکہ تمہیں اس کے بہتر ہونے کا یقین ہو، تمہارا ایمان ہو کہ اگر تنگ دست کے ساتھ احسان کرو گے تو اللہ تعالےٰ تم کو اجر وثواب دیگا، بغیر ایمان ویقین اور خلوص نیت کے کچھ نہیں ملتا لہٰذا اللہ تعالےٰ کے تمام وعدوں پر کامل یقین ہونا ضروری ہے اور پھر تمام اعمال کو خلوص نیت سے کرنا ضروری ہے۔

تنگ دست کو معاف کر دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَاِذَا رَاٰى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهٖ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ (صحیح بخاری کتاب البیوع باب من انظر معسرًا جزء ۳ ص۷۵ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب فضل انظار المعسر جزء اول ص۶۸۳ واللفظ للبخاری)

ایک تاجر لوگوں سے لین دین کا معاملہ کرتا تھا، جب وہ کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے غلاموں سے کہتا کہ اس کو معاف کر دو شاید اللہ بھی ہمیں معاف فرمائے (جب وہ مرا) تو اللہ تعالیٰ نے اُسے معاف کر دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں :۔
سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةً اَصْوَاتُهُمَا وَاِذَا اَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْاٰخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهٗ فِيْ شَيْءٍ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا اَفْعَلُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ اَيْنَ الْمُتَاَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر (دو) جھگڑنے والوں کی آوازیں سنیں۔ دونوں کی آوازیں بلند تھیں، ایک ان میں سے دوسرے سے کچھ معاف کرانا چاہتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ قرضخواہ اس کے ساتھ نرمی کرے۔ دوسرا یہ کہہ رہا تھا اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا (ان کی یہ باتیں

لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ قَالَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَهٗ اَيَّ ذٰلِكَ اَحَبَّ (صحیح مسلم کتاب البیوع ابواب المزارعة باب استحباب الوضع من الدین جزء اول ص۶۸)

سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر ان کے پاس تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا: "اللہ کی قسم کھانے والا کہ وہ نیکی نہیں کریگا کہاں ہے؟" اس نے کہا "اے اللہ کے رسول، میں یہاں موجود ہوں (اب) اس کو اختیار ہے یہ جو چاہے کرے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُنَجِّيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ (صحیح مسلم کتاب البیوع ابواب المزارعة باب فضل انظار المعسر جزء اول ص۶۸۳)

جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ قیامت کی سختیوں سے اُسے نجات دے تو اُسے چاہیئے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا (بالکل) معاف ہی کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ (صحیح مسلم کتاب الزھد باب حدیث جابر الطویل وقصة ابی یسر جزء ۲ ص۶)

جو شخص کسی تنگ دست کو (قرضہ کی ادائیگی میں) مہلت دے یا (قرضہ) معاف کر دے تو اللہ اُسے (قیامت کے دن) اپنے سایہ میں جگہ دیگا۔

الغرض تنگ دست کو مہلت دینا یا قرضہ معاف کر دینا دونوں بڑے اجر و ثواب کے کام ہیں۔

قرضہ، سود اور تنگ دستوں پر احسان کرنے کے احکام دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ) اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے، اگر تم نے اپنے بھائیوں کے ساتھ نیکی نہیں کی اور سود لیتے رہے تو (ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ) پھر (اچھی طرح سمجھ لو کہ وہاں تمہارے اعمال تمہارے کام آئیں گے) وہاں تو ہر شخص کو اس کے اعمال ہی کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا (وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ) کسی پر ظلم نہیں ہوگا، کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی، نہ کسی کے ثواب میں کمی ہوگی اور نہ کسی کے عذاب میں زیادتی، ہر شخص کو اُس کے عمل کے مطابق جزا یا سزا ملے گی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ۔

(اے رسول) آپ کا ربّ ان سب کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

(ھود ۔ ۱۱۱)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○

(اٰل عمران ۔ ۲۵)

ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور ان (میں سے کسی شخص) پر ظلم نہیں ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○

(النحل ۔ ۱۱۱)

ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان (میں سے کسی شخص) پر ظلم نہیں ہوگا۔

عمل

اے لوگو، جب کسی کو قرض دیجئے تو بغیر سود کے قرض دیجئے، سود ہرگز نہ لیجئے، یہ ایمان کے منافی ہے، اپنا زرِ اصل لیجئے اور بس۔ اگر قرضدار تنگ دست ہو تو اُسے فراخی حاصل ہونے تک قرضہ کی ادائیگی میں مہلت دیجئے بلکہ بہتر یہ ہے کہ قرضہ معاف ہی کر دیجئے اور اے لوگو، اگر آپ کسی سے قرض لیں تو اس کی رقم وقت مقررہ پر ادا کرنے کی کوشش کیجئے، اگر آپ خوشحال ہیں تو قرضہ کی ادائیگی میں ہرگز دیر نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہئے، ایک دن آپ کو اس کے سامنے جانا ہے اور اپنا حساب دینا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دن آپ خائب اور خاسر ہوں اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائیں۔ ایسے عمل کیجئے جن کی بدولت اللہ تعالےٰ راضی ہو جائے اور آپ اس کے فضل سے کامیاب اور کامران ہو جائیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ
بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ
وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ
وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ
كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ
وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ
وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ
مِنْهُ شَيْـًٔا فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ
الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ

لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ
وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا
شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ
فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ
وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ
الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا
فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى
وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا
دُعُوا وَلَا تَسْئَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ

صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ذَٰلِكُمْ
أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ
وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَن
تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا
بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا
تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ
وَلَا شَهِيدٌ وَإِن تَفْعَلُوا
فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ

وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

ترجمہ اے ایمان والو، جب تم مقررہ میعاد کے لئے قرض کا معاملہ کیا کرو تو اُسے لکھ لیا کرو، لکھنے والے کو چاہیئے کہ انصاف کے ساتھ لکھے (کسی کی حق تلفی نہ کرے) اور جس طرح اللہ نے اُسے لکھنا سکھایا ہے اس طرح لکھنے سے انکار نہ کرے بلکہ اسی طرح لکھ دے۔ (دستاویز کا) مضمون وہ شخص لکھوائے جس پر (قرضہ کی ادائیگی) واجب ہو، اُسے چاہیئے کہ اللہ سے ڈرے اور قرضہ کی رقم لکھوانے میں ذرا سی بھی کمی نہ کرے، اگر قرض لینے والا بے وقوف ہو یا کمزور ہو یا (کسی اور وجہ سے) لکھوا نہ سکتا ہو تو اُس کے ولی کو چاہیئے کہ وہ انصاف کے ساتھ لکھوا دے۔ (دستاویز پر) ان گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرو اپنے (ہم عقیدہ) مَردوں میں سے دو مرد گواہ کر لیا کرو، اگر دو مرد (میسّر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ کر لیا کرو، (دو عورتوں کی گواہی سے یہ فائدہ ہوگا) کہ اگر ایک بھول جائے گی تو دوسری اُسے یاد دلا دے گی۔ گواہوں کو جب (گواہی کے لئے) بلایا جائے تو وہ (گواہی کے لئے آنے سے) انکار نہ کریں اور (اے ایمان والو) اگر قرض کا معاملہ ایک مقررہ مدّت کے لئے ہو تو پھر رقم کم ہو یا زیادہ اُسے لکھنے میں کاہلی نہ کیا کرو، لکھ لینا انصاف کے زیادہ قریب ہے اور شہادت کے لئے زیادہ صحیح ہے اور اس میں اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ (بعد میں) تمہیں کسی قسم کا شک نہ ہو اور (اے ایمان والو) اس تجارت کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں جو تجارت تمہارے درمیان دست بدست ہوتی رہتی ہے، البتہ جب تم خرید و فروخت (کا معاملہ قرض پر) کیا کرو تو (اگرچہ لکھنا تم پر فرض نہیں تاہم) گواہ پھر بھی کر لیا کرو، کاتب اور گواہ (فریقین میں سے) کسی کو نقصان نہ پہنچائیں اور (اے ایمان والو) اگر تم ایسا کرو تو یہ تمہارے لئے گناہ کی بات ہے، اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تمہیں (حکمت کی باتیں) سکھا رہا ہے اور (یہ خوب سمجھ لو کہ) اللہ (سے حکمت کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ وہ) ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ ﴿۲۸۲﴾

معانی و مصادر (تَدَايَنْتُمْ) تَدَايَنَ، يَتَدَايَنُ، تَدَايُنٌ (باب تفاعل) ایک دوسرے سے قرض لینا۔

(دَيْن) دَانَ، يَدِيْنُ، دَيْنٌ (ض) قرض دینا، قرض لینا۔

(اَجَلٌ) اَجِلَ ، یَاْجَلُ ، اَجَلٌ (س) وقت مقرر کرنا، تاخیر کرنا۔
(مُسَمًّی) سَمّٰی ، یُسَمِّیْ ، تَسْمِیَۃٌ (باب تفعیل) نام رکھنا (مُسَمًّی = معیّن، نام رکھا گیا)
(عَدْل) عَدَلَ ، یَعْدِلُ ، عَدْلٌ (ض) انصاف کرنا، جادۂ حق سے ہٹ جانا۔
(یَاْبَ) اَبٰی ، یَاْبٰی (وَ یَابِیْ) اِبَاءٌ و اِبَاءَۃٌ (ف،ض) ناپسند کرنا۔
(یُمْلِلْ) (یُمِلَّ) اَمَلَّ (اَمْلَلَ) ، یُمِلُّ (یُمْلِلُ) اِمْلَالٌ (باب افعال) لکھوانا۔
(یَبْخَسْ) بَخَسَ ، یَبْخَسُ ، بَخْسٌ (ف) کم کرنا۔
(سَفِیْہٌ) سَفِہَ ، یَسْفَہُ ، سَفَہٌ (س) بے وقوف ہونا۔
(شَہِیْدٌ) شَہِدَ ، یَشْہَدُ ، شَہَادَۃٌ (ک س) گواہی دینا۔
(تَضِلَّ) ضَلَّ ، یَضِلُّ ، ضَلَالٌ و ضَلَالَۃٌ (ف وض) گمراہ ہونا، گم ہونا، تلف ہو جانا، مرکر مٹی ہو جانا۔
(تُذَکِّرَ) ذَکَّرَ ، یُذَکِّرُ ، تَذْکِیْرٌ (باب تفعیل) یاد دلانا، نصیحت کرنا۔
(اِذَا = جب، اِذَامَا میں مَا حرف زائد ہے)۔
(دُعُوْا) دَعَا ، یَدْعُوْ ، دُعَاءٌ ، دَعْوٰی (ن) پکارنا، بلانا، مدد مانگنا، دعاء کرنا۔
(تَسْئَمُوْا) سَئِمَ ، یَسْئَمُ ، سَاْمَۃٌ ، سَاْمٌ ، وسَاْمَۃٌ و سَاْمٌ و سَآمَۃٌ (س) عاجز ہو جانا، ملول ہونا، تھک جانا۔
(اَدْنٰی) دَنَا ، یَدْنُوْ ، دُنُوٌّ و دَنَاوَۃٌ (ن) قریب ہونا، (اَدْنٰی = اسم تفضیل ہے)۔
(تَرْتَابُوْا) اِرْتَابَ ، یَرْتَابُ ، اِرْتِیَابٌ (باب افتعال) شک کرنا۔
(تِجَارَۃ) تَجَرَ ، یَتْجُرُ ، تَجْرٌ و تِجَارَۃٌ (ن) تجارت کرنا۔
(تُدِیْرُوْنَ) اَدَارَ ، یُدِیْرُ ، اِدَارَۃٌ (باب افعال) گھومنا، گھمانا۔
(جُنَاحٌ) جَنَحَ ، یَجْنَحُ ، جُنُوْحٌ (ن وف وض) مائل ہونا (جُناح = گناہ)
(تَبَایَعْتُمْ) تَبَایَعَ ، یَتَبَایَعُ ، تَبَایُعٌ (باب تفاعل) آپس میں خرید و فروخت کرنا۔
(یُضَارَّ) ضَارَّ ، یُضَارُّ ، مُضَارَّۃٌ ، ضِرَارٌ (باب مفاعلہ) نقصان پہنچانا، مخالفت کرنا۔
(فُسُوْقٌ) فَسَقَ ، یَفْسُقُ و فَسَقَ و یَفْسُقُ ، فِسْقٌ و فُسُوْقٌ (ن وض وک) طریق حق سے نکل جانا، گناہ کرنا۔

تفسیر گذشتہ آیات میں اللہ تعالےٰ نے ان ضابطوں کا ذکر فرمایا جو قرضخواہ اور قرضدار کو ملحوظ رکھنے ضروری ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے قرض کے سلسلہ میں چند مزید ضابطوں کا ذکر فرمایا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اے ایمان والو، جب تم آپس میں ایک دوسرے سے معیّن مدت کے لئے کوئی رقم قرض لیا کرو تو قرض کے معاہدے کو لکھ لیا کرو، لکھنے والا حق و انصاف کے ساتھ لکھے

(وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ) لکھنے والے کو جس طریقہ سے اللہ نے اُسے لکھنا سکھایا ہے اس طریقہ کے مطابق لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیئے، (فَلْيَكْتُبْ) بلکہ اسی طرح ان قواعد وضوابط کے ساتھ اُسے دستاویز لکھ دینی چاہیئے جس قواعد وضوابط کی موجودگی میں وہ دستاویز مستند سمجھی جاتی ہے اس میں کسی قسم کا قانونی سقم نہ رہنے دے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ ۔۔۔۔۔۔) اس دستاویز کا مضمون وہ لکھوائے جو قرض لے رہا ہو، جس پر مدّت معین کے بعد قرض ادا کرنا ضروری ہو، قرض لینے والے کو چاہیئے کہ لکھوانے میں کسی قسم کی کمی نہ کرے، اللہ سے ڈرے اور پوری رقم لکھوائے (فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا) پھر اگر قرض لینے والا جس کے ذمّہ اُس رقم کی ادائیگی لازم ہو بے عقل ہو، کمزور ہو یا اور کوئی ایسی مجبوری لاحق ہو کہ وہ لکھوانے کے قابل نہ ہو (فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ) تو اس کے ولی یا وارث کو چاہیئے کہ وہ انصاف کے ساتھ دستاویز لکھوادے۔

پھر فرمایا: (وَاسْتَشْهِدُوْا ۔۔۔۔۔۔) جن گواہوں کو تم پسند کرو، جن کی گواہی سے تم راضی ہو، جن کے متعلق تمہیں یقین ہو کہ گواہی میں ناانصافی نہیں کرینگے، ایسے گواہوں میں سے (مِنْ رِّجَالِكُمْ) اپنے (ہم عقیدہ یعنی مسلم) مَردوں میں سے دو مردوں کو اس دستاویز پر گواہ کرلیا کرو، اگر ایسے دو مرد نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ کرلیا کرو، دو عورتوں کی گواہی سے یہ فائدہ ہوگا کہ اگر ایک عورت بھول جائے گی تو دوسری اُسے یاد دلادے گی۔

مذکورہ بالا آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت میں فطرتاً بھول زیادہ ہوتی ہے، اس کی اس بھول کی تلافی اس طرح کردی گئی کہ گواہی میں اس کے ساتھ ایک اور عورت کا اضافہ کردیا گیا پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا) گواہوں کو جب گواہی دینے کے لئے بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ کریں۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا ۔۔۔۔۔۔) اور قرضہ کی رقم تھوڑی ہو یا بہت اس کے لکھنے میں تساہل نہ کیا کرو (ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ) دستاویز کا لکھ لینا اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے، لکھ لینے سے کسی کا نقصان نہیں ہوگا، ہر ایک کو اس کا حق مل جائیگا (وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ) اور گواہی بھی زیادہ مضبوط ہوگی، ہر گواہ اپنے دستخط دیکھ کر صحیح گواہی پر قائم رہے گا (وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا) اور تحریر کرنے میں اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ تم شک میں نہیں پڑوگے۔ بہ نسبت حافظہ کے تحریر یقین کے زیادہ قریب کر دیتی ہے البتہ (اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ) اگر تجارت دست بدست ہو، سودا نقد ہو، اسی وقت قیمت دی جائے اور اسی وقت خریدی ہوئی چیز لے لی جائے تو پھر تحریر نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں (وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ) ہاں یہ پھر بھی ضروری ہے کہ اگر قرض پر خرید و فروخت

کر دو تو گواہ کر لیا کرو تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو اور اگر پیدا ہو تو وہ گواہی سے فوراً سلجھایا جا سکے، لیکن اگر خرید و فروخت قرض پر نہ ہو تو پھر نہ لکھنے کی ضرورت ہے اور نہ گواہی کی جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ابْتَاعَ فَرَسًا مِنْ اَعْرَابِیٍّ فَاسْتَتْبَعَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَقْضِیَہُ ثَمَنَ فَرَسِہٖ فَاَسْرَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَشْیَ وَاَبْطَأَ الْاَعْرَابِیُّ فَطَفِقَ رِجَالٌ یَعْتَرِضُوْنَ الْاَعْرَابِیَّ فَیُسَاوِمُوْنَ بِالْفَرَسِ لَا یَشْعُرُوْنَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ابْتَاعَہٗ حَتّٰی زَادَ بَعْضُھُمُ الْاَعْرَابِیَّ فِی السَّوْمِ عَلٰی ثَمَنِ الْفَرَسِ الَّذِیْ ابْتَاعَہٗ بِہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَادَی الْاَعْرَابِیُّ فَقَالَ اِنْ کُنْتَ مُبْتَاعًا ھٰذَا الْفَرَسَ فَابْتَعْہُ وَاِلَّا بِعْتُہٗ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ سَمِعَ نِدَاءَ الْاَعْرَابِیِّ فَقَالَ اَوَلَیْسَ قَدِ ابْتَعْتُہٗ مِنْکَ قَالَ لَا وَاللّٰہِ مَا بِعْتُکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلٰی قَدِ ابْتَعْتُہٗ مِنْکَ فَطَفِقَ النَّاسُ یَلُوْذُوْنَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاَعْرَابِیِّ وَھُمَا یَتَرَاجَعَانِ فَطَفِقَ الْاَعْرَابِیُّ ھَلُمَّ شَھِیْدًا یَشْھَدُ اَنِّیْ بَایَعْتُکَ فَمَنْ جَاءَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَ لِلْاَعْرَابِیِّ وَیْلَکَ، اَلنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ لِیَقُوْلَ اِلَّا حَقًّا حَتّٰی جَاءَ خُزَیْمَۃُ فَاسْتَمَعَ لِمُرَاجَعَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمُرَاجَعَۃِ الْاَعْرَابِیِّ فَطَفِقَ الْاَعْرَابِیُّ یَقُوْلُ ھَلُمَّ شَھِیْدًا یَشْھَدُ اَنِّیْ بَایَعْتُکَ قَالَ خُزَیْمَۃُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے ایک گھوڑا خریدا، آپ نے قیمت ادا کرنے کے لئے اُسے اپنے ساتھ لے لیا، آپ نے رفتار تیز کر دی اور وہ پیچھے رہ گیا، لوگ اس اعرابی سے اس گھوڑے کا سودا کرنے لگے، انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرید چکے ہیں یہاں تک کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اس کی قیمت لگا دی۔ اعرابی نے پکار کر کہا کہ اگر آپ کو خریدنا ہو تو خرید لو ورنہ میں کسی اور کو بیچ دوں۔ یہ آواز سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رُک گئے۔ آپ نے اعرابی سے فرمایا کیا میں نے تم سے یہ گھوڑا نہیں خریدا؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم میں نے آپ کو نہیں بیچا، بہت سے لوگ جمع ہو گئے، وہ اعرابی کہنے لگا کوئی گواہ پیش کرو کہ میں نے یہ گھوڑا آپ کو بیچ دیا، جو مسلم وہاں آتا وہ اعرابی سے کہتا، تیری خرابی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوائے حق کے کوئی بات نہیں کہتے، اتنے میں حضرت خزیمہؓ آئے انہوں نے دونوں کی گفتگو سنی، وہ کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا رسول اللہ صلی اللہ کو بیچ دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہؓ سے پوچھا: تم کس بنیاد پر گواہی دے رہے ہو، انہوں نے کہا کہ (آپ کی نبوت کی) تصدیق کی بنیاد پر، (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے

اَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَايَعْتَهٗ فَاَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خُزَيْمَةَ فَقَالَ بِمَ تَشْهَدُ فَقَالَ بِتَصْدِيْقِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَةَ خُزَيْمَةَ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ (مسند احمد وابوداؤد کتاب القضاء باب اذا علم الحاکم صدق شہادۃ الواحد یجوز لہ ان یقضی بہ جزء ۲ ص۱۵۲ وسندہ صحیح۔ بلوغ جزء ۱۵ ص۵۴و۵۵)

برابر قرار دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نقد تجارت میں نہ لکھنا ضروری ہے اور نہ گواہی ضروری ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ) کاتب اور گواہ فریقین میں سے کسی کا نقصان نہ کریں، کاتب کو چاہیئے کہ جو کچھ لکھوایا جارہا ہے اُسے بے کم و کاست لکھ دے، کاٹ چھانٹ نہ کرے، تحریر میں توریہ سے کام نہ لے، اسی طرح گواہ بھی سچی گواہی دیں، اپنے بیان میں پیچیدگی پیدا کرکے دھوکا نہ دیں اور اسے کاتب اور شاہد و (وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ) اگر تم ایسا کرو گے تو یہ گناہ کی بات ہوگی، اس گناہ کی وجہ سے تم کو عذاب ہوگا لہٰذا (اِتَّقُوا اللّٰهَ) اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو، گناہ کا کام نہ کرو پھر اس کی سزا میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوجاؤ (وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ) اللہ تعالےٰ تم کو تعلیم دے رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم سے غلطی ہوجائے اور تم گناہگار ہوجاؤ، وہ تمہیں حکمت کی باتیں سکھا رہا ہے تاکہ ان کی موجودگی میں تمام ناانصافیوں اور جھگڑوں کا سدّباب ہوجائے، اس کی نگاہ سے حکمت کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ (بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ) ہر چیز کا علم رکھتا ہے، قرض کے معاملات میں جتنی حکمتیں تھیں وہ سب اس نے تمہیں بتادیں اور تمہارے معاملات میں فتنہ و فساد کے جتنے رخنے ہوسکتے تھے ان سب کو بند کردیا، اب تم اللہ تعالےٰ کے احکام پر آنکھ بند کرکے عمل کرتے رہو اور اس کی حکمتوں اور مصلحتوں سے فیضیاب ہو۔

عمل

اے لوگو، قرض کے معاملات کو جن کی ادائیگی کے لئے وقت مقرر کردیا گیا ہو لکھ لیا کیجئے،

تحریری دستاویز پر دو مسلم مَردوں کو گواہ کر لیا کیجئے، اگر دو مرد نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ کر لیا کیجئے، اگر آپ گواہ بنائے جائیں تو جب آپ کو گواہی کے لئے بلایا جائے تو جانے سے انکار نہ کیجئے، انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیئے، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے۔

قرض کی رقم کم ہو یا زیادہ ہر حال میں دستاویز لکھنا ضروری ہے اگر تجارت دست بدست ہو تو نہ لکھنا ضروری ہے اور نہ گواہ کرنا ضروری ہے۔ ہاں اگر تجارت قرض پر ہو تو لکھنا تو ضروری نہیں لیکن گواہ پھر بھی کر لیا کیجئے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا
كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ، فَإِنْ
اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ
الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ
اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ
وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کوئی کاتب نہ مل سکے تو پھر کوئی چیز قرض دینے والے کے قبضہ میں رہن رکھ دو (تاکہ قرض دینے والے کو اطمینان رہے) اس طرح اگر تم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے پاس اپنی امانت (بطور رہن) رکھوائے تو امانت دار کو چاہیئے کہ (قرضہ کی ادائیگی کے بعد) اس کی امانت اس کے حوالہ کر دے اور اللہ (یعنی) اپنے رب سے ڈرتا رہے (کہیں ایسا نہ ہو کہ خیانت کر بیٹھے اور پھر عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائے) اور (اے ایمان والو) گواہی کو نہ چھپایا کرو، جو شخص گواہی کو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا، اللہ

(کو تمہارے دل کا حال بھی معلوم ہوتا ہے اور وہ) جو کچھ تم کرتے ہو اس سے بھی واقف ہوتا ہے (۲۸۳)

معانی ومصادر (تَجِدُوْا) وَجَدَ ووَجِدَ، یَجِدُ، وُجْدٌ وجِدَۃٌ ووُجُوْدٌ و وِجْدَانٌ (ح۔ض) پانا۔

(رِہَانٌ) رَاھَنَ، یُرَاھِنُ، مُرَاھَنَۃٌ ورِھَانٌ (باب مفاعلہ) رہن رکھنا۔

(مَقْبُوْضَۃٌ) قَبَضَ، یَقْبِضُ، قَبْضٌ (ض) مٹھی میں پکڑنا، تنگ کرنا، قبضہ میں لینا۔

(اَمِنَ) اَمِنَ، یَأْمَنُ، اَمْنٌ و اَمَنٌ واَمَانٌ واَمَنَۃٌ (س) مطمئن ہونا، امانت دار بنانا۔

(یُؤَدِّ) أَدّٰی، یُؤَدِّیْ، تَأْدِیَۃٌ (باب تفعیل) ادا کرنا۔

(اُؤْتُمِنَ) اِئْتَمَنَ، یَأْتَمِنُ، اِئْتِمَانٌ (باب افتعال) امین بنانا (مادہ ء م ن ہے)۔

(لَا تَکْتُمُوْا) (یَکْتُمُ) کَتَمَ، یَکْتُمُ، کَتْمٌ وکِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔

(اَمَانَۃٌ) اَمُنَ، یَأْمُنُ، اَمَانَۃٌ (ك) امانتداری کرنا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالےٰ نے قرض کے معاملات کو لکھنے کا حکم دیا، لیکن سفر میں کیونکہ کاتب کا ملنا مشکل ہوتا ہے اس لئے فرمایا کہ اگر کاتب نہ مل سکے تو قرض دینے والے کے پاس بطور امانت کوئی چیز رہن رکھ دو، قرض کی دستاویز اور گواہوں کی گواہی سے قرض دینے والا مطمئن ہوتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رقم ضائع نہیں ہوگی، یہی صورت رہن میں پیش آتی ہے، قرض دینے والا مطمئن ہوتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رقم ضائع نہیں ہوگی اس لئے کہ قرضدار اپنی امانت کو واپس حاصل کرنے کی کوشش کریگا اور قرضہ کی رقم ادا کرکے اپنی چیز واپس لے لیگا۔

رہن رکھنے کی یہ رعایت حالت اقامت میں بھی ہے، اگر حالت اقامت میں بھی فوری طور پر کاتب میسر نہ ہو تو قرضدار اپنی کوئی چیز بطور امانت قرضخواہ کے پاس رہن رکھ کر قرضہ حاصل کرسکتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

رَھَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِرْعًا لَّہٗ بِالْمَدِیْنَۃِ عِنْدَ یَھُوْدِیٍّ وَّ اَخَذَ مِنْہُ شَعِیْرًا لِّاَھْلِہٖ (صحیح بخاری کتاب البیوع باب شراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنسیئۃ جزء ۳ ص۷۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی لوہے کی قمیص رہن رکھی اور اس سے اپنے اہل کے لئے کچھ جو خریدے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰی طَعَامًا مِنْ یَھُوْدِیٍّ اِلٰی اَجَلٍ وَّرَھَنَہٗ دِرْعًا مِنْ حَدِیْدٍ (صحیح بخاری کتاب البیوع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک وقت مقررہ پر قیمت ادا کرنے کی شرط پر کچھ غلہ خریدا اور لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس

باب شراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنسیئۃ رہن رکھ دی۔
جزء ۳ ص۷۰ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب
الرھن جزء اول ص۱۰۷)

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ) قرضخواہ کو چاہیئے کہ جو چیز امانتاً اس کے پاس رہن ہو قرضہ ادا ہونے کے بعد اُسے قرضدار کے حوالے کر دے (وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ) اور اللہ اپنے پروردگار سے ڈرے، امانت میں خیانت نہ کرے، خیانت کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○
(آل عمران - ۱۶۱)

جو شخص خیانت کریگا وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز لے کر حاضر ہوگا، پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائیگا اور ان پر (یعنی اہل محشر پر) کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (الانفال - ۲۷)

اے ایمان والو، اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم جانتے بھی ہو (کہ یہ بہت بُری بات ہے)۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ) گواہی کو نہ چھپاؤ، گواہی کو چھپانے کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ حقدار کو اس کا حق نہ ملے۔ حقدار کو اس کے حق سے قصداً محروم کر دینا بہت بڑا گناہ ہے اور کیونکہ کسی کو قصداً اس کے حق سے محروم کر دینا بدنیتی پر دلالت کرتا ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آگے فرمایا (وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ) جس نے گواہی کو چھپایا اور ظاہر نہیں کیا کہ کس کا حق ہے تو یہ اس کی بدنیتی ہے، اس کی نیت میں کھوٹ ہے۔ اس کا دل گنہگار ہے، وہ اس کی سزا بھگتے گا (وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ) (اے ایمان والو، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو) اللہ تعالےٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

عمل

اے لوگو، قرض کے ایسے تمام معاملات کو جن میں قرض کی ادائیگی کی مدّت معین ہو لکھ لیا کیجئے، خواہ آپ سفر میں ہوں یا حضر میں، اگر دورانِ سفر کاتب نہ ملے تو قرض دینے والے کو مطمئن کرنے کے لئے اپنی کوئی چیز اس کے پاس بطور امانت رہن رکھ دیجئے۔

اے لوگو، حضر میں بھی اگر کاتب میسّر نہ ہو سکے تو قرض دینے والے کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دیا کیجئے۔

اے لوگو، اگر آپ کے پاس کوئی چیز رہن رکھی جائے تو قرضہ کی ادائیگی کے بعد اس کو بعینہ واپس کر دیجئے، اس میں خیانت نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ خیانت کی سزا میں آپ کسی عذاب میں مبتلا کر دئے جائیں۔

قرضے کے آداب

قرض کے مندرجہ ذیل آداب گذشتہ صفحات میں گذر چکے ہیں:۔

(۱) جب کسی کو قرض دے تو بغیر سود کے قرض دے،

(۲) قرضخواہ کو چاہئے کہ زر اصل سے زیادہ کچھ نہ لے،

(۳) سود سے فوراً توبہ کرے اور سود کی جو رقم باقی رہ گئی ہو اُسے بھی چھوڑ دے،

(۴) اگر قرضدار تنگ دست ہے تو قرضخواہ کو چاہیئے کہ اس کو فراخی تک مہلت دے، اگر قرضدار تنگ دست نہیں ہے تب بھی مہلت دینا اچھا ہے۔

(۵) اگر تنگ دست کے قرضہ کو معاف کر دے تو اور بھی اچھا ہے،

(۶) قرض کے ایسے تمام معاملات کو جن میں قرض کی ادائیگی کی مدت معین ہو تحریر کر لیا جائے،

(۷) کاتب کو چاہیئے کہ عدل و انصاف کے ساتھ لکھے،

(۸) قرض لینے والا قرض کی دستاویز کا مضمون لکھائے اور قرضہ کی رقم میں سے کچھ بھی کم نہ کرے،

(۹) اگر قرض لینے والا لکھوانے سے معذور ہو تو اس کا وارث لکھوائے،

(۱۰) قرض کی دستاویز پر دو مسلم مَردوں اور اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ کر لیا جائے۔

(۱۱) گواہوں کو جب گواہی کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں،

(۱۲) ہر چھوٹی اور بڑی رقم تحریر میں لائی جائے، لکھنے میں تساہل نہ کرے،

(۱۳) کاتب اور گواہ، قرضخواہ اور قرضدار میں سے کسی کا نقصان نہ کریں، گواہوں کو چاہیئے کہ سچی گواہی دیں، سچی گواہی کو نہ چھپائیں،

(۱۴) اگر کاتب میسر نہ ہو تو قرضدار کو چاہیئے کہ قرضخواہ کے پاس بطور امانت کوئی چیز رہن رکھ دے،

(۱۵) قرضدار کو چاہیئے کہ قرضخواہ کو پوری رقم وقت مقررہ پر ادا کر دے،

(۱۶) قرضدار کو چاہیئے کہ سود نہ دے، نہ کوئی شخص سودی معاملات کو تحریر کرے اور نہ ان پر گواہ بنے،

(۱۷) خلیفہ کو چاہیئے کہ لوگوں کو سودی کاروبار سے منع کرے اگر وہ باز نہ آئیں تو ان سے جنگ کرے،

(۱۸) قرضدار اگر غنی ہے تو قرضہ ادا کرنے میں ہرگز دیر نہ کرے،

(۱۹) قرض لینے والا خلوص کے ساتھ ادا کرنے کی نیت سے قرضہ لے، کسی کے مال کو ضائع کرنے کی نیت

سے قرضہ نہ لے،

اب ہم قرضہ کے سلسلہ میں مزید آداب لکھتے ہیں:۔

(۲۰) قرضخواہ کو چاہئے کہ تقاضا کرنے میں نرمی کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرٰی وَإِذَا اقْتَضٰی (صحیح بخاری کتاب البیوع باب السہولۃ والسماحۃ ۳/۷۵)

اللہ اس شخص پر رحم کرے جو نرمی کرے، جب بیچے، جب خریدے اور جب تقاضا کرے۔

(۲۱) قرضدار کو چاہئے کہ مرتے وقت اتنا مال ضرور چھوڑے کہ جس سے اس کا قرضہ ادا ہو جائے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفّٰی عَلَیْہِ الدَّیْنُ فَیَسْأَلُ ھَلْ تَرَکَ لِدَیْنِہٖ فَضْلًا فَإِنْ حُدِّثَ اَنَّہٗ تَرَکَ لِدَیْنِہٖ وَفَاءً صَلّٰی وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِیْنَ صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِکُمْ (صحیح بخاری کتاب البیوع ابواب الکفالۃ باب الکفالۃ فی القرض و الدیون جزء ۳ ص۱۲۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی میّت لائی جاتی جس پر قرضہ ہوتا تو آپ دریافت فرماتے کیا اس نے اتنا مال چھوڑا ہے جو قرض ادا کرنے کے لئے کافی ہو۔ اگر آپ سے کہا جاتا کہ اس نے قرضہ کی ادائیگی کے لئے مال چھوڑا ہے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے ورنہ مسلمین سے فرماتے کہ اپنے دوست پر تم ہی نماز پڑھو۔

(۲۲) اگر کسی نے کوئی جانور قرض لیا ہو اور ادائیگی کے وقت پر اس کے پاس ویسا جانور نہ ہو تو اس سے بہتر جانور قرضہ میں دیدے۔ اگر قرضخواہ تقاضے میں سختی کرے تو قرضدار کو سختی برداشت کرنی چاہیئے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَقَاضَاہُ فَاَغْلَظَ، فَھَمَّ بِہٖ اَصْحَابُہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعُوْہُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا ثُمَّ قَالَ اَعْطُوْہُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّہٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَا نَجِدُ إِلَّا اَمْثَلَ مِنْ سِنِّہٖ فَقَالَ اَعْطُوْہُ فَإِنَّ مِنْ خَیْرِکُمْ اَحْسَنَکُمْ قَضَاءً (صحیح بخاری کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ فی قضاء الدیون جزء ۳ ص۱۳۰)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں سختی سے بات کی۔ صحابہ کرام نے اس کو تنبیہ کرنے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو، حق والے کو کہنے کا حق ہوتا ہے، پھر فرمایا اس کو اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ دے دو۔ صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول، اس عمر کا اونٹ تو نہیں ملتا البتہ اس سے بہتر اونٹ موجود ہے۔ آپ نے فرمایا "وہی دے دو، تم میں بہتر

رصحیح مسلم کتاب البیوع باب من استسلف شیئا فقضی خیرا منه۔ جزء اول ص۷۰)

وہ ہے جو قرضہ کی ادائیگی میں بہتر ہو۔"

(۲۳) جو شخص پیشگی قیمت دے کر مطلوبہ چیز بعد میں لے تو اس چیز کا وزن، حجم اور اس چیز کے وصول کرنے کا وقت مقرر کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَفِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ (صحیح بخاری کتاب السلم فی وزن معلوم جزء ۳ ص۱۱۱ وروی مسلم فی صحیحه نحوه فی کتاب البیوع باب السلم جزء اول ص۷۰)

جو شخص پیشگی قیمت دے کر کسی چیز کو بعد میں لینا چاہے تو اس چیز کا ماپ، وزن اور وقت وصولیابی مقرر کر دے۔

(۲۴) اگر قرضدار کے قرض کا کوئی دوسرا مالدار شخص ذمہ لے لے تو قرضخواہ کو اس کا ذمہ قبول کر لینا چاہیئے اور اسی سے تقاضا کرنا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ۔ (صحیح بخاری کتاب الحوالات باب فی الحوالة جزء ۳ ص۱۲۳ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم مطل الغنی ۱/۱۸۳)

جب تم میں سے کسی کا قرض کسی مالدار کے حوالہ کر دیا جائے تو قرضدار کو چاہیئے کہ اس مالدار سے ہی تقاضا کرے۔

(۲۵) نماز میں قرض سے اللہ تعالےٰ کی پناہ طلب کرے یعنی یہ دعاء پڑھے اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلٰوةِ وَيَقُولُ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ قَالَ قَائِلٌ مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِنَ الْمَغْرَمِ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ (صحیح بخاری کتاب فی الاستقراض باب من استعاذ من الدین ۳/۱۵۴ و

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعاء کرتے تھے تو یہ دعاء بھی پڑھا کرتے تھے: "اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں"۔ ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول، آپ قرض سے کتنی کثرت سے پناہ مانگتے ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی قرضدار ہوتا ہے تو جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو

صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب مایستعاذ منه فی الصلوٰۃ جزء اول ص۲۳۷)

وعدہ خلافی کرتا ہے۔

سود کے مسائل

سود کے مندرجہ ذیل مسائل گذر چکے ہیں:۔

(۱) قرضخواہ زر اصل سے زائد ہرگز نہ لے، نہ سود مفرد اور نہ سود مرکب،

(۲) جو سود باقی رہ گیا ہو توبہ کرتے وقت اُسے بھی چھوڑ دے،

(۳) قرضدار سود ہرگز نہ دے اور نہ سود پر قرض لے،

(۴) سودی لین دین کی دستاویز نہ لکھے اور نہ اس لین دین پر گواہ بنے،

(۵) اگر کوئی شخص سودی کاروبار کرے تو خلیفۂ وقت کو چاہیئے کہ اس سے جنگ کرے۔

اب ہم سود کے مزید مسائل لکھتے ہیں

(۶) ایک ہی جنس کی دو قسموں میں اگر باہمی تبادلہ کرے تو دونوں کا وزن برابر ہونا چاہیئے اور تبادلہ دست بدست ہونا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا سَوَآءً بِسَوَآءٍ وَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ (صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع الذهب بالذهب جزء۳ ص۹۷ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب الربا جزء اول ص۱۹ وفی روایة لَا تَبِيْعُوْا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ (صحیح بخاری باب بیع الفضة بالفضة وصحیح مسلم کتاب البیوع باب الربا جزء اول ص۱۹ واللفظ للبخاری)

سونے کو سونے کے بدلہ نہ بیچو مگر یہ کہ دونوں کا وزن برابر ہو، ہاں سونے کو چاندی کے عوض یا چاندی کو سونے کے عوض جس طرح چاہو بیچو اور ان میں سے کسی نقد چیز کے بدلہ غائب چیز کو خریدو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ

گیہوں گیہوں کے بدلہ سود ہے مگر یہ کہ دست بدست ہو۔ جو جو کے بدلہ سود ہے مگر یہ کہ

رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ (صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع التمر بالتمر جزء۳ ص۹۶) وفی روایۃ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ (صحیح بخاری باب مایذکر فی بیع الطعام والحکرۃ جزء ۳ ص۸ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب الصرف جزء اول ص۶۹۲ واللفظ للبخاری)

دست بدست ہو۔ کھجور کھجور کے بدلہ سودہے مگر یہ کہ دست بدست ہو اور سونا سونے کے بدلے سودہے مگر یہ کہ دست بدست ہو۔

مثال:۔ اگر ایک شخص کے پاس گھٹیا چاول ہوں اور دوسرے کے پاس باسمتی چاول ہوں اور اگر وہ اپنے اپنے چاولوں کا تبادلہ کرنا چاہیں تو دو شرطیں ضروری ہوں گی۔ (۱) دونوں کا وزن برابر ہو (۲) تبادلہ دست بدست ہو۔ اگر وہ ایسا نہ کرسکیں تو پھر اپنے اپنے چاولوں کو رقم کے عوض بیچ دیں اور اس رقم سے مطلوبہ چاول خرید لیں۔ مزید تشریح کے لئے سورۂ نساء کی آیت ۲۹ کی تفسیر ملاحظہ فرمادیں۔

(۷) اگر ایک جنس کا بدلہ دوسری جنس سے کرے تو وزن کا برابر ہونا ضروری نہیں البتہ تبادلہ دست بدست ہی ہونا چاہیئے۔

حضرت براءؓ اور زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں:۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا (صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع الورق بالذھب نسیئۃ جزء۳ ص۹۸ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب النہی عن بیع الورق بالذھب دینا جزء اول ص۶۹۳ واللفظ للبخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے عوض قرض پر بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث کا منشاء یہ ہے کہ سونا بیچ کر خریدار کے حوالہ کردیا جائے تو اسی وقت اس کی قیمت کی چاندی اس سے وصول کی جائے، یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ چاندی بعد میں کسی اور وقت وصول کی جائے۔

رہن کے آداب

رہن کے مندرجہ ذیل آداب اوپر گذر چکے ہیں:۔

(۱) سفر ہو یا حضر اگر کاتب میسر نہ ہو تو قرضدار کو چاہیئے کہ قرضخواہ کے پاس کوئی چیز بطور امانت رہن رکھوادے،

(۲) قرضخواہ کو چاہیئے کہ امانت میں خیانت نہ کرے، قرضہ کی رقم کی ادائیگی کے بعد وہ امانت بجنسہٖ قرضدار

کے حوالہ کر دے۔

اب ہم رہن کے بقیّہ آداب لکھتے ہیں

(۳) مرہونہ چیز کو استعمال نہ کرے، البتہ سواری کے جانور پر سواری کر سکتا ہے اور دودھ دینے والے جانور کا دودھ پی سکتا ہے بشرطیکہ اُس جانور کے اخراجات اس کے ذمّہ ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَعَلَى الَّذِيْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ (صحیح بخاری کتاب الرھن باب الرھن مرکوب ومحلوب جزء ۳ ص۱۸۷)

مرہونہ سواری پر اس کے خرچ کے عوض سواری کی جا سکتی ہے اور مرہونہ دودھ کے جانور کا دودھ اس کے خرچ کے عوض پیا جا سکتا ہے، جو شخص سواری کرے اور جو شخص دودھ پئے خرچ اسی کے ذمّہ ہے

نوٹ:۔ تجارت کے آداب انشاء اللہ سورۂ نسآء کی آیت ۲۹ اور گواہی کے آداب انشاء اللہ سورۃ النسآء القصریٰ (سورۂ طلاق) کی آیت ۲ کی تفسیر میں بیان کئے جائیں گے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ، وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ
اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ
بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

ترجمہ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے (بھلا جو اتنی بڑی بادشاہت کا مالک ہو کیا اس سے کوئی بات مخفی رہ سکتی ہے، ہرگز نہیں) اگر تم اپنے دلوں کی بات ظاہر کرو گے یا چھپاؤ گے اللہ (کو بہرحال اس کا علم ہوگا اور وہ) تم سے اس کا محاسبہ کریگا، پھر وہ جس کو چاہیگا معاف کردیگا اور جس کو چاہیگا سزا دیگا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۸۴﴾

معانی ومصادر (تُبْدُوْا) اَبْدٰی، يُبْدِيْ، اِبْدَاءٌ (باب افعال) ظاہر کرنا۔
(يُحَاسِبْ) حَاسَبَ، يُحَاسِبُ، مُحَاسَبَةٌ وحِسَابٌ (باب مفاعلہ) حساب لینا، محاسبہ کرنا۔
(قَدِيْرٌ) قَدَرَ، يَقْدِرُ وَقَدِرَ، يَقْدَرُ، قَدْرٌ وقُدْرَةٌ ومَقْدِرَةٌ ومِقْدَارٌ وقَدَارَةٌ وقُدُوْرَةٌ وقُدُوْرٌ وقِدْرَانٌ وقَدَارٌ وقِدَارٌ (ن وس وض) قادر ہونا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کا مالک صرف اللہ تعالےٰ ہے، اسی مضمون کو اللہ تعالےٰ نے کئی جگہ بیان کیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اٰل عمران۔ ۱۰۹ و ۱۲۹) (النسآء۔ ۱۲۶ و ۱۳۲) (النجم۔ ۳۱)

آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (اٰل عمران۔ ۱۸۹) (المآئدۃ۔ ۱۷ و ۱۸) (النور۔ ۴۲) (الفتح۔ ۱۴)

آسمانوں اور زمین کی بادشاہت (صرف) اللہ کے لئے ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ آسمانوں کی اور زمین کی تمام چیزوں کا واحد مالک ہے، آسمانوں میں اور زمین میں صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے لہذا وہ آسمانوں کی اور زمین کی تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں سے واقف ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جو ہستی آسمانوں اور زمین پر حکومت کرے وہ آسمانوں اور زمین کے حالات سے ناواقف ہو، نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ آسمانوں اور زمین کی تمام باتوں سے واقف ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اٰل عمران۔ ۲۹)

اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الحجرات۔ ۱۸)

بے شک اللہ آسمانوں کی اور زمین کی (تمام) پوشیدہ باتوں سے واقف ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ آسمانوں کا اور زمین کا بادشاہ ہے، آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ ان سب کا مالک و مختار ہے، وہ آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ باتوں سے واقف ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ انسانوں کے قلوب کی باتوں سے ناواقف ہو، وہ ضرور واقف ہے (اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ) اور اے لوگو، اگر تم اپنے دل کی باتوں کو ظاہر کرو تو بھی اللہ تعالےٰ ان سے واقف ہوگا (اَوْ تُخْفُوْهُ) اور اگر ان کو چھپاؤ تو بھی اللہ ان سے واقف ہوگا، ظاہر اور پوشیدہ سب اس کے لئے برابر ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (الاحزاب۔ ۵۴)

اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اُسے چھپاؤ (اللہ کو بہر حال اس کا علم ہوگا) کیونکہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ (المائدۃ-۹۹) (النور- ۲۹)

اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ (اٰل عمران - ۲۹)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اگر تم اپنے سینوں میں کسی چیز کو چھپاؤ یا اُسے ظاہر کرو اللہ اُسے (ہر حالت میں) جانتا ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ دلوں کے رازوں سے واقف ہے، اللہ تعالےٰ کو ہر شخص کی نیت کا علم ہے، انسان کے دل میں جو خیالات اور وسوسے آتے رہتے ہیں اللہ تعالےٰ انہیں بخوبی جانتا ہے (يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ) لہٰذا اللہ تعالےٰ دل کے تمام خیالات اور وسوسوں کا حساب لے گا، اگر خیالات اور ارادے اچھے ہونگے تو اللہ تعالےٰ ان پر ثواب عطاء فرمائیگا اور اگر خیالات اور ارادے بُرے ہوں گے تو پھر اللہ تعالےٰ جس شخص کے لئے چاہیگا ان خیالات اور ارادوں کو معاف کر دیگا اور جس شخص کے لئے چاہے گا ان خیالات اور ارادوں کو معاف نہیں کریگا بلکہ ان کی بنیاد پر اس شخص کو سزا دے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَاِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً (صحیح مسلم کتاب الایمان باب اذا ھمّ العبد بحسنۃ جزء اول ص۷۶ وصحیح بخاری کتاب الرقاق باب من ھمّ بحسنۃ او سیئۃ ص۹۶۸ جزء ۲) وَفِيْ رِوَايَةٍ وَمَحَاهَا اللّٰهُ وَلَا يَهْلِكُ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا هَالِكٌ (صحیح مسلم جزء اول ص۷۶)

اللہ نے نیکیاں اور برائیاں مقرر کر دیں، پھر ان کی وضاحت بھی کر دی، تو اب جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے لیکن اس نیکی کو کرے نہیں تو اللہ تعالےٰ اپنے ہاں اس کو ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے پھر اس نیکی کو کر بھی لے تو اللہ عزوجل اپنے ہاں دس نیکیوں سے لے کر سات سو تک بلکہ کثیر تعداد میں اس کے مثل نیکیاں لکھ لیتا ہے اور اگر کسی شخص نے کسی برائی کا ارادہ کیا لیکن پھر اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ اپنے ہاں ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر اس نے برائی کا ارادہ کیا، پھر اُسے کر لیا تو اللہ ایک ہی برائی لکھتا ہے (پھر اگر چاہتا ہے تو) اس کو بھی مٹا دیتا ہے اور اللہ کے ہاں وہی ہلاک ہوگا جس کو ہلاک ہونا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ برے عمل کا ارادہ اور خیال لکھا نہیں جاتا لیکن آیت زیر تفسیر میں بعض خیالات پر عذاب کی وعید ہے۔ یہ چیز ایک قسم کا اشکال پیدا کرتی ہے۔ اس اشکال کو دور کرنے کے لئے اگلی دو آیتوں

کی تفسیر ص ۱۰۶۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے، بندوں کو بھی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب میں مبتلا نہیں کریگا سوائے اس شخص کے جو بڑا ہی بدبخت اور اللہ تعالیٰ کا باغی ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے، وہ جس کو چاہے معاف کر سکتا ہے اور جس کو چاہے عذاب میں مبتلا کر سکتا ہے، کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ○

(المؤمنون - ۸۸و۸۹)

(اے رسول ان سے) پوچھئے بتاؤ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے، وہ پناہ دے سکتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی (کسی کو) پناہ نہیں دے سکتا، اگر تمہیں معلوم ہے (تو بتاؤ)، (اے رسول اس سوال کے جواب میں) یہ فوراً کہیں گے کہ یہ قدرت تو صرف اللہ ہی کو حاصل ہے تو پھر آپ ان سے پوچھیئے کہ پھر تم پر جادو کیسے ہو جاتا ہے (کہ اس اقرار کے بعد تم دوسروں کو الٰہ مان لیتے ہو)۔

جب یہ آیت جس کی تفسیر ہم نے اوپر بیان کی نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت پریشان ہوئے، ان کی پریشانی کا حال اور اس آیت کی مزید تفسیر ہم انشاء اللہ اگلی دو آیتوں کی تفسیر کے سلسلہ میں بیان کریں گے۔

عمل

اے لوگو، دل کو تقوٰے اور حبّ الٰہی سے معمور کر لیجیئے، شرکیہ عقائد، کینہ، بغض و حسد سے پاک کر لیجیئے، نیکیوں کا ارادہ کیجیئے اور ان پر عمل کیجیئے، برائیوں سے اجتناب کیجیئے، اگر آپ برائی کا ارادہ بھی کر لیں تو ارادہ کو فسخ کر دیجیئے، یہ ارادہ کا ترک کرنا بھی آپ کے لئے نیکی بن جائے گا۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ
مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ
اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ
وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ
مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَ
اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ
الْمَصِيْرُ ﴿٢٨٥﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا
اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا
مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ

إِنْ نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا
تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ
عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا
وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا
بِهِۦ وَٱعْفُ عَنَّا وَٱغْفِرْ لَنَا
وَٱرْحَمْنَآ أَنتَ مَوْلَىٰنَا
فَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٢٨٦﴾

ترجمہ (اللہ کا) رسول اور تمام مؤمنین اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو رسول پر اس کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے، (اور یہ) سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر بھی ایمان لاتے ہیں (اور اس طرح کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے (سب پر بلا تفریق ایمان لاتے ہیں) اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ (اے اللہ) ہم نے (تیرے احکام کو) سنا اور ہم (ان کی) اطاعت کریں گے اور اے ہمارے رب ہم تیری مغفرت طلب کرتے ہیں اور (ہمیں اس بات پر یقین ہے کہ ہمیں) تیری طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿٢٨٥﴾ (اے ایمان والو، خبردار ہو جاؤ) اللہ کسی شخص کو

طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جو شخص اچھے عمل کرے گا، ان عملوں کا ثواب اس کو ملے گا اور جو شخص برے عمل کرے گا تو ان عملوں کا وبال اُس کرنے والے پر ہوگا، (اور اے ایمان والو، تم اس طرح دعا کیا کرو) اے ہمارے رب اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہم سے مؤاخذہ نہ کر، اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا بوجھ تو نے اُن لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں، اے ہمارے رب ہم سے ایسا بوجھ نہ اُٹھوا جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں، ہمیں معاف فرما، ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے، کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ (۲۸۶)

معانی ومصادر

(غُفْرَان) غَفَرَ، یَغْفِرُ، غَفْرٌ، غَفِیْرٌ وغَفِیْرَۃٌ وغُفْرَانٌ ومَغْفِرَۃٌ وغُفُوْرٌ (ن) معاف کر دینا۔
(مَصِیْر) صَارَ، یَصِیْرُ، صَیْرٌ وصَیْرُوْرَۃٌ ومَصِیْرٌ، (ض) لوٹنا۔
(یُکَلِّفُ) کَلَّفَ، یُکَلِّفُ، تَکْلِیْفٌ (باب تفعیل) ایسا حکم دینا جو تکلیف دہ ہو۔
(وُسْع) وَسِعَ، یَسَعُ ویَسِعُ، سَعَۃٌ وسِعَۃٌ (س وح) کشادہ ہونا، کشادہ کرنا، طاقت ہونا (وُسْعٌ: طاقت)
(لَاتُؤَاخِذْنَا) اَخَذَ، یُؤَاخِذُ، مُؤَاخَذَۃٌ (باب مفاعلۃ) مؤاخذہ کرنا، سزا دینا۔
(نَسِیْنَا) نَسِیَ، یَنْسٰی، نَسْیٌ ونِسْیَانٌ ونِسْیَانَۃٌ ونَسْوَۃٌ (س) بھول جانا۔
(اَخْطَاْنَا) اَخْطَاَ، یُخْطِئُ، اِخْطَاءٌ (باب افعال) خطا کرنا۔
(تَحْمِلُ) (حَمَلْتَ) حَمَلَ، یَحْمِلُ، حَمْلٌ وحُمُلَانٌ (ض) بوجھ لادنا، حاملہ ہونا، بوجھ اُٹھانا
(اِصْرًا) اِصْرٌ = اَصْرٌ = بوجھ، عہد، گناہ۔
(لَا تُحَمِّلْنَا) حَمَّلَ، یُحَمِّلُ، تَحْمِیْلٌ (باب تفعیل) بوجھ اٹھوانا۔
(طَاقَۃَ) طَاقَ، یَطُوْقُ، طَوْقٌ وطَاقَۃٌ (ن) قادر ہونا، طاقت رکھنا۔

شانِ نزول

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا نَزَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ قَالَ فَاشْتَدَّ ذٰلِکَ عَلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ دَخَلَ قُلُوْبَھُمْ مِنْھَا شَیْءٌ لَمْ یَدْخُلْ قُلُوْبَھُمْ مِنْ شَیْءٍ)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ ..... الخ "آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے، خواہ تم اپنے دلوں کی بات ظاہر کرو یا اس کو چھپاؤ اللہ تم سے اس کا محاسبہ کرے گا، پھر وہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا، اور جس کو چاہے گا سزا دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔ تو یہ آیت کریمہ صحابہ کرامؓ کو بہت سخت محسوس ہوئی، ان کے دل

فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَكُوْا عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوْا اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلِّفْنَا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا نُطِيْقُ الصَّلٰوةَ وَالصِّيَامَ وَالْجِهَادَ وَالصَّدَقَةَ وَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَا نُطِيْقُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ اَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا بَلْ قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ فَلَمَّا اقْتَرَاَهَا الْقَوْمُ ذَلَّتْ بِهَا اَلْسِنَتُهُمْ (وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَاَلْقَى اللّٰهُ الْاِيْمَانَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ اِثْرِهَا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا قَالَ نَعَمْ (وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ) رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ نَعَمْ (وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ) رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ قَالَ نَعَمْ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

اتنے خوف زدہ ہوئے کہ اتنے خوف زدہ کسی اور چیز سے کبھی نہیں ہوئے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور دوزانو بیٹھ کر عرض کیا "اے اللہ کے رسول، (اب تک) ہمیں ایسے اعمال کا حکم دیا گیا تھا، جن کی ہم میں طاقت تھی، مثلاً نماز، روزے، جہاد، صدقہ لیکن اب جو یہ آیت آپ پر نازل ہوئی ہے اس کی ہم میں طاقت نہیں"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم وہی بات کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے کہی تھی کہ ہم نے سن لیا لیکن ہم نافرمانی کریں گے، (تمہیں ایسا نہیں کہنا چاہئے) بلکہ تم یہ کہو ہم نے سن لیا، اور ہم فرمانبرداری کریں گے، اے ہمارے ربّ، ہم تو تیری مغفرت کے طلبگار ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے"۔ تمام صحابہ کرام نے کہا "ہم نے سن لیا اور ہم اطاعت کریں گے، اے ہمارے ربّ ہم تو تیری مغفرت کے طلبگار ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے"۔ جب لوگوں نے یہ الفاظ ادا کئے تو ان کی وجہ سے زبان میں عاجزی و انکساری پیدا ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں (مزید) ایمان ڈال دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ آیتیں نازل فرمائیں "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ..... الخ" (اللہ کا) رسول اور تمام مؤمنین اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو رسول پر اس کے ربّ کی طرف سے نازل کی گئی ہے، (اور وہ) سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر بھی ایمان لاتے ہیں (اور اس طرح کہتے ہیں) "ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے" اور

قَالَ نَعَمْ (وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ) (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان قولہ تعالیٰ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ جزء اول ص۷۶)۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں "ہم نے سُن لیا اور ہم اطاعت کریں گے۔ اے ہمارے ربّ ہم تو تیری مغفرت کے طلبگار ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے" جب انہوں نے یہ کہا تو اللہ عزّ وجلّ نے اُس آیت کا ازالہ فرما کر یہ آیت نازل فرمائی "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ ..... الخ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو شخص اچھے عمل کرے گا، ان کا ثواب اس کو ملے گا، اور جو شخص بُرے عمل کرے گا ان کا وبال اُسی پر ہوگا۔ اے ہمارے ربّ اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہم سے مؤاخذہ نہ کر" (جب صحابہ نے یہ کہا تو) اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اچھا، میں نے تمہاری دعاء قبول کی"۔ اے ہمارے ربّ ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جو تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں (جب صحابہ نے یہ کہا تو) اللہ نے فرمایا "اچھا، میں نے تمہاری دعاء قبول کی" اے ہمارے ربّ ہم سے ایسا بوجھ نہ اٹھوا جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں (جب صحابہ نے یہ دعاء کی تو) اللہ نے فرمایا "اچھا، (میں نے تمہاری دعاء قبول کی)" "ہمیں معاف فرما دے، ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے، کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما" (جب صحابہ نے یہ کہا تو) اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اچھا میں نے تمہاری دعاء قبول کی"۔

فضیلت (۱) سورۂ بقرہ کی ان آخری دو آیتوں کی بڑی فضیلت ہے یہی وہ دو آیتیں ہیں جن کی خوشخبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں دی گئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا اُسْرِیَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْتُہِیَ بِہٖ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَہٰی وَھِیَ فِی السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، اِلَیْھَا یَنْتَہِیْ مَا یُعْرَجُ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور وہ چھٹے آسمان میں ہے (یعنی اس کی جڑ چھٹے

بِهٖ مِنَ الْاَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَاِلَيْهَا يَنْتَهِيْ مَا يُهْبَطُ بِهٖ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى قَالَ فَرَاشٌ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ فَاُعْطِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا اُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَاُعْطِيَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَّمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ مِنْ اُمَّتِهٖ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتِ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب فی ذکر سدرۃ المنتہی جزء اول ص۸۸)

آسمان میں ہے)۔ یہاں پہنچ کر زمین سے اوپر چڑھنے والی اور اوپر سے نیچے آنے والی چیز رک جاتی ہے، پھر اس چیز کو لینے والے لے لیتے ہیں، اللہ نے فرمایا "جب بیری کو ڈھانک لیا جس چیز نے ڈھانک لیا" یعنی سونے کے پروانوں نے ڈھانک لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں عطا کی گئیں، آپ کو پانچ نمازیں عطا کی گئیں، سورۂ بقرہ کی آخری آیات دی گئیں اور اللہ نے اس شخص کے مہلک گناہوں کی مغفرت (کی خوشخبری) آپ کو دی جو آپ کی امت میں سے ذرا سا بھی شرک نہ کرے۔

(۲) معراج میں خوشخبری دینے کے بعد پھر ان آیات کو اللہ تعالیٰ نے معمول کے مطابق بھی نازل فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

بَيْنَمَا جِبْرِيْلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيْضًا مِّنْ فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ اُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهٗ۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل القران باب فضل الفاتحۃ ..... جزء اول ص۳۲۲)

(ایک روز) حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی اثناء میں انہوں نے اپنے اوپر سے ایک زوردار آواز سنی، انہوں نے اپنا سر اٹھایا پھر فرمایا "یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا"، پھر اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ جبریل نے فرمایا یہ ایک فرشتہ ہے جو آج زمین کی طرف نازل ہوا ہے اور آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا۔ پھر اس فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور کہا "دو نوروں کی خوشخبری سنیئے، یہ دو نور آپ کو عطا کئے گئے ہیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کئے گئے، ایک نور سورۂ فاتحہ ہے اور دوسرا نور سورۂ بقرہ کی آخری آیات ہیں، آپ (جب کبھی) ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے، تو آپ کو مانگی ہوئی چیز مل جائے گی۔

اوپر شان نزول کے عنوان میں حدیث کے یہ الفاظ گزر چکے ہیں کہ جب صحابہ کرام نے سورۂ بقرہ کی آخری آیت

کی دعاؤں کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ ہر دعا پر فرماتا رہا، میں نے تمہاری دعا قبول کی، یہ گویا "لَنْ نَقْضَ أَيْمَانٍ مِنْهُمَا إِلَّا أَعْطَيْتَهُ" کی تشریح ہے۔ جو شخص بھی خلوص، آداب دعا اور دعا کی قبولیت کے شرائط کے ساتھ سورۂ فاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات پڑھے گا تو اس کی دعا اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ضرور قبول ہوگی۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ (صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل البقرۃ جزء ۶ ص۲۳۱ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ جزء اول ص۳۲۲)

جس نے رات کے وقت سورۂ البقرہ کی آخری دو آیتوں کو پڑھا تو وہ دونوں آیتیں اس کے لئے کافی ہیں۔

تفسیر جب یہ آیت وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (یعنی اللہ تعالیٰ دل کی باتوں کا بھی محاسبہ کرے گا) نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت پریشان ہوئے، انہوں نے سمجھا کہ ایسی صورت میں نجات مشکل ہے اس لئے کہ دل میں تو بعض اوقات بہت برے برے خیالات اور خطرناک قسم کے شیطانی وسوسے آتے ہیں، مثلاً ان میں سے ایک بہت بڑا شیطانی وسوسہ وہ ہے جس کی نشاندہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل حدیث میں فرمائی، آپ نے فرمایا:۔

يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتّٰى يَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس جزء ۴ ص۱۲۹ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الوسوسۃ فی الایمان جزء اول ص۶۸)

تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آتا ہے، اور اس سے کہتا ہے فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ حتّٰی کہ پھر وہ یہ کہتا ہے تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب یہ سوال اسکے دل میں آئے تو اُسے چاہیئے کہ اللہ کی پناہ طلب کرے اور اس خیال سے باز رہے۔

الغرض صحابہ کرام کی پریشانی کا یہ عالم ہوا کہ وہ برداشت نہ کر سکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کو تعلیم دی کہ وہ اس طرح کہیں سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ (ہم نے سن لیا اور ہم اطاعت کریں گے۔ اے ہمارے رب ہم تو تجھ سے تیری مغفرت کے طلبگار ہیں اور ہمیں تیری طرف لوٹ کر آنا ہے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ان کلمات کی تعلیم سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بلا چون وچرا قبول کرنا چاہیئے، وہ انسانوں سے زیادہ انسانوں کی طاقت سے واقف ہے، انسانوں کو یہ زیبا نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کہیں ہم میں تیرے فلاں حکم کی تعمیل کی طاقت نہیں، اس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کو انسانوں کی استطاعت کا علم نہیں، انسان اُسے بتائیں گے تو اُسے علم ہوگا، یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (الملک-۱۴)

کیا جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا (یہ نہیں ہوسکتا) وہ باریک بین اور باخبر ہے (اُسے ہر چیز کا علم ہے)۔

اللہ تعالےٰ کو انسانوں کی کمزوری کا علم ہے لہٰذا وہ خود ہی ایسا حکم کبھی نہیں دے گا جو انسانوں سے نہ ہوسکے۔

اسی طرف اللہ تعالےٰ نے ان کلمات میں اشارہ فرمایا ہے:۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ اللہ کسی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

ہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ مصلحتاً پہلے کسی مشکل کام کا حکم دیتا ہے لیکن مقصد مشکل میں ڈالنا نہیں ہوتا بلکہ بندوں کی دعاء پر اس مشکل کام میں تخفیف کرنا مدّنظر ہوتا ہے تاکہ مشکل کے بعد تخفیف نعمت عظمیٰ معلوم ہو اور بندے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کریں کہ اُس نے ان کی التجاء سن لی اور ان پر رحم فرمایا، بندوں کو یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ ہم سے یہ کام نہیں ہوسکتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرکے پھر یہ دعاء کرنی چاہیئے کہ اے اللہ اس میں تخفیف فرما۔ پہلے تسلیم، پھر تخفیف، نہ کہ پہلے ہی سے انکار اور عذر اور بہانے۔

صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے تسلیم و رضا کا اظہار کیا تو اللہ تعالےٰ کو بھی رحم آگیا۔ پہلے تو اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرام کے کہے ہوئے الفاظ کو دُہرایا گویا اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ کو بھی شرفِ قبولیت بخشا اور رہتی دنیا تک اپنے مؤمن بندوں کو ان الفاظ کے ذریعہ تسلیم و رضا کی تعلیم دی، اب ہر مؤمن کا فرض ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم سنے تو عذر اور بہانوں سے کام نہ لے بلکہ وہی الفاظ کہے جو صحابہ کرام نے کہے تھے یعنی ہم نے سُن لیا اور ہم اطاعت کریں گے، ہمیں تو تیری بخشش چاہیئے، اور ہمیں تو تیری طرف لوٹ کر آنا ہے، یعنی تجھ ہی سے واسطہ پڑے گا، تجھ ہی سے نہ کہیں تو کس سے کہیں تجھ کو راضی نہ کریں تو کس کو راضی کریں ہمیں تو تیری رضاء چاہیئے اور بس۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تو خود ہی کسی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اس بات کو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بار بار دہرایا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا (الانعام-۱۵۲) (الاعراف-۴۲) (المؤمنون-۶۲)

ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے لیکن اس کی طاقت کے مطابق۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا تُکَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَھَا۔ (البقرۃ - ۲۳۳)

کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰھَا۔ (الطلاق-۷)

اللہ کسی کو خرچ کرنے کی تکلیف نہیں دیتا مگر اس مال کے مطابق جو اللہ نے اس کو دیا ہے۔

الغرض جسمانی عبادت ہو یا مالی عبادت اللہ تعالےٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، اللہ تعالےٰ ایسا حکم دیتا ہے جو بندہ کر سکے اور اس کی طاقت سے باہر نہ ہو۔

کیونکہ بعض خیالات اور وسوسے انسان کے اختیار میں نہیں ہوتے لہٰذا اللہ تعالےٰ نے "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" نازل فرما کر "وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰہُ" کی سختی کو دور کر دیا، اب اگر کسی شخص کے دل میں کوئی وسوسہ یا بُرا خیال آتا ہے اور وہ اس وسوسے اور خیال کے معاملہ میں اختیار نہیں رکھتا کہ اُسے روک سکے، تو وہ معذور ہوگا، اللہ تعالےٰ اس سے مؤاخذہ نہیں کریگا جب تک اس پر عمل نہ کرے اور اس کو منہ سے نہ نکالے کیونکہ ان چیزوں پر اُسے اختیار ہے لہٰذا جب اس پر عمل کرے گا یا زبان سے ادا کرے گا تو گنہگار ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے مؤاخذہ کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ تَجَاوَزَ لِاُمَّتِیْ عَمَّا حَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَکَلَّمْ بِهٖ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب تجاوز اللہ حدیث النفس جزء اول ص۶۶)

اللہ عزّوجلّ نے میری امّت سے ان کے دلوں کی بات سے تجاوز فرما دیا ہے جب تک اس پر عمل نہ کرے یا زبان سے ادا نہ کرے۔

مزید برآں یہ بھی ضروری ہے کہ ان وسوسوں اور بُرے خیالات کو بُرا سمجھے، اگر ان وسوسوں پر عمل نہ کرے یا زبان سے نہ نکالے، لیکن انہیں اچھا سمجھے تو یہ ایمان کے منافی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

جَآءَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلُوْهُ اِنَّا نَجِدُ فِیْ اَنْفُسِنَا مَا یَتَعَاظَمُ اَحَدُنَا اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِهٖ قَالَ وَقَدْ وَجَدْتُّمُوْهُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ذَاکَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانِ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الوسوسۃ فی الایمان جزء اوّل ص۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں سے چند اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا کہ ہمارے دلوں میں ایسے ایسے خیالات آتے ہیں جن کو زبان سے نکالنے کو ہم میں سے ہر ایک بہت بڑا (گناہ) سمجھتا ہے (کیا ان خیالات کا آنا بھی گناہ ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا واقعی تم اپنے دل میں ان خیالات کو بُرا سمجھتے ہو" ان اصحابؓ نے کہا "ہاں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ تو عین ایمان ہے"۔

الغرض دل میں ایسے بُرے خیالات کا آنا جو انسان کے بس میں نہ ہوں موجب گناہ نہیں، البتہ ایسے بُرے خیالات کا جن پر انسان کو قدرت حاصل ہے دل میں جاگزیں کرنا گناہ ہے۔ مثلاً شرکیہ عقائد، تکبّر، ریاکاری، بغض وکینہ، حسد و نفاق وغیرہ، ایسے خیالات پر ضرور مؤاخذہ ہوگا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ) یعنی جو شخص بھی اچھے عمل کرے گا، وہ اس کے لئے باعث اجر ہوں گے اور جو شخص بُرے عمل کرے گا تو اُن کا وبال اُسی پر پڑے گا، یعنی اگر کوئی شخص بُرے خیالات کو عملی جامہ پہنائے تو وہ گنہگار ہوگا اور گناہ کی سزا پائے گا سوائے اس صورت کے کہ اللہ تعالےٰ اپنے رحم وکرم سے گناہ کو معاف فرمادے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○ (آل عمران - ۲۵)

ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا۔ (الانعام - ۱۶۴)

جو شخص بھی بُرا عمل کرے گا تو اس برے عمل کا گناہ اسی پر ہوگا۔

غیر اختیاری خیالات اور وسوسوں کی معافی کے اعلان کے بعد اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر مزید رحم وکرم یہ کیا کہ ان کو چند دعاؤں کی تعلیم دی اور ان دعاؤں کی قبولیت کا اعلان بھی فرمادیا جیسا کہ حدیث میں ہے جو صحیح مسلم کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا تم اس طرح دعا کرو، "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا"، اے ہمارے رب اگر ہم بھول سے یا غلطی سے کوئی گناہ کر بیٹھیں تو اس گناہ کے سلسلہ میں ہمارا مواخذہ نہ کرنا، اب اگر کوئی شخص بھول سے یا غلطی سے کوئی گناہ کر بیٹھے اور وہ ان الفاظ میں دعا کرے تو اللہ تعالےٰ اپنے وعدے کے مطابق اس کے گناہ کو معاف کردے گا۔

دوسری دعا جو اللہ تعالےٰ نے سکھائی وہ یہ ہے: "رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا"، یعنی اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ان پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں، یعنی اے اللہ ہم کو ایسے سخت احکام نہ دے جیسے سخت احکام تو نے گذشتہ امتوں کو دئے تھے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر ناخن والے جانور، گائے اور بکری کی چربی حرام کردی تھی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا۔ (الانعام - ۱۴۶)

ہم نے یہودیوں پر سب ناخن والے جانور حرام کر دئے تھے، اور گائے اور بکری کی چربی بھی ان پر حرام کردی تھی۔

اسی طرح یہودیوں پر ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار حرام تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ۔

(اے رسول) ان سے اس بستی کا حال پوچھیے جو دریا کے کنارے واقع تھی، اس بستی والے (یہودی) ہفتہ کے دن احکام الٰہی سے تجاوز کرتے تھے، جب کہ مچھلیاں ہفتہ کے دن اوپر آتیں، اور جب ہفتہ

(الاعراف - ۱۶۳) نہ ہوتا تو اوپر نہ آتیں (تو ہفتہ کے دن حیلہ کرکے ان کا شکار کر لیتے)۔

یہود و نصاریٰ پر جو بوجھ ڈالے گئے تھے ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر بھی کیا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔

(الاعراف - ۱۵۷) (اللہ کے رسول) اہل کتاب کے بوجھ ان پر سے اتارتے ہیں اور جو طوق ان کے (گلے میں) پڑے ہوئے تھے ان کو توڑتے ہیں۔

یعنی اہل کتاب کو جو سخت احکام دئے گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منسوخ کر دیا اور دین کو آسان کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب الدین یسر جزء اوّل ص۱۶) بے شک دین آسان ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، تو یہودیوں کو یہ سخت احکام کیوں دئے تھے تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ احکام ان کی طاقت سے زیادہ نہیں تھے، البتہ ایک بوجھ ضرور تھے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ احکام ان کو ابتداء میں نہیں دئے گئے تھے، بلکہ یہ ان کے اپنے کرتوت کا نتیجہ تھے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ۔

(الانعام - ۱۴۶) ان کی سرکشی کے بدلہ میں ہم نے ان کو یہ سزا دی تھی (یعنی یہ احکام بطور سزا کے ان پر نافذ کئے گئے تھے)۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس طرح بھی دعاء کیا کرو، (رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ) اے ہمارے رب ہم سے ایسا بوجھ نہ اٹھوا جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو، ایسی آزمائش میں ہمیں مبتلا نہ کر جس آزمائش کے ہم متحمل نہ ہو سکیں۔

پھر فرمایا اس طرح دعاء کرو: اے ہمارے رب ہمیں معاف فرما، ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مولیٰ ہے، کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

عمل

اے لوگو۔ اللہ تعالےٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر صحیح معنوں میں ایمان لائیے، تمام رسولوں پر بلا تفریق ایمان رکھئے، احکام الٰہی سُنکر یہ کہا کیجئے کہ" ہم نے سُنا اور

ہم اطاعت کریں گے "۔

اے لوگو، جو بُرے خیالات دل میں آئیں ان کو بُرا سمجھیئے، ان سے بچنے کی کوشش کیجیئے اور جو دعائیں اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں تعلیم دی ہیں ان کو اکثر اپنی دعاؤں میں شامل رکھیئے۔

نوٹ :۔ وسوسوں کے جملہ مسائل ہم انشاء اللہ سورۃ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ

وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٣﴾

اور قول کے لحاظ سے اُس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے، عملِ صالح کرے اور یہ کہے کہ بیشک مَیں مسلمین میں سے ہوں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم صرف ایک یعنی : اللہ تبارک وتعالےٰ .. اللہ کے سوا کوئی نہیں

ہمارا اِمام صرف ایک یعنی : محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم .. فِرقہ وارانہ امام نہیں

ہمارا دین صرف ایک یعنی : اللہ کا پسند کردہ دین اسلام .. فِرقہ وارانہ مذہب نہیں

ہمارا نام صرف ایک یعنی : اللہ کا رکھا ہوا نام مسلم .. فِرقہ وارانہ نام نہیں

بنیادِ محبّت صرف ایک یعنی : اللہ تعالےٰ سے تعلّق .. دُنیوی تعلقات نہیں

وَجہِ افتخار صرف ایک یعنی : ایمان باللہ العظیم .. وطن اور زبان نہیں

اگر آپ اس دعوت سے متفق ہیں تو
جماعت المسلمین میں شمولیت اختیار کریں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعتُ المسلمین

مسجد المسلمین ۔ کوثر نیازی کالونی۔
نارتھ ناظم آباد بلاک جی کراچی ۳۳

کتبہ محمد نذیر خوشنویس گیلانی
ضلع وہاڑی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتباہی نوٹس

عوام النّاس کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ جماعت المسلمین ایک خالص دینی جماعت ہے اس کا کسی فرقے، مسلک، مذہبی مکاتب فکر یا سیاسی گروہ سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ انہی نظریات کے پرچار کے لئے امیر جماعت المسلمین سید مسعود احمدؒ (متوفی) نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر مبنی تفسیر قرآن عزیز، منہاج المسلمین، تاریخ الاسلام والمسلمین و دیگر کتب تحریر کیں اور جماعت المسلمین کے مرکز سے شعبۂ نشر و اشاعت جماعت المسلمین کی زیر ادارت نفع و نقصان سے مبرّا، خالص دینی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے شائع کرتے رہے اُن کے انتقال کے بعد موجودہ امیر جماعت المسلمین محمد اشتیاق صاحب کی زیر نگرانی مطبوعات جماعت المسلمین شائع ہو رہی ہیں۔

اس سلسلہ میں ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ چند کاروباری ذہنیت کے افراد و مفاد پرست ادارے مطبوعات جماعت المسلمین کو یا ان کے اقتباسات کو بغیر ہماری اجازت طبع یا فروخت کر رہے ہیں۔

اشتہار ہذا کے ذریعہ ان تمام افراد و اداروں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ مطبوعات جماعت المسلمین (مصنف سید مسعود احمدؒ) کی طباعت و اشاعت کرنا یا بغیر اجازت جماعت المسلمین کے نام یا اس کے ذیلی ادارے، ادارۂ مطبوعات اسلامیہ کے نام کو استعمال کر کے کوئی بھی کتاب چھاپ کر فروخت کرنا یا جماعت المسلمین کے لوگو (logo) کو بغیر اجازت استعمال کرنا سوسائٹی آرڈیننس XXI 1860، کاپی رائٹ آرڈیننس XXXI 1962، اور ٹریڈ مارک آرڈیننس 2001 کے تحت سنگین جرم ہے۔

لہٰذا ایسے تمام افراد و ادارے جو ایسے غیر قانونی و غیر اخلاقی کاموں میں ملوث ہیں انتظامیہ جماعت المسلمین ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی اور بھاری ہرجانہ وصول کرنے کا حق محفوظ رکھتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم صرف ایک یعنی : اللہ تبارک وتعالےٰ .. اللہ کے سوا کوئی نہیں

ہمارا اِمام صرف ایک یعنی : محمد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم .. فِرقہ وارانہ امام نہیں

ہمارا دین صرف ایک یعنی : اللہ کا پسند کردہ دین اسلام .. فِرقہ وارانہ مذہب نہیں

ہمارا نام صرف ایک یعنی : اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین .. فِرقہ وارانہ نام نہیں

بنیادِ محبّت صرف ایک یعنی : اللہ تعالےٰ سے تعلّق .. دُنیوی تعلقات نہیں

وَجہِ افتخار صرف ایک یعنی : ایمانُ باللہ العظیم .. وطن اور زبان نہیں

جماعت المسلمین